فہرست مضامین فتاویٰ عثمانیہ

مضمون	صفحہ
(حمد) وصلوٰۃ و دیباچہ از مؤلف	۱
(تمہ)ید بعض لغات و اصطلاحات کتاب النکاح	۵
(کت)اب النکاح	۸
(پ)ہلا باب	۸
(پہ)لی فصل تعریف وحکم نکاح کے بیان میں	〃
(دو)سری فصل انعقاد نکاح اور اس کے الفاظ کے بیان میں	۹
(تی)سری فصل شرائط صحت نکاح کے بیان میں	۱۰
(چو)تھی فصل نکاح میں خیارات ہونے نہ ہونے کے بیان میں	۱۳
پانچویں فصل عنین وغیرہ کے نکاح کے بیان میں	۱۶
(چھ)ٹی فصل نکاح مشروط اور نکاح معلق بر شرط کے بیان میں	۱۸
(س)اتویں فصل نکاح فاسد کی تعریف اور احکام کے بیان میں	۲۰
(آ)ٹھویں فصل نکاح مملوک کے احکام کے بیان میں	۲۲
(نو)یں فصل احکام نکاح کفار و مشرکین کے بیان میں	۲۷
(دسو)یں فصل احکام نکاح مرتد کے بیان میں	۳۱
دوسرا باب	۳۲

مضمون	صفحہ
پہلی فصل محرمات کے بیان میں	۳۲
پہلی قسم	〃
دوسری قسم	〃
تیسری قسم	۳۶
چوتھی قسم	〃
پانچویں قسم	۴۰
چھٹی قسم	〃
ساتویں قسم	۴۱
آٹھویں قسم	۴۱
نویں قسم	۴۳
شجرہ محرمات	۴۵
دوسری فصل بعض مسائل متعلق باب ہٰذا کے بیان میں	۴۶
تیسرا باب	۴۹
پہلی فصل احکام ولایت نکاح کے بیان میں	〃
دوسری فصل اولیائے نکاح اور ان کی ترتیب کے بیان میں	۵۴
تیسری فصل خیار بلوغ کے بیان میں	۵۶
چوتھی فصل علامات و احکام بلوغ کے بیان میں	۵۷
پانچویں فصل [illegible]	

مضمون	صفحہ
ہونے کے بیان میں	۵۹
چھٹی فصل اس بیان میں کہ باکرہ سے اس کے نکاح کی اجازت لینا چاہئے	〃
ساتویں فصل باکرہ اور ثیبہ کی تعیین کے بیان میں	۶۲
چوتھا باب	۶۴
پہلی فصل وکالت نکاح کے احکام کے بیان میں	〃
دوسری فصل اس بیان میں کہ ایک ہی شخص نکاح میں جانبین کا ولی وغیرہ ہو سکتا ہے۔	۶۷
تیسری فصل فضولی کے ایجاب و قبول کے بیان میں	۶۸
پانچواں باب	۶۹
پہلی فصل احکام کفو کے بیان میں	〃
چھٹا باب	۷۴
پہلی فصل مہر کی تعریف اور تقرر اور عدم تقرر کے بیان میں	۷۴
تعریف عقر	۷۸
دوسری فصل مہر کے معجل و مؤجل ہونے کے بیان میں	۸۴
تیسری فصل [illegible] کے بیان میں	۸۹

مضمون	صفحہ
چوتھی فصل متعہ کی تعریف و احکام کے بیان میں	۹۰
پانچویں فصل خلوت کے اقسام و احکام کے بیان میں	۹۱
چھٹی فصل زوجین کے اختیار دربارہ گھٹا دینے اور بڑھا دینے مہر کے بیان میں	۹۲
ساتویں فصل مہر میں شرط کرنے یا مہر کو شرط پر معلق کرنے کے بیان میں	۹۳
آٹھویں فصل اختلاف زوجین دربارۂ مہر کے بیان میں	۹۷
نویں فصل ہبہ مہر بحق زوج کے بیان میں	۱۰۰
دسویں فصل ذمیوں کے مہر کے احکام کے بیان میں	۱۰۲
ساتواں باب	۱۰۵
زوجین کے اختلاف دربارہ اسباب موجودہ مکان کے بیان میں	۱۰۵
آٹھواں باب	۱۰۶
احکام جہیز دختر کے بیان میں	
نواں باب	۱۰۸
پہلی فصل حقوق زوجین کے بیان میں	[illegible]
دوسری فصل [illegible] زوجات میں مساوات کرنے کے بیان میں	[illegible]

مضمون	صفحہ
کتاب الرضاع	۱۱۳
تمہید بعض لغات و اصطلاحات کے معانی کے بیان میں	۱۱۳
باب اول	۱۱۴
باب دوم	۱۱۵
باب سوم	۱۱۶
باب چہارم	۱۱۸
مما اتخذ المؤلف	۱۱۹
کتاب الطلاق	۱۲۲
تمہید بعض لغات و اصطلاحات کی صراحت میں	
باب اول	۱۲۳
پہلی فصل تعریف و سبب اثر طلاق کے بیان میں	″
دوسری فصل اقسام طلاق کے بیان میں	″
تیسری فصل اس بیان میں کہ کس زوج کی طلاق واقع ہوتی ہے اور کس کی واقع نہیں ہوتی	۱۲۶
چوتھی فصل عدد طلاق کے بیان میں	۱۲۸
باب دوم	۱۲۹
پہلی فصل طلاق صریح کی تعریف و احکام کے بیان میں	۱۲۹
دوسری فصل تعریف و حکم طلاق بالکنایہ کے بیان میں	۱۳۱
باب سوم	۱۳۳
پہلی فصل شرائط وقوع طلاق کے بیان میں	″
دوسری فصل طلاق کو کسی مقام یا وقت کیطرف مضاف کرنے کے بیان میں	۱۳۶
تیسری فصل طلاق متردد فیہ کے بیان میں	۱۳۸
چوتھی فصل طلاق کو کسی چیز سے مشابہ یا موصوف کرنے کے اثر کے بیان میں	″
پانچویں فصل زوجہ غیر مدخولہ کی طلاق کے بیان میں	۱۴۰
چھٹی فصل طلاق تحریری کے بیان میں	۱۴۰
باب چہارم تفویض طلاق کے بیان میں	۱۴۲
پہلی فصل زوجہ کو اس کے نفس کا اختیار دیدینے کے بیان میں	″
دوسری فصل زوجہ کا کام اس کے ہاتھ میں دیدینے کے بیان میں	۱۴۷
تیسری فصل زوج کا طلاق کو زوجہ کی	

مضمون	صفحہ
خواہش پر منحصر کردینے کے بیان میں	۱۵۱
باب پنجم طلاق بذریعہ یمین کے بیان میں	۱۵۶
پہلی فصل تعریف یمین اور شرائط انعقاد یمین کے بیان میں	״
دوسری فصل یمین کے اثر اور پورا ہونے اور اتر جانے کے بیان میں	۱۵۸
تیسری فصل بعد انعقاد یمین عاقد کی ملک نکاح زائل ہوجانے کے اثر کے بیان میں	۱۶۱
چوتھی فصل شرط سے استثنا کرنے کے احکام کے بیان میں	۱۶۲
باب ششم طلاق مریض کے بیان میں	۱۶۳
پہلی فصل فار کی تعریف کے بیان میں	״
دوسری فصل طلاق فار کے احکام کے بیان میں	۱۶۴
تیسری فصل مریض کے اقرار طلاق اور انقضاء عدۃ اور دین زوجہ کرنے یا وصیت بحق زوجہ کے بیان میں	۱۶۶
چوتھی فصل اس بیان میں کہ طلاق مشروط کی شرط کا وجود بحالت مرض الموت زوج ہو	۱۶۷
پانچویں فصل مریض کے فعل مستوجب فرقت کے ارتکاب کے بیان میں	۱۶۹
باب ہفتم مسائل رجعت کے بیان میں	۱۷۱
پہلی فصل رجعت کی تعریف و طریقے کے بیان میں	״
دوسری فصل اختلاف زوجین دربارہ رجعت وعدم رجعت کے بیان میں	۱۷۴
تیسری فصل اُن حالات کے بیان میں جنکی وجہ سے رجعت ثابت قرار دی جاتی ہے	۱۷۵
باب ہشتم	۱۷۷
پہلی فصل اس بیان میں کہ زوج طلاق دہندہ کو زوجہ مطلقہ سے کبتک نکاح کرنا جائز ہوتا ہے	״
دوسری فصل حلالہ کی تعریف اور مسائل کے بیان میں	۱۷۸
تیسری فصل نکاح بشرط تحلیل کرنے کے احکام کے بیان میں	۱۸۰
باب نہم خلع و طلاق بالعوض و مبارات کے بیان میں	۱۸۱
پہلی فصل خلع کی تعریف و حکم کے بیان میں	״
دوسری فصل طلاق بعوض مال کے احکام کے بیان میں	۱۸۹
تیسری فصل مبارات کی تعریف و احکام	

مضمون	صفحہ
کے بیان میں	۱۹۳
باب دہم ایلا کے بیان میں	۱۹۴
پہلی فصل ایلا کی تعریف وغیرہ کی بیان میں	،،
دوسری فصل مُولی منہا کو قبل اختتام چار ماہ طلاق دیدینے کے اثر کے بیان میں	۱۹۸
تیسری فصل جنبیہ سے ایلا کرنے کے اثر کے بیان میں	۱۹۹
چوتھی فصل اُن صورتوں کے بیان میں جن میں زبان سے کہدینے سے ایلا ساقط ہوجاتا ہے	۲۰۰
پانچویں فصل الفاظ محتمل ایلا وظہار کے استعمال کے اثر کے بیان میں	۲۰۱
باب یازدہم ظہار کے بیان میں	۲۰۳
پہلی فصل ظہار کی تعریف واحکام کے بیان میں	،،
دوسری فصل کفارہ ظہار کے بیان میں	۲۰۸
باب دوازدہم لعان کے بیان میں	۲۱۳
پہلی فصل لعان کی تعریف وشروط وغیرہ کے بیان میں	،،
دوسری فصل زوجہ حامل کے حمل سے زوج کے انکار کرنے کے اثر کے بیان میں	۲۱۶
تیسری فصل اولاد کے پیدا ہونیکے بعد زوج کے انکار نسب مولود کرنے کے اثر کے بیان میں	۲۱۷
چوتھی فصل طریقہ لعان اور اس کا اثر کے بیان میں	۲۱۸
باب سیزدہم عدت کے بیان میں	۲۲۲
پہلی فصل تعریف اور وجہ لزوم عدۃ کے بیان میں	،،
دوسری فصل تعداد ایام عدۃ کی بیان میں	۲۲۳
شجرہ تعداد ایام عدت	۲۲۵
تیسری فصل حداد کے بیان میں	۲۳۰
چوتھی فصل مسائل متفرق متعلقہ عدۃ کی بیان میں	۲۳۱
باب چہاردہم حضانت کی بیان میں۔	۲۳۳
پہلی فصل حضانت کی تعریف واحکام کے بیان میں	،،
دوسری فصل ترتیب مستحقین حضانت کے بیان میں	۲۳۴
تیسری فصل زمانہ حضانت کی انتہا کے بیان میں	۲۳۵
چوتھی فصل ایام حضانت کی بیان میں	۲۳۷
باب پانزدہم مسائل نفقہ کی بیان میں	۲۳۹

مضمون	صفحہ
پہلی فصل نفقہ کی تعریف و اسباب وجوب کے بیان میں	۲۳۹
دوسری فصل نفقہ زوجہ کے بیان میں	۲۴۰
تیسری فصل ایام منقضیہ کے نفقہ کے وجوب و عدم وجوب اور تقرر نفقہ بذریعہ قاضی کے بیان میں	۲۴۴
چوتھی فصل اس بیان میں کہ مفلس کی زوجہ کی اس سے بوجہ عدم امکان ادائے نفقہ تفریق نہ کرائی جاویگی	۲۴۸
پانچویں فصل غلام پر وجوب نفقہ زوجہ کے بیان میں	۲۴۹
چھٹی فصل نفقہ معتدہ کے بیان میں	〃
ساتویں فصل نفقۂ اولاد صغار کے بیان میں	۲۵۱
آٹھویں فصل نفقۂ والدین و دیگر اقارب کے بیان میں	۲۵۳
نویں فصل غائب کے مال سے اُس کی زوجہ یا اولاد صغار یا والدین کا نفقہ دلانے کے بیان میں	۲۵۶
دسویں فصل نفقہ ممالیک کے بیان میں	۲۵۹
کتاب ثبوت النسب	
تمہید بعض اصطلاحات و لغات کی تصریح و معانی کے بیان میں	۲۶۱
باب اول	۲۶۲
پہلی فصل اسباب ثبوت نسب کے بیان میں	〃
دوسری فصل مدت حمل کے بیان میں	۲۶۳
باب دوم	〃
پہلی فصل منکوحہ کی اولاد کے نسب کے بیان میں	〃
دوسری فصل معتدہ وفات کی اولاد کے نسب کے بیان میں	۲۶۵
تیسری فصل مطلقہ رجعیہ کی اولاد کے نسب کے بیان میں	۲۶۸
چوتھی فصل مطلقہ بائنہ کی اولاد کے نسب کے بیان میں	〃
پانچویں فصل باندی کی اولاد کے نسب کے بیان میں	۲۷۰
باب سوم	۲۷۲
ثبوت نسب بربنا اقرار بالنسب کے بیان میں	〃
باب چہارم	۲۷۴
اس بچہ کے نسب کے بیان میں جس کے نسب کی نسبت زوجین میں اختلاف ہو	〃

صفحہ	مضمون
کتاب ثبوت النسب من الفتاوی العثمانیہ	۲۷۶
کتاب اللقیط واللقطہ	۲۸۱
کتاب الاوقاف	۲۸۹
باب اول	۲۸۹
وقف کی تعریف اور اس کے جواز و عدم جواز اور	〃
رکن اور غرض وغیرہ کے بیان میں	〃
فصل رکن عقد وقف کے بیان میں	۲۹۶
فصل غرض وقف کے بیان میں	۲۹۹
فصل اس بیان میں کہ کون چیزیں وقف ہوسکتی ہیں اور کون نہیں ہوسکتی ہیں	۳۰۲
فصل شرائط صحت وقف کے بیان میں	۳۰۹
دوسرا باب	۳۱۱
مسجد کے احکام کے بیان میں	۳۱۱
تیسرا باب	۳۱۷
مریض کے وقف کے احکام کے بیان میں	〃
چوتھا باب	۳۱۹
ترتیب مصارف آمدنی اوقاف کے بیان میں	〃

صفحہ	مضمون
فصل اوقاف قدیمہ کے متعلقہ احکام کے بیان میں	۳۲۲
پانچواں باب	۳۲۳
لزوم پابندی شرائط واقف کے بیان میں	〃
چھٹا باب متولی کے احکام کے بیان میں	۳۲۸
فصل اختیارات متولی وقاضی	۳۳۶
فصل اراضی وقف میں عمارت بنانے اور درخت لگانے کے احکام کے بیان میں	۳۳۷
فصل متولی کو وقف کے کرایہ پر دینے کے اختیار کے بیان میں	۳۳۸
ساتواں باب شرائط دعوی متعلقہ وقف کے بیان میں	۳۴۰
آٹھواں باب اپنی ذات یا اولاد پر وقف کرنے کے احکام کے بیان میں	۳۴۴
فصل	〃
فصل	۳۵۴
فصل	۳۵۹
فصل پڑوسی فقراء پر وقف کے احکام	۳۶۶
کتاب البیوع	۳۶۹
تمہید بعض اصطلاحات و لغات کے بیان میں	۳۶۹
باب اول تعریف و اقسام بیع کے بیان میں	۳۷۳

مضمون	صفحہ
پہلی فصل تعریف وانعقاد بیع کے بیان میں۔	۳۷۶
دوسری فصل شرائط صحت بیع کے بیان میں۔	۳۸۰
تیسری فصل ثمرہ اور زراعت کی بیع کے بیان میں۔	۳۸۶
چوتھی فصل بیع نسیہ یعنی بقیمت ادھار بیع کرنے کے بیان میں	۳۸۹
پانچویں فصل اُن حقوق عقار کے بیان میں جو تبعاً عقار کے ساتھ بیع ہو جاتی ہیں	۳۹۱
باب دوم	
خیارات کے بیان میں	۳۹۳
پہلی فصل خیار رویت کے بیان میں	ر
دوسری فصل خیار عیب کے بیان میں	۳۹۸
تیسری فصل خیار شرط کے بیان میں	۴۰۴
چوتھی فصل خیار نقد کے بیان میں	۴۱۰
پانچویں فصل خیار تعیین مبیع کے بیان میں	۴۱۱
چھٹی فصل خیار بفوات وصف مرغوب فیہ کے بیان میں	۴۱۳
باب سوم	
بیع باطل وفاسد وموقوف کے بیان میں	۴۱۴
پہلی فصل بیع باطل کے بیان میں	۴۱۵
دوسری فصل بیع فاسد کے بیان میں	۴۲۱
تیسری فصل بیع موقوف کے بیان میں	۴۲۵
چوتھی فصل بیع مکروہ کے بیان میں	۴۲۷
باب چہارم اقالہ کے بیان میں	۴۲۹
باب پنجم بیع بالمرابحہ وغیرہ کے بیان میں	۴۳۲
باب ششم ربوا کے بیان میں	۴۳۶
دوسری فصل قرض کی تعریف واحکام کے بیان میں	۴۴۰
باب ہفتم بیع سلم کے بیان میں	۴۴۴
پہلی فصل بیع سلم کے ارکان واثر کے بیان میں	۴۴۴
دوسری فصل استصناع کے بیان میں	۴۵۰
باب ہشتم بیع صرف کے بیان میں	۴۵۱
باب نہم مسائل متفرق متعلقہ کتاب البیوع	۴۵۶
باب دہم استحقاق کے بیان میں	۴۵۶
كتاب العارية	۴۶۵
لغات واصطلاحات	۴۶۵
باب اول پہلی فصل تعریف واحکام عاریت کے بیان میں	۴۶۵

مضمون	صفحہ
دوسری فصل اقسام عاریت کے بیان میں	۴۶۸
باب دوم معیر کے اختیار رجوع کے بیان میں	۴۶۸
باب سوم پہلی فصل مستعیر کے اختیار دربارہ اعارہ کے بیان میں	۴۶۹
دوسری فصل اس بیان میں کہ مستعیر کو مستعار کے رہن و اجارہ کا حق ہوتا ہے یا نہیں	۴۷۰
تیسری فصل مستعیر کو مستعار کے امانت رکھانے کے اختیار کے بیان میں	۴۷۱
باب چہارم اعارہ اراضی کے بیان میں	۴۷۲
باب پنجم سونے چاندی اور ایسی چیزوں کے اعارہ کے بیان میں جن سے اس طرح انتفاع نہ ہوسکتا ہو کہ باوصف انتفاع وہ قائم رہیں	۴۷۴
باب ششم خوراک و اخراجات و واپسی مستعار کے بیان میں	۴۷۵
باب ہفتم مسائل متفرقہ عاریت کے بیان میں	۴۷۶
کتاب الہبۃ والصدقۃ	۴۷۸
تمہید بعض لغات و اصطلاحات کی صراحت میں	۴۷۸
پہلا باب پہلی فصل عقد ہبہ کے مشروع ہونے اور اس کے مقصد و ارکان کے بیان میں	۴۸۰
دوسری فصل اس بیان میں کہ موہوب لہ صغیر کی جانب سے موہوب پر کس کا قبضہ کرنا کافی ہوتا ہے	۴۸۲
تیسری فصل ان ہدیوں کے احکام میں جو بوقت تقریبات صغیر کے سامنے رکھے جاتے ہیں	۴۸۴
چوتھی فصل اس ہبہ کے بیان میں جو کوئی شخص اپنے مرض موت میں ہبہ کرتا ہے	۴۸۵
پانچویں فصل ہبہ عمری و ہبہ رقبی کے احکام کے بیان میں	۴۸۶
دوسرا باب شرائط صحت ہبہ کے بیان میں	۴۸۸
تیسرا باب پہلی فصل حق رجوع فی الہبہ کے بیان میں	۴۹۴
دوسری فصل موانعات رجوع فی الہبہ کے بیان میں	۴۹۶
چوتھا باب پہلی فصل ہبہ بشرط عوض کے احکام کے بیان میں	۵۰۱
دوسری فصل دین کی ہبہ کے احکام کے بیان میں	۵۰۳
کتاب الصدقہ	۵۰۴
کتاب الشفعہ	۵۰۶
تمہید بعض لغات و اصطلاحات کے معانی و تصریح کے بیان میں	۵۰۶
باب اول پہلی فصل تحقیق حق شفعہ کے بیان میں	۵۰۹
دوسری فصل وجوب شفعہ کے اسباب کے بیان میں	۵۱۱
باب دوم پہلی فصل مراتب شفعاء باعتبار تقدیم و ترجیح کے بیان میں	۵۱۴
دوسری فصل بعض صورتوں میں خلطائے حق المبیع میں باہم تقدیم و ترجیح کے بیان میں	۵۱۶
باب سوم پہلی فصل طلب مواثبت کے بیان میں	۵۱۸

مضمون	صفحہ
دوسری فصل قبل بیع مشفوعہ طلب مواثبت کرنے یا مشفوعہ کے لینے سے انکار کرنے کے اثر کے بیان میں	۵۱۹
تیسری فصل شفیع و مشتری یا ان میں سے ایک کے غیر مسلم ہونے کی صورت میں عدالتوں کی رائے کے بیان میں	۵۲۰
چوتھی فصل اس بیان میں کہ شفیع صغیر کی جانب سے طلب مواثبت و اشہاد کون کر سکتا ہے۔	۵۲۱
پانچویں فصل مجلس کی تعریف و مفہوم کے بیان میں	۵۲۲
باب چہارم	۵۲۳
پہلی فصل بیع بالوفا کی تعریف وغیرہ کے بیان میں	۵۲۳
دوسری فصل تعین وقت وجوب شفعہ و طلب مواثبت بصورت نیلام عدالتی کے بیان میں	۵۲۷
باب پنجم پہلی فصل وجوب طلب اشہاد کے بیان میں	۵۲۹
دوسری فصل طریقہ طلب اشہاد کے بیان میں	۵۳۰
باب ششم پہلی فصل طلب خصومت کے لزوم کے بیان میں	۵۳۱
دوسری فصل طریقہ طلب خصومت کے بیان میں	۵۳۲
تیسری فصل بعض امور متعلق طلب خصومت کے بیان میں	۵۳۱
چوتھی فصل تفریق صفقہ کے بیان میں	۵۳۴
باب ہفتم امور مسقط حق شفعہ کے بیان میں	۵۳۷
باب ہشتم احکام نسبت تصرفات مشتری کے بیان میں جو اس نے مشفوعہ میں قبل قضا بالشفعہ کئے ہوں	۵۴۱
باب نہم حق شفعہ ساقط کرنے کے واسطے حیلہ کرنے کے بیان میں	۵۴۳
باب دہم حق قانونی مشابہ بحق شفعہ کے بیان میں۔	۵۴۴
کتاب الجنایات	۵۴۶
جنایت کی تعریف وغیرہ	۵۳۶
باب اول قتل کی تعریف اور اقسام و سزاؤں کے بیان میں	۵۴۸
باب دوم اس بیان میں کہ قاتل عمد پر کب قصاص واجب ہوتا ہے اور کب واجب نہیں ہوتا۔	۵۵۳
باب سوم شہادت قتل کے بیان میں	۵۶۴
باب چہارم اسقاط حمل و قتل جنین اور اس کی سزا کے بیان میں	۵۶۷
باب پنجم ایسے قتل اور اس کی سزا کے بیان میں جو ایسی چیز سے واقع ہو جس کو کسی نے شارع عام پر بنایا ہو۔	۵۶۸
باب ششم قطع اعضا اور اس کی سزاؤں کے بیان میں	۵۷۱
باب ہفتم جراحت و شجاج اور ان کی سزاؤں کے بیان میں	۵۷۴

مضمون	صفحہ
باب ہشتم دیت کی تعریف واقسام اور مقدار کے بیان میں	۵۷۷
باب نہم عواقل کی تعریف اور اُن کے متعلقہ مسائل کے بیان میں	۵۸۴
باب دہم قسامت کی تعریف اور اس کے متعلقہ مسائل کے بیان میں	۵۸۷
باب یازدہم اُس جنایت کے بیان میں جو جانوروں سے صادر ہو یا اُن پر سرزد ہو	۵۹۱
کتاب الوصایا	۵۹۵
لغات و اصطلاحات	۵۹۵
باب اول وصیت کی تعریف وغیرہ کے بیان میں	۵۹۶
باب دوم طریقہ تعمیل وصیت مجمل و چند وصایا مجتمعہ	۶۰۶
باب سوم اُن عقود کے بیان میں جو مرض الموت میں منعقد کئے جانے کی وجہ سے وصیت کے حکم میں ہو جاتے ہیں	۶۱۴
باب چہارم وصیت بحق اقربا کے بیان میں	۶۱۵
باب پنجم وصیت منافع کے بیان میں	۶۲۰
باب ششم ذمیوں وغیرہ کی وصیت کے بیان میں	۶۲۳
باب ہفتم وصیت مطلق وعام کے بیان میں	۶۲۵
باب ہشتم وصی کی تعریف و اختیارات کے بیان میں	۶۲۶
فصل اوصیا کے اختیارات کے بیان میں	۶۲۹
باب نہم شہادت اوصیا اور اُن کے فرائض وغیرہ کے بیان میں	۶۳۲
باب دہم مسائل متفرق کے بیان میں	۶۳۶
کتاب الفرائض	
باب اول پہلی فصل تعریف علم فرائض	۶۳۷
دوسری فصل تعریف ملک	۶۳۸
باب دوم پہلی فصل ترتیب مصارف متروکہ	۶۴۰
دوسری فصل تجہیز و تکفین کے بیان میں	۶۴۱
تیسری فصل اقسام دیون و طریقہ ادا	۶۴۱
چوتھی فصل تعمیل وصیت	۶۴۳
پانچویں فصل اقسام ورثہ	۶۴۴
چھٹی فصل امور مانع وراثت	۶۴۶
باب سوم پہلی فصل ذوی الفروض کی تعریف اور اُن کی تعداد کے بیان میں	۶۴۸
دوسری فصل ہر ذی الفرض کے حصہ کے بیان میں	۶۴۸
باب چہارم پہلی فصل عصبہ کی تعریف اور اقسام کے بیان میں	۶۵۶
دوسری فصل عصبہ بنفسہ کے اصناف	۶۵۸
تیسری فصل عصبہ سببی	۶۶۱
باب پنجم رد علی ذوی الفروض کے بیان میں	۶۶۴
باب ششم تعریف ذوی الارحام	۶۶۶

مضمون	صفحہ
باب ہفتم مولی الموالاۃ	۶۶۸
باب ہشتم مقرلہ بالنسب علی الغیر	۶۶۹
باب نہم موصیٰ لہ بجمیع المال	۶۷۱
باب دہم متروکہ کب بیت المال میں داخل ہوتا ہے	۶۷۲
باب یازدہم پہلی فصل حجب کی تعریف و اقسام کے بیان میں	۶۷۳
دوسری فصل مسئلہ کی تعریف اور اُس کے بنانے کے قواعد کے بیان میں	۶۷۵
تیسری فصل تصحیح کی ضرورت اور اس کے قاعدہ کے بیان میں	۶۷۸
چوتھی فصل تخارج کے بیان میں	۶۸۲
پانچویں فصل قاعدہ رد علی ذوی الفروض	۶۸۳
چھٹی فصل عول کی تعریف اور اس کے قاعدہ کے بیان میں	۶۸۷
ساتویں فصل تقسیم بین العصبات و ذوی الفروض	۶۹۱
آٹھویں فصل مناسخہ کی تعریف اور قاعدہ کے بیان میں	۶۹۳
باب دوازدہم پہلی فصل ذوی الارحام کے اصناف	۶۹۹
دوسری فصل ذوی الارحام صنف اول	۷۰۰
تیسری فصل ذوی الارحام صنف دوم	۷۰۹
چوتھی فصل ذوی الارحام صنف سوم	۷۱۱
پانچویں فصل ذوی الارحام صنف چہارم	۷۱۵
باب سیزدہم پہلی فصل خنثے کی تعریف و مسائل وراثت کے بیان میں	۷۱۶
دوسری فصل خنثے کے حصے نکالنے کے قواعد کے بیان میں	۷۱۸
باب چہاردہم پہلی فصل مسائل متعلقہ وراثت حمل کے بیان میں	۷۲۰
دوسری فصل حصہ حمل دریافت کرنے کا قاعدہ اور اُس کے متعلقات کے بیان میں	۷۲۲
باب پانزدہم جماعت قرابتداران جو ایک ساتھ فوت ہو جائیں	۷۲۵
باب شانزدہم مفقود کی تعریف اور اس کی وراثت کے بیان میں	۷۲۶
باب ہفتدہم مرتد و مرتدہ کی وراثت کے بیان میں	۷۲۸
باب ہیژدہم مسلم اسیر کفار کی وراثت کے بیان میں	۷۳۰

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی نبیہ الکریم صلے اللہ علیہ وعلی آلہ الطاہرین واصحابہ المہدیین برحمتک یا ارحم الراحمین۔

اما بعد امیدوار فضل باری محمد مظہر الحق انصاری خلف حضرت حافظ حاجی مولانا مولوی احمد علی صاحب سہارنپوری محدث ہند قدس سرہ العزیز عرض پرداز ہی کہ تجربہ سی یہ امر ثابت ہو گیا کہ جن ممالک کی زبان ملکی سرمایہ علوم سے خالی ہوتی ہی اُن ممالک کے باشندے بھی عموماً فیوض علمیہ سی جو سرمایۂ دین و دنیا ہی محروم رہتے ہین لہذا بہی خواہان ملک و قوم کا اہم ترین فرض یہ ہی کہ بذریعہ تالیف کتب علمیہ زبان ملکی خازن علوم بنا دین۔

ترجمہ کتب علمیہ سی کچھ زیادہ فائدہ نہین پہونچتا بلکہ بعض اوقات ترجمہ سی بجائے رغبت کے وحشت پیدا ہوتی ہی جس کی وجہ یہ ہی کہ مترجم پر کتاب مترجم منہ کی طرز بیان و ترتیب مضامین مین پابندی لازم ہوتی ہی اور چونکہ ہر زبان کا طرز بیان اور ہر ملک کا مذاق ادائے مطالب جداگانہ ہوتا ہی اسلئے ترجمہ مین اتباع مترجم منہ سی ایسی گنجلک اور بے لطفی پیدا ہو جاتی ہی جس کی وجہ سے مطالعہ کرنیوالے کو وحشت ہونے لگتی ہے

برخلاف اسکے مؤلف اپنی زبان کے طرز اور اپنے اہل ملک کے مذاق کے موافق اداء مطالب کرتا ہی اسلئے تالیف بہ نسبت ترجمہ زیادہ مالوف ہوتی ہی۔ ہان یہ ضرور ہی کہ تالیف صرف فن دان آدمی کرسکتا ہے اور ترجمہ ہر ایسا آدمی کرسکتا ہی جو زبان مترجم منہ اور مترجم فیہ سے واقف ہو گو اصل فن سے نابلد ہو۔ انھین وجوہ سے چند روز سے مؤلف کے ذہن مین یہ خیال تھا کہ صاف و سلیس اردو زبان مین ایک فتاوی ترتیب دینا چاہیے مگر مشاغل کی وجہ سے وقت نہین ملتا تھا کہ یکایک جامعہ عثمانیہ یونیورسٹی کے قیام سے معلوم ہوا کہ میرا یہ خیال پرتو خیالات ایک ظل سبحانی ہی اس وجدان کے ساتھ ہی عجیب وغریب بشاشت وہمت پیدا ہوگئی اور توکلاً علی اللہ باوصف عدیم الفرصتی تالیف شروع کردی گئی۔ ساتھ ہی ساتھ یہ آرزو بھی پیدا ہوگئی کہ اس تالیف کو نام نامی اسم گرامی ظل سبحانی شرف نسبت حاصل ہوجائے تو یہ شرف باعث برکت اور قبول عام وبقاء دوام ہوگا۔

چونکہ مؤلف حضرت ایوب انصاری رضی کی اولاد مین ہی جن کو شرف خدمت مہاجرین رضی وغلامی ومیزبانی سید المرسلین صلعم کا تمغہ دارین مین باعث عزت ونجات ہے اور حضرت ظل سبحانی خلاصہ دودمان حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی ہین اس موروثی تابعداری نے پیشگاہ ظل سبحانی مین اظہار آرزو کی جراءت دلائی چنانچہ ظل سبحانی نے اپنی مشہور عالم قدردانی علم ودین پناہی سے معتمدی امور عامہ کے نام فرمان واجب الاذعان نافذ فرمایا کہ مؤلف کو اطلاع دی جاوے کہ وہ اپنی تالیف کو نسبت نام نامی واسم گرامی سے مشرف کرے معتمدی موصوف نے بذریعہ مراسلہ نشان ۷، مورخہ ۳ آذر ۱۳۲۸ ف اس مژدہ جانفزا کو مؤلف تک پہونچایا ظل سبحانی کی پیشگاہ سے

یہ بھی فرمان مبارک شرف صدور لایا کہ فتاوی عثمانی کو باخراجات سرکاری شائع کیا جائے اور مؤلف کے صلہ کی نسبت معروضہ پیش کیا جائے۔ چنانچہ حکام عالیمقام بالخصوص عالی جناب مولوی مرزا سمیع اللہ بیگ صاحب میر مجلس عدالت العالیہ سرکار عالی کی ہمت نے ایک ہزار روپیہ صلہ تالیف عطا کی جانے کی عرضداشت پیش کی جسکو شرف منظوری ظل سبحانی بخشا گیا اور مؤلف کو بذریعہ مراسلہ نشان ۱۰۷۲ مورخہ ۱۰ اردی بہشت ۱۳۲۲ف ایک ہزار روپیہ مرحمت ہوے الحمد للہ حمداً کثیراً علی کل حال۔

شرعاً بادشاہ اسلام کی حمد و ثنا کرنا واجب ہے مگر مؤلف اپنی ہیچمدانی اور حضرت ظل سبحانی آیتہ من آیات ربانی اعلیحضرت بندگان عالی متعالی صدیق عترت حیدر شجاعت سمی جامع قرآن رستم زمان حاتم دوران سلطان ابن سلطان حضور پرنور میر عثمان علیخان بہادر محی الملتہ والدین حامی دین مبین آصف جاہ نظام الملک فتح جنگ بہادر خلد اللہ ملکہ کی علوشان کو دیکھکر لایمکن الثناء کما کان حقہ ورد زبان تھا کہ خود بخود بتائید غیبی منجانب اللہ یہ چار مصرعہ موضوع ہوگئے ؎

دبدبہ اسلام کا احکام سلطانی مین ہے	شان صدیقی طریق ظل سبحانی مین ہے
آصفی سطوت مین ہے مظہر جلال حیدری	دور فاروقی کی صولت دور عثمانی مین ہے

آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ علی سید المرسلین ؁

فتاوی ہذا کی ابتدا مین ایسے الفاظ و اصطلاحات کی فہرست دیکر اور اونکے مفہوم کی توضیح بطور فرہنگ کردی گئی جنکا بعینہ استعمال کرنا لابد تھا اور کیا گیا ہے تاکہ مطالعہ کرنیوالے اصحاب کو دقت اور لغت دیکھنے کی حاجت نہو اور ایسے مسائل مین جنمین عدالتین حسب احکام فقہی فیصلہ کرنیکے واسطے محکوم ہین بطور حاشیہ

تحت المتن بظاہر عدالت العالیہ سرکار عالی و دیگر عدالت ہائی انگریزی کا بھی حوالہ دیدیا گیا ہی تاکہ اس فتاوی سی حکام اور وکلا بھی مستفید و مستفیض ہوسکین اور اپنی فیصلہ جات و مباحث کو استدلال فقہی سی مستحکم و مدلل فرماسکین اسی لحاظ سے بیشتر مسائل مین شرح و بسط کیساتھ دلائل فقہی بیان کردئے گئے ہین (گویہ امر رسم فتاوی نہین ہی) تاکہ مطالعہ کرنیوالے اصحاب کو فی الجملہ طریقہ استدلال فقہی سی بھی واقفیت و مناسبت پیدا ہوجائے۔

اگرچہ مؤلف کا قصد عبادات و معاملات یعنی مکمل فتاوی کو بعد تکمیل ایک ساتھ طبع کرانیکا تھا لیکن حسب ارشاد و ایماء حکام عالی مقام عدالت العالیہ سرکار عالی سردست اوسقدر حصہ طبع کرادیا گیا ہی جس کی حکام و وکلاء و اہل معاملات اصحاب کو روزمرہ ضرورت رہتی ہی بوقت تالیف فتاوی ہذا مؤلف کے مطالعہ مین کتب ذیل تھین جنکا جا بجا حوالہ بھی دیا گیا ہے۔

کنز مطبوعہ	شرح وقایہ مطبوعہ	ہدایہ مطبوعہ
حاشیہ مولوی عبدالحی صاحب برحاشیہ مطبوعہ	عنایہ مطبوعہ	کفایہ مطبوعہ
فتح القدیر مطبوعہ	درمختار مطبوعہ	ردالمحتار مطبوعہ
الاشباہ والنظائر مع الحموی مطبوعہ	مجلہ مطبوعہ	جامع الرموز مطبوعہ
فتاوی قاضی خان مطبوعہ	فتاوی عالمگیری مطبوعہ	سراجی مطبوعہ
شریفیہ مطبوعہ	قدوری مطبوعہ	غایۃ الاوتار مطبوعہ

اس امر کا اعتراف کرتے ہوی کہ نہ مین عالم ہون نہ فقیہ ہون بلکہ ایک طالب علم ہون وہ بھی معمولی۔ مطالعہ کرنیوالے حضرات سے امیدوار لطف و کرم ہون کہ اسقام کی اصلاح فرماکر مؤلف کو ممنون فرمائین اور مؤلف کو دعاء خیر سے فراموش نہ فرماوین وما توفیقی الا باللہ العظیم

خادم العلماء

بندہ محمد مظہر الحق انصاری

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تمہید بعض لغات و اصطلاحات کی تصریح کے بیان میں

(۱) نکاح، شرعاً اوس عقد کو کہتے ہین جو قصداً املاک متعہ پر وارد کیا جائے۔
(۲) نکاح فاسد، اوس نکاح کو کہتے ہین جسمین کوئی شرط منجملہ شرائط صحت نکاح متروک ہو
(۳) متعہ، اوس عقد کو کہتے ہین جو باظہار و تعین مدت اور مال کے بلفظ متعہ منعقد کیا جائے
(۴) متعہ، تین کپڑون کو کہتے ہین، قمیص، اوڑھنی، چادر جو بوقت بعض صورتون مین زوج پر زوجہ کو دینا واجب ہوتا ہے۔
(۵) نکاح موقت، اوس نکاح کو کہتے ہین جو مدت معینہ کیواسطے منعقد کیا جاتا ہے
(۶) نکاح نہاری، اوس نکاح کو کہتے ہین جس مین ناکح شرط کر لیتا ہے کہ وہ صرف دن کو منکوحہ کے ساتھ رہا کریگا شب کو نرہیگا۔
(۷) ایجاب، کسی عقد کرنیوالے اشخاص مین سے اوّل بولنے والیکے کلام کو ایجاب کہتے ہین
(۸) قبول، متعاقدین مین سے جو شخص ایجاب کو منظور کرتا ہے اوسکے کلام مشعر منظوری ایجاب کو قبول کہتے ہین۔
(۹) ردّ، کسی ایجاب یا عقد موقوف کی نامنظوری کو ردّ کرنا کہتے ہین۔
(۱۰) تعاطی، زوج کا زوجہ کو بلا ایجاب و قبول مہر دیدینا اور زوجہ کا اپنے نفس کو تفویض زوج کر دینا تعاطی کہلاتا ہے۔

(۱۱) **ولایت**، ایک شخص کے قول کو دوسرے پر نافذ ہونیکو ولایت کہتے ہین

(۱۲) **ولی**، اوس شخص کو کہتے ہین جو عاقل و بالغ اور دوسرے شخص کا جس پر اوسکا قول نافذ ہوتا ہی وارث ہو۔

(۱۳) **باکرہ**، اوس عورت صغیر السن کو کہتے ہین جسکا پردہ بکارت قائم ہو۔

(۱۴) **ثیبہ**، اوس عورت کو کہتے ہین جس کا پردہ بکارت قائم نہو۔

(۱۵) **رتقاء**، اون عورتون کو کہتے ہین جنکی شرمگاہ مین بوجہ مرض زائد گوشت پیدا ہوجاتا ہے جو مانع وطی ہوتا ہی،

(۱۶) **قرناء**، اون عورتون کو کہتے ہین جنکی شرمگاہ مین بوجہ مرض ہڈی پیدا ہوجاتی ہے جو مانع وطی ہوتی ہے۔

(۱۷) **عنین**، نامرد کو کہتے ہین جس کا عضو تناسل موجود ہو مگر وہ جماع نہ کرسکتا ہو۔

(۱۸) **مجبوب**، اوس شخص کو کہتے ہین جسکا عضو تناسل مقطوع ہو۔

(۱۹) **جِد**، کسی قول و فعل کو سچ سچ بطور امر واقعہ کہنے یا کرنیکو کہتے ہین۔

(۲۰) **ہزل**، کسی قول و فعل کو بیہودگی سی بلا اوسکے امر واقعی کے طور پر کرنے کی نیت کے کرنے یا کہنے کو کہتے ہین۔

(۲۱) **خلوۃ**، زوجین کے ایک جگہ جمع ہونے کو کہتے ہین۔

(۲۲) **خلوۃ صحیحہ**، اوس خلوۃ کو کہتے ہین جسمین کوئی امر مانع وطی نہو۔

(۲۳) **خلوۃ غیر صحیحہ**، اوس خلوۃ کو کہتے ہین جسمین کوئی امر مانع وطی موجود ہو۔

(۲۴) **حلیلہ**، جس کی جمع حلائل ہی زن منکوحہ اور زن ہم خانہ کو کہتے ہین۔

(۲۵) **عقد فضولی**، اوس عقد کو کہتے ہین جسکا ایجاب یا قبول شخص غیر مقتدر کرے

(۲۶) **شخص فضولی**، اوس شخص کو کہتے ہین جو بلا اقتدار کے کسی عقد کا ایجاب یا قبول منجانب کسی دوسرے شخص کے کرے۔

(۲۷) **حق ولاء**، اوس حق کو کہتے ہین جو آزاد کنندہ آقا کو غلام آزاد کردہ پر ہوتا ہی

(۲۸) **استبراء**، منکوحہ یا نو خرید باندی سے تا وقتیکہ اوسکو تین حیض نہ آئین وطی نکرنے کو کہتے ہین تا کہ حیض آنیسے اوسکی صفائی رحم کا علم ہو سکے۔

(۲۹) **عقر**، اوسقدر مال کو کہتے ہین جو بصورت اباحت زن نامزیہ کی اجرت زنا ہوتی ہی

(۳۰) **مخیّرہ**، اوس منکوحہ کو کہتے ہین جسکا زوج بہ نیت اوسکی نفس کا اختیار اوسکو دیدی

(۳۱) **خیار مخیرہ**، زوجہ مخیرہ کے اختیار کو کہتے ہین

(۳۲) **خیار بلوغ**، اوس اختیار کو کہتے ہین جو اوس صغیر یا صغیرہ کو جسکا نکاح اوس کی صغر سنی مین باپ دادا کے سوا کسی دوسرے ولی نے کر دیا ہو بوقت بلوغ فسخ کرنے نکاح مذکور کا حق حاصل ہوتا ہی۔

(۳۳) **خیار عتق**، اوس اختیار کو کہتے ہین جو اوس نکاح کے فسخ کر دینے کا غلام یا باندی کو آزاد ہونے پر حاصل ہوتا ہی جو اوسکے آقا نے بحالت غلامی کر دیا ہو۔

(۳۴) **اہل کتاب یا کتابی**، اوس شخص کو کہتے ہین جو کسی کتاب منزل من اللہ تع کو مانتا ہو جیسے توریت، زبور، انجیل صحف ابراہیم، و موسیٰ و غیرہ اور کسی دین سماوے کا معتقد ہو۔

(۳۵) **وثنی یا عبد الاوثان یا مشرک**، اوس شخص کو جو غیر اللہ تعالی کی پرستش کرتا ہو اوسمین آفتاب و نجوم پرست بت پرست اور ہر ایسے مذہب کی معتقد جسکو معتقد کی تکفیر کیجائے جیسے معطلہ زندیق باطنیہ وغیرہ داخل ہین۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کتاب النکاح

باب اوّل

پہلی فصل تعریف وحکم نکاح کے بیان مین

نکاح[۱] کے لغوی معنی ضم ملانیکے ہین اہل لغت اس لفظ کا استعمال بمعنی وطی بھی کرتے ہین اور چونکہ عقد تزویج موجب حلت وطی ہوتا ہی اس لیئے اس لفظ کو بمعنی عقد تزویج بھی استعمال کرتے ہین (حاشیہ ہدایہ مولوی عبدالحیؒ)

اور شرعًا نکاح[۲] اوس عقد کو کہتے ہین جو قصدًا ملک متعہ پر وارد کیا جاتا ہی (ہدایہ)

نکاح[۳] کرنا ہر مسلم پر بحالت اعتدال حسب فرمان نبی صلعم النکاح سنتی ومن رغب عن سنتی فھو لیس منی سنت موکدہ ہی اور بحالت غلبہ شہوۃ واندیشہ ارتکاب زنا بشرط استطاعت پرورش زوجہ واجب ہی اور بحالت خوف جور مکروہ ہے یعنی جس شخص کو یہ خوف ہو کہ وہ زوجہ پر جور کریگا اوسکو نکاح کرنا مکروہ ہی (عالمگیری)

نکاح[۴] ہو جانے سے زوجین کو ایک دوسرے سے تمتع شرعی حاصل کرنا جائز

ہو جاتا ہی اور زوج زوجہ کو جس مین رکھنے کا مالک ہو جاتا ہی اور زوج پر زوجہ کا مہر مقررہ یا مہر مثل واجب ہو جاتا ہی

زوجین مین سے ہر ایک کے رشتہ دارون سی دوسرے کو حرمۃ مصاہرۃ ثابت ہو جاتی ہی زوج کو زوجہ کے ساتھ اوس کی بہن یا ایسی رشتہ دار عورت کو جو بحکم بہن ہو بذریعہ نکاح یا بذریعہ وطی جمع کرنا حرام ہو جاتا ہی زوجین مین توارث قائم ہو جاتا ہے (عالمگیری)

دوسری فصل انعقاد نکاح اور اوسکے الفاظ کے بیان مین

نکاح ایسے ایجاب و قبول سی منعقد ہو جاتا ہے جو بصیغہ ماضی ہون یا اونمین سے ایک بصیغہ امر اور دوسرا بصیغہ ماضی ہو صورت ثانی مین فریق ثانی کو وکیل بنانا مقصود ہوتا ہی (ہدایہ)

کیونکہ نکاح مین ایک ہی شخص ایک جانب سے وکیل اور دوسری جانب سے اصیل ہو سکتا ہی اور ایسے ایک شخص کے صرف قبول کر لینی سی نکاح منعقد ہو جاتا ہی صیغہ ماضی گو خبر دینے کیواسطے موضوع ہی لیکن بوجہ ضرورت یا بر بناء قرینہ انشاء کیواسطے بھی مستعمل ہوتا ہی (در مختار)

ایسے متعاقدین نکاح کو جو مجلس عقد مین موجود ہون زبانی ایجاب و قبول کرنا لازم ہوتا ہی اون کے تحریری ایجاب و قبول یا تعاطی سی یعنی زوجہ کے اپنے نفس کو بقبضہ زوج دیدینے سے اور زوج کے زوجہ کو مہر دیدینے سے نکاح منعقد نہین ہوتا (عالمگیری)

متعاقدین مین سے پہلے بولنے والے کے کلام کو ایجاب کہتے ہین اور دوسرے کے اوس کلام کو جو بجواب ایجاب ہو قبول کہتے ہین (عالمگیری)

عقد نکاح کے واسطے الفاظ نکاح و تزویج اور اون کے مشتقات صریح ہین لہذا ان الفاظ سے باتفاق آئمہ نکاح منعقد ہو جاتا ہی اور احناف کے نزدیک لفظ تملیک اور ہر ایسے لفظ سے جو تملیک عین کیواسطے مستعمل ہوتا ہی جیسے الفاظ بیع و ہبہ و صدقہ نکاح منعقد ہوجاتا ہی کیونکہ نکاح سبب ملک متعہ ہوتا ہی اور استعمال مجازی کے وجوہ جواز مین سببیت داخل ہی۔

لیکن شوافع کے نزدیک الفاظ مذکور سے نکاح منعقد نہین ہوتا وہ فرماتے ہین کہ گو نکاح سے زوجین مین پیوستگی ہوتی ہی مگر وہ پیوستگی ایسی نہین ہوتی جیسی مالک و مملوک مین ہوتی ہی اور نکاح مین نہ تملیک حقیقی ہوتی ہے نہ مجازی بلکہ مالک و مملوک مین نکاح ناجائز ہوتا ہے۔ ایسے الفاظ سے جو تملیک عین کیواسطے مستعمل نہین ہوتے جیسے الفاظ احلال و اجارہ و اباحت و اعارہ کسی امام کے نزدیک بھی نکاح منعقد نہین ہوتا علی ہذا لفظ وصیت سے بھی نکاح منعقد نہین ہوتا (ہدایہ)

اگر بلاقصد الفاظ ایجاب و قبول محرف بولے جائین مثلاً تزوجت کی جگہ تجوزت بولا جائے تو نکاح منعقد ہو جاتا ہے (درمختار)

تیسری فصل شرائط صحت نکاح کے بیان مین

صحت نکاح کے واسطے قبول کا موافق ایجاب ہونا ضرور ہی ورنہ قبول خلاف

ایجاب ہو تو نکاح منعقد نہیں ہوتا چنانچہ اگر ایجاب کرنے والا بانظہار مہر ایجاب
کرنے کی غرض سے یہ کہنا چاہتا ہو دینے تجھسے نکاح کیا ایک ہزار روپیہ
مہر پر) لیکن اوسکی زبان سے صرف اتنے الفاظ سنکر کہ مینے تجھ سے نکاح کیا
فریق ثانی قبول کرلے تو بوجہ مختلف ہونے ایجاب و قبول کے نکاح منعقد نہوگا
صحت عقد نکاح کے واسطے مثل تمام دیگر عقود کے ایجاب و قبول کا ایک مجلس
مین ہونا لازم ہے (در مختار)

بلکہ یہ بھی لازم کہ متعاقدین ایک دوسرے کا کلام سنین گو متعاقدین
الفاظ ایجاب و قبول کے معنی نہ جانتے ہون کیونکہ نکاح اون عقود مین سے
جن مین ہزل بھی بمنزلہ جد ہوتا ہے اور ایسے عقود محتاج نیت نہین ہوتے لہذا
ایسے عقود مین متعاقدین کا الفاظ ایجاب و قبول کے معنی کا جاننا ضرور
نہین ہوتا (در مختار)

صحت نکاح کیواسطے زوجین کا معلوم و معین ہونا لازم ہے پس اگر ایسا
شخص جس کے دو بیٹیان ہون ایک بیٹی کا نکاح باین الفاظ کردے کہ مینے
اپنی بیٹی کا نکاح کردیا تو بوجہ عدم تعین منکوحہ نکاح منعقد نہ ہوگا لیکن اگر اوسکی
ایک بیٹی پہلے سے کتخدا ہو تو بوجہ تعین دختر ناکتخدا نکاح منعقد ہوجائیگا (عالمگیری)
علی ہذا اگر منکوحہ غیر حاضر کے باپ کا غلط نام قاری النکاح بیان کردے
تو بھی بوجہ عدم تعین منکوحہ نکاح منعقد نہین ہوتا (در مختار)

احناف کے نزدیک صحت نکاح کیواسطے یہ بھی ضروری شرط ہے کہ ایجاب
و قبول نکاح بمواجہ و سماعت شہود ہو جو کم از کم دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتین ہون

مواجہ شہود وایجاب و قبول ہونے سے نکاح منعقد نہین ہوتا اور یہ بھی ضرور ہی کہ
دونون گواہ کلام متعاقدین ایک ساتھ سنین پس اگر گواہ کلام متعاقدین علیحدہ علیحدہ
سنین مثلاً اون مین سے ایک بہرا ہو اوس سے دوسرا گواہ بعد انعقاد چلاکر الفاظ
ایجاب وقبول کہہ بھی دے تو شہادت کامل نہونے کی وجہ سے نکاح منعقد نہوگا
گواہون کا معانی الفاظ ایجاب وقبول جاننا ضرور نہین ہی مگر امام محمدؒ کے نزدیک
یہ ضرور ہی کہ گواہ کلام عاقدین کی تعبیر کرسکتے ہون ورنہ اون کی گواہی سے
نکاح منعقد نہین ہوتا (قاضیخان)

گواہون کا عاقل بالغ آزاد ہونا بھی ضرور ہی اور مسلمان متعاقدین کے نکاح کے
گواہون کا مسلمان ہونا بھی ضرور ہی لیکن احنافؒ کے نزدیک گواہان نکاح کا
عادل اور ناسزایافتہ قذف ہونا ضرور نہین ہی گو شوافعؒ کے نزدیک گواہان نکاح کا
بھی عادل اور ناسزایافتہ قذف ہونا ضرور ہی۔ ناکح مسلم اور منکوحہ کتابیہ ہو تو شیخینؒ
کے نزدیک دو ذمیون کی گواہی سے نکاح منعقد ہوجاتا ہی لیکن امام محمدؒ اور زفرؒ
کے نزدیک منعقد نہین ہوتا کیونکہ نکاح مین سماعت ایجاب وقبول کی گواہی
ہوتی ہی اور چونکہ مسلم پر کافر کی گواہی ہو نہین سکتی لہذا یہ سمجھا جائے گا کہ گویا ذمی گواہون
نے ناکح مسلم کا کلام سنا ہی نہین شیخینؒ فرماتے ہین کہ نکاح مین گواہی باعتبار
ثبوت ملک مشروط ہی نہ کہ باعتبار وجوب مہر اور کافر کی گواہی مسلم پر صرف وجوب
مال مین غیر مسموع ہوتی ہے بخلاف اوس صورت کے کہ گواہون نے کلام ناکح نہ سنا ہو
کیونکہ عقد پر گواہی مشروط ہی اور عقد مشتمل ہوتا ہی کلام متعاقدین پر (ہدایہ)

ایسے گواہون کے مواجہ مین نکاح منعقد ہوجاتا ہی جو کلام عاقدین سن سکین

گو وہ بحق عاقدین یا اونمین سے کسی ایک کے حق مین اداء شہادت کے اہل نہون مثلاً عورت کا نکاح اوسکے فرزند کی گواہی سے منعقد ہو جاتا ہی گو وہ اپنی مان کے حق مین اداء شہادت کا اہل نہین ہوتا (قاضیخان)

اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلعم کی شہادت پر نکاح باطل ہوتا ہی بعض علماء نے اس طرح نکاح کرنے کو کفر قرار دیا ہی کیونکہ عاقدین نے رسول اللہ صلعم کے عالم الغیب ہونیکا اعتقاد کیا اور یہ اعتقاد کفر ہے واللہ اعلم بالصواب (قاضیخان)

امام مالکؒ کے نزدیک اعلان نکاح شرط ہی کیونکہ فرمان لانکاح الا بشہود مین لفظ شہود بصیغہ جمع الجموع وارد ہوا ہی (قاضیخان)

چوتھی فصل نکاح مین خیارات ہونے نہونے کے بیان مین

عقد نکاح مین دوسرے عقود کی طرح خیار رویت اور خیار عیب عاقدین کو حاصل نہین ہوتا (قاضیخان) اگر عقد نکاح بشرط خیار کیا جاتا ہی تو بھی نکاح لازم ہو جاتا ہی اور شرط خیار باطل ہو جاتی ہی (قاضیخان)

چنانچہ زوج کے مجبوب یا عنین ہونیکی بناء پر زوجہ کو نکاح کے فسخ کر دینے کا حق نہین ہوتا بلکہ منجانب زوج امساک بالمعروف فوت ہونیکی بناء پر زوجہ کو مطالبہ تفریق کا حق ہوتا ہی۔ اور ایسی تفریق بمنزلہ طلاق ہوتی ہی حتی کہ اگر زوجہ زوج کو مجنون مجذوم مبرص پائے توشیخینؒ کے نزدیک اوسکو مطالبہ تفریق کا بھی حق نہین ہوتا البتہ محمدؒ کے نزدیک اوسکو مطالبہ تفریق کا حق ہوتا ہی (قاضیخان)

چنانچہ بمقدمہ بنڈی والے بالیصاب بنام کلثوم بی مجلس عالیہ عدالت نے بتقلید سائے محمدؒ فیصلہ فرمایا ہی۔ مگر شوافعؒ کے نزدیک مفصلہ ذیل پانچ عیوب کی بناء پر زوج کو

زوجہ کے رد کر دینے کا اختیار ہوتا ہے۔

جنون، جذام، برص، رتق، قرن، اوران عیوب مین سے کسی عیب کی بنا پر رد کرنا بمنزلہ فسخ نکاح ہوتا ہے لہذا اگر رد قبل دخول کر دیا جاتا ہے تو زوجہ کا سالم مہر ساقط ہو جاتا ہے اور بعد دخول کیا جاتا ہے تو زوجہ مہر مثل کی مستحق ہوتی ہے۔ (قاضیخان)

مگر احناف کے نزدیک بھی چار خیار مفصلہ ذیل عقد نکاح سے متعلق ہوتے ہین یعنی اونکی بنا پر عقد نکاح فسخ ہو سکتا ہے۔ خیار مخیرہ، خیار بلوغ، خیار عدم کفاءۃ خیار عتق۔ (قاضیخان)

مخیرہ اوس عورت کو کہتے ہین جس کے زوج نے بنیت طلاق اوس کے نفس کا اوسکو اختیار دیدیا ہو پس اگر وہ مجلس خیار مین اپنے نفس کو اختیار کر لیتی ہے تو اوس پر طلاق بائن واقع ہو جاتی ہے اور اوس طلاق کا وقوع موقوف بقضاء نہین ہوتا مخیرہ کا خیار خواہ وہ باکرہ ہو خواہ ثیبہ ہو سکوت سے باطل نہین ہوتا آخر مجلس تک قایم رہتا ہے (قاضیخان)

خیار بلوغ اوس خیار کو کہتے ہین جو ایسے زوج یا زوجہ کو بالغ ہو جانے پر حاصل ہوتا ہے جنکا نکاح اون کی صغر سنی مین باپ دادا کے سوا کسی اور ولی نے کر دیا ہو باکرہ کا خیار بلوغ سکوت سے ساقط ہو جاتا ہے آخر مجلس بلوغ تک ممتد نہین ہوتا ثیبہ کا اور صغیر کا خیار بلوغ سکوت سے ساقط نہین ہوتا بلکہ جب تک وہ خود ساقط نکرین قائم رہتا ہے خیار بلوغ سے نکاح فسخ ہو جاتا ہے مگر اوس کی بنا پر بلا قضاء فرقت واقع نہین ہوتی اسی وجہ سے اگر فرقت قبل دخول واقع ہوتی ہے تو سالم مہر زوجہ ساقط ہو جاتا ہے اور بعد دخول ہوتی ہے تو زوجہ سالم مہر کی مستحق ہوتی ہے (قاضیخان)

خیارِ عدم کفاءۃ اوس خیار کو کہتے ہین جو زوجہ کے اولیاء عصبات کو اوس صورت مین ہوتا ہی جبکہ وہ بلا ولایت از خود غیر کفو زوج سے نکاح کر لیتی ہی یہ خیار اولیاء عصبات زوجہ کے سکوت سے یا تاخیر دعوے سے قطع نہین ہوتا البتہ زوجہ کو زوج غیر کفو کے صلب سے اولاد ہو جانے کے بعد یہ خیار ساقط ہو جاتا ہے اس خیار کی بناء پر نکاح فسخ ہوتا ہی اسی وجہ سے اگر فسخ قبل دخول ہوتا ہے تو سالم مہر ساقط ہو جاتا ہے اور بعد دخول ہوتا ہے تو سالم مہر اور نفقۂ عدۃ واجب الادا ہوتا ہے (قاضیخان)

خیارِ عتق اوس اختیار فسخ نکاح کو کہتے ہین جو باندی یا مدبرہ یا مکاتبہ یا ام ولد کو آزاد ہو جانے پر ایسے نکاح فسخ کر دینے کا حاصل ہو جاتا ہی جو آقا نے اوس کی بلا مرضی یا اوس کی مرضی سے کر دیا ہو یہ خیار باندی کو بمقابلہ زوج کے حاصل ہوتا ہی خواہ زوج بھی کسی کا غلام ہو خواہ آزاد ہو اور خواہ زوج نے دخول کر لیا ہو خواہ نہ کیا ہو اور بصورت مکاتبہ ہونے کے خواہ اوس کی آزادی بربناء اداء بدل کتابت ہوئی ہو خواہ آقا نے بلا وصول بدل کتابۃ اوسکو آزاد کر دیا ہو یہ خیار بھی مثل خیار مخیرہ کے آخر مجلس عتق تک قائم رہتا ہی سکوت سے باطل نہین ہوتا لیکن اس خیار کی بنا پر جو فرقۃ ہوتی ہی وہ مثل اوس فرقت کے جو خیار مخیرہ کی بنا پر ہوتی ہی محتاج قضاء قاضی نہین ہوتی کیونکہ فرقۃ مخیرہ بمنزلہ طلاق ہے اور یہ فرقۃ بمنزلہ فسخ نکاح ہوتی ہی (قاضیخان)

پانچوین فصل عنین وغیرہ کے جواز نکاح اور اوسکی زوجہ کے حق دعویٰ کے بیان مین

عنین کا نکاح منعقد ہو جاتا ہی اور اگر منکوحہ کو نکاح کے وقت اوسکے عنین یا عورت کے ناقابل ہونے کا علم ہو تو اوسکو حق خصومت بھی نہین ہوتا ہان اگر نکاح کیوقت منکوحہ کو اوسکے عنین وغیرہ ہونے کا علم نہ ہو بلکہ بعد نکاح علم ہو کہ وہ عنین ہی یا یہ کہ عورت کے کام کا نہین ہی تو اوسکو حق خصومت حاصل ہوتا ہی اور منکوحہ کا یہ حق خصومت تاوقتیکہ وہ خود زوج موصوف کے ساتھ رہنے پر رضامندی ظاہر نکرے چاہی نکاح ہو کر کتنا ہی عرصہ کیون نہ گذر جائے ساقط نہین ہوتا (قاضیخان)

منکوحہ کو جیسا عنین زوج کے مقابلہ مین حق خصومت حاصل ہوتا ہی ایسا ہی اوس زوج کے مقابلہ مین بھی حاصل ہوتا ہی جو اوس سے وطی نکرسکتا ہو گو وہ باندیون اور دوسری عورتون سے وطی کرسکتا ہو اگر زوجہ کو بعد نکاح معلوم ہو کہ زوج مجبوب یا خصی یا خنثی ہی یا پیر فرتوت ہے یا لڑکا کم سن ہے تو اوس کو زوج موصوف کے مقابلہ مین بھی حق خصومت حاصل ہوتا ہے (قاضیخان)

منکوحہ کے خصومت کرنے پر اولاً قاضی کو زوج سے جواب لینا چاہیے اگر وہ جواب دے کہ مینے مدعیہ سے بعد نکاح وطی کی ہی تو اگر مدعیہ باکرہ ہو تو اوس کا قول معتبر ہوگا اور اگر ثیبہ ہو تو زوج کا قول معتبر ہوگا۔ مدعیہ کے ادعاء بکارت کیصورت مین قاضی بذریعہ ثقہ عورتون کے اوس کا معائنہ کرائے گا بصورت اختلاف رائے

اون عورتون سکے دوسری ثقہ عورتون سکے ذریعہ سی معائنہ کرائے گا یہانتک کہ قاضی کو مدعیہ سکے باکرہ یا ثیبہ ہونے کا اطمینان ہو جائے پس جبکہ قاضی کو مدعیہ سکے باکرہ ہونیکا اطمینان ہو جائے تو قاضی پر لازم ہوگا کہ خواہ زوج طالب مہلت ہو یا نہو زوج کو ایک سال کی مہلت دے اور تاریخ عطاء مہلت ایک کتابچہ مین درج کرلے۔

لیکن اگر قاضی کو مدعیہ کی بکارت کا اور زوج کے مجبوب ہونیکا اطمینان ہو تو مجبوب زوج کو ایک سال کی مہلت ندی جائے گی بلکہ بفور اطمینان مذکور قاضی مدعیہ کو خیار فرقت عطا کردے گا۔ دوسری صورتون مین اگر بعد مرور مہلت یک سالہ منکوحہ مخاصمت کرے اور اوس کی بکارت قایم ہو یا زوج وطی نکرنیکا مقر ہو تو قاضی مدعیہ کو خیار فرقۃ عطا کردے گا اور اگر مدعیہ قاضی کے اوسی اجلاس مین فرقت اختیار کرلے تو قاضی باین الفاظ حکم صادر کرے گا کہ مین نے ان زوجین مین علحدگی کردی بعد اس حکم قاضی کے زوج پر مدعیہ کا مہر موجل ادا کرنا واجب ہو جاتا ہی اور زوجہ پر عدۃ واجب ہو جاتی ہے اور یہ تفریق بمنزلہ طلاق ہوتی ہی (قاضیخان)

شمار مہلت یکسالہ تاریخ عطاء مہلت سے ہوتا ہی مہلت مذکور سے ایام رمضان شریف اور ایام حیض اور وہ ایام جن مین زوج محروم رہے منہا نہونگے لیکن اگر احد الزوجین ایسی بیمار ہوجائین کہ جماع نہ کرسکین تو ایسے ایام بیماری بقول محمدؒ بشرطیکہ وہ مسلسل ایک ماہ ہون اور بقول ابو یوسفؒ بشرطیکہ مسلسل ایک سال ہون منہا ہون گے مگر اس سی کم مدت کی بیماری کے ایام باختلاف

اقوال مذکورہ منہا نہون گے وہ ایّام بھی منہا ہون گے جن مین احد الزوجین سطرح مقید رہین کہ دوسرا اوس تک نہ پہونچ سکے یا مقام قید مین خلوۃ ممکن نہو وہ ایام بھی منہا ہون گے جن مین زوجہ محرِم رہی یا جن مین زوجہ فرار ہوکر زوج کے پاس سے غائب رہی (قاضیخان)

چھٹی فصل نکاح مشروط اور معلق بر شرط کے بیان مین

نکاح مین شرط کرنا جائز ہی لیکن نکاح کو ایسی شرط پر معلق کرنا جس کا ہونا اور نہونا دونون ممکن ہون جائز نہین البتہ ایسی شرط پر معلق کرنا جائز ہے جو فی الوقت موجود ہو یا جس کا وجود لامحالہ لازم ہو اور نکاح کو زمانہ آئندہ کی طرف مضاف کرنا یا زمانہ آئندہ پر معلق کرنا صحیح نہین ہوتا اگر نکاح ایسی شرط پر معلق کیا جاتا ہی جس کا ہونا اور نہونا دونون ممکن ہون یا زمانہ آئندہ کی طرف مضاف کیا جائے یا زمانہ آئندہ پر معلق کیا جائے تو منعقد نہین ہوتا اور اگر ایسی شرط پر معلق کیا جائے جو فی الوقت موجود ہو یا جس کا موجود ہونا لامحالہ لازمی ہو تو منعقد ہو جاتا ہے مثلاً کسی خاص وقت پر بارش ہونے پر نکاح معلق کیا جائے تو منعقد نہوگا کیونکہ اوسوقت خاص مین بارش کا ہونا اور نہونا دونون امر ممکن ہین یا مثلاً زید ہندہ سے باین الفاظ ایجاب کرے کہ تو کل کو میری زوجہ ہی اور ہندہ قبول کرلے تو نکاح منعقد نہ ہوگا کیونکہ اس ایجاب وقبول مین نکاح زمانہ آئندہ کی طرف مضاف ہی یا مثلاً زید ہندہ سے باین الفاظ ایجاب نکاح کرے کہ بکر زندہ ہی تو تو میری زوجہ ہے اور ہندہ قبول کرلے تو اگر بکر زندہ ہی تو نکاح منعقد ہو جائے گا کیونکہ شرط فی الوقت

موجود ہی یا مثلاً نکاح کو آسمان کے موجود ہونے پر معلق کیا جائے تو منعقد ہو جائے گا کیونکہ آسمان لامحالہ موجود ہی ہم ایک اور مثال درج کرتے ہین جو عوام الناس مین اکثر پیش آجاتی ہی اور وہ اوس سے غافل رہتے ہین وہ یہ کہ مثلاً زیدؔ بکر سے کہے کہ ہندہ اپنی صغیرہ دختر کا نکاح میرے صغیر فرزند خالد سے کردے اس کے جواب مین بکر کہے کہ مین نے تو ہندہ کا نکاح ولید سے کردیا اس کے جواب مین زید کہے کہ تو یہ بات جھوٹ بولتا ہی اس پر بکر کہے کہ اگر مین نے ہندہ کا نکاح ولید سے نہین کردیا ہے تو تیرے فرزند صغیر خالد سے کردیا اور بکر کے اس کہنے کو زید قبول کرلے تو اگر درحقیقت بکر نے ہندہ کا نکاح ولید سے نہین کردیا تو اس گفتگو سے ہندہ کا نکاح خالد سے منعقد ہو جاتا ہی کیونکہ بکر کا ایجاب ایسی شرط پر معلق تھا جو فی الوقت موجود تھی یعنی ہندہ کا نکاح ولید سے نکردینا (درمختار)

نکاح شروط فاسدہ سے فاسد نہین ہوتا بلکہ شروط فاسدہ خود باطل ہو جاتی ہے مثلاً نکاح اس شرط پر کیا جائے کہ منکوحہ پر طلاق ہی تو یہ شرط چونکہ مخالف مقتضی عقد نکاح ہونے کی وجہ سے فاسد ہی لہذا اس شرط سے نکاح فاسد نہ ہوگا بلکہ نکاح منعقد ہو جائے گا اور یہ شرط باطل ہو جائیگی (درمختار)

اگر نکاح اس شرط پر کیا جائے کہ منکوحہ کی طلاق منکوحہ کے اختیار مین ہی تو بعض فقہاء کے نزدیک یہ شرط باطل ہوتی ہے اور نکاح منعقد ہو جاتا ہے اور بعض فقہاء کے نزدیک نکاح صحیح منعقد نہین ہوتا مسئلہ ہذا مین فقیہ ابو اللیث فرماتے ہین اگر ابتداءً شرط منجانب زوج ہوا اور قبول شرط منجانب زوجہ ہو تو نکاح صحیح ہوگا اور شرط باطل ہوگی کیونکہ اس صورت مین تفویض طلاق قبل از

انعقاد نکاح ہوتی ہی جو صحیح نہین ہے اور اگر ابتداءً شرط منجانب زوجہ ہو اور قبول شرط منجانب زوج ہو تو نکاح بھی صحیح ہوتا ہی اور شرط بھی صحیح ہوتی ہی کیونکہ اس صورت مین تفویض طلاق بعد نکاح ہوتی ہے جو صحیح ہی چنانچہ اکثر فقہاء کا قول ہے کہ مطلقہ ثلاثہ کے واسطے جبکہ اوس کو نکاح محلل مین زوج محلل سے طلاق نہ دینے کا خوف ہو یہ حیلہ اور چارہ ہی کہ نکاح مین زوجہ خود اس طرح ایجاب کرے (مین نے تجھسے اس شرط پر نکاح کیا کہ طلاق کا لینا میرے اختیار مین ہی جسوقت چاہون گی طلاق لے سکون گی) اور زوج اس ایجاب کو قبول کرلے تو اس طرح نکاح بھی منعقد ہوجائے گا اور شرط بھی صحیح ہوگی یعنی زوجہ کو اختیار ہوگا کہ جب چاہے طلاق لے لے (قاضیخان)

ساتوین فصل نکاح فاسد کی تعریف اور حکم کے بیان مین

نکاح فاسد اوس نکاح کو کھتے ہین جس مین کوئی شرط منجملہ شرائط صحت نکاح متروک ہو مثلاً جس نکاح مین حضوری شہود کی شرط متروک ہو وہ نکاح فاسد ہوگا (درمختار)

نکاح کے فاسد ہونے اور باطل ہونے مین کچھ فرق نہین ہوتا جیسا کہ بیع کے فاسد ہونے اور باطل ہونے مین فرق ہوتا ہی (حاشیہ ہدایہ مولوی عبدالحی)

نکاح فاسد قبل دخول بالکل بے اثر ہوتا ہی اوس پر نکاح کا کوئی حکم نافذ نہین ہوتا چنانچہ اگر نکاح کے بعد معلوم ہو کہ وہ کسی وجہ سے فاسد ہے اور ناکح قبل دخول منکوحہ کو ترک کردے تو ناکح مذکور کو منکوحہ مذکورہ کی ماں سے نکاح کرنا حلال ہوگا (عالمگیری)

نکاح فاسد مین خلوۃ صحیحہ قایم مقام وطی نہین ہوتی (ہدایہ)

نکاح فاسد مین قاضی اگر قبل دخول تفریق کرادیتا ہی تو نہ زوجہ پر عدۃ واجب ہوتی ہی نہ وہ مستحق مہر و نفقہ ہوتی ہی علی ہذا اگر زوج قبل دخول فوت ہوجاتا ہی تب بھی نہ زوجہ پر عدۃ واجب ہوتی ہی نہ وہ مستحق مہر و نفقہ ہوتی ہے اور اگر بعد دخول تفریق کرادیجاتی ہی تو بصورت مقررہ ہونے مہر کے زوجہ اوس مہر کی مستحق ہوتی ہے جو مہر مقررہ اور مہر مثل مین سے کم مقدار کا ہوتا ہے اور بصورت مہر مقررہ نہونے کے مہر مثل کی مستحق ہوتی ہی چاہے وہ کسی مقدار کا ہو اور وقت تفریق سے منکوحہ پر عدۃ کرنا بھی واجب ہوتی ہی لیکن نکاح فاسد مین وطی کرنے سے زوجین مستوجب حد زنا نہین ہوتے۔ البتہ حکم تفریق ہوجانیکے بعد وطی کرنے سے مستوجب حد زنا ہوجاتے ہین منکوحہ بنکاح فاسد کی اولاد کا نسب ناکح سے ثابت ہوتا ہی اور محمدؒ کے نزدیک وقت دخول سے مدت نسب کا شمار ہوتا ہے اسی پر فتوی ہی (عالمگیری)

گناہ سے بچنے کی غرض سے زوجین مین سے ہر ایک کو ہر وقت نکاح فاسد کے فسخ کردینے کا اختیار ہوتا ہے خواہ دخول ہوا ہو یا نہ ہوا ہو اور خواہ دوسرا موجود ہو یا نہ ہو (درمختار)

نکاح فاسد مین بجائے طلاق متارکت ہوتی ہی اور اوس کا عدد بھی عدد طلاق کے مساوی ہوتا ہی متارکت خواہ قبل دخول ہو خواہ بعد دخول ضرور ہی کہ بذریعہ الفاظ ہو جیسے ترکتک خلیت سبیلک انکار نکاح کردینے سے یا بعد دخول آمدورفت ترک کردینے سے یا میل جول چھوڑدینے سے متارکت ثابت نہین ہوتی البتہ

انکار نکاح کرکے یہ کہدینے سے کہ جا کسی سے نکاح کرلے متارکت ثابت ہوجاتی ہی (عالمگیری)

آٹھوین فصل نکاح مملوک کے احکام کے بیان مین

مملوک یعنی غلام باندی کا نکاح بلا اجازت آقا جائز نہین ہوتا اگرچہ وہ مکاتب یا مدبر یا ام ولد ہون کیونکہ اونکا متاہل ہونا داخل عیب ہے، اور یہ کہ فرمایا رسول اللہ صلعم نے ایما تزوج عبد بغیر اذن مولاہ فہو عاہر لیکن امام مالکؒ کے نزدیک غلام کو بلا اجازت آقا نکاح کرلینا جائز ہی اون کی دلیل یہ ہے کہ جب غلام طلاق دینے کا مجاز ہی تو وہ لازماً نکاح کرنیکا بھی مجاز ہے (ہدایہ)

غلام باندی مکاتب یا مدبر یا ام ولد کی نسبت احناف فرماتے ہین کہ وہ صرف دربارہ کسب معاش ماذون ہوتے ہین دربارہ نکاح وغیرہ ماذون نہین ہوتے حتی کہ وہ اپنے غلام کا نکاح بھی بلا اجازت آقا نہین کرسکتے البتہ اپنی باندی کا نکاح بلا اجازت آقا کردے سکتے ہین کیونکہ باندیکا نکاح کردینا بلحاظ حصول مہر داخل کسب معاش ہی (قاضیخان)

احنافؒ کے نزدیک آقا کو دربارہ نکاح غلام باندی پر جبر کرنے کا حق ہوتا ہی تا کہ غلام باندی زنا سے محفوظ رہین اور زنا اون کی ہلاکت کا موجب ہے اور اس طرح آقا اوس نقصان سی محفوظ رہی جو اون کی ہلاکت سے ہوتا ہی لیکن شوافعؒ کے نزدیک آقا کو غلام پر دربارہ نکاح جبر کرنیکا حق نہین ہوتا کیونکہ غلام صرف بحیثیت مال آقا کی ملک ہوتا ہی آقا اوس کے نکاح کردینے کا مالک نہین ہوتا البتہ شوافعؒ کے نزدیک بھی آقا باندی کے نکاح کردینے کا مالک ہوتا ہی کیونکہ آقا جبکہ باندی کے منافع بضعہ کا مالک ہوتا ہی تو اس امر کا بھی مالک

ہوتا ہی کہ اوسکے منافعہ بضعہ کا کسی اور کو مالک بنا دے (ہدایہ)

اگر غلامؓ بلا اجازت آقا نکاح کرلے تو نکاح مذکور آقا کی اجازت پر موقوف ہوگا آقا جائز رکھیگا تو نافذ ہوگا ورنہ باطل ہوگا (عالمگیری)

آقا کا غلام مذکورؓ سے یہ کہنا کہ طلاق دیدے یا یہ کہنا کہ تفریق کرلے بمنزلہ اجازت دینے کے نہین ہوتا البتہ یہ کہنا کہ طلاق رجعی دیدے بمنزلہ اجازت دینے کے ہوتا ہی کیونکہ طلاق رجعی سے نکاح کلیتہً مرتفع نہین ہوتا بلکہ طلاق رجعی کے بعد بھی نکاح قائم رہتا ہی دوسرے یہ کہ طلاق رجعی صرف نکاح صحیح مین ہوتی ہی (ہدایہ)

غلام ایسیؓ منکوحہ کے مہر کی ادائی کے واسطے فروخت نہین کیا جاسکتا جس سے اوس نے بلا اجازت آقا نکاح کیا ہو ایسے مہر کا مطالبہ غلام سے بعد آزادی ہوسکتا ہی اگر کبھی وہ آزاد ہوجائے (عالمگیری) اور ایسیؓ منکوحہ کے مہر کی ادائے کے واسطے جس سے اوسنے باجازت آقا نکاح کیا ہو یا جس سے خود آقا نے اوس کا نکاح کردیا ہو ایکؓ مرتبہ فروخت کیا جاسکتا ہی لیکن اگر اوس کی ثمن سے پورا مہر ادا نہ ہو تو باقی مہر کے واسطے مکرر فروخت نہین کیا جاسکتا۔ ایکمرتبہ فروخت کی جانے کی یہ وجہ ہے کہ نکاح چونکہ آقا کی اجازت سے ہوا تھا لہذا اوس کے مہر کا جو معاوضہ نکاح ہوتا ہی آقا کے حق مین بقدر قیمت غلام ظہور ہوتا ہی لہذا آقا کا وہی غلام فروخت کرکے ادائے مہر کردیجاتی ہی (ہدایہ و در مختار)

البتہؓ غلام بغرض ادائے نفقہ زوجہ بار بار فروخت کیا جاسکتا ہی (در مختار)

ہاںؓ غلام ماذون ومدیون کو نکاح کرلینا جائز ہوتا ہے اور اوس کی زوجہ کا

مہر مثل دیگر دیون سے متصور ہوتا ہی زوجہ بھی دیگر داینان کے ساتھ سرشکن پانے کی مستحق ہوتی ہی (ہدایہ)

اگر آقا غلام کو اجازت دے کہ اس باندی سے نکاح کر لے اور وہ اوس باندی سے نکاح فاسد کر کے دخول کرلے اور اس طرح اوس کا مہر غلام مذکور کے ذمہ واجب ہو جائے تو امام صاحبؒ کے نزدیک غلام مذکور اوس باندی کے مہر کی ادائی کیواسطے فروخت کیا جا سکیگا کیونکہ آقا نے مطلق نکاح کی اجازت دی تھی جو نکاح صحیح اور فاسد دونون کو مشتمل ہی لہذا آقا کے حق مین ظہور مہر ہوگا اور صاحبینؒ کے نزدیک غلام مذکور بغرض ایفاء مہر مذکور فروخت نکیا جا سکیگا کیونکہ نکاح سے عفت و تحصین مقصود ہوتا ہے اور یہ مقصود صرف نکاح صحیح سے حاصل ہوتا ہی لہذا نکاح فاسد کی بنا پر جو مہر واجب ہوتا ہی اوسکا ظہور آقا کے حق مین نہین ہو سکتا بلکہ مہر مذکور بذمہ غلام ہوگا اور جب کبھی اوسکو آزادی میسر ہوگی تب اوس سے وصول کیا جا سکیگا (ہدایہ)

باندی کے مہر کا مالک اوسکا آقا ہوتا ہی اگرچہ باندی مدبرہ یا ام ولد ہو عام ازینکہ مہر مقررہ ہو یا مہر مثل ہو اور عام ازینکہ مہر بربناء نکاح واجب الوصول ہو یا بربناء دخول واجب الوصول ہو لیکن مکاتبہ باندی اور ایسی باندی جو جزءاً آزاد ہو اپنے مہر کی خود مالک ہوتی ہی (عالمگیری)

آقا پر اوس باندی کا جسکا آقا نے نکاح کر دیا ہو اوس کے شوہر کے مکان کو بھیجدینا لازم نہین ہو جاتا کیونکہ باندی کا کسی سے نکاح کر دینے سے آقا کا یہ حق کہ وہ باندی مذکور سے خدمت لے ساقط نہین ہو جاتا اس لئے باندی بعد نکاح

ہو جانیکے بھی آقا کی خدمت مین رہتی ہی اور اوسکے شوہر کو اجازت دیجاتی ہی کہ جب قابو پائے وطی کرے اس صورت مین باندی کا نفقہ اوسکے شوہر پر واجب نہین ہوتا آقا ہی پر واجب ہوتا ہی البتہ اگر باندی کا آقا اوسکو اوسکے شوہر کے مکان پر روانہ کردے تو اوسکا نفقہ اوسکے شوہر کے ذمہ واجب ہو جاتا ہی تاہم آقا کا باندی مذکور سے خدمت لینے کا حق قایم رہتا ہی اور جب چاہے اوسکو اوسکے شوہر کے مکان سے طلب کرکے اوس سے خدمت لے سکتا ہی (ہدایہ)

ایسی باندی کو جس نے باجازت آقا نکاح کرلیا ہو یا جس کا نکاح خود آقا نے کردیا ہو آزاد ہو جانے کے بعد خیار عتق حاصل ہوتا ہی بلا لحاظ اس امر کے کہ اوسکا زوج آزاد ہی یا غلام۔ باندی موصوف کو خیار عتق حاصل ہو جاتا ہی کیونکہ نبی صلعم نے بریرہ سے اونکے آزاد ہو جانے کے بعد فرمایا تھا مَلَکتِ بُضعَکِ باختیاری چونکہ فرمان ہذا مین ملک بضعہ مطلق واقع ہوا ہی لہذا اوسکا صدور بمقابلہ زوج مطلقاً ہوگا خواہ زوج غلام ہو خواہ آزاد ہو آزاد زوج کے مقابلہ مین دلیل حصول خیار عتق یہ ہی کہ زوجہ کے آزاد ہو جانے سے زوج کی ملک مین یہ زیادتی ہو جاتی ہی کہ وہ بجائے دو طلاقون کے تین طلاقون کا مالک ہو جاتا ہی۔ لہذا زوجہ کو بغرض رفع زیادتی ملک اصل عقد کے فسخ کرسکنے کا اختیار دیدیا جاتا ہی۔ مگر امام شافعیؒ کے نزدیک باندی موصوفہ کو بمقابلہ آزاد زوج کے خیار عتق حاصل نہین ہوتا۔ مکاتبہ کو بھی آزاد ہو جانے پر اصحاب ثلاثہؒ کے نزدیک خیار عتق حاصل ہوتا ہی لیکن زفرؒ کے نزدیک نہین ہوتا (ہدایہ)

ایسی باندی کا نکاح صحیح نہین ہوتا جس نے بلا اجازت آقا نکاح کرلیا ہو لیکن اگر بعد نکاح مذکور کے بعد آزاد ہو جائے تو بوجہ زوال مانع صحت نکاح صحیح ہو جاتا ہی تاہم اوس کو

خیار عتق حاصل نہین ہوتا کیونکہ نکاح مذکور کا نفاذ اوسکے آزاد ہونے کے بعد ہوتا ہی چنانچہ
باندی مذکور اگر قبل دخول زوج کے آزاد کردیجاتی ہی تو چونکہ اوسکا نکاح آزاد ہونے کے بعد
نافذ ہوتا ہی اسلیئے وہ اپنے مہر کی خود مالک ہوتی ہی اور اگر بعد دخول کرنے زوج کے آزاد
کی جاتی ہی تو اوسکے مہر کا مالک اوسکا آقا آزاد کنندہ ہوتا ہی کیونکہ زوج کو منافعہ بضعہ مملوکہ
آقا حاصل ہوئے ہین (ہدایہ)

احناف رح کے نزدیک ہر شخص کو اپنے فرزند کی باندی سے نکاح کرنا جائز ہوتا ہی اور
باندی مذکور مستحق مہر ہوتی ہی لیکن وہ اولاد ہونے کے بعد اس بناء پر کہ زوج کے فرزند کی
باندی ہی زوج کی ام ولد نہین ہوجاتی البتہ اوسکی اولاد اوسکے آقا کی مملوک نہین ہوتی
جسکی وجہ یہ ہوتی ہی کہ وہ اوسکے آقا کی بھائی یا بہن ہوتی ہی لہذا بربناء قرابت اخوت
آزاد ہوجاتی لیکن شوافع رح کے نزدیک چونکہ باپ کو فرزند کے مال مین حق ملک ہوتا ہی
لہذا کسی شخص کو اپنے فرزند کی باندی سے نکاح کرنا جائز نہین ہوتا (ہدایہ)

لیکن اگر کوئی شخص اپنے فرزند کی باندی سے بلا نکاح کرنے کے وطی کرے اور
باندی مذکور سے جو اولاد پیدا ہو اوسکے نسب کا بھی ادعا کرے تو باندی مذکور اوسکی ام ولد
قرار دیدیجاتی ہی اوسپر باندی کا مہر واجب نہین ہوتا بلکہ یہ واجب ہوتا ہی کہ باندی مذکور کی
قیمت اوسکے آقا یعنی فرزند کو ادا کرے۔ کیونکہ باپ کو بغرض بقاء نفس و نسل فرزند کے
مال پر ولایت تملک حاصل ہوتی ہی لیکن چونکہ حاجت بقاء نسل بقاء نفس سے کم درجہ کی
ہوتی ہی لہذا باپ اوس موطوءہ باندی کا مالک باداء قیمت ہوتا ہی اور اس صورت
مین ملک بغرض صحت استیلاد متصور ہوتی ہی کیونکہ صحت استیلاد کیواسطے ملک ہونا
شرط ہی اس طرح چونکہ باپ اپنی مملوک باندی سے وطی کرتا ہی لہذا اوسپر مہر واجب نہین ہوتا

اور باندی اولاد ہونے کے بعد اوسکی اُمّ ولد ہو جاتی ہی لیکن امام شافعیؒ اور زفرؒ کے نزدیک باپ پر باندی موصوف کا مہر واجب ہوتا ہی کیونکہ اونکے نزدیک باپ کی ملک بحکم استیلاد ثابت ہوتی ہی اور اصولاً جو حکم کسی شئی یا فعل کی بناء پر ہوتا ہی وہ اوس شئی یا فعل کے وقوع کے بعد ہوا کرتا ہی، (ہدایہ)

اگر آقا اپنی ایسی باندی کو جسکا اوسنے کسی سے نکاح کر دیا ہو زوج کے دخول کرنیسے قبل قتل کر دے تو امام صاحبؒ کے نزدیک آقا باندی مقتولہ کے مہر کا مستحق نہین ہوتا کیونکہ آقا بوجہ قتل مانع تسلیم مبدل ہو جاتا ہی لہذا مستحق بدل نہین رہتا جیسے وہ زوجہ جو قبل دخول مرتدہ ہو جاتی ہی مستحق مہر نہین رہتی دوسرے یہ کہ قتل بلحاظ احکام دنیوی اتلاف متصور ہوتا ہی اسوجہ سے اوسکی سزا قصاص و دیت واجب ہوتی ہی لیکن صاحبینؒ کے نزدیک باندی مذکور کے مہر کا آقا اوسی طرح مستحق ہوتا ہی جس طرح اوس صورت مین ہوتا جبکہ اوس کو اجنبی قتل کر دیتا یا وہ موت طبعی سے مرجاتی (ہدایہ)

نوین فصل احکام نکاح کفار و مشرکین کے بیان مین

اگر کافر ذمی نے کافرہ ذمیہ سے بلا گواہون کے نکاح کیا ہو یا دوسرے کافر کی معتدہ سے نکاح کیا ہو (اور ایسے نکاح اونکی مذہب مین جائز ہون) تو زوجین موصوفین کے مسلمان ہو جانے کے بعد اونکا نکاح امام صاحبؒ کے نزدیک برقرار رکھا جائیگا۔ کیونکہ نکاح بلا شہود کی صورت مین اوس کی حرمت بربناء حق شرع شریف تو اسوجہ سے ثابت نہین ہو سکتی کہ کفار احکام شرعی کے مکلف نہین ہوتے اور نکاح معتدہ کی صورت مین اوسکی حرمت بربناء حق زوج سابق اسوجہ سے ثابت نہین ہو سکتی کہ وہ خود معتقد عدہ نہین تھا

اسلئے نکاح مذکور زوجین کے مسلمان ہونیکے وقت یا ہمارے پاس دعوی رجوع کرنیکے وقت صحیح و باقی ہوتا ہی اور بصورۃ بقاء نکاح شہادۃ مشروط نہین ہی علی ہذا عدۃ بھی منافی بقاء نکاح نہین ہوتی چنانچہ موطوءہ بشبہ کا باوجود عدۃ لازم ہونے کے نکاح باقی رہتا ہی لیکن زفرؒ کے نزدیک دونون نکاح فاسد ہوتے ہین کیونکہ اونکے نزدیک از روئے معاہدۂ ذمہ ذمی عام احکام شرعی کو اپنے اوپر لازم کر لیتے ہین لیکن ہم اعراضاً احکام عام مین تاوقتیکہ وہ مسلمان نہ ہوجائین یا ہمارے پاس دعوی رجوع نہ کرین تعارض نہین کرتے اس لئے زوجین کے مسلمان ہونیکے وقت دونون نکاحو نکی حرمت ثابت ہوتی ہی لہذا دونون فاسد ہوتے ہین اور تفریق زوجین واجب ہوتی ہی اور صاحبینؒ کے نزدیک نکاح بلا شہود تو برقرار رکھا جاتا ہی کیونکہ جواز و عدم جواز نکاح مختلف فیہ ہی چنانچہ امام مالکؒ اور ابن ابی لیلےؒ کے نزدیک نکاح بلا شہود صحیح ہوتا ہی اور ذمی مسائل مختلف فیہ کو اپنے اوپر لازم نہین کر لیتے اور نکاح معتدہ برقرار نہین رکھا جاتا کیونکہ ناجوازی نکاح معتدہ متفق علیہ ہی اور ذمی مسائل متفق علیہ کو اپنے اوپر لازم کر لیتے ہین لہذا نکاح معتدہ کا انعقاد فاسد ہوتا ہی اسلئے زوجین کے مسلمان ہوجانیکے بعد یا ہمارے پاس دعوی رجوع کرنے کی صورتمین وہ برقرار نہین رکھا جاسکتا (ہدایہ)

ایسا نکاح جو مجوسی وغیرہ مشرکین نے اپنی محرمات مثلاً مان بہن بیٹی سے کرلیا ہو زوجین کے مسلمان ہوجانے کے بعد بوجہ فاسد ہونے نکاح مذکور کے برقرار نہین رکھا جاسکتا بعد مسلمان ہوجانے کے اون زوجین مین تفریق کردی جائے گی کیونکہ حرمت نکاح محرمات متفق علیہ ہی نیز یہ کہ محرمیت منافی بقاء نکاح ہی اگرچہ مسائل متذکرہ صدر مین زوجین بحالت کفر ہون لیکن اون مین سے ایک ہمارے پاس دعوی رجوع کرے تو

امام صاحبؒ کے نزدیک تفریق نہ کرائی جائیگی کیونکہ ایک کے دعویٰ کرنے سے دوسرے کا
استحقاق نفاذ نکاح باطل نہین ہوتا اور صاحبینؒ کے نزدیک تفریق کردیجائے گی
بخلاف اوس صورت کے کہ اون مین سے ایک مسلمان ہوجائے اوس صورتمین
دوسرا جو کفر پر مصر ہے اسلام کا معارضہ نہین کرسکتا اَلْاِسْلَامُ یَعْلُو وَلَا یُعْلٰی اور اگر
زوجین بحالت کفر رہکر ہمارے پاس دعویٰ رجوع کرین تو اونمین تفریق کرادیجائیگی کیونکہ
زوجین کا دعویٰ کرنا بمنزلہ تحکیم ہوتا ہی (ہدایہ)

احدالزوجین کے مسلمان ہوجانے کی صورت مین اگر زوجہ مسلمان ہوجائے
تو اولاً زوج کو مسلمان ہوجانے کی فہمایش کی جائے گی اگر وہ مسلمان ہوجائے تو اونکا
نکاح برقرار رکھا جائے گا ورنہ اونمین تفریق کرادی جائے گی اور یہ تفریق امام صاحبؒ
اور محمدؒ کے نزدیک بمنزلہ طلاق ہوتی ہی اور ابو یوسفؒ کے نزدیک بمنزلہ فسخ ہوتی ہی

(ہدایہ)

اور اگر زوج مسلمان ہوجائے تو زوجہ کو مسلمان ہونے کی فہمایش کی جائے گی
اور اگر زوجہ کافرہ کتابیہ ہوگی تو باوجود اوسکے مسلمان نہ ہونے کے اوس کی زوجیت
مسلمان زوج کے ساتھ قائم رہیگی اور اگر زوجہ کافر غیر کتابیہ یا مشرکہ ہوگی اور فہمایش
کرنے سے مسلمان ہوجائیگی تو او نکا نکاح برقرار رکھا جائیگا ورنہ زوجین مین تفریق کرادی
جائے گی اور یہ تفریق بالاتفاق بمنزلہ فسخ ہوگی چنانچہ اگر زوجہ بوقت تفریق مدخولہ
ہوگی تو سالم مہر کی مستحق ہوگی اور اگر مدخولہ نہ ہوگی تو مہر کی بالکل مستحق نہ ہوگی

(ہدایہ)

دارالحرب مین احدالزوجین کا مسلمان ہوجانا بوجہ عدم ولایت اسلام موجب فرقت

نہین ہوتا لہذا زوجہ کو تین حیض آنے تک اثر فرقت نہین ہوتا تین حیض پوری ہوجانیکے بعد فرقت واقع ہوجاتی ہی اور اوس کے بعد زوجہ پر عدۃ واجب نہین ہوتی۔

اور اگر دار الحرب سے احد الزوجین مسلمان ہوکر ہمارے پاس آجائے تو زوجین مین قطعًا علیحدگی واقع ہوجاتی ہی لیکن امام شافعیؒ کے نزدیک اس صورت مین علیحدگی واقع نہین ہوتی۔

البتہ اگر احد الزوجین قید ہوکر ہمارے پاس آجائین تو امام شافعیؒ کے نزدیک بھی زوجین مین قطعًا علیحدگی واقع ہوجاتی ہی اور اگر زوجین ایک ساتھ قید ہوکر ہمارے پاس آجائین تو ہم احنافؒ کے نزدیک اونمین علیحدگی واقع نہین ہوتی کیونکہ سبب علیحدگی بتباین دارین ہواکرتا ہی جس کی وجہ سے انتظام مصالح باقی نہین رہتا۔ دوسرے یہ کہ قید سے ملک رقبہ واقع ہوتی ہی جو نکاح کرنے کی بھی منافی نہین ہوتی تو نکاح باقی رکھنے کی کیونکر منافی ہوسکتی ہی۔ تیسرے یہ کہ قید موجب خلاصی مال ہوتی ہی نہ کہ موجب خلاصی نکاح لیکن امام شافعیؒ کے نزدیک اون زوجین مین بھی علیحدگی واقع ہوجاتی ہی کیونکہ اونکے نزدیک سبب علیحدگی قید ہوتی ہی نہ کہ بتباین دارین کیونکہ بتباین دارین سے ولایت منقطع ہوتی ہی اور انقطاع ولایت سبب فرقت نہین ہوتا دوسرے یہ کہ اقتضاء قید قیدی کی خلاصی ہوتی ہی جو بلا انقطاع نکاح متحقق نہین ہوسکتی (ہدایہ)

اگر حربیہ دار الحرب سے ہجرت کرکے ہمارے پاس دار الاسلام مین آجائے تو امام صاحبؒ کے نزدیک اوسکو بلا عدۃ نکاح کرنا جائز ہوتا ہے کیونکہ نکاح سابق کا اثر بوجہ خطرہ ہوتا ہی اور حربی کی ملک کا خطرہ باقی نہین رہتا اسوجہ سے قیدی عورت پر بھی عدۃ واجب نہین ہوتی۔ اور صاحبینؒ کے نزدیک مہاجرہ پر عدۃ واجب ہوتی ہے

کیونکہ فرقت دار الاسلام میں آجانے کے بعد واقع ہوتی ہے اسلئے مہاجرہ پر حکم اسلام یعنی عدۃ واجب ہوجاتی ہے چنانچہ صاحبین کے نزدیک مہاجرہ حاملہ کا نکاح تا وضع حمل جائز نہیں ہوتا اور امام صاحب کے نزدیک مہاجرہ حاملہ کا نکاح تو قبل وضع حمل جائز ہوتا ہے لیکن زوج کو وضع حمل سے پہلے وطی نہ کرنا چاہیئے (ہدایہ)

دسویں فصل نکاح مرتد کے احکام کے بیان میں

مرتد کا نکاح کسی عورت سے نہیں ہوسکتا نہ مسلمہ سے نہ کتابیہ و مشرکہ سے حتیٰ کہ مرتدہ سے بھی نہیں ہوسکتا کیونکہ مرتد تو واجب القتل ہوتا ہے اوسکو دلائل میں تأمل کرنے کیواسطے تھوڑی سی مہلت دیجاتی ہے۔ علی ہذا مرتدہ کا نکاح بھی کسی مرد سے نہیں ہوسکتا نہ مسلم سے نہ کتابی و مشرک سے حتیٰ کہ مرتد سے بھی نہیں ہوسکتا۔

چنانچہ احد الزوجین کے مرتد ہوجانے سے اونمیں فرقت ہوجاتی ہے پس اگر زوجہ قبل دخول مرتدہ ہوجاتی ہے تو مستحق مہر و نفقہ نہیں ہوتی ہاں بعد دخول مرتدہ ہوتی ہے تو سالم مہر کی مستحق ہوتی ہے (ہدایہ)

اگر زوجین ایک ساتھ مرتد ہوجائیں اور پھر ایک ساتھ مسلمان ہوجائیں تو اونکا نکاح علی حالہ باقی رہتا ہے کیونکہ صحابہؓ نے اہل حنیفہ کے مرتد ہوکر اسلام لے آنے کے بعد اونکے نکاحوں کی تجدید کا حکم نہیں دیا تھا لیکن زوجین کے مرتد ہوجانیکے بعد ایک کے مسلمان ہوجانے اور دوسرے کے ارتداد پر قائم رہنے سے اونکا نکاح باطل ہوجاتا ہے (ہدایہ) ۔ نعوذ باللہ من الردۃ والشرک والکفر۔

دوسرا باب

پہلی فصل محرمات کے بیان مین

مرد کو ہر عورت سے جو اوس کو پسند ہو نکاح کرنا جائز ہی مگر مفصلہ ذیل عورات سے
نکاح کرنا حرام ہی اسی وجہ سے ان عورات کو محرمات کہتے ہین بلحاظ سبب حرمت
یہ محرمات نو قسم کی ہوتی ہین۔

قسم اول وہ جن سی بسبب قرابت نسبی مرد کو نکاح کرنا حرام ہوتا ہی
مرد کو اپنے اصول سی چاہے کتنے ہی اونچے درجہ کی ہون جیسے، مان، نانی،
پرنانی، دادی، پڑدادی، اور اپنے اصول کے فروع سے خواہ عینی ہون یا علاتی و اخیافی
ہون اور اپنی فروع سے چاہی وہ کتنی ہی نیچے درجہ کی ہون جیسے بیٹی پوتی، نواسی
نکاح کرنا حرام ہوتا ہی۔

قسم دویم وہ جن سے بسبب رشتہ دامادی نکاح کرنا حرام ہوتا ہی
مرد کو بفور انعقاد نکاح صحیح خواہ اوس نے منکوحہ سی دخول کیا ہو یا نکیا ہو منکوحہ
صحیحہ کی اصول سی جیسی ساس، نانی ساس، دادی ساس، نکاح کرنا حرام ہو جاتا ہی
کیونکہ منکوحہ صحیحہ بفور انعقاد نکاح حکماً مدخولہ ہو جاتی ہی (عالمگیری)
اور بعد دخول کر لینے کے منکوحہ صحیحہ کی فروع سے بھی جو دوسرے زوج سی ہون
نکاح کرنا حرام ہو جاتا ہی (جامع صغیر)
اور منکوحہ فاسدہ کے اصول و فروع سے بعد دخول کرنیکے نکاح کرنا حرام ہوجاتا ہی

لیکن مجرد نکاح فاسد کے انعقاد سے تاوقتیکہ دخول نہ ہو ناکح کو منکوحہ کے اصول و فروع سے نکاح کرنا حرام نہیں ہوجاتا پس اگر کوئی شخص منکوحہ فاسدہ سے قبل دخول متارکت کرلے تو اوسکو منکوحہ موصوفہ کی اصول و فروع سے نکاح کرنا حرام نہوجائیگا (عالمگیری)

ہر مرد کو اپنے اصول کے حلائل مدخولہ سے اور فروع کے حلائل مدخولہ و غیر مدخولہ سے نکاح کرنا حرام ہوتا ہی۔ لہذا چونکہ فرزند متبنیٰ متبنیٰ گیرندہ کی فرع نہیں ہوتا اسلئے متبنیٰ لینے والے کو متبنےٰ فرزند کی حلیلہ سے نکاح کرنا حرام نہیں ہوتا (عالمگیری)

حرمت مصاہرۃ وطی لشبہہ اور وطی حرام سے بھی ثابت ہوجاتی ہی لہذا زانی کو مزنیہ کے اصول و فروع سے اور زانی کے اصول و فروع کو مزنیہ سے نکاح کرنا حرام ہوجاتا ہی لیکن امام شافعیؒ کے نزدیک زنا سے حرمت مصاہرۃ ثابت نہیں ہوتی، احنافؒ کی دلیل یہ ہی کہ وطی بواسطہ اولاد سبب جزئیت واطی و موطوۂ کی ہوجاتی ہی امام شافعیؒ فرماتے ہین کہ مصاہرۃ نعمت ہی وہ گناہ کو شامل نہیں ہوسکتی (فتح القدیر)

صغیرہ غیر مشتہاۃ سے وطی کرنا طرفینؒ کے نزدیک موجب ثبوت حرمت مصاہرۃ نہیں ہوتا اور ابو یوسفؒ کے نزدیک ہوتا ہی (قاضیخان)

ایسے صغیر کا وطی کرنا جس مین شہوۃ پیدا نہوئی ہو بالاتفاق موجب ثبوت حرمت نہیں ہوتا کیونکہ ثبوت حرمت مصاہرۃ کیواسطے واطی کا صاحب شہوۃ ہونا شرط ہی پس اگر ایسا صغیر جو صاحب شہوۃ نہو اپنے باپ کی منکوحہ سے وطی کرلے تو موطوۂ اوسکے باپ پر حرام نہوجائیگی لیکن ایسے صغیر کی وطی جسکے ہم عمر وطی کرتے ہون موجب ثبوت حرمت مصاہرۃ ہوتی ہی گو صغیر واطی صاحب شہوۃ نہو (فتح القدیر)

صغیرہ کے مشتہاۃ ہونے مین فقہا مختلف الرائے ہین لیکن فتوی ابو اللیثؒ

کے اس قول پر ہو کہ نو سال سے کم عمر کی لڑکی مشتہاۃ نہین ہوتی (قاضیخان)

حرمت[۱۰] مصاہرۃ عورت کو بشہوۃ مس کرنے سے بھی ثابت ہوجاتی ہی بشرطیکہ عورت کے جسم پر کپڑا نہو یا ایسا باریک کپڑا ہو کہ مس کرنیوالے کو عورت کی حرارت جسمی محسوس ہو۔ لیکن اگر عورت کے جسم پر موٹا کپڑا ہو جس کی وجہ سے مس کرنیوالے کو عورت کی حرارت جسمی محسوس نہ ہو تو حرمت مصاہرۃ ثابت نہین ہوتی اگرچہ مس کرنے والے کو انتشار بھی ہوجائے (عالمگیری)

عورت[۱۱] کو بشہوۃ چھاتی سے لگانے یا اوس سے بوس وکنار کرنے سے یا اوسکی اندرونی شرمگاہ پر نظر کرنے سے حرمت مصاہرۃ ثابت ہوجاتی ہی۔ عام ازینکہ یہ افعال مرد سے قصداً سرزد ہوئی ہون یا خطاءً وسہواً یا بالاکراہ سرزد ہوے ہون اور عام ازینکہ یہ افعال بربناء نکاح وملک یمین ہوئی ہون یا بربناء معصیت سرزد ہوے ہون کیونکہ یہ افعال داعی وسبب وطی ہوتے ہین اس لحاظ سے موقعہ احتیاط مین قایم مقام وطی تصور کئے جاتے ہین (فتح القدیر)

لیکن[۱۲] اگر افعال مذکورہ کے کرتے وقت افعال مذکورہ کرنیوالے کو انزال ہوجائے تو حرمت مصاہرۃ ثابت نہین ہوتی کیونکہ انزال ہوجانے سے معلوم ہوگیا کہ افعال مذکورہ داعی وطی نہین ہین (عالمگیری) لیکن امام شافعیؒ کے نزدیک افعال مذکورہ موجب ثبوت حرمت مصاہرۃ نہین ہوتے وہ فرماتے ہین کہ جبکہ افعال مذکورہ نہ مفسد روزہ ہین نہ مفسد احرام حج ہین نہ موجب غسل ہین تو وہ قائم مقام وطی متصور نہین ہوسکتے۔

شہوۃ[۱۳] مرد کے دل کو بخواہش وطی عورت کی طرف مائل ہونیکو کہتے ہین (قاضیخان)

اگر[۱۴] کوئی شخص بغرض وطی اپنی زوجہ کو جگانا چاہتا ہو لیکن اوسکا ہاتھ بجائے

زوجہ کے اوسکی دختر پر جا پڑے اور وہ اوسکو زوجہ سمجھکر گدگدائے یا چٹکی لے تو شخص مذکور پر اوس دختر کی ماں حرام ہو جائیگی بشرطیکہ دختر مذکور مشتہاۃ ہو علے ہذا اگر مشتہاۃ لڑکی کسی چیز سے ڈر کر بحالت برہنگی اپنے باپ کے بچھاوے پر آجائے اور باپ کو انتشار ہو جائے تو اوس لڑکی کی ماں اوسکے باپ پر حرام ہو جائیگی (درمختار)

۱۸ اگر کوئی شخص کسی عورت کو چھاتی سے لگائے یا اوس کا بوسہ لیکر یا چھاتیاں پکڑنے کے بعد کہے کہ مینے یہ افعال بشہوۃ نہین کئے تو بقول صدر الشہید اوس کی تصدیق نہ کی جائے گی اور ثبوت حرمت مصاہرۃ کا حکم دیدیا جائے گا کیونکہ عادۃً یہ افعال بشہوۃ کئے جاتے ہین اور اُن کی نسبت یہی قیاس کیا جاتا ہے تا آنکہ اوسکے خلاف ثابت ہو بخلاف اسکے اگر کوئی شخص کسی عورت کو مس کرنے کے بعد کہے کہ مینے بلا شہوۃ مس کیا تھا تو اوسکی تصدیق کی جائے گی تا آنکہ اسکے خلاف ثابت ہو لیکن اگر اوسنے عورت کی فرج کو مس کیا ہو تو اوسکے قول مذکور کی تصدیق نہ کی جائے گی۔

۱۹ باایں ہمہ اگر کوئی عورت لڑتے ہوئے اپنے داماد کے عضو تناسل کو پکڑ لے اور اوس کے بعد کہے کہ مینے بلا شہوۃ پکڑا تھا تو عورت مذکور کی تصدیق کیجائیگی (عالمگیری)

۲۰ جو شخص اپنی منکوحہ سے ثبوت حرمتہ مصاہرۃ کا اقرار کرے عام ازینکہ سبب حرمت مصاہرۃ کو زمانہ ماقبل نکاح کی طرف منسوب کرے یا زمانہ مابعد نکاح کی طرف منسوب کرے وہ اپنے اقرار کا پابند کیا جائے گا۔

اور اوس کی منکوحہ مذکورہ سے تفریق کرادی جائیگی اور اگر وہ اپنے اقرار سے رجوع کریگا تو دربارہ رجوع اوسکی تصدیق نہ کیجائے گی لیکن ایسے اقرار کا زوجہ کے مہر پر کچھ اثر نہ ہوگا حتی کہ زوج مقر پر مہر مقررہ واجب ہوگا نہ کہ عقر (عالمگیری)

اگر[۵۱] کسی شخص سے بطور ہزل پوچھا جائے کہ تونے اپنی خوشدامن سے کیا کیا اور وہ اسکے جواب مین بطور ہزل کہدے کہ مینے اوس سے جماع کیا ہے تو حرمت مصاہرۃ ثابت ہوجائیگی اور اوسکے اس کہنے کی کہ مینے ہزل کے طور پر کہا تھا تصدیق نہ کی جائیگی (محیط سرخسی)

محمد[۵۲] کا قول ہے کہ حرمت مصاہرۃ یا حرمت رضاعت کے ثابت ہوجانے سے نکاح مرتفع نہین ہوجاتا تاوقتیکہ تفریق و متارکت نہ کیجائے بلکہ فاسد ہوجاتا ہے پس اگر زوج زوجہ مذکورہ سے قبل تفریق و متارکت وطی کرے تو مستوجب حد زنا نہین ہوتا (عالمگیری) اور زوجہ مذکورہ کو قبل تفریق و متارکت و قبل انقضاء عدۃ دوسرے مرد سے نکاح کرنا جائز نہین ہوتا۔ باپ کی منکوحہ کی اوس بیٹی سے جو دوسری زوج کے صلب سے ہو نکاح کرلینا جائز ہے (محیط سرخسی)

قسم سویم وہ جن سے بسبب رضاعت نکاح کرنا حرام ہے

ہر[۵۳] مرد کو اپنی رضاعی مان نانی دادی وغیرہ سے اور رضاعی بہن اور رضاعی بیٹی سے اور اوسکے فروع سے نکاح کرنا حرام ہوتا ہے اور جملہ ایسی عورتون سے نکاح کرنا حرام ہوتا ہے جن سے بوجہ رضاعت ایسا رشتہ ہوگیا ہو کہ اگر وہ رشتہ بوجہ قرابت نسبی یا بوجہ دامادی ہوتا تو نکاح حرام ہوتا (محیط سرخسی)

قسم چہارم وہ جنکو بذریعہ نکاح یا بذریعہ وطی جمع کرنا حرام ہے

مرد[۵۴] کو ایسی عورتون کو جو آپس مین عینی یا علاتی یا اخیافی یا رضاعی بہنین ہون بذریعہ نکاح اور بذریعہ[۵۵] وطی جمع کرنا حرام ہے اصول مسئلہ ممانعت جمع بین الاختین یہ ہے

---

[۵۵] عزیز النساء خاتون بنام کریم النساء خاتون مندرجہ انڈین لا رپورٹ کلکتہ جلد ۲۴ صفحہ ۱۳۰ -

[۲۵] کہ ایسی دو عورتون کو جمع کرنا حرام ہی کہ اگر اونمین سی ہر ایک کو مرد تصور کرین تو اوسکا
دوسری سی نکاح کرنا حرام ہو کیونکہ ایسی عورتون کے سوکن ہونیکا نتیجہ قطع رحمی ہی جس کی
بناء پر جمع بین الاختین حرام ہی لہذا [۲۶] پھوپی بھتیجی اور خالہ بھانجی کا جمع کرنا حرام ہی (عالمگیری)

[۲۷] کسی عورت کیساتھ اوسکے زوج سابق کی ایسی بیٹی کا جو دوسری زوجہ سے ہو
جمع کرنا جائز ہی کیونکہ اونمین باہم کسی قسم کا کوئی رشتہ نہین ہوتا بلکہ عورت مذکورہ کو مرد
تصور کرین تب بھی اوسکا نکاح اوس لڑکی سے جو اوسکے زوج سابق کی بیٹی دوسری
زوجہ کے بطن سے ہی جائز ہوتا ہے البتہ اگر لڑکی مذکور کو مرد تصور کرین تو اوسکو اس عورت
سے بوجہ منکوحہ پدر ہونے کے نکاح کرنا جائز نہ ہوگا لیکن چونکہ اس صورت مین ایک عورت کے مرد تصور
کرنیمین نکاح کرنا جائز ہوتا ہی اور دوسری کو مرد تصور کرنیمین نکاح کرنا جائز ہوتا ہی حالانکہ اصولاً ایک عورت کے
مرد تصور کرنے کی صورت مین اوسکا دوسری عورت سے نکاح کرنا حرام ہونا چاہئے لہذا حسب
اصول متذکرہ صدر ان دونون عورتون کا جمع کرنا حرام نہین ہی لیکن زفرؒ کے نزدیک
ان دونون عورتون کا جمع کرنا بھی حرام ہی۔ ایسی دو باندیون کو جو آپس مین سگی یا سوتیلی
یا رضاعی بہنین ہون باعتبار وطی بھی جمع کرنا حرام ہی (عالمگیری)

[۲۸] موطوءہ باندی کی بہن سے نکاح کرنا جائز ہی مگر بعد انعقاد نکاح خواہ منکوحہ سے
وطی کرے یا نکرے باندی مذکورہ سے وطی کرنا حرام ہو جاتا ہی کیونکہ منکوحہ بفور نکاح حکماً
موطوءہ ہو جاتی ہی اور تاوقتیکہ باندی مذکورہ بر بنا عتق یا بیع و ہبہ وغیرہ آقا پر حرام نہو جائے
اوسکی منکوحہ بہن سے بھی وطی کرنا جائز نہین ہوتا تاکہ باعتبار وطی جمع بین الاختین نہو
البتہ غیر موطوءہ باندی کی بہن سے نکاح بھی کرنا جائز ہی اور بغیر اسکے کہ وہ باندی آقا پر
بوجہ بیع و ہبہ یا آزاد کئے جانیکے حرام ہو منکوحہ سے وطی کرنا بھی جائز ہوتا ہی کیونکہ باندی

حکماً موطؤہ نہین ہوتی لیکن جب تک اوسکی بہن سے آقا کا نکاح قائم رہیگا آقا کو باندی مذکور سے وطی کرنا حرام ہوگا (ہدایہ)

اگر کوئی شخص ایسی دو عورتون سے جو آپس مین بہنین ہون بذریعہ ایک عقد کے نکاح کرلے تو دونون کا نکاح باطل ہوگا اور اگر بذریعہ علیحدہ علیحدہ عقد کے یکی بعد دیگری اونسے نکاح کرے تو جس سے پہلے نکاح کریگا اوسکا نکاح صحیح ہوگا اور جس سے بعد کو نکاح کریگا اوسکا نکاح باطل ہوگا اور مرد پر اوسکو علیحدہ کردینا واجب ہوگا اگر مرد خود علیحدہ نکردیگا تو قاضی تفریق کرادیگا۔ پس اگر تفریق قبل دخول واقع ہوگی تو کوئی حکم نکاح ثابت نہوگا اور اگر تفریق بعد دخول واقع ہوگی تو مرد پر وہ مہر واجب ہوگا جو مہر مقررہ اور مہر مثل مین سے کم ہوگا اور عورت پر عدۃ واجب ہوگی اور اوسکی انقضاء عدۃ تک مرد پہلی منکوحہ سے بھی معزول رہیگا۔ لیکن اگر اس عورت کے اولاد ہوگی تو اوسکا نسب مرد مذکور سے ثابت ہوگا لیکن اگر عقد دونون سے گو علیحدہ علیحدہ کیا گیا ہو مگر یہ معلوم نہو کہ پہلے کس سے ہوا تو مرد سے کہا جائیگا کہ وہ اسکا تعین کرے جس سے پہلے عقد ہوا ہے وہ جسکا تعین کریگا اوسکے نکاح اوّل ہونے کی تصدیق کیجائیگی اور اگر مرد تعین نکرے تو اوس سے دونون عورتون کی تفریق کرادی جائیگی کیونکہ بذریعہ قیاس و تحری تعین کرنا جائز نہین ہوتا ایسی دونون عورتون کو نصف مہر ملیگا گو نصف مہر کی مستحق صرف وہ عورت ہے جسکا عقد پہلے ہوا ہے لیکن اوسکے تعین کے ناممکن ہونے کی وجہ سے نصف مہر دونون مین مشترک قرار دیا جائے گا۔ (عالمگیری)

اگر کوئی شخص اپنی سالی سے وطی بشبہ کرلے تو سالی پر عدۃ لازم ہوگی اور تا انقضا عدۃ شخص مذکور کو اپنی منکوحہ سے وطی کرنا جائز نہوگا (قاضیخان)

[۳۱] معتدۂ طلاق کی بہن سے اوس کی انقضاء عدۃ کے قبل نکاح کرنا حرام ہوتا ہے کیونکہ زمانہ عدۃ تک بیشتر احکام نکاح قائم رہتے ہین مثلاً فراش معتدہ قائم رہتا ہے (یعنی معتدہ کی اولاد کا نسب زوج سے ثابت ہوتا ہے) معتدہ دوسرے مرد سے نکاح نہین کر سکتی معتدہ کا نفقہ زوج پر واجب ہوتا ہے لیکن امام شافعیؒ کے نزدیک چونکہ طلاق بائن سے احکام نکاح کلیۃً مرتفع ہو جاتے ہین اسلئے اونکے نزدیک معتدہ طلاق بائن کی بہن سے اوسکی عدۃ ختم ہونے سے پہلے نکاح کرنا جائز ہوتا ہے لیکن معتدہ طلاق رجعیہ کی بہن سے تا آنکہ اس کی عدۃ منقضی نہو جائے بالاتفاق نکاح کرنا ناجائز ہوتا ہے چنانچہ مطلقہ بائنہ سے باوجود علم حرمت وطی کرنیوالا زوج مستوجب حد زنا ہوتا ہے (ہدایہ)

[۳۲] آزاد کو چار عورتون سے زیادہ اور غلام کو دو سے زیادہ بذریعہ نکاح جمع کرنا حرام ہے عام ازینکہ منکوحہ عورتین آزاد ہون یا باندیاں ہون لیکن امام شافعیؒ کے نزدیک ایک سے زیادہ باندیون کا بذریعہ نکاح جمع کرنا جائز نہین ہے اور امام مالکؒ کے نزدیک غلام کو بھی بذریعہ نکاح چار عورتین جمع کرنا جائز ہے کیونکہ امام مالکؒ کے نزدیک غلام دربارہ نکاح مثل آزاد کے ہوتا ہے اور احنافؒ کے نزدیک غلامی جیسا جملہ حقوق کو آدھا کر دیتی ہے ایسا ہی حق نکاح کو بھی باعتبار عدد زوجات آدھا کر دیتی ہے۔

[۳۳] اگر آزاد پانچ عورتون سے یکے بعد دیگرے نکاح کرے تو اول کی چار عورتون کا نکاح جائز ہوگا پانچوین کا نکاح باطل ہوگا اور اگر پانچ عورتون سے بذریعہ عقد واحد نکاح کرے تو پانچون کا نکاح باطل ہوگا علی ہذا اگر غلام تین عورتون سے یکے بعد دیگرے نکاح کرے تو اول کی دو عورتون کا نکاح جائز ہوگا اور تیسری عورت کا نکاح باطل ہوگا اور اگر غلام تین عورتون سے بذریعہ عقد واحد نکاح کرے تو تینون عورتون کا نکاح

باطل ہوگا (ہدایہ)

قسم پنجم وہ جن سے مالک یا مملوکہ ہونیکی وجہ سے نکاح کرنا حرام ہوتا ہے

مسئلہ مرد آزاد کو اپنی باندی سے اور غلام کو اپنی مالکہ سے نکاح کرنا حرام ہے کیونکہ زوجین کا باہم مالک و مملوک ہونا حقوق و فرائض اور نتائج نکاح کے منافی ہے۔ اگر غلام کی آزاد زوجہ زوج کے آقا سے کہے کہ اسکو بعوض ہزار روپیہ کے آزاد کردے اور زوج کا آقا اس کہنے پر آزاد کردے تو چونکہ اس صورت مین زوج کا حق ولا زوجہ کو حاصل ہوجائیگا اسلئے اونکا نکاح باطل ہوجائیگا۔ اور اگر زوجہ غلام زوج کے آقا سے بلا تذکرہ مال کہے کہ اسکو میری طرف سے آزاد کردے اور آقا اس کہنے سے آزاد کردے تو اس صورت مین زوج کا حق ولا زوجہ کو حاصل نہوگا لہذا اونکا نکاح بھی باطل نہوگا (ہدایہ)

قسم ششم وہ جن سے اونکے مملوک ہونے اور ناکح کے نکاح مین آزاد منکوحہ موجود ہونیکی وجہ سے نکاح کرنا حرام ہوتا ہے

مسئلہ مرد کو حرہ منکوحہ پر باندی سے نکاح کرنا حرام ہے کیونکہ اس مین بمقابلہ خسیس شریف کی اہانت ہوتی ہے۔

مسئلہ امام صاحب کے نزدیک چونکہ مطلقہ بائنہ کے بھی بعض احکام نکاح باقی رہتے ہین اسلئے اونکے نزدیک حرہ مطلقہ بائنہ کے زمانہ عدۃ مین باندی سے نکاح کرنا حرام ہوتا ہے لیکن صاحبین کے نزدیک حرام نہین ہوتا کیونکہ حرہ کی عدۃ کا زمانہ مین حرہ پر باندی سے نکاح کرنا نہین کہلاتا جو حرام ہے (ہدایہ)

مسئلہ اگر کوئی شخص بذریعہ عقد واحد ایک حرہ اور ایک باندی سے نکاح کرے تو حرہ کا

نکاح صحیح ہوگا اور باندی کا نکاح باطل ہوگا (قاضیخان)

قسم ہفتم وہ جنسے بوجہ تعلق شخص غیر نکاح کرنا حرام ہوتا ہے

ایک[۳۵] مرد کو دوسرے مرد کی منکوحہ یا معتدہ سے نکاح کرنا حرام ہی بلا لحاظ اسکے کہ سبب عدۃ کیا ہی (عالمگیری)

اگر[۳۶] آقا اپنی ام ولد کا کسی سے نکاح کردے تو اگر وہ ام ولد حاملہ ہی تو نکاح باطل ہوگا کیونکہ ام ولد آقا کی فراش ہوتی ہی حتی کہ اوسکی اولاد کا نسب بلا ادعا آقا سے ثابت ہوتا ہی پس حاملہ ام ولد کے نکاح کو جائز قرار دینے مین دو فراشون کا اجتماع ہوگا جس سے اختلاط نسب لازم آئیگا۔ اگر وہ ام ولد حاملہ نہو تو نکاح صحیح وجائز ہوگا (عالمگیری)

ایسی[۳۷] حاملہ سے جسکا حمل ثابت النسب ہو نکاح کرنا بالاتفاق باطل ہی لیکن اگر حاملہ موصوفہ کا حمل حربی سے ہو تو اوس سے نکاح کرنا تو جائز ہوتا ہی لیکن ناکح کو تا وضع حمل اوس سے وطی نکرنا چاہیئے جیسے دار الحرب سے ہجرت کرکر یا قید ہوکر آنیوالی حاملہ سے نکاح جائز ہوتا ہی مگر ناکح کو تا وضع حمل اوس سے وطی نکرنا بہتر ہوتا ہی اور ایسی حاملہ سے جسکا حمل ثابت النسب نہو یعنی جسکا حمل زنا سے ہو طرفین رح کے نزدیک نکاح کرنا جائز ہی مگر بمتابعت فرمان (من کان یؤمن باللہ والیوم الآخر فلا یسقین ماءہ زرع غیرہ) تا وضع حمل اوس سے وطی نکرنا چاہیئے اور ابو یوسف رح کے نزدیک بلحاظ بزرگداشت حمل حاملہ مذکورہ سے بھی نکاح کرنا جائز نہین ہی کیونکہ جنین بے قصور ہوتا ہی چنانچہ غیر ثابت النسب مولود کو اصطلاح محدثین رح مین ثالث بالخیر کہتے ہین اسی وجہ سے جان پڑجانے کے بعد اوسکا اسقاط بھی ناجائز ہی مسئلہ ہذا مین فتوے

طرفینؒ کے قول پر ہی (عالمگیری)

احتیاطاً موطوءہ باندی کا نکاح استبراء کرنے کے بعد کرنا چاہیئے۔ لیکن اگر آقا بلا استبراء کرنے کے اپنی موطوءہ باندی کا نکاح کردے تو نکاح صحیح ہوگا کیونکہ موطوءہ باندی آقا کا فراش نہین ہوتی۔ زوج پر شیخینؒ کے نزدیک استبراء کرنا لازم نہین ہوتا اور بلا استبراء اوس سے وطی کرنا جائز ہوتا ہی کیونکہ حکم جواز نکاح خود دلیل فراغت رحم ہی لہذا وجوباً اور استحباباً زوج کو استبراء کرنے کا حکم دینے کی ضرورت نہین ہی لیکن محمدؒ فرماتے ہین کہ ہمکو یہ امر پسند نہین ہی کہ زوج بلا استبراء وطی کرے اوسکو صفائی رحم کا اطمینان کرنا چاہیئے جیسا کہ خرید باندی کا استبراء کیا جاتا ہی۔

قسم ہشتم وہ جنسے بوجہ طلاق دے چکنے کے نکاح کرنا حرام ہوتا ہی (قاضیخان)

مسئلہ مرد کو اپنی مطلقہ ثلاثہ سے تاآنکہ وہ بعد عدۃ دوسرے مرد سے نکاح صحیح نکرے اور وہ دوسرا مرد بعد دخول اوسکو طلاق نہ دیدے اور اوسکی عدۃ نگذرجائے نکاح کرنا حرام ہوتا ہی (قاضیخان)

مسئلہ اگر مطلقہ ثلاثہ زوج اوّل سی کہے کہ مینے دوسرے مرد سے نکاح صحیح کیا اور اوس نے بعد دخول مجھے طلاق دیدی اور اوس کی طلاق کی عدۃ بھی گذر گئی تو اگر مطلقہ موصوفہ ثقہ ہو اور زوج اوّل اوس کے اس قول کو سچا باور کرے اور اوسکا یہ بیان زوج اوّل کی طلاق سے اتنے عرصہ کے بعد ہو جسمین زوج اوّل اور زوج ثانی کی طلاقون کی عدتون کا گذرجانا ممکن ہو تو زوج اوّل کو اوس سے نکاح کرنا حلال ہوگا ورنہ نہین (قاضیخان)

قسم نہم وہ جنسے اونکے مشرک ہونیکی وجہ سے نکاح کرنا حرام ہے

مسئلہ[۴۵] مسلمان مرد کو مشرکہ عورت سے جیسی مجوسیہ و وثنیہ ہوتی ہے نکاح کرنا حرام ہوتا ہے بلکہ مشرکہ باندی سے بر بناء ملک یمین وطی کرنا بھی جائز نہین ہے لیکن[۴۶] کتابیہ عورت سے خواہ وہ آزاد ہو یا کسی کی باندی ہو بشرطیکہ عفیفہ ہو مسلمان مرد کو نکاح کرنا جائز ہے اور کتابیہ باندی سے بر بناء ملک یمین وطی کرنا جائز ہے مگر بہتر یہ ہے کہ بلا ضرورت نہ کتابیہ عورت سے مرد مسلمان نکاح کرے اور نہ کتابیون کا ذبیحہ کھائے اور اگر ضرورت ہو تو کتابیہ سے نکاح کرنا اور کتابیون کا ذبیحہ کھانا جائز ہے کتابیہ سے نکاح کرنے کے بعد مسلمان زوج کو اختیار ہوتا ہے کہ اوسکو گرجا مین جانے کی غرض سے بھی گھر سے باہر جانے کی ممانعت کرے اور گھر مین خمر و خنزیر لانیکی ممانعت کردے (فتح القدیر)

امام[۴۷] صاحب کے نزدیک چونکہ صائبین منجملہ قوم نصاری کے ہین جو زبور کو کتاب منزل من اللہ تعالیٰ مانتے ہین اور پڑھتے ہین۔ لیکن بعض ستارون کی اسی طرح تعظیم کرتے ہین جس طرح مسلمان قبلہ کی تعظیم کرتے ہین اسلئے صائبیہ سے مسلمان کو نکاح کرنا جائز ہے لیکن امام صاحب کے نزدیک بھی مکروہ ضرور ہے اور صاحبین کے نزدیک چونکہ صائبین ستارون کی تعظیم ہی نہین بلکہ پرستش کرتے ہین اسلئے صائبین مثل بت پرستون کے ہوتے ہین اسی وجہ سے صاحبین کے نزدیک صائبیہ سے مسلمان کو نکاح کرنا حرام ہے (عالمگیری)

کتابی[۴۸] و مشرک مرد سے مسلمان عورت کو نکاح کرنا حرام ہوتا ہے (عالمگیری)

ہر[۴۹] وہ شخص جو کسی دین سماوے کا معتقد ہو اور اوسکے پاس کوئی کتاب منزل

من اللہ ہو جیسے زبور داؤدؑ وصحف موسیٰؑ وعیسیٰؑ وشیثؑ اہل کتاب یا کتابی کہلاتا ہی (عالمگیری)

وثنی بت پرست کو کہتے ہین اور اوسمین آفتاب پرست بخوم پرست داخل ہین اور ہر ایسے مذہب کے معتقدین داخل ہین جن کی تکفیر اونکے اعتقادات کی بناء پر کیگئی ہو جیسے زنادیق ومعطلہ و باطنیہ واباجیہ وغیرہ ہوتے ہین (فتح القدیر)

فصل ہذا کے آخر مین ایک جدول محرمات بغرض سہولت اور ذہن نشین ہونے کے درج کرتے ہین۔

دوسری فصل بعض مسائل متعلقہ باب ہذا کے بیان مین

عقد متعہ باطل ہی نہ اوس سے وطی کرنا جائز ہو جاتا ہی نہ ممتوعہ پر طلاق واقع ہوتی ہے نہ متعاقدین مین توریث جاری و ثابت ہوتی ہی (عالمگیری)

اوسکے منسوخ ہو جانے کی نسبت سیدنا علیؓ سے روایت ہی کہ نبی صلعم نے بروز جنگ خیبر متعہ کو حرام کر دیا متعہ کا منسوخ ہو جانا اجماع صحابہؓ سے بھی ثابت ہی (ہدایہ)

متعہ اوس عقد کو کہتے ہین جو باظہار و تعین مدت و مال بلفظ متعہ منعقد کیا جائے یعنی بجائے لفظ نکاح یا تزویج کے لفظ متعہ استعمال کیا جائے مثلاً ایجاب اسطرح کیا جائے کہ مینے تجھ سے ایک سال کیواسطے بعوض ایک سو روپیہ کے متعہ کیا (عالمگیری)

علیٰ ہذا نکاح موقت بھی از قسم متعہ ہی اور باطل ہی کیونکہ عقود مین اعتبار معنی و مقصد کا ہوتا ہی لیکن زفرؒ کے نزدیک نکاح موقت منعقد ہو جاتا ہی اور شرط توقیت بوجہ فاسد ہونے کے باطل ہو جاتی ہی (ہدایہ)

نکاح موقت کی صورت یہ ہوتی ہی کہ نکاح گواہون کے سامنے مدت معینہ کیواسطے کیا جاتا ہی عام ازینکہ مدت معینہ معلوم ہو یا مجہول ہو اور قلیل ہو یا کثیر مثلاً مدت معینہ ایک سال ہو یا تا نزول بارش ہو یا خروج دجال یا نزول مسیحؑ ہو لیکن شمس الائمہ حلوائیؒ اور بعض دیگر فقہا احنافؒ نے فرمایا ہی بلکہ حسنؒ نے امام صاحبؒ سے روایت بھی کی ہی کہ اگر نکاح موقت مین اتنی مدت معین کیجائے جس کے اختتام تک متعاقدین کا زندہ رہنا خلاف عادت ہو مثلاً ہزار برس تو نکاح منعقد ہو جائے گا اور شرط باطل ہو گی (ہدایہ)

اگر کوئی شخص نکاح صحیح کے وقت دل مین یہ نیت کرلے کہ اس منکوحہ سے اتنی مدت تک نکاح قایم رکھون گا یا نکاح باین شرط کرے کہ اتنی مدت کے بعد طلاق دیدونگا تو ایسی نیت یا شرط کرنے سے صحت وجواز نکاح مین فرق نہین آتا اور وہ نکاح ایسی نیت یا شرط کرنیسے نکاح موقت نہین ہوجاتا (عالمگیری)

نکاح نہاری جائز ہوتا ہی نکاح نہاری وہ کہلاتا ہی جس مین زوج یہ شرط کرلیتا ہی کہ وہ زوجہ کے ساتھ صرف دن کو رہیگا۔ رات کو اسکے ساتھ نرہا کریگا (عالمگیری)

اگر کوئی شخص بذریعہ عقد واحد دو عورتون سے نکاح کرے اور ان مین سے ایک اوسکی محرمہ نکل آئے تو نکاح صرف محرمہ سے باطل ہوگا دوسری عورت سے صحیح ولازم ہوگا کیونکہ سبب مبطل نکاح صرف محرمہ مین ہی بخلاف بیع کے کہ اگر غلام وحُر کی بیع بذریعہ عقد واحد ہو تو غلام کی بیع بھی باطل ہوجاتی ہی اور امام صاحب کے نزدیک دوسری عورت سالم مہر کی مستحق ہوتی ہی اور صاحبین کے نزدیک مہر مسمی دو عورتون کے مہر مثل کی مناسبت سے تقسیم ہوکر دوسری عورت کو منجملہ مہر مسمی کے اوسکے مہر مثل کا حصہ متناسبہ ملیگا (ہدایہ)

جس مرد کے مقابلہ مین بتقدیم شہادت کوئی عورت فیصلہ زوجیت حاصل کرے امام صاحب کے نزدیک اوس مرد کو اوس عورت کے ساتھ رہنا اور جماع کرنا جائز ہوجاتا ہی (گو درحقیقت اونمین نکاح نہ ہوا ہو) کیونکہ جو گواہ قاضی کے نزدیک سچے ہوتے ہین اونکی گواہی فیصلہ صادر کرنے کیواسطے حجت ہوتی ہی اور جو فیصلہ ایسی حجت پر مبنی ہوتا ہی جسکا سچا ہونا ممکن ہو وہ بغرض قطع نزاع نافذ ہوجاتا ہی۔ گواہون کی غلامی یا کفر ظاہر ہونیسے وہ فیصلہ جو اونکی گواہی پر مبنی ہوتا ہی کالعدم ہوجاتا ہی بخلاف گواہون کے جھوٹا ہونیکے ظاہر ہونے کے کیونکہ گواہون کی غلامی یا کفر کا علم ہونا ممکن ہوتا ہے لیکن اونکے جھوٹکا

علم ہونا ممکن نہین ہوتا۔ تاہم صاحبینؒ اورامام شافعیؒ کے نزدیک اوس مردکواوس
عورت سے جماع نکرنا چاہیئے کیونکہ قاضی نے حجت قائم کرنے مین غلطی کی اونکے نزدیک
گواہون کا جھوٹ ظاہر ہونا ایسا ہی ہوتا ہے جیسا گواہونکی غلامی یا کفر کا ظاہر ہونا ہوتا ہے
لیکن اگر قاضی گواہون کے سامنے فیصلہ صادر کردے اور اوس مرد اور اوس عورت
مین کوئی امر مانع جواز نکاح نہ ہو تو بقول عامہ علما ایسا فیصلہ انعقاد نکاح متصور ہوگا اور اوسکی
بناء پر اوس مرد کو اوس عورت سے جماع کرنا جائز ہوگا اور یہی حکم اوس عورت سے متعلق ہے
جسکے مقابلہ مین کوئی مرد دعویٰ زوجیت کرکے فیصلہ حاصل کرلیتا ہے اور یہی حکم بہ تبدیل
الفاظ تبدیل طلب اوس صورت سے متعلق ہوتا ہے جبکہ بتقدیم شہادۃ فیصلہ وقوع طلاق
حاصل کرلیا جاتا ہے (عالمگیری)

اگر عورت مرد کے دعویٰ اثبات زوجیت سے انکار کرنیکے بعد مرد سے کچھ مال فرض کیجیے
ہزار روپیہ دیجانے کے وعدے پر دو گواہون کے مواجہہ مین صلحاً صحت دعویٰ کا اقرار کرلے تو
مرد کا دعویٰ اور عورت اقرار صحت دعویٰ بمنزلہ انعقاد نکاح ہوجائیگا اور اوس مرد و عورت کو
ایک ساتھ رہنا اور مجامعت کرنا جائز ہوجائیگا کیونکہ یہ انعقاد عنداللہ بھی صحیح ہوگا او
ہزار روپیہ موعود مرد کے ذمہ واجب ہوجائینگے لیکن اگر عورت مرد کے دعوی کی صحت کا
اقرار گواہون کے سامنے نکرے تو انعقاد نکاح متصور ہوگا نہ اوس عورت کو اوس مرد کے
ساتھ رہنا اور مجامعت کرنا جائز ہوگا (عالمگیری)

تیسرا باب

پہلی فصل احکامِ ولایت نکاح کے بیان مین

اصطلاح فقہاء مین ایک شخص کے قول کو دوسرے شخص پر نافذ ہونے کو ولایت کہتے ہین (درمختار)

ولی کے لغوی معنی دوست کے ہین اور عرف مین ولی عارف باللہ کو کہتے ہین اور شرعاً عاقل بالغ وارث کو ولی کہتے ہین اسیوجہ سے ولایت نکاح مجنون، صغیر، غلام کو حاصل نہین ہوتی (درمختار)

مرتد کو کسی[1] پر حتی کہ مشرک و مرتد پر بھی ولایت نکاح حاصل نہین ہوتی (عالمگیری)

اور کافر کو مسلم پر ولایت نکاح حاصل نہین ہوتی لیکن فسق و فجور مانع ولایت نکاح نہین ہوتا (عالمگیری)

ظاہر روایت کی رو سے شیخین کے نزدیک حرہ عاقلہ بالغہ کا نکاح خواہ وہ باکرہ ہو یا ثیبہ ہو صرف اوسکی رضامندی سے بلا ولایت ولی منعقد ہو جاتا ہی[2]۔ اور محمد کے نزدیک ایسا نکاح جو حرہ بالغہ عاقلہ بلا ولایت ولی کر لیتی ہی اجازت ولی پر موقوف ہوتا ہی اور امام شافعی اور امام مالک کے نزدیک تو عورت کے کرنے سے نہ خود اوسکا نکاح منعقد ہوتا ہی نہ اوسکی بیٹی یا باندی کا منعقد ہوتا ہی حتی کہ عورت کسیکو وکیل نکاح بھی مقرر نہین کر سکتی (ہدایہ)

امام شافعی اور امام مالک کے دلائل عدم جواز نکاح بلا ولایت حسب ذیل ہین

---

[1] مقدمہ معین بی بی مندرجہ بنگال رپورٹ جلد ۱۳ صفحہ ۱۶۰

[2] مقدمہ محمد ابراہیم بنام غلام احمد مندرجہ بمبئی ہائیکورٹ جلد ۱ صفحہ ۲۳۶ و خلاصۃ النظائر جلد ۳ کالم ۳۷۰۹

(۱) روایت ابوہریرہؓ (لا تنکح المرأة المرأة ولا المرأة بنفسہا انما الزانیة تنکح نفسہا)۔

(۲) روایت حضرت عائشہ صدیقہؓ (ایما امرأة نکحت بغیر اذن ولیہا فنکاحہا باطل باطل باطل)

(۳) ارشاد نبی صلعم (لا نکاح الا بولی)

(۴) امام شافعیؒ فرماتے ہین کہ قرآن مجید مین آیۃ شریف (لا تعضلوھن ان ینکحن ازواجھن) ظاہر ترین آیۃ ہی جو عدم جواز نکاح بلا ولی پر دلالت کرتی ہے کیونکہ تحقق ممانعت اسیوقت ہوسکتا ہی جبکہ ممنوع بقبضہ مانع ہو۔ نیز اونکی دلیل فقہی یہ ہی کہ نکاح مقاصد کثیرہ پر مشتمل ہی مثلاً توالد و تناسل اگر معاملہ نکاح عورتون کے اختیار مین دیدیا جائے تو وہ جملہ مقاصد خلل پذیر ہوجائینگے۔

شیخینؒ کے دلائل جواز نکاح بلا ولی حسب ذیل ہین۔

(۱) قرآن مجید مین اللہ تعالی نے آیات ذیل مین اضافت نکاح عورتون کی طرف فرمائی ہی جو اس امر کی دلیل ہی کہ عورتین انعقاد نکاح کی مالک و مجاز ہین۔

الف (فلا جناح علیہن فیما فعلن فی انفسہن) ب (حتی تنکح زوجاً غیرہ) ج (ان تنکحن ازواجھن)

(۲) آیۃ شریف مستدلہ امام شافعیؒ مین عضل سے یہ مراد ہی کہ عورتون کو گھر مین محبوس کرکے نکاح کرنیسے منع مت کیا کرو۔ دوسرے یہ کہ آیۃ شریف کا خطاب شوہرون سے ہی ابتداء آیہ شریف یہ ہی (اذا طلقتم النساء) چنانچہ اس مسئلہ پر کہ زوج کو طلاق دیدینے کے بعد یہ حق نہین رہتا کہ مطلقہ کو نکاح کرنے سے منع کرسکے اسی آیت شریف سے استدلال کیا جاتا ہی۔

(۳) حدیث شریف مروی از عائشہ صدیقہؓ از روئے اصول حدیث قابل عمل نہین ہے کیونکہ حضرت موصوفہؓ نے اپنی بھتیجی یعنی عبدالرحمنؓ ابن ابوبکر صدیقؓ کی بیٹی کا نکاح بعدم موجودگی عبدالرحمنؓ خود کردیا تھا اور اصولاً جس روایت کا راوی خود روایت کے خلاف عمل کرتا ہے وہ روایت ناقابل عمل اور باطل ہوجاتی ہے۔

(۴) حدیث شریف لانکاح الا بولی صغیرہ و مجنونہ کے نکاح پر محمول ہے کیونکہ عورت بعد بلوغ بربنائے پختگی عقل مثل مرد کے خود اپنی ولی ہوجاتی ہے۔

(۵) شیخین کی دلیل فقہی یہ ہے کہ مروی اصول مسلمہ جو شخص اپنے مال مین تصرف کرنے کا مجاز ہوتا ہے وہ اپنے نفس مین بھی تصرف کرنیکا مجاز ہوتا ہے (درمختار)

اور یہ امر بھی مسلمہ ہے کہ عاقلہ بالغہ اپنے مال مین تصرف کرنیکی مجاز ہوتی ہے لہذا وہ اپنے نفس اور دیگر اپنے خالص حقوق مین بھی تصرف کرنیکی مالک و مجاز ہوتی ہے اور یہ امر بالکل ظاہر ہے کہ نکاح کرنا اپنے خالص حق مین تصرف کرنا ہے اسلئے عاقلہ بالغہ بالولایت اپنے نکاح کرلینے کی مالک و مجاز ہوتی ہے۔

پس عاقلہ بالغہ کا نکاح خواہ وہ باکرہ ہو خواہ ثیبہ ہو بلا اوسکی اجازت کے کردینا اوسکے باپ اور سلطان کو بھی جائز نہین ہے اگر عاقلہ بالغہ کا نکاح اوسکا باپ یا سلطان بھی کردے تو وہ اوسکی اجازت پر موقوف ہوگا اگر وہ اوس نکاح کو جائز رکھیگی تو نافذ ہوجائے گا اور اگر رد کردےگی تو باطل ہوجائے گا (عالمگیری)

چنانچہ بروئے ظاہر روایت امام صاحب کے نزدیک اگر عاقلہ بالغہ شخص ہم کفو یا غیر کفو سے از خود نکاح کرلے تو وہ نکاح جائز ہوگا لیکن ولی کو زوج کے غیر کفو ہونے کی صورت مین

---

[1] مقدمہ شیرین بیگم بنام غلام محی الدین مندرجہ آئین دکن جلد ۹ صفحہ ۲۳۵

حق اعتراض اور اوس نکاح کے فسخ کرانے کا حق ہوگا لیکن بروئے روایت حسنؒ شیخینؒ کے نزدیک وہ نکاح جو عاقلہ بالغہ ازخود شخص غیر کفو سے کرے جائز و صحیح نہین ہوتا چنانچہ شمس الائمہ سرخسیؒ فرماتے ہین کہ احتیاط اسی مین ہی کہ غیر کفو شخص سے عورت کا ازخود نکاح کرلینا جائز نہ قرار دیا جائے کیونکہ نہ ہر ولی مین قابلیت دعوی ہوتی ہی اور نہ ہر قاضی مین عدل و انصاف ہوتا ہی حتی کہ اگر مطلقہ ثلاثہ شخص غیر کفو سے ازخود نکاح کرلے اور وہ شخص غیر کفو بعد دخول اوسکو طلاق دیدے تو یہ نکاح صحیح نہونیکی وجہ سے زوج اول کے واسطے محلل نہ ہوگا تاہم صحیح یہی ہی کہ حرہ عاقلہ بالغہ کو زوج کے انتخاب و تجویز کرنے کا حق و اختیار ہوتا ہی صرف اس خیال سے کہ وہ شوخ چشمی کیطرف منسوب نہو ولی کو مطالبہ نکاح کی اجازت دی گئی ہی (درمختار)

اسی[1] وجہ سے ولی کو عاقلہ بالغہ پر دربارہ نکاح جبر کرنا جائز نہین ہوتا اور عاقلہ بالغہ کا نکاح بلا اوسکی ذاتی رضامندی کے نافذ نہین ہوتا کیونکہ آزاد عاقل بالغ پر خواہ مرد ہو خواہ عورت ہو کسی کو ولایت جبری حاصل نہین ہوتی البتہ صغیر و صغیرہ پر بوجہ خامی عقل کے اور مجنون و مجنونہ پر بوجہ فساد عقل کے ولی کو ولایت جبری حاصل ہوتی ہی لیکن بعد بالغ ہوجانے کے عقل پختہ ہوجاتی ہی اسی وجہ سے اپنے مال مین تصرف کرنیکا مجاز ہوجاتا ہی چنانچہ بالغہ بیٹی کا مہر اوسکی اجازت سے لے سکتا ہی اگر وہ منع کردے تو نہین لے سکتا لیکن امام شافعیؒ نے اس خیال سے کہ باکرہ کو گو وہ بالغہ ہو دربارہ نکاح تجربہ نہین ہوتا اوسپر بھی ولایت جبری قایم فرمائی ہی اور استدلالاً فرماتے ہین اسی وجہ سے باکرہ کا مہر گو وہ بالغہ ہو اوسکا باپ بلا اوسکی رضامندی کے لے سکتا ہی۔ صغیر[1] یا صغیرہ جو نکاح بلا ولایت[2] خود کرلے

[1] بسم اللہ بنام عبدالرحمن آئین دکن جلد ۱ صفحہ ۵۳۵ عبدالغفور بنام اشرف سلطان آئین دکن جلد ۱۲ صفحہ ۱۲۳ عبداللہ بنام داوی بی آئین دکن جلد ۱ صفحہ ۲۱۹

وہ جائز نہیں ہوتا حتی کہ اوس صغیر یا صغیرہ کے بالغ ہوجانے سے بھی جائز نہیں ہاں بالغ ہوجانے کے بعد اگر وہ اوس نکاح کو جائز رکھے تو جائز ہوجاتا ہے (قاضیخان) اور صغیر یا صغیرہ کا جو نکاح اونکا ولی کردیتا ہے وہ جائز ہوتا ہے خواہ صغیرہ باکرہ ہو خواہ ثیبہ ہو لیکن اولیاء میں سے باپ اور دادا کا کیا ہوا نکاح بالاتفاق لازم ہوتا ہے اور دوسرے اولیاء کا کیا ہوا نکاح طرفین کے نزدیک لازم نہیں ہوتا یعنی بعد بلوغ صغیر یا صغیرہ بربناء خیار بلوغ باپ دادا کے کئے ہوئے نکاح کو فسخ نہیں کرسکتے دوسرے اولیاء کے کئے ہوئے نکاح کو فسخ کرسکتے ہیں اور ابو یوسف کے نزدیک دیگر اولیاء کا کیا ہوا نکاح بھی لازم ہوتا ہے اوسکو بھی بربناء خیار بلوغ فسخ نہیں کرسکتے (ہدایہ)

اگر مراہق جسکا باپ موجود ہو بلا ولایت از خود اپنا نکاح کرکے منکوحہ سے دخول بھی کرلے تاہم باپ کے رد کردینے سے نکاح مذکور باطل ہوجائیگا اور مراہق پر بوجہ صغیر حد جاری نہ ہوگی اور چونکہ منکوحہ نے مراہق سے جان بوجھکر نکاح بلا ولایت کرکے خود اپنا حق باطل کردیا ہے اسلئے مراہق مذکور پر عقر بھی واجب نہ ہوگا (قاضیخان)

چونکہ صغیر و صغیرہ کا وہ نکاح جو اونکے اولیاء کردیا کرتے ہیں صحیح ہوا کرتا ہے اسلئے اگر صغیر یا صغیرہ قبل بلوغ یا بعد بلوغ مگر بربناء خیار بلوغ تفرق ہونے سے پہلے مرجائے تو اوسکا زوج یا زوجہ جیسی صورت ہو اوسکا وارث ہوگا (ہدایہ)

اگر صغیر یا صغیرہ کا ولی یا غلام کا آقا یا کسی شخص کا وکیل نکاح اس امر کا اقرار کرے کہ مینے اوسکا نکاح کردیا ہے تو امام صاحب کے نزدیک اقرار مذکور کی تصدیق نہ کیجائے گی اور اقرار مذکور کی بناء پر نکاح نافذ نہوگا البتہ اگر صغیر یا صغیرہ بالغ ہونے کے بعد یا غلام آزاد ہوجانے کے بعد یا مؤکل مطلع ہونے کے بعد اقرار مذکور کی تصدیق کریں یا صغیر یا صغیرہ کا

ولی بمقابلہ خصم دے جسکو قاضی نے منجانب صغیر یا صغیرہ بغرض خصومت مقرر کیا ہو؟ بتقدیم شہادت نکاح کردینا ثابت کردے تو نکاح صحیح و نافذ ہوجائیگا کیونکہ اقرار مذکور موثر برغیر ہی اور اقرار موثر برغیر کی اصولاً تصدیق نہین کیجاتی اور صاحبین کے نزدیک اقرار مذکور کی تصدیق کیجائیگی کیونکہ اصولاً جو شخص جس کام کے کرنیکا مجاز ہوتا ہی وہ اوسکے اقرار کرنیکا بھی مجاز ہوا کرتا ہی (در مختار)

جس صغیر یا صغیرہ کا کوئی ولی نہو اوسکا ولی سلطان یا قاضی ہوتا ہی (قاضیخان) لیکن قاضی کو بخلاف اولیاء عصبات کے ایسی صغیرہ کا جسکا کوئی ولی نہونیکی وجہ سے قاضی ولی ہو قاضی کو اپنی ذات سے یا اپنی ایسے قرابتدار سے جن کی گواہی اوسکے حق مین مقبول نہین ہوتی نکاح کردینا جائز نہین ہوتا (در مختار)

پس اگر قاضی صغیرہ موصوفہ کا نکاح اپنی کسی قرابتدار موصوف سے کردے تو وہ نکاح جائز نہوگا اور اگر اپنی ذات سے کرے تو وہ نکاح بلا ولایت ہوگا اور اسوجہ سے جائز نہوگا کیونکہ قاضی والی سلطان حتی کہ خلیفہ اپنی ذاتی حقوق مین مثل ایک شخص رعیت کے ہوتا ہی (عالمگیری)

ایسی عورت کو جسکا باپ نکاح کردینی سے انکار کرے قاضی کے پاس رجوع ہوجانا چاہئے تاکہ قاضی اوسکا نکاح کردے یا اوسکو خود اپنا نکاح کرلینا چاہیئے کیونکہ اوسکا نکاح کرلینا نکاح نہ کرنے سے بہتر ہی اگر عورت مذکورہ کا باپ یہ کہے کہ مینے اوسکی صغرسنی مین اسکا نکاح ایک شخص سے کردیا تھا جو اسوقت غائب ہے اور باپ اپنی اس قول کی تائید مین شہادت پیش کرنا چاہے تو اوسکی شہادت پر بھی التفات نکیا جائیگا (قاضیخان)

دوسری فصل اولیاء نکاح اور اونکی ترتیب کے بیان مین

صغیر و صغیرہ اور مجنون و مجنونہ کی ولایت نکاح اونکے عصبات کو حسب ترتیب وراثت

حاصل ہوتی ہی یعنی عصبہ قریب کی موجودگی مین عصبہ بعید محجوب ہوتا ہی اوسکو ولایت حاصل نہین ہوتی (ہدایہ)

چنانچہ اگر مجنونہ کا باپ[۵۱] اور بیٹا دونون موجود ہون تو بربناء عصبہ اقرب ہونے کے اوسکی ولایت نکاح شیخین رح کے نزدیک اوسکے بیٹے کو حاصل ہوگی لیکن محمد رح کے نزدیک اس خیال سے کہ باپ کو اولاد کے مال اور نفس دونون مین تصرف کرنیکا حق ہوتا ہی اور بیٹے کو مان کے مال مین تصرف کرنیکا حق نہین ہوتا ولایت نکاح بھی بمقابلہ بیٹے کے باپ ہی کو حاصل ہوتی ہے (قاضیخان)

اگر عصبۃ قریب[۵۲] کی موجودگی یا غیبت غیر منقطعہ مین صغیر یا صغیرہ کا نکاح عصبۃ بعید کردے تو وہ نکاح عصبۃ قریب کے جائز رکھنے پر موقوف ہوگا البتہ عصبۃ قریب کی غیبت[۵۳] منقطعہ مین اوسکے مابعد درجہ والے عصبہ کو ولایت نکاح حاصل ہوجاتی ہی (قاضیخان) لیکن امام شافعی رح کے نزدیک ولایت نکاح صرف باپ اور دادا کو حاصل ہوتی ہی دوسرے عصبات کو حاصل نہین ہوتی کیونکہ اونمین شفقت تامہ نہین ہوتی چنانچہ دوسرے عصبات ولی بالمال نہین ہوتے تو پھر ولی بالنفس کیسے ہوسکتے ہین جبکہ مال سے نفس کا مرتبہ اولی واعلی ہی اور امام مالک رح کے نزدیک بربناء نص شریف صرف باپ کو ولایت نکاح حاصل ہوتی ہے اور چونکہ نص شریف خلاف قیاس ہی اسلئے دادا کو بھی ولایت نکاح حاصل نہین ہوتی کیونکہ اصولاً آزاد شخص پر صرف بلحاظ حاجت ولایت ہوا کرتی ہی چونکہ صغیر وصغیرہ کو بوجہ عدم شہوۃ نکاح کی حاجت نہین ہوتی لہذا قیاس یہ ہی کہ اونپر ولایت نکاح بھی حاصل نہونا چاہیئے،

---

[۵۱] محمدی بیگم بنام بیرم خان آگرہ صدر عدالت رپورٹ جلد ا صفحہ ۱۳۰

[۵۲] کلو بنام غریب اللہ خان بنگال لا رپورٹ جلد ۱۲ صفحہ ۱۶۳

احنافؒ کا جواب بمقابلہ شوافعؒ یہ ہی کہ گو دوسرے عصبات مین باپ دادا جیسی شفقت نہین
ہوتی لیکن کسی قدر بہ نسبت شفقت ہوتی ضرور ہی اسی وجہ سے باپ دادا کی ولایت سے جو نکاح
ہوتا ہی وہ بنا بر خیار بلوغ قابل فسخ نہین ہوتا اور جو نکاح دوسرے عصبات کی ولایت سے
ہوتا ہی وہ بربنا خیار بلوغ قابل فسخ ہوتا ہی اور مال کے تصرفات چونکہ دست بدست اور یکے بعد دیگرے ہوتے رہتے ہین اسلئے
اونکا تدارک ناممکن ہوتا ہی اور نکاح کا تدارک بذریعہ خیار بلوغ ممکن ہوتا ہی دوسرے یہ کہ
فرمان مبارک (النکاح الی العصبات من غیر فصل) سے باپ دادا کے سوا دیگر عصبات
کی ولایت نکاح بھی ثابت ہوتی ہی اور بمقابلہ امام مالکؒ یہ جواب ہی کہ نکاح مین بہت مصالح
ہوتے ہین اور ہر وقت اہل کفو مین نکاح ہوجانا ممکن نہین ہوتا ان حاجتون کے لحاظ سے
باپ کی ولایت نکاح موافق قیاس ہی۔ امام صاحب کے نزدیک تو بصورت عدم موجودگی
عصبات دیگر اقرباء کو بھی ولایت نکاح حاصل ہوتی ہی (ہدایہ)

لیکن اجنبی کو اگرچہ صغیر یا صغیرہ اوسکے زیر پرورش ہون جیسا ملتقط یا متبنیٰ لینے والا
باپ ہوتا ہی ولایت نکاح حاصل نہین ہوتی مگر صاحبینؒ کے نزدیک ایسی اقربا کو جو عصبات
نہون ولایت نکاح حاصل نہین ہوتی کیونکہ ارشاد مبارک النکاح الی العصبات
مین عصبات کی خصوصیت ہے (قاضیخان)

تیسری فصل خیار بلوغ کے بیان مین

صغیر و صغیرہ کو بالغ ہونے کے بعد اوس نکاح کے فسخ کردینے کا اختیار حاصل ہوجاتا ہی
جو باپ دادا کے سوا کسی دوسرے ولی نے کردیا ہو لیکن بالغ ہونے کے بعد بھی اوس

۱؎ زینب بیگم بنام احمد علی آئین دکن جلد ۳ صفحہ ۴۸ ۔ محمود علیخان بنام بشارت علیخان آئین دکن جلد ۱ صفحہ ۲۸۷
عبد الحی بنام کریم النساء آئین دکن جلد ۵ صفحہ ۱۶۷

نکاح کے فسخ کرنیکا اختیار حاصل نہین ہوتا جو باپ دادا نے کردیا ہو کیونکہ باپ دادا کا کیا ہوا نکاح انعقاد کیساتھ ہی لازم ہوجاتا ہی (قاضیخان)

صغیر و صغیرہ بر بناء خیار بلوغ بلا اقتضاء قاضی ازخود نکاح فسخ نہین کرسکتے جیسا غلام باندی بر بناء خیار عتق بلا اقتضاء قاضی ازخود اوس نکاح کو فسخ کردیسکتے ہین جو اونکی آقا نے کردیا ہو قاضی کا بر بناء خیار بلوغ نکاح کا فسخ کرنا اور زوجین مین تفریق کرنا بمنزلہ طلاق نہین ہوتا بلکہ نکاح باطل ہوجاتا ہی (ہدایہ)

باکرہ اگر بفور بلوغ نکاح کو فسخ نہ کردے بلکہ سکوت کرے تو سکوت کرنے سے اوس کا خیار بلوغ باطل ہوجاتا ہی لیکن اگر باکرہ کو بوقت بلوغ اپنی منکوحہ ہونیکا علم نہو تو تا حصول علم اوسکا خیار بلوغ قائم رہتا ہے لیکن علم ہونے کے بعد سکوت کرنے سے باطل ہوجاتا ہے آخر مجلس بلوغ یا آخر مجلس علم تک قائم نہین رہتا صغیر اور ایسی صغیرہ کا خیار بلوغ جس سے زوج نے اوسکے بالغہ ہونے سے قبل وطی کرلی ہو آخر مجلس بلوغ تک قائم رہتا ہی تاوقتیکہ وہ مجلس بلوغ سے بلا اختیار نفس اوٹھ نہ جائین یا زبان سے قیام نکاح پر رضامندی ظاہر نکردین یا ایسا فعل نکرین جو قیام نکاح کی رضامندی پر دلالت کرے (مثلاً باہم زوجین کا بوس وکنار کرنا) اونکا خیار باطل نہین ہوتا یعنی سکوت سے اونکا خیار باطل نہین ہوتا الحاصل یہ کہ باکرہ کا خیار بلوغ اختتام مجلس بلوغ یا مجلس علم نکاح تک ممتد نہین ہوتا اور صغیر و صغیرہ ثیبہ کا خیار بلوغ اختتام مجلس بلوغ تک ممتد ہوتا ہی۔

چوتھی فصل علامات و احکام بلوغ کے بیانمین

مرد کے بالغ ہوجانے کے یہ علامات ہین کہ اوس کو احتلام و انزال ہونے لگے وسکی

۵؎ وزیر علی بنام چاندنی بیگم آئین دکن جلد ۷ صفحہ ۳۱۷

وطی کرنے سے عورت حاملہ ہو جائے عورت کے بالغہ ہو جانے کے علامات یہ ہین کہ اوسکو احتلام
ہونے لگے حیض آنے لگے حاملہ ہو جائے۔ لیکن مرد یا عورت مین ان علامات مین سے کوئی
علامت ظاہر نہ ہو اور اوسکی عمر پورے پندرہ سال کی ہو جائے تو بھی وہ بالغ سمجھا جاتے
ہین اسی پر فتویٰ ہے (درمختار)

اگر مراہق لڑکا یا لڑکی اپنے بالغ ہو جانے کا ادعا کرے تو اونکا ادعا تسلیم کیا جائے گا
بشرطیکہ اونکے ظاہر حال سے اونکے ادعا کی تکذیب نہوتی ہو (درمختار)

یہ امر کہ لڑکی سے زوج کو کسوقت دخول کرنیکا حق ہو جاتا ہے علما مین مختلف فیہ ہے
بعض علماء کے نزدیک لڑکی کی عمر نو سال ہو جانے کے بعد اوسکے زوج کو دخول کرنیکا حق
ہو جاتا ہے اور بعض کے نزدیک لڑکی کے بالغہ ہو جانے کے بعد اوسکے زوج کو دخول کا حق
حاصل ہوتا ہے اور اکثر علما کے نزدیک اس امر مین عمر قابل اعتبار نہین ہوتی بلکہ لڑکی کے
اوٹھان فربہی و لاغری اور قوت و ضعف کے لحاظ سے حکم دیا جاتا ہے اگر لڑکی نو سال کی عمر ہونے
سے پہلے ہی بلحاظ فربہی و قوت بلا خوف و اندیشہ مرد کے متحمل ہونے اور جماع کیجانے کی
لائق ہو جائے تو اوسیوقت زوج کو دخول کرنیکا حق حاصل ہو جاتا ہے اور اگر لڑکی پورے
نو سال کی عمر ہو جانے کے بعد بھی ایسی لاغر و ضعیف ہو کہ بلا خوف و اندیشہ مرد کے متحمل اور
جماع کیجانے کی لایق نہ ہو تو باوجود اوسکے نو سالہ ہو جانے کے زوج کو دخول کا حق حاصل
نہین ہوتا چنانچہ اگر زوج کے دعوے طلب زوجہ کے جواب مین زوجہ کا باپ یہ کہے کہ لڑکی
صغیرہ ناقابل جماع ہے تو قاضی کو لڑکی کا خود ملاحظہ کر کے اگر لڑکی باہر پھرتی ہو ورنہ بذریعہ
معتبر عورتون سے معائنہ کرا کر بلحاظ اوسکی حالت کے حکم مناسب دینا چاہیئے (محیط سرخسی)

---

[1] شمس النساء بنام اشرف النساء مندرجہ ڈائجسٹ مولی صاحب جلد ۱ صفحہ ۱۲۳

پانچوین فصل غیبت کے منقطعہ و غیر منقطعہ ہونیکے بیان مین

غیبت یعنی کسی شخص کی عدم موجودگی دو قسم کی ہوتی ہو ایک وہ کہ شخص غائب کا
مقام قیام معلوم ہو وسکی خط و کتابت وغیرہ جاری ہو ایسی غیبت غیر منقطعہ کہلاتی ہو۔ دوسری
وہ کہ غایب کا مقام قیام معلوم نہو وسکی خط و کتابت بند ہو وس تک کوئی جا نہ سکتا ہو
یا یہ کہ غایب ایک سال کی مسافت کے بُعد پر ہو اور بعض علما کے نزدیک ایک ماہ کی مسافت
کے بُعد پر ہو اور بعض کے نزدیک اسقدر مسافت کے بُعد پر جس مین نماز کے قصر کرنیکا
حکم ہو (اسی پر فتویٰ ہے) ایسی غیبت منقطعہ کہلاتی ہو اور بعض کے نزدیک بغرض
احکام ولایت نکاح ایسے غایب کی غیبت بھی منقطعہ سمجھی جاتی ہو جس کے پاس سے
خبر آنے تک ہم کفو انتظار نہ کر سکے (قاضیخان)

چھٹی فصل اس بیان مین کہ باکرہ سے اوسکے نکاح کی اجازت کیا لینا چاہیئے

اگر باکرہ بالغہ ولی یا فرستادہ ولی کے اجازت نکاح طلب کرنے پر یا نکاح ہو جانیکے
کے خبر سنانے پر چپ رہی یا اسطرح ہنسے جو بطور استہزا نہ ہو یا بلا آواز اس طرح آنسو بہائے
جو بطور اظہار ناپسندیدگی و کراہت نہو تو اوسکا چپ رہنا یا ایسا ہنسنا یا رونا اوس کی
رضامندی و اجازت سمجھا جائیگا لیکن ایسی ہنسی جو بطور استہزا ہو یا ایسا رونا جو بطور
اظہار ناپسندیگی و کراہت ہو رضامندی و اجازت متصور نہ ہوگی (قاضیخان)
ولی یا فرستادہ ولی کے سوا کسی اور شخص کے اجازت نکاح طلب کرنے یا خبر
نکاح سنانے پر یا موجودگی ولی قریب ولی بعید کے اجازت نکاح طلب کرنے یا خبر

نکاح سنانے پر باکرہ کا چپ رہنا یا ہنسدینا یا آنسو بہانا اجازت و رضامندی متصور نہین ہوتا اس صورت مین زبان سے رضامندی ظاہر کرنا یا اجازت دینا ضرور ہی (قاضیخان)
لیکن اگر عاقلہ بالغہ باکرہ ایسے خبر دینے والے کی جو ولی یا فرستادہ ولی نہو تصدیق کرے تو عاقلہ موصوفہ کی خاموشی سے نکاح ثابت ہوجاتا ہی اگرچہ خبر دینے والا ایک ہو اور اگرچہ عادل نہو اور اگر عاقلہ موصوفہ خبر دینے والے کی تکذیب کرے تو اوسکی خاموشی سے نکاح ثابت نہین ہوتا مگر مخبر مذکور کے صدق ظاہر ہونے پر صاحبین کے نزدیک نکاح ثابت ہوجاتا ہے اور امام صاحب کے نزدیک مخبر کے صدق ظاہر ہونے پر بھی نکاح ثابت نہین ہوتا کیونکہ امام صاحب کے نزدیک ایسی خبر نکاح مین جسکا مخبر ولی یا فرستادہ ولی کے سوا کوئی اور شخص ہو عدد اور عدالت کا ہونا لازم ہی اور صاحبین کے نزدیک ایسی خبر مین عدد اور عدالت کا ہونا لازم نہین ہی (عالمگیری)

ہان ولی قریب کے غایب بغیبت منقطعہ ہونے کی صورت مین اوسکے مابعد درجہ کا ولی ولی قریب ہوجاتا ہی۔

استجازت نکاح یا اخبار نکاح پر ثیبہ کا سکوت وغیرہ رضامندی یا اجازت دینا متصور نہین ہوتا اوسکو زبان سی یا بذریعہ ایسے فعل کے جو رضامندی پر دلالت کری (مثلاً مطالبہ مہر یا نفقہ) رضامندی ظاہر کرنا لازم ہوتا ہی کیونکہ ثیبہ کا دربارہ نکاح بولنا عیب نہین ہوتا لہذا اسکو زبان سے رضامندی ظاہر کرنے یا اجازت دینے مین کوئی امر مانع نہین ہوتا (عالمگیری)

اجازت یا رضامندی متعلق نکاح طلب کرنے مین زوج کا نام و نشان اس طرح ظاہر کرنا چاہیئے کہ لڑکی اوسکو پہچان سکے کہ وہ کون ہی تاکہ وہ اظہار رغبت و عدم رغبتی کرسکے

پس اگر بالغہ باکرہ سے اوسکا ولی بلا اظہار نام زوج اجازت طلب کرے اور لڑکی چپ رہی تو
اوسکا چپ رہنا اجازت دینا متصور نہ ہوگا مثلاً ولی باین الفاظ اجازت طلب کرے کہ
مین اپنے ایک ہم جد سے یا اپنے ایک پڑوسی سے تیرا نکاح کردینا چاہتا ہون اور باکرہ یہ الفاظ
سنکر چپ رہی تو اگر ولی کے ہم جد یا پڑوسی اتنے تھوڑے ہون جن کا تصور و اندازہ باکرہ کر سکتی ہو
تو اوسکا چپ رہنا اجازت دینا متصور ہوگا اور اگر ولی کے ہم جد یا پڑوسی کثیر التعداد ہون
جنکا تصور و اندازہ باکرہ نکر سکتی ہو تو اوسکا چپ رہنا اجازت دینا متصور نہوگا کیونکہ
مجہول کی نسبت رضامندی متحقق نہین ہوسکتی (عالمگیری)

اگر باکرہ سے زوج کا نام لیکر اجازت طلب کیجائے اور باکرہ اوسکے جواب مین
کہے کہ بجائے اس شخص کے مجھے کوئی دوسرا ہو تو پسند ہے۔ تو یہ جواب اجازت متصور نہوگا
کیونکہ اس اجازت مین شک ہے اور نکاح بحالت شک منعقد نہین ہوتا لیکن اگر
باکرہ کسی شخص سے نکاح ہوجانے کی خبر سنکر جواب مذکور دے تو اس جواب سے رد نکاح
نہوگا کیونکہ الفاظ مذکور محتمل ہین اور منعقد شدہ نکاح کلام محتمل سے رد یا باطل نہین ہوجاتا
(قاضیخان) اور اگر باکرہ کسی شخص سے نکاح ہوجانے کی خبر سنکر یہ جواب دے کہ مین اوس
شخص کو زوج بنانا پسند نہین کرتی تو اس جواب سے نکاح کا رد ہوجائیگا (قاضیخان)

اگر بالغہ باکرہ اس امر کو سنکر کہ فلان شخص تجھسے منگنی کرنا چاہتا ہے یہ جواب دے
کہ میرا نکاح اوس سے نہ کرنا میرا ارادہ اوس سے نکاح کرنیکا نہین ہے لیکن اگر اس جواب
کے بعد باکرہ مذکورہ کا اوسی شخص سے نکاح کردیا جائے اور باکرہ مذکورہ نکاح ہوجانے
کی خبر سنکر چپ ہوجائے تو نکاح صحیح ہوجائے گا کیونکہ حالت بدل جانیکی وجہ سے نکاح
ہونے سے قبل کا رد کرنا نکاح ہوجانے کے بعد کے رد پر دلالت نہین کرتا البتہ اگر

نکاح ہوجانیکی خبر سنکر اتنا بھی کہدے کہ مینے پہلے کہدیا تھا کہ میرا ارادہ اوسکو زوج بنانیکا نہین ہی تو نکاح صحیح نہ ہوگا کیونکہ اس جواب سے وہ ظاہر کرتی ہی کہ وہ اپنے پہلے خیال پر قائم ہی نکاح ہوجانے سے اوسکا خیال نہین بدلا (قاضیخان)

اگر بعد نکاح ہوجانے کے یہ اختلاف ہو کہ زوج کہی کہ زوجہ نے بوقت طلب اجازت نکاح یا بوقت استماع خبر نکاح سکوت کیا تھا اور زوجہ کہی کہ مینے رد کردیا تھا تو زوجہ کے سکوت کا بار ثبوت زوج پر ہوگا اور زوجہ کا سکوت ثابت ہوجانے پر نکاح ثابت قرار دیا جائیگا (ہدایہ)

ایک شخص اپنی بالغہ بیٹی کا نکاح کردے اور قبل ازین کہ بالغہ مذکورہ کی رضامندی یا رد کرنا معلوم ہو زوج مرجائے اور اوسکے بعد ورثاء زوج کہین کہ نکاح چونکہ بلا استجازت بالغہ ہوا تھا لہذا بالغہ مذکورہ وارث زوج نہین ہی پس اگر بالغہ مذکورہ کہی کہ میرے باپ نے میری اجازت سے نکاح کیا تھا تو اوسکا قول قبول ہوگا اور وہ زوج کی وارث ہوگی اور مہر کی بھی مستحق ہوگی اور اوسپر عدۃ بھی لازم ہوگی اور اگر وہ کہی کہ میرے باپنے نکاح تو بلا میری اجازت کے کیا تھا مگر مینے خبر نکاح سنکر نکاح کو جائز رکھا تھا اور رضامند ہوگئی تھی تو نہ وہ زوج کی وارث ہوگی نہ مستحق مہر ہوگی (عالمگیری)

ساتوین فصل باکرہ اور ثیبہ کے تعین کے بیانمین

جس عورت کا ازالہ بکر کودنے یا حیض آجانے یا عمر زیادہ ہوجانے سے یا جراحت وغیرہ سے ہوجائے وہ بغرض مسائل استجازت یا اجازت نکاح باکرہ کے حکم مین ہوتی ہی یعنی اوسکا سکوت رضامندی متصور ہوتا ہی کیونکہ جو شخص اوسپر فائز ہوگا وہ پہلا شخص ہوگا

اسلئے وہ حقیقۃً بھی باکرہ ہوتی ہے اور مرد کے میل جول سے شرماتی ہے اور امام صاحبؒ کے نزدیک وہ عورت بھی جسکا ازالہ بکارت زنا سے ہو جائے مگر اوسکے زنا کی شہرت نہوئی ہو اور اوسپر حد زنا جاری نہوئی ہو بغرض مسائل مذکور باکرہ کے حکم مین ہوتی ہے اور استجازت واجازت نکاح مین اوسکے سکوت پر اکتفا کیا جاتا ہے کیونکہ لوگ اوسکو باکرہ جانتے ہین نکاح کے بارہ مین بولنے سے اوسپر عیب لگائینگے اسلئے وہ بولنے سے رُکتی اور شرماتی ہے تاکہ اوسکی مصلحتون مین فرق نہ آئے دوسرے یہ کہ زنا کا اخفا کرنا مستحب ہے لیکن جس عورت کے زنا کی شہرت ہو گئی ہو یا جسپر حد زنا جاری ہو گئی ہو وہ عورت اور نیز وہ عورت جسکا ازالہ بکارت وطی بشبہ سے یا وطی بر بناء نکاح فاسد سے ہو جائے امام صاحبؒ کے نزدیک بھی بغرض مسائل مذکور باکرہ کے حکم مین نہین رہتی اور اوسکے سکوت پر اکتفا نہین کیا جاتا کیونکہ شہرت زنا کے بعد حیا یا دیگر مصالح نکاح کے بارہ مین بولنے کے مانع نہین رہتے اور وطی بشبہ اور وطی بنکاح فاسد احکام شرعی کے متعلق ہونے سے خود بخود ظاہر ہو جاتی ہے لیکن صاحبینؒ کے نزدیک ازالہ بکر کے بعد خواہ وہ کسی طرح ہوا ہو بغرض مسائل مذکور وہ عورت جسکا ازالہ بکارت ہو گیا ہو باکرہ کے حکم مین نہین رہتی اور اوسکا سکوت رضامندی متصور نہین ہوتا اوسکو نکاح کی اجازت یا منظوری دینا یا رد کرنا زبان سے چاہیئے کیونکہ درحقیقت وہ ثیبہ ہوتی ہے البتہ ایسی باکرہ جسکا زوج بعد خلوۃ مگر قبل دخول مر گیا ہو یا جس کی زوج سے بوجہ عنین ہونے زوج کے تفریق ہو گئی ہو باتفاق اصحاب ثلاثہ باکرہ متصور ہوتی ہے اوسکا نکاح مثل باکرہ کے ہوتا ہے اوسکا سکوت دربارہ استجازت واجازت نکاح رضامندی متصور ہوتا ہے (عالمگیری)

چوتھا باب

پہلی فصل وکالت نکاح کے احکام کے بیان مین

نکاح کر دینے کیواسطے کسی کو اپنا وکیل مقرر کر دینا جائز و صحیح ہوتا ہی لیکن وکیل نکاح کی حیثیت محض سفیر و معبر کی ہوتی ہی اوسکی طرف حقوق رجوع نہین ہوتے جیسے وکیل بیع و شراء کیطرف حقوق رجوع ہوا کرتے ہین۔ (ہدایہ)

لہذا اگر وکیل نکاح اوس عورت سے خود نکاح کرے جس سے نکاح کر دینے کیواسطے موکل نے اوسکو وکیل مقرر کیا ہو تو وکیل کا نکاح صحیح ہو گا بخلاف وکیل بیع کے کہ اگر وہ اوس چیز کو جس کی خریداری کے واسطے مؤکل نے اوسکو وکیل مقرر کیا ہو اپنے واسطے خرید لے تو بھی وہ خریداری مؤکل ہی کیواسطے قرار دیجائیگی (عالمگیری)

اگر کوئی عورت کسی مرد کو وکیل نکاح مقرر کرکے یہ اختیار دیدے کہ جس مرد سے چاہی اوسکا نکاح کر دے تو وکیل کو یہ جائز نہین ہوتا ہی کہ موکلہ کا نکاح اپنی ذات سے کر لے علی ہذا اگر کوئی مرد کسی عورت کو وکیل نکاح مقرر کرکے یہ اختیار دیدے کہ جس عورت سے چاہی اوسکا نکاح کر دے تو عورت کو جو وکیل مقرر کیجائے یہ اختیار اور جائز نہو گا کہ مؤکل کا نکاح اپنی ذات سے کر لے اور اگر ہر دو صورتون مین وکیل مؤکل کا نکاح اپنی ذات سے کر لے تو نکاح منعقد نہ ہو گا (عالمگیری)

علی ہذا اگر کسی عورت کا مختار عام جسکو عورت نے اپنی جملہ معاملات کیواسطے وکیل مقرر کیا ہو اوس عورت کا نکاح بر بناء عموم وکالت مختار عام مذکور اپنی ذات سے کر لے

تو ایسا نکاح بدرجہ اولیٰ ناجائز ہوگا (عالمگیری)

اور امام صاحبؒ کے نزدیک تو عورت کے وکیل نکاح کو موکلہ کا نکاح اپنے اصول وفروع سے کردینا بھی جائز نہین ہوتا (قاضیخان)

عورت کا وکیل نکاح اگر موکلہ کا نکاح اوسکے غیر کفو مرد سے کردے تو نکاح صحیح نہ ہوگا البتہ اگر ہم کفو نابالغ لڑکے یا کسی ہم کفو اندھے یا پاگل یا خصی یا عنین سے کردے تو صحیح ہوگا اسی طرح اگر مرد کا وکیل نکاح اوسکا نکاح کسی صغیرہ ناقابل وطی یا کسی اندھی یا دیوانی عورت سے یا کن سے یا کسی کتابیہ عورت سے یا کسی باندی سے کردے یا ایسی عورت سے کردے جو مرد کی ہم کفو نہو تو امام صاحبؒ کے نزدیک صحیح ہوگا اور صاحبینؒ کے نزدیک صحیح نہ ہوگا (عالمگیری)

اگر وکیل نکاح اور اوسکے موکل مین یہ اختلاف ہو کہ موکل کہے کہ میرا نکاح وکیل نے سعیدہ سے کیا ہے اور وکیل کہے کہ مینے موکل کا نکاح ہندہ سے کیا ہے اور ان دونون عورتون مین سے ایک فرض کیجیے کہ ہندہ موکل کی تصدیق کرے تو موکل کا قول قبول ہوگا اور یہ مسئلہ دلیل ہے اس مسئلہ کی کہ اگر مرد عورت اپنے نکاح ہونے مین ایک دوسرے کی تصدیق کرین تو بر بناء تصادق اونکا نکاح ثابت ہوجاتا ہے (قاضیخان)

اگر کوئی شخص کسیکو وکیل مقرر کرے کہ وہ اوسکا ایک عورت سے نکاح کردے اور وکیل بذریعہ عقد واحد موکل کا دو عورتون سے نکاح کردے تو چونکہ وکیل نے خلاف ہدایت موکل دو سے نکاح کردیا ہے لہذا دونون عورتون کا نکاح باطل ہوگا یا اگر موکل نے وکیل کو یہ ہدایت کی ہو کہ وہ اوسکا نکاح سعیدہ سے یا ہندہ سے کردے اور وکیل موکل کا نکاح بذریعہ عقد واحد دونون سے کردے تو بھی دونون کا نکاح بوجہ خلاف

ہدایت مؤکل ہونے کے باطل ہوگا لیکن اگر وکیل اوسکا نکاح خواہ سعیدہ سے خواہ ہندہ سے کردے تو نکاح صحیح ہوگا کیونکہ ایسی خفیف جہالت سے وکالت باطل نہین ہوتی (قاضیخان)

وکیل جسکو مؤکل نے مخصوص عورت سے بعوض ایک ہزار روپیہ مہر کے نکاح کردینے کیواسطے مقرر کیا ہو مؤکل کا نکاح اوسی عورت سے بعوض دو ہزار روپیہ مہر کے نکاح کردے تو یہ نکاح مؤکل کی مرضی پر موقوف ہوگا اگر مؤکل جائز رکھیگا تو صحیح ہوجائے گا اور اگر مؤکل رد کردے گا تو باطل ہوجائے گا لیکن اگر مؤکل بلا علم اس امر کے کہ وکیل نے خلاف ہدایت دو ہزار روپیہ مہر مقرر کردیا ہے زوجہ سے دخول کرلے تب بھی مؤکل کا اختیار باقی رہیگا اور بصورت جائز رکھنے نکاح کے مؤکل کے ذمہ دو ہزار روپیہ بابت مہر واجب ہونگے اور بصورت رد کردینے کے مؤکل پر زوجہ مذکورہ کا مہر مثل واجب ہوگا لیکن زوجہ کا مہر مثل دو ہزار سے زائد ہو تب بھی بزوج مذکور کے ذمہ دو ہی ہزار بابتہ مہر واجب ہون گے (عالمگیری)

اگر کوئی شخص کسی کو عورت مخصوص سے نکاح فاسد کردینے کیواسطے وکیل مقرر کرے اور وکیل مؤکل کا نکاح صحیح اوسی عورت سے کردے تو نکاح صحیح جائز ہوگا کیونکہ نکاح فاسد نکاح نہین ہوتا چنانچہ وہ شخص جسنے نکاح نہ کرنیکی قسم کھالی ہو نکاح فاسد کرنے سے حانث نہین ہوتا (قاضیخان)

اگر وکیل اوس عورت کے مہر مین جس سے مؤکل نے نکاح کردینے کی ہدایت کی اپنا غلام باندہ دے تو نکاح صحیح ہوگا اور وکیل پر لازم ہوگا اپنا غلام ممہور زوجہ کو دیدے اور غلام ممہور زوجہ کو دیدینے کے بعد زوج پر رجوع بھی نکرسکے گا لیکن اگر غلام ممہور زوجہ کے قبضہ مین جانیسے پہلے وکیل ہی کے قبضہ مین ہلاک ہوجائے تو وکیل پر ضمان عاید ہوگا اور اس صورت مین زوجہ کو یہ حق ہوگا کہ تعداد

قیمت غلام ممہور زوج پر رجوع کرے اور اگر وکیل مذکور اوس عورت کے مہر مین مؤکل کا غلام
باندہ دے تو نکاح صحیح ہوگا لیکن غلام ممہور بلا مرضی زوج زوجہ کا مہر نہو جائیگا البتہ استحسانا
زوج پر غلام ممہور کی قیمت زوجہ کو دینا واجب ہوگی (عالمگیری)

دوسری فصل اس بیان مین کہ ایک ہی شخص نکاح مین جانبین کا ولی وغیرہ ہوسکتا ہے

ایک ہی شخص جانبین کیطرف سے ولی یا وکیل نکاح ہوسکتا ہے یا ایک ہی شخص ایک
جانب سے ولی اور دوسری جانب سے اصیل ہوسکتا ہے یا ایک جانب سے وکیل اور دوسری جانب سے اصیل ہوسکتا ہے یا
ایک جانب سے ولی اور دوسری جانب سے اصیل ہوسکتا ہے۔ امثلہ ایک شخص اپنے متوفی فرزند کی
صغیرہ دختر کا اپنے دوسرے متوفی فرزند کے فرزند صغیر سے نکاح کردے تو نکاح صحیح ہوگا اور
شخص مذکور جانبین کا ولی ہوگا۔ کوئی شخص اپنی چچازاد بہن کا نکاح جس کی ولایت
اوسکو حاصل ہو اپنی ذات سے کرے تو نکاح صحیح ہوگا اور وہ اپنی جانب سے اصیل اور منکوحہ
کی جانب سے ولی ہوگا۔ یا کوئی عورت کسی شخص کو وکیل نکاح مقرر کرکے یہ اختیار دیدے
کہ چاہے تو اپنی ذات سے نکاح کرلے اور وہ وکیل موکلہ کا اپنی ذات سے نکاح کرلے تو نکاح صحیح ہوگا
اور وہ شخص اپنی جانب سے اصیل اور منکوحہ کیجانب سے وکیل ہوگا چنانچہ حسب ایجاب
نکاح بصیغہ امر ہوتا ہے تو یہی صورت ہوتی ہے یعنی وہ ایجاب توکیل ہوجاتا ہے اور فریق ثانی کا
قبول جانبین کی طرف سے بمنزلہ عقد نکاح ہوتا ہے ایک عورت کسی شخص کو وکیل نکاح مقرر
کرکے اختیار دیدے کہ اپنے فرزند صغیر سے میرا نکاح کردے اور وکیل مذکور مؤکلہ کا نکاح اپنے

فرزند صغیر سے کردے تو نکاح صحیح ہوگا اور شخص مذکور منجانب منکوحہ وکیل اور منجانب ناکح
یعنی اپنے فرزند صغیر کے ولی ہوگا (درمختار)

قاعدہ کلیہ جب شخص واحد جانبین نکاح کا ولی یا ایک جانب کا ولی اور دوسری جانب کا وکیل ہوتا ہی یا اپنی جانب سے اصیل اور دوسری جانب سے ولی یا وکیل ہوتا ہی تو شخص مذکور کے صرف ایجاب یا قبول کرنے سے نکاح منعقد ہوجاتا ہی اور اوسکا وہ ایجاب یا قبول جانبین نکاح کے ایجاب و قبول کا قائم مقام ہوتا ہی اوسکو الفاظ ایجاب یا قبول کے دو مرتبہ کہنے کی ضرورت نہین ہوتی (عالمگیری)

تیسری فصل فضولی کے ایجاب و قبول کے بیان مین

فضولی اوس شخص کو کہتے ہین جو دوسرے کیجانب سے کسی عقد کا ایجاب یا قبول کرے بلا اسکے کہ اوسکو اوس دوسرے شخص کی جانب سے ایجاب یا قبول مذکور کرنیکا اختیار ہو اصولاً جو ایجاب منجانب فضولی کیا جاتا ہی اگر مجلس ایجاب مین ایجاب مذکور کو دوسرا شخص (چاہی وہ بھی فضولی ہو) یا وکیل ہو یا اصیل ہو قبول کرلیتا ہی تو وہ عقد منعقد ہوجاتا ہی لیکن ایسے عقد کا نفاذ اون اشخاص کے جائز رکھنے پر موقوف ہوتا ہے جن کی طرف سے فضولیون نے ایجاب و قبول کیا ہی اور اگر فضولی کے ایجاب کو مجلس ایجاب مین کوئی دوسرا شخص قبول نہ کرے تو ایجاب مذکور بفور افتراق مجلس لغو ہوجاتا ہی بس اگر بعد افتراق مجلس اوس ایجاب فضولی کو کوئی شخص قبول بھی کرے تو ایسے قبول سے عقد منعقد نہین ہوتا کیونکہ ایجاب و قبول کا مجلس واحد مین ہونا صحت انعقاد کیواسطے شرط لابدی ہی۔

اسی وجہ سے طرفین رح کے نزدیک شخص واحد جانبین نکاح کیطرف سے فضولی

نہین ہوسکتا۔ اور شخص واحد ایک جانب سے فضولی اور دوسری جانب سے اصیل یا ولی یا وکیل بھی نہین ہوسکتا کیونکہ ان صورتون مین فضولی کے ایجاب کا قبول کرنے والا دوسرا شخص نہین ہوتا اور ایجاب ایسے قبول پر جو ماورای مجلس ہو موقوف نہین رہ سکتا لہذا فضولی کا ایجاب مذکور لغو ہوجاتا ہی اور انعقاد عقد نہین ہوتا۔ چنانچہ اگر کوئی شخص کہدے کہ گواہ رہو مینے اپنا نکاح فلان عورت سے کرلیا اور اوسکے اس ایجاب کو اوس مجلس مین کوئی قبول نہ کرے لیکن بعد افتراق مجلس عورت مذکور اوس ایجاب کو قبول کرلے تو بھی نکاح منعقد نہوگا کیونکہ عورت مذکور کا قبول ماورای مجلس ہوا جو مفید انعقاد عقد نہین ہوتا (عالمگیری)

نکاح فضولی کی اجازت اوس شخص کے قول یا فعل سے ثابت ہوجاتی ہے جس کی طرف سے فضولی نے ایجاب یا قبول کیا ہو۔ مثلاً فضولی ایک عورت سے کسی شخص کا نکاح کردے اور عورت اوسی مجلس مین قبول کرلے تو اوس شخص کے جس کی طرف سے فضولی نے ایجاب کیا ہی یہ کہدینے سے کہ مجھے منظور ہی یا یہ کہدینے کہ مین جائز رکھتا ہون یا منکوحہ سے بوس وکنار یا وطی کرنے سے اجازت ثابت ہوجائیگی اور نکاح نافذ ہوجائے گا۔ (ہدایہ)

پانچوان باب

پہلی فصل احکام کفو کے بیان مین

کفو کے لغوی معنی مانند وہمتا کے ہین اور اصطلاح شرعی مین ایسے اشخاص کو جو باعتبار نسب وحسب ودین وغیرہ ایک دوسرے کے برابر ہون ہم کفو کہتے ہین۔

نکاح مین زوج کا ہم کفو زوجہ ہونا ضروری اور قابل لحاظ امر ہی لیکن امام مالکؒ کے نزدیک زوجین مین کفاۃ ہونا قابل لحاظ امر نہین ہی۔

عدم کفاۃ زوج کی بناء پر اولیاء زوجہ کو حق اعتراض ہوتا ہی لیکن زوجہ کو ایسی اعتراض کا حق نہین ہوتا (درمختار) اور اولیاء زوجہ کو بر بناء عدم کفاۃ زوج نکاح فسخ کراکر تفریق کرانیکا حق و اختیار ہوتا ہی اور جب تک اولاد پیدا نہو اولیاء زوجہ کا یہ حق و اختیار قائم رہتا ہی اولاد ہو جانے کے بعد اولیاء زوجہ کو نکاح کے فسخ کرانیکا حق باقی نہین رہتا اور اولیاء کو یہ حق اوسوقت پیدا ہوتا ہی جبکہ عورت از خود کسی غیر کفو مرد سے نکاح کر لیتی ہی (قاضیخان)

چنانچہ اگر عورت کے اولیاء عورت کی رضامندی سے اوسکا نکاح کسی مرد غیر کفو سے کر دین تو گو اولیاء زوجہ اوس مرد کے غیر کفو ہونے سے ناواقف ہون تاہم اونکو اوس نکاح کے فسخ کرانیکا حق نہین ہوتا۔ اگر اولیاء زوجہ نے بوقت انعقاد نکاح زوج کے ہم کفو ہونیکی شرط کر لی ہو اور بعد نکاح زوج کا غیر کفو ہونا معلوم ہو تو اولیاء زوجہ کو نکاح کے فسخ کرا دینے کا حق و اختیار ہوتا ہی (درمختار)

اور اگر ایسے نکاح پر جو عورت نے از خود غیر کفو مرد سے کر لیا ہو عورت کا کوئی ولی رضامندی ظاہر کر دے تو پھر اوس ولی اور اوسکے ہمدرجہ یا اوس سے ادنی درجہ کے ولی کو نکاح مذکور کے فسخ کرانیکا حق نہین رہتا البتہ رضامندی ظاہر کرنیوالے ولی سے اعلی درجہ کے ولی کو اوس نکاح کے فسخ کرانیکا حق ہوتا ہی (قاضیخان)

اگر کوئی شخص اپنے کو کسی قبیلہ کا ظاہر کر کے کسی عورت سے نکاح کر لے اور بعد نکاح معلوم ہو

---

۵۱ حسینی بیگم بنام فضل علی آئین دکن جلد ۲ صفحہ ۵۶

کہ وہ کسی دوسرے قبیلہ کا ہی تو اگر اوسکا اصلی قبیلہ ظاہر کردہ قبیلہ سے بہتر ہوا ور باعتبار اصلی قبیلہ کے وہ منکوحہ کا ہم کفو ہو تو نکاح لازم ہوجائیگا اور اگر اصلی قبیلہ ظاہر کردہ قبیلہ سے تو بہتر ہو مگر اوسکے اعتبار سے زوج ہم کفو زوجہ نہو تو بمقابلہ زوجہ تو نکاح لازم ہوگا لیکن اولیاء زوجہ کو اوس نکاح کے فسخ کرا دینے کا حق ہوگا اور اگر اصلی قبیلہ ظاہر کردہ قبیلہ سے کمتر ہو مگر اوسکے اعتبار سے زوج ہم کفو زوجہ ہو تو اصحاب ثلاثہ رحمہم اللہ کے نزدیک زوجہ کو نکاح کے فسخ کرانیکا حق ہوگا مگر زفر رحمہ اللہ کے نزدیک زوجہ کو بھی نکاح کے فسخ کرانیکا حق نہوگا اور اگر اصلی قبیلہ ظاہر کردہ قبیلہ سے کمتر بھی ہوا اور اوسکے اعتبار سے زوج ہم کفو زوجہ بھی نہو تو زوجہ کو بھی اور اوسکے اولیاء کو بھی نکاح کے فسخ کرانیکا حق ہوگا پس اگر زوجہ نکاح مذکور کے قائم رکھنے پر رضامند بھی ہوجائے تو اوسکے اولیاء نکاح مذکور کو فسخ کرا سکین گے (قاضیخان)

زوجہ کے اولیاء کا حق انفساخ نکاح اونکے سکوت سے گو کتنی ہی مدت گذر جائے ساقط نہین ہوتا البتہ اولاد ہوجانے سی ساقط ہوتا ہی نیز اولیاء کی رضامندی ظاہر کر دینے سے یا ایسا کام کرنے سے جو رضامندی پر دلالت کرے جیسا مہر پر قبضہ کرنا یا جہیز دینا اونکا یہ حق ساقط ہوجاتا ہی (قاضیخان)

کفاءۃ نسب مین معتبر ہوتی ہے پس قریش باہمدگر ہم کفو ہین اور دیگر عرب باہمدگر ہم کفو ہین اور جسکا باپ دادا مسلمان ہون وہ اوسکا ہم کفو ہوتا ہی جس کی چند پشتین مسلمان ہون لیکن جو شخص خود مسلمان ہوا ہو وہ اوسکا ہم کفو نہین ہوتا جسکا باپ بھی مسلمان ہوا ور جسکا صرف باپ مسلمان ہو وہ اوسکا ہم کفو نہین ہوتا جسکا باپ دادا مسلمان ہو جس طرح بلحاظ اسلام دو پشت تک کفاءۃ ہوتی ہے اسی طرح دو پشت تک کی آزادی و غلامی بھی کفاءۃ مین ملحوظ ہوتی ہی۔ دیانت و

وتقویٰ کے لحاظ سے بھی کفاءۃ ہوتی ہے چنانچہ فاسق صالحہ کا ہم کفو نہین ہوتا ہے (عالمگیری)

پیشہ وحرفہ کے لحاظ سے بھی کفاءۃ ہوتی ہے دولتمندی کے لحاظ سے بھی کفاءۃ ہوتی ہے

پس وہ شخص جو اداء مہر پر قادر ہو اور بعض علماء کے نزدیک شخص جو اداء نفقہ پر قادر ہو باعتبار دولتمندی دولتمند عورت کا ہم کفو ہوتا ہے لیکن ابو یوسف کے نزدیک کفاءۃ مین دولتمندی کا اعتبار نہین ہوتا کیونکہ لقوله المال غاد ورائح مال آنے جانے والی چیز ہے (درمختار)

تقوی اور مال مین صرف انعقاد کیوقت کی کفاءۃ معتبر ہوتی ہے اوسکے بعد کی حالت معتبر نہین ہوتی (عالمگیری)

اگر کوئی شخص اپنی صغیرہ بیٹی کا نکاح کسی سے اوسکو صالح سمجھکر کر دے کہ وہ شراب نہین پیتا اور بعد نکاح معلوم ہو کہ وہ شراب پینے کا عادی ہے اور لڑکی جوان ہو کر کہے کہ مین اس نکاح سے راضی نہین ہون پس اگر لڑکی کا باپ اوسکے شرابی ہونے سے واقف نہ تھا اور زوج کے اہل بیت و اعزہ صالح ہین تو نکاح باطل ہو جائیگا (عالمگیری)

اگر کوئی عورت کسی ہم کفو شخص سے مہر مثل سے کم مہر پر نکاح کرے تو امام صاحب کے نزدیک اوسکے اولیاء کو حق اعتراض ہوتا ہے کہ یا تو اوسکا مہر مساوی مہر مثل کر دیا جائے یا زوج سے اوسکی تفریق کرا دی جائے لیکن صاحبین کے نزدیک اولیاء زوجہ کو ایسا حق نہین ہوتا (عالمگیری)

امام صاحب کے نزدیک باپ کو اختیار ہوتا ہے کہ اپنی صغیرہ بیٹی کا کسی غیر کفو مرد سے یا مہر مثل سے کم مہر پر نکاح کر دے علی ہذا باپ کو اختیار ہوتا ہے کہ اپنے صغیر بیٹے کا کسی غیر کفو عورت سے یا کسی باندی سے یا کسی عورت سے اوسکے مہر مثل سے زیادہ مہر پر نکاح کر دے اور باپ نہو تو دادا کو بھی صغیرہ پوتی کا غیر کفو مرد سے نکاح کر دینے کا اختیار ہوتا ہے مگر صاحبین

کے نزدیک باپ دادا کو بھی ایسے نکاح کردینے کا اختیار نہین ہوتا اور باپ دادا کے سوا دوسرے اولیاء کو تو بالاتفاق ایسے نکاح کردینے کا اختیار نہین ہوتا حتی کہ قاضی کو بھی ایسے نکاح کردینے کا اختیار نہین ہوتا (قاضیخان)

مسئلہ بربناء عدم کفاءۃ زوج بلا حکم قاضی تفریق نہین ہوتی قبل صدور حکم قاضی نکاح مع جملہ احکام کے قائم رہتا ہے مثلاً اگر زوج قبل تفریق کرنے قاضی کے زوجہ کو طلاق دیدے تو طلاق واقع ہوجائے گی یا اگر قبل تفریق کرنے قاضی کے زوجین مین سے کوئی مرجائے تو دوسرا اوسکا وارث ہوتا ہے۔ اور قاضی کا تفریق کردینا بمنزلہ طلاق نہین ہوتا بلکہ بمنزلہ فسخ نکاح ہوتا ہے۔ اسی وجہ سے اگر تفریق قبل دخول ہوتی ہے تو زوجہ کا سالم مہر ساقط ہوجاتا ہے اور اوسپر عدۃ لازم نہین ہوتی اور اگر تفریق بعد دخول ہوتی ہے تو زوجہ سالم مہر اور نفقہ عدۃ کی مستحق ہوتی ہے کیونکہ اس صورت مین اوسپر عدۃ واجب ہوتی ہے (قاضیخان)

قاعدہ کلیہ ۱۵ فرقت کے بمنزلہ فسخ نکاح یا طلاق ہونے کا یہ ہے کہ ہر ایسی فرقت جو منجانب زوجہ یا بسبب زوجہ ہوتی ہے جیسے فرقت بربناء عدم کفاءۃ زوج وہ بمنزلہ فسخ نکاح ہوتی ہے اور ہر ایسی فرقت جو منجانب زوج یا بسبب زوج ہوتی ہے وہ بمنزلہ طلاق ہوتی ہے جیسے وہ فرقت جو بربناء عنینیت زوج ہوتی ہے (عالمگیری)

چھٹا باب

پہلی فصل مہر کی تعریف اور تقرر وعدم تقرر کے بیان میں

مہر کا بیان زن کو کہتے ہیں جو نکاح ہونے سے زوج پر بحق شرع واجب ہو جاتا ہے اور جس کی زوجہ شرعاً مستحق ہو جاتی ہے اگر نکاح کے وقت مہر کا ذکر نہ ہو یا اگر نکاح کیوقت یہ قرار پا جائے کہ منکوحہ کو مہر نہیں ہے تب بھی نکاح صحیح ہو جاتا ہے اور زوج پر مہر واجب ہو جاتا ہے کیونکہ صحت نکاح محتاج ذکر مہر نہیں ہے اور وجوب مہر حکم شرعی ہے لیکن امام مالکؒ کے نزدیک ایسا نکاح جو اس شرط سے ہو کہ منکوحہ کو مہر نہیں ہے صحیح نہیں ہوتا (ہدایہ) تعین مقدار مہر کا اصول یہ ہے کہ اگر نکاح کیوقت مہر مقرر ہو جاتا ہے تو زوجہ مہر مقررہ کی مستحق ہوتی ہے اور اگر نکاح کیوقت مہر مقرر نہیں ہوتا یا تقرر فاسد یا متزلزل ہوتا ہے تو زوجہ مہر مثل کی مستحق ہوتی ہے مہر مقررہ کو مہر مسمی بھی کہتے ہیں (عالمگیری)

مہر چاندی سونا عام ازینکہ وہ مسکوک ہو یا غیر مسکوک ہو اور ہر مال متقوم اور ہر منافع متقوم مقرر کیا جاسکتا ہے (قاضیخان)

مہر کی اقل مقدار دس درہم چاندی یا مال یا منافع قیمتی دس درم ہے اور اکثر مقدار مہر محدود نہیں ہے زوجین جسقدر چاہیں مقرر کرسکتے ہیں (عالمگیری)

اگر مہر مقررہ مال ہو تو اوسکا معین ہونا ضرور ہے مثلاً نیم والی حویلی یا سیے کافور غلام کیونکہ زوجہ مہر مقررہ کی مستحق ہوتی ہے اور بغیر تعین ادائی ناممکن ہے اور اگر مال ممہور معین نہ ہو تو اوسکی جنس اور وصف کا معلوم ہونا ورنہ کم از کم جنس کا معلوم ہونا لازم ہے

تاکہ بلا نزاع زوجہ اوسکو لے سکے ورنہ بلا تعین یا بلا اظہار جنس و وصف یا صرف جنس کے اظہار بغیر مال کو مہر قرار دینا لغو ہوتا ہی کیونکہ نہ زوجہ اوسکا مطالبہ کر سکتی ہی نہ اوس پر قبضہ کر سکتی ہی پس اگر مال غیر معین یا مجہول الجنس مہر مقرر کیا جاتا ہے تو زوجہ مہر مثل کی مستحق ہوتی ہے اور اگر مال معلوم الجنس مجہول الوصف مہر مقرر کیا جاتا ہے تو زوجہ اوس جنس کے متوسط درجہ کے مال کی مستحق ہوتی ہی اور زوج کو اختیار ہوتا ہے کہ چاہی متوسط درجہ کا مال ادا کرے اور چاہی اوسکی قیمت ادا کرے لیکن امام شافعیؒ کی نزدیک مال مہور کے مجہول الوصف ہونیکی صورت مین بھی زوجہ مہر مثل کی مستحق ہوتی ہے (قاضیخان) کسی عورت کے مہر مثل کی مقدار کا تعین اوسکی ایسی ہم جد عورتون کے مہر کی مقدار کی برابر کیا جاتا ہی جو عمر و مال و حسن و جمال و عقل و دین اور باکرہ و ثیبہ اور شہری دیہاتی ہونے مین اوسکے مساوی ہون - ہم جد عورتون سے وہ عورتین مراد ہین جو ایک دادا کی اولاد ہون جیسے حقیقی علاتی چچازاد بہنین یا پھوپیان ہوتی ہین لیکن ہم جد عورتون سے وہ عورتین مراد نہین ہوتین جو ایک نانا کی اولاد ہون جیسے ماں خالہ اخیافی بہن ہوتی ہی لہذا کسی عورت کے مہر مثل کی مقدار معین کرنے مین اوسکی ماں یا خالہ یا اخیافی بہن کے مہر کی مقدار پر لحاظ نہین کیا جاتا (قاضیخان)

چونکہ جو چیز مال متقوم یا منافع متقوم نہین ہوتی وہ مہر نہین ہو سکتی جیسے عورت کی ملک تمتع کہ وہ مال متقوم نہین ہوتی لہذا وہ دوسری عورت کا مہر بھی نہین ہو سکتی لہذا صورت شغار مین جسکو اردو مین آنٹا سانٹا کہتے ہین ہر ایک عورت کا نکاح صحیح ہوتا ہی اور ہر ایک بوجہ فاسد ہونے مہر مقررہ کے مہر مثل کی مستحق ہوتی ہے اور امام شافعیؒ کے نزدیک شغار مین دونون عورتون کا نکاح باطل ہوتا ہی (عالمگیری)

شغار کی صورت یہ ہی کہ ایک شخص اپنی بیٹی یا بہن کا دوسرے شخص سے یہ مہر مقرر کر کے نکاح کر دیتا ہی کہ وہ دوسرا شخص اپنی بیٹی یا بہن کا اوس سے بلا مہر نکاح کر دے گویا ہر ایک عورت کا نکاح یعنی ملک بضعہ دوسری عورت کا مہر قرار دیا جاتا ہے

اگر مال غیر متقوم مہر مقرر کیا جائے تو طرفین کے نزدیک زوجہ مہر مثل کی مستحق ہوتی ہی اور ابو یوسفؒ کے نزدیک زوجہ اوس مال ممہور کی اوس قیمت کی مستحق ہوتی ہی جو اوسکے متقوم فرض کرنے پر ہو مثلاً مسلمان زوجین کا مہر خمر یا خنزیر مقرر ہو یا معین غلام مقرر ہوا اور وہ معین غلام آزاد نکلے تو طرفینؒ کے نزدیک زوجہ مہر مثل کی مستحق ہوگی اور ابو یوسفؒ کے نزدیک زوجہ خمر و خنزیر کی قیمت یا اوس آزاد کی اوس قیمت کی مستحق ہوگی جو اوس کے غلام ہونے کی صورت مین اوسکی قیمت ہوتی (ہدایہ)

اگر مہر مقررہ کا ایک جزو غیر متقوم نکلے مثلاً دو غلام معین مہر مقرر کیا جائے اور نمین سے ایک آزاد نکل آئے تو امام صاحبؒ کے نزدیک زوجہ مہر مقررہ کی صرف اوس جزو کی مستحق ہوگی جو متقوم ہی مثلاً مثال مذکورہ مین صرف ایک غلام کی مستحق ہوگی کیونکہ مہر کا تقرر مہر مثل کے واجب ہونیکا مانع ہوتا ہی اگرچہ مہر مقررہ مقدار مبینہ سے کم نکلے۔ اور ابو یوسفؒ کے نزدیک زوجہ مہر مقررہ کے جزو متقوم کی اور جزو غیر متقوم کی اوس قیمت کی مستحق ہوگی جو جزو مذکور کے متقوم ہونے کی صورت مین ہوتی مثال مذکور مین زوجہ ایک غلام کی اور آزاد کی اوس قیمت کی مستحق ہوگی جو اوسکے غلام ہونے کی صورت مین ہوتی کیونکہ زوج اوس جزو مہر مقررہ کی ادا ہی سے عاجز ہو گیا جو غیر متقوم نکل آیا لہذا زوج پر اوسکی قیمت واجب ہوگی اور محمدؒ کے نزدیک اگر مہر مقررہ کے جزو متقوم کی قیمت زوجہ کے مہر مثل سے کم ہو تو زوجہ جزو متقوم کی اور بقدر کمی زر نقد

کی مستحق ہوگی اور اگر جزو متقوم کی قیمت زوجہ کے مہر مثل کی برابر ہو یا مہر مثل سے زیادہ ہو تو زوجہ صرف جزو متقوم کی مستحق ہوگی (ہدایہ)

اگر مہر مقررہ غلام یا جائداد غیر منقولہ ہو اور وہ غلام یا جائداد غیر منقولہ دوسرے شخص کی نکلے پس اگر وہ دوسرا شخص اس تقرر مہر کو جائز رکھے تو زوجہ اوسی غلام یا جائداد کی مستحق ہوگی اور اگر وہ دوسرا شخص اس تقرر مہر کو جائز نہ رکھے تو زوجہ اوس غلام یا جائداد کی قیمت کی مستحق ہوگی لیکن بوجہ مقرر ہوجانے مہر کے مہر مثل کی مستحق نہوگی (عالمگیری)

اگر مہر مقررہ سکہ ہو اور قبل ادائی مہر سکہ مذکور کا چلن متروک ہوجائے تو اگر وہ سکہ باوجود متروک ہوجانے کے دستیاب ہوسکتا ہو تو زوجہ بلالحاظ کمی و بیشی قیمت اوسی سکہ کی مستحق ہوگی اور اگر وہ سکہ دستیاب نہ ہوتا ہو تو زوجہ سکہ مذکور کی اوس قیمت کی مستحق ہوگی جو اوسکے رائج ہونے کے زمانہ مین تھی (قاضیخان)

اگر مہر شئی معینہ ہو اور وہ قبل ادائی ہلاک ہوجائے یا اوسپر کسیکا استحقاق ثابت ہوجائے تو اگر وہ شئے مثلی ہو تو زوجہ اوسکی مثل کی مستحق ہوگی اور اگر وہ شئی مثلی نہو مگر متقوم ہو تو زوجہ اوس کی قیمت کی مستحق ہوگی (محیط سرخسی)

اور اگر شئی ممہور کے نصف یا ثلث وغیرہ پر کسی کا استحقاق ثابت ہوجائے تو زوجہ کو اختیار ہوتا ہی کہ چاہی اوس کل شئی کی قیمت لے اور چاہی باقی ماندہ شئی اور اوس جزو کی جس پر دوسرے کا استحقاق ثابت ہوگیا ہی قیمت لیلے لیکن اگر شئی ممہور کے نصف پر دوسرے کا استحقاق ثابت ہوجائے اور زوجہ بھی بوجہ وقوع طلاق قبل دخول نصف مہر کی مستحق رہجائے تو زوجہ باقی ماندہ نصف شئی ممہور لے سکیگی اوسکی قیمت لینی کی مجاز نہ ہوگی اور اگر شئی ممہور بقبضہ زوج ہلاک ہوجائے اور زوجہ

بوجہ وقوع طلاق قبل دخول نصف مہر کی مستحق رہجائے تو زوجہ شئی مذکور کی اوس قیمت کے نصف کی مستحق ہوگی جو بروز عقد نکاح اوسکی قیمت تھی اور اگر شئی ممہور بقبضہ زوجہ ہلاک ہوجائے اور زوجہ نصف مہر کی مستحق رہجائے تو زوج زوجہ سے شئی مذکور کی اوس قیمت کے نصف واپس لینے کا مستحق ہوگا جو اوسکی قیمت بروز قبضہ کرنے زوجہ کے تھی (درمختار)

۱۴۴ ایسی عورت سے جو واطی کی منکوحہ ہو وطی لبشبہ یا زنا کرنے سے بھی واطی یا زانی پر اوس عورت کا مہر مثل واجب ہوجاتا ہی پس اگر ایک شخص کسی عورت سے زنا کرنا شروع کرے اور زنا کرتے ہوئے اوس سے نکاح کرلے اور اوس وطی کو جو بحیثیت زنا شروع کی تھی پورا کرے تو شخص مذکور پر دو مہر واجب الادا ہونگے ایک مہر مثل بربنار زنا اور دوسرا مہر مقررہ یا مہر مثل بربناء نکاح (عالمگیری)

۱۴۵ اگرچہ دہ سالہ مراہق لڑکا سوتی ہوئی ثیبہ عورت سے اس طرح جماع کرلے کہ عورت کو خبر نہ ہو تو مراہق مذکور پر نہ حد جاری ہوگی نہ عقر واجب ہوگا لیکن اگر مراہق موصوف باکرہ عورت سے جماع کرے یا مزنیہ بیدار ہوجائے تو مراہق پر حد جاری نہ ہوگی لیکن عقر واجب ہوگا (عالمگیری)

تعریف عقر ۱۴۶ امام صاحبؒ کے نزدیک اوسقدر مال کو عقر کہتے ہین جسقدر مال مزنیہ کے مماثل عورتون کا مہر ہوتا ہی یعنی آزاد عورت کا عقر اوسکا مہر مثل ہوتا ہی اور باکرہ باندی کا عقر اوسکی قیمت کا دسوان حصہ ہوتا ہی اور ثیبہ باندی کا عقر اوس کی قیمت کا بیسوان حصہ ہوتا ہی اور اسبیجابیؒ کے نزدیک عقر اوس اجرت کو کہتے ہین جس کی بفرض حلت زنا مزنیہ مستحق ہوتی (درمختار)

اگر آزاد مرد کسیؔ عورت سے اس مہر پر نکاح کرے کہ وہ زوجہ کو قرآن شریف پڑھا دیگا یا مدت معینہ تک اوسکی خدمت کریگا تو نکاح صحیح ہوگا اور زوجہ مہر مثل کی مستحق ہوگی کیونکہ قرآن شریف پڑھانا یا آزاد شخص کا کسی کی خدمت کرنا منافع متقوم نہین ہے علاوہ ازین زوجہ کو آزاد زوج سے خدمت لینی کا مستحق کرنا موضوع نکاح کو منقلب کرنا ہے یعنی زوجہ زوج کی خدمت کرنے کی بجائے زوج سے خدمت لینی کی مستحق ہوجاتی ہے اور چونکہ اسمین اہانت زوج ہی لہذا حرام ہی لیکن امام شافعیؒ کے نزدیک زوجہ اس صورت مین مہر مثل کی مستحق نہین ہوتی بلکہ مہر مقررہ یعنی زوج سے قرآن شریف پڑھنے یا مدت معینہ تک خدمت لینی کی مستحق ہوتی ہی کیونکہ جو چیز بصورت مشروط ہونے کے معاوضہ لینی کی صلاحیت رکھتی ہی وہ مہر ہونیکی بھی صلاحیت رکھتی ہی لیکن اگر زوجہ کے ولی یا آقا کی مدت معینہ تک خدمت کرنا مہر قرار دیا جائے تو نکاح صحیح ہوگا اور باستدلال قصہ موسیٰ و شعیبؑ مدت معینہ تک زوجہ کے ولی یا آقا کی خدمت کرنا زوج پر واجب ہوگی زوجہ مستحق مہر مثل نہوگی متفقاً علیہ کیونکہ اصولاً ایسے احکام شرائع سابقہ جنکا بلا ممانعت اللہ تعالیٰ نے یا رسول اللہ صلعم نے بطور قصہ ذکر فرمایا ہو ہمپر لازم ہوجاتے ہین (عالمگیری)

اگر مدت معینہ تک زوجہ کی اراضی کو کاشت کرنا یا زوجہ کی مویشی کو چرانا مہر قرار پائے تو جواز نکاح کی اور عدم جواز نکاح کی دونون روایتین موجود ہین مگر رائے صواب یہی ہی کہ باستدلال قصہ موسیٰؑ و شعیبؑ نکاح صحیح ہوگا اور زوج پر مدت معینہ تک زوجہ کی اراضی کی کاشت کرنا یا زوجہ کے مویشی کو چرانا لازم ہوگا اور اگر یہ مہر قرار پائے کہ مدت معینہ تک زوج کا غلام زوجہ کی خدمت کرے تو بالاتفاق یہ تقرر مہر صحیح ہوگا کیونکہ غلام کی خدمت منافع متقوم ہوتی ہی لہذا زوجہ مہر مثل کی مستحق نہ ہوگی بلکہ صرف زوج کے غلام سے مدت معینہ تک

خدمت لینے کی مستحق ہوگی۔ (عالمگیری)

اکثر ممالک مین یہ رواج ہی کہ جو مہر زوجین مین قرار پاتا ہی اوس سے زیادہ مہر کا اعلان کیا جاتا ہی جس کی مختلف صورتین ہین۔ ایک صورت یہ ہوتی ہی کہ عقد نکاح سی پہلے زوجین مہر مقرر کر لیتے ہین اور علی الاعلان اوس سے زیادہ مہر پہ نکاح کرتے ہین اس صورت مین اگر زوج بمقابلہ زوجہ یا اوسکے ولی کے اس امر پر گواہ کر لیتا ہے یا زوجین بالاتفاق اس امر کا اقرار کرتے ہین کہ حقیقی مہر وہی ہی جو نکاح سے پہلے مقرر ہو گیا تھا اور وہ مہر جسکا نکاح مین اعلان کیا گیا تھا محض لوگون کے سنانے کیواسطے تھا تو اگر مہر مقررہ اور اعلان کردہ دونون ہمجنس ہون تو زوجہ مہر مقررہ کی مستحق ہوگی اور اگر مہر مقررہ اور اعلان کردہ مختلف الجنس ہون تو زوجہ مہر مثل کی مستحق ہوگی اور اگر زوجین امر مذکور پر متفق نہون بلکہ زوج کا یہ ادعا ہو کہ حقیقی مہر وہ ہے جو نکاح سے پہلے مقرر ہوا تھا اور وہ مہر جسکا نکاح مین اعلان کیا گیا محض لوگون کے سنانے کیواسطے تھا اور زوجہ اس امر سے منکر ہو تو قول زوجہ قابل قبول ہوگا اور وہ اعلان کردہ مہر کی مستحق ہوگی البتہ اگر زوج اپنے ادعا کو بتقدیم شہادۃ ثابت کردیگا تو قول زوجہ قبول نہ ہوگا دوسری صورت یہ ہوتی ہی کہ قبل نکاح زوجین چند دینار مہر مقرر کر لیتے ہین اور علی الاعلان نکاح مین مہر کا یا تو ذکر ہی نہین کیا جاتا یا یہ کہدیا جاتا ہی کہ زوجہ کا مہر نہین ہے یا یہ کہدیا جاتا ہے کہ دینار زوجہ کا مہر نہین ہی اس صورت مین زوجہ بہر حال مہر مثل کی مستحق ہوتی ہی۔

تیسری صورت یہ ہوتی ہی کہ اولاً خفیہ طور پر بتقرر مہر نکاح کر لیا جاتا ہے اوسکے بعد لوگون کے سنانے کیواسطے لوگون مین مہر مقررہ سے زیادہ مہر کا اعلان کیا جائے پس اگر زوجین نے اس واقعہ پر گواہ کر لیئے ہون کہ بتقرر مہر نکاح ہو جانے کے بعد مہر مقررہ سے

زیادہ مہر کا اعلان لوگون کے سنانے کیواسطے کیا گیا ہی یا زوجین کو اس واقعہ کا اقرار و اعتراف ہو تو زوجہ اوس مہر کی مستحق ہوگی جو نکاح کیوقت مقرر ہوا تھا۔ لیکن اگر واقعہ مذکور پر زوجین نے گواہ نہ کر لئے ہون تو طرفین کے نزدیک زوجہ اعلان کردہ مہر کی مستحق ہوگی پھر یہ کہ اگر مہر مقررہ اور مہر اعلان کردہ ہمجنس ہون تو اعلان کیوجہ سے مہر مقررہ مین صرف بقدر تفاوت مہرین زیادتی ہوگی یعنی زوجہ صرف مہر اعلان کردہ کی مستحق ہوگی اور اگر مہر مقررہ اور مہر اعلان کردہ ہمجنس نہ ہون تو سالم مہر اعلان کردہ کی زیادتی متصور ہوگی یعنی زوجہ مہر مقررہ کے علاوہ مہر اعلان کردہ کی بھی مستحق ہوگی۔ اور اگر اس صورت مین زوجین مختلف البیان ہون زوج کہے کہ میرا وہ اقرار جو علی الاعلان کیا گیا تھا ہزل تھا اور زوجہ کہے کہ اقرار مذکور جد (واقعی) تھا تو زوجہ کا قول معتبر ہوگا اور وہ اعلان کردہ مہر کی مستحق ہوگی لیکن اگر زوج بتقدیم شہادت ثابت کر دے کہ اوسکا وہ اقرار جو علی الاعلان کیا گیا تھا ہزل تھا تو زوجہ کا قول معتبر نہ رہیگا (عالمگیری)

اگر مہر مال معین ہو اور زوجہ بوجہ طلاق قبل دخول واقع ہو جانے کے نصف مہر کی مستحق رہجائے اور مال مہور مین قبل وقوع طلاق و قبل قبضہ زوجہ زیادتی ہو گئی ہو تو اگر وہ زیادتی متصلہ و متولدہ ہو مثلاً مال ممہور غلام ہو اور وہ موٹا ہو گیا ہو یا مال ممہور درخت ہو اور وہ بار آور ہو گیا ہو یا زیادتی منفصلہ متولدہ ہو مثلاً مال ممہور باندی یا مادہ اسپ ہو اوسکے بچہ پیدا ہو جائے تو زوجہ مال ممہور اور زیادتی مذکور دونون کے نصف کی مستحق ہوگی اور اگر زیادتی متصلہ غیر متولدہ ہو مثلاً مال ممہور مکان ہو اور اوس مین عمارت جدید بنالی گئی ہو تو وہ مکان مع زیادتی یعنی عمارت جدید زوجہ کو دیدیا جائے گا اور زوجہ پر مکان مذکور کی اوس قیمت کا نصف جو بروز قبضہ یابی زوجہ ہو زوج کو واپس

کرنا لازم ہوگی اور اگر زیادتی منفصلہ غیر متولدہ ہو مثلاً مال مہور سے واصلات وغیرہ حاصل ہوئی ہوں تو امام صاحبؒ کے نزدیک زوجہ نصف مال مہور اور کل واصلات کی مستحق ہوگی اور صاحبینؒ کے نزدیک زوجہ نصف مال مہور اور نصف زیادتی کی مستحق ہوگی لیکن اگر زیادتی بعد قبضہ زوجہ و قبل وقوع طلاق واقع ہو تو اگر زیادتی متصلہ متولدہ ہو تو شیخینؒ کے نزدیک ایسی زیادتی مانع تنصیف مال مہور ہوتی ہی اسلئے زوجہ پر مال مذکور کی اوس قیمت کا نصف جو بروز قبضہ زوجہ تھی زوج کو واپس دینا لازم ہوگا اور محمدؒ کے نزدیک ایسی زیادتی مانع تنصیف مال نہین ہوتی اور اگر زیادتی متصلہ غیر متولدہ یا منفصلہ متولدہ ہو تو ایسی زیادتی بالاتفاق مانع تنصیف مال ہوتی ہی لہذا زوجہ پر نصف قیمت مال مہور مع زیادتی زوج کو واپس دینا لازم ہوتا ہی اور اگر زیادتی منفصلہ غیر متولدہ ہو تو کل زیادتی کی مستحق زوجہ ہوگی اوسکو صرف مال مہور کی نصف قیمت زوج کو واپس دینا لازم ہوگی۔ اور اگر زیادتی بعد وقوع طلاق و قبل قبضہ زوجہ ہو عام ازینکہ زیادتی قبل قضاء مشعر استحقاق زوج ہو یا بعد قضاء ہو بہر حال زوجہ مال مہر اور زیادتی دونوں کی نصف کی مستحق ہوتی ہی اور اگر زیادتی بعد وقوع طلاق و بعد قبضہ زوجہ و بعد قضاء مشعر استحقاق زوج ہو تو مال مہور پر قبضہ زوجہ کی وہی حیثیت ہوگی جو عقد فاسد مین ہوتی ہی اور زیادتی کی نسبت وہی حکم ہوگا جو معقود علیہ فاسد کی زیادتی کا حکم ہوتا ہی جسکا مفصل بیان کتاب البیوع مین کیا جائیگا اگر مال مہور مین بقبضہ زوجہ زیادتی ہو اور زوجہ کے کسی فعل کیوجہ سے قبل دخول فرقت ہو جائے تو مال مہور مع زیادتی زوجہ کے قبضہ مین رہیگا اور اوس پر زوج کو قبضہ کیوقت کی قیمت واپس کرنا لازم ہوگا۔ اگر زوج نے مال مہور کو اپنے قبضہ کے زمانہ مین کرایہ پر چلایا ہو تو گو اوس کرایہ کا مستحق زوج ہی ہوتا ہی مگر اوس کیواسطے مستحق ہے

کہ اوس کرایہ کی رقم کو صدقہ کر دے (عالمگیری)

اگر مال مہور[۲۱] میں بقبضہ زوج طلاق قبل دخول واقع ہونے سے پہلی بسبب آفت آسمانی یا اگر مال مہور غلام باندی ہو خود اوس غلام باندی کے فعل سے نقصان قلیل پہونچ جائے تو زوجہ اوسی ناقص مال مہور کے نصف کی مستحق ہو گی اور زوج سے معاوضہ نقصان نہ پا سکیگی اور اگر باسباب بالا مال مہور کو نقصان کثیر پہونچ جائے تو زوجہ کو اختیار ہو گا کہ چاہے مال مہور کی نصف قیمت جو بروز عقد تھی زوج سے لیلے اور چاہی نقصان رسیدہ نصف مال مہور لیلے مگر نقصان رسیدہ مال مہور لینے کی صورت مین معاوضہ نقصان پانے کی مستحق نہ ہو گی اور اگر مال مہور کو زوج کے فعل سے نقصان قلیل پہونچ جائے تو زوجہ نصف مال نقصان رسیدہ اور نصف معاوضہ نقصان زوج سے پانیکی مستحق ہو گی اور اگر زوج کے فعل سے مال مہور کو نقصان کثیر پہونچ جائے تو زوجہ کو اختیار ہو گا کہ چاہی مال کی جو قیمت بروز عقد نکاح تھی اوسکا نصف لیگی اور چاہی نصف مال نقصان رسیدہ اور نصف معاوضہ نقصان لیلے اور اگر مال مہور کو اجنبی کے فعل سے نقصان قلیل پہونچ جائے تو زوجہ زوج سے نصف مال مہور نقصان رسیدہ لے گی اور اجنبی سے نصف معاوضہ نقصان لے گی اور اگر اجنبی کے فعل سے مال مہور کو نقصان کثیر پہونچ جائے تو زوجہ کو اختیار ہو گا کہ چاہی زوج سے مال مہور کی اوس قیمت کا نصف لیلے جو بروز عقد تھی اور چاہے زوج سے نصف مال نقصان رسیدہ لیلے اور اجنبی سے نصف معاوضہ نقصان وصول کرے پس اگر زوجہ زوج سے نصف قیمت مال مہور لیلے تو زوج کو اجنبی سے سالم معاوضہ نقصان وصول کرنیکا اختیار ہو گا اور اگر مال مہور کو زوجہ کے فعل سے نقصان قلیل یا کثیر پہونچ جائے تو زوجہ صرف نصف مال نقصان رسیدہ

لے سکیگی اور اگر بعد قبضہ زوجہ خواہ قبل طلاق موصوف خواہ بعد طلاق موصوف آفت آسمانی
یا فعل زوجہ سی نقصان قلیل پہونچ جائے تو زوج زوجہ سے صرف مال نقصان رسیدہ کا
نصف لینے کا مستحق ہوگا لیکن اگر مال ممہور کو باسباب بالا نقصان کثیر پہونچ جائے تو
زوج کو اختیار ہوگا کہ چاہی زوجہ سے مال ممہور کی اوس قیمت کا نصف لیلے جو بروز قبضہ
کرنے زوجہ کے تھی اور چاہی بلا معاوضہ نقصان زوجہ سے نقصان رسیدہ نصف مال
لیلے اور اگر کسی اجنبی یا زوج کے فعل سی مال ممہور کو نقصان قلیل یا کثیر قبل یا بعد طلاق
موصوف پہونچ جائے تو زوج زوجہ سے صرف مال ممہور کی وہ نصف قیمت جو بروز
قبضہ کرنے زوجہ کے تھی واپس لینے کا مستحق ہوگا بجز اسکے کہ زوجہ نے اجنبی کو معاوضہ
نقصان معاف کردیا ہو یا اگر معاوضہ نقصان وصول ہوجانے کے بعد زوجہ کے قبضہ مین
قبل طلاق ہلاک ہوجائے تو زوج کو زوجہ کے نصف نقصان رسیدہ مال ممہور واپس
لینے کا حق ہوگا اور یہ امر زوج کی مرضی پر منحصر ہوگا کہ معاوضہ نقصان چاہی زوجہ سے
وصول کرے اور چاہی اجنبی نقصان رسان سی وصول کرے (عالمگیری)

دوسری فصل مہر کے معجل و موجل ہونے اور اون کے احکام کے بیان مین

مہر باعتبار وقت ادا دو قسم کا ہوتا ہی ایک وہ جس کی ادا ہی زوج پر بفور انعقاد
نکاح لازم ہوجاتی ہی اور زوجہ کو اوسکے مطالبہ کا حق پیدا ہوجاتا ہی ایسے مہر کو مہر معجل
کہتی ہین دوسرا وہ جس کی ادائے زوج پر مدت معینہ کے بعد لازم ہوتی ہی اور زوجہ کو

مدت معینہ کے منقضی ہونیکے بعد اوسکے مطالبہ کا حق ہوتا ہی ایسا مہر مہر موجل کہلاتا ہی

مہر موجل مین مدت کا معین و معلوم ہونا لازم ہوتا ہی ورنہ مدت مین جہالت فاحشہ

ہو تو وہ موجل نہین ہوتا بلکہ بوجہ عدم تعین مدت معجل ہوجاتا ہی مہر موجل کی مدت

وقوع طلاق یا وفات احد الزوجین قرار دیجانے مین چونکہ تعین مدت مین جہالت

فاحشہ ہوتی ہی اسلئے ایسا تعین اصولاً صحیح نہ ہونا چاہیئے تھا لیکن بسبب عرف

مہر موجل کی مدت وقوع طلاق یا وفات احد الزوجین صحیح قرار دیدی گئی ہی (درمختار)

مہر موجل طلاق رجعی واقع ہوجانے سے معجل ہوجاتا ہی اگرچہ طلاق رجعی سے

زوج رجعت کرلے اور نکاح قائم رہے مگر مہر موجل جو وقوع طلاق رجعی کی بناء پر معجل ہوجاتا ہے

وہ رجعت کیوجہ سے پھر موجل نہین ہوتا بلکہ معجل ہی رہتا ہی (عالمگیری)

زوجہ مہر معجل کے وصول کرنے کی غرض سے اپنے نفس کو زوج سے روک سکتی ہے

اور زوجہ کو اختیار ہوتا ہی کہ قبل وصول مہر معجل اپنی ضروریات کیواسطے زوج کے مکان سے

بلا اجازت زوج باہر جائے بلکہ سفر کرے علی ہذا زوج کو قبل ادا مہر معجل یہ حق نہین ہوتا

کہ زوجہ کو مکان سے باہر جانے سے یا اوسکے لوگون سے ملنے سے منع کرے یا سفر کرنے سے

منع کرے یا بلا رضامندی زوجہ اوسکو اپنے ساتھ سفر مین لیجائے (ہدایہ)

پس اگر صغیرہ قبل وصول مہر معجل کے زوج کے مکان کو چلی جائے تو صغیرہ کے

باپ دادا کو حق ہوتا ہی کہ اوسکو اپنے مکان مین واپس لے آئین کیونکہ بغرض وصول

مہر معجل زوجہ کو اپنے نفس کو زوج سے روک لینے کا حق ہوتا ہے اور یہ حق صغیرہ کے

باطل کرنے سے باطل نہین ہوسکتا (قاضیخان)

اگرچہ زوج زوجہ سے برضامندی زوجہ وطی کرچکا ہو یا خلوۃ صحیحہ کرچکا ہو تب بھی

امام صاحبؒ کے نزدیک زوجہ کو حق ہوتا ہی کہ تا وقتیکہ زوج مقررہ مہر معجل یا اوسقدر
مہر جسقدر حسب دستور ملک معجل ہونا چاہیئے ادا نکرد ے زوج سے اپنے نفس کو روکے
یعنی زوج کو وطی کرنے سی منع کر دے کیونکہ ہر وطی بدل مہر ہوتی ہی پس بعض بدل کی حوالگی
مابقی بدل کی حوالگی کی مستلزم و موجب نہین ہوتی اور صاحبینؒ کے نزدیک ایک مرتبہ
برضامندی زوجہ وطی ہو جانے کے بعد زوجہ کو بغرض وصول مہر معجل اپنے نفس کو زوج سے
روکنے کا حق نہین رہتا جیسا کہ بائع کو تسلیم مبیع کی بعد مبیع روکنی کا حق نہین رہتا (عالمگیری)
بربناء عدم ادائے مہر موجل بھی زوجہ کو زوج کیساتھ سفر مین جانے سے انکار کرنے کا
حق ہی یا نہین اور زوجہ بغرض وصول مہر موجل زوج سے اپنے نفس کو روک سکتی ہی یا نہین
خصوصاً اوس حالت مین جبکہ زوج اوس سے اوسکی رضامندی کیساتھ وطی کر چکا ہو
مختلف فیہ مسئلہ ہی عوام فقہاؒ کے نزدیک زوجہ بغرض وصول کرنے مہر موجل کے اپنے
نفس کو زوج سے نہین روک سکتی نہ بلا اجازت زوج مکان زوج سے باہر جا سکتی ہی
نہ سفر کر سکتی ہی کیونکہ زوجہ نے مہر کو موجل کر دیکر اپنا حق وصول خود مقید کر دیا ہی لیکن
امام ثانی ابو یوسفؒ سے منقول ہی کہ اگر سالم مہر موجل ہو تو زوجہ کو بغرض وصول مہر
مذکور اپنے نفس کو زوج سے روک لینے اور زوج کے ساتھ سفر کرنے سے انکار کرنے کا
حق ہوتا ہی کیونکہ کل مہر کے موجل کر لینے سی زوج نے اپنا حق استمتاع خود مقید و
معطل کر دیا اور ابو یوسفؒ کے اس قول پر استحساناً فتویٰ بھی ہی بلکہ زوج کے ساتھ
سفر مین جانیسے انکار کرنیکا حق اکثر فقہا کے نزدیک زوجہ کو بربناء عدم وصول مہر موجل
ہوتا ہی اور اگر زوجہ کو زوج پر اطمینان و بھروسہ نہو اور وہ زوج سے مامون نہو تو با وصف
وصول ہو جانے مہر کے بھی زوجہ کو سفر مین جانے سے انکار کر دینے کا حق ہوتا ہی اور

بعض فقہاءؒ کے نزدیک بعد ادائی مہر کامل خواہ مہر معجل ہو یا موجل ہو زوج کو اختیار ہوتا ہے
کہ زوجہ کو جہان چاہی سفر مین لیجائے چنانچہ امام صاحبؒ کے نزدیک تو اونکے ملکی
رواج کے لحاظ سے زوج کو مہر معجل ادا کر دینے کے بعد حق ہو جاتا ہی کہ بلا رضامندی
زوجہ اوسکو جہان چاہی سفر مین لیجائے بشرطیکہ زوجہ زوج سے مامون ہو یعنی زوجہ کو
زوج پر بھروسہ و اطمینان ہو لیکن صاحبینؒ کے نزدیک زوج کو ایسا حق کسی حال مین
نہین ہوتا چنانچہ نہر الفائق اور بزازیہ مین ہی کہ زوج جبراً زوجہ کو سفر مین نہین لیجا سکتا
فصول عمادیہ مین اس مسئلہ کا بہت بہتر فیصلہ کیا گیا ہی کہ جملہ حالات ملک و مصالح پر
لحاظ کر کے مفتی کو حسب مصلحت فتوی دینا چاہیئے۔ ابو القاسم صفارؒ فرماتے ہین کہ باوجود
اداء مہر زوج کو بلا رضامندی زوجہ اوسکو سفر مین لیجانیکا حق نہین ہوتا لیکن چونکہ تین
منزل سے کم کی مسافرت کا شمار غربت مین نہین ہوتا چنانچہ اتنی مسافت کے سفر مین
نماز مین بھی قصر نہین کیا جاتا اسلئے زوج زوجہ کو بلا اوسکی رضامندی کے بھی مضافات
شہر مین ایک قریہ سے دوسرے قریہ مین یا قریہ سے شہر مین یا شہر سے قریہ مین لیجا
سکتا ہی کیونکہ یہ لیجانا ایسا ہی ہی جیسا ایک محلہ سی دوسرے محلہ مین لیجانا ہوتا ہی ابو القاسم
صفارؒ سے اتفاق کرتے ہوی فقیہ ابو اللیثؒ فرماتے ہین کہ زمانہ مین فساد پھیل گیا ہی اسلئے
زوجہ کو سفر مین ایسے ضرر کا خوف ہوتا ہی جسکا خوف اپنے عشیرہ مین رہتے ہوئے نہین ہوتا
تاہم ابو القاسم صفارؒ دربارہ سفر امام صاحب کے قول پر فتوی دیا کرتے تھے اور دربارہ منع
وطی صاحبینؒ کے قول پر فتوی دیا کرتے تھے مجلس عالیہ عدالت سرکار عالی نے بھی
بمقدمہ اکبر النساء بنام حسام الدین[۵۱] یہی طے فرمایا ہی کہ اگر زوجہ زوج سے مطمئن مامون نہو تو

سلہ[۵۱] مندرجہ دکن لا رپورٹ جلد ۶ صفحہ ۴۵ ۔ ۱۲

زوجہ زوج کیساتھ سفر مین جانے پر مجبور نہین کیجا سکتی اس مقدمہ مین مولوی مفتی سید نور الضیاء الدین صاحب مفتی عدالت عالیہ نے طویل و مدلل فتوی بصورت فیصلہ تحریر فرمایا ہے (درمختار)

مہر کا معجل و موجل ہونا صرف زوجین کی قرارداد پر موقوف ہوتا ہے بمقابلہ قرارداد زوجین رواج مقامی مؤثر و قابل لحاظ نہین ہوتا ہان اگر زوجین مین مہر کے معجل و موجل ہونے کی نسبت صراحت نہوئی ہو تو اوس کی تعجیل و تاجیل کلاً یا جزءً بر بناء اصول العرف قاضی حسب دستور و رواج مقامی متصور ہوگی کیونکہ مہر کے معجل و موجل ہونیکی نسبت ہر مقام مین جداگانہ رواج ہوتا ہے کہین سالم مہر کے معجل ہونے کا دستور ہے اور کہین سالم مہر کے موجل ہونیکا دستور ہے جیسا ہمارے بلدہ فرخندہ بنیاد حیدرآباد دکن صانہ اللہ تعالیٰ عن الشرور والفتن مین اور اکثر حصص ہندوستان مین سالم مہر کے موجل ہونیکا رواج ہے اور کہین یہ دستور ہوتا ہے کہ کچھ حصہ مہر کا معجل ہوتا ہے اور کچھ حصہ موجل ہوتا ہے جیسا اکثر بلاد عراق و عجم کا دستور ہے (قاضیخان)

لیکن انگریزی عدالتون نے ایسے مقامات مین جہان مہر کی تعجیل و تاجیل کے متعلق کوئی رواج عام متحقق نہین ہوا ایک جزو مہر کو ضرور معجل قرار دیا ہے باوصفیکہ زوجین مین تعجیل و تاجیل کے متعلق صراحت ہونا واقعات مقدمات سے ظاہر نہین ہوتا ملاحظہ ہو مقدمات (۱) عیدنؔ بنام مظہر حسن (۲) توفیق النساء بنام غلام قنبر اور مقدمات ذیل مین باوصفیکہ زوجین مین نسبت معجل یا موجل ہونے مہر کے کوئی صراحت نہین ہوئی تھی سالم مہر کو معجل قرار دیا ہے۔

لہ مندرجہ انڈین الہ آباد جلد ۱ صفحہ ۴۸۳ (۲) مندرجہ انڈین الہ آباد جلد ۱ صفحہ ۵۰۶ ۱۲

(۱) فاطمہ[۱] بی بی بنام صدرالدین (۲) عنایت حسین بنام محمد حسین۔ لیکن آخرالذکر دو مقدمون کی نسبت قیاساً معلوم ہوتا ہی کہ اونکے فریقین شیعی ہون گے کیونکہ بروئے مذہب شیعہ بصورت عدم صراحت تعجیل و تاجیل مہر مسمی معجل متصور ہوتا ہی ملاحظہ ہو جامع الشتات کتاب النکاح۔

زوج[۲] یا زوجہ کے ولی کا ضامن مہر ہونا جائز ہی اور ضمانت کی صورت مین زوجہ کو اختیار ہوتا ہی کہ مہر کا مطالبہ چاہی زوج سے کرے اور چاہی ضامن سے کرے۔

تیسری فصل مہر کے موکد ہونے اور اوسکے اثر کے بیان مین

مہر مسمی (۱[۳]) دخول ہو جانے سے (۲) خلوۃ صحیحہ ہوجانے سے (۳) احد الزوجین کے قبل دخول یا خلوۃ صحیحہ مرجانے سے مؤکد ہوجاتا ہی اور مہر مؤکد ہوجانے کے بعد بجز ابراء اور کسی طرح کلاً یا جزءً ساقط نہین ہوتا حتی کہ بجانب زوجہ فرقت واقع ہوجانے پر بھی ساقط نہین ہوتا (عالمگیری)

پس اگر قبل تاکد مہر طلاق واقع ہوجاتی ہی تو زوجہ نصف مہر مسمی کی مستحق ہوجاتی ہے اور اگر بعد تاکد مہر طلاق واقع ہوتی ہی تو زوجہ سالم مہر مسمی کی مستحق ہوتی ہے لیکن امام شافعی رہ کے نزدیک اگر زوج قبل دخول مرجائے تو زوجہ کسی چیز کی مستحق نہین

---

[۱] مندرجہ بمبئی ہائیکورٹ رپورٹر جلد ۲ صفحہ ۳۰ (۲) مندرجہ ہفتہ وار آلہ آباد بابتہ ۱۸۹۵ء

[۲] (۱) صغیرہ بی بی بنام مقصود بی بی انڈین لارپوٹ الہ آباد جلد ۲ صفحہ ۵۷۳

(۲) غلام احمد بنام خواجہ بیگم آئین دکن جلد ۴ صفحہ ۳۵۱

[۳] (۳) کلکٹر مراد آباد بنام ہربنس سنگہ انڈین لارپوٹ آلہ آباد جلد ۲۱ صفحہ ۱۷۱

ہوتی (ہدایہ) اور اگر تقرر مہر بعد انعقاد نکاح بحکم قاضی یا بتراضی زوجین ہوا ہو تو قبل تاکد مہر طلاق واقع ہونے سے طرفینؒ کے نزدیک زوجہ صرف متعہ کی مستحق ہوتی ہے اور ابو یوسفؒ کے نزدیک نصف مہر مذکور کی مستحق ہوتی ہے (قاضیخان)

اگر طلاق قبل تاکد مہر واقع ہونے سے پہلے مہر زوجہ کے حوالہ ہو گیا ہو تو مجرد وقوع طلاق مذکور سے نصف مہر کا زوج مالک ہو جاتا ہے اور اگر طلاق قبل تاکد مہر واقع ہونے سے پہلے مہر حوالہ زوجہ ہو چکا ہو تو مجرد وقوع طلاق مذکور سے زوجہ کی ملک نصف مہر پر سے باطل نہین ہو جاتی بلکہ زوجہ کی ملک کا باطل ہونا زوجہ کی رضا یا قضا پر موقوف ہوتا ہے (درمختار)

چوتھی فصل متعہ کی تعریف اور اوسکے احکام کے بیان مین

متعہ حسب روایت عائشہ صدیقہؓ و ابن عباسؓ تین کپڑون کو یعنی کرتہ اوڑھنی اور چادر کو کہتے ہین ان کپڑون کا ریشمی ٹسری سوتی حسب حیثیت زوج ہونا چاہیئے اور اونکی قیمت زوجہ مستحق متعہ کے نصف مہر مثل سے زیادہ اور پانچ درہم سے کم نہونا چاہیئے (قاضیخان)

اگر اون صورتون مین جن مین مہر مثل واجب ہوتا ہے قبل مؤکد ہونے مہر کے طلاق یا فرقت منجانب زوج واقع ہو جائے مثلاً زوج کے ایلا یا لعان کرنے سے یا مرتد ہو جانے سے یا زوجہ کی مان یا بیٹی سے بوس و کنار کرنے سے فرقت واقع ہو جائے تو بجائے نصف مہر مثل کے زوج پر صرف متعہ واجب ہوتا ہے اور اگر قبل تاکد مہر فرقت منجانب زوجہ واقع ہو جائے مثلاً عدم کفاءۃ زوج کی بناء پر اولیاء زوجہ فرقت کرا دین یا زوجہ ابن زوج سے بوس و کنار کرے یا مرتدہ ہو جائے تو زوجہ کا سالم مہر ساقط ہو جاتا ہے اور مستحق متعہ بھی نہین ہوتی (عالمگیری)

پانچویں فصل خلوۃ کے اقسام و احکام کے بیان میں

خلوۃ زوجین کے ایک جگہ جمع ہو جانے کو کہتے ہیں پس اگر خلوۃ وطی کے موانع حسی سے مثلاً کسی شخص غیر کی موجودگی اور موانع شرعی سے مثلاً زوجہ کا حائضہ ہونا خالی ہوتی ہے تو صحیحہ کہلاتی اور بحکم وطی ہوتی ہے اور اگر موانع وطی سے خالی نہیں ہوتی تو وہ غیر صحیحہ کہلاتی ہے اور وہ بحکم وطی بھی نہیں ہوتی (درمختار)

لیکن منکوحہ صحیحہ سے صرف خلوۃ صحیحہ کرنا اگر اوسکو قبل دخول طلاق دیدی جائے بغرض حرمت فروع منکوحہ قائم مقام وطی نہیں ہوتی بلکہ زوج کو جائز ہوتا ہے کہ منکوحہ موصوفہ کی عدۃ ختم ہو جانے کے بعد اوس کی فروع سے نکاح کرلے (جامع صغیر)

امور ذیل اور اونکے ہم قسم دیگر امور مانع وطی ہوتے ہیں۔

(۱) زوجین میں سے کسی ایک کا ایسا بیمار ہونا کہ وطی کرنیکے قابل نہ ہو۔

(۲) زوجین میں سے کسی ایک کا محرم باحرام حج یا عمرہ ہونا۔

(۳) زوجین میں سے کسی ایک کا روزہ رمضان شریف کا روزہ دار ہونا۔

(۴) زوجین میں سے کسی ایک کا نماز فرض میں مشغول ہونا۔

(۵) زوجہ کا بحالت حیض یا نفاس ہونا۔

(۶) مکان خلوۃ میں کسی شخص کا موجود ہونا اگرچہ وہ سوتا ہو یا بیہوش ہو یا اندھا ہو یا زوجین میں سے کسی کی باندی ہو یا زوج کی منکوحہ ہو یا نابالغ لڑکا یا لڑکی ہو مگر ایسا ہو کہ وہ لڑکا یا لڑکی جماع کو سمجھ سکتی ہوں۔

(۷) مکان خلوۃ کا ایسا ہونا کہ اوسمیں کسی کے چلے آنیکا اندیشہ ہو۔

(۸) مکان خلوۃ مین زوجہ کے کتے کا موجود ہونا (ہدایہ)

عنین کی خلوۃ صحیحہ بالاتفاق دخول کے حکم مین ہوتی ہی کیونکہ حکم کا انحصار سلامتی آلہ تناسل پر ہوتا ہی - مگر مجبوب کی خلوۃ صحیحہ بغرض وجوب مہر امام صاحب کے نزدیک تو بحکم دخول ہوتی ہی کیونکہ زوجہ اپنے نفس کو تفویض زوج کر دینے سے مستحق مہر ہو جاتی ہی لیکن صاحبین کے نزدیک مجبوب کی خلوۃ صحیحہ بغرض وجوب مہر بحکم دخول نہین ہوتی کیونکہ وہ وطی کرنے مین مریض سے زیادہ عاجز ہوتا ہی حالانکہ زوج کا مریض ہونا بوجہ عجز عن الوطی مانع خلوۃ صحیحہ متصور ہوتا ہی اور اسوجہ سے اوس کی خلوۃ صحیحہ دخول کے حکم مین نہین ہوتی (قاضیخان)

اسی اختلاف کی بناء پر مجبوب کی ایسی زوجہ جسکو مجبوب نے بعد خلوۃ طلاق دیدی ہو امام صاحب کے نزدیک سالم مہر کی مستحق ہوتی ہی اور صاحبین کے نزدیک نصف مہر کی مستحق ہوتی ہی (ہدایہ)

چھٹی فصل زوجین کے اختیار دربارہ گھٹا دینے اور بڑھا دینے مہر کے بیان مین

بحالت قیام نکاح ہر وقت زوج کو اختیار ہوتا ہی کہ مہر مقررہ مین زیادتی کر دے ایسی زیادتی زوجہ کے قبول کر لینے کے بعد زوج پر مثل مہر مقررہ کے واجب ہو جاتی ہی بلالحاظ اسکے زیادتی بجنس مہر مقررہ ہی یا غیر جنس مہر مقررہ ہی - مثلاً پانچ ہزار روپیہ مہر مقررہ مین زوج پانچ ہزار روپیہ کی زیادتی کر دے یا ایک مکان معین کی زیادتی

کر دے تو بعد ازانکہ زوجہ اس زیادتی کو قبول کر لے زوج پر بجائے پانچ ہزار روپیہ کے
دس ہزار روپیہ یا بجائے پانچہزار کے پانچہزار روپیہ اور مکان مذکور زوجہ کو بطور مہر دینا واجب ہو گا
(عالمگیری) مہر کی زیادتی بھی مثل مہر کے احد الزوجین کے مرجانے سے یا دخول یا خلوۃ صحیحہ
ہوجانے سے مؤکد ہوجاتی ہی پس اگر قبل مؤکد ہونے زیادتی کے طلاق یا فرقت واقع
ہوجائے تو زیادتی باطل ہوجاتی ہی اور زوجہ صرف نصف مہر مقررہ کی مستحق رہجاتی
ہے (عالمگیری)

بعد طلاق یا فرقت واقع ہوجانے کے مہر مین زیادتی کرنے سے زیادتی نہین ہوتی
البتہ بعد اسکے کہ زوجہ نے مہر بحق زوج ہبہ کر دیا ہو زوج مہر مین زیادتی کر دے تو وہ زیادتی
اوسکے ذمہ واجب ہوجاتی ہی۔ لیکن امام صاحبؒ کے نزدیک بعد وفات زوجہ مہر
مین زیادتی کرنا جائز ہی اور صاحبینؒ کے نزدیک زوجہ متوفی کے مہر مین زیادتی
جائز نہین ہوتی (عالمگیری)

زوج کی طرح زوجہ کو بھی ہر وقت مہر مقررہ کے گھٹا دینے کا اختیار ہوتا ہے اور بعد مہر کے
گھٹا دینے کے زوجہ صرف مہر باقی کی مستحق رہجاتی ہی (ہدایہ)

ساتوین فصل مہر مین شرط کرنے یا مہر کو شرط پر معلق کرنے کے بیان مین

تقرر و تعین مہر مین شرط کرنا یا اوس کی مقدار کو معلق بشرط کرنا جائز ہی چنانچہ
ایسی شرط کے پورا نکرنے سے جس مین منفعت زوجہ ہو زوجہ اپنے کامل مہر مثل کی
مستحق ہوجاتی ہی مثلاً کوئی عورت کسی شخص سے ہزار روپیہ مہر پر باین شرط نکاح

کرے کہ زوج اپنی سابقہ منکوحہ کو طلاق دیدے گا پس اگر زوج بعد نکاح سابقہ منکوحہ کو طلاق نہ دے تو یہ عورت بجائے ہزار روپیہ مہر کے اپنی کامل مہر مثل کی مستحق ہوگی۔ بخلاف اوس صورت کے کہ عورت مذکور ہزار روپیہ اور زوجہ سابقہ کی طلاق کو اپنا مہر مقرر کرے تو بفور انعقاد نکاح زوج کی زوجہ سابقہ پر طلاق واقع ہو جائے گی اور عورت مذکور صرف ہزار روپیہ مہر کی مستحق ہوگی (عالمگیری) یا مثلاً کوئی شخص کسی عورت سے ہزار روپیہ مہر پر باین شرط نکاح کرے کہ زوج اوسپر دوسری عورت سے نکاح نہ کرے گا یا اوسکو سفر مین نہ لیجائے گا تو وہ عورت بصورت وفاء شرط صرف ہزار روپیہ مہر کی مستحق ہوگی اور بصورت عدم وفاء شرط اپنے کامل مہر مثل کی مستحق ہوگی کیونکہ وہ ہزار روپیہ مہر پر اوس منفعت کے لحاظ سے رضامند ہوئی تھی جو اوسکو سفر مین نہ لیجانے یا اوس پر سوکن کے نہ آنے مین ہے پس بصورت عدم حصول منفعت مذکور وہ اپنے پورے مہر مثل کی مستحق ہوگی (ہدایہ)

اگر بصورت ہونے یا نکرنے دوسری عورت کے یا بصورت سفر مین نہ لیجانے کے ایک ہزار روپیہ مہر قرار پائے اور بصورت ہونے یا کرنے دوسری عورت کے یا بصورت سفر مین لیجانے کے دو ہزار روپیہ مہر قرار پائے تو نکاح صحیح ہوگا لیکن بحالت وفاء شرط اول باتفاق اصحاب ثلثہ زوجہ ایک ہزار روپیہ مہر کی مستحق ہوگی اور بصورت عدم وفاء شرط اول امام صاحبؒ کے نزدیک زوجہ مہر مثل کی مستحق ہوگی مگر مہر مثل مین ایک ہزار سے کم اور دو ہزار سے زیادہ نہ پاسکیگی اور صاحبینؒ کے نزدیک دونون شرطین جائز ہین اون کے پورا ہونیکی صورت مین زوجہ ایک ہزار روپیہ مہر کی مستحق ہوگی اور شرطون کے پورا نہونے کی صورت مین دو ہزار روپیہ مہر کی مستحق نہ ہوگی اور زفرؒ کے

نزدیک دونون شرطین باطل ہین اور زوجہ بہر حال خواہ شرطین پوری ہون یا نہ پوری ہون اپنے مہر مثل کی مستحق ہوگی مگر مہر مثل مین ایک ہزار روپیہ سے کم اور دو ہزار روپیہ سے زیادہ نہ پاسکے گی (عالمگیری)

اگر مہر دو غلامون مین سے ایک غلام مقرر ہوا اور اُن مین سے ایک زیادہ قیمت کا ہو اور دوسرا کم قیمت کا ہو تو امام صاحبؒ کے نزدیک اگر زوجہ کا مہر مثل کم قیمت والے غلام کی قیمت کے برابر ہو یا اوس سے کم ہو تو زوجہ کم قیمت والے غلام کی مستحق ہوگی اور اگر اوسکا مہر زیادہ قیمت والے غلام کی قیمت کی برابر یا اوس سے زیادہ ہو تو وہ زیادہ قیمت والے غلام کی مستحق ہوگی اور اگر اوسکا مہر مثل دونون غلامون کی قیمت کے مابین ہو تو وہ مہر مثل کی مستحق ہوگی اور صاحبینؒ کے نزدیک زوجہ بلالحاظ مقدار مہر مثل کم قیمت والے غلام کی مستحق ہوگی اور بصورت وقوع طلاق یا فرقت قبل دخول باتفاق اصحاب ثلاثہؒ کم قیمت والے غلام کی نصف قیمت کی مستحق ہوگی (عالمگیری)

اگر مہر ایک ہزار روپیہ نقد یا دو ہزار روپیہ بوعدہ ادأ بعد از مدت معینہ قرار پائے تو امام صاحبؒ کے نزدیک اگر زوجہ کا مہر مثل دو ہزار روپیہ یا اس سے زیادہ ہو تو زوجہ کو اختیار ہوگا کہ چاہے نقد ایک ہزار روپیہ لے لے اور چاہے مدت معینہ کے بعد دو ہزار روپیہ لے اور اگر زوجہ کا مہر مثل ایک ہزار روپیہ یا اس سے کم ہو تو زوج کو اختیار ہوگا کہ چاہے ایک ہزار روپیہ نقد دیدے اور چاہے مدت معینہ کے بعد دو ہزار روپیہ دے اور اگر زوجہ کا مہر مثل ایک ہزار سے زیادہ اور دو ہزار سے کم ہو تو وہ مہر مثل کی مستحق ہوگی (عالمگیری)

اور اگر کوئی شخص کسی عورت سے ایک ہزار روپیہ مہر پر اس شرط سے نکاح کرے کہ زوجہ زوج کو ایک معینہ شئی دے تو ہزار روپیہ زوجہ کے مہر مثل اور اوس معینہ شئی کی

قیمت کے مناسبت سے تقسیم کیا جائیگا اور زوجہ مہر مثل کے حصۂ متناسبہ کی مستحق ہوگی مثلاً مہر مثل نو سو روپیہ ہو اور شئی مذکور کی قیمت تین سو روپیہ ہو تو چونکہ مہر مثل اور قیمت شئی مذکور کا مجموعہ بارہ سو روپیہ ہوا اسلئے ازروئے قاعدہ حسابی اربعہ متناسبہ حصہ متناسبہ مہر مثل ساڑہے سات سو روپیہ ہوا لہذا زوجہ ساڑہے سات سو روپیہ کی مستحق ہوگی (عالمگیری)

اگر کوئی عورت کسی شخص سے اس شرط پر نکاح کرے کہ شخص مذکور اوس عورت کو یا اوسکے باپ کو یا کسی اور شخص کو اپنے یافتنی قرضہ سے بری کر دے تو نکاح صحیح ہوگا اور وہ عورت یا اوسکا باپ یا دوسرا شخص زوج کے یافتنی قرضہ سے بری ہو جائینگے اور زوجہ علاوہ ازین اپنے مہر مثل کی بھی مستحق ہوگی (عالمگیری)

اگر مہر بشرط خوبصورت ہونے منکوحہ کے دو ہزار روپیہ اور بشرط بدصورت ہونے منکوحہ کے ایک ہزار روپیہ قرار پائے تو نکاح بھی صحیح ہوگا اور شرطین بھی صحیح ہونگی اور زوجہ خوبصورت ہوگی تو دو ہزار کی اور بدصورت ہوگی تو ایک ہزار روپیہ کی مستحق ہوگی (عالمگیری)

اگر کوئی شخص ایسی عورت سے جسکا مہر مثل ایک سو روپیہ ہو ایک ہزار روپیہ پر اس شرط سے نکاح کرے کہ وہ اوسکو نفقہ نہ دیا کریگا تو نکاح منعقد ہو جائے گا اور شرط بوجہ فاسد ہونے کے باطل ہوگی اور زوجہ ایک ہزار روپیہ مہر اور نفقہ کی مستحق ہوگی (فتاویٰ قاضیخان)

اگر کسی عورت سے بشرط بکارت بتقرر مہر نکاح کیا جائے اور وہ عورت باکرہ نہ نکلی تو اگر اوسکے مہر مثل سے زیادہ مہر کا تقرر بشرط بکارت کیا گیا تھا تو زوج پر مہر مثل سے زیادہ مہر واجب نہ ہوگا یعنی زوجہ مہر مثل کی مستحق ہوگی اور اگر بہ بناء شرط بکارت مہر مثل سے

زیادہ مہر مقرر نہ ہوا ہو تو زوجہ باوصف باکرہ نہ ہونے کے مہر مقررہ کی مستحق ہوگی کیونکہ مہر بمقابلہ نکاح ہوتا ہی نہ کہ بمقابلہ بکارت لہذا عدم بکارت کیوجہ سے مہر مقررہ مین کمی نہوگی (قاضیخان)

آٹھوین فصل اختلاف زوجین دربارہ مہر کے بیان مین

اگر زوجین مین بحالت قیام نکاح یا احد الزوجین کے مرجانے کے بعد اوس کے ورثا مین اور جو زندہ ہی اوسمین تقرر مہر کے متعلق اختلاف ہو یعنی ایک فریق تقرر مہر کا مدعی ہو اور دوسرا تقرر مہر کا منکر ہو یا بعد انتقال زوجین اونکے ورثا مین اختلاف مذکور ہو تو فریقین مین سے جو شہادت پیش کریگا اوس کی شہادت لی جائے گی اور اگر فریقین شہادت پیش کرینگے تو دونون کی شہادت لی جائیگی لیکن جس کے ادعا کا مہر مثل مؤید نہ ہوگا اوسکی شہادت مقدم ہوگی اور اگر مہر مثل دونون فریقون کے ادعا کے درمیان ہو تو فریقین کو حلف دیا جائیگا پس اگر فریقین شہادت پیش کرین یا حلف کرلین تو قاضی وجوب مہر مثل کا فیصلہ صادر کرے گا اور اگر صرف ایک شہادت پیش کرے تو اوسکی شہادت قبول کیجائے گی کیونکہ اوسنے اپنے دعوے کو شہادت سے روشن کردیا اور بصورت وقوع طلاق قبل دخول بجائے مہر مثل کے متعہ مثل حکم قرار دیا جاتا ہی اور زوج پر متعہ مثل واجب ہوتا ہے اور اگر فریقین شہادت پیش نکرین تو فریق منکر تقرر مہر کو حلف کا حکم دیا جائے گا اگر وہ حلف کرنے سے انکار کریگا تو تقرر مہر ثابت قرار دیا جائیگا اور اگر وہ حلف کریگا تو بالاتفاق مہر مثل واجب ہوگا۔ اور اگر اختلاف مقدار مہر مین ہو تو طرفین کے نزدیک

مہر مثل کی مقدار تک زوجہ کا قول مع القسم قبول ہوگا اور مہر مثل سے زیادہ کی نفی مین
زوج کا قول مع القسم قبول ہوتا ہی کیونکہ دعاوی مین اوس فریق کا قول مع القسم قبول
ہوا کرتا ہی جسکے قول کا مؤید و شاہد ظاہر حال ہوتا ہی اور در بارہ مہر ظاہر حال مہر مثل ہوتا ہی
اور اگر ایسا اختلاف طلاق قبل دخول واقع ہونے کے بعد ہو تو زوج کا قول مع القسم
قبول ہوگا لیکن ابو یوسفؒ کے نزدیک ایسا اختلاف خواہ بحالت قیام نکاح ہو اور
خواہ بعد وقوع طلاق قبل دخول ہو ہر حال مین زوج کا قول مع القسم قابل قبول ہوگا
بجز اوس صورت کے کہ زوج مہر کی اسقدر قلیل مقدار بیان کرے جو زوجہ جیسی عورتو نکا
عادۃً مہر نہ ہوتا ہو کیونکہ اس اختلاف مین زوجہ زیادتی مہر کی مدعی ہوتی ہی اور زوج
اوسکا منکر ہوتا ہی لہذا حسب اصول منکر کا قول مع القسم قبول ہوتا ہی بجز اسکے کہ ظاہر
حال سے اوسکی تکذیب ہوتی ہو (ہدایہ)

اگر زوجؔ اوس چیز کی نسبت جو اوسنے زوجہ کو دی ہی یہ ادعا کرے کہ مینے وہ چیز منجملہ
مہر کے دی ہی اور زوجہ کہے کہ وہ چیز زوج نے مجھے بطور ہدیہ دی ہے تو اگر وہ چیز کھانے
پینے کی ہے تو زوجہ کا قول قبول ہوگا اور اگر وہ کھانے پینے کی چیز نہین ہے تو قول
زوج مقبول ہوگا (ہدایہ)

اگر زوجؔ نے زوجہ کو اور زوجہ کے باپ نے زوج کو کچھ چیزین دی ہون اوس کے بعد
زوج کہے کہ مینے وہ چیزین بایفاء مہر دی ہین تو زوج کا قول قبول اور اگر وہ چیزین موجود
ہون تو زوجہ کو اختیار ہوگا کہ اون چیزون کو واپس کرکر زوج سے مطالبہ مہر کرے اور اگر وہ
چیزین موجود نہون مگر مثلی ہون تو زوجہ کو اختیار ہوگا اون چیزون کی مثل چیزین واپس
کرکر زوج سے مطالبہ مہر کرے اور اگر وہ چیزین موجود بھی نہون اور مثلی بھی نہون تو زوجہ

مطالبہ مہر کا حق نہ ہوگا اور زوجہ کے باپ کو دی ہوئی چیزین اگر موجود ہون اور وہ زوجہ کے باپ کی ذاتی ہون تو زوجہ کا باپ اونکو واپس لے سکیگا اور اگر وہ چیزین زوجہ بالغہ کی ہون اور اوس کی رضامندی سے زوج کو دی گئی ہون تو زوجہ کا باپ اونکو واپس نہین لے سکتا یا اگر وہ چیزین موجود نہون تو بھی زوجہ کا باپ اونکو واپس نہین لے سکتا (قاضیخان)

اگر زوج نے قبل نکاح زوجہ کے لوگون کو کچھ روپیہ دیا ہو اور زوجہ کے لوگون نے حسب عادت اوس روپیہ سے زوج کیواسطے کپڑا وغیرہ خرید لیا ہو اوسکے بعد زوج کہے کہ مینے وہ روپیہ منجملہ مہر دیا ہی تو زوج کا قول قبول ہوگا لیکن اگر زوج نے یہ کہکر روپیہ دیا ہو کہ اوسکے بکرے وغیرہ خریدنے مین خرچ کرو اور زوجہ کے لوگون نے اوس روپیہ کو اسی قسم کے کارہای متعلقہ شادی مین خرچ کر دیا ہو اور زوجہ زوج کے یہان رخصت کر دی گئی ہو اوس کے بعد زوج کہے کہ مینے وہ روپیہ بایفاء مہر دیا تھا تو چونکہ اوس نے دیتے وقت صراحت کر دی تھی (عالمگیری) اسلئے اوسکا یہ قول کہ وہ روپیہ مینے بایفاء مہر دیا تھا قبول نہ کیا جائیگا۔

اگر دولہ کی طرف سے دولہن کے وہان مصری بادام وغیرہ بھیجے جائین اور اوسکے بعد نکاح نہو بلکہ منگنی ٹوٹ جائے تو اگر دولہن والون نے اون مصری بادامون کو دولہ کے کہنے سے نثار کر دیا ہو یا تقسیم کر دیا ہو تو دولہ کو اون کے واپس لینے کا حق نہین ہوتا اور اگر دولہ نے اون مصری بادامون کے نثار کر دینے کی اجازت نہین دی تھی تو دولہ کو اونکے واپس لینے کا حق ہوگا (عالمگیری)

نوین فصل ہبہ مہر بحق زوج کے بیانمین

مہر بذمہ زوج دین ہوتا ہی اوراس حیثیت سے متروکہ زوج مین ادای مہر وصیت و وراثت پر مقدم ہوتی ہی زوجہ کو اختیار ہوتا ہی کہ اپنا مہر قبل دخول یا بعد دخول جسوقت چاہی بحق زوج ہبہ کردے ایسے ہبہ کرنے پر زوجہ کے باپ وغیرہ کو اعتراض کرنیکا حق نہین ہوتا اور نہ صغیرہ کے باپ کو ہبہ کا اختیار ہوتا ہی کہ صغیرہ کا مہر اوس کے زوج کے حق مین ہبہ کردے البتہ آقا کو اپنی باندی کے مہر کو اسکے زوج کے حق مین ہبہ کردینے کا اختیار ہوتا ہی اگرچہ باندی مدبرہ یا ام ولد ہو لیکن مکاتبہ باندی کے مہر کے ہبہ کرنیکا اختیار آقا کو نہین ہوتا حتی کہ اگر مکاتبہ کا زوج اوسکا مہر اوس کے آقا کو دیدے تو زوج بمقابلہ باندی مذکور مہر سے بری نہوجائیگا (عالمگیری)

بیوہ کا اپنے مہر کو بحق زوج متوفی یا بحق ورثاء زوج متوفی ہبہ کرنا جائز و صحیح ہوتا ہے (عالمگیری)

مہر کا مشروط بشرط ہبہ کرنا جائز و صحیح ہوتا ہی اور ایسا ہبہ بصورت وفاء شرط نافذ ہوتا ہی اور بصورت عدم وفاء شرط نافذ نہین ہوتا مہر جون کاتون بذمہ زوج واجب رہتا ہی مثلاً زوج زوجہ سے کہی کہ تو مجھے اپنے مہر سے بری کردے تو مین تجھے فلان چیز دونگا اوسپر زوجہ اپنا مہر زوج کو ہبہ کردے اور زوج بعد ہبہ ہوجانے مہر کے اوس چیز کے دینے سے انکار کردے تو زوجہ کا مہر جیسا ہبہ سے پہلے زوج کے ذمہ واجب تھا ویسا ہی واجب الادا ہیگا (عالمگیری)

اگر زوجہ مہر پر قبضہ کرنے کے بعد مہر مقبوضہ بحق زوج ہبہ کردے اور زوج اوسکو

قبل دخول طلاق دیدے تو زوج بقدر نصف مہر مودی زوجہ سے واپس لینے کا مستحق ہوگا اور اگر زوجہ مہر پر قبضہ کرنے سے پہلے ہی اپنا مہر بحق زوج ہبہ کردے اور زوج اوسکو قبل دخول طلاق دیدے تو زوجین مین کوئی دوسرے سے کچھ واپس لینے کا مستحق نہ ہوگا کیونکہ ہبہ دین بحق مدیون ابراء ہوتا ہے صورت مذکورہ مین زوج نصف دین مہر سے بری ہوجاتا ہے جو اوسکے ذمہ واجب ہوتا ہے اور نصف ثانی نہ بذمہ زوج واجب ہوا تھا نہ زوجہ اوس کی مستحق ہوئی تھی لہذا اوسکا ہبہ بھی منجانب زوجہ عبث ہوا اور اگر زوجہ نصف مہر پر قبضہ کرنے کے بعد کل مہر یعنی مقبوضہ وغیر مقبوضہ بحق زوج ہبہ کردے اور زوج اوسکو قبل دخول طلاق دیدے تو امام صاحبؒ کے نزدیک زوجین مین سے کسیکو دوسرے سے کچھ لینے کا حق نہو گا کیونکہ زوج کے ذمہ نصف مہر واجب ہوا تھا جو زوجہ نے وصول کرنے کے بعد بحق زوج ہبہ کردیا نصف ثانی نہ واجب ہوا تھا نہ وصول ہوا تھا نہ زوجہ اوسکی مستحق ہوئی تھی لہذا اوسکا ہبہ منجانب زوجہ عبث ہوا اور صاحبینؒ کے نزدیک زوج کو مہر مؤدی کا نصف زوجہ سے لینے کا حق ہوگا کیونکہ نصف غیر مؤدی ہبہ کردینے سے اصل مہر نصف رہگیا اور اوسکے بعد طلاق قبل دخول کیوجہ سے زوج پر صرف نصف مہر واجب ہے لہذا زوج زوجہ سے مہر موفی کے نصف کے واپس لینے کا مستحق ہوگا لیکن اگر صورت آخر الذکر مین زوج نے نصف مہر سے زیادہ ادا کیا ہو تو امام صاحبؒ کے نزدیک بھی نصف سے جسقدر زیادہ ادا ہوا ہو زوج زوجہ سے اوسکے واپس لینے کا مستحق ہوگا اور صاحبینؒ کے نزدیک زوج زوجہ سے مہر مؤدی کے نصف کے لینے کا مستحق ہوگا (ہدایہ)

اور اگر مہر مقررہ سامان ہو اور زوجہ اوسکو قبل قبضہ یا بعد قبضہ بحق زوج ہبہ کردے اور زوج زوجہ کو قبل دخول طلاق دیدے تو بالاتفاق زوج کو زوجہ سے کچھ بھی واپس لینے کا حق نہوگا (ہدایہ)

دسوین فصل ذمیون کے مہر کے احکام کے بیان مین

جو چیز مسلمانون کا مہر ہوسکتی ہی وہی چیز ذمیون کا مہر ہوسکتی ہی اور جو چیز مسلمانون کا مہر نہین وہ ذمیونکا مہر بھی نہین ہوسکتی بجز خمر و خنزیر کے کہ وہ مسلمانونکا مہر نہین ہوسکتے اور ذمیون کا مہر ہوسکتے ہین (عالمگیری)

اگر ذمی کتابی ذمیہ کتابیہ سے بلا مہر یا بتقرر مہر مال غیر متقوم نکاح کرلے (اور انکا ایسا نکاح اونکے مذہب مین جائز ہو) اور زوج قبل دخول یا بعد دخول طلاق دیدے یا مرجائے تو امام صاحبؒ کے نزدیک زوجہ مستحق مہر نہین ہوتی اور صاحبینؒ کے نزدیک بصورت طلاق قبل دخول متعہ کی مستحق ہوتی ہی اور بصورت طلاق بعد دخول و بصورت وفات زوج مہر مثل کی مستحق ہوتی ہی اور زفرؒ کے نزدیک زوجہ بہرحال مستحق مہر مثل ہوتی ہی اور اگر ایسا نکاح حربی حربیہ سے دار الحرب مین کرلے تو اصحاب ثلاثہؒ کے نزدیک صورت متذکرہ مین سے کسی صورت مین بھی زوجہ مستحق مہر نہین ہوتی البتہ زفرؒ کے نزدیک مستحق مہر مثل ہوتی ہی دلیل زفرؒ یہ ہے کہ نکاح بعوض مال مشروع ہی اور شریعت کافۂ انام کیواسطے ہی لہذا اوس کے احکام بھی کافۂ انام پر ثابت ہین اور صاحبینؒ کے دلائل یہ ہین کہ ذمی بذریعہ معاہدہ ذمہ معاملات مین جیسا سود و زنا احکام شرعی کو اپنے اوپر لازم کرلیتے ہین بخلاف حربیونکے کہ وہ بذریعہ معاہدہ احکام شرعی کو اپنے اوپر لازم نہین کرلیتے اور ہمین جیسی ذمیونپر بوجہ اتحاد دار ولایت جبری حاصل ہوتی ہی حربیون پر بوجہ اختلاف دار ولایت جبری حاصل نہین ہوتی لہذا جیسا ذمیونپر حسب احکام شرعی حکم دیا جاتا ہے حربیون پر

ویسا حکم نہین دیا جا سکتا چنانچہ اگر ذمی اپنی مطلقہ ثلاثہ یا مختلعہ کے ساتھ مثل زوج ہے تو قاضی بلا رجوع ہونے دعویٰ کے اونمین تفریق کرا دیگا (عالمگیری)

اور امام صاحبؒ کے دلائل یہ ہین کہ ذمی بذریعہ معاہدہ ذمہ کے دیانات مین اور اون معاملات مین جنمین اونکا عقیدہ ہمارے عقیدہ کے خلاف ہے احکام شرعی کو اپنے اوپر لازم نہین کرلیتے رہا زنا و سود تو زنا تو جملہ ادیان مین حرام ہے اور سود حسب فرمان خاص مستثنیٰ ہے کہ اوسمین ذمیون کو احکام شرعی کی پابندی کرنا لازم ہوتی ہے اور وہ فرمان خاص یہ ہے (الامن اربیٰ فلیس بیننا وبینه عهد) اور ولایت جبری بذریعہ حجت یا بذریعہ تلوار ہوا کرتی ہے اور یہ دونون بوجہ معاہدہ ذمہ بمقابلہ ذمیون کے منقطع ہو جاتی ہین لہذا دیانات اور معاملات خلاف عقیدہ مین اونکو اونہین کے عقیدہ پر چھوڑ دیا جاتا ہے اور اونمین وہ مثل حربیون کے ہوتے ہین (ہدایہ)

اگر ذمی ذمیہ سے بعوض خمر یا خنزیر نکاح کرے اور بعد نکاح زوجین یا احد الزوجین مسلمان ہو جائین تو امام صاحبؒ کے نزدیک اگر خمر یا خنزیر مہور معینہ ہون اور قبل قبضہ مہر مذکور وہ اسلام لائے ہون تو زوجہ اوسی خمر یا خنزیر کی مستحق ہوگی اور اگر خمر یا خنزیر مہور معینہ نہون تو اگر مہر مذکور خمر ہو تو زوجہ قیمت خمر کی مستحق ہوگی اور اگر مہر مذکور خنزیر ہو تو زوجہ مہر مثل کی مستحق ہوگی کیونکہ مہر معینہ بفور انعقاد نکاح ملک زوجہ ہو جاتا ہے قبضہ کرنیکا صرف یہ اثر ہوتا ہے کہ وہ مہر معینہ زوج کے ضمان سے نکلکر زوجہ کے ضمان مین آجاتا ہے اور اسلام لے آنا انتقال ضمان کا مانع نہین ہوتا جیسا کہ خمر مغصوبہ کے استرداد کا اسلام لے آنا مانع نہین ہوتا اور مہر غیر معینہ کی ملک زوجہ کو اوسپر قبضہ کرنے کے بعد حاصل ہوتی ہے اور اسلام لے آنا خمر و خنزیر پر قبضہ کرنیکا مانع ہوتا ہے اور جبکہ اسلام

لے آنیکی وجہ سے قبضہ کرنا ممنوع ہوگیا تو خنزیر چونکہ ذات القیم ہے لہذا اوسکی قیمت پر
قبضہ کرنا اوسپر قبضہ کرنیکی مانند ہوگا۔ بخلاف خمر کے کہ اوسکے ذات الامثال ہونے
کیوجہ سے اوس کی قیمت کا لینا مثل اوسکے لینے کے نہین ہوتا چنانچہ زوجہ اسلام
لانے کے قبل خنزیر کی قیمت لینے پر مجبور کیجاسکتی تھی اور خمر کی قیمت لینے پر
مجبور نہین کیجاسکتی تھی۔ اور ابو یوسفؒ کے نزدیک زوجہ بعد مسلمان ہوجانیکے
خمر و خنزیر ممہور کی بجائے خواہ وہ معینہ ہون خواہ غیر معینہ ہون مہر مثل کی مستحق
ہوگی کیونکہ ملک قبضہ سے ثابت ہوتی ہے پس جس طرح مسلمان زوجین کا مہر
خمر و خنزیر مقرر ہونیکی صورت مین زوجہ مہر مثل کی مستحق ہوتی ہے اسی طرح زوجہ کے
بعد از نکاح و قبل از قبضہ مسلمان ہوجانیکی صورت مین بھی زوجہ مہر مثل کی مستحق
ہوتی ہے اور محمدؒ کے نزدیک بہر حال زوجہ مسلمان ہونے کے بعد خمر و خنزیر ممہور کی
قیمت کی مستحق ہوتی ہے کیونکہ ذمیون کے حق مین خمر و خنزیر مال متقوم ہوتے ہین
اسلئے اونکو خمر و خنزیر مہر مقرر کرنا بھی صحیح ہوتا ہے لیکن زوجہ کو اسلام لے آنیکی وجہ سے
اونپر قبضہ کرنا ممنوع ہوجاتا ہے لہذا زوجہ اون کی قیمت کی مستحق ہوتی ہے جیسا غلام
ممہور معینہ کے ہلاک ہوجانیکی صورت مین اوسکی قیمت کی مستحق ہوا کرتی ہے (ہدایہ)

مسائل متذکرہ صدر مین طلاق قبل دخول واقع ہوجائے تو جن صورتون مین
مہر مثل واجب ہوتا ہے اونمین متعہ واجب ہوگا اور جن صورتون مین خمر و خنزیر ممہور
کی قیمت واجب ہوتی ہے اونمین خمر و خنزیر کی نصف قیمت واجب ہوتی ہے (ہدایہ)

اگر غیر مسلم زوجین مین سے کوئی ایک مسلمان ہوجائے تو اون کی اولاد صغار
کا بھی اوسکے ساتھ مسلمان ہوجانا قرار دیا جاتا ہے کیونکہ اولاد صغار پر شفقت

اسمین ہو کہ وہ اعلیٰ دین مین لائی جائے چنانچہ اگر زوجین مین سے ایک مشرک اور ایک کتابی ہو تو اولاد کتابی ہو گی اور اگر ایک مسلم اور ایک کتابی ہو تو اولاد مسلم ہو گی (ہدایہ)

ساتوان باب

زوجین کے اختلاف دربارہ اسباب موجودہ مکان کے بیان مین

اگر زوجین مین بحالت قیام نکاح یا بعد وقوع فرقت اسباب موجودہ مکان مسکونہ کے متعلق اختلاف ہو تو طرفین رح کے نزدیک وہ چیزین جو عادۃً مردون کی ہوتی ہین زوج کی متصور ہو کر اوسکو دلائی جائینگی اور جو چیزین عادۃً عورتون کی ہوتی ہین زوجہ کی متصور ہو کر اوسکو دلائی جائین گی اور وہ چیزین بھی زوج کی متصور ہو کر اوسکو دلائی جائین گی جو مرد عورت دونون کی ہو سکتی ہین بجز اسکے عورت اون چیزون کی نسبت بتقدیم شہادت اپنی ملکیت ثابت کردے اور ابو یوسف رح کے نزدیک صرف وہ چیزین جو زوجہ کے جہیز کی مثل ہون زوجہ کی متصور ہو کر اوسکو دلائی جائین گی باقی جملہ چیزین زوج کی متصور ہو کر اوسکو دلائی جائینگی اور اگر اختلاف مذکور بعد وفات زوج مابین زوجہ و ورثاء زوج ہو تو طرفین رح کے نزدیک اون چیزون مین جو عادۃً مردون کی ہوتی ہین ورثاء زوج کا قول مقبول ہوگا اور باقی چیزین زوجہ کی متصور ہو کر اوسکو دلادی جائین گی اور اگر اختلاف مذکور بعد وفات زوجہ زوج اور ورثاء زوجہ مین ہو تو طرفین رح کے نزدیک اون چیزون مین جو عادۃً عورتون کی ہوتی ہین ورثاء زوجہ کا قول معتبر ہوگا اور باقی چیزین زوج کی

متصور ہو کر اوسکو دلائی جائینگی اور ابو یوسفؒ کے نزدیک جو فیصلہ زوجین کی حیات مین ہوگا وہی فیصلہ بعد وفات احد الزوجین ہوگا (قاضیخان)

وہ جملہ زوجات جو اوس مکان مین رہتی ہون جس کے موجودہ اسباب کے متعلق اختلاف ہو اوس حصہ مین جو زوجہ کو دلایا جاتا ہی یہ مساوی مستحق ہون گی لیکن اگر زوجات مسکونہ مکان مین کوئی باندی ہوگی تو امام صاحبؒ کے نزدیک اوس کا کچھ حصہ نہوگا اور صاحبینؒ کے نزدیک اگر وہ مجبور ہوگی تو کسی حصہ کی مستحق نہ ہوگی اور اگر وہ ماذون یا مکاتبہ ہوگی تو مثل دیگر زوجات کے آزاد مساوی حصہ کی مستحق ہوگی (قاضیخان)

آٹھوان باب

احکام جہیز دختر کے بیان مین

اگر کوئی شخص اپنی دختر کو بلا اوسقدر جہیز دینے کے زوج کے مکان کو رخصت کردے جسقدر حسب رواج اوسکی حیثیت کے موافق ہو تو داماد کو حق ہوتا ہی کہ خسر سے بقدر جہیز مروجہ کے نقد رقم کا مطالبہ کرے لیکن نہر الفائق مین ہی کہ داماد کو خسر سے رقم کے مطالبہ کرنیکا حق نہین ہوتا کیونکہ نکاح کا مقصود مال نہین ہوتا ہی (درمختار)

علی ہذا دختر سے اوس جہیز کے واپس لینے کا باپ کو حق نہین ہوتا جو اوس نے بوقت رخصت دختر کو دیدیا ہو اسپر استحسانا فتوی بھی ہی (عالمگیری)

بوقت رخصت منجانب دولہ جو چیزین یا زیور یا کپڑا دولہن کو بھیجا جاتا ہی دولہن کے رخصت ہو کر آجانے کے بعد دولہ کو دولہن سے اون چیزون یا زیور یا پارچہ کے

واپس لے لینے کا حق و اختیار نہین ہوتا (فصول عمادیہ)

اگر ایک صغیرہ لڑکی مان باپ کے مال سے اور اپنی کمائی سے جو صغر سنی مین اور بڑی ہوکر اوسنے کی ہو جہیز تیار کرے اور بعد تیاری جہیز اوس کی مان کا انتقال ہوجائے اور وہ کل جہیز لڑکی کا باپ رخصت کے وقت اوس لڑکی کو دیدے تو اوس لڑکی کی دوسری بہنون کو اس لحاظ سے کہ جہیز مذکور کی تیاری مین کسیقدر مال مان کا بھی صرف ہوا تھا دعوی کرنیکا حق نہوگا (عالمگیری)

اگر کوئی شخص اپنی بالغہ لڑکی کا کسی سے نکاح کردے اور اوسکا جہیز بھی معین و علیحدہ کردے لیکن قبل ازانکہ جہیز مذکور لڑکی کے حوالہ کرے وہ نکاح فسخ ہوجائے اور وہ شخص اپنی اوس لڑکی کا نکاح دوسرے سے کردے اور لڑکی کو جہیز مذکور ندے تو اوس لڑکی کو باپ سے جہیز مذکور کے مطالبہ کرنیکا حق نہوگا (عالمگیری)

اگر کوئی شخص اپنی دختر کا جہیز معین و مشخص کردے اور اوسکے بعد شخص مذکور مرجائے تو اگر بوقت تعین و تشخیص جہیز وہ دختر نابالغہ تھی تو جہیز مذکور اوس کی ملک ہوگا اوسمین دوسرے ورثاء کا کچھ حق نہوگا کیونکہ تعین و تشخص کے بعد سے شخص مذکور کا قبضہ جہیز مذکور بحیثیت ولی دختر نابالغہ مذکورہ کے متصور ہوگا اور اگر بوقت تعین و تشخص جہیز وہ دختر بالغہ تھی تو جہیز مذکور اوسکی ملک نہوگا بلکہ وہ متروکہ پدر اور جملہ ورثاء کا حق ہوگا کیونکہ دختر بالغہ محض تعین و تشخص کردینے سے جہیز کی مالک نہین ہوجاتی بلکہ جب تک جہیز اوسکے حوالہ نکردیا جائے اور اوسپر اوسکو قبضہ ندیدیا جائے وہ جہیز کی مالک نہین ہوتی (عالمگیری)

دمشق و کوفہ وغیرہ کے رواج کیموافق کچھ حصہ مہر کا معجل ہوتا ہے اور باقی موجل ہوتا ہے

اور حصہ معجل زوج سے زوجہ یا زوجہ کا ولی قبل نکاح لے لیا کرتا ہی اور اس حصہ مہر کو
اوس ملک کی اصطلاح مین دست پیمان کہتے ہین اور اوس کی مقدار کا تعین بلحاظ
مقدار جہیز ہوا کرتا ہی چنانچہ صدر الاسلام عماد الدین نسفی نے جہیز اور دست پیمان کے
تناسب کو لکھا ہی کہ جہیز دست پیمان سے سہ چند یا چہار چند ہوا کرتا ہی مثلاً ایک شخص نے
ایک دولتمند شخص کی دختر سے نکاح کیا ہو اور بطور مہر دست پیمان تین ہزار اشرفیان
دی ہون لیکن دولتمند نے اپنی لڑکی کو جہیز نہ دیا ہو تو حسب فتوی امام جمال الدین صاحب
محیط داماد مذکور خسر موصوف سے مطالبہ جہیز کر سکتا ہی اور باوجود مطالبہ بھی اگر خسر
جہیز نہ دے تو داماد کو دست پیمان مؤدی کے واپس طلب کرنیکا حق ہوگا اور یہی
رائے اکثر آئمہ فقہا کی ہی لیکن امام مرغینانی فرماتے ہین کہ داماد کو دست پیمان کے
واپس طلب کرنیکا حق نہین ہوگا کیونکہ مقصود نکاح مال نہین ہوتا (عالمگیری)
واللہ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب۔

نوان باب

پہلی فصل حقوق زوجین کے بیان مین

زوج کو حق ہوتا ہی کہ زوجہ کو تندخوئی اور سستی اور دوسری عورتون سے ہنسی ٹھٹھا
اور دل لگی کرنے سے منع کرے اور مصرحہ ذیل چار امور کی عدم تعمیل پر زوج کو زوجہ کے
زد و کوب کرنیکا حق ہوتا ہی۔

(۱) زوج زوجہ کو زینت کرنیکا حکم دے اور زوجہ زینت نکرے۔

(۲) زوج زوجہ کو وطی کرنے کیواسطے بلائے اور زوجہ باجود حیض و نفاس سے پاک ہونے کے زوج کے پاس نہ آئے۔

(۳) زوج کی تاکید کے بعد بھی زوجہ نماز نہ پڑھے یا جماع و حیض کے بعد غسل نکرے۔

(۴) باوصف ممانعت زوج زوجہ زوج کے مکان سے بلاضرورت شرعی باہر جائے درانحالیکہ زوج مہر معجل ادا کرچکا ہو (قاضیخان)

مرد کو چاہیئے کہ زوجہ تارک الصلوٰۃ کو طلاق دیدے اور اگر مستطیع ہو تو اوسکا مہر ادا کرے ابو حفص بخاریؒ کا قول مشہور ہے کہ وہ فرمایا کرتے تھے کہ مجھے وہ شخص جو اللہ تعالیٰ کے سامنے اس طرح حاضر کیا جائے کہ اوسکی گردن پر زوجہ کا مہر ہو اوس شخص سے زیادہ پسند و محبوب ہے جس کی زوجہ تارک الصلوٰۃ ہو (قاضیخان)

زوجہ کو زوج کے مکان سے بلا اجازت زوج بجز حالات ذیل کے باہر نکلنا جائز نہیں ہے

(۱) جس مکان میں زوجہ ہو اوسکے گر پڑنیکا خوف ہو۔

(۲) حج فرض ادا کرنے کی غرض سے جبکہ کوئی محرم ہمسفر ملجائے۔

(۳) اپنا حق وصول کرنے کیواسطے جو کسی کے ذمہ ہو یا دوسرے کا حق ادا کرنے کیواسطے جو اوسکے ذمہ ہو۔

(۴) کسی مسئلہ فریضہ شرعی کی دریافت کرنے کیواسطے جبکہ شوہر فقیہ نہو کیونکہ ایسے فرائض شرعی کا علم حاصل کرنا جس کی کسی مسلمان مرد یا عورت کو ضرورت ہو اوسپر فرض ہوتا ہے اسلئے اوسکو حق زوج پر تقدم ہوتا ہے۔

(۵) والدین اور اقارب محرم کی ملاقات کیواسطے والدین کی عیادت و تعزیت کیواسطے چنانچہ اگر زوجہ کا باپ مریض مزمن ہو کہ اپنے حوائج آپ پورے

نکر سکتا ہو اور بجز اوس بیٹی کے اوسکا کوئی دوسرا خبر گیران نہو تو زوجہ کو ضرورت ہے

کہ باوجود ممانعت زوج زوج کی نافرمانی کرکے باپ کی خبر گیری و خدمت کیواسطے

زوج کے مکان سے باپکے پاس جائے اور اوسکی خدمت کرے کیونکہ ہر اولاد پر باپ

کی خبر گیری فرض ہے اگرچہ باپ کافر ہو۔ لہذا باپ کی خبر گیری زوج کے حق سے

مقدم ہے،

زوجہ کو زوج کی کوئی چیز یا اوسکے مکان مین سے کوئی چیز بلا اوسکی اجازت کے

کسی کو دینا جائز نہین ہے (قاضیخان)

زوجہ کو بجز فرض روزے کے اور کسی قسم کے روزہ رکھنے کا بلا اجازت

زوج اختیار نہین ہوتا (قاضیخان)

زوجہ کو یہ اختیار نہین ہوتا کہ تارک الصلوۃ زوج کے ساتھ رہنے سے

انکار کردے (قاضیخان)

زوج کیواسطے کھانا پکانا یا اوسکے گھر کو جھاڑنا جھٹکنا زوجہ پر لازم نہین ہوتا (قاضیخان)

زوج پر واجب ہوتا ہے کہ جہان خود رہے وہین زوجہ کو رکھے (قرآن مجید)

زوج پر حسب حیثیت زوجین زوجہ کو کھانا کپڑا دینا اور رہنے کیواسطے مکان

دینا واجب ہوتا ہے (عالمگیری)

بلا ثبوت بدچلنی بیوہ کے فرزند کو یہ حق نہین ہوتا کہ اوسکو تقاریب تہنیت

و تعزیت مین جانے سے منع کرسکے البتہ ماں کی بدچلنی ثابت ہونے پر فرزند کو قاضی

کے پاس رجوع ہوکر ممانعت کرنیکی اجازت حاصل کرنا چاہئے اسکے بعد فرزند کو ماں کے

باہر نکلنے سے ممانعت کرنیکا حق ہوگا (قاضیخان)

دوسری فصل قسم یعنی زوجات مین مساوات کرنے کے بیان مین

قسم کے لغوی معنی شرکا مین مال تقسیم کرنے اور ہر شریک کا حصہ معین کرنے کے ہین اسی لحاظ سے زوجات کے حقوق کو تقسیم اور معین کرنیکو بھی قسم کہتے ہین۔

جس شخص کی ایک سے زیادہ زوجات ہون اوسپر اختیاری امور مین جیسے حسن سلوک کرنا شب باشی کرنا جملہ زوجات کیساتھ مساوات کرنا واجب ہے اور غیر اختیاری امور مین جیسے محبت ہونا یا جماع کرنا جملہ زوجات مین مساوات کرنا واجب نہین ہی (قاضیخان)

زوجات کے قدیم وجدید باکرہ وثیبہ وعاقلہ ومجنونہ مسلمہ وکتابیہ بالغہ ونابالغہ ہونیکی وجہ سے اون کے حقوق مین کمی وبیشی نہین ہوتی کیونکہ فرمایا رسول اللہ صلعم نے (من کانت لہ امرأتان ومال الی احدیھما فی القسم جاء یوم القیامۃ وشقہ مائل) اور عائشہ صدیقہ رض سے مروی ہی کہ نبی صلعم اپنی زوجات مین دربارہ قسم عدل فرماتے تھے اور یہ دعا فرماتے تھے کہ اے اللہ یہ میری وہ تقسیم ہی جسکا مین مالک ہون پس اون امور مین جنکا مین مالک نہین ہون مجھسے مواخذہ مت کر یعنی کمی وزیادتی محبت کا مین مالک نہین ہون زوج کو تقرر دور مین اختیار ہوتا ہی چاہی روزانہ دور مقرر کرے چاہی ہفتہ وار غرض یہ ہی کہ ہر ایک زوجہ کیساتھ رہنے کا زمانہ مساوی ہو لیکن جماع کرنے مین مساوات ضروری نہین ہے کیونکہ یہ کام اختیاری نہین ہی بلکہ نشاط ورغبت پر منحصر ہوتا ہی البتہ اگر کوئی زوجہ کسیکی

باندی ہوتی ہی تو اوسکا حق آزاد زوجہ سے نصف ہوتا ہی مثلاً زوج آزاد زوجہ کیساتھ
دو روز رہی تو باندی زوجہ کے ساتھ ایکروز رہنا چاہیئے (قاضیخان)

سفر مین ساتھ لیجانے مین قسم نہین ہی زوج جسکو چاہی سفر مین ساتھ لیجائے
مگر بہتر یہ ہی کہ قرعہ اندازی کرلے اور جسکا قرعہ نکلے اوسکو سفر مین ساتھ لیجائے کیونکہ
نبی صلعم سفر مین لیجانے کیواسطے قرعہ اندازی فرماتے تھے (ہدایہ)

یہ امر جائز ہی کہ ایک زوجہ اپنا حصہ دوسری زوجہ کو عطا کردے جیساکہ سودہ رضی نے
اپنا حصہ عائشہ صدیقہ رض کو دیدیا تھا اور ایسی عطا سے رجوع کرنا بھی جائز ہی (قاضیخان)

صائم الدہر قائم اللیل شخص کی زوجہ اگر قاضی کے پاس اپنے حق کا مطالبہ کرے تو
قاضی زوج موصوف کو حکم دیگا کہ وہ دنکو زوجہ کے ساتھ رہا کرے اور کبھی کبھی اوسکے
واسطے افطار بھی کیا کرے مگر اس مین تعین نہوگا (قاضیخان)

جس شخص کے ایک منکوحہ اور چند ام ولد باندیان ہون تو اوسکو حکم دیا جائیگا کہ وہ
ہر چار روز مین ایک روز منکوحہ کیساتھ رہے اور تین روز جہان چاہے رہے (قاضیخان)

جس شخص کو قاضی نے قسم کا حکم دیا ہوا گر وہ باوجود حکم قسم نکرے تو قاضی اوسکو
بربناء ارتکاب فعل ناجائز سزا دیگا (قاضیخان)

دو سوکنون کو ایک مسکن مین بلا اونکی رضامندی کے رکھنا جائز نہین ہے
اگر وہ اپنی رضامندی سے ایک مسکن مین رہین یا زوج اونکو اونکی رضامندی سے
ایک مسکن مین رکھے تو ایک سے دوسرے کے سامنے وطی کرنا مکروہ ہی پس اگر زوج زوجہ سے
اوسکی سوکن کے سامنے وطی کرنا چاہی اور زوجہ انکار کرے تو زوجہ ایسے انکار کیوجہ سے
ناسزہ متصور نہوگی (عالمگیری) واللہ اعلم بالصواب۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کتاب الرّضاع

تمہید بعض لغات واصطلاحات کے معانی کے بیان مین

(۱) رضاع ورضاعت کے لغوی معنی پستان سے دودہ چوسنے کے ہین اور اصطلاح فقہ مین وقت معین ومخصوص تک عورت کے پستان سے بچہ کے دودہ چوسنے کو کہتی ہین (عنایہ)

(۲) رضیع دودہ پینے والے بچے کو کہتے ہین۔

(۳) مرضعہ دودہ پلانیوالی عورت یعنی اُنّا کو کہتے ہین۔

(۴) فطام بچے کی دودہ چھٹائی کو کہتے ہین۔

(۵) حرمت رضاعت اوس حرمت نکاح کو کہتے ہین جو بسبب رضاعت ثابت ہوتی ہے۔

(۶) مصاہرۃ۔ دامادی کو کہتے ہین اور جو حرمت نکاح بوجہ مصاہرۃ ثابت ہوتی ہے اوس کو حرمت مصاہرۃ کہتے ہین۔

باب اوّل

رضاع اور رضاعت لغت مین پستان سے دودھ چوسنے کو کہتے ہین اور اصطلاح شرع مین وقت مخصوص تک عورت کی چھاتی سے اگرچہ عورت باکرہ یا آئسہ ہو یا مردہ ہو بچے کے دودھ چوسنے کو کہتے ہین (عنایہ)

ازروئے اصطلاح بچے کے مونہہ مین یا ناک مین دودھ ٹپکانا دودھ چوسنے کے حکم مین ہے

بچے کی مدت رضاعت امام صاحبؒ کے نزدیک اڑھائی سال ہے اور صاحبینؒ کے نزدیک دو سال ہے (فتح القدیر) لیکن وجوب اجرت رضاعت کی غرض سے بالاتفاق یعنی امام صاحبؒ کے نزدیک بھی مدت رضاعت دو سال ہے (عالمگیری)

رضاعت ثابت ہونے کیواسطے بزمانہ رضاعت بچے کے حلق مین تھوڑا سا دودھ اتر جانا کافی ہے کیونکہ حرمت رضاعت بوجہ شبہ جزئیت ہوتی ہے کیونکہ دودھ سے بچے کی ہڈی اور گوشت بنتا اور بڑہتا ہے لیکن چونکہ یہ امر خفی ہے لہذا حکم دودھ پینے سے متعلق کیا گیا جو امر ظاہر ہے مگر امام شافعیؒ کے نزدیک تاوقتیکہ پورے پورے پانچ گھونٹ دودھ کے بچہ عورت کی چھاتی سے نہ چوس لے رضاعت ثابت نہین ہوتی (ہدایہ)

زمانہ رضاعت کے بعد خواہ بچہ کی دودھ چھٹائی ہوئی ہو یا نہ ہوئی ہو کسی عورت کا دودھ چوسنے سے یا کسی عورت کا دودھ بچے کے مونہہ مین یا ناک مین ٹپکانے سے رضاعت ثابت نہین ہوتی (ہدایہ)

زمانہ رضاعت کے بعد بچے کو دودھ پلانا ناجائز ہے (درمختار)

کسی عورت کے دودھ سے اگر بچے کو حقنہ کیا جائے تو بچہ کی اوس عورت سے رضاعت ثابت نہین ہوتی لیکن محمدؒ کے نزدیک رضاعت ثابت ہو جاتی ہی (ہدایہ)

باب دوم

رضیع و مرضعہ اور اوسکے قرابتدارون کے درمیان ہین حسب فرمان الٰہی جل جلالہ اُمَّهٰاتُكُمُ اللَّاتِي أَرْضَعْنَكُمْ حرمت رضاعت ثابت ہو جاتی ہے یعنی رضیع اور مرضعہ کے ایسی قرابتدارون ہین مناکحت حرام ہو جاتی ہی جنسے بربناء قرابت نسبی مناکحت حرام ہوتی ہی لیکن رضاعی بھائی یا بہن کی مان سے نکاح کرنا حرام نہین ہوتا (ہدایہ)

جس مرد سے مرضعہ کو وہ دودھ پیدا ہوتا ہی جو رضیع پیتا ہی وہ مرد خواہ مرضعہ کا زوج جائز ہو یا واطی بشبہ یا زانی ہو رضیع کا رضاعی باپ ہو جاتا ہی رضیع مین اور اوس مرد مین اور اوس مرد کے اصول و فروع مین حرمت رضاعت ثابت ہو جاتی ہی (قاضیخان)

ایسے جملہ بچے جنہون نے ایک انّا کا دودھ پیا ہو باہم رضاعی بھائی بہن ہو جاتے ہین اور اونمین باہم مناکحت حرام ہو جاتی ہی (ہدایہ)

اسی وجہ سے عورتون کو بلاضرورت ہرایک بچہ کو دودھ پلانیکی ممانعت ہی اور بضرورت دودھ پلانیکی صورت مین اس امر کا یاد رکھنا یا لکھ لینا کہ فلان بچے کو دودھ پلایا ہی واجب ہے (عالمگیری)

رضاعت کی بنا پر حرمت مصاہرۃ بھی ثابت ہو جاتی ہی یعنی رضیع کو رضاعی باپ حلائل مدخولہ سے اور رضاعی باپ کو رضیع کی حلائل مدخولہ و غیر مدخولہ سے نکاح

کرنا حرام ہوجاتا ہی علی ہذا دوسرے صہری رشتے بھی قائم ہوجاتے ہین (عالمگیری)

باب سوئم

اگر ایسی عورت کے دودھ اتر آئے جسکے کبھی موجودہ زوج سے اولاد نہوئی ہو تو اوس دودھ کے پینیوالے بچے کی رضاعت صرف عورت مذکور سے ثابت ہو گی عورت مذکور کے موجودہ زوج سے ثابت نہو گی (قاضیخان)

اگر دودھ والی عورت کو اوسکا زوج طلاق دیدے اور وہ دوسرے شخص سے نکاح کرلے کر حاملہ ہوجائے اور بعد حاملہ ہوجانیکے کسی بچے کو دودھ پلائے تو امام صاحبؒ کے نزدیک جب تک زوج ثانی سے اولاد نہو رضاعت زوج اول سے متعلق ہو گی اور بعد اولاد ہوجانے کے زوج ثانی سے متعلق ہو گی اور محمدؒ کے نزدیک زوج ثانی سے اولاد ہونے تک رضاعت دونوں سی متعلق ہو گی اور بعد اولاد ہوجانیکے صرف زوج ثانی سے متعلق رہجائیگی زوج اوّل کی رضاعت منقطع ہوجائے گی اور ابو یوسفؒ کے نزدیک اگر یہ معلوم ہوجائے کہ دودھ زوج ثانی سے پیدا ہوا ہے تو رضاعت بھی زوج ثانی سے متعلق ہو گی اور دوسرا قول ابو یوسفؒ سی یہ مروی ہے کہ عورت مذکور کے زوج ثانی سے حاملہ ہوتے ہی زوج اول کی رضاعت منقطع ہوجاتی ہی (قاضیخان)

اگر دودھ والی عورت کا زوج اوسکو طلاق دیدے تو گو عورت مذکور دوسرے شخص سے نکاح کرلے تاہم وہ دودھ جو زوج اوّل سی پیدا ہوا ہی جس بچے کو پلائیگی اوس کی رضاعت زوج اول سے متعلق ہو گی اگرچہ بزمانہ رضاعت مرضعہ زوج

ثانی کی زوجیت مین ہی (ہدایہ)

جس عورت کا دودھ بچے کو پلانے کے بعد سوکھ جائے اور اوسکے کچھ عرصہ بعد پھر اتر آئے تو اب یہ دودھ جس بچہ کو پلائے گی اوس بچے کی رضاعت صرف عورت مذکور سے ثابت ہوگی اوسکے زوج سے ثابت نہوگی اور اوس بچے کو انا کے زوج کی اوس اولاد سے جو انا کے بطن سے نہو مناکحت جائز ہوگی (عالمگیری)

ایک بچی کو قصبہ کی اکثر عورتون نے دودھ پلایا ہو یہانتک کہ یہ معلوم نہو کہ کس کس عورت نے اوسکو دودھ پلایا ہی پس اگر وہ بچی قصبہ مذکور کے کسی مرد سے نکاح کرے تو اگر اوس مرد سے حرمت رضاعت ثابت ہونیکی کوئی علامت اور شہادت نہو تو نکاح صحیح ہوگا (عالمگیری)

ثبوت حرمت رضاعت کیلئے یہ امر قابل لحاظ نہین ہی کہ رضیع نے دار الاسلام مین دودھ پیا ہی یا دار الحرب مین بہر حال دودھ پینے سے حرمت رضاعت ثابت ہو جاتی ہی (عالمگیری)

اگر دو عورتون کا دودھ ملا کر بچے کو پلایا جائے تو ابو یوسف کے نزدیک بچی کی رضاعت اوس عورت سے ثابت ہوگی جسکا دودھ زیادہ ہوگا اور محمد و زفر کے نزدیک بلا لحاظ کمی و بیشی دودھ کے بچی کی رضاعت دونون عورتون سے ثابت ہوگی اسی پر فتوی ہی اور امام صاحب سے دونون روایتین منقول ہین (ہدایہ)

اگر بچے کو عورت کا دودھ کسی جانور کے دودھ یا پانی یا دوا مین ملا کر پلایا جائے تو اگر عورت کا دودھ جانور کے دودھ یا پانی یا دوا سے زیادہ ہوگا تو بچے کی رضاعت عورت سے ثابت ہوگی اور اگر عورت کا دودھ اون چیزون سے کم ہو تو رضاعت

ثابت نہوگی کیونکہ حکماً مغلوب معدوم ہوتا ہے مگر شوافع کے نزدیک اس صورت مین بلا لحاظ دودھ کی کمی بیشی کے رضاعت ثابت ہو جاتی ہے کیونکہ حقیقتہ عورت کے دودھ کا استعمال ہوتا ہے (ہدایہ)

اگر عورت کا دودھ کھانے مین ملاکر بچے کو کھلایا جائے تو امام صاحب کے نزدیک اگرچہ دودھ زیادہ ہوتا ہم رضاعت ثابت نہین ہوتی اور صاحبین کے نزدیک دودھ زیادہ ہو تو رضاعت ثابت ہوتی ہے اور اگر کھانا زیادہ ہو تو رضاعت ثابت نہین ہوتی لیکن اگر عورت کا دودھ کھانے مین ملاکر آگ پر پکالیا جائے تو بلا لحاظ کمی بیشی دودھ کے تو بالاتفاق رضاعت ثابت نہین ہوتی (ہدایہ)

مسائل متذکرہ صدر مین جو حکم بصورت زیادہ ہونے دودھ کے ہوتا ہے وہی حکم اوس صورت مین ہوتا ہے جبکہ دودھ دوسری چیز کی برابر ہوتا ہے (در مختار)

باب چہارم

اگر مرد کی چھاتیوں مین دودھ اتر آئے اور بچہ اوسکی چھاتی سے بزمانہ رضاعت پی لے تو رضاعت ثابت نہوگی (ہدایہ) رضاعت مثل دیگر حقوق کے دو مردون یا ایک مرد اور دو عورتونکی شہادت سے ثابت ہوتی ہے اور امام مالک کے نزدیک رضاعت صرف ایک عادلہ عورت کی شہادت سے ثابت ہو جاتی ہے (ہدایہ) زوج اگر بعد زمانہ رضاعت زوجہ کی چھاتی سے دودھ چوس لے تو زوجہ اوسپر حرام نہین ہوجاتی (قاضیخان) زوج کو آزاد زوجہ پر بچے کو دودھ پلانے کیواسطے یا قبل از مدت رضاعت دودھ چھڑا دینے کیواسطے جبر کرنیکا حق نہین ہوتا البتہ آقا کو اپنی ام ولد پر بچے کو دودھ پلانیکو واسطے اور قبل از مدت رضاعت دودھ چھڑا دینے کیواسطے جبر کرنیکا حق ہوتا ہے بشرطیکہ قبل از مدت رضاعت دودھ چھڑا دینے سے بچے کو اندیشہ ضرر نہو (قاضیخان)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مما اتخذ المؤلف

الباب الاول ۔ الرضاع بکسر الراء وفتحہا ھو لغۃ مص اللبن من الثدی وفی الشریعۃ عبارۃ عن مص مخصوص وھو ثدی الآدمیۃ فی وقت مخصوص (عنایہ)

الرضاع شرعاً مص من ثدی آدمیۃ ولو بکراً او آئسۃ او میتۃ والحق بالمص الوجور والسعوط فی وقت مخصوص وھو حولان ونصف عندہ وحولان عندھما وعند الشافعی (فتح القدیر)

اجمعوا علی ان الرضاع فی استحقاق اجرۃ الرضاع مقدر بحولین (عالمگیری)

قلیل الرضاع وکثیرہ سواء اذا حصل فی مدۃ الرضاع یتعلق بہ التحریم وقال الشافعی لا یثبت الحرمۃ الا بخمس رضعات (ہدایہ)

اذا مضت مدۃ الرضاع لم یتعلق بالرضاع تحریم (ہدایہ) لو ارتضع بعد حولین ونصف لا یثبت الحرمۃ فطم او لم یفطم (قاضیخان)

لم یبح الارضاع بعد مدتہ (درمختار)

اذا احتقن الصبی باللبن لم یتعلق بہ التحریم وعن محمد انہ یثبت بہ التحریم (ہدایہ)

الباب الثانی یحرم من الرضاع ما یحرم من النسب الا ام اختہ من الرضاع فانہا یجوز ان یتزوجہا (ہدایہ)

حرمۃ الرضاع کما یثبت فی جانب الام یثبت فی جانب الاب وھو الفحل الذی نزل لبنہا بوطیہ رجل زنی بامرأۃ فولدت منہ وارضعت بھذا اللبن صغیرۃ لا یجوز لھذا الزانی ولا لاحد من آبائہ واولادہ نکاح ھذہ الصبیۃ (قاضیخان)

کل صبیین اجتمعا علی ثدی امرأۃ واحدۃ لم یجز لاحدھما ان یتزوج بالاخری (ہدایہ)

الواجب على النساء ان لا ترضعن كل صبی بلا ضرورة وان فعلن فليحفظن او يكتبن (عالمگیری)

يثبت حرمة المصاهرة فی الرضاع حتی ان امرأة الرجل حرام علی الرضيع وامرأة الرضيع حرام علی الرجل وعلی هذا القياس (عالمگیری)

الباب الثالث۔ رجل تزوج امرأة ولم تلد منه قط ثم نزل لها لبن فارضعت صبيا كان الرضاع من المرأة دون زوجها (قاضیخان)

امرأة لها لبن طلقها زوجها وتزوجت آخر فحبلت من الثانی و ارضعت صبيا قال ابو حنيفةؒ الرضاع من الاول ما لم تلد من الثانی فاذا ولدت كان الرضاع من الثانی وعن ابی يوسفؒ روايتان فی رواية ان عرفت نزول اللبن من الحمل الثانی فالرضاع من الثانی وينقطع حكم الاول وفی رواية انها اذا حبلت من الثانی ينقطع حكم الاول وقال محمدؒ الرضاع منهما حتی تضع من الثانی (قاضیخان)

اذا ولدت المرأة من زوجها ولدا فطلقها الزوج وتزوجت بآخر فارضعت بلبن الاول ولدا وهی تحت الزوج الثانی فان الرضاع يكون من الزوج الاول لان نزول اللبن كان منه (قاضیخان)

رجل تزوج امرأة فولدت منه ولدا فارضعت ولدها ثم يبس لبنها ثم در لبنها بعد ذلك فارضعت صبيا كان لهذا الصبی ان يتزوج اولاد هذا الرجل من غير المرضعة (عالمگیری)

لو ارضعها اكثر اهل القرية ثم لم يدر من ارادا احدهم تزوجها ان لم يظهر علامة ولم يشهد بذلك جاز (در مختار)

الرضاع فی دار الاسلام ودار الحرب سواء (عالمگیری)

اذا اختلط لبن امرأتین یتعلق التحریم باغلبہما عند ابو یوسف وقال محمد وزفر یتعلق التحریم بہما وعن ابی حنیفۃ فی ہذا روایتان (ہدایہ)

اذا اختلط لبن امرأۃ بماء او بلبن شاۃ او بدواء ولبن المرأۃ ہو الغالب یتعلق بہ التحریم وان غلبت الماء اولبن شاۃ اودواء لم یتعلق بہ التحریم خلافا للشافعی (ہدایہ)

ان اختلط لبن المرأۃ بالطعام لم یتعلق بہ التحریم وان کان اللبن غالبا عند ابی حنیفۃ وقالا اذا کان اللبن غالبا یتعلق بہ التحریم وقال قولہما فیما لم تمسہ النار حتی لو طبخ بہا یتعلق بہ التحریم فی قولہم جمیعا (ہدایہ)

محرم مخلوط بماء اودواء اولبن اخری اولبن شاۃ اذا غلب لبن المرأۃ وکذا اذا استویا اجماعا (درمختار)

الباب الرابع للاب اجبار امتہ علی فطام ولد ہا منہ قبل الحولین ان لم یضرہ الفطام کما لہ ایضا اجبارہا علی الارضاع ولیس لہ ذالک بنوعیہ مع زوجتہ الحرۃ ولو قبلہما لان حق التربیۃ لہا (درمختار)

اذا نزل للرجل لبن فارضع صبیا لم یتعلق بہ التحریم (ہدایہ)

لا تقبل فی الرضاع شہادۃ النساء منفردات وانما یثبت بشہادۃ رجلین او رجل وامرأتین وقال مالک یثبت بشہادۃ امرأۃ واحدۃ اذا کانت موصوفۃ بعدالۃ (ہدایہ)

مص رجل ثدی زوجتہ وشرب لبنہا لم تحرم (قاضیخان)

تمت بالخیر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کتاب الطلاق

تمہید بعض لغات و اصطلاحات کی صراحت مین

(۱) فرقت یا تفریق زوجین کی ایسی علحدگی اور انقطاع زوجیت کو کہتے ہین جو بحکم شرع واقع ہو جائے اوس زوجہ کو جسکی زوج سے تفریق ہو جائے متفرقہ کہتے ہین (۲) حیض اوس خون کو کہتے ہین جو تندرست بالغہ عورت کے رحم سے جاری ہوا کرتا ہی جس کی ادنی مدت تین یوم اور اکثر مدت دس یوم ہوتی ہی۔ (۳) طہر دو حیضون کے درمیانی زمانہ کو جس مین خون حیض جاری نہین اوسکی ادنی مدت پندرہ یوم ہی اور اکثر غیر معین ہی (۴) قرء جسکی جمع قروء ہے یہ لغت اضداد مین سے ہی جو بمعنی حیض بھی مستعمل ہوتا ہی اور بمعنی طہر بھی مستعمل ہوتا ہی (۵) امساک بالمعروف سے زوج کا زوجہ کو بحسن سلوک اپنی حبس مین رکھنا مقصود ہی (۶) تسریح بالاحسان سی مراد زوج کا زوجہ کو بعد طلاق وغیرہ بحسن اخلاق رخصت کر دینا ہی (۷) استبرا اس امر کے دریافت کرنیکی خواہش کو کہتے ہین کہ عورت کا رحم نطفہ سی پاک و خالی ہی یا نہین۔ (۸) آئسہ اوس عورت کو کہتے ہین جسکی عمر زیادہ ہونیکی وجہ سی حیض آنا موقوف ہو جائے (۹) زوجہ مدخولہ بہا اوس زوجہ کو کہتے ہین جس سے زوج نے بعد نکاح وطی کی ہو اور جس زوجہ سی زوج نے بعد نکاح وطی نکی ہو اوسکو غیر مدخولہ کہتے ہین (۱۰) اکراہ کسی شخص کو اوسکی ہلاکت نفس یا اتلاف اعضا کا خوف دلا کر کسی کام کے کرنے پر مجبور کرنیکو کہتے ہین جس شخص پر اکراہ کیا جائے اوسکو مکرہ کہتے ہین (۱۱) مسکین اوس شخص کو کہتے ہین جسکے پاس کچھ نہو اور جسکے پاس فقط بقدر خوراک یکروزہ ہو اوسکو فقیر کہتے ہین اور بعض علما کے نزدیک تعریف برعکس ہی اور بعض کے نزدیک مسکین و فقیر کی تعریف واحد ہی (۱۲) قذف کسی عفیفہ عورت پر صریحًا اتہام زنا لگانیکو کہتے ہین (۱۳) معتوہ اوس شخص کو کہتے ہین جس کی عقل مین خلل ہو مگر وہ بدرجہ جنون نہو اردو مین جسکو بھولا بھوندو کہتے ہین (۱۴) رتق و قرن امراض کا نام ہی جو عورتون کی فرج مین ہوتے ہین جن کی وجہ سی مرد دخول پر قادر نہین ہو سکتا ان امراض کی مریض عورتون کو عربی مین رتقا و قرنا کہتے ہین اور اردو مین کن کھتے ہین۔ فقط

باب اوّل

پہلی فصل تعریف سبب و اثر طلاق کے بیان مین

طلاق کے لغوی معنی رفع قید کے ہین۔ اصطلاح فقہی مین طلاق اوس حکم شرعی کو کہتے ہین جس سے
بربناء استعمال الفاظ مخصوص قید نکاح مرتفع ہو جاتی ہی۔ اہل لغت نے رفع قید نکاح کیواسطے لفظ طلاق
اور دوسری قیود کے رفع کیواسطے لفظ اطلاق مقرر کردیا ہی اسی وجہ سے مطلقہ بسکون لام کنایۃ طلاق مین
شمار کیا جاتا ہی (درمختار) سبب طلاق وہ حاجت ہوتی ہی جسکی وجہ سے زوج طلاق دینی پر مجبور ہوجاتا ہی (عنایہ شرح ہدایہ)
طلاق دینے سے طلاق دینے والے زوج کی ملک نکاح زوجہ مطلقہ پر سے زائل ہوجاتی ہی۔ عامہ علماء احناف
کے نزدیک آیات قرآن مجید کے اطلاق کی بناپر طلاق دینا امر مباح ہی گو شارع علیہ السلام کے نزدیک
طلاق دینا نہایت ناپسندیدہ اور مبغوض امر ہی کیونکہ فرمایا نبی کریم صلعم نے الطلاق ابغض المباحات
تاہم تکلیف دہ اور بے نماز زوجہ کو طلاق دینا مستحب ہے اور جبکہ زوجین مین ایسی دوراہی در سوء معاشرت ہو
جس سے امساک بالمعروف فوت ہوجائے اوسوقت طلاق دینا واجب ہوتا ہے اباحت طلاق مین بڑی
خوبی و بہتری یہہ ہی کہ اوسکے ذریعہ سے ناموافق زوجین کا ایک دوسرے سے چھٹکارا ہوجاتا ہی (درمختار)

دوسری فصل اقسام طلاق کے بیانمین

طلاق بلحاظ اوقات وقوع و حالات نے وجہ تین قسم کی ہوتی ہی۔ احسن۔ حسن۔ بدعی (ہدایہ) طلاق احسن
ایسی ایک طلاق کو کہتے ہین جو زوجہ مدخولہ کو ایسے طہر مین دیجاتی ہی جسمین زوج نے اوس سے وطی نکی ہو

سلہ سید نثار احمد بنام سکینہ بی آئین ج ۹ صفحہ ۱۳۳

اور اوس سے رجعت نہ کیجائے یہانتک کہ عدۃ ختم ہوجائے (ہدایہ) کیونکہ صحابہؓ نے اس امر کو کہ طلاق ایک سے زیادہ نہ کیجائے یہانتک کہ اوسکی عدۃ ختم ہوجائے بہ نسبت اس امر کے کہ ہر طہر مین ایک طلاق دیکر تین طلاقین پوری کیجائین زیادہ پسند فرمایا ہی۔ دوسرے یہ کہ ایک طلاق دیکر عدۃ ختم ہوجانے مین زوج کو ندامت کم ہوتی ہی اور یہ طریقہ کسی امام کے نزدیک مکروہ نہین ہی طلاق حسن اون تین طلاقونکو کہتے ہین جو ایسی زوجہ مدخولہ کو جسکو حیض آتا ہو ایسے تین طہرون مین دیجائین جنمین زوج نے اوس سی وطی نکی ہو (ہدایہ) یا اون تین طلاقونکو کہتے ہین جو ایسی زوجہ مدخولہ کو جسکو حیض نہ آتا ہو ایسے تین ماہ مین دیجائین جنمین زوج نے اوس سے وطی نکی ہو۔ یا ایسی ایک طلاق کو کہتے ہین جو زوجہ غیر مدخولہ کو دیجائے اگرچہ وہ بزمانہ حیض دیجائے (درمختار)

لیکن امام مالکؒ کے نزدیک متذکرہ صدر تین طلاقین بھی طلاق بدعی ہوتی ہین گویا اونکے نزدیک طلاق حسن کوئی مرتبہ طلاق کا نہین ہی کیونکہ اونکے نزدیک ایک سے زیادہ طلاق دینا مباح نہین ہے وہ فرماتے ہین کہ دراصل طلاق امر ممنوع ہی اوسکی اباحت محض حاجت خلاصی کیواسطے ہے اور خلاصی ایک طلاق سی حاصل ہوجاتی ہی احناف تین طلاقونکی اباحت پر حدیث شریف ابن عمرؓ سے استدلال فرماتے ہین جسمین نبی کریم صلعم نے فرمایا تھا کہ طہر کا انتظار کرنا چاہیئے اور ہر طہر مین ایک طلاق دینا چاہیئے۔ طلاق حسن کو طلاق سنت بھی کہتے ہین طلاق بدعی اون تین طلاقونکو کہتے ہین جو ایک کلمہ کے ذریعہ سی دیجائین یا اون ایک سے زیادہ طلاقونکو جو ایک طہر مین دیجائین یا اوس ایک طلاق کو کہتے ہین جو ایسے طہر مین دیجائے جسمین وطی کیگئی ہو یا اوس ایک طلاق کو کہتے ہین جو زوجہ مدخولہ کو بزمانہ حیض دیجائے (درمختار) طلاق بدعی واقع ہوجاتی ہی مگر طلاق بدعی دینے والا گنہگار ہوتا ہی اور جو ایک طلاق بزمانہ حیض دیجائے اوس سی رجعت کرنا واجب ہوتا ہے کیونکہ ابن عمرؓ نے اپنی زوجہ کو بزمانہ حیض طلاق دیدی تھی تو نبی کریم صلعم نے بصیغہ امر ارشاد فرمایا تھا کہ اے عمرؓ اپنے بیٹے سے کہو کہ وہ رجعت کرلے اور اصولاً کسی امر کا ارشاد بصیغہ امر ہونا اوس امر کے وجوب کی دلیل ہوتا ہی لیکن امام شافعیؒ کے نزدیک تینون قسم کی طلاق مباح ہی کیونکہ طلاق تصرف

شرعی ہی اور مشروعیت و ممانعت ایک امر مین جمع نہین ہوسکتین جسکا جواب یہ ہی کہ مشروعیت طلاق بحیثیت ازالہ ملک ذاتی ہی اور ممانعت اس لحاظ سے ہی کہ اوس سے نکاح منقطع ہوجاتا ہی جو مصالح دینی و دنیوی پر مشتمل ہی لہذا ایسی ممانعت جو امور غیر ذاتی کے لحاظ پر مبنی ہو مشروعیت ذاتی کے منافی نہین ہوسکتی اسلئے ایک سے زیادہ طلاقونکا یا طلاق بزمانہ حیض کا بدعی ہونا مشروعیت طلاق کے منافی نہین ہی مبسوط مین مذکور ہی کہ طلاق بائن دینا سنت سے تجاوز کرنا ہی کیونکہ خلاصی مین قطعیت کی صفت زیادہ کرنیکی کچھ ضرورت نہین ہی اور زیادات مین مذکور ہی کہ فوری خلاصی حاصل کرنیکی غرض سی طلاق بائن دینا مکروہ نہین ہی اور یہی صحیح ہی

ایسے طہر مین جسمین وطی کی گئی ہو بوجہ توہم حمل طلاق دینا مکروہ ہی مگر صغیرہ اور آئسہ کو بعد وطی بھی فوراً طلاق دیدینا جائز ہوتا ہی (عالمگیری)

لیکن شیخین کے نزدیک حاملہ کی دو طلاقون کے درمیان ایک ماہ کا فصل ہونا چاہیئے کیونکہ اباحت طلاق مبنی بر حاجت ہی اور مدت یکماہ جس طرح صغیرہ اور آئسہ کے حق مین دلیل حاجت ہی اوسی طرح حاملہ کے حق مین بھی دلیل حاجت ہے اور محمد کے نزدیک حاملہ کو ایک سے زیادہ طلاق حسن دی ہی نہین جاسکتی کیونکہ اوسکی عدۃ کا شمار مہینون کے لحاظ سے نہین بلکہ حاملہ مثل اوس عورت کے متصور ہوتی ہی جسکا زمانہ طہر طویل ہوجاتا ہی (ہدایہ)

اگر زوج اپنی زوجہ مدخولہ سے یہ کہدے کہ تجھپر بطریق حسن تین طلاقین ہین اور زوج ان الفاظ سے تینون طلاقون کے فی الوقت واقع کرنے کی نیت کرے اور زوجہ ایسی ہو جس کو حیض آتا ہو تو تینون طلاقین فی الوقت واقع ہوجائینگی اور اگر زوج ان الفاظ سے یہ نیت کرے کہ ہر مہینہ کے شروع مین ایک طلاق واقع ہو تو ہر مہینہ کے شروع مین ایک طلاق واقع ہوگی اور اگر زوج متعلق وقت وقوع کچھ نیت نکرے

تو ہر طہر مین ایک طلاق واقع ہوگی۔ اور اگر زوجہ صغیرہ غیر مدخولہ یا آئسہ ہو تو اوسپر ایک طلاق فی الوقت واقع ہوجائیگی (ہدایہ)

اور بصورت صغیرہ غیر مدخولہ ہونے کے وہ ایک ہی طلاق واقع ہونے سے بائنہ ہوجائیگی اسلئے وہ دوسری اور تیسری طلاق کی محل نرہیگی لیکن اگر زوج اوس سے پھر نکاح کرلے تو وہ پھر محل طلاق ہوجائے گی اور اسوجہ سے بفور انعقاد نکاح اوسپر دوسری طلاق واقع ہوجائے گی علی ہذا اگر زوج اوس سے پھر نکاح کرلے تو وہ پھر محل طلاق ہوجائے گی اور بفور انعقاد نکاح اوسپر تیسری طلاق بھی واقع ہوجائے گی اور اب زوج کو اوس سے بغیر حلالہ ہونیکے نکاح کرنا حرام ہوگا (عالمگیری)

طلاق بلحاظ اثر رجعی اور بائنہ ہوتی ہے۔ طلاق رجعی سے نکاح کلیتہ مرتفع نہین ہوتا لہذا زوج کو اختیار ہوتا ہی کہ عدۃ ختم ہونے سے پہلے جسوقت چاہی بلا تجدید عقد زوجہ سے رجوع کرلے اور بائنہ سے نکاح مرتفع ہوجاتا ہی لہذا زوج کو رجوع کرنیکا اختیار نہین ہوتا۔

تیسری فصل اس بیان مین کہ کس زوج کی طلاق واقع ہوتی ہے اور کس کی واقع نہین ہوتی

ہر[۵۱] عاقل بالغ زوج کی طلاق واقع ہوجاتی ہی خواہ وہ آزاد ہو خواہ غلام ہو اور خواہ اوسنے بطور ہزل طلاق دی ہو خواہ بطور امر واقعہ اور خواہ اوسنے بخوشی خاطر طلاق دی ہو خواہ بوجہ اکراہ دی ہو چنانچہ مریض اور مخطی کی طلاق بھی واقع ہوجاتی ہی مثلاً زید کے ہندہ اور زبیدہ دو زوجات ہون اور زید ہندہ کو طلاق دینا چاہتا ہو مگر غلطی سے زبیدہ کو

---

۵۱ ابراہیم مولانا بنام عنایت الرحمن ویکلی رپورٹر ج ۱ صفحہ ۶۰

طلاق دیدے تو طلاق زبیدہ پر واقع ہوجائیگی علیٰ ہذا ساہی کی طلاق بھی واقع ہوجاتی ہی
مثلاً زوج زوجہ کو گالی دینا چاہتا ہو مگر بھولکر یہ کہدے کہ تجھپر طلاق ہی تو زوجہ پر طلاق واقع
ہوجائے گی ایسے شخص کی طلاق واقع ہوجاتی ہی جو طلاق کے معنی نہ جانتا ہو یا لفظ غلط
بولتا ہو مثلاً طلاق کو تلاک یا تلاگ بولتا ہو کیونکہ فرمایا نبی کریم صلعم نے کُلُّ طَلَاقٍ
جَائِزٌ اِلَّا طَلَاقَ الصَّبِیِّ وَالْمَجْنُوْنِ لیکن سوتے ہوے زوج کی طلاق واقع نہین ہوتی
مثلاً زوجین ایک بستر پر سو رہے ہون اور زوج کی زبان سے سوتے ہو... یہ الفاظ نکلجاین
(تجھپر طلاق ہے) تو زوجہ پر طلاق واقع نہوگی کیونکہ طلاق کی اہلیت امتیاز و اختیار سے
ہوتی ہی اور سوتے ہوئے آدمی مین امتیاز و اختیار نہین ہوتا۔ مکرہ کی طلاق احناف
کے نزدیک واقع ہوجاتی ہی کیونکہ مکرہ کا خوف ہلاکت و قطع اور طلاق دینے مین سے
طلاق دینے کو اختیار کرلینا اوسکے امتیاز و اختیار کی دلیل ہوتی ہی لہذا اکراہ مانع وقوع
طلاق نہین ہوسکتا لیکن **شوافع**ؒ کے نزدیک مکرہ کی طلاق واقع نہین ہوتی کیونکہ
اکراہ اور اختیار جمع نہین ہوسکتے اور تصرف شرعی بذریعہ اختیار معتبر ہوتا ہے علیٰ ہذا
مست شرابی کی طلاق واقع ہوجاتی ہی کیونکہ اوس کی عقل و ہوش و قصد بسبب
معصیت معطل ہوتے ہین لہذا زجراً وہ ذی عقل و ہوش و قصد قرار دیا جاتا ہی لیکن
اگر شراب پینے کے بعد بوجہ دردسر جو لازمہ شراب خواری ہی عقل وغیرہ زائل ہوجائے
اور ایسی حالت مین طلاق دے تو واقع نہوگی لیکن شوافعؒ کے نزدیک جن کے
قول کو طحاویؒ اور کرخیؒ نے پسند فرمایا ہی مست شرابی کی طلاق واقع نہین ہوتی
کیونکہ مست شرابی کی عقل و ہوش و قصد زائل ہوجاتے ہین اور طلاق بذریعہ عقل و
ہوش و قصد معتبر ہوتی ہی جس شخص نے بحالت اضطرار یا بحالت اکراہ شراب کا

استعمال کیا ہو اور مست ہوگیا ہو اوس کی طلاق کے وقوع مین بھی متذکرہ صدر اختلاف ہی مگر صحیح تر یہی کہ جیسے اوسپر حد واقع نہین ہوتی ایسے ہی اوس کی طلاق بھی واقع نہین ہوتی۔ گونگے کی طلاق اشارہ سے واقع ہو جاتی ہی کیونکہ گونگے کے اشارات متعین و متعارف ہو جاتے ہین لہذا بالغرض رفع حاجت قائم مقام گفتگو ہوتے ہین (عالمگیری درمختار)

جس غلام نے باجازت آقا اپنا نکاح کرلیا ہو یا جس غلام کا نکاح اوسکے آقا نے کردیا ہو وہ غلام اپنی زوجہ کو طلاق دیدے تو واقع ہو جاتی ہی لیکن اوسکا آقا اوس کی زوجہ کو طلاق دیدے تو واقع نہین ہوتی کیونکہ فرمایا نبی کریم صلعم نے اَلطَّلَاقُ لِمَنْ اَخَذَ بِالسَّاقِ البتہ اگر آقا نے غلام کا نکاح اس شرط سے کیا ہو کہ اوسکی زوجہ کو طلاق دینا میرے اختیار مین ہوگا جب چاہون گا دیدونگا اور غلام نے نکاح کو اس شرط سے قبول کیا ہو یا غلام نے ان الفاظ سے ایجاب نکاح کیا ہو کہ میری زوجہ کو طلاق دینے کا اختیار ہمیشہ کیواسطے میرے آقا کو ہوگا تو ان صورتون مین غلام مذکور کی زوجہ پر اوسکے آقا کی دی ہوئی طلاق واقع ہو جائے گی (درمختار)

چوتھی فصل عدد طلاق کے بیان مین

عدد طلاق کا اعتبار بلحاظ حالت زوجہ ہوتا ہی یعنی آزاد زوجہ تین طلاقونکے بعد مبتوتہ ہوتی ہی اور وہ زوجہ جو کسی اور کی باندی ہو دو طلاقون کے بعد مبتوتہ ہو جاتی ہے خواہ اونکے زوج آزاد ہون یا غلام ہون لیکن امام شافعیؒ کے نزدیک عدد طلاق کا اعتبار حالت زوج پر ہوتا ہی یعنی آزاد زوج کی زوجہ خواہ آزاد ہو یا باندی تین طلاقونسے مبتوتہ ہوتی ہی اور غلام زوج کی زوجہ خواہ آزاد ہو یا باندی دو طلاقون سے مبتوتہ ہو جاتی ہی

امام شافعیؒ کا استدلال حدیث شریف اَلطَّلَاقُ بِالرِّجَالِ وَالعِدَّۃُ بِالنِّسَاءِ پر ہی جسکا مطلب احنافؒ کے نزدیک یہ ہی کہ طلاق دینے کا اختیار مردون کیواسطے ہی اور احنافؒ کا استدلال حدیث شریف طلاق الامۃ ثنتان وعدتھا حیضتان پر ہے احنافؒ کی دلیل فقہی یہ ہی کہ اباحت وحلت طلاق عورت کے حق مین نعمت ہے کیونکہ وہ طلاق کے ذریعہ سے حبس زوج سے خلاصی پاتی ہی اور غلامی نعمتون کو آدھا کردینے والی چیز ہی (ہدایہ)

باب دوم

پہلی فصل طلاق صریح کی تعریف وحکم کے بیان مین

طلاق بلحاظ اوسکے الفاظ کے دو قسم کی ہوتی ہی طلاق صریح اور طلاق بالکنایہ پس جو طلاق بلفظ طلاق یا اوسکے مشتقات کے دیجاتی ہے وہ صریح کہلاتی ہی کیونکہ عربی اور اردو مین طلاق کے واسطے صرف لفظ طلاق یا اوسکے مشتقات صریح ہین۔ پس عربی مین زوج زوجہ سے اَنتِ طَالِقٌ۔ طَلَّقتُکِ، انت مُطلقۃ بتشدید لام کہدے یا اردو مین میںنے تجھے طلاق دی، یا تجھپر طلاق ہے، یا تو طلاقن ہی۔ کہدے تو زوجہ پر طلاق صریح واقع ہوجائے گی (درمختار)

قاعدہ کلیہ دربارہ امتیاز الفاظ صریح والفاظ کنایہ جو الفاظ کسی ایک عقد کے سوا دوسرے معنی مین استعمال نہین ہوتے وہ اوس عقد کے الفاظ صریح کہلاتے ہین اور الفاظ صریح کے استعمال کرنے سے بلانیت عقد منعقد ہوجاتا ہی بلکہ اونکا استعمال کرنیوالا اگر یہ کہتا ہی کہ اونکے استعمال کرنے سے میری نیت عقد کے منعقد کرنیکی نہ تھی

تو قاضی اوسکے اس قول کو قبول نہین کرتا باوجود اوسکے ایسا کہنے کے عقد کے منعقد ہوجانیکا حکم دیدیتا ہی اور جو الفاظ چند عقود کے معنی مین مستعمل ہوتے ہین وہ ان عقود مین سے ہر ایک عقد کیواسطے الفاظ کنایہ کہلاتے ہین الفاظ کنایہ کے استعمال کرنے سے اون عقود مین سے وہ عقد منعقد ہوجاتا ہی جس کی نیت استعمال کرنیوالے نے کی ہو یا جسکا قرینہ موجود ہو کیونکہ الفاظ مستعملہ جب کہ مختلف معانی کو محتمل ہوتے ہین تو بلا نیت یا قرینہ کے کسی ایک معنے کی تخصیص نہین کیجا سکتی پس اگر زوج زوجہ سے تجھپر طلاق ہی کہدینے کے بعد یہ کہی کہ میری نیت ان الفاظ سے طلاق کی نہ تھی تو قاضی اوس کے اس کہنے کو قبول نکریگا اور اوسکی زوجہ کو مطلقہ قرار دیدیگا (ہدایہ)

جو طلاق بذریعہ لفظ صریح دیجاتی ہی اوس سے زوجہ پر ایک طلاق صریح واقع ہوتی ہی گو زوج نے ایک سے زیادہ رجعی طلاقون کی نیت کی یا گو زوج نے طلاق بائن کی نیت کی ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ بُعُولَتُهُنَّ اَحَقُّ بِرَدِّهِنَّ فرماتا ہی یعنی بعد وقوع طلاق لفظ بعول جسکے معنی زوج کے ہین استعمال فرمانا اس امر کی دلیل واضح ہی کہ طلاق صریح سے نکاح کلیتہً مرتفع نہین ہوجاتا البتہ لفظ طلاق یا اوسکے مشتقات کو زوج جتنی مرتبہ استعمال کرتا ہی عام ازینکہ اونکے درمیان حرف عطف ہو یا نہو اوتنی طلاقین واقع ہوجاتی ہین مثلاً زوج زوجہ سے کہی کہ تجھپر طلاق ہی طلاق ہی تو زوجہ پر دو طلاق رجعی واقع ہوجائینگی اور اگر کہے کہ تجھپر طلاق ہی طلاق ہے طلاق ہے تو زوجہ پر تین رجعی طلاقین پڑجائینگی (عالمگیری)

دوسری فصل تعریف و حکم طلاق بالکنایہ کے بیان میں

جو طلاق بذریعہ الفاظ کنایہ دیجاتی ہے اوسکو طلاق بالکنایہ یا طلاق کنایہ کہتے ہیں الفاظ کنایہ کے استعمال کرنے سے بلا نیت یا قرینہ طلاق واقع نہیں ہوتی۔ طلاق کے قرینے دو ہوتے ہیں ایک مذاکرہ طلاق مثلاً زوج کہ رہا ہو کہ میں طلاق دینا چاہتا ہوں یا زوجہ طلاق طلب کر رہی ہو دوسرا یہ کہ زوجین میں لڑائی ہو رہی ہو (ہدایہ)

الفاظ کنایہ تین قسم کے ہوتے ہیں ایک وہ جو سوال طلاق کی منظوری و عدم منظوری دونوں معنی کو محتمل ہو جیسے زوجہ کے سوال طلاق کے جواب میں زوج کا یہ الفاظ کہنا کہ دور ہو۔ نکلجا۔ چلی جا۔ کیونکہ ان الفاظ کی یہ تعبیر بھی ہو سکتی ہے کہ دور ہو میں نے تیرا سوال منظور کرلیا اور یہ تعبیر بھی ہو سکتی ہے کہ دور ہو مجھ سے سوال طلاق مت کر۔

دوسرے وہ الفاظ کنایہ ہوتے ہیں جو طلاق دینے کو اور زوجہ کو برا کہنے کو محتمل ہوتے ہیں جیسا زوج کا زوجہ سے کہنا کہ تو آزاد ہو گئی ہے اس سے یہ بھی مفہوم ہو سکتا ہے کہ چونکہ مینے تجھے طلاق دیدی ہے اسلئے تو آزاد ہو گئی ہے اور یہ بھی مفہوم ہو سکتا ہے کہ زوج زوجہ کو برا کہتا ہے کہ تو آزاد ہو گئی ہے تجھے نیک و بد کا کچھ خیال نہیں رہا۔

تیسرے وہ الفاظ کنایہ ہوتے ہیں جو نا منظوری سوال طلاق کو بھی محتمل نہیں ہوتے اور برا کہنے کو بھی محتمل نہیں ہوتے۔ عربی ایسے تین الفاظ ہیں۔ اعتدی، استبرئی رحمک، انت واحدۃ، یا مثلاً اردو کا یہ فقرہ کہ اپنے دنوں کو یاد کر۔ ان عربی الفاظ یا اردو کے فقرہ سے نہ سوال طلاق کی نا منظوری مفہوم ہو سکتی ہے نہ زوجہ کو برا کہنا مفہوم ہو سکتا ہے الفاظ کنایہ کی طرح زوجین کے حالات و تعلقات باہمی بھی تین طرح کے ہو سکتے ہیں

ایک یہ کہ باہم موافقت ہو دوسرے یہ کہ دونون مین لڑائی ہو رہی ہو۔ تیسرے یہ کہ دونون مین گفتگو طلاق ہو رہی ہو۔ پس اگر زوج بحالت موافقت تینون اقسام مین سے کسی قسم کا لفظ کنایہ استعمال کرے تو اوسکا اثر زوج کی نیت کے موافق ہوگا اور دربارہ نیت زوج کا قول مقبول ہوگا۔ اور اگر ایسی حالت مین جبکہ زوجین مین لڑائی ہو رہی ہو زوج الفاظ کنایہ قسم اوّل یا قسم دوم استعمال کرے تو انکا اثر حسب نیت زوج ہوگا اور دربارہ نیت قول زوج مقبول ہوگا اور اگر زوج الفاظ کنایہ قسم سویم استعمال کرے تو زوجہ پر بلا لحاظ نیت زوج طلاق واقع ہو جائے گی کیونکہ حالت نزاع طلاق پر دلالت کرتی ہی اور دلالت بوجہ امر ظاہری ہونے کے نیت سے جو امر باطنی ہی قوی ہوتی ہی اور اگر بحالت گفتگو طلاق زوج الفاظ کنایہ قسم اول استعمال کرے تو انکا اثر حسب نیت زوج ہوگا اور زوج کا قول دربارہ نیت مقبول ہوگا اور اگر زوج الفاظ کنایہ قسم دویم یا سویم استعمال کرے تو زوجہ پر بلا لحاظ نیت زوج طلاق واقع ہو جائے گی (ہدایہ)

الفاظ کنایہ کے اثر کے متعلق ایک اور امر یاد رکھنے کے قابل یہ ہی کہ الفاظ قسم اوّل و دویم کے استعمال سے زوجہ پر ایک طلاق بائن واقع ہوا کرتی ہی لیکن اگر زوج تین طلاقون کی نیت کرتا ہی تو تین بائن طلاقین حسب نیت زوج واقع ہو جاتی ہین اور الفاظ قسم سویم کے استعمال سے بلا لحاظ نیت زوج ایک طلاق رجعی واقع ہو جاتی ہے (ہدایہ)

متعلق نیت اگر زوج زوجہ کے سامنے اپنے گھر مین یعنی بیرون اجلاس قاضی قسم کھائے تو کافی ہو جاتا ہی اور اگر زوج بیرون اجلاس قاضی قسم نہ کھائے یا قسم

کھانے سے انکار کردے تو زوجہ کو قاضی کے پاس رجوع ہونا چاہیئے اگر زوج قاضی کے اجلاس پر بھی قسم کھانے سے انکار کردے تو قاضی اون زوجین مین تفریق کردیجانیکا حکم دیدے گا (درمختار)

مگر ہائیکورٹ الہ آباد نے خلاف اصول فقدان الفاظ کو کہ " ورنہ تو میرے چچا کی لڑکی ہے " الفاظ کنایہ قرار دیکر اونکے استعمال کی بنا پر وقوع طلاق کا فیصلہ کیا ہے[۵۱]

باب سویم

پہلی فصل شرائط وقوع طلاق کے بیان مین

وقوع طلاق کیواسطے شروط ذیل لازم ہین۔

(۱) یہ کہ طلاق دینے والا عاقل و بالغ ہو۔

(۲) یہ کہ طلاق دینے والا مالک طلاق ہو یعنی جس عورت کو طلاق دے اوسکا بروئے نکاح صحیح زوج ہو۔

(۳) یہ کہ جس عورت کو طلاق دیجاوے وہ محل طلاق ہو (عالمگیری) یعنی وہ طلاق دینے والے کی بروئے نکاح صحیح زوجہ ہو یا ایسی معتدہ ہو جسپر طلاق واقع ہوسکتی ہو

(۴) یہ کہ طلاق کی اضافت یا طلاق دینے والے کا خطاب زوجہ کی طرف ہو[۵۲]

۵۱ حامد علی بنام امتیازن انڈین لارپوٹ الہ آباد ج ۲ ص ۷۱

۵۲ فرزند حسین بنام جان بی بی انڈین لارپورٹ کلکتہ ج ۴ ص ۵۸۸ و برکتہ بنام فاطمہ آئین ج ۳ ص ۲۴۴ و احمد علی بنام بادشاہ بیگم آئین ج ۳ ص ۲۲۵ ۱۲

ورنہ زوج کے محض الفاظ طلاق استعمال کرنے سے اوسکی زوجہ پر طلاق واقع نہین ہوجاتی مثلاً زوج کے یہ کہدینے سے کہ تو گھر سے باہر مت جانا مینے طلاق دینے کی قسم کھائی ہی زوجہ پر باوجودیکہ وہ گھر سے باہر جائے طلاق واقع نہو گی کیونکہ زوج کے کلام مذکورمین طلاق کی اضافت زوجہ کیطرف نہین ہی البتہ زوج کے زوجہ سی یہ کہدینے سے کہ گھر سے باہر مت جانا اگر تو گھر سے باہر جائے گی تو تجھپر طلاق ہی زوجہ پر زوجہ کے گھر سی باہر جاتے ہی طلاق پڑجائے گی کیونکہ زوج کے اس کلام مین اضافت طلاق زوجہ کیطرف ہے (درمختار)

وقوع طلاق کیواسطے یہ شرط نہین کہ زوجہ کو طلاق دیجانے کا علم ہو[1] مثلاً زوج عدم موجودگی زوجہ مین اوسکو طلاق دیدے تو گو زوجہ کو طلاق دینے کا علم نہو مگر اوسپر طلاق واقع ہوجائے گی۔

اگر وہ شخص جس کی علی الاعلان دو یا زیادہ زوجات ہون یہ کہدے کہ میری زوجہ پر طلاق ہی تو اوسکی زوجہ پر طلاق واقع ہوجائیگی اور اوسکو اختیار ہوگا کہ اوس طلاق کو زوجات مذکورہ مین سے جس سے چاہی متعلق کردے (عالمگیری)

طلاق کو زوجہ کے جزو شائع مثلاً نصف و ثلث و ربع کیطرف مضاف کرنا یا ایسے جزو کی طرف مضاف کرنا جس سے کل انسان کی تعبیر کیجاتی ہو مثلاً سر یا گردن مثل کل کیطرف مضاف کرنیکے ہوتا ہی لہذا زوج کے زوجہ سے یہ کہدینے سے کہ تیرے نصف جسم کو طلاق ہی یا یہ کہدینے سے کہ تیرے سر کو طلاق ہے زوجہ پر طلاق واقع ہوجاتی ہی لیکن طلاق کو ایسے جزو کیطرف مضاف کرنے سے جس سے کل انسان کی تعبیر نہ کی جاتی ہو مثلاً ہاتھ پیر کل کی طرف مضاف کرنا متصور نہین ہوتا

---

[1] مقدمہ برکتہ بنام فاطمہ آئین ۳ ۳ صفحہ ۲۴۴ ۱۲

لہذا زوج کے زوجہ سے یہ کہدینے سے کہ تیرے ہاتھ کو طلاق ہی زوجہ پر طلاق واقع نہین ہوجاتی لیکن زفرؒ اور امام شافعیؒ کے نزدیک طلاق کو ایسے جزو کیطرف مضاف کرنے سے بھی طلاق واقع ہوجاتی ہی جس سے کل انسان کی تعبیر نہین کیجاتی (ہدایہ)

اگر زوج طلاق کی اضافت اپنی طرف کرے اور اوس کی نیت زوجہ کو طلاق دینے کی ہو تاہم اوس کی زوجہ پر طلاق واقع نہوگی لیکن زوج کے زوجہ سے یہ کہدینے سے کہ مین تجھپر حرام ہون یا یہ کہدینے سے کہ مین تجھ سے منقطع ہون زوجہ پر طلاق واقع ہوجاتی ہی مگر امام شافعیؒ کے نزدیک زوج اگرچہ اضافت طلاق اپنی طرف کرے تاہم اوس کی زوجہ پر طلاق واقع ہوجاتی ہی مثلاً زوج زوجہ کو مخاطب کرکے یہ کہدے کہ مجھپر طلاق ہی تو احنافؒ کے نزدیک گو ایسا کہنے سے زوج کی نیت زوجہ کو طلاق دینے کی ہو زوجہ پر طلاق واقع نہین ہوتی اور شوافعؒ کے نزدیک زوجہ پر طلاق واقع ہوجاتی ہی اونکی دلیل یہ ہے کہ ملک نکاح اور حلت استمتاع زوجین مین مشترک ہوتی ہے اور انھین دونون امور کے زائل کردینے کو طلاق کہتے ہین لہذا طلاق زوجین مین سے چاہی کسی کی طرف مضاف کیجائے بہرحال زوجہ پر واقع ہوجاتی ہی ہم احنافؒ کے دلائل یہ ہین کہ طلاق رفع قید نکاح کو کہتے ہین اور بربناء نکاح مقید زوجہ ہوتی ہی لہذا اضافت رفع قید مقید ہی کی طرف صحیح ہوتی ہی دوسرے یہ کہ اگر طلاق کو زائل کنندہ ملک نکاح کہا جائے تب بھی اضافت طلاق فقط زوجہ ہی کی طرف صحیح ہوتی ہی کیونکہ زوج مالک ہوتا ہی اور زوجہ مملوک ہوتی ہے بخلاف اضافت حرمت یا انقطاع کے کہ اگر زوج بہ نیت طلاق حرمت یا انقطاع کی اضافت اپنی طرف بھی کرتا ہی تو زوجہ پر طلاق واقع ہوجاتی ہی کیونکہ حرمت ازالہ

حلت کو کہتے ہین اور حلت زوجین مین مشترک ہوتی ہے یعنی زوجین مین سے ہر ایک کو دوسرے سے استمتاع حلال ہوتا ہے علی ہذا انقطاع قطع پیوند کو کہتے ہین اور پیوند دو چیزون مین ہوا کرتا ہے لہذا حرمت یا انقطاع کی اضافت زوجین مین جس کسی کی طرف کیجائے صحیح ہوتی ہے اور اوس سے زوجہ پر طلاق واقع ہوجاتی ہے (ہدایہ)

طلاق قابل تجزی نہین ہے اور اصولاً ناقابل تجزی چیز کے جزو کا ذکر منزلہ کل کے ذکر کے ہوتا ہے لہذا آدھی چوتھائی طلاق دینا مثل پوری ایک طلاق دینے کے ہوتا ہے پس اگر زوج آدھی چوتھائی طلاق اپنی زوجہ کو دیتا ہے تو اوسپر پوری ایک طلاق واقع ہوجاتی ہے اور اگر سوا یا ڈیڑھ طلاق زوجہ کو دیتا ہے تو زوجہ پر پوری دو طلاقین واقع ہوجاتی ہین (درمختار)

دوسری فصل طلاق کو کسی مقام یا وقت کی طرف مضاف کرنیکے بیان مین

چونکہ وقوع طلاق کو کسی خاص مقام سے کچھ تعلق نہین ہوتا لہذا طلاق کو کسی مقام کی طرف مضاف کرنا لغو وبے اثر ہوتا ہے پس جو طلاق کسی مقام کی طرف مضاف کرکے دیجاتی ہے وہ فوراً واقع ہوجاتی ہے خواہ زوجہ اوس مقام مین ہو یا کسی دوسرے مقام مین ہو۔ مثلاً زوج زوجہ سے کہدے کہ تجھپر مکہ مین طلاق ہے تو زوجہ پر بفور ایسا کہنے کے طلاق واقع ہوجائے گی خواہ ایسا کہنے کیوقت اوسکی زوجہ مکہ مین ہو یا حیدرآباد مین ہو۔ زوج کا یہ قول کہ الفاظ مذکور سے میری یہ نیت تہی کہ جب زوجہ مکہ مین جائیگی تب اوسپر طلاق واقع ہوگی مقبول نہوگا کیونکہ یہ تعبیر ان الفاظ کے مفہوم ظاہر کے

خلاف ہی البتہ زوج کے زوجہ سے یہ کہدینے سے کہ جب تو مکہ مین پہنچے تب تجھے طلاق ہے
زوجہ پر جب تک وہ مکہ مین پہنچے طلاق واقع نہوگی کیونکہ ان الفاظ کا مفہوم یہ ہے کہ
زوج نے طلاق کو زوجہ کے مکہ مین پہنچنے پر معلق کیا ہی اور طلاق کو کسی شرط پر معلق کرنا
جائز ہوتا ہے (ہدایہ)

اگر طلاق کو کسی معین آئندہ وقت کی طرف مضاف کیا جاتا ہی تو وہ اوس وقت کے
آنے پر واقع ہوتی ہی اوس سے پہلے واقع نہین ہوتی مثلاً زوج زوجہ سے یہ کہدے کہ
کل کو تجھپر طلاق ہی تو دوسرے روز آفتاب کے نکلتے ہی طلاق واقع ہو جائے گی۔
دوسرے دن کے آفتاب نکلنے سے پہلے طلاق واقع نہوگی (عالمگیری)

لیکن اگر زوج وقوع طلاق کو ایسے وقت کی طرف مضاف کرے جس وقت
زوج مالک طلاق نہ ہی تو زوج کا قول لغو ہوگا اور زوجہ پر طلاق واقع نہوگی مثلاً زوج کا
زوجہ سے یہ کہدینا کہ میرے مرجانے کے بعد یا یہ کہدینا کہ تیرے مرجانے کے بعد تجھ پر
طلاق ہی لغو ہوگا اس کہنے سے زوجہ پر طلاق واقع نہوگی کیونکہ زوج خود مرجانیکے بعد
یا زوجہ کے مرجانے کے بعد مالک طلاق نہین رہتا (درمختار)

اگر زوج زوجہ سے کہدے کہ جسوقت مین تجھے طلاق نہ دون اوسوقت تجھ پر
طلاق ہی تو بفور خاموش ہونے زوج کے زوجہ پر طلاق واقع ہو جائے گی کیونکہ زوج کے
خاموش رہنے کا وقت ایسا وقت ہی جس مین اوسنے طلاق نہین دی اور اوسنے
وقوع طلاق کو ایسے ہی وقت کی طرف مضاف کیا تھا (درمختار)

تیسری فصل طلاق متردد کے بیان مین

وہ طلاق جس کے واقع کرنے مین تردد ہوتا ہی لغو ہوتی ہے واقع نہین ہوتی مثلاً زوج کا زوجہ سے یہ کہنا کہ تجھپر طلاق ہی یا نہین لغو ہوتا ہے اس سے زوجہ پر طلاق واقع نہین ہوتی اگر زوج زوجہ سے یہ کہدے کہ تو طلاق والی ہی ایک مرتبہ یا نہین تو زوجکے ایسا کہدینے سے شیخین ؒ کے نزدیک زوجہ پر طلاق واقع نہین ہوتی لیکن محمد ؒ نے مبسوط مین فرمایا ہی کہ زوج کے ایسا کہدینے سے زوجہ پر طلاق واقع ہوجاتی ہی محمد ؒ کی دلیل یہ ہی کہ زوج کے قول مین تردد عدد طلاق مین ہے نہ کہ ایقاع طلاق مین کیونکہ لفظ یا جو علامت تردد ہی الفاظ ایک مرتبہ اور نہین کے درمیان واقع ہوا ہی پس اگر بسبب تردد یہ دونون الفاظ کلام مذکور مین سے ساقط کردئے جائین تو کلام مذکور کا یہ حصہ باقی رہجائے گا (تو طلاق والی ہے) اور اس مابقی حصہ سے بالاتفاق طلاق واقع ہوجاتی ہی شیخین ؒ فرماتے ہین کہ جب عدد کسی لفظ کی صفت ہوتا ہی تو حکم لفظ موصوف سے متعلق ہوا کرتا ہی نہ کہ عدد سے چونکہ اس کلام مین لفظا ایک مرتبہ طلاق کی صفت واقع ہوا ہی لہذا حکم یعنی تردد طلاق سے متعلق ہوگا نہ ایک مرتبہ سے لہذا بوجہ تردد کلام مذکور سے طلاق واقع نہوگی (ہدایہ)

چوتھی فصل طلاق کو کسی چیز سے مشابہ یا موصوف کرنیکے اثر کے بیان مین

اگر طلاق کسی غیر مشار الیہ چیز کے ساتھ مشابہ کرکے دیجاتی ہی تو امام صاحب ؒ کے نزدیک بلا لحاظ اس امر کے کہ مشبہ بہ شئی بڑی ہی یا چھوٹی اور بلا لحاظ اس امر کے کہ تشبیہہ دینے مین مشبہ بہ شئی کی بڑائی یا چھوٹائی کا ذکر کیا گیا ہے یا نہین وہ طلاق بائن

ہوتی ہی اور ابو یوسفؒ کے نزدیک فی نفسہ شئی مشبہ بہ کے بڑے چھوٹے ہونیکا اعتبار نہین لیکن تشبیہ دینے مین مشبہ بہ کی بڑائی چھوٹائی کے ذکر کیے جانیکا اعتبار ہوتا ہے اور وہ یہ کہ اگر مشبہ بہ کی بڑائی کا ذکر کیا جاتا ہے تو وہ طلاق بائن ہوتی ہے ورنہ رجعی ہوتی ہے (عالمگیری)

اور اگر طلاق کسی مشارٌ الیہ چیز کے ساتھ مشابہ کرکے دیجاتی ہے تو بالاتفاق یہ متصور ہوتا ہے کہ شئی مشارٌ الیہ کی صفت متعارف سے تشبیہ دینا مقصود ہی مثلاً چونکہ ہاتھ کی کھڑی کی ہوئی اونگلیون کی صفت متعارف ونکی تعداد ہوتی ہے لہذا اگر زوج ہاتھ کی کھڑی کی ہوئی اونگلیون کی طرف اشارہ کرکے زوجہ سے کہے کہ تو ایسی طلاق والی ہی تو زوجہ پر بقدر تعداد ان کھڑی کی ہوئی اونگلیون کے طلاقین واقع ہون گی (ہدایہ)

اگر طلاق ایسی صفت سے موصوف کیجاتی ہی جس سے وہ موصوف ہو نہین سکتی تو صفت لغو ہوتی ہی اور طلاق رجعی واقع ہو جاتی ہی مثلاً زوج زوجہ سے کہے کہ تجھ پر ایسی طلاق ہی جو تجھ پر واقع نہین ہو سکتی تو زوجہ پر طلاق رجعی واقع ہو جائے گی۔ اور اگر طلاق ایسی صفت سے موصوف کیجائے جس سے طلاق موصوف ہو سکتی ہے مگر وہ صفت زیادتی یا شدت پر دلالت نکرتی ہو تو بھی طلاق رجعی واقع ہوتی ہی مثلاً زوج زوجہ سے کہی کہ تجھ پر احسن طلاق ہی یا یہ کہے کہ تجھ پر افضل طلاق ہے تو زوجہ پر طلاق رجعی واقع ہوگی۔ اور اگر وہ صفت زیادتی یا شدت پر بھی دلالت کرتی ہو تو طلاق بائن واقع ہوگی مثلاً زوج زوجہ سے کہدے کہ تجھ پر فحش یا اخبث یا شیطانی طلاق ہی یا یہ کہدے کہ تجھ پر پہاڑ جیسی طلاق ہی تو زوجہ پر طلاق بائن واقع ہو جائیگی

طلاق کے متعلق یہ امر بھی ملحوظ رکھنے کے قابل ہے کہ لفظ طلاق مصدر ہے اور بروئے قواعد صرف و نحو مصدر کا اطلاق واحد اور جمع دونون پر ہوسکتا ہے پس اگر زوج لفظ طلاق سے جمع کی نیت کرتا ہے تو عربی زبان کے لحاظ سے تین طلاقین زوجہ پر واقع ہوجاتی ہین کیونکہ عربی زبان ہین اقل جمع تین ہوتے ہین اور اردو زبان کے لحاظ سے زوجہ پر دو طلاقین واقع ہوجاتی ہین کیونکہ اردو اور تمام دوسری زبانون ہین ایک سے زیادہ پر جمع کا اطلاق ہوتا ہے (ہدایہ)

پانچوین فصل زوجہ غیر مدخولہ کی طلاق کے بیان ہین

زوجہ غیر مدخولہ چونکہ ایک ہی طلاق سے بائنہ ہوجاتی ہے لہذا اگر زوج زوجہ غیر مدخولہ کو وقت واحد ہین بالفاظ متفرق تین طلاقین دیتا ہے یا باوقات مختلف تین طلاقین دیتا ہے تو اوسپر فقط ایک پہلی طلاق واقع ہوتی ہے اور وہ اوسی سے بائنہ ہوجاتی ہے لہذا وہ دوسری اور تیسری طلاق کی محل نہین رہتی اسلئے دوسری اور تیسری طلاق اوسپر واقع نہین ہوتین لیکن اگر زوج زوجہ غیر مدخولہ کو ایک ہی لفظ کے ذریعہ سے تین طلاقین دیتا ہے تو اوسپر تینون واقع ہوجاتی ہین مثلاً زوج زوجہ غیر مدخولہ سے کہے کہ تجھپر تین طلاقین ہین تو اوسپر تین طلاقین واقع ہوجائینگی کیونکہ اس صورت مین عدد صفت طلاق ہوتا ہے لہذا طلاق مع صفت واقع ہوجاتی ہے (ہدایہ)

چھٹی فصل طلاق تحریری کے بیانمین

زوج کے زوجہ کی طرف خطاب و اضافت کرکے بہ نیت طلاق الفاظ طلاق تحریر

کردیوے سی اگر وہ الفاظ پڑھے اور سمجھے جا سکتے ہون اوسی طرح زوجہ پر طلاق واقع ہو جاتی ہی جس طرح الفاظ مذکور کو زبان سے کہدینے سے واقع ہوتی ہے ۞ لیکن اگر الفاظ مذکور پڑھے اور سمجھے نہ جا سکتے ہون تو ایسی تحریر لغو ہوتی ہی اوس سے زوجہ پر طلاق واقع نہین ہوتی مثلاً زوج زوجہ کی طرف خطاب و اضافت کرکے ہوا یا پانی پر الفاظ طلاق تحریر کردے تو زوجہ پر طلاق واقع نہو گی یا مثلاً زوج زوجہ کو خط مین یہ لکھ بھیجے کہ تجھپر طلاق ہی تو بفور تحریر زوجہ پر طلاق واقع ہو جاوے گی اور اوسی وقت سے عدۃ شروع ہو جاوے گی اور اگر زوج زوجہ کو خط مین یہ لکھے کہ جسوقت یہ خط تیرے پاس پہونچے اوسوقت تجھپر طلاق ہی تو جسوقت وہ خط زوجہ کے پاس پہونچے گا اوسیوقت طلاق واقع ہو گی اور اوسی وقت سے عدۃ شروع ہو گی چنانچہ اگر وہ خط زوجہ کی وطن مین زوجہ کے باپ کے پاس پہنچ جاوے اور وہ اوس خط کو زوجہ مکتوب الیہا یعنی اپنی بیٹی کو نہ دے تو اگر زوجہ کا باپ زوجہ کے جملہ کاروبار مین متصرف ہی تو اوس خط کا زوجہ کی باپ کے پاس پہنچنا زوجہ کے پاس پہونچ جانا متصور ہو گا اور زوجہ پر طلاق واقع ہو جاوے گی اور اگر زوجہ کا باپ زوجہ کے جملہ کاروبار مین متصرف نہو تو جبتک وہ خط زوجہ کے پاس نہ پہنچے گا اوسپر طلاق واقع نہ ہو گی اگرچہ زوجہ کو ایسی خط کے آنیکی خبر معلوم ہو جاوے تاہم جب تک وہ خط اوسکے پاس نہ پہونچے گا اوسپر طلاق واقع نہو گی ۞ اور اگر زوجہ کے پاس وہ خط ایسی حالت مین پہونچے کہ پڑھا اور سمجھا نہ جا سکتا ہو تو بھی اوسپر طلاق واقع نہو گی (عالمگیری)

۞ معاملہ درخواست محمد ظہور مفتہ وار ۱۸۹۹ء صفحہ ۸۵ مقدمہ معراج بی بی بنام عظمت علی ویکلی رپورٹر جلد ۵ صفحہ ۲۳ ۱۲

باب چہارم

تفویض طلاق کے بیان مین

زوج کو جس طرح خود طلاق دینے کا اختیار ہوتا ہے اوسی طرح یہ بھی اختیار ہوتا ہے کہ اپنے اوس اختیار کو کسی دوسرے کو حتی کہ خود زوجہ کو تفویض کر دے٭ تفویض طلاق کے تین طریقے ہین جو ذیل مین بیان کئے جاتے ہین۔

(۱) یہ کہ زوج زوجہ کے نفس کا خود زوجہ کو اختیار دیدے مثلاً زوج زوجہ سے کہدے کہ تجھے اپنے نفس کا اختیار ہے تو زوجہ کو اختیار حاصل ہوجاتا ہے کہ اوس مجلس مین اپنے نفس کو اختیار کرے یا اپنے نفس کو طلاق دے لے۔

(۲) یہ کہ زوج زوجہ کا کام دربارہ طلاق زوجہ کے ہاتھ دیدے مثلاً زوج زوجہ سے کہدے کہ تیرا کام تیرے ہاتھ مین ہے تو زوجہ کو طلاق لے لینے کا اختیار حاصل ہوجاتا ہے یہ اختیار بھی مجلس تک محدود ہوتا ہے۔

(۳) یہ کہ زوج طلاق لینے کو زوجہ کی خواہش پر منحصر کر دے مثلاً زوج زوجہ سے کہدے کہ جب تیرا جی چاہے تو اپنے نفس کو طلاق دے لے تو زوجہ کو اختیار حاصل ہوجاتا ہے کہ جب اوسکا جی چاہے اپنے نفس کو طلاق دیلے یہ اختیار مجلس تک محدود نہین ہوتا بلکہ مجلس کے متفرق ہونیکے بعد بھی زوجہ کو اختیار رہتا ہے کہ چاہے تو اپنے نفس کو طلاق دیلے (ردالمحتار شامی)

٭ حمید اللہ بنام فیض النساء انڈین لاء رپورٹ کلکتہ ج ۸ صفحہ ۳۲۷

پہلی فصل زوجہ کو اوسکے نفس کا اختیار دیدینیکے بیان مین

اگر زوج زوجہ سے بہ نیت طلاق بلا تعین وقت یہ کہدے کہ تجھے اپنی نفس کا اختیار ہے تو زوجہ کو تا قیام مجلس خیار اپنے نفس کے اختیار کرلینے یا طلاق دے لینیکا اختیار حاصل ہوجاتا ہی مجلس خیار اوسوقت تک قائم رہتی ہی جب تک زوجہ دوسرے کام مین مشغول نہو اور اوسی جگہ بیٹھی رہی جس جگہ بیٹھے ہوے اوسے اختیار حاصل ہوا ہی اگرچہ پورا دن گذر جائے اور اگرچہ زوج مجلس سے چلا جائے (عالمگیری)

اگر زوجہ اوس جگہ موجود ہوتی ہی جہان زوج اوسکو اختیار دیتا ہی تو وہ بھی مجلس خیار کہلاتی ہی اور اگر زوجہ اوس جگہ موجود نہین ہوتی تو جہان زوجہ کو زوج کے اختیار دینے کا علم ہوتا ہے وہ مجلس خیار کہلاتی ہی ہر مجلس اصولاً غرض مجلس سے اعراض کرنے سے بدلجاتی ہی مگر اعراض کرنا بلحاظ غرض ہر مجلس کے مختلف افعال سے متصور ہوتا ہی ایک مجلس ایک فعل سے بدلجاتی ہی دوسری مجلس اوس فعل سے نہین بدلتی جیسا مجلس دعوت اور مجلس مناظرہ اور مجلس جنگ کے حالات و اغراض مختلف ہوتے ہین ویسے ہی وہ افعال بھی مختلف ہوتے ہین جنسے اعراض متصور ہوسکتا ہی چنانچہ مخیرہ کا کھانا طلب کرنا یا کھانا کھانا غرض مجلس سے اعراض کرنا متصور ہوتا ہے (عالمگیری)

اور اپنے باپ کو مشورہ کیواسطے یا گواہون کو گواہی کیواسطے بلانا اور مشورہ کرنا اور گواہ رہنے کیواسطے کہنا غرض مجلس سے اعراض کرنا متصور نہین ہوتا (درمختار)

علی ہذا مخیرہ کے کھڑے ہوجانے سے مجلس خیار بدل جاتی ہی (ہدایہ)

لیکن تکیہ سے پشت لگا لینے یا تکیہ پر سے پشت اوٹھا لینے سے مجلس نہین بدلتی
یا اگر مخیرہ بوقت حصول اختیار کھڑی ہو تو اوسکے بیٹھ جانے سے یا اگر وہ بوقت حصول
اختیار پیدل چل رہی ہو تو کھڑے ہو جانے سے اور اگر جانور یا کسی اور سواری پر
چل رہی ہو اوسکے کھڑا کر لینے سے مجلس نہین بدلجاتی لیکن پیدل چلتی ہوے
ایک قدم بھی آگے چلنے سے مجلس بدلجاتی ہی اور اگر وہ بوقت حصول اختیار
جانور یا کسی ایسی سواری پر سوار ہو جسکا چلانا اوسکے اختیار مین ہو چلا دینے سے
مجلس بدلجاتی ہی لیکن ایسی سواری کے چلنے سے جسکا چلانا اوسکے اختیار مین نہ
مجلس نہین بدل جاتی (در مختار)

اگر مخیرہ کلام مشعر حصول اختیار سنکر نماز مین مشغول ہو جائے تو بوجہ اعراض
اوسکا خیار باطل ہو جاتا ہی اور اگر کلام مذکور بحالت اداء نماز فرض یا واجب سنے تو
تا اختتام نماز مذکور اوسکا خیار باطل نہین ہوتا اور اگر بحالت اداء نماز نفل سنے تو
فقط دو رکعت پورے ہونے تک اوسکا خیار باطل نہین ہوتا اگرچہ نیت چار رکعت
نفل کی کی ہو (عالمگیری) زوج کو الفاظ مشعر عطاء اختیار نفس زوجہ سے کہدینے کے بعد اپنے
قول سے رجوع کر لینے کا یا اپنے قول کو منسوخ کر دینے کا یا زوجہ کو اختیار نفس سے منع
کر دینے کا حق نہین رہتا لیکن اگر زوج زوجہ کو اختیار نفس دینے کے بعد قبل اسکے
اوسنے اپنے نفس کو اختیار کیا ہو زوجہ کو ہاتھ پکڑ کر اوسکی جگہ سے اوٹھا لے اور
اوس سے خواہ اوسکی خوشی سے خواہ بجبر وطی کر لے تو زوجہ کا اختیار باطل ہو جاتا ہی (عالمگیری)

مجلس خیار مین زوجہ کے اپنے نفس کو اختیار کر لینے سے باجماع صحابہؓ زوجہ پر
ایک طلاق بائن واقع ہو جاتی ہی کیونکہ زوج کا یہ قول کہ تجھے اپنے نفس کا اختیار ہی

کنایہ طلاق ہی اور طلاق کنایہ بائن ہوتی ہی اگرچہ زوج نے تین طلاقون کی نیت کی ہوتاہم زوج کے قول مذکور کی بناپر زوجہ کے اپنے نفس کے اختیار کر لینے سے زوجہ پر فقط ایک ہی طلاق بائن واقع ہوگی۔ اور اگر زوج نے اپنے قول مین لفظ طلاق استعمال کیا ہو مثلاً زوجہ سے یون کہا ہو کہ تجھے اپنے نفس کا بذریعہ طلاق اختیار ہے یا زوجہ نے اختیار نفس کرنے مین لفظ طلاق کا استعمال کیا ہو مثلاً زوجہ نے بایں الفاظ اختیار نفس کیا ہو کہ مینے اپنے نفس کو بذریعہ طلاق اختیار کر لیا یا زوجہ نے یہ الفاظ کہے ہون کہ مین نے اپنے نفس کو طلاق دیدی تو بوجہ استعمال لفظ صریح زوجہ پر ایک طلاق رجعی واقع ہوگی (ہدایہ)

اس طرح اختیار دینے اور اوسکی بناپر اختیار نفس کرنے مین لازم ہی کہ زوجین مین سے کسی ایک کے قول مین لفظ نفس مذکور ہو کیونکہ زوج کا زوجہ سے یہ کہدینا کہ تجھے اختیار ہی عرفاً کنایہ طلاق نہین ہی چنانچہ اگر زوج زوجہ سے یہ کہدے کہ تجھے اختیار ہی اور زوجہ اوسکے جواب مین کہدے کہ مینے اختیار حاصل کر لیا تو زوجہ پر طلاق واقع نہوگی (عالمگیری)

اگر زوج زوجہ کو کسی خاص یا محدود وقت تک کیواسطے اختیار نفس دیدے تو زوجہ کا اختیار قیام مجلس کیساتھ مقید نہوگا بلکہ اوس خاص یا محدود وقت کے اندر جب چاہی اوسے نفس کے اختیار کر لینے کا اختیار ہوگا٭ اور اوس خاص یا محدود وقت کے گذر جانے پر گو اوسکے گذر جانیکی زوجہ کو خبر بھی نہو زوجہ کا اختیار باطل ہو جائیگا مثلاً زوج زوجہ سے یہ کہدے کہ زید کے آنیکے دن تجھے اپنے نفس کا اختیار ہی تو زوجہ کو اختیار حاصل ہو جائے گا کہ زید کے آنیکے دن اپنے نفس کو اختیار کر لے لیکن اگر زید آئے

٭ نذیر النساء بی بی بنام مشیت اللہ بنگال لا رپورٹ ج ۷ صفحہ ۴۴۲ ۱۲

اور اوسدن زوجہ اپنے نفس کو اختیار نکرلے تو اوسکا اختیار باطل ہوجائے گا گو زوجہ کو زید کے آنیکی خبر نہو (ہدایہ)

یا مثلاً زوج زوجہ سے کہدے کہ تجھے ایک ماہ تک اپنے نفس کا اختیار ہے تو زوجہ کو تیسوین دن کے اوسوقت تک جسوقت زوج نے اختیار دیا ہے اپنے نفس کے اختیار کر لینے کا اختیار حاصل ہوجائیگا کہ جب چاہے اپنے نفس کو اختیار کرلے اور تیسوین دن کا وقت مذکور ختم ہوجانے کے بعد زوجہ کا اختیار باطل ہوجائیگا (عالمگیری)

اگر زوج نے زوجہ کو وقت محدود تک اوسکے نفس کا اختیار دیا ہو اور زوجہ نے مجلس خیار مین زوج کو اختیار کرلیا ہو تو طرفین کے نزدیک زوجہ کا اختیار کلیتہً باطل ہوجاتا ہے اور ابو یوسف کے نزدیک زوجہ کا اختیار فقط اوس مجلس مین باطل ہوجاتا ہے اور اوس مجلس کیوقت محدود تک زوجہ کو اختیار حاصل رہتا ہے کہ جب چاہے اپنے نفس کو اختیار کرلے (عالمگیری)

اگر زوج بلا کسی نیت کے یا ایک طلاق کی نیت سے زوجہ سے کہدے کہ تو اپنے نفس کو طلاق دیلے اور زوجہ اس کہدینے پر اپنے نفس کو طلاق دیلے تو اوس پر ایک طلاق رجعی واقع ہوجائے گی اور اگر زوج تین طلاقون کی نیت سے الفاظ مذکور کہے اور زوجہ بھی اپنے نفس کو تین طلاقین دیلے تو چونکہ اتفاقاً زوجہ کا تین طلاقین دے لینا نیت زوج کے مطابق ہوا ہے اسلئے زوجہ پر تین رجعی طلاقین واقع ہوجائینگی اور اگر زوج کے اس کہدینے پر زوجہ اپنے نفس کو ایک یا دو طلاقین دیلے تو وہیں ایک یا دو یعنے جتنی طلاقین زوجہ اپنے نفس کو دیلے گی اوتنی ہی رجعی طلاقین اوسپر واقع ہوجائین گی۔ لیکن اگر زوجہ زوج کے ایسا کہنے کے جواب مین کہے کہ

مینے اپنے نفس کو بائن کر لیا تو صاحبین کے نزدیک زوجہ پر ایک طلاق رجعی واقع ہوجائے گی کیونکہ زوجہ نے اپنے نفس کو طلاق بائن دے لینے مین اختیار مفوضہ سے زیادہ عمل کیا لہذا عمل بقدر زیادتی بے اثر ہوگا اور بقدر اختیار مفوضہ نافذ ہوگا اسلئے اوسپر ایک طلاق رجعی واقع ہوجائے گی اور امام صاحب کے نزدیک زوجہ کے یہ الفاظ کہنے سے اوسپر کسی قسم کی بھی طلاق واقع نہو گی کیونکہ اوسنے جو امر اختیار کیا ہی یعنی بینونت وہ امر مفوضہ یعنی طلاق رجعی کے بالکل مغایر ہے کیونکہ بینونت اور طلاق رجعی مین حقیقتًا اور حکمًا ہر طرح مغائرت ہے اور اگر زوجہ زوج کے قول مذکور کے جواب مین کہے کہ مینے نفس کو اختیار کر لیا تو زوجہ پر ان الفاظ کے کہنے سے بالاتفاق کسی قسم کی طلاق واقع نہو گی (درمختار)

دوسری فصل زوجہ کا کام اوسکے ہاتھ مین دیدینیکے بیانمین

زوجہ کا کام اوسکے ہاتھ مین دیدینے سے زوجہ کو وہی اختیار حاصل ہوجاتا ہی جو زوجہ کو اوسکے نفس کا اختیار دیدینے سے حاصل ہوتا ہی بجز اسکے کہ زوجہ کا کام اوسکے ہاتھ مین دیدینے مین زوج کو تین طلاقون کی نیت کرنا صحیح ہوتا ہی اور زوجہ کو اوسکے نفس کا اختیار دینے مین زوج کو تین طلاقون کی نیت کرنا صحیح نہین ہوتا (درمختار) پس اگر زوج زوجہ سے کہدے کہ تیرا کام تیرے ہاتھ مین ہی اور زوجہ جوابًا اوسی مجلس مین کہدے کہ مینے اپنے نفس کو اختیار کر لیا تو زوجہ پر حسب نیت زوج ایک یا تین طلاقین واقع ہوجائین گی اور اگر زوج زوجہ سے یہ کہدے کہ تیرا کام دربارہ طلاق تیرے ہاتھ مین ہی اور زوجہ جوابًا اوسی مجلس مین اپنے

نفس کو اختیار کرلے تو زوجہ پر بوجہ استعمال لفظ طلاق ایک یا تین رجعی طلاقین حسب نیت زوج واقع ہون گی (عالمگیری)

اگر زوج تین طلاقون کی نیت سے زوجہ سے کہدے کہ تیرا کام تیرے ہاتھ مین ہے اور زوجہ جواباً کہے کہ مینے اپنے نفس کو ایک مرتبہ اختیار کرلیا تو باوجود ایک مرتبہ کہنے کے زوجہ پر حسب نیت زوج تین طلاقین واقع ہوجائینگی کیونکہ زوجہ کا قول زوج کے قول کا جواب ہی لہذا اوسکے یہ معنی ہوسے کہ مینے اختیار معطیہ زوج کو ایکمرتبہ اختیار کرلیا اسلئے قول زوج کو ایک مرتبہ قبول کرنے سے حسب نیت زوج زوجہ پر تین طلاقین واقع ہوجائین گی لیکن اگر زوجہ بجواب قول زوج یہ کہی کہ مینے اپنے نفس کو ایک مرتبہ طلاق دیلی یا یہ کہی کہ مینے اپنے نفس کو ایک طلاق کیواسطے اختیار کرلیا تو زوجہ پر فقط ایک طلاق بائن واقع ہوگی کیونکہ زوجہ نے صراحت کردی کہ منجملہ اختیار معطیہ زوج کے ایک طلاق کیواسطے مینے اپنے نفس کو اختیار کرلیا ہی۔ اور باوصفیکہ زوجہ نے لفظ طلاق استعمال کیا ہی اوسپر طلاق بائن اس وجہ سے واقع ہوگی کہ زوجہ کا قول قول زوج کا جواب ہے جو متصف بصفت بینونت ہا بوجہ استعمال لفظ کنایہ کے لہذا زوجہ کا قول بھی لازماً اوسی صفت سے متصف متصور ہوگا (عالمگیری)

اگر زوجہ زوج کے اس قول کے جواب مین کہ تیرا کام تیرے ہاتھ مین ہے یہ کہی کہ تو اپنی زبان سے خود طلاق کیون نہین دیتا تو اس کہنے سے زوجہ کا اختیار رد نہو جائیگا بلکہ ایسا کہنے کے بعد بھی زوجہ کو اختیار ہوگا کہ اوسی مجلس مین اپنے نفس کو اختیار کرلے (عالمگیری)

اس شرط پر نکاح کرنا کہ زوجہ کا کام اوسکے ہاتھ مین ہی صحیح ہوتا ہی لیکن زوجہ کا یہ دعوی
کہ اس امر کا استقرار کر دیا جائے کہ اوسکا کام اوسکے ہاتھ مین ہے قابل سماعت
نہین ہوتا البتہ اگر زوجہ بربناء شرط مذکور اپنے نفس کو اختیار کر لینے یا طلاق دے لینے
کے بعد تفریق کرا دینے کا دعوی کرے تو وہ قابل سماعت ہوتا ہی (عالمگیری)

زوج کے اس قسمیہ قول کی کہ ان الفاظ سے کہ تیرا کام تیرے ہاتھ مین ہی میری
نیت طلاق کی نہ تھی تصدیق کیجائے گی لیکن اگر زوج نے الفاظ مذکور کو بحالت
غصہ یا مذاکرہ طلاق مین کہی ہون تو اوسکے قسمیہ قول مذکور کی تصدیق نہ کیجائیگی - اگرچہ
زوجہ یہ ادعا کرے کہ زوج کی نیت الفاظ مذکور سے طلاق دینے کی تھی تب بھی زوج کے
قسمیہ قول مذکور کی تصدیق کیجائیگی اور زوجہ کی شہادت بغرض ثبوت نیت
زوج نہ لیجائے گی اور اگر زوجہ یہ ادعا کرے کہ زوج نے الفاظ مذکور بحالت غصہ یا
مذاکرہ طلاق کہے تھے اور زوج اسکا منکر ہو تب بھی زوج کے قسمیہ قول کی تصدیق
کیجائے گی مگر زوجہ کی شہادت بغرض ثبوت اس امر کے کہ زوج نے الفاظ
مذکور بحالت غصہ یا مذاکرہ طلاق کہے تھے لیجا سکیگی (عالمگیری)

اگر زوج زوجہ سے کہے کہ تیرا کام تیرے ہاتھ مین ہے اور زوجہ جواب کہے کہ مینے تجھے
طلاق دیدی تو زوجہ کا یہ کہنا لغو و بے اثر ہوگا جیسا خود زوج کا طلاق کو اپنے نفس
کی طرف مضاف کرنا لغو و بے اثر ہوتا ہی (عالمگیری)

زوج نے زوجہ کا کام اوسکے ہاتھ مین دیدیا ہو اور اوسکی بناء پر زوجہ نے اپنے
نفس کو طلاق دیلی ہو اوسکے بعد زوج کا ادعا ہو کہ زوجہ میرا کلام مذکور سنکر دوسرے
کام مین مشغول ہوگئی تھی اوسکے بعد اوسنے اپنے نفس کو طلاق دی ہی اور زوجہ کا

ادعا ہو کہ مینے بفور سماعت کلام زوج بلا اسکے کہ کسی دوسرے کام مین مشغول ہوئی ہون مینے اپنے نفس کو طلاق دیدی تھی تو زوجہ کا قول قبول ہوگا اور اوسپر طلاق واقع ہو جائے گی (عالمگیری)

اگر زوج شخص اجنبی سے کہدے کہ میری زوجہ کا کام تیرے ہاتھ مین ہی تو اجنبی کو اختیار حاصل ہو جائے گا کہ مجلس خیار مین اوس کی زوجہ کو طلاق دیدے کیونکہ ایسا اختیار مجلس خیار تک ہوتا ہی اور زوج کو اپنے قول سے رجوع کرنیکا اختیار نہ ہوگا۔ لیکن اگر زوج شخص اجنبی سے یہ کہدے کہ تو میری زوجہ کو طلاق دیدے مینے یہ کام تیری طرف کر دیا ہی تو زوج کا یہ کہنا تفویض طلاق ہوگا اور اجنبی کو اختیار حاصل ہو جائے گا کہ مجلس خیار مین اوس کی زوجہ کو طلاق دیدے مگر زوج کو قبل از انکہ اجنبی نے اوسکی زوجہ کو طلاق دی ہو اپنے قول سے رجوع کر لینے کا اختیار ہوگا (عالمگیری)

اگر زوج شخص اجنبی سے کہے کہ تم میری زوجہ سے کہدو کہ تیرا کام تیرے ہاتھ مین ہی تو جب تک اجنبی مذکور زوجہ سے الفاظ مذکور نہ کہیگا زوجہ کا کام زوجہ کے ہاتھ مین نہ ہو جائے گا لیکن اگر زوج شخص اجنبی سے کہے کہ تم میری زوجہ کو خبر کر دو کہ اوسکا کام اوسکے ہاتھ مین ہی تو بفور زوج کے ایسا کہنے کے زوجہ کا کام زوجہ کے ہاتھ مین ہو جائے گا (عالمگیری)

اگر دائن مدیون سے کہے کہ حسب وعدہ ایک ماہ مین اگر تو میرا دین ادا نکریگا تو تیری زوجہ کو طلاق دینا میرے ہاتھ مین ہو جائے گا اور مدیون اسکے جواب مین کہدے کہ ہان ایسا ہی ہوگا تو اگر مدیون ایک ماہ مین حسب وعدہ اداء دین نکر دے تو دائن کو اختیار ہو جائے گا کہ مدیون کی زوجہ کو طلاق دیدے (عالمگیری)

تیسری فصل زوج کا طلاق کو زوجہ کی خواہش پر منحصر کردینا اور اوسکے متعلقہ مسائل کے بیان مین

زوج زوجہ کو اوس کی خواہش پر طلاق لے لینے کا اختیار دیسکتا ہے اور زوج کو ایسا اختیار زوجہ کو دیدینے کے بعد اوسکے فسخ کرنیکا حق نہین رہتا اگر زوج زوجہ کو اوس کی خواہش پر طلاق لے لینے کا اختیار دیدے تو زوجہ کو اختیار حاصل ہوجاتا ہے کہ وہ مجلس خیار مین اپنے نفس کو طلاق دیلے (عالمگیری)

اگر زوج زوجہ سے یہ کہدے کہ جب تیرا جی چاہے تو اپنے نفس کو طلاق دیلے تو زوجہ کو اختیار حاصل ہوجائیگا کہ مجلس خیار مین یا اوسکے متفرق ہوجانیکے بعد جب جی چاہے اپنے نفس کو طلاق دیلے کیونکہ لفظ جب چاہے عمومیت زمانہ کو مقتضی ہوتا ہے اور زوج ان الفاظ کے ذریعہ سے زوجہ کو اوس کی طلاق کا مالک کردیتا ہے اسی وجہ سے زوج کو رجوع کرنیکا حق باقی نہین رہتا (عالمگیری)

اگر زوج کسی شخص سے کہدے کہ تو میری زوجہ کو طلاق دیدے تو وہ شخص طلاق دینے کیواسطے زوج کا وکیل ہوجائیگا اور اوسکو اختیار حاصل ہوجائیگا کہ مجلس خیار مین یا اوسکے بعد جب چاہے اوسکی زوجہ کو طلاق دیدے اور زوج کو اختیار ہوگا کہ جب چاہے اپنے قول سے رجوع کرلے اور جب چاہے اوس شخص کے اختیار کو فسخ کردے اور اگر زوج اوس شخص سے یہ کہدے کہ تو چاہتا ہے تو میری زوجہ کو طلاق دیدے تو وہ شخص وکیل زوج نہو جائیگا بلکہ اوس شخص کی خواہش پر طلاق معلق ہوگی لہذا اوسکا اختیار فقط قیام مجلس خیار تک ہوگا اور زوج کو

اوس کے اختیار کے فسخ کرنیکا حق نہو گا (درمختار)

اگر زوج زوجہ سے کہدے کہ تو اپنے نفس کو تین طلاقین دیلے اور زوجہ اس کی بنا پر اپنے نفس کو فقط ایک طلاق دیلے تو اوسپر ایک طلاق واقع ہو جائے گی کیونکہ جب زوجہ منجانب زوج تین طلاقون کی مالک ہو گئی ہی تو ایک طلاق کی بدرجہ اولی مالک ہو گئی ہی لیکن اگر زوج زوجہ کو ایک طلاق دے لینے کا اختیار دے اور زوجہ اپنے نفس کو تین طلاقین دیلے تو صاحبینؒ کے نزدیک زوجہ پر ایک طلاق واقع ہو جائے گی جسکا اوسکو اختیار دیا گیا تھا اور دو طلاقین بوجہ زاید از اختیار ہونیکے لغو و بے اثر ہون گی اور امام صاحبؒ کے نزدیک ایک طلاق بھی واقع نہو گی کیونکہ ایک مفرد ہی اور تین عدد مرکب ہے پس معلوم ہوا کہ ایک اور تین مین باہم تضاد و مغایرت ہے لہذا زوجہ کا قول بوجہ مغایر ہونے اختیار کے لغو و بے اثر ہی اسلیئے اوسپر ایک طلاق بھی واقع نہو گی علی ہذا اگر زوج نے زوجہ سے یہ کہا ہو کہ اگر تو چاہی تو اپنے نفس کو ایک طلاق دیلے اور اوسپر زوجہ نے اپنے نفس کو تین طلاقین دلین تو صاحبینؒ کے نزدیک ایک طلاق واقع ہو جائے گی کیونکہ تین طلاقون کی خواہش مین ایک طلاق کی خواہش داخل ہی لہذا ایک طلاق جسکا زوج نے اختیار دیا تھا واقع ہو جائے گی اور امام صاحبؒ کے نزدیک ایک طلاق بھی واقع نہو گی کیونکہ تین طلاقون کی خواہش ایک طلاق کی خواہش سے مغایر ہی۔ اور اگر زوج نے یہ کہا ہو کہ تو چاہتی ہی تو اپنے نفس کو تین طلاقین دیلے اور اوس کی بنا پر زوجہ اپنے نفس کو ایک طلاق دیلے تو باتفاق اصحاب ثلاثہؒ اوسپر ایک طلاق بھی واقع نہو گی کیونکہ زوجہ کے ایک طلاق دے لینے سے ظاہر ہو گیا کہ وہ

تین طلاقین دے لینا نہین چاہتی حالانکہ زوج نے اوسکو اختیار بشرط خواہشمند ہونے تین طلاقون کے دیا تھا (در مختار)

اگر زوج زوجہ سے بہ نیت طلاق کہے تجھپر طلاق ہے اگر تو چاہے اور زوجہ اسکے جواب مین کہے کہ اگر تو چاہتا ہے تو مین بھی چاہتی ہون اسکے جواب مین زوج کہے کہ مین چاہتا ہون تو اس گفتگو سے زوجہ پر طلاق واقع نہو گی بلکہ اسکا نتیجہ یہ ہے کہ زوجہ کو اختیار حاصل ہو جانیکے بعد باطل ہو گیا کیونکہ ابتداءً زوج نے اختیار کو زوجہ کی خواہش مطلق پر معلق کیا تھا جس کی بنا پر زوجہ کو اختیار حاصل ہو گیا تھا لیکن زوجہ نے اپنی خواہش کو معلق بخواہش زوج کردیا جس سے معلوم ہوا کہ اوسکو بلا تعلیق یعنی خواہش مطلق نہین ہے اسلئے اوسکا اختیار باطل ہو گیا پس زوجہ کا اس طرح اختیار باطل ہو جانے کے بعد زوج کا فقط دوسرا قول کہ مین چاہتا ہون باقی رہگیا جو زوجہ کے اس قول کے جواب مین کہا گیا تھا کہ اگر تو چاہتا ہے تو مین بھی چاہتی ہون چونکہ ان دونون قولون مین طلاق یا اختیار نفس کا ذکر نہین ہے لہذا اس گفتگو سے زوجہ پر طلاق واقع نہین ہوتی علےٰ ہذا اگر زوجہ نے یہ کہا ہو کہ میرا باپ چاہتا ہے تو مین چاہتی ہون تب بھی نتیجہ گفتگو وہی ہو گا کہ زوجہ کو اختیار حاصل ہو کر باطل ہو گیا۔ اور اگر زوجہ نے یہ کہا ہو کہ فلان کام ہوا ہے تو مین چاہتی ہون تو اگر وہ کام ہو گیا ہے تو زوجہ کا اختیار باطل نہو گا کیونکہ امر واقع شدہ پر تعلیق بمنزلہ عدم تعلیق ہوتی ہے اور اگر وہ کام نہین ہوا ہے تو وجہ متذکرہ صدر نتیجہ یہ ہو گا کہ زوجہ کو اختیار حاصل ہو جانیکے بعد باطل ہو گیا (ہدایہ)

اگر زوج زوجہ سے یہ کہدے کہ تجھپر طلاق ہے جیسی تو چاہے تو امام صاحب کے

نزدیک زوجہ پر ایک طلاق رجعی بلا خواہش زوجہ واقع ہو جائے گی کیونکہ زوج کے اس قول مین لفظ جیسے مستعمل ہوا ہی جو صفت کیواسطے موضوع ہی اور کسی امر کی صفت مین اوسوقت اختیار دیا جاتا ہی جو وہ امر موجود ہوتا ہے اور طلاق کا موجود ہونا اوسکا واقع ہو جانا ہوتا ہی اور علاوہ ایک طلاق رجعی واقع ہو جانے کے زوجہ کو یہ بھی اختیار حاصل ہو جائے گا کہ وہ مجلس خیار مین جتنی اور جیسی چاہے اور طلاقین لیلے۔ پھر یہ کہ اگر زوج نے اپنے قول سے دربارہ رجعی یا بائن ہونے طلاق کے اور دربارہ ایک ہونے یا تین ہونے کے کچھ نیت کی ہو اور اتفاقاً زوجہ کی خواہش مطابق نیت زوج ہو تو بوجہ متحد ہو جانے نیت زوج اور خواہش زوجہ کے زوجہ پر اوتنی ہی اور ویسی ہی طلاقین واقع ہو جائین گی جتنی اور جیسی طلاقون کی زوج کی نیت تھی۔ اور اگر دربارہ رجعی یا بائن ہونیکے اور دربارہ ایک یا تین ہونیکے نیت زوج اور خواہش زوجہ مختلف ہو تو زوجہ پر فقط ایک طلاق رجعی واقع ہو گی اور اگر زوج نے دربارہ رجعی یا بائن ہونیکے اور دربارہ ایک یا تین ہونیکے کچھ نیت نہ کی ہو تو زوجہ پر اوتنی اور ویسی طلاقین واقع ہو جائین گی جتنی اور جیسی طلاقون کی اوسنے خواہش کی ہو گی اور وہ صاحبین کے نزدیک بر بناء الفاظ زوج زوجہ پر بلا خواہش زوجہ طلاق واقع نہو گی کیونکہ وقوع طلاق زوجہ کی خواہش پر معلق ہی اور جو طلاق بخواہش زوجہ واقع ہو گی وہ بلا لحاظ نیت زوج حسب خواہش زوجہ رجعی یا بائن ایک یا تین ہون گی (ہدایہ)

اگر زوج زوجہ سے کہدے کہ تجھپر اوتنی طلاقین ہین جتنی تو چاہے تو زوجہ کو اختیار حاصل ہو جاتا ہی کہ مجلس خیار مین اپنے نفس کو جتنی چاہے طلاقین دیلے مجلس کے بعد اختیار باقی نہین اور زوجہ کے رد کر دینے سے یہ اختیار رد ہو جاتا ہے اور اگر زوج

زوجہ سے یہ کہدے کہ تین طلاقون مین سے جتنی چاہے اپنے نفس کو دیدے تو امام صاحب حنیفہؒ کے نزدیک زوجہ کو ایک یا دو طلاقون کے دے لینے کا اختیار حاصل ہو جاتا ہے لیکن تین طلاقین لینے کا اختیار حاصل نہوگا اور صاحبینؒ کے نزدیک زوجہ کو تین طلاقین لے لینے کا اختیار حاصل ہو جائیگا (ہدایہ)

اگر زوج زوجہ سے یہ کہدے کہ تجھپر طلاق ہی جب تو چاہی یا جب کبھی تو چاہے تو زوجہ کو اختیار حاصل ہو جائیگا کہ مجلس خیار مین یا اوسکے بعد جب چاہی اپنے نفس کو طلاق دیلے ✻ یہ اختیار زوجہ کے رد کر دینے سے باطل نہین ہو جاتا کیونکہ زوج نے زوجہ کو ایسے وقت مین طلاق کا مالک و مختار کیا ہی جسوقت وہ طلاق لینا چاہے اور جسوقت وہ اس اختیار کو رد کرتی ہی وہ ایسا وقت ہوتا ہی جب وہ طلاق لینا نہین چاہتی اور ایسے وقت مین جب وہ طلاق لینا نہ چاہے زوج نے اوسکو طلاق کا مالک و مختار بھی نہین کیا کیونکہ لفظ جب یا جب کبھی زمانہ سے متعلق ہوتے ہین اور اونکے مفہوم مین عمومیت ہوتی ہی (ہدایہ)

اگر زوج زوجہ سے یہ کہدے کہ تجھپر طلاق ہی جب جب تو چاہی تو زوجہ کو اختیار حاصل ہو جاتا ہی کہ مجلس خیار مین یا اوسکے بعد ایک مرتبہ یا یکے بعد دیگرے تین طلاقین لیلے کیونکہ لفظ جب جب تکرار اختیار کو مقتضی ہوتا ہی لیکن یہ اختیار اوس ملک نکاح تک محدود ہوتا ہی جو بوقت عطاء اختیار قائم ہوتی ہے مثلاً زوجہ اوس زوج سے جسنے اوسکو ایسا اختیار دیا ہی مطلقہ ہوکر دوسرے سے نکاح کرلے اور اوس دوسرے سے مطلقہ ہوکر پھر اختیار دینے والے زوج سے مکرر نکاح کرلے تو اب زوجہ کو

✻ اشرف علی بنام اسدعلی ویکلی رپورٹر جلد ۱۶ صفحہ ۲۶ ۱۲

اوس اختیار کی بنا پر طلاق لے لینے کا اختیار نہو گا کیونکہ اب وہ ملک نکاح باقی نہین ہی جو بوقت عطا اختیار تھی بلکہ یہ ملک نکاح جدید کی بنا پر ہی (ہدایہ)

اگر زوج زوجہ سے یہ کہدے کہ تجہپر طلاق ہی تو جس جگہ چاہی تو زوجہ کو فقط مجلس خیار مین طلاق لے لینے کا اختیار حاصل ہوگا کیونکہ طلاق کو کسی جگہ سے تعلق نہین ہوتا جیسا وقت سے تعلق ہوتا ہی اسلئے زوج کے کلام مین جگہ کا ذکر لغو و بے اثر ہوتا ہے (ہدایہ)

اگر زوج زوجہ سے یہ کہدے کہ تجہپر طلاق ہی اگر تو چاہتی ہی یا نہین چاہتی ہی تو زوجہ پر بہر حال خواہ وہ خواہش طلاق کرے یا نکرے طلاق واقع ہو جائیگی کیونکہ اگر وہ خواہش کرے گی تو بموجب اوسکی خواہش کے واقع ہوگی اور اگر خواہش نکریگی تو بوجہ عدم خواہش طلاق واقع ہو جائیگی (عالمگیری)

باب پنجم

طلاق بذریعہ یمین کے بیان مین

پہلی فصل یمین کی تعریف اور شرائط انعقاد یمین کے بیان مین

یمین کے لغوی معنی قوت کے ہین چونکہ حلف باللہ تم کرنے سے بھی قوت پیدا ہو جاتی ہی اسلئے حلف باللہ تم کو بھی یمین کہتے ہین علی ہذا چونکہ ایک کام کو دوسرے کام کے ہونے پر مشروط کرنے سے بھی قوت پیدا ہو جاتی ہی اسلئے اس طرح مشروط کرنے کو بھی یمین کہتے ہین لیکن اس طرح مشروط کرنے سے انعقاد یمین باامور ذیل کے

وجود پر منحصر ہوتا ہے

(۱) یہ کہ مشروط کرتے وقت شرط موجود نہو کیونکہ بصورت موجود ہونے شرط کے جزا فوراً واقع ہوجاتی ہے مثلاً زوج کے زوجہ سے یہ کہنے سے کہ آسمان ہمارے اوپر ہے تو تجھپر طلاق ہے یمین منعقد نہین ہوتی لہذا زوجہ پر فوراً طلاق واقع ہوجاتی ہے۔

(۲) یہ کہ شرط ممکن الوجود ہو کیونکہ شرط کے ناممکن الوجود ہونے کی صورت مین وقوع جزا ناممکن ہوتا ہے لہذا شرط لغو و بے اثر ہوتی ہے اور یمین منعقد نہین ہوتی مثلاً زوج زوجہ سے یہ کہے کہ اگر اونٹ سوئین کے ناکہ مین سے نکلجائے تو تجھپر طلاق ہے چونکہ اونٹ کا سوئین کے ناکہ مین سے نکلجانا ناممکن ہے اسلئے شرط لغو و بے اثر ہے اور یمین منعقد نہوگی ایسی شرط کو تعلیق بالمحال کہا کرتے ہین۔

(۳) یہ کہ شرط ایسی ہو جس کے وجود و عدم کا علم ممکن ہو یعنی ایسی شرط سے جس کے وجود و عدم کا علم ممکن نہو یمین منعقد نہین ہوتی کیونکہ عدم امکان علم وجود شرط سے وقوع جزا ناممکن ہوتا ہے مثلاً اگر زوج زوجہ سے کہدے کہ انشاء اللہ تعالیٰ تجھپر طلاق ہے چونکہ مشیت و عدم مشیت اللہ تعالیٰ کا علم ناممکن ہے اسلئے یمین منعقد نہوگی اور زوجہ پر طلاق واقع نہوگی۔ طلاق و عتاق کو انشاء اللہ تعالیٰ کے ساتھ مشروط کرنے سے مشروط کرنیوالے کے حانث نہونے کیلئے خاص فرمان نبی کریم صلعم بھی موجود ہے مَنْ حَلَفَ بِطَلَاقٍ اَوْ عِتَاقٍ وَقَالَ اِنْشَاءَ اللّٰهُ تَعَالٰی مُتَّصِلًا لَمْ يَحْنَثْ۔

(۴) یہ کہ جزا شرط سے متصل بیان کیجائے بجز اسکے کسی عذر کیوجہ سے فصل ہوجائے مثلاً متکلم اَلکَن ہو یعنی اگر جزا متصل شرط بیان نہ کیجائے تو یمین منعقد نہین ہوتی مثلاً زوج زوجہ سے استقدر کہنے کے بعد کہ تجھپر طلاق ہے ٹھہر جائے اور تھوڑی دیر بعد

کہ اگر تو گھر سے باہر جائیگی تو بوجہ عدم اتصال شرط و جزا یمین منعقد نہو گی اور زوجہ پر فوراً طلاق واقع ہو جائیگی یعنی وقوع طلاق زوجہ کے گھر سے باہر جانے پر معلق نہوگا۔

(۵) یہ کہ شرط بیان کیجائے ورنہ بغیر بیان شرط یمین منعقد نہین ہوتی اور فقط جزا کا بیان لغو و بے اثر ہو جاتا ہے مثلاً زوج زوجہ سے یہ کہے کہ تجھپر طلاق ہے اگر تو۔ تو یہ کلام زوج لغو و بے اثر ہو گا اس سے یمین منعقد نہو گی نہ زوجہ پر طلاق واقع ہو گی

(۶) یہ کہ شرط و جزا کے مربوط کرنے سے متکلم کا منشا بدلا لینے کا نہو کیونکہ متکلم کا منشاء بدلہ لینے کا ہوتا ہے تو بلا لحاظ وجود و عدم شرط جزا واقع ہو جاتی ہے اور یمین منعقد نہین ہوتی مثلاً زوج نے زوجہ کو سفلہ کہدی اور زوج بدلہ لینے کی منشا سے کہے کہ اگر مین سفلہ ہون تو تجھپر طلاق ہے تو زوج کے اس کہنے سے یمین منعقد نہو گی مگر زوجہ پر بلا لحاظ اسکے کہ زوج سفلہ ہے یا نہین فوراً طلاق واقع ہو جائے گی (درمختار)

دوسری فصل یمین کے اثر اور یمین کے پورا ہونے کے بیان مین

جو یمین شرط و جزا کے مربوط کرنے سے منعقد ہوتی ہے وہ شرط کے وجود پر متحقق و مؤثر ہو جاتی ہے یعنی جزا واقع ہو جاتی ہے اور جزا کے واقع ہو جانے کے بعد یمین مذکور اُتر جاتی ہے یعنی آئندہ اوسکا اثر باقی نہین رہتا مثلاً زوج زوجہ سے یہ کہدے کہ اگر تو گھر سے باہر جائیگی تو تجھپر طلاق ہے تو یمین منعقد ہو جائے گی اور زوجہ کے گھر سے باہر جانے پر یمین مذکور متحقق و مؤثر ہو جائے گی اور بطور جزا زوجہ پر طلاق واقع ہو جائیگی اور بعد وقوع طلاق یمین مذکور اُتر جائے گی آئندہ اوسکا کچھ اثر نہ رہیگا یعنی اگر زوج مذکور زوجہ مذکورہ سے پھر نکاح کرلے اور وہ زوجہ بعد نکاح جدید گھر سے باہر جائے

تو یمین مذکور کے اثر سے اوسپر طلاق واقع نہو گی لیکن اگر زوج کسی شرط کے ساتھ طلاق کو بطور جزا بذریعہ لفظ شرط جب کبھی مربوط کردے تو ہر مرتبہ وجود شرط پر جزا متحقق ہو جائے گی یعنی جب تک موجودہ ملک نکاح قائم رہیگی اوسوقت تک وہ یمین نہ اتریگی البتہ جب موجودہ ملک نکاح منقطع ہو جائے گی تب یمین مذکور اتر جائیگی اور آئندہ اوسکا اثر باقی نرہیگا مثلاً زوج کے زوجہ سے یہ کہدینے سے کہ جب کبھی تو گھر سے باہر جائیگی تجھپر طلاق ہے یمین منعقد ہو جائے تو زوجہ کے گھر سے باہر جانیسے اوسپر طلاق واقع ہو جائے گی اور یمین تا وقتیکہ زوجہ پر تین طلاقین واقع ہو کر وہ ملک نکاح جو بوقت انعقاد یمین قائم تھی منقطع نہو جائے باقی رہیگی البتہ ملک نکاح مذکور منقطع ہو جانے کے بعد یمین مذکور اتر جائیگی مثلاً بعد تین طلاقین واقع ہو جانیکے زوجہ مذکور کسی اور سے نکاح کرلے اور وہ زوج اوسکو طلاق دیدے اور بعد اس حلالہ کے پھر زوج اول سے نکاح کرلے اور بعد اس نکاح کے گھر سے باہر نکلے تو اب اوس یمین کے اثر سے زوجہ مذکورہ پر طلاق واقع نہو گی لیکن اگر کوئی شخص کسی عورت سے نکاح کرنے کو بطور شرط اور طلاق کو بطور جزا بذریعہ لفظ شرط جب کبھی مربوط کر کے یمین منعقد کرے تو وہ یمین کبھی نہ اترے گی شخص مذکور جب کبھی اوس عورت سے نکاح کریگا اگرچہ بعد حلالہ نکاح کرے بفور انعقاد نکاح طلاق واقع ہو جائیگی (درمختار)

اگر کوئی شخص اس طرح یمین منعقد کرلے کہ ہر عورت جس سے مین نکاح کرون اوسپر طلاق ہے تو یہ یمین بھی کبھی نہ اتریگی جس عورت سے وہ شخص نکاح کرے گا وہ بفور انعقاد نکاح مطلقہ ہو جائے گی لیکن اگر شخص مذکور کسی عورت سے مکرر نکاح کرے تو وہ عورت نکاح مکرر کے انعقاد کے بعد مطلقہ نہو گی (عالمگیری)

طلاق کو بجز مالک طلاق یعنی زوج کے سوا کسی اور شخص کا مشروط بشرط کرنا صحیح نہین
ہوتا اور بجز زوج کے کسی اور شخص کے طلاق کو مشروط بشرط کرنے سے یمین بھی منعقد
نہین ہوتی مثلاً شخص اجنبی کسی عورت سے کہدے کہ تو گھر سے باہر جائیگی تو تجھے پر
طلاق ہی تو اوسکے ایسا کہنے سے یمین منعقد نہوگی حتی کہ اگر ایسا کہنے کے بعد وہ شخص
اوس عورت سے نکاح کرلے اور وہ عورت بعد نکاح گھر سے باہر جائے تو بھی اوس پر
طلاق واقع نہوگی کیونکہ جب شخص مذکور کے کلام مذکور سے یمین ہی منعقد نہین
ہوئی تھی تو وجود شرط پر وقوع جزا کیون ہوگا۔ لیکن شخص اجنبی کا طلاق بطور جزا
اور نکاح کرنیکو بطور شرط مربوط کرنے سے یمین منعقد ہوجاتی ہی مثلاً زید ہندہ سے جو
اوسکی زوجہ نہین ہی یہ کہدے کہ اگر مین تجھ سے نکاح کرون تو تجھپر طلاق ہی تو زید کے
ایسا کہنے سے یمین منعقد ہوجائے گی پس اگر بعد انعقاد اس یمین کے زید ہندہ سے
نکاح کریگا تو بفور انعقاد نکاح ہندہ پر طلاق واقع ہوجائے گی لیکن امام شافعیؒ
کے نزدیک باستدلال حدیث شریف لَا طَلَاقَ قَبْلَ النِّکَاحِ باوصف انعقاد
یمین مذکور اگر زید ہندہ سے نکاح کریگا تو ہندہ پر طلاق واقع نہوگی احناف کے نزدیک
یہ حدیث شریف مجرد طلاق کی نفی پر محمول ہی طلاق مشروط سے متعلق نہین ہے
اور احنافؒ کی دلیل فقہی یہ ہی کہ صحت انعقاد یمین کیواسطے بوقت انعقاد یمین
قیام ملک مشروط نہین ہی کیونکہ وقوع جزا وجود شرط پر معلق ہوتا ہی پس بوقت
وجود شرط وجزا یمین خود بخود منعقد ہوجاتی ہی اور وجود شرط سے پہلے یمین اوسکے
عاقد کی ذات کے ساتھ قایم رہتی ہے (ہدایہ)

تیسری فصل بعد انعقاد یمین عاقد کے ملک نکاح زائل ہو جانیکے اثر کے بیان مین

اگر انعقاد یمین کے بعد عاقد کی ملک نکاح زائل ہو جائے تو یمین باطل نہین ہوتی بلکہ بحالہ قائم رہتی ہے زوال ملک نکاح کا فقط یہ اثر ہوتا ہے کہ اگر شرط کا وجود بزمانہ زوال نکاح ہوتا ہے تو یمین متحقق ہو جاتی ہے لیکن بوجہ عدمیت محل جزا طلاق واقع نہین ہوتی لیکن اگر ملک نکاح بعد زوال پھر قائم ہو جاتی ہے اور بعد قیام ملک نکاح مکرر پھر شرط کا وجود ہوتا ہے تو جزا یعنی طلاق واقع ہو جاتی ہے مثلاً زوج کے اس قول سے یمین متحقق ہو جانیکے بعد کہ اگر تو گھر سے باہر جائیگی تو تجھپر طلاق ہے زوج زوجہ کو طلاق بائن دیدے اور زوجہ بزمانہ مطلقہ بائنہ کے ہونیکے گھر سے باہر جائے تو یمین متحقق ہو جائے گی مگر بوجہ عدم قیام زوجیت اور زوجہ مطلقہ کے محل طلاق نہونے کیوجہ سے اوسپر طلاق واقع نہو گی لیکن اگر زوج پھر اوس سے نکاح کرلے اور اسطرح پھر زوج کی ملک نکاح قایم ہو جائے اور بعد نکاح مکرر زوجہ پھر گھر سے باہر جائے تو زوجہ پر یمین مذکور کی وجہ سے طلاق واقع ہو جائیگی (ہدایہ)

اگر وجود و عدم وجود شرط کے متعلق زوجین مین اختلاف ہو تو قول زوج مع القسم قبول ہوگا اور زوجہ کو اپنے ادعا کے ثبوت کیواسطے شہادت پیش کرنیکا حق ہوگا لیکن اگر شرط ایسی ہو جسکے وجود کا علم فقط زوجہ کے ذریعہ سے ہو سکتا ہو تو زوجہ کا قول فقط بحق زوجہ قبول ہوگا دوسرے کے حق مین قبول نہوگا مثلاً زوج نے ہندہ اپنی زوجہ سے یہ کہا ہو کہ اگر تجھے حیض آیا تو تجھپر اور زبیدہ پر جو زوج کی دوسری زوجہ ہے طلاق ہے

تو چونکہ ہندہ کو حیض آنیکا علم فقط ہندہ ہی کے ذریعہ سے ہوسکتا ہی لہذا حیض آنیکے بارہ مین ہندہ کا قول بحق ہندہ قبول ہوگا بحق زبیدہ قبول نہوگا یعنی ہندہ کے کہنے سے فقط ہندہ پر طلاق واقع ہو جائیگی اور زبیدہ پر ہندہ کے قول کی بنا پر طلاق واقع نہوگی ہان اگر ہندہ کو حیض آنا اور طرح ثابت ہو جائیگا تو زبیدہ پر بھی طلاق واقع ہو جائیگی (درمختار)

اگر زوج نے زوجہ سے یہ کہا ہو کہ تیرے بیٹا پیدا ہوگا تو تجھپر ایک طلاق ہی اور بیٹی پیدا ہوگی تو تجھپر دو طلاقین ہین اور زوجہ کے ایک بیٹا اور ایک بیٹی پیدا ہو اور یہ بھی نہ معلوم ہو کہ پہلے کون پیدا ہوا ہی تو قضاءً زوجہ پر ایک طلاق واقع ہوگی کیونکہ ایک طلاق کا وقوع بہرحال یقینی امر ہی اور دو طلاقون کا وقوع مشکوک امر ہی اور قضاء امر یقینی پر مبنی ہوا کرتی ہے اور زوجہ مذکورہ کی عدۃ منقضی شدہ متصور ہوگی کیونکہ مولود اوّل کی ولادت سے طلاق واقع ہوئی اور مولود ثانی کی ولادت سے عدۃ منقضی ہوگی (ہدایہ)

اگر زوج نے زوجہ سے یہ کہا ہو کہ تجھے حمل لڑکے کا ہی تو تجھپر ایک طلاق ہی اور اگر حمل لڑکی کا ہی تو تجھپر دو طلاقین ہین اور زوجہ کے ایک لڑکا اور لڑکی پیدا ہو تو زوجہ پر ایک طلاق بھی واقع نہوگی کیونکہ اوسکا حمل نہ تنہا لڑکے کا تھا نہ تنہا لڑکی کا تھا (درمختار)

چوتھی فصل شرط سے استثنا کرنیکے احکام کے بیان مین

استثنا کسی چیز کو کسی حکم سے منہا کرنیکو کہتے ہین جسکا اصول یہ ہی کہ مستثنےٰ کی منہائی کے بعد جو کچھ باقی رہتا ہے حکم اوس سے متعلق ہوتا ہی اسواسطے کل کا

استثناء صحیح نہین ہوتا کیونکہ کل کے استثنا کر دینے کے بعد کچھ باقی ہی نہین رہتا جس سے حکم متعلق ہو سکے پس چونکہ مقصود اصلی حکم ہوتا ہے اسلئے حکم باقی رہتا ہی اور استثنا کالعدم ہو جاتا ہی صحت استثنا کیواسطے لازم ہی کہ مستثنے کا مستثنے منہ سے بالکل متصل ذکر کیا جائے کیونکہ اگر مستثنے کا ذکر مستثنے منہ کے متصل نہین کیا جاتا تو وہ مستثنے نہین ہوتا بلکہ رجوع کہلاتا ہی مثلاً زوج زوجہ سے یہ کہی کہ تجھپر تین طلاقین ہین بجز ایک طلاق کے تو زوجہ پر دو طلاقین واقع ہون گی اور اگر زوج اسقدر کہنے کے بعد کہ تجھ پر تین طلاقین ہین کچھ دیر کے بعد یہ کہی کہ تجھپر ایک طلاق ہی تو زوجہ پر تین طلاقین واقع ہو جائین گی کیونکہ مستثنے منہ کے متصل مستثنے کا ذکر نکرنے کیوجہ سی استثنا صحیح نہوا (درمختار)

لیکن صحت استثنا کیواسطے یہ ضرور نہین ہی کہ مستثنے کرنیوالا استثنا کے معنی بھی جانتا ہو یا یہ کہ اوسنے استثنا کا ذکر بقصد استثنا کیا ہو بلکہ اگر اوسنے لفظ استثنا کا ذکر بلا قصد استثنا کیا ہو یا وہ لفظ استثنا کے معنی نہ جانتا ہو تب بھی استثنا ثابت ہو جائیگا اور حکم ما بقی سے متعلق ہوگا (عالمگیری)

باب ششم

طلاق مریض کے بیان مین

پہلی فصل فار کی تعریف مین

ایسے مریض کے مال سی جسکا مرض بظن غالب مہلک ہو اوسکے ورثہ کا حق متعلق ہو جاتا ہی۔ اسمین ہر ایسا شخص داخل ہی جو بوجہ مرض فریش دبر جاماندہ ہو جاسکے اور

اپنے حوائج ذاتی مثل تندرستون کے پوری نکر سکے جیسا وہ مفلوج یا مدقوق جسکا مرض
برسر ترقی ہو لیکن ایسا شخص داخل نہین ہی جو بہ تکلیف و تکلف کھڑا ہو سکتا ہو اور
گھر کے اندر کے حوائج ذاتی پورے کر لے سکتا ہو ایسے مریض اور اوس شخص کی
طلاق جو ایسی حالت مین ہو کہ اوسپر موت کا خوف غالب ہو گمان سلامتی کم ہو
مثلاً وہ شخص جو قصاصاً قتل کرنیکے واسطے یا رجم کرنیکے واسطے مقتل مین لایا جاتا ہی طلاق فار کہلاتی ہی
فار کے لغوی معنی بھاگنے والے کے ہین (ہدایہ)

چونکہ ایسا شخص زوجہ کو طلاق دیکر میراث دینے سے بھاگنا چاہتا ہی اسلئے
اوسکو فار اور اوسکی طلاق کو طلاق فار کہتے ہین پس ایسے مریض کی طلاق جسپر
بلحاظ مرض یا بلحاظ حالت لاحقہ خوف مرگ غالب نہو طلاق فار نہین کہلاتی مثلاً
ایسا شخص جو شریک لشکر ہو کر میدان جنگ مین یا قلعہ بند ہو کر مصروف بجنگ ہو
فار نہین کہلا سکتا کیونکہ اوسپر خوف مرگ غالب نہین ہوتا بلکہ اوسپر گمان سلامتی
غالب ہوتا ہی البتہ ایسا شخص جو کسی درندہ کے چنگل یا موہنہ مین پھنسا ہو یا کشتی یا جہاز
شکستہ کے تختہ پر بہتا ہو تعریف فار مین داخل ہوتا ہی اور اوسکی طلاق سے احکام طلاق
فار متعلق ہوتے ہین (عالمگیری)

دوسری فصل طلاق فار کے احکام کے بیان مین

اگر زوج بحالت مرض موت زوجہ کو طلاق بائن دیدے اور اوسی مرض مین
قبل ازانکہ عدۃ طلاق منقضی ہو مر جائے تو باوجود مطلقہ بائنہ ہونیکے زوجہ زوج متوفی
کی وارث ہوگی لیکن اگر زوج اوسی مرض سے بعد انقضاء عدۃ طلاق انتقال کرے

یا زوج اوس مرض سے صحتیاب ہو کر کسی دوسرے مرض یا حادثہ سے انقضاء عدۃ سے پہلے ہی مر جائے تو زوجہ اوسکی وارث نہو گی۔ لیکن امام شافعیؒ کے نزدیک بلالحاظ اس امر کے کہ زوج کا انتقال قبل انقضاء عدۃ ہوا ہو یا بعد انقضاء عدۃ زوجہ مطلقہ بائنہ کسی حال مین زوج مذکور کی وارث نہین ہوتی کیونکہ زوجیت جو سبب وراثت ہوتی ہی طلاق بائن سے منقطع ہو جاتی ہی چنانچہ مطلقہ بائنہ کا زوج طلاق دہندہ وارث نہین ہوتا۔ دلائل احنافؒ یہ ہین کہ زوج کے مرض الموت مین اوسکے مال سے حق زوجہ متعلق ہو جاتا ہی جسکے باطل کرنے کیواسطے زوج اوس حالت مین طلاق دیدیتا ہی لہذا قصد زوج مردود ہوتا ہی اور چونکہ انقضاء عدۃ تک بعض احکام نکاح باقی رہتے ہین اسلیے حکم وراثت بھی باقی رکھا جاتا ہی تاکہ زوجہ متضرر نہو اور بعد انقضاء عدۃ چونکہ نکاح کلیتہً بجمیع احکامہ منقطع ہو جاتا ہی اسلئے زوجہ کا ضرر دفع کرنا ناممکن ہو جاتا ہے اور زوج طلاق دہندہ کے وارث زوجہ مطلقہ نہونے کی یہ وجہ ہی کہ زوج طلاق دیکر اپنے حق کو خود باطل کر دیتا ہے (ہدایہ)

چنانچہ ہم احنافؒ کے نزدیک بھی اگر زوجہ کی خواہش پر زوج اپنے مرض موت کی حالت مین اوس کو تین طلاقین دیدے یا زوجہ کو طلاق لینے کا اختیار دیدے اور زوجہ طلاق لیلے یا زوجہ خلع کرلے تو زوج کا انتقال گو قبل انقضاء عدۃ ہو تاہم زوجہ اوس کی وارث نہین ہوتی کیونکہ ان صورتون مین زوجہ خود اپنے حق وراثت کو باطل کر دیتی ہی۔ لیکن اگر زوجہ نے طلاق رجعی کی خواہش کی ہو اور زوج نے بحالت مرض موت اوسکو تین طلاقین دیدی ہون تو اگر زوج کا انتقال قبل انقضاء عدۃ ہو جائے تو زوجہ اوسکی وارث ہو گی کیونکہ طلاق رجعی سے جس کی زوجہ نے خواہش

کی تھی نکاح زائل نہین ہوتا لہذا زوجہ کا طلاق رجعی کی خواہش کرنا اپنے حق وراثت کے
باطل کرنے پر رضامند ہونا متصور نہین ہوتا (ہدایہ)

تیسری فصل مریض کے اقرار طلاق اور انقضاء عدۃ اور دین زوجہ کرنے یا وصیّت بحق زوجہ کرنیکے بیانمین

اگر زوج بحالت مرض الموت یہ اقرار کرے کہ مینے بحالت تندرستی زوجہ کو تین طلاقین
دیدی ہین اور یہ بھی اقرار کرے کہ زمانہ عدۃ منقضی ہوچکا ہے اور زوجہ زوج کے ان دونون
اقرارون کی تصدیق کرے اور اسکے بعد زوج زوجہ کے دین کا بذمہ خود اقرار کرے
یا زوجہ کے حق مین وصیّت کرے تو امام صاحبؒ کے نزدیک زوجہ حصہ متروکہ جو بصورت
قیام زوجیت پاسکتی ہے اور دین یا وصیت مین سے جس کی مقدار کم ہوتی ہے اوسی کے
پانیکی مستحق ہوتی ہے یعنی اگر اوس دین کی مقدار جسکا اقرار زوج نے اپنے ذمہ کیا ہے
یا اوس وصیت کی مقدار و مالیت جو زوج نے بعد اقرار طلاق و انقضاء عدۃ کی
ہے اوس حصہ میراث سے جو زوجہ بصورت قیام زوجیت پاسکتی ہے کم ہو تو زوجہ دین
مال موصی لہ پانیکی مستحق ہوگی اور اگر زیادہ ہو تو زوجہ حصہ میراث پانے کی مستحق ہوگی
اور صاحبینؒ کے نزدیک بلالحاظ اس نسبت کمی و بیشی کے بہرحال زوجہ دین یا مال
موصی بہ کے پانیکی مستحق ہوگی اور اگر زوج بحالت مرض الموت حسب خواہش زوجہ
اوسکو تین طلاقین دیدے اور اوسکے بعد زوج زوجہ مذکورہ کے دین کا اپنے ذمہ اقرار
کرے یا اوسکے حق مین وصیّت کرے اور قبل انقضاء عدۃ زوج مرجائے تو باتفاق

اصحاب ثلاثہ زوجہ دین یا مال موصی بہ اور حصہ میراث مین جسکی مقدار کم ہوگی اوسکے پانیکی
مستحق ہوگی اور اگر اس صورتمین زوج کا انتقال بعد انقضاء عدۃ ہو توبہرحال زوجہ دین یا مال
موصی بہ کی مستحق ہوگی لیکن زفرؒ کے نزدیک اس صورتمین بھی خواہ زوج کا انتقال قبل از انقضاء
عدۃ ہو خواہ بعد از انقضاء عدۃ ہو بلا لحاظ نسبت کمی و بیشی دین یا مال موصی بہ کی مستحق
ہوتی ہی کیونکہ جب حق میراث حسب خواہش زوجہ باطل ہوگیا تو اقرار دین یا وصیت کا مانع زائل
ہوگیا صاحبینؒ کی دلیل یہ ہی کہ زوجین کے دربارہ طلاق و انقضاء عدۃ ایک دوسرے کے تصدیق کرنے
سے زوجہ بعد انقضاء عدۃ اجنبیہ ہوجاتی ہی اور اس امر کی تہمت کا شبہ نہین رہتا کہ زوجین نے
ایکدوسرے کی تصدیق اور پھر اقرار دین یا وصیت اس غرض سے کی ہی کہ زوجہ کو اوسکے حصہ
میراث سے زیادہ ملسکے اور دوسری صورتمین بوجہ باقی ہونے عدۃ کے تہمت کا شبہ باقی رہتا ہے
اور دارومدار اس حکم کا شبہ تہمت پر ہی امام صاحب فرماتے ہین کہ شبہ تہمت دونون صورتون
مین قائم رہتا ہی کیونکہ کبھی زوجین اس غرض سے کہ زوجہ کو حصہ میراث سے زیادہ مل سکے
اور اسکے حق مین اقرار دین اور وصیت جائز ہوسکے اقرار طلاق و اقرار انقضاء عدۃ
پر متفق ہوجاتے ہین اسلئے صورت اول مین بھی زیادتی کو رد کردیا جاتا ہی (عالمگیری)

چوتھی فصل اس بیان مین کہ طلاق مشروط کی شرط کا وجود بحالت مرض الموت زوج ہو

اگر ایسی شرط کا وجود جسپر زوج نے بحالت تندرستی طلاق کو معلق کیا زوج کے
مرض الموت مین پایا جائے تو زوجہ پر طلاق واقع ہوجائے گی اور وہ زوج کی وارث
نہوگی کیونکہ طلاق بوقت وجود شرط حکماً واقع ہوتی ہی نہ کہ قصداً اور اقرار بالقصد ہوتا
ہے لہذا ایسی طلاق جو حکماً مرض الموت مین واقع ہو طلاق نہین کہلا سکتی لیکن

اگر شرط مذکور فعل زوج ہو اور زوج اوسکا ارتکاب مرض الموت مین کرے تو چونکہ ارتکاب
فعل مذکور سے زوج کا قصد ایقاع طلاق ظاہر ہوتا ہی لہذا اوسکا تصرف رد کردیا
جاتا ہی اور زوجہ اوس کی وارث ہوتی ہی اور اگر ایسی شرط کا وجود جسپر زوج نے
بحالت مرض الموت طلاق کو معلق کیا ہو مرض الموت ہی کی حالت مین ہوجائے
تو زوجہ پر طلاق تو واقع ہوجائیگی مگر وہ زوج کی وارث ہوگی لیکن اگر ایسی شرط
زوجہ کا فعل ہو تو یہ دیکھا جائیگا کہ آیا زوجہ اوسکے ارتکاب پر مجبور ہی یا مجبور نہین ہی
اگر زوجہ اوسکے ارتکاب پر مجبور ہی مثلاً کھانا کھانا یا نماز پڑھنی یا والدین سے کلام کرنا
تو اوسکے ارتکاب سے زوجہ پر طلاق تو واقع ہوگی مگر وہ زوج کی وارث ہوگی کیونکہ زوجہ
اوسکے ارتکاب پر بوجہ خوف ہلاکت دینی یا دنیوی مضطر ہوتی ہی اور جو فعل بحالت
اضطرار کیا جاتا ہی وہ دلیل رضامندی نہین ہوتا اور اگر وہ فعل ایسا ہوتا ہی کہ زوجہ
اوسکے ارتکاب پر مجبور نہین ہوتی مثلاً کسی اجنبی سے کلام کرنا تو اوسکے ارتکاب سے
زوجہ پر طلاق بھی واقع ہوجاتی ہی اور وہ زوج کی وارث بھی نہین ہوتی کیونکہ فعل
موصوف کا ارتکاب ابطال حق پر رضامندی متضمن ہوتا ہی (ہدایہ)

اگر زوج بحالت تندرستی اپنی دو زوجات سے کہدے کہ تم مین سے ایک پر
طلاق ہی اور بحالت مرض الموت اونمین سے ایک کا تعین کرے تو زوج تعین
کرنے مین فار ہوگا اور اوس زوجہ پر جسکا تعین کیا ہی طلاق تو واقع ہوجائیگی مگر
وہ زوج کی وارث ہوگی بشرطیکہ زوج کا انتقال قبل انقضاء عدة ہوجائے (درمختار)

اگر زوج بحالت مرض الموت زوجہ کو طلاق دیدے اور زوجہ مطلقہ ہونیکے بعد
مرتدہ ہوجائے تو وہ زوجہ اگرچہ پھر مسلمان ہوجائے اور اگرچہ زوج کا انتقال قبل انقضاء عدة

ہو جائے زوج کی وارث نہو گی کیونکہ بفور ارتداد اوس کی اہلیت وراثت باطل ہو گئی تھی (ہدایہ)

اگر زوج مرتد ہو کر ملحق بدار الحرب ہو جائے یا بحالت ارتداد دار الاسلام ہی مین مر جائے تو اوسکی زوجہ اوسکی وارث ہو گی اور اگر زوجہ مرتد ہو کر دار الحرب مین چلی جائے یا دار الاسلام ہی مین مر جائے تو اگر وہ بحالت تندرستی مرتدہ ہوئی ہی تو زوج اوسکا وارث نہ ہو گا اور اگر وہ بحالت مرض الموت مرتدہ ہوئی ہی تو زوج استحساناً وارث ہو گا (در مختار)

پانچوین فصل مریض کے فعل مستوجب فرقت کے ارتکاب کے بیان مین

اگر زوجہ بحالت مرض الموت کوئی فعل مستوجب فرقت کرے اور اندرون عدۃ مر جائے تو زوج اوسکا وارث ہو گا مثلاً زوجہ بحالت مرض الموت بر بناء خیار بلوغ یا خیار عتق اپنی نفس کو اختیار کر لے یا زوج کے فرزند سے بوس وکنار کرے اور پھر اندرون عدۃ مر جائے تو اوسکا زوج اوسکا وارث ہو گا بخلاف اسکے اگر فرقت بوجہ زوج بحالت مرض زوجہ واقع ہو تو زوج وارث نہین ہوتا مثلاً بوجہ مجبوب یا عنین ہونے زوج کے بحالت مرض زوجہ واقع ہو تو زوج وارث نہو گا (در مختار)

اگر زوجہ بصورت قیام نکاح زوج کے فرزند سے بوس وکنار یا جماع کرا لیتی ہے تو وہ زوج کی وارث نہین ہوتی کیونکہ سبب فرقت یہی فعل زوجہ ہوتا ہی اور یہ متصور ہوتا ہی کہ زوجہ بذریعہ ارتکاب اس فعل کے ابطال زوجیت پر رضامند ہو گئی اور اگر ایسی مطلقہ جسکو زوج نے بحالت مرض الموت طلاق دی ہی فرزند زوج سے بوس وکنار یا جماع کرا لیتی ہی تو وہ زوج کی وارث ہوتی ہی کیونکہ اوسکا یہ فعل سبب فرقت نہین ہوتا

بلکہ فرقت توبوجہ طلاق پہلے ہوچکی تھی اب اس فعل سے حرمت مصاہرت ثابت ہوئی جس سے اہلیت وراثت باطل نہین ہوتی (ہدایہ)

اگر زوج بحالت مرض الموت زوجہ کا قذف کرے اور اوسی حالت مین لعان کرے اور پھر مرجائے تو بالاتفاق زوجہ مذکورہ اوس کی وارث ہوتی ہی لیکن اگر زوج قذف بحالت تندرستی کرے اور لعان بحالت مرض الموت کرے توشیخین رح کے نزدیک تب بھی زوجہ مذکورہ اوسکی وارث ہوتی ہی مگر محمدؒ کے نزدیک اس صورت مین وارث نہین ہوتی اونکی دلیل یہ ہی کہ لعان مین چونکہ آخری قسم منجانب زوجہ ہوتی ہے لہذا سبب فرقت فعل زوجہ ہوتا ہی اسلئے زوجہ وارث نہین ہوتی شیخین رح فرماتے ہین کہ گو زوجہ کی آخری قسم سبب فرقت ہوتی ہی لیکن زوجہ بغرض رفع تہمت زنا قسم کھانے کیواسطے مضطر ومجبور ہوتی ہی اور وہ فعل جو بوجہ اضطرار کیاجاتا ہے بمنزلہ رضامندی نہین ہوتا (ہدایہ)

اگر زوج مرض الموت مین زوجہ سے ایلا کرے اور زوج کیحالت مرض مین ہی زوجہ بربناء ایلا بائنہ ہوجائے تو زوجہ وارث ہوتی ہی اور اگر زوج ایلا بحالت تندرستی کرے لیکن بربناء ایلا زوجہ زوج کے مرض الموت مین بائنہ ہو تو زوجہ وارث نہین ہوتی کیونکہ ایلا بمنزلہ تعلیق طلاق ہوتا ہی اور یہ مسئلہ قبل ازین بیان ہوچکا ہی کہ اگر ایسی تعلیق کی شرط کا وجود بحالت مرض جو بحالت تندرستی کی گئی ہو تو زوجہ مطلقہ بھی ہوجاتی ہی اور وارث زوج بھی نہین ہوتی (عالمگیری)

اگر زوج بحالت تندرستی زوجہ سے کہدے کہ جب مین بیمار ہون تجھ پر طلاق ہی تو زوجہ زوج کے بیمار ہوتے ہی مطلقہ ہوجائے گی اور اگر زوج کا انتقال

قبل انقضاء عدۃ ہوجائیگا تو زوجہ اوسکی وارث ہوگی اور اگر زوج کا انتقال بعد انقضاء عدۃ ہوگا تو زوجہ وارث نہوگی (عالمگیری)

تنبیہ جملہ مسائل باب ہذا مین اگر زوج نے طلاق رجعی دی ہو تو زوجہ بالاتفاق وارث ہوتی ہی کیونکہ طلاق رجعی سے نکاح جو سبب وراثت ہوتا ہی زائل نہین ہوجاتا اور نیز جملہ مسائل مین زوجہ کے وارث ہونیکے واسطے ضرور ہی کہ زوجہ بوقت وفات زوج عدۃ مین ہو یعنی زوج کا انتقال قبل انقضاء عدۃ ہوا ہو (ہدایہ)

باب ہفتم

مسائل رجعت کے بیان مین

پہلی فصل رجعت کی تعریف وطریقہ کے بیان مین

قبل ازین بیان ہوچکا ہی کہ جو طلاق بالفاظ صریح دیجاتی ہی وہ رجعی ہوتی ہے رجعت کے لغوی معنی پھر آنیکے ہین اور اصطلاح فقہ مین ملک نکاح کے ہمیشہ قائم رہنے کی خواہش کو رجعت کہتے ہین (درمختار)

اوس زوج کو جسنے اپنی آزاد مدخولہ زوجہ کو ایک یا دو رجعی طلاقین یا اپنی زوجہ مدخولہ کو جو کسی کی مملوک ہو ایک رجعی طلاق دیدی ہو اختیار رہتا ہی کہ خواہ زوجہ مذکورہ کی رضامندی سے یا بلا اوسکی رضامندی کے عدۃ منقضی ہونے سے پہلے جسوقت چاہی رجعت کرلے (ہدایہ)

کیونکہ اللہ تعالی بذریعہ فرمان مطلق یعنی جس مین رضامندی زوجہ کی شرط

نہین ہی ارشاد فرماتا ہے اِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ فَبَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَاَمْسِكُوهُنَّ بِمَعْرُوفٍ
حق رجعت زوجہ مدخولہ کیساتھ اسوجہ سی مخصوص کیا گیا ہی کہ زوجہ غیر مدخولہ تو ایک ہی
طلاق مین بائنہ ہوجاتی ہی اور اس حق کو عدۃ تک اسواسطے محدود کیا گیا ہی کہ رجعت دوام
ملک نکاح کی خواہش کو کہتے ہین چنانچہ اللہ تعالی نے فرمان مذکور مین رجعت کو امساک
سے تعبیر فرمایا ہی جس کے معنی باقی رکھنے کے ہین جس سی معلوم ہوگیا کہ انقضاء عدۃ
تک زوج کی ملک قائم رہتی ہی اسلئے وہ اوسکو باقی رکھ سکتا ہی۔ اور بعد انقضاء
عدۃ زوج کی ملک قائم نہین رہتی اسلئے وہ اوس کے دوام کی خواہش بھی
نہین کرسکتا۔

رجعت اگرچہ بذریعہ جبر یا بطور لہو ولعب یا بطور ہزل کیجائے یا سہواً و خطاءً
کیجائے ثابت ہوجاتی ہی (درمختار)

البتہ رجعت کسی شرط پر حتی کہ شرط خیار پر بھی معلق نہین کیجا سکتی یعنی اگر رجعت کو
کسی شرط پر معلق کیا جاتا ہی تو رجعت ثابت نہین ہوتی (عالمگیری) اور زوج کا حق رجعت
اوس کے یہ کہدینے سے کہ مجھے حق رجعت نہین ہی باطل نہین ہوتا یعنی باوصف ایسا
کہدینے کے زوج رجعت کرسکتا ہی (عالمگیری)

رجعت ~~حکماً~~ قولاً اور فعلاً دونون طرح ہوسکتی ہی۔ عقد رجعت کیواسطے عربی اور اردو
دونون زبانون مین لفظ رجعت لفظ صریح ہی جس کے استعمال سی بلانیت بھی رجعت
ثابت ہوجاتی ہی اور ایسے الفاظ جو مفہوم رجعت پر دلالت کرتے ہین الفاظ کنایہ
ہوتے ہین اگر وہ بہ نیت رجعت استعمال کئے جاتے ہین تب اون سی رجعت ثابت ہوتی ہی
ورنہ نہین مثلاً اگر بہ نیت رجعت زوجہ مطلقہ رجعی سی قبل انقضاء عدۃ یہ کہدے کہ تو

میری زوجہ ہی یا یہ کہدے کہ تو میرے نزدیک ویسی ہی ہی جیسی پہلے تھی تو اس کہدینے سے رجعت ثابت ہو جائیگی۔ پس زوج کا زوجہ مطلقہ رجعی سے الفاظ صریح یا الفاظ کنایہ رجعت کہدینا رجعت قولی ہوتی ہی اور زوج کا اپنی زوجہ مطلقہ رجعی سے وطی یا ایسے دواعی وطی کرنا جو بمقابلہ اجنبیہ موجب قیام حرمت مصاہرۃ ہوتے ہین رجعت فعلی ہوتی ہی پس زوج کا اپنی زوجہ مطلقہ رجعی سے محض خلوۃ کرنا رجعت فعلی نہین ہوتا کیونکہ اجنبیہ سے خلوۃ کرنا موجب قیام حرمت مصاہرۃ نہین ہان بوس وکنار وغیرہ کرنا رجعت فعلی ہوتا ہے (عالمگیری)

لیکن امام شافعیؒ کے نزدیک جو زوج کہ بول سکتا ہو اوسکی رجعت فعلی صحیح نہین ہوتی کیونکہ اونکے نزدیک طلاق رجعی سے بھی ملک نکاح زائل ہو جاتی ہے اور رجعت بمنزلہ عقد جدید ہوتی ہی حتی کہ اونکے نزدیک مطلقہ رجعی سے وطی کرنا حرام ہی۔ اور ہم احنافؒ کے نزدیک تا انقضاء عدۃ طلاق رجعی سے ملک نکاح زائل نہین ہوتی اسیوجہ سے زوج کو اسی زوجہ مطلقہ رجعی سے وطی کرنا حرام نہین ہے (کفایہ) اور زوج مجنون کی تو رجعت فعلی ہی معتبر ہوتی ہے رجعت قولی معتبر ہی نہین ہوتی (فتح القدیر)

رجعت اگرچہ بلا گواہون کے صحیح ہوتی ہی تاہم دو گواہ کرلینا مستحب ہے لیکن امام شافعیؒ اور امام مالکؒ کے نزدیک رجعت بلا گواہون کے صحیح نہین ہوتی اونکی دلیل قول اللہ تعالیٰ واشہدوا ذوی عدل منکم ہی کہ ارشاد شہادت بصیغہ امر ہوا ہی جو دلیل وجوب ہے۔ احناف فرماتے ہین کہ چونکہ آیات و احادیث متعلقہ رجعت مطلق وارد ہوئی ہین لہذا شہادت واجب نہین ہی اور یہ آیت

حصول باستحباب ہے جیسا مفارقت میں شہادت مستحب ہے دوسری دلیل فقہی یہ ہے کہ رجعت نکاح کے باقی رکھنے کو کہتے ہیں اور بصورت بقاء نکاح اصولاً شہادت مشروط نہیں ہے جیسا ایلاء سے باز گشت کرنے میں شہادت واجب نہیں ہے اور استحباب بنظر مزید احتیاط ہے (ہدایہ)

اگر زوج کو ایسی مطلقہ رجعیہ سے جس سے خلوۃ کی ہو ادعاء دخول ہو تو زوج کو اوس سے رجعت کر لینے کا حق ہوتا ہے اور جس سے فقط خلوۃ کی ہو دخول نہ کیا ہو اوس سے رجعت کرنیکا حق نہیں ہوتا (عالمگیری)

مطلقہ رجعی کو اپنی عام زینت اور خصوصاً چہرہ کی زینت کرنا چاہیئے (ہدایہ)

اگر زوج کا ارادہ رجعت کرنیکا نہو تو مستحب یہ ہے کہ مطلقہ رجعی کی خلوت کدہ مین بغیر اطلاع داخل نہو بذریعہ کہنکار یا آہٹ قدم کے اطلاع کر دینا کافی ہے (ہدایہ)

دوسری فصل اختلاف زوجین دربارہ رجعت و عدم رجعت کے بیان مین

اگر مطلقہ رجعی کی عدۃ منقضی ہو جانے کے بعد زوج ادعا کرے کہ مینے اوس سے زمانہ عدۃ مین رجعت کر لی تھی تو اگر زوجہ ادعاء زوج کی تصدیق کرے تو زوج کے اور زوجہ کی تصدیق کی بناء پر رجعت ثابت ہو جائیگی اور اگر زوجہ ادعاء زوج کی تکذیب کرے تو قول زوجہ قبول ہوگا۔ کیونکہ زوج ایسے امر کا ادعا کرتا ہے جس کے کرنیکا وہ بوقت ادعا مجاز نہیں ہے لہذا زوج متہم ہوتا ہے پس بصورت تصدیق زوجہ تہمت رفع ہو جاتی ہے اور بصورت تکذیب مستحکم ہو جاتی ہے لہذا بصورت تصدیق رجعت

ثابت ہوجاتی ہی بصورت تکذیب ثابت نہین ہوتی (ہدایہ)

لیکن اگر زوجہ زوج کے ادعاء رجعت کی تو تصدیق کرے لیکن یہ کہے کہ رجعت بعد انقضاء عدۃ ہوئی تھی اور زوج کہے اندرون عدۃ ہوئی تھی تو زوجہ کے قول مع قسم کی تصدیق کی جائے گی (عالمگیری)

اگر مطلقہ رجعی زوج کے اس قول کو کہ مینے تجھ سے رجعت کر لی سنتے ہی فوراً یہ کہے کہ میری عدۃ ختم ہو گئی تو امام صاحب کے نزدیک رجعت صحیح نہو گی اور صاحبین کے نزدیک صحیح ہو گی کیونکہ زوجہ کے خبر انقضاء عدۃ دینے سے یہ معلوم ہوتا ہی کہ خبر دینے کیوقت تک عدۃ باقی تھی پس چونکہ رجعت خبر دینے سے پہلے واقع ہو چکی تھی لہذا رجعت اندرون عدۃ پائی گئی اور صحیح ہوئی۔ امام صاحب فرماتے ہین کہ انقضاء عدۃ کی خبر دینے مین زوجہ کی حیثیت امین کی ہوتی ہی کیونکہ انقضاء عدۃ کا علم بجز اوسکی خبر دینے کے اور طرح نہین ہو سکتا لہذا اوسکا خبر دینا اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ عدۃ خبر دینے سے پہلے ختم ہو گئی تھی لہذا رجعت بعد انقضاء عدۃ ہوئی اس لئے صحیح نہین ہوئی (عالمگیری)

تیسری فصل وا حالات کے بیان مین جن کی وجہ سے رجعت ثابت قرار دیدی جاتی ہے

اگر زوج نے زوجہ سے خلوۃ کی ہو مگر وطی کرنے سے منکر ہو اور زوجہ مذکور کو طلاق رجعی دیدے تو زوج کو بلا لحاظ اسکے کہ زوجہ نے اوسکے انکار وطی کی تصدیق کی ہی یا تکذیب زوج کو حق رجعت نہو گا کیونکہ ملک نکاح وطی سے مؤکد ہوتی ہی نہ کہ خلوۃ سے لہذا

زوج کے انکار وطی کی تصدیق کیجاتی ہی کیونکہ رجعت کرنا زوج کا حق ہوتا ہے لیکن باینہم
اگر زوج رجعت کرلے اور وقت رجعت سے دو سال کے اندر زوجہ مذکورہ کے اولاد
پیدا ہوجائے تو رجعت صحیح ہوگی اور اوس اولاد کا نسب زوج سے ثابت ہوگا اس لئے
لامحالہ قبل طلاق زوج کا وطی کرنا ثابت قرار دیا جائیگا ورنہ زوجہ کو غیر مدخولہ تسلیم کرنا
ہوگا جس کی وجہ سے بفور طلاق زوال ملک زوج بھی تسلیم کرنا ہی لازم ہوگا جس کی
بعد زوج کو اوس سی وطی کرنا حرام ہوجاتا ہی حالانکہ مسلمان ارتکاب حرام نہین کرتا
لیکن اگر زوج زوجہ حاملہ کو طلاق دیدے تو باوجود اسکے یہ کہنے کے کہ مینے وطی نہین کی
اوسکو رجعت کرنیکا حق ہوتا ہی کیونکہ اس صورت مین حمل اوسی کا متصور ہوگا اور یہ
تصور دلیل ہوگا زوج کے وطی کرنے پر علی ہذا زوجہ کے صاحب اولاد ہونیکی صورت مین
اوسکی اولاد کا نسب زوج سے ثابت ہوگا اور یہ ثبوت نسب دلیل ہوگا زوج کے وطی
کرنے پر اس طرح زوج کا وطی کرنا ثابت قرار دیجانے سے یہ امر لازماً ثابت ہوجائیگا
کہ طلاق نکاح کے موکد ہوجانے کے بعد ہوئی ہی لہذا زوج کے انکار وطی کی بحکم شرع
تکذیب ہوجائیگی (درمختار)

اگر زوج نے زوجہ سی یہ کہدیا ہو کہ جب میرے اولاد پیدا ہو تجھپر طلاق ہے تو
اولاد پیدا ہونے سی زوجہ پر طلاق رجعی واقع ہوجائے گی پس اگر طلاق دینے کیوقت سے
چھ ماہ بعد دوسری اولاد پیدا ہوجائے تو دوسری اولاد کے پیدا ہونے سے زوج کا رجعت
کرلینا ثابت قرار دیا جائیگا کیونکہ دوسری اولاد کا استقرار حمل بزمانہ عدۃ ہونا متصور ہوگا
لہذا وہ وطی جس سے دوسری اولاد کا استقرار حمل ہوا رجعت کرنا قرار دیجائے گی اور اگر
زوج نے زوجہ سی یہ کہدیا ہو کہ جب کبھی میرے اولاد پیدا ہو تجھپر طلاق ہی تو پہلی مرتبہ اولاد

پیدا ہونے سے زوجہ پر ایک طلاق رجعی واقع ہو جائے گی اور دوسری مرتبہ اولاد پیدا ہونا رجعت کرنا قرار دیا جائیگا لیکن بوجہ استعمال لفظ جب کبھی دوسری مرتبہ اولاد پیدا ہونے سے زوجہ پر ایک اور طلاق رجعی واقع ہو جائے گی علی ہذا تیسری مرتبہ اولاد پیدا ہونا رجعت کرنا قرار دیا جائے گا۔ اور تیسری مرتبہ اولاد پیدا ہونے سے اوس پر ایک اور طلاق رجعی واقع ہو جائے گی اور اوسکے بعد بوجہ تین رجعی طلاقین واقع ہو جانے کے زوجہ بائنہ ہو جائے گی (ہدایہ)

زوجہ مطلقہ سی زوج کا حق رجعت بفور اختتام عدۃ باطل ہو جاتا ہی (در مختار)

باب ہشتم

پہلی فصل اس بیان مین کہ زوج طلاق دہندہ کو زوجہ مطلقہ سے کبتک نکاح کرنا جائز ہوتا ہے

آزاد زوجہ پر جب تک تین طلاقین بائن واقع نہو جائین اور ایسی زوجہ پر جو کسی کی باندی ہو جب تک دو بائن طلاقین واقع نہو جائین زوج طلاق دہندہ کو قبل انقضاء عدۃ اور بعد انقضاء عدۃ عام ازینکہ زوجہ مدخولہ بہا ہو یا غیر مدخولہ بہا نکاح کر لینا جائز ہوتا ہی البتہ آزاد زوجہ سے جبپر تین بائن طلاقین واقع ہو چکی ہون اور ایسی زوجہ سے جو کسی کی باندی ہو اور اوسپر دو بائن طلاقین واقع ہو چکی ہون بغیر حلالہ ہونے کے نکاح کرنا جائز و حلال نہین ہوتا* (ہدایہ)

* اشرف المسائل بنام میر مصطفے علی آئین ج ۹ صفحہ ۳۲

دوسری فصل حلالہ کی تعریف اور مسائل متعلقہ کے بیان میں

آزاد زوجہ تین بائن طلاقین واقع ہوجانے کے بعد اور باندی زوجہ دو بائن طلاقین واقع ہوجانے کے بعد مبتوتہ کہلاتی ہی زوج طلاق دہندہ کو مبتوتہ سے نکاح کرنا جائز نہین ہوتا تا وقتیکہ مبتوتہ بعد انقضاء عدۃ دوسرے شخص سے نکاح صحیح نہ کرے اور وہ دوسرا زوج بعد وطی کرنے کے اوسکو طلاق ندے اور اوسکی عدۃ نہ گذر جائے۔ اسی طرح مبتوتہ کے دوسرے شخص سے نکاح صحیح اور اوس دوسرے شخص کے بعد وطی کرنے کے طلاق دیدینے کو حلالہ کہتے ہین اور ایسے نکاح کو نکاح محلل اور زوج ثانی کو زوج محلل کہتے ہین حلالہ کا حکم فرمان الہی فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهٗ مِنْۢ بَعْدُ حَتّٰی تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهٗ سے ثابت ہی اس فرمان ہین چونکہ حکم نکاح مطلق وارد ہوا ہی اسلئے اوس سے مقصود نکاح کامل ہی اور نکاح کامل نکاح صحیح ہوتا ہی اسلئے زوج ثانی سے نکاح صحیح کرنیکی قید لگائی گئی ہی پس اگر مبتوتہ کسی شخص سے نکاح فاسد کرلے مثلاً کسی ایسے غلام سے نکاح کرلے جس کے آقا نے اوسکو نکاح کرلینے کی اجازت ندی ہو اور وہ غلام مبتوتہ مذکور کو وطی کرنے کے بعد طلاق دیدے تو چونکہ غلام نے جو نکاح کیا تھا وہ بوجہ بلا اجازت آقا کے نکاح فاسد تھا اسلئے غلام مذکور کی بعد وطی کرنیکے طلاق دیدینے کے بعد بھی مبتوتہ مذکور سے زوج اوّل کو نکاح کرنا حلال نہوگا یا اگر مبتوتہ مذکور سے کوئی شخص زنا یا وطی بالشبہ کرلے یا مبتوتہ سے اوس کا آقا وطی کرلے تو ایسی وطی سے زوج اوّل کو نکاح کرنا حلال نہوجائے گا۔ اور یہ شرط کہ زوج ثانی وطی کرنے کے بعد طلاق دے حسب فرمان نبی کریم صلعم لا تحل للاول حتی تذوق

عُسَیلتہ الآخر لگائی گئی ہے (عالمگیری)
پس اگر مبتوتہ ایسے مراہق سے نکاح کرلے جسکی ہم عمر وطی کرتے ہون اور وہ مراہق وطی کرنے کے بعد اور بالغ ہو جانے کے بعد طلاق دیدے کیونکہ نابالغ کی طلاق تو واقع ہی نہین ہوتی تو زوج اول کو بعد انقضاء عدۃ اوس سے نکاح کرنا حلال ہوجائیگا لیکن اگر مبتوتہ کسی صغیر سے جس کے ہم عمر وطی نکرتے ہون یا ایسے پیر فرطوط سے جسکو انتشار نہوتا ہو نکاح کرلے اور وہ صغیر دخول بھی کرلے یا وہ پیر فرطوط ہاتھ وغیرہ کی مدد سے دخول بھی کرلے تو ایسا دخول زوج اول سے نکاح کرنے کیواسطے محلل نہوگا (عالمگیری) نکاح محلل زوج اوّل کی طلاق ہائے سابقہ کو خواہ وہ پوری تین ہون یا تین سے کم ہون منہدم کردیتا ہی لیکن محمدؒ کے نزدیک اگر طلاق ہائے سابقہ پوری تین ہوتی ہین تو نکاح محلل اون کو منہدم کردیتا ہے اور اگر تین سے کم ہوتی ہین تو اونکو منہدم نہین کرتا مثلاً ایسی مطلقہ بائنہ جس پر دو بائن طلاقین واقع ہوئی ہون دوسرے شخص سے نکاح کرلے اور وہ دوسرا شخص وطی کرنے کے بعد اوس کو طلاق بائن دیدے اور مطلقہ مذکور بعد اختتام عدۃ پھر زوج اول سے نکاح کرلے تو شیخینؒ کے نزدیک زوج اول نکاح مکرر کے بعد تین طلاقون کا مالک ہوگا اور سابقہ دو طلاقین بوجہ نکاح محلل منہدم ہوجائین گی اور محمدؒ کے نزدیک زوج اوّل مکرر نکاح کرنے کے بعد فقط ایک طلاق کا مالک ہوگا سابقہ دو طلاقین منہدم نہون گی بلکہ قائم رہین گی (ہدایہ)

تیسری فصل نکاح بشرط تحلیل کرنیکے احکام کے بیان مین

حسب فرمان نبی کریم صلعم لعن اللہ تع المحالل والمحلل لہ نکاح بشرط تحلیل کرنا مکروہ ہی تاہم اگر زوج ثانی نکاح بشرط تحلیل کرکے بعد وطی کرنے کے طلاق دیدے تو امام صاحبؒ کے نزدیک زوج اوّل کو مطلقہ سے نکاح کرنا حلال ہوجاتا ہے کیونکہ شرط تحلیل شرط فاسد ہی اور چونکہ نکاح شرط فاسد سے فاسد نہین ہوتا لہذا نکاح بشرط تحلیل صحیح ہوتا ہی اس لئے چونکہ بحالت نکاح صحیح وطی ہوجاتی ہی لہذا زوج اول مطلقہ سے نکاح کرنا حلال ہوجاتا ہے اور ابو یوسفؒ کے نزدیک چونکہ نکاح بشرط تحلیل موقت ہوتا ہی لہذا فاسد ہوتا ہی اور نکاح فاسد محلل ہو نہین سکتا لہذا جو نکاح بشرط تحلیل کیا جاتا ہے وہ زوج اوّل کے واسطے محلل نہین ہوتا اور محمدؒ کے نزدیک بھی نکاح بشرط تحلیل زوج اول کے واسطے محلل نہین ہوتا اونکے نزدیک نکاح بشرط تحلیل گو صحیح ہوتا ہی مگر چونکہ اصولاً نکاح مدۃ العمر کیواسطے ہوا کرتا ہی لیکن زوج نے شرط تحلیل کرکے زوج اوّل کے واسطے حلت پیدا کرنے مین عجلت چاہی ہی لہذا بطور سزا نکاح بشرط تحلیل سے وہ زوج اول کیواسطے حلال نہین ہوتی جیسا قاتل مورث بوجہ عجلت چاہنی کے وراثت سے محروم ہوجاتا ہی مسئلہ ہذا مین فتوی امام صاحبؒ کے قول پر ہی (ہدایہ)

باب نہم

خلع وطلاق بالعوض ومباراۃ کے بیان مین

پہلی فصل خلع کی تعریف وحکم کے بیان مین

لفظ خلع بفتحہ خا کے لغوی معنی ازالہ ونزع کے ہین یعنی ایک چیز کو دوسری چیز سے جدا کرنا اور اصطلاح فقہ مین ازالہ ملک نکاح بمعاوضہ مال کو خلع بضمہ خا کہتے ہین (عنایہ)
تاہم خلع بلفظ بیع وشرا بھی واقع ہوجاتا ہی (عالمگیری)

مثلاً زوج زوجہ سے کہدے تو بعوض مہر ونفقہ عدۃ تین طلاقین خریدلے اور زوجہ جواباً کہدے کہ مینے خریدلین تو خلع واقع ہوجائے گا (عالمگیری)

خلع زوج کے زوجہ سے یہ کہدینے سے کہ مینے تجھسے خلع کرلیا یا بعوض اسقدر مال کے یا فلان مال کے خلع کرلیا اور زوجہ اسکو قبول کرلے تو خلع واقع ہوجاتا ہی علی ہذا اگر زوجہ زوج سے کہی کہ تو مجھ سے خلع کرلے یا یہ کہے کہ تو بعوض فلان مال کے یا اسقدر مال کے خلع کرلے اور زوج منظور کرلے تو خلع واقع ہوجاتا ہی* خلع مین تین طلاقون کی نیت کیجاسکتی ہی (عالمگیری)

جبکہ زوجین مین بوجہ مخالفت ایسی دوراہی ہو جس سے اندیشہ ہو کہ وہ پابند احکام الٰہی نرہ سکین گے تو مضائقہ نہین ہو تاکہ زوجہ اپنی نفس کے معاوضہ مین ایسا مال دیکر جس مین مہر ہونیکی صلاحیت ہو زوج سے خلع کرلے کیونکہ بدل خلع

* اصغری بیگم بنام احمد علی آ ٹین ج ۱۴ اصفحہ ۷۴۲

ایسا ہی مال ہوسکتا ہی جو مہر ہونیکی صلاحیت رکھتا ہی چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے
فلا جناح علیہما فیما افتدت بہ الآیہ (ہدایہ)

لیکن اگر وجہ نزاع زوج کی طرف سے ہو تو زوج کو زوجہ سے معاوضہ ملک
نکاح لینا مکروہ ہی چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہی ان اردتم استبدال زوجٍ مکان
زوجٍ وآتیتم احدٰہن قنطاراً فلا تاخذوا منہ شیئاً) اور اگر وجہ نزاع زوجہ
کی طرف سے ہو تو گو بلحاظ اطلاق آیہ شریف زوج کو زوجہ سے مہر مؤدی سے زیادہ
لینا قضاءً جائز ہی مگر دیانتاً مکروہ ہی چنانچہ ثابت ابن قیس اور اونکی زوجہ مین
وجہ نزاع منجانب زوجہ تھی تاہم دربارہ بدل خلع نبی کریم صلعم نے ارشاد فرمایا
اما الزیادۃ فلا (ہدایہ)

خلع منجانب زوج طلاق معلق ہوتا ہی اس شرط پر کہ زوجہ مال دینا قبول کرلے
لہذا بحق زوج یمین ہوتا ہی اسی وجہ سے زوج کو زوجہ کے قبول کرنے سے پہلے بھی
اپنے قول سے رجوع کرنیکا اختیار نہین ہوتا اور اسی وجہ سے شرط خیار کرنیکا بھی
زوج کو اختیار نہین ہوتا اور اگر سوال خلع زوجہ کی طرف سے ہوتا ہی تو اوسکے منظوریکا
اختیار زوج کو بعد افتراق مجلس سوال بھی ہوتا ہی۔ اور زوجہ کی طرف سے خلع تملیک
مال بمعاوضہ ہوتا ہی اسی وجہ سے زوجہ کو اپنے قول سے قبل از منظوری زوج
رجوع کرلینے کا حق ہوتا ہی اور اگر سوال خلع منجانب زوج ہوتا ہی تو زوجہ کو فقط مجلس
سوال مین اوس کی منظوری کا اختیار ہوتا ہے بعد مجلس اختیار باقی نہین رہتا
اور امام صاحبؒ کے نزدیک زوجہ کو خلع شرط خیار کرنیکا بھی حق ہوتا ہے کیونکہ خلع
منجانب زوجہ تملیک مال بمعاوضہ ہوتا ہی جو مثل بیع ہی اور بیع مین شرط خیار کرنیکا

حق ہوتا ہی اور صاحبینؒ کے نزدیک خلع مین زوجہ کو بھی شرط خیار کرنیکا حق نہین ہوتا کیونکہ شرط خیار کیغرض حصول اختیار فسخ عقد ہوتی ہی نہ کہ التواء انعقاد عقد اور خلع مین نہ ایجاب قابل فسخ ہوتا ہی نہ قبول قابل فسخ ہوتا ہی اسلئے کسی جانب سے بھی شرط خیار کرنا صحیح نہین ہوتا (درمختار)

امام صاحبؒ کے نزدیک خلع سے جملہ حقوق متعلقہ نکاح جو زوجین کے ایک دوسرے پر ہون ساقط ہوجاتے ہین حتی کہ زوج کے ذمہ سے مہر غیر مؤدی بھی ساقط ہوجاتا ہی اور مہر مودی کے واپس لینے کا حق بھی ساقط ہوجاتا ہی لیکن نفقہ ایام عدۃ امام صاحبؒ کے نزدیک بلا شرط سقوط ساقط نہین ہوتا (قاضیخان)

اور صاحبینؒ کے نزدیک فقط وہ حقوق متعلقہ نکاح جنکا مخالعت مین ذکر کیا جائے اور دیگر دیون جنکو حقوق نکاح سے تعلق نہین مثلاً قرضہ وغیرہ کسی کے نزدیک بھی بوجہ مخالعت ساقط نہین ہوجاتے (عالمگیری)

علی ہذا زوج بربنا خلع شیر بچہ کی اجرت رضاعت یا اولاد صغار کے نفقہ سے جو بحق حضانت مختلعہ کے زیر پرورش ہون بری نہین ہوسکتا لیکن اگر زوج نے اجرت رضاعت یا نفقہ مذکور سے مدت معینہ کیواسطے مخالعت مین برأت کی شرط کرلی ہو تو زوج مدت معینہ تک بری ہوجائیگا لیکن اگر بلا تعین مدت زوج برأت کی شرط بھی کرلے تو وہ بری نہین ہوجاتا کیونکہ شرط مذکور صحیح نہین ہوتی (قاضی خان)

مثلاً زوجہ منجملہ ایک ہزار روپیہ مہر غیر مؤدے سے ایک سو روپیہ پر خلع کرلے تو امام صاحبؒ کے نزدیک زوج کے ذمہ سے مابقی مہر نو سو روپیہ بھی ساقط ہوجائیگا اور صاحبینؒ کے نزدیک مابقی نو سو روپیہ بذمہ زوج واجب الادا رہین گے

یا مثلاً وہ زوجہ جسکا ایک ہزار روپیہ مہر زوج نے ادا کر دیا ہو قبل دخول زوج سے سو روپیہ خلع کر لے تو امام صاحب کے نزدیک زوج کو زوجہ سے فقط سو روپیہ لینے کا حق ہوگا اور نصف مہر مودی پانسو روپیہ جو بوجہ وقوع طلاق قبل دخول قابل واپسی ہے زوج کا حق اونکے واپس لینے کا بربنا خلع ساقط ہو جائے گا اور صاحبین رح کے نزدیک ساقط نہوگا بلکہ زوج کو زوجہ سے سو روپیہ بدل خلع اور نصف مہر مودی وصول کرنیکا حق ہوگا۔

خلع سے بالاتفاق زوجہ پر ایک طلاق بائن واقع ہو جاتی ہی کیونکہ لفظ خلع کنایہ طلاق ہی دوسرے یہ کہ زوجہ خلع مین مال اس غرض سے دیتی ہی کہ اوسکا نفس اوسکے حوالہ کر دیا جائے اور زوجہ کا نفس زوجہ کے حوالہ کر دینا بینونت ہوتی ہی تیسرے سب سے بڑھکر یہ ہی کہ فرمان نبی کریم صلعم موجود ہے الخلع تطلیقة بائنة بدل خلع مین اگر بعد وقوع خلع منجانب مختلعہ زیادتی کیجاتی ہی تو زیادتی باطل یعنی غیر لازم ہوتی ہی یعنی زوج کو زیادتی کے وصول کرنیکا حق نہین ہوتا (عالمگیری)

زوج کو اپنی مختلعہ سے نکاح کرنا جائز ہوتا ہے لیکن تین مرتبہ خلع کرنے کے بعد چونکہ مختلعہ مطلقہ ثلاثہ ہو جاتی ہی اس لیئے بغیر حلالہ ہونے کے زوج کو نکاح کرنا حلال نہین ہوتا (عالمگیری)

چونکہ بدل خلع کو زوجہ خود اپنے اوپر لازم کر لیتی ہی لہذا زوجہ پر بدل خلع ادا کرنا واجب ہو جاتا ہی دوسرے یہ کہ ملک نکاح گو مالیتی چیز نہین ہے تاہم مثل قصاص کے قابل معاوضہ ہوتی ہی (ہدایہ)

اگر بدل خلع کا مخالعت مین ذکر نہو یا ایسی چیز بدل خلع قرار دیجاوے جو

معین نہو یا جو موجود نہو یا جو غیر متقوم ہو تو اوس کے تعین کی اصول حسب ذیل ہین
(۱) اگر مخالعت مین بدل خلع کا ذکر نہو تو چونکہ مفہوم خلع مین اوسکا بمعاوضہ ہونا داخل ہی لہذا اوسکا معاوضہ ہونا ضرور ہی لیکن چونکہ اوس کے تعین کی کوئی سبیل نہین ہی لہذا اوسقدر مال بدل خلع قرار دیدیا جاتا ہی جسقدر زوجہ زوج سے بعوض ملک نکاح لے چکی ہی اور وہ مہر ہوتا ہے تاکہ زوجین کا نقصان نہ ہو (درمختار) پس اگر مہر مختلعہ غیر مودی ہو تو زوج مہر سے بری ہو جائیگا اور اگر مختلعہ کا مہر زوج ادا کر چکا ہو تو مختلعہ سے بقدر مہر مال لینے کا مستحق ہوگا تاہم بعض صورتون مین خلع بلا بدل واقع ہو جاتا ہی مثلاً زوج زوجہ سے کہے کہ تو مجھسے خلع کرلے اور زوجہ جواباً کہدے کہ مینے اپنے نفس کا تجھسے خلع کرلیا اور زوج زوجہ کے اس قول کو منظور کرلے تو چونکہ اپنے نفس کا اسمین نسبت مال کوئی ذکر نہین ہوا اور زوجہ نے حسب الامر زوج خلع کیا ہے لہذا طرفین کے نزدیک خلع بلا بدل واقع ہو جائیگا مگر ابو یوسف کے نزدیک بجز اس کے کہ زوج نے اپنے قول سے خلع بلا بدل کی نیت کی ہو اس صورت مین بھی خلع بلا بدل واقع نہو گا بلکہ زوج بقدر مہر زوجہ زوجہ سے مال لینے کا مستحق ہوگا (عالمگیری)

(۲) اگر مخالعت مین ایسی بدل کا ذکر کیا جائے جس کی نسبت احتمال ہو کہ وہ مال ہی یا نہین یا یہ کہ وہ فی الحال موجود ہی یا نہین یا یہ کہ وہ غیر متقوم ہو پس اگر بدل مذکور مال اور موجود ہو تو زوج اوسکا مستحق ہوتا ہی اور اگر بدل مذکور مال نہو یا فی الحال موجود نہو یا غیر متقوم ہو تو زوج کسی چیز کا مستحق نہین ہوتا بلکہ خلع بلا بدل واقع ہو جاتا ہی کیونکہ بدل مقررہ کا بوجہ اوس کے مال نہونے یا موجود نہونے

یا غیر متقوم ہونے کے مستحق نہین ہوتا اور چونکہ زوجین نے ایک چیز کو بدل قرار دے لیا ہی اس لئے دوسرا مال بدل قرار نہین دیا جاسکتا اور بوجہ غیر مالیتی ہونے ملک نکاح کے دوسرے بدل کے اندازہ کرنیکی کوئی سبیل نہین ہوتی مثلاً زوجہ زوج سی کہے کہ جو کچھ میری مٹھی مین یا جو کچھ میرے مکان مین ہی اوس پر خلع کرلے اور زوج اسبات کو منظور کرلے اور زوجہ کی مٹھی یا مکان مین کچھ بھی نہو یا زوجین نے غیر متقوم چیز پر مخالعت کرلی ہو یا غیر موجود چیز پر (مثلاً اوس ثمر پر جو سال آئندہ زوجہ کے باغ مین آئیگا مخالعت کرلی ہو) تو ان صورتون مین زوج کسی چیز کا مستحق نہوگا اور خلع بلا بدل واقع ہوجائیگا۔

(۳۳) اگر بدل ایسا مال قرار دیا جائے جو مجہول ہو یا جس کے موجود ہونے نہین احتمال ہو پس بصورت عدم موجودگی بدل خلع زوج زوجہ سے بقدر مہر مؤدی مال لینے کا مستحق ہوگا کیونکہ زوج بعوض مال زوال ملک نکاح پر رضامند ہوا ہے جس مین اوسے یہ دہوکہ ہوا کہ وہ اوسکو بوجہ عدم موجودگی وصول نہین کرسکتا اور ملک نکاح کے غیر مالیتی ہونے کی وجہ سی دوسرے مال کو بدل قرار دینے کیواسطے اندازہ کرنے کی کوئی سبیل نہین ہی۔ لہذا زوج زوجہ سے اوسقدر مال لینے کا مستحق قرار دیا جاتا ہی جس قدر وہ زوجہ کو بعوض ملک نکاح ادا کرچکا ہی اور وہ مہر مؤدی ہی۔ مثلاً مثال سابقہ مین زوجہ بجائے جو کچھ کے جو کچھ مال کہے یعنی زوجہ زوج سے یون کہی کہ جو کچھ مال میری مٹھی یا مکان مین ہی اوس پر مجھسے خلع کرلے اور زوج اوسکو منظور کرلے تو چونکہ اب مال کا ذکر کیا گیا ہی لہذا اگر زوجہ کی مٹھی یا مکان مین کچھ نہ نکلی تو زوج بقدر مہر مؤدی زوجہ سے مال لینے کا مستحق ہوگا۔

(۴) اگر بدل خلع ایسا مال قرار دیا جائے جس کی جنس و نوع معلوم و مذکور ہو مگر تعداد نا معلوم ہو اور اوسکا وجود بھی محتمل ہو تو زوج بصورت عدم موجودگی بدل مذکور زوج اوس مال کے تین عدد کا مستحق ہوگا کیونکہ اقل جمع تین ہوتے ہین (فقیر مؤلف عرض کرتا ہی کہ اگر زوجین اردو بولنے والے ہون اور مخالعت اردو مین ہوئی ہو تو زوج اوس مال کے دو عدد کا مستحق ہوگا کیونکہ اردو مین جمع دو ہوتے ہین) مثلاً زوجہ زوج سے کہے کہ جتنے روپیہ میری مٹھی مین ہین یا جتنے یہان جامہ وار میری مکان مین ہین بعوض اونکے مجھسے خلع کر لے اور زوج اوسکو منظور کر لے اور زوجہ کی مٹھی مین روپیہ یا مکان مین جامہ وار کے تھان نہون تو زوج تین روپیہ یا تین تھان جامہ وار کا مستحق ہوگا۔ اور اگر زوجین اردو بولنے والے ہون اور مخالعت اردو مین ہوئی ہو تو زوج دو روپیہ یا دو تھان جامہ وار کا مستحق ہوگا

(۵) اگر بدل خلع مشار الیہ مال قرار دیا جائے اور وہ غیر متقوم نکلے تو امام صاحبؒ کے نزدیک زوج بقدر مہر مودی مال لینے کا مستحق ہوتا ہی کیونکہ بدل مقررہ تو بوجہ غیر متقوم نکل آنے کے لیا نہین جا سکتا اور بوجہ غیر مالیتی ہونے ملک نکاح کے دوسرے مال کی اندازہ کرنے کی کوئی سبیل نہین اور صاحبینؒ کے نزدیک زوج مال مقررہ کی جنس کے متوسط کا بقدر مال مقررہ کے مستحق ہوگا کیونکہ عقود مین دھوکہ موجب ضمان ہوا کرتا ہی مثلاً بدل خلع ایک گھڑا سرکہ قرار پائے اور وہ گھڑا شراب کا نکلے تو امام صاحبؒ کے نزدیک زوج بقدر مہر مودی مال لینے کا مستحق ہوگا اور صاحبینؒ کے نزدیک متوسط درجہ کے سرکہ کا بقدر اوس گھڑے کے مستحق ہوگا (عنایہ)

اگر زوجہ بطور بدل خلع اولاد صغار کے حق حضانت سے دست بردار ہوجائے تو خلع واقع ہوجائے گا اور یہ بدل خلع باطل ہوگا٭ کیونکہ حضانت جیسا مان وغیرہ کا حق ہوتا ہی ایسا ہی حق اولاد بھی ہوتا ہے جس کے اسقاط کا والدین کو اختیار نہین ہوتا (ہدایہ) چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہی لا تضار والدۃ الامیۃ

اگر زوجہ بعوض غلام مضرور بشرط عدم ذمہ داری حوالگی غلام و عدم حوالگی ضمان خلع کرے تو باوجود اس شرط کے زوجہ پر اوس غلام کا ورنہ اوس کی قیمت کا بطور ضمان حوالہ زوج کرنا واجب ہوگا کیونکہ خلع عقد معاوضہ ہی اور عقود معاوضہ مقتضی تسلیم عوض ہوتے ہین اون مین شرط عدم تسلیم فاسد ہوتی ہی اور خلع شرط فاسد سے فاسد نہین ہوتا بلکہ شرط فاسد باطل ہوجاتی ہی (ہدایہ)

اگر زوجہ بعوض مال معین زوج سے خواہش خلع کرے اور زوج اوس کے جواب مین کہدی کہ مینے تجھے طلاق دیدی تو یہ جواب منظوری خلع نہوگا بلکہ بلا تعلق خواہش زوجہ منجانب زوج طلاق دینا متصور ہوگا لہذا زوج زوجہ سے اوس مال معین یا کسی اور مال کے لینے کا مستحق نہوگا (عالمگیری)

پدر صغیرہ کو بعوض مال صغیرہ اوس کے زوج سے خلع کرنیکا اختیار نہین ہوتا کیونکہ ملک نکاح کے معاوضہ مین جو غیر مالیتی چیز ہی مال دینے مین شفقت نہین ہی پس اگر پدر صغیرہ بعوض مال صغیرہ اوسکے زوج سی خلع کرلے تو طلاق تو واقع ہوجائے گی کیونکہ اس صورت مین جو طلاق منجانب زوج ہوتی ہی وہ پدر صغیرہ کے قبول کرنے پر معلق ہوتی ہی لہذا پدر صغیرہ کے قبول کرنے سے واقع ہوجاتی ہے

٭ حسینی بیگم بنام روشن بی آئین ج ۱۴ صفحہ ۲۲۶ ۱۲

اور زوج نہ اوس مقررہ مال صغیرہ کا مستحق ہوگا ورنہ زوج کے ذمہ سے صغیرہ کا مہر موعودہ ہی ساقط ہوگا لیکن اگر صغیرہ کا زوج ..... بایں شرط خلع کرے کہ بدل خلع اداکرنیکا ذمہ دار پدر صغیرہ ہی تو خلع صحیح ہوگا اور ادائے بدل خلع بذمہ پدر صغیرہ ہوگی کیونکہ ادائی بدل خلع بذمہ اجنبی ہو سکتی ہی تو بذمہ پدر صغیرہ تو بدرجہ اولیٰ ہو سکتی ہی لیکن صغیرہ کا مہر غیر مؤدی اس صورت مین بھی ساقط نہوگا اور اگر صغیرہ ابھی نیک و بد کو سمجھتی ہو اور وہ بعوض مال خلع کو قبول کرلے تو صغیرہ پر طلاق واقع ہوجائے گی مگر صغیرہ کے ذمہ بدل خلع واجب نہوگا کیونکہ وہ بوجہ صغیر اپنے اوپر ذمہ داری عاید کرنے کی اہل نہین ہوتی (ہدایہ)

اگر زوجہ بعوض مال خلع کرنیکے بعد اس امر کی شہادت پیش کرنا چاہے کہ زوج نے قبل خلع اوسکو طلاق دیدی تھی تو خلع اس شہادت کی تقدیم کا مانع نہوگا بلکہ زوجہ کی ایسی شہادت مسموع ہوگی اور بصورت ثبوت طلاق قبل خلع زوجہ کو زوج سے بدل خلع واپس دلایا جائے گا (عالمگیری)

دوسری فصل طلاق بعوض مال کے احکام کے بیان مین

طلاق بعوض مال اور خلع مین باعتبار حکم و اثر بہت کم فرق ہی مثلاً اگر بدل خلع غیر متقوم ہوتا ہی تب بھی چونکہ لفظ خلع کنایہ طلاق ہی اس لئے زوجہ پر طلاق بائن واقع ہوتی ہی اور اگر طلاق بعوض مال مین عوض طلاق غیر متقوم ہوتا ہی تو بوجہ استعمال لفظ صریح طلاق رجعی واقع ہوتی ہی (عالمگیری)

ورنہ جیسا خلع قبول زوجہ پر منحصر ہوتا ہی ایسے ہی طلاق بعوض مال بھی قبول

زوجہ پر منحصر ہوتی ہے اور جیسا خلع کے قبول کرنے سے زوجہ پر طلاق بائن واقع ہو جاتی ہے اور بدل خلع کے ادا کی لازم ہو جاتی ہے*

ایسے ہی طلاق بعوض مال کے قبول کر لینے سے زوجہ پر طلاق بائن واقع ہو جاتی ہے اور عوض طلاق کی ادائے لازم ہو جاتی ہے چونکہ زوجہ کی غرض مال دینے سے یہ ہوتی ہے کہ اوسکا نفس اوسکے اختیار مین دیدیا جائے اور زوجہ کا نفس زوجہ کے اختیار مین دیدیجانے سے بینونت واقع ہو جاتی ہے اس سلئے وہ طلاق جو بعوض مال ہوتی ہے بائن ہوا کرتی ہے مثلاً زوجہ غیر مدخولہ جس کا مہر تین ہزار روپیہ ہے زوج سے بعوض ایک ہزار روپیہ...... طلاق طلب کرے اور بجواب طلب زوجہ زوج اوسکو طلاق دیدے تو منجملہ تین ہزار روپیہ مہر کے نصف یعنی پندرہ سو روپیہ تو بوجہ وقوع طلاق قبل از دخول ساقط ہو جائینگے اور ایک ہزار روپیہ معاوضہ طلاق مین مجرا ہو جائینگے زوجہ کو فقط پانسو روپیہ ملین گے اسی پر فتویٰ ہے (عالمگیری)

اگر زوجہ بعوض ایک ہزار روپیہ کے تین طلاقین طلب کرے اور زوج اوسکے جواب مین فقط ایک طلاق دیدے تو زوجہ پر ایک طلاق بائن واقع ہو جائے گی اور اوس پر ایک ہزار روپیہ کی تہائی دینا لازم ہو جائے گی کیونکہ معاوضہ بقدر معوض واجب ہو گا۔ اور اگر زوجہ ایک ہزار روپیہ پر تین طلاقین طلب کری اور زوج اوسکے جواب مین زوجہ کو فقط ایک طلاق دیدی تو امام صاحبؒ کے نزدیک زوجہ پر بلا لزوم حصہ عوض ایک طلاق رجعی واقع ہو جائے گی اور صاحبینؒ کے نزدیک اس صورت مین زوجہ پر ایک طلاق بائن واقع ہو گی اور ایک تہائی

* واحد بی بنام جہانگیر علی آئین ج ۵۷ ۔ ۱۲

عوض دینا واجب ہوگا کیونکہ صاحبینؒ کے نزدیک لفظ بعوض اور لفظ پر کا
ایک ہی مفہوم ہی جیسے ان جملون مین لفظ بعوض اور لفظ پر کا ایک ہی مفہوم ہے
(شہر سے خیریت آباد تک بعوض پانچروپیہ کے سواری ملجاتی ہی) (شہر سے
خیریت آباد تک پانچروپیہ پر سواری ملجاتی ہی) امام صاحب فرماتے ہین
لفظ پر کا استعمال بطور شرط کے ہوا کرتا ہی جیسے زوج کے اس قول مین کہ (تو گھر سے
باہر جانے پر دو طلاق والی ہی) لفظ پر کا استعمال بالاتفاق بطور شرط ہونا تسلیم کر کے
اس قول کے یہ معنی تسلیم کئی جاتے ہین کہ زوجہ کا دو طلاق والی ہونا اوس کے
گھر سے باہر جانے پر مشروط ہی اور یہ اصول بھی مسلمہ متفقہ ہی کہ مشروط اجزاء شرط پر
تقسیم نہین ہوا کرتا چنانچہ مثال مذکور مین کسی کے نزدیک بھی زوجہ کے گھر سے
ایک پیر باہر نکالنے پر وہ ایک طلاق والی نہین ہوجاتی پس مسئلہ ہذا مین چونکہ
زوجہ پر ایک ہزار روپیہ کا لزوم زوج کے تین طلاقین دینے پر مشروط ہی چونکہ
وجود شرط منجانب زوج نہین ہوا لہذا اجزا لازم نہوگی اور بربناء اصول مذکور زوجہ پہ
زوج کے ایک طلاق دینے سے ہزار روپیہ کی تہائی لازم نہوگی اور قول زوج
جسکے ذریعہ سے اوسنے ایک طلاق دی ہی مخالف سوال زوجہ ہونیکی وجہ سے
اوسکا جواب متصور نہوگا بلکہ ایک جداگانہ مستقل قول متصور ہوگا لہذا اوسکی بناء پر بوجہ
استعمال لفظ صریح طلاق رجعی واقع ہوگی (درمختار)

اگر زوج زوجہ سے کہے کہ تجھپر طلاق ہی اور تجھپر ہزار روپیہ ہی تو امام صاحبؒ کے
نزدیک زوجہ پر طلاق واقع ہوجائیگی خواہ وہ کلام زوج کو قبول کرے یا نکرے
اور اوس پر ہزار روپیہ لازم نہون گے اور صاحبینؒ کے نزدیک اگر زوجہ کلام

زوج کو قبول کریگی تو اوسپر طلاق بھی واقع ہو جائیگی اور ہزار روپیہ بھی لازم ہو جائینگے اور اگر وہ کلام زوج کو قبول نہ کریگی تو نہ اوسپر طلاق واقع ہوگی نہ ہزار روپیہ لازم ہونگے کیونکہ زوج کا جملہ آخر بغرض معاوضہ استعمال ہوا ہی جیسا مزدور سے یہ کہنے مین کہ ہمارا اسباب بلدہ تک پہنچا دو ہمپر دو روپیہ ہین جملہ آخر سے معاوضہ مقصود ہوتا ہی امام صاحبؒ فرماتے ہین کہ زوج کا جملہ آخر ایک جداگانہ مستقل جملہ ہی جس کو جملہ ماقبل سے بلا وجود قرینہ یا وجہ کے ربط نہین دیا جاسکتا چونکہ طلاق کو مال سے کچھ تعلق نہین ہوتا اسلئے جملہ آخر کو جو ملزم مال ہی جملہ ماقبل سے جو موجب طلاق ہی ربط دینے کا کوئی قرینہ یا کوئی وجہ نہین ہے لہذا ہر ایک جملہ بجائے خود موثر ہوگا پس جملہ اوّل سے طلاق واقع ہو جائیگی اور جملہ آخر سی بوجہ لزوم بلا بدل ہونیکے روپیہ لازم نہوگا بخلاف مثال مستدلہ صاحبینؒ کے کہ وہان دونون جملون مین ربط دینے کا یہ قرینہ اور وجہ موجود ہے کہ اجارہ کو مال سے لازمی تعلق ہی کیونکہ عقد اجارہ بلا مال منعقد ہی نہین ہوتا مسئلہ ہذا مین بقول صاحب درمختار فتوی صاحبین کے قول پر ہی (درمختار)

لیکن اگر زوج زوجہ سی یہ کہے کہ تجھپر طلاق ہی جب یا جسوقت تو مجھی ہزار روپیہ دیدے تو اوس مجلس مین یا اوسکے بعد جب یا جسوقت زوجہ زوج کے سامنے دینے کی غرض سے ہزار روپیہ رکھدیگی فوراً اوسپر طلاق واقع ہو جائیگی اور زوج کو اوس روپیہ کے لینے سے انکار کرنیکا حق نہوگا (عالمگیری)

اگر زوج سے اوس کی دو زوجات ملکر خواہش کرین کہ ہمکو بعوض ایک ہزار روپیہ کے یا ایک ہزار روپیہ پر طلاق دیدے اور زوج اونمین سے ایک کو اوسی

مجلس مین طلاق دیدے تو اوس ایک زوجہ پر طلاق واقع اور اوسپر زوج کو
ایک ہزار روپیہ کا نصف دینا لازم ہوجائیگا اور اگر اوسکے بعد اوسی مجلس مین
دوسری کو بھی طلاق دیدے تو اوسپر بھی طلاق واقع ہوجائے گی اور ایک ہزار روپیہ کا
نصف دینا لازم ہوجائے گا لیکن بعد افتراق مجلس زوج جو طلاق دیگا وہ بجواب
سوال زوجات نہوگی لہذا طلاق واقع ہوجاسئے گی اور زوجات پر روپیہ دینا
لازم نہو گا (عالمگیری)

اگر زوجین مین یہ اختلاف ہو کہ زوجہ کہے کہ مینے تین طلاقین طلب کی
تھین زوج نے فقط ایک طلاق دی ہی اور زوج کہے کہ زوجہ نے فقط ایک ہی
طلاق طلب کی تھی اسلئے مینے ایک ہی طلاق دی ہی تو زوجہ کا قول اور زوج کی
شہادت قبول ہوگی یا اگر زوجین مین یہ اختلاف ہو کہ زوجہ کہے مینے بعوض ایکسو
روپیہ کے طلاق طلب کی تھی اور زوج کہے کہ زوجہ نے طلاق بعوض ایک ہزار
روپیہ کے طلب کی تھی تب بھی زوجہ کا قول اور زوج کی شہادت قبول ہوگی (عالمگیری)

تیسری فصل مباراۃ کی تعریف وحکم کے بیان مین

مباراۃ کے لغوی معنی یہ ہین کہ دو شخص ایک دوسرے کو اپنے حقوق سے
بری کردین اور اصطلاح فقہ مین زوجین کا ایک دوسرے کو اپنے حقوق متعلقہ نکاح
سے بری کردینا مباراۃ کہلاتا ہی (عینی)

مباراۃ کے احکام و اثرات مثل خلع کے ہوتے ہین امام صاحبؒ کے
نزدیک خلع اور مباراۃ دونون سے جملہ حقوق متعلقہ نکاح جو زوجین کے ایک

دوسرے پر ہوتے ہین ساقط ہو جاتے ہین کیونکہ دونون مطلق ہوتے ہین اور بربناء اطلاق
دونون کا اثر جملہ حقوق متعلقہ نکاح پر ہوتا ہے اور محمدؒ کے نزدیک زوجین جن
حقوق متعلقہ نکاح کا خلع اور مبارات مین ذکر کرتے ہین اون سے فقط وہی حقوق
ساقط ہوتے ہین اور جن حقوق متعلقہ نکاح کا زوجین ذکر نہین کرتے وہ علی حالہ
قائم رہتے ہین کیونکہ دونون عقد معاوضہ ہین اور عقود معاوضہ مین فقط وہی عوض
معتبر ہوتا ہی جسکا ذکر کیا جاتا ہی غیر مذکور معتبر نہین ہوتا ہے ابو یوسفؒ خلع سے
فقط اون حقوق کے ساقط ہوتے ہین جس کا ذکر کیا جائے محمدؒ سے متفق الرائے
ہین اور مبارات سے جملہ حقوق خواہ وہ مذکور ہون یا نہون ساقط ہوتے ہین
امام صاحبؒ سے ہم رائے ہین (ہدایہ)

باب دہم

ایلاء کے بیان مین

پہلی فصل ایلاء کی تعریف وغیرہ کے بیانمین

ایلاء کے لغوی معنی قسم کے ہین اور اصطلاح فقہ مین زوج کی اس قسم کو
کہ وہ زوجہ سے چار ماہ یا چار ماہ سے زیادہ تک مقاربت نکریگا ایلاء کہتے ہین گویا
ایلاء طلاق کو چار ماہ یا زیادہ عرصہ تک زوجہ سے مقاربت نکرنیکی شرط پر معلق
کرنے کو کہتے ہین (عنایۃ)

ایسی قسم کھا لینے والا زوج حسب فرمان الٰہی اَلَّذِیْنَ یُؤْلُوْنَ مِنْ نِّسَآئِهِمْ تَرَبُّصُ

اربعة اشهر الآیہ مولی ہوجاتا ہی لیکن جو زوجہ کسی کی باندی ہوتی ہے اوس کے ایلا کی مدت دو ماہ ہوتی ہی کیونکہ غلامی حقوق کی نصف کردینے والی چیز ہی پس چار ماہ سے کم مدت تک زوجہ سے مقاربت نکرنیکی اگر زوج قسم کھالے تو اوس سے ایلاء ثابت نہیں ہوتا چنانچہ ابن عباسؓ فرماتے ہین لا ایلاء فیما دون اربعة اشهر (ہدایہ عالمگیری) مولی اندرون چار ماہ مولی منہا سے مقاربت کرنیکی صورتمین حانث ہوجاتا ہی پس اگر اوسنے اللہ تعالی کی قسم کھاکر ایلا کیا ہی تو اوسپر حلف بایتہ کا کفارہ واجب ہوجاتا ہی اور اگر اوسنے ایسی کام کرنیکو اپنے اوپر واجب کرنیسے ایلا کیا ہی جسکے کرنیمین اوس پر بار یا مشقت عائد ہو جیسے غلام آزاد کرنا حج کرنا روزہ نفل رکھنا یا نماز نفل پڑھنا تو اوسپر اوس کام کا کرنا واجب ہوجاتا ہی اور مولی کو مولی منہا سے مقاربت کئے بغیر چار ماہ گذر جائین تو مولی کی قسم پوری ہوجاتی ہی اور اتر جاتی ہی اور مولی منہا پر ایک طلاق بائن واقع ہوجاتی ہے اور مولی منہا بفور انقضاء چار ماہ بائنہ ہوجاتی ہی لیکن امام شافعیؒ کے نزدیک جب قاضی بربناء ایلا زوجین مین تفریق کردیتا ہی تب مولی منہا بائنہ ہوتی ہی کیونکہ مولی اپنے حق جماع کو روک لیتا ہی لہذا تسریح زوجہ بحکم قاضی ہوتی ہے جیسے مجبوب یا عنین کی زوجہ کی تسریح بحکم قاضی ہوا کرتی ہی

احنافؒ فرماتے ہین کہ مولی زوجہ کے حق جماع کا مانع ہوتا ہے جس کی سزا مین اوس سے شرعاً نعمت نکاح زائل ہوجاتی ہی اور یہ سزا کثیر التعداد صحابہؓ سے مروی ہی جو بحیثیت مقتدا ہونے کے کافی ہین جیسے عثمان غنیؓ و علی کرم اللہ وجہہ و زید ابن ثابتؓ و عبادلہ ثلاثہؓ (ھدایہ)

اگر زوج ہمیشہ کے واسطے زوجہ سے مقاربت نکرنیکی قسم کھالے تو وہ مقاربت

کرنیسے حانث ہوجاتا ہی اور چار ماہ بلامقاربت کے گذرجانے سے مولی منہا پر ایک
طلاق بائن واقع ہوجاتی ہے اور بوجہ دائمی ہونے کے قسم باقی رہتی ہے مگر مولی
منہا بائنہ ہوجانے کی وجہ سے چونکہ محل طلاق نہین رہتی لہذا دوسری چار ماہ
بلامقاربت کے گذرجانے سے اوسپر دوسری طلاق واقع نہین ہوتی البتہ اگر مولی
مولی منہا سے اوسکے بائنہ ہوجانیکے بعد پھر نکاح کرلے تو پھر مولی منہا محل طلاق
ہوجائے گی پس اگر مولی بعد نکاح مکرر مقاربت کریگا تو حانث ہوجائے گا اور
اگر بعد نکاح مکرر چار ماہ تک مقاربت نکریگا تو مولی منہا پر دوسری طلاق بائن
واقع ہوجائے گی علی ہذا اگر مولی مولی منہا سے تیسری بار نکاح کرلے اور اوس سے
مقاربت کرے تو حانث ہوجائیگا اور اگر تیسری بار نکاح کرنے سے چار ماہ تک
مقاربت نکریگا تو مولی منہا پر تیسری طلاق بائن واقع ہوجائے گی اور اب تین
طلاقین واقع ہوجانے کے بعد وہ ملک نکاح جو بوقت انعقاد ایلا قائم تھی منقطع
ہوجائے گی اور ایلاء کا اثر بھی منقطع ہوجائے گا کیونکہ تعلیق طلاق کا اثر اوس ملک
نکاح تک محدود ہوا کرتا ہے جو بوقت تعلیق قائم ہوتی ہی پس اگر اسکے بعد بھی
مولی حلالہ کے بعد مولی منہا سے نکاح کرلے اور بعد نکاح مولی منہا سے چار ماہ تک
مقاربت نکرے تو مولی منہا پر طلاق واقع نہوگی تاہم بوجہ دائمی ہونیکے قسم قایم
رہیگی جس کا اثر یہ ہی کہ مقاربت کرنے سے مولی حانث ہوجائیگا اور اگر ایلا بذریعہ
حلف باللہ تعالی کیا تھا تو اوس پر کفارہ واجب ہوگا اور اگر کسی کام کرنیکو واجب
کرنیکے ذریعہ سے ایلا کیا تھا تو اوسپر اوس کام کا کرنا واجب ہوجائیگا (ہدایہ)

اگر زوج قسم کھالے کہ زوجہ سے سال بھر تک بجز ایکدن کے مقاربت نکریگا

تو وہ اصحاب ثلاثہ رحمۃ اللہ کے نزدیک مولی نہوگا کیونکہ بوجہ استثنا ایک دن کے چار ماہ کے اندر مقاربت کرنیسے حانث نہوگا لیکن زفر رحمۃ اللہ کے نزدیک وہ مولی ہو جائیگا کیونکہ اونکے نزدیک جیسا اجارہ یوم مستثنی مدت اجارہ کا آخری دن ہوتا ہی ایسا ہی اس قسم مین بھی یوم مستثنی سال کا آخری دن ہوگا پس اصحاب ثلاثہ کی نزدیک اگر زوج سال بھر تک مقاربت نکرے تب بھی اوس کی زوجہ پر طلاق واقع نہوگی لیکن اگر وہ ایک دن مقاربت کرے اور باقی حصہ سال چار ماہ یا چار ماہ سے زیادہ ہو تو مولی ہو جائے گا پس اب اگر اوس باقی حصہ مین مقاربت کرے گا تو حانث ہو جائیگا اور اگر مقاربت نکریگا تو اوس کی زوجہ پر ایک طلاق بائن واقع ہو جائے گی (درمختار) شرائط صحت ایلا حسب ذیل ہین (درمختار)

(۱) یہ کہ ایلا بمقابلہ منکوحہ ہو اسی وجہ سے بمقابلہ مطلقہ رجعیہ قبل اختتام عدۃ ایلا منعقد ہو جاتا ہے کیونکہ وہ تا ختم عدۃ منکوحہ رہتی ہے اور بمقابلہ مطلقہ بائنہ منعقد نہین ہوتا کیونکہ بعد وقوع طلاق فوراً اوسکا نکاح منقطع ہو جاتا ہی (ہدایہ)

(۲) یہ کہ مولی طلاق دینے کا اہل ہو اسی وجہ سے نابالغ اور مجنون اگر عدم جماع کی قسم کھالیتا ہے تو ایلا منعقد نہین ہوتا۔

(۳) یہ کہ مولی کا صاحبین رحمۃ اللہ کے نزدیک اہل کفارہ ہونا بھی شرط ہے اور امام صاحب رحمۃ اللہ کے نزدیک شرط نہین ہی اسی وجہ سے امام صاحب رحمۃ اللہ کے نزدیک ذمی کا ایلا منعقد ہو جاتا ہی صاحبین رحمۃ اللہ کے نزدیک منعقد نہین ہوتا مکرہ اور مست شرابی کے انعقاد ایلا مین وہی اختلاف ہے جو اون کی طلاق کے وقوع مین بیان ہو چکا ہے (درمختار)

بلحاظ شرائط صحت وغیرہ کے ایلا کی مکمل تعریف یہ ہے کہ زوج کا اپنی منکوحہ سے اگر وہ آزاد ہو تو چار ماہ تک اور اگر وہ کسی کی باندی ہو تو دو ماہ تک یا بلا استثنا کسی وقت کے مقاربت نکرنے پر اللہ تعالیٰ کی قسم کھا لینا یا اپنے اوپر ایسے کام کا کرنا واجب کر لینا جس کے کرنے مین مشقت یا خرچ کا بار ہو ایلا کہلاتا ہے (عالمگیری)

اگر زوج قسم کھالے کہ مین زوجہ سے دو ماہ تک اور اوس کے بعد اور دو ماہ تک مقاربت نکرونگا تو وہ مولی ہو جائیگا کیونکہ مجموعہ دو ماہ اور دو ماہ چار ماہ ہوتا ہے اور مجموعہ بحکم شئے واحد ہوتا ہے لیکن اگر زوج دو ماہ تک مقاربت نکرنیکی قسم کھا کر ایک دن کے وقفے کے بعد اور دو ماہ تک مقاربت نکرنیکی قسم کھالے تو مولی نہوگا کیونکہ اب مجموعہ چار ماہ سے ایکدن کم ہوگا (ہدایہ)

اگر زوج ایک مقام مین ہو اور زوجہ دوسرے مقام مین ہو اور زوج قسم کھالے کہ مین چار ماہ تک اوس مقام مین جہان زوجہ مقیم ہے نہ جاؤنگا تو وہ مولی نہوگا کیونکہ اول تو یہ مقاربت نکرنے کی قسم نہین ہے دوسرے یہ کہ ممکن ہے کہ زوج زوجہ کو اپنی قیام گاہ مین یا دوسری جگہ طلب کر کے اوس سے مقاربت کرلے (درمختار)

دوسری فصل مولی منہا کو قبل اختتام چار ماہ طلاق دیدینے کے اثر کے بیان مین

اگر مولی مولی منہا کو طلاق بائن دیدے تو اگر مدت ایلا عدۃ طلاق سے پہلے ختم ہو جائے تو مولی منہا پر ایک طلاق بائن بربنا ایلا بھی واقع ہو جائیگی اور اگر مدت ایلا بعد ختم ہونے عدۃ کے ختم ہو تو مولی منہا پر بربنا ایلا طلاق واقع نہوگی لیکن اگر

مولی قبل ختم ہونے مدت ایلا اور عدۃ طلاق کے مولی منہا سے نکاح کرلے تو ایلا علی حالہ قائم رہیگا حتی کہ اگر مدت ایلا بلا مقاربت کے گذر جائیگی تو مولی منہا پر بربناء ایلا ایک طلاق واقع ہوجائے گی اور اگر مدت ایلا کے اندر مقاربت کریگا تو حانث ہوجائے گا اور اگر مولی اندرون مدت ایلا اور بعد انقضاء عدۃ طلاق مکرر مولی منہا سے نکاح کریگا تو اگر تاریخ نکاح سے چار ماہ کے اندر مقاربت کریگا تو حانث ہوگا اور اگر مقاربت نکریگا تو مولی منہا پر بربناء ایلا ایک طلاق واقع ہوجائے گی یعنی اگر مولی منہا نکاح مکرر قبل انقضاء عدۃ طلاق کرے گا تو مدت ایلا کا شمار تاریخ ایلاء سے ہوگا اور اگر نکاح مکرر بعد انقضاء عدۃ طلاق کرے گا تو شمار مدت ایلا تاریخ نکاح مکرر سے ہوگا (عالمگیری)

تیسری فصل اجنبیہ سے ایلا کرنے کے اثر کے بیان میں

کوئی شخص بمقابلہ اجنبیہ یہ قسم کھالیسے کہ چار ماہ تک اجنبیہ سے مقاربت نکرونگا مولی نہیں ہوجاتا گو چار ماہ گذرنے سے پہلے وہ اوس اجنبیہ سے نکاح کرلے کیونکہ بوقت انعقاد قسم اجنبیہ محل مقاربت و ایلا نتھی لہذا قسم باطل تھی جو منقلب بصحت نہیں ہوسکتی مگر چونکہ قسم منعقد ہوگئی تھی اسلئے بعد نکاح بھی اجنبیہ مذکورہ سے مقاربت کرنے سے شخص مذکور حانث ہوگا (ہدایہ)

لیکن اگر کوئی شخص بمقابلہ اجنبیہ یہ قسم کھائے کہ اگر میں تجھ سے نکاح کروں تو واللہ تجھسے مقاربت نکرونگا اور پھر اجنبیہ مذکورہ سے نکاح کرکے مقاربت کرے تو حانث ہوگا اور اگر چار ماہ تک مقاربت نکرے گا تو اوس اجنبیہ پر بربناء ایلاء مذکور

ایک طلاق بائن واقع ہو جائے گی (درمختار)

چوتھی فصل اون صورتون کے بیان مین جن مین زبان سی کہدینے سے ایلاء ساقط ہو جاتا ہے

اگر مولی بوجہ مرض جماع پر قادر نہو یا مولی و مولی منہا کے مقامات قیام مین اسقدر بعد ہو کہ مدت ایلاء مین اونکا مجتمع ہونا ممکن نہو یا مولی ناحق محبوس ہو اور مولی منہا اوس تک نہ پہونچ سکتی ہو یا پہنچ سکتی ہو مگر وہان مولی اوس سے جماع نکر سکتا ہو یا مولی منہا بوجہ صغر یا مرض وغیرہ کے ناقابل جماع ہو تو مولی کے اندرون مدت ایلاء زبانی یہ کہدینے سے کہ مینے اپنے ایلاء سے بازگشت کر لیا ایلاء ساقط ہو جاتا ہی لیکن اگر بازگشت کرنیکے بعد مولی مدت ایلاء مین جماع پر قادر ہو جائے تو یا مولی منہا قابل جماع ہو جائے تو زبانی بازگشت باطل ہو جائے گی اور پھر بجز جماع کرنیکے اور طرح ایلاء ساقط نہو گا۔ ایسی مولی کا ایلاء جس نے بحالت تندرستی ایلاء کیا ہو اور بعد انعقاد ایلاء بوجہ مرض وغیرہ جماع پر قادر نرہا ہو بجز جماع کرنے کے ساقط نہین ہوتا یعنی زبانی بازگشت سی ساقط نہین ہوتا۔

لیکن امام شافعیؒ کے نزدیک ایلاء بجز جماع کرنیکے کسی حال مین ساقط نہین ہوتا اور یہی مذہب طحاویؒ کا ہی اونکے نزدیک کسی حال مین اور کسی طرح زبانی بازگشت سے ایلاء ساقط نہین ہو سکتا وہ فرماتے ہین کہ اگر زبانی بازگشت سے ایلاء ساقط بھی ہو جائے تو حنث تو ضرور ہو گا۔ احنافؒ کی دلیل یہ ہی کہ زوج نے جماع نکرنیکی قسم کھا کر جس طرح زوجہ کو تکلیف دی تھی اوسی طرح زبانی بازگشت کرکے

اوس تکلیف وظلم کو رفع کردیا اسلئے اوسکو حرمان نعمت ملک نکاح کی شرعی سزا نہیں دیجاتی (درمختار۔ حاوی)

پانچوین فصل الفاظ محتمل ایلا و ظہار کے استعمال کے اثر کے بیان مین

اگر زوج زوجہ سے ایسے الفاظ کہدے جو ایلا اور ظہار اور طلاق سب کو محتمل ہون تو اونکا اثر حسب نیت زوج ہوتا ہی مثلاً زوج زوجہ سے کہی کہ تو مجھپر حرام ہے تو زوج سے دریافت کیا جائیگا کہ ان الفاظ سے تیری کیا نیت تھی اگر وہ کہے کہ میری نیت ان الفاظ سے جھوٹ بولنے کی تھی تو اوسکا یہ کہنا تسلیم کیا جائے گا کیونکہ درحقیقت اوسکا قول کہ اوس کی زوجہ اوسپر حرام ہے جھوٹ ہی لیکن کرخیؒ فرماتے ہین کہ قاضی اوس کے اس کہنے کو کہ میری نیت الفاظ مذکور کے استعمال سے جھوٹ بولنے کی تھی تسلیم نکرے گا کیونکہ بظاہر حلال کو حرام بتانا یمین ہوتا ہے اور اگر وہ کہے کہ الفاظ مذکور کے استعمال سے میری کچھ نیت نہ تھی یا یہ کہی کہ میری نیت زوجہ کو حرام کرلینے کی تھی توچونکہ حلال کو حرام کرلینا یمین ہوتا ہے لہذا وہ مولی ہوجائیگا اور اگر وہ کہے کہ میری نیت زوجہ کو ایک یا تین طلاق دینے کی تھی تو زوجہ پر اوس کے کہنے کیموافق ایک یا تین بائن طلاقین واقع ہوجائینگی کیونکہ وہ بذریعہ کنایہ واقع کی گئی ہین اور اگر وہ کہی کہ میری نیت الفاظ مذکور سے ظہار کی تھی تو شیخینؒ کے نزدیک ظہار واقع ہوجائیگا اور وہ مظاہر ہوجائے گا کیونکہ اوسنے حرمت مطلق بیان کی ہی جو حرمت مقید کو محتمل ہوسکتی ہے اور ظہار حرمت مقید ہی لیکن محمدؒ کے نزدیک ان الفاظ کی بنا پر وہ مظاہر نہوجائیگا

کیونکہ ظہار کا رکن لازمی تشبیہہ محرمات سے ہے جو ان الفاظ مین نہین ہے مسئلہ ہذا مین فتوی یہ ہے کہ شخص مذکور کی زوجہ پر طلاق بائن واقع ہو جائیگی گو اوس کی نیت طلاق کی نہو کیونکہ محاورہ زبان عربی اور نیز زبان اردو کے لحاظ سے الفاظ مذکور کا اقتضا طلاق ہے (ہدایہ)

یا مثلاً زوج زوجہ سے یہ کہدے کہ تو مجھپر مثل مان کے ہے تو ان الفاظ کا اثر حسب نیت زوج ہوگا اگر زوج کی نیت تکریم زوجہ ہو تو ظہار و طلاق کچھ بھی واقع نہوگا اور اگر ظہار کی نیت ہو تو ظہار ثابت ہو جائے گا کیونکہ یہ الفاظ کنایہ ظہار بھی ہو سکتے ہین اور اگر طلاق کی نیت ہو تو زوجہ پر طلاق بائن واقع ہو جائیگی کیونکہ یہ الفاظ کنایہ طلاق بھی ہو سکتے ہین اور اگر کچھ بھی نیت نہو تو شیخین کے نزدیک کچھ بھی اثر نہوگا اور الفاظ مذکور محمول بتکریم زوجہ ہون گے اور محمدؒ کے نزدیک گو زوج کی کچھ نیت ہو تب بھی ظہار ثابت ہو جائیگا وہ فرماتے ہین کہ جب ایک عضو کے ساتھ تشبیہہ دینے سے ظہار ثابت ہو جاتا ہے تو کل اعضاء کیساتھ تشبیہہ دینے سے بدرجہ اولی ثابت ہو جاتا ہے اور چونکہ یہ الفاظ ظہار کے واسطے صریح ہین لہذا محتاج نیت نہین ہین اور اگر نیت تحریم کی ہو تو ابو یوسفؒ کے نزدیک ایلا ہو جائیگا کیونکہ تحریم مین ایلا بہ نسبت طلاق کے ادنی ہے اور کم مضر ہے اور اصولاً تعبیر ایسی ہونا چاہیئے جو کم مضر ہو اور محمدؒ کے نزدیک گو زوج کی نیت تحریم کی ہو تاہم ظہار ثابت ہوگا کیونکہ الفاظ مین تشبیہہ ہے جو موجب ظہار ہے (ہدایہ)

باب یازدہم

ظہار کے بیان مین

پہلی فصل ظہار کی تعریف واحکام کے بیان مین

ظہار لغت مین زوج کے زوجہ سے اس کہنے کو کہتے ہین کہ تو مجھپر میری ماں کی پیٹھ جیسی ہے اور اصطلاح فقہ مین زوج کا اپنی منکوحہ کو یا اوس کے جزء شائع کو یا ایسے جزء کو جس سے کل کی تعبیر کیجاتی ہے بلالحاظ اسکے کہ منکوحہ آزاد ہے یا کسی کی باندی ہے اپنی محرمات ابدی سے یا اونکے ایسے جزء سے جس کی طرف نظر کرنا حلال نہو عام ازانکہ محرمات بوجہ نسب ہون یا بوجہ رضاعت ہون یا بوجہ صہریت ہون تشبیہ دینے کو ظہار کہتے ہین۔ پس اگر زوج زوجہ سے یہ کہدے کہ مین تجھسے وطی کرون تو اپنی مان سے وطی کرون تو اس سے ظہار ثابت نہین ہوتا، نہ زوج کو اوس زوجہ سے وطی کرنا حرام ہوجاتا ہے نہ زوج پر کفارہ واجب ہوتا ہے (عالمگیری)

ظہار زمانہ جاہلیت مین ایک قسم کی طلاق تھی شریعت نے اوس کی اصل کو برقرار رکھکر اوسکے حکم مین اسقدر ترمیم فرمادی کہ اب وہ مزیل نکاح نہین ہے بلکہ فقط موجب کفارہ ہے اور تا اداء کفارہ موجب تحریم ہے مثلاً اگر زوج زوجہ سے یہ کہدے کہ تو مجھپر ایسی ہے جیسی میری مان کی پیٹھ تو اس سے زوجہ پر طلاق واقع نہین ہوجاتی مگر زوج پر کفارہ واجب ہوجاتا ہے اور تا وقتیکہ زوج کفارہ ادا نہ کرے اوسکو زوجہ مذکورہ سے وطی یا دواعی وطی کرنا حرام ہوجاتے ہین کیونکہ

اللہ تعالی فرماتا ہی والذین یظاہرون من نسائھم ثم یعودون لما قالوا فتحریر رقبۃ من قبل ان یتماسا الی الآیۃ اگر مظاہر قبل اداء کفارہ مظاہر منہا سے وطی یا دواعی وطی کر لے تو اوسکو استغفار کرنا چاہیئے اور آئندہ ایسا نکرنا چاہیئے لیکن اسکی وجہ سے بجز کفارہ اور کچھ مظاہر پر واجب نہین ہوتا کیونکہ فرمایا نبی کریم صلعم نے للذی واقع فی ظہارہ قبل الکفارۃ استغفر اللہ ولا یعد حتی یکفر اگر مظاہر مذکور پر علاوہ کفارہ اور کچھ واجب ہوتا تو اوس کی صراحت اس فرمان مین ضرور فرما دیجاتی (ہدایہ)

ظہار بوجہ عدم اداء کفارہ اگرچہ کتنی ہی عرصہ تک قایم رہے اوسکی وجہ سے مظاہر کے نہ عدد طلاق مین کمی واقع ہوتی ہے نہ مظاہر و مظاہر منہا مین فرقت واجب ہوتی ہی نہ مظاہر منہا مظاہر کی زوجیت سے خارج ہو جاتی ہے چنانچہ اگر مظاہر کے چار زوجات ہون اور وہ سب یا اون مین سے بعض مظاہر منہا ہون تو اونکے مظاہر منہا ہونے کی بنا پر مظاہر کو پانچوین عورت سے نکاح کرنا جائز نہین ہوتا لیکن مظاہر منہا کو حق ہوتا ہے کہ مظاہر پر اداء کفارہ کرکے وطی کرنے کا تقاضہ کرے اور یہ بھی حق ہوتا ہے بلکہ لازم ہوتا ہی کہ مظاہر کو بلا اداء کفارہ وطی اور دواعی نکرنے دے اور قاضی پر بصورت زوجہ کے دعوی کرنے کے لازم ہوتا ہی کہ مظاہر کو کفارہ ادا کرنے پر یا مظاہر منہا کو طلاق دینے پر مجبور کرے اور ایسا کرنے کیواسطے مظاہر کو مارے اور حبس مین رکھے اور اگر مظاہر جھوٹا مشہور نہو اور وہ قاضی سے یہ کہے کہ مینے کفارہ ادا کر دیا ہے تو قاضی اوسکے اس قول کو سچا تسلیم کرے گا (درمختار)

چونکہ شریعت نے ظہار کا طلاق ہونا منسوخ فرمادیا ہی ایسے الفاظ موجب ظہار سے نیت طلاق کرنا صحیح نہین ہوتا اور اگر نیت طلاق کی بھی چاہے تو الفاظ مذکور سے طلاق واقع نہین ہوتی (عالمگیری)

ظہار بجز منکوحہ کے اور کسی سے ثابت نہین ہوتا پس چونکہ مطلقہ رجعیہ تا ختم عدۃ منکوحہ رہتی ہی لہذا اوس سے ظہار ثابت ہوجاتا ہے اور چونکہ مطلقہ بائنہ اور مطلقہ ثلاثہ اور مختلعہ کا بفور وقوع طلاق یا خلع نکاح منقطع ہوجاتا ہے لہذا اوسنے ظہار ثابت نہین ہوتا علی ہذا موطوہ باندی چونکہ آقا کی منکوحہ نہین ہوتی لہذا اوس سے بھی ظہار ثابت نہین ہوتا نہ آقا پر اوس باندی سے الفاظ مذکور کہدینے کی بنا پر کفارہ واجب ہوجاتا ہی نہ اوس باندی سے وطی کرنا حرام ہوجاتا ہے یا مثلاً اگر کوئی شخص کسی عورت سے نکاح فضولی کرلینے کے قبل ازانکہ وہ عورت اوس نکاح کو جائز قرار دے عورت مذکور سے الفاظ موجب ظہار کہدے اور بعد الفاظ مذکور کہدینے کے گو عورت مذکور نکاح فضولی کو جائز بھی قرار دیدے تاہم شخص مذکور مظاہر نہوگا کیونکہ الفاظ مذکور کہنے کے وقت وہ عورت اوسکی منکوحہ تھی کیونکہ عقد فضولی کا انعقاد شخص غیر حاضر کے عقد مذکور کو جائز قرار دینے کے بعد ہوا کرتا ہے (ہدایہ)

مظاہر کا اہل طلاق یعنی عاقل بالغ ہونا اور اہل کفارہ یعنی مسلم ہونا شرط صحت ظہار مین داخل ہی لہذا صغیر اور مجنون اور معتوہ یا مدہوش اگر الفاظ موجب ظہار کہدیتا ہے تو وہ بے اثر ہوتے ہین اوسکے الفاظ مذکور کہدینے سے ظہار ثابت نہین ہوتا لیکن اہل طلاق و اہل کفارہ اگر الفاظ مذکور بطور ہزل بھی

کہدیتا ہی تو ظہار ثابت ہوجاتا ہے کیونکہ ظہار اون عقود مین ہی جنمین ہزل بطور جد کے موثر ہوتی ہے گو صاحب عالمگیری نے مست شرابی کیلئے ظہار ثابت قرار دیا ہی مگر درحقیقت اوسکا ظہار بھی مثل اوس کی طلاق کے مختلف فیہ ہے گونگے کا ظہار مثل اوسکی طلاق کے اشارہ متعارف اور تحریر سے ثابت ہوجاتا ہی (عالمگیری) اگر زوج زوجہ سے یہ کہدے کہ تو مجھپر میرے باپ کی پیٹھ جیسی ہی یا یہ کہدے کہ تو مجھپر میرے فرزند کی پیٹھ جیسی ہی تو ظہار ثابت نہین ہوتا لیکن یہ کہدینے سے کہ میرے باپ یا فرزند کی فرج جیسی ہے ظہار ثابت ہوجاتا ہی (عالمگیری)

محمدؒ کے نزدیک اگر زوجہ زوج کو اپنے محارم ابدی سے تشبیہ دے تو ظہار ثابت نہین ہوتا اسی پر فتوی ہے (عالمگیری)

اگر زوج ظہار کے ساتھ ہی زوجہ کو طلاق بائن بھی دیدے تو زوج پر کفارہ واجب نہین ہوتا کیونکہ اس صورت مین زوج کو زوجہ کی طرف بلا نکاح جدید عود کرنیکا حق نہین رہتا اور کفارہ ظہار قصد عود سے واجب ہوا کرتا ہی (عالمگیری)

ظہار کا زمانہ آئندہ کی طرف مضاف کرنا صحیح ہوتا ہی اور ایسی صورت مین ظہار زمانہ آئندہ کے آنے پر ثابت ہوتا ہی مثلاً زوج زوجہ سے کہدے کہ کل کو تو مجھپر میری مان کی پیٹھ جیسی ہی تو دوسرے دن کی صبح ہوتے ہی ظہار ثابت ہوجائے گا (عالمگیری)

ظہار کو نکاح کرنیکی شرط سے مشروط کرنا صحیح ہوتا ہی اور بفور اسکے کہ مظاہر مظاہر منہا سے نکاح کرے ظہار ثابت ہوجاتا ہی مثلاً زید ہندہ اجنبیہ سے یہ کہدے کہ اگر مین تجھ سے نکاح کرون تو تو مجھپر میری مان کی پیٹھ جیسی ہی اور پھر زید ہندہ سے

نکاح کرلے توبفور انعقاد نکاح ظہار ثابت ہوجائیگا لیکن اگر کوئی شخص کسی اجنبیہ سے بلا اسکے کہ ظہار کو نکاح کرنیکی شرط سے مشروط کرے الفاظ موجب ظہار کہدے تو ظہار ثابت نہین ہوتا گو شخص مذکور الفاظ موجب ظہار کہدینے کے بعد اوس اجنبیہ سے نکاح بھی کرلے یا اگر کوئی شخص اجنبیہ سے الفاظ موجب ظہار بجز نکاح کرنیکی شرط کے کسی اور شرط کیساتھ مشروط کرکے کہدے اور پھر شخص مذکور اوس اجنبیہ سے نکاح بھی کرلے اور بعد نکاح وہ شرط موجود بھی ہوجائے تب بھی ظہار ثابت نہین ہوتا مثلاً زید ہندہ اجنبیہ سے یہ کہدے کہ اگر تو گھر سے باہر جائیگی تو تو مجھپر میری ماں کی پیٹھ جیسی ہی اور ایسا کہدینے کے بعد زید ہندہ سے نکاح کرلے اور ہندہ بعد نکاح گھر سے باہر بھی جائے تب بھی ظہار ثابت نہوگا (عالمگیری)

اگر مظاہر ظہار مشروط کرنیکے بعد مظاہر منہا کو قبل وجود شرط طلاق بائن دیدے اور زمانہ عدۃ مین وجود شرط بھی ہوجائے تب بھی ظہار ثابت نہین ہوتا۔ اگر زوج زوجہ سے یہ کہدے کہ مین تجھسے مقاربت کرون تو تو مجھپر میری ماں کی پیٹھ جیسی ہی تو زوج مولی ہوجائیگا اور چار ماہ تک مقاربت نکرنے کی صورتمین زوجہ پر ایک طلاق بائن بربناء ایلا واقع ہوجائیگی اور مقاربت کرنیکی صورتمین ظہار ثابت ہوجائیگا اگر بربناء ایلا زوجہ کے مطلقہ ہوجانیکے بعد زوج اوس سے نکاح جدید کرے اور بعد نکاح جدید اوس سے مقاربت کرے تب بھی زوج مظاہر ہوجائیگا (عالمگیری)

اگر زوج اپنی چند زوجات سے ایک ہی کلمہ کے ذریعہ سے کہدے کہ تم مجھپر میری ماں کی پیٹھ جیسی ہو تو وہ اون سب سے مظاہر ہوجائے گا اور اوسپر ہر ایک زوجہ کے ظہار کی بابت علیحدہ علیحدہ کفارہ واجب ہوگا (ہدایہ)

دوسری فصل کفارہ ظہار کے بیان مین

کفارہ کے لغوی معنی محو کردینے کے ہین یہ لفظ کفر اللہ الذنب سے ماخوذ ہے درمختار حسب فرمان الٰہی والذین یظاہرون من نسائھم ثم یعودون لما قالوا فتحریر رقبۃ من قبل ان یتماسا الآیۃ۔

ظہار کا کفارہ یہ ہے کہ مظاہر وطی و دواعی وطی سے قبل ایک غلام آزاد کرے اگر غلام کے آزاد کرنے کی استطاعت نرکھتا ہو تو مسلسل دو ماہ کے روزے رکھے اور اگر مظاہر مسلسل دو ماہ کے روزے رکھنے کی طاقت بھی نرکھتا ہو تو ساٹھ مساکین کو دو وقت پیٹ بھر کر کھانا کھلاوے یا فی مسکین نصف صاع گندم یا ایک صاع جو یا کھجور دیدے یا ان چیزون کی نقد قیمت دیدے (ہدایہ)

اور اگر مظاہر غلام ہو تو اوسکا کفارہ فقط دو ماہ کے مسلسل روزے رکھنا ہوتا ہے کیونکہ غلام نہ دوسرے غلام کا مالک ہوسکتا ہے جسکو آزاد کرسکے نہ طعام کا جو مساکین کو کھلاسکے حتی کہ اگر اوسکا آقا یا اور شخص اوسکو غلام یا طعام کا مالک کربھی دے تو وہ مالک نہین ہوسکتا لہذا اگر آقا یا کوئی اور شخص اوس کیطرف سے غلام آزاد کردے یا ساٹھ مساکین کو کھانا کھلادے تو اوسکے ذمہ سے کفارہ ادا نہین ہوتا کیونکہ ادائی کفارہ ملک مظاہر سے ہونا لازم ہے (عالمگیری)

کفارہ ثبوت ظہار سے واجب نہین ہوتا بلکہ مظاہر کے مظاہر منہا سے قصد وطی کرنے سے واجب ہوتا ہے چنانچہ اگر مظاہر قصد وطی کرنیکے بعد قصد کو ترک کردے تو کفارہ واجب ہونے کے بعد ساقط ہوجاتا ہے یا قبل اسکے کہ مظاہر

مظاہر منہا سے وطی کرنیکا قصد کرے اون مین سے کوئی ایک مرجائے تو کفارہ واجب ہی نہین ہوتا (عالمگیری)

کافر یا ایسا ناقص غلام آزاد کردینے سے جو ناکارہ ہو (جیسا اندھا یا مجنون دائمی یا ہر دو دست یا ہر دو پا بریدہ ہوتا ہے) کفارہ ادا ہوجاتا ہی لیکن ایسے غلام کے آزاد کرنیسے جس کی غلامی ناقص ہو (جیسے مدبر و مکاتب جو بعض بدل کتابت ادا کرچکا ہو یا ام ولد ہوتے ہین) کفارہ ادا نہین ہوتا لیکن امام شافعیؒ کے نزدیک کافر غلام کے آزاد کرنے سے کفارہ ادا نہین ہوتا کیونکہ کفارہ مثل زکوۃ کے اللہ تعالیٰ کے واسطے ہوتا ہی پس جیسے کافر کو دینے سے زکوۃ ادا نہین ہوتی ایسے ہی کافر غلام کے آزاد کرنے سے کفارہ ادا نہین ہوتا۔

احنافؒ کی دلیل یہ ہی کہ حکم الہی مین لفظ تحریر رقبہ مطلق وارد ہوا ہے جو کافر و مسلم غلام کے آزاد کرنے پر حاوی ہی اور امام شافعیؒ کے نزدیک اوس مکاتب غلام کی غلامی بھی جسنے بدل کتابت کچھ بھی ادا نہ کیا ہو ناقص ہوتی ہی اور ہم احنافؒ کے نزدیک ناقص نہین ہوتی پس مکاتب موصوف کے آزاد کرنے سے ہمارے نزدیک کفارہ ادا ہوجاتا ہی اور امام شافعیؒ کے نزدیک ادا نہین ہوتا (ہدایہ)

غلام مدیون یا مرہون کے آزاد کردینے سے کفارہ ادا ہوجاتا ہے اگرچہ بغرض اداء دین بوجہ افلاس آقا غلام مذکور کو سعی کرنا پڑے (ہدایہ)

اگر مظاہر اپنے ایسے ذی رحم محرم کو جو کسی کا غلام ہو بہ نیت اداء کفارہ خرید لے تو کفارہ ادا ہوجاتا ہی مگر امام شافعیؒ کے نزدیک اس طرح کفارہ ادا نہین ہوتا (ہدایہ)

لیکن اگر مظاہر اپنے ذی رحم محرم کا بربنا ارث یا ہبہ مالک ہوجائے اور اس طرح وہ آزاد ہوجائے اور اوسکے اس طرح آزاد ہوجانیسے مظاہر نیت ادائے کفارہ کرے تب بھی کفارہ ادا نہین ہوتا کیونکہ اوسکی آزادی بحکم شرع ہوتی ہے اوسمین مظاہر کی نیت وفعل کا کچھ اثر نہین ہوتا (عالمگیری)

روزے رکھنے کے ذریعہ سے اداء کفارہ کیواسطے ایسی دو ماہ کے مسلسل روزے رکھنا چاہیئے جن کے درمیان مین رمضان شریف یوم الفطر یوم النحر ایام تشریق واقع نہون کیونکہ ماہ رمضان شریف مین دوسرے روزے نہین رکھے جاسکتے اور دیگر ایام مذکور مین روزہ رکھنا ممنوع ہی پس اگر مظاہر رمضان شریف یا دیگر ایام مذکورہ مین روزے رکھیگا تو وہ کفارہ مین محسوب نہون گے اسلئے روزہ ہائے کفارہ مین تسلسل باقی نرہیگا جو اداء کفارہ کیواسطے لازمی شرط ہی انقطاع تسلسل کی صورت مین مظاہر کو ازسر نو ساٹھ روزے رکھنا پڑتے ہین۔

اگر مظاہر روزہ ہائے کفارہ کے درمیان مین سہواً دن کو یا عمداً رات کو مظاہر منہاسے مقاربت کرے تو طرفین کے نزدیک اوسکو ازسر نو ساٹھ روزے رکھنا پڑتے ہین کیونکہ کفارہ کے روزے قبل از مقاربت ہونا چاہیئے مگر ابو یوسف کے نزدیک اس صورت مین ازسر نو ساٹھ روزے رکھنا مظاہر پر لازم نہین ہوتے بلکہ اونہین روزونکا سلسلہ پورا کردینا کافی ہوتا ہی کیونکہ دنکو سہواً اور رات کو عمداً مقاربت کرنا مفسد روزہ نہین ہی دوسرے یہ کہ ازسر نو روزے رکھنے مین تمام روزے بعد از مقاربت ہونگے اور اوسی سلسلہ کے پورا کرنے مین فقط باقی ماندہ روزے بعد از مقاربت ہون گے (ہدایہ)

مساکین کو کھانا کھلانے کے ذریعہ سے ادائے کفارہ کرنے مین مظاہر کو اختیار
ہوتا ہے کہ چاہے ایک روز ساٹھ مساکین کو دونون وقت پیٹ بھر کر کھانا
کھلاوے اور چاہے ایک مسکین کو ساٹھ یوم تک دونون وقت پیٹ بھر کر کھانا
کھلادیا کرے اور چاہے ساٹھ مساکین بحساب فی مسکین نصف صاع گندم
یا ایک صاع جو یا کھجور یا ربع صاع گندم اور نصف صاع جو یا کھجور یا اونکی
قیمت دیدے کیونکہ مقصود مسکین کی رفع حاجت ہے لہذا ساٹھ مساکین کو کھلانا
یا دینا یا ایک ہی مسکین کو روز روز کھلانا یا دینا یکسان ہے کیونکہ مسکین پر روز
حاجت لاحق ہوتی ہے لیکن اگر ایک ہی مسکین کو ایک روز ایک حصہ سے
زیادہ حتی کہ ساٹھ حصون کے بقدر دیدیا جائے تو وہ سب ایک حصہ محسوب
ہوگا کیونکہ تعین مقدار حصہ باعتبار اقل کے ہے زیادتی کا مظاہر کو اختیار ہوتا ہے
فی حصہ جسقدر چاہے دیسکتا ہے دوسرے یہ کہ فرمان الٰہی سے وجوب تفریق
پایا جاتا ہے (ہدایہ)

اگر مظاہر کسی سے ادائے کفارہ کرنیکو کہدے اور وہ اوس کی طرف سے ادائے کفارہ
کردے تو مظاہر کا کفارہ ادا ہوجاتا ہے لیکن اگر کوئی شخص مظاہر کے کہنے کے
بغیر اوس کی طرف سے ادائے کفارہ کردے تو مظاہر کا کفارہ ادا نہین ہوتا کیونکہ
بصورت حکم مظاہر ادا کنندہ کا دین بذمہ مظاہر ہوتا ہے اور جو کچھ وہ مساکین کو
دیتا ہے وہ مال مظاہر ہوتا ہے اور بلا حکم مظاہر ادا کرنے کی صورت مین تبرع
ہوتا ہے اور تبرع مین بلا قبضہ مال متبرع لہ کی ملک نہین ہوتا پس جو کچھ اوس شخص
نے مساکین کو دیا وہ مال مظاہر نہ تھا مساکین کو کھانا کھلانے یا دینے مین

تسلسل لازم نہین ہی باوقات متعدد کھلایا یا دیا جاسکتا ہے (عالمگیری)

اگر کسی کے ذمہ دو ظہار کا کفارہ واجب ہو اور وہ ساٹھ مساکین بحساب فی مسکین دوہرا حصہ دیدے تو شیخین کے نزدیک فقط ایک ظہار کا کفارہ ادا ہوگا بدلیل متذکرہ صدر اور محمدؒ کے نزدیک دونون کفارے ادا ہو جائینگے جیسا ایک مسکین کو دو دفعہ دینے سے ادا ہو جاتے ہین (ہدایہ)

نیت اداء کفارہ کا **قاعدہ کلیہ** یہ ہی کہ جب کسی شخص کے ذمہ ایک جنس کے دو کفارے واجب ہوتے ہین تو اون کی ادای مین نیت کی ضرورت نہین ہوتی اور اگر کسی کے ذمہ دو مختلف الجنس کفارے واجب ہوتے ہین تو اون کی ادائی مین نیت کا بھی اعتبار ہوتا ہی بلانیت ادا کرنے سے کسی کفارہ مین محسوب نہوگا مثلاً ایک شخص کے ذمہ ایک کفارہ روزہ توڑ ڈالنے کا ہو اور ایک کفارہ ظہار کا ہو اور وہ بہ نیت ادائے ہر دو کفارہ ساٹھ مساکین بحساب فی مسکین دوہرا حصہ دیدے تو اوسکے ذمہ سے دونون کفارے ادا ہو جائینگے اور اگر وہ بلانیت اس امر کے کہ کس کفارہ کی ادا ہی کرتا ہے ساٹھ مساکین کو کھانا کھلادے یا دیدے تو اوس کے ذمہ سے ایک کفارہ بھی ادا نہوگا اور اگر وہ شخص جس کے ذمہ دو ظہارون کے دو کفارے واجب ہون بلا تعین ظہار کفارہ ادا کردے تو اوسکے ذمہ سے ایک کفارہ ادا ہو جائیگا اور اوسکو اختیار ہوگا کہ اوس ادائے کو جس کفارہ سے چاہی متعلق کردے (ہدایہ)

اگر مظاہر بوجہ عدم استطاعت اعتاق بغرض ادائے کفارہ روزے رکھنا شروع کرے تو اگر ساٹھوین روزہ کے افطار سے قبل اوسکو غلام آزاد

کرنیکی استطاعت ہوجائے تو اوسکے روزے نفل ہوجائینگے اور بغرض ادائے کفارہ اوسپر غلام آزاد کرنا واجب ہوگا لیکن اگر ساٹھ روزے پورے ہوجانے کے بعد اوس کو استطاعت اعتاق ہوجائے تو اوسپر مکرر ادا کفارہ بذریعہ اعتاق واجب نہوگی (عالمگیری)

باب دوازدہم

لعان کے بیان مین

پہلی فصل لعان کی تعریف وشروط وغیرہ کے بیانمین

لعان کے لغوی معنی پھٹکار اور دور کرنے کے ہین اور اصطلاح فقہ مین زوجین کی اون قسمیہ شہادتون کو جنکے ساتھ استدعا لعنت وغضب ہوتی ہی اور جو زوج کے حق مین قائم مقام حد قذف اور زوجہ کے حق مین قائم مقام حد زنا ہوتی ہین لعان کہتے ہین چونکہ استدعا لعنت منجانب زوج ہوتی ہی اور زوج بلحاظ مرتبہ زوجہ پر مقدم ہوتا ہے لہذا باعتبار استدعا زوج ان قسمیہ شہادتونکا نام اہل اصطلاح نے لعان رکھدیا (عنایہ)

اگر زوجین اہل شہادت یعنی آزاد مسلمان اور ناسزا یافتہ حد قذف ہون اور زوجہ ایسی ہو جس پر تہمت زنا لگانے والا مستوجب سزا ہوسکتا ہو یعنی صغیرہ یا مجنونہ یا مشہور زانیہ نہو اون مین سے زوج زوجہ پر بالفاظ صریح تہمت زنا لگائے یعنی ایسی تہمت لگائے کہ اگر وہی تہمت شخص اجنبی لگاتا تو وہ مستوجب حد قذف ہوتا یا زوجہ کی اولاد کے نسب سے انکار کرے تو

زوجہ کو اور بصورت انکار نسب اوس اولاد کو بھی جس کے نسب سے انکار کیا جائے
مطالبہ لعان کا حق حاصل ہو جاتا ہے لیکن اگر گونگا زوج بذریعہ اشارہ زوجہ پر
تہمت زنا لگائے تو لعان واجب نہیں ہوتا کیونکہ وجوب لعان کیواسطے
تہمت کا صریح ہونا لازم ہے اور گونگے کا اشارہ صریح تو صریح خالی از شبہ نہیں
ہو سکتا اور حدود ادنی شبہ سے ساقط ہو جاتے ہیں مگر امام شافعیؒ کے نزدیک
گونگے زوج کے بذریعہ اشارہ زوجہ پر تہمت زنا لگانے سے لعان واجب
ہو جاتا ہے پس زوجہ یا اولاد مذکور کے مطالبہ سے لعان واجب ہو جاتا ہے
پس اگر زوجہ اہل شہادت ہو اور زوج اہل شہادت نہو تو ایسے زوج پر لعان
واجب نہیں ہوتا بلکہ وہ مستوجب حد قذف ہوتا ہے۔ اور اگر زوج اہل
شہادت ہوتا ہے اور زوجہ اہل شہادت نہیں ہوتی یا ایسی ہوتی ہے جسکا
قاذف مستوجب حد نہیں ہوتا تو زوج پر نہ لعان واجب ہوتا ہے نہ وہ مستوجب
حد قذف ہوتا ہے البتہ مستوجب تعزیر ہوتا ہے کیونکہ فرمایا نبی کریم صلعم نے
اربعة لا لعان بينهم وبين ازواجهم اليهودية والنصرانية تحت المسلم و
المملوكة تحت الحر و الحرة تحت المملوك اور اگر زوجین سزا یافتہ حد قذف
ہوتے ہیں تو بھی لعان واجب نہیں ہوتا البتہ زوج مستوجب حد قذف
ہوتا ہے (ہدایہ)

اور اگر بعد وجوب لعان و قبل تفریق کوئی امر مانع لعان واقع ہو جاتا ہے
تو لعان واجب ہونیکے بعد باطل ہو جاتا ہے اور بعد باطل ہو جانے کے پھر
واجب نہیں ہوتا مثلاً بعد وجوب لعان زوجہ پر طلاق بائن واقع ہو جائے

یا زوجہ مرتدہ ہوجائے یا وہ وطی بالشبہ کرالے یا زنا کرالے تو لعان بعد واجب ہوجانیکے باطل ہوجاتا ہی اور اگر زوجہ کے مطلقہ بائنہ اور لعان کے باطل ہوجانے کے بعد زوجین پھر نکاح کرلین تو زوجیت قائم ہوجانے کی وجہ سے لعان پھر واجب نہو جائیگا (درمختار)

زوجہ کی وجہ سے بہتر یہ ہی کہ وہ مطالبہ لعان نکرے چنانچہ بصورت مطالبہ قاضی کو چاہیئے کہ اولاً زوجہ کو مطالبہ نکرنے کی نصیحت کرے کیونکہ تاخیر مطالبہ سے زوجہ کا حق مطالبہ ساقط نہین ہوجاتا کیونکہ لعان حق العبد ہے اور حق العبد دیر طلبی کی وجہ سے ساقط نہین ہوجاتا پس اگر زوجہ باوجود نصیحت قاضی مطالبہ سے دست بردار نہو تو قاضی حکم لعان صادر کریگا اور اولاً زوج کو قسمیہ شہادتین ادا کرنے کا حکم دیگا بصورت عدم تعمیل حکم قاضی زوج کو اوسوقت تک محبوس رکھیگا جب تک یا تو وہ قسمین کھالے یا اوس نے جو تہمت زوجہ پر لگائی ہی اوسکو جھوٹا تسلیم کرلے بصورت جھوٹا تسلیم کرنے تہمت مذکور کے قاضی اوسپر حد قذف جاری کریگا اور بصورت قسمین کھالینے کے قاضی زوجہ کو قسمیہ شہادتین ادا کرنے کا حکم دیگا اوس کو بھی بصورت عدم تعمیل محبوس رکھیگا پس اگر وہ زوج کو لگائی ہوئی تہمت کو سچا بھی تسلیم کرلے تو نہ اوسپر حد زنا جاری ہوگی اور نہ اوسکی اوس اولاد کا نسب زوج سے منتفی ہوگا جس کے نسب سے انکار کرنیکی وجہ سے لعان واجب ہوا ہی اور اگر زوجہ بھی قسمین کھالے تو قاضی اون زوجین مین تفریق کا حکم دیگا (عالمگیری)

اگر زوج زوجہ کو چند بار متہم بزنا کرے تب بھی زوجین مین لعان ایک ہی

مرتبہ ہوگا اور زوجہ کے معاف کر دینے سے یا زوج کو بری کر دینے سے یا صلح کر لینے
سے زوجہ کا حق مطالبہ لعان ساقط نہین ہوجاتا البتہ اگر زوجہ نے زوج سے
بعوض صلح کی ہو اور اوسکے بعد مطالبہ لعان کرے تو زوجہ سے وہ مال جو اوسنے
زوج سے بطور بدل صلح لیا ہی واپس دلایا جائیگا (عالمگیری)

دوسری فصل زوجہ حاملہ کے حمل سے زوج کے انکار کرنیکے اثر کے بیان مین

اگر زوج زوجہ حاملہ کے حمل سی یہ کہکر انکار کر دے کہ تجھے مجھسے حمل نہین ہے
تو امام صاحبؒ اور زفرؒ کے نزدیک لعان واجب نہوگا اور صاحبینؒ کے
نزدیک اگر وقت انکار سے چھ ماہ کے اندر اولاد پیدا ہوجائے تو بعد ولادت
لعان واجب ہوجائیگا۔

امام صاحبؒ کی دلیل یہ ہی کہ زوج کے انکار حمل کا یہ مفہوم ہی کہ وہ حمل پر
یقین نہین کرتا پس یقین نکرنے کی وجہ سے زوج قاذف نہین ہوجاتا جو
موجب لعان ہوتا ہی دوسرے یہ کہ زوج بوقت انکار قاذف نہین ہوتا
تو گویا اوسکے الفاظ معلق بشرط ہوئے اور اونکا یہ مفہوم ہوا کہ اگر تجھے حمل ہی تو وہ
مجھسے نہین ہی تب بھی وہ موجب لعان نہوگا کیونکہ قذف معلق بمقابلہ اجنبیہ
موجب حد اور بمقابلہ زوجہ موجب لعان نہین ہوتا۔ صاحبینؒ کی دلیل یہ ہی
کہ چھ ماہ کے اندر ولادت ہوجانے سے یہ امر متعین ہوجاتا ہی کہ زوجہ کو بوقت انکار
حمل تھا لہذا انکار حمل سے قذف متحقق ہوجاتا ہی لیکن اگر زوج بایں الفاظ انکار حمل کرے

کہ تونے زنا کیا ہی اور یہ حمل زنا سے ہے تو بالاتفاق لعان واجب ہوجاتا ہے کیونکہ صراحتاً تہمت زنا لگانا قذف ہوتا ہی مگر اس صورت مین بھی قاضی نفی حمل نکریگا اور امام شافعیؒ کے نزدیک قاضی اس صورت مین نفی حمل کر دیگا۔ امام شافعیؒ کا استدلال یہ ہی کہ نبی کریم صلعم نے بلالؓ کے انکار حمل کرنے پر نفی حمل فرمادی تھی۔

احنافؒ بلالؓ کے پورے واقعہ پر خیال کرکے فرماتے ہین کہ اون کے معاملہ مین نبی کریم صلعم کو بذریعہ وحی علم ہو گیا تھا کہ حمل بلالؓ کا نہین ہی اسلئے نفی حمل کا حکم صادر فرمایا تھا۔ احنافؒ کی دلیل فقہی یہ ہی کہ حمل پر قبل وضع احکام مرتب نہین ہوسکتے کیونکہ اوسکے وجود مین احتمال ہوتا ہی اور شئی محتمل پر اصولاً حکم مرتب نہین ہوسکتا (ہدایہ)

تیسری فصل اولاد کے پیدا ہوجانیکے بعد زوج کے انکار نسب مولود کرنیکے اثر کے بیان مین

اگر زوج ولادت یا علم ولادت کے تھوڑے سے عرصہ کے اندر نسب مولود سے انکار کردے تو نفی صحیح ہوگی اور لعان واجب ہوگا اور اگر تھوڑے سے عرصہ تک نفی نکرے اور اوسکے بعد نفی کرے تو لعان واجب ہوگا مگر نسب مولود منتفی نہوگا تھوڑے سے عرصہ کا تعین امام صاحبؒ نے آٹھ یوم فرمایا ہی جس مین عادۃً باپ کو مبارکباد دیجاتی ہی کیونکہ تھوڑے سے عرصہ کے اندازہ کرنیکی کوئی سبیل نہین لہذا وجہ عطاء مہلت پر غور کرنے سے معلوم ہوا کہ تامل کرنیکے واسطے مہلت دیگئی ہی

لہذا وہ عرصہ زمانہ مبارک باد تک محدود کیا گیا ہی جو عادۃً آٹھ یوم ہوتا ہی
کیونکہ اوس زمانہ مین باپ کی خاموشی عدم نفی نسب پر دلالت کرتی ہے
اور صاحبینؒ اوس تھوڑے عرصہ کا تعین مدت نفاس تک کرتے ہین
جو چالیس یوم ہوتی ہی کیونکہ نفاس اثر ولادت سے ہوتا ہی پس اگر زوج کو علم
ولادت بر وقت نہو تو امام صاحبؒ کے نزدیک وقت علم سی آٹھ یوم تک
نفی نسب صحیح ہوتی ہی اور صاحبینؒ کے نزدیک چالیس یوم تک صحیح
ہوتی ہے (درمختار)

اگر زوجہ کے دو توأم بچے پیدا ہون اور زوج مولود اوّل کے نسب کی
نفی کرے اور مولود ثانی کے نسب کا اعتراف کرے تو دونون بچون کا نسب
زوج سے ثابت ہوگا کیونکہ توأم بچون کی خلقت ایک نطفہ سے ہوا کرتی ہی
اور زوج مستوجب حد قذف ہوگا کیونکہ مولود ثانی کے اعتراف نسب سے
زوج نے اپنے قول مشعر نفی نسب مولود اوّل کی خود تکذیب کردی اور اگر زوج
مولود اوّل کے نسب کا اعتراف اور مولود ثانی کے نسب سے انکار کرے تب بھی
دونونکا نسب اوس سی ثابت ہوگا اور وہ مستوجب لعان ہوگا کیونکہ مولود
اول کے اعتراف نسب سے زوجہ کی عفت کا اقرار ہوگیا اور مولود ثانی کے
انکار نسب سے زوجہ پر بعد اقرار عفت تہمت زنا لگانا ثابت ہوا جو قذف ہے
اور موجب لعان ہی (عالمگیری)

چوتھی فصل طریقہ لعان اور اوسکے اثر کے بیانمین

طریقہ لعان یہ ہی کہ اوّل قاضی زوج کو حکم دیتا ہے کہ چار مرتبہ زوجہ کی طرف

اشارہ کرتے ہوے اس طرح قسم کھالے اشہد باللہ انی لمن الصادقین فیما رمیتہا بہ من الزنا جسکا ترجمہ یہ ہی قسم بخدا گواہی دیتا ہون کہ مین اوس تہمت زنا لگانے مین سچا ہون جو مینے زوجہ پر لگائی ہے، اور پانچوین قسم باین الفاظ کھائے لعنۃ اللہ علیہ ان کان من الکاذبین فیما رماھا بہ من الزنا۔ ترجمہ خدا کی پھٹکار ہو اوسپر اگر وہ اوس تہمت زنا لگانیمین جھوٹا ہو جو اوسنے زوجہ پر لگائی ہی،

بعدہ قاضی زوجہ کو چار قسمین اس طرح کھانیکا حکم دیگا اشہد باللہ انہ لمن الکاذبین فیما رمانی بہ من الزنا۔ ترجمہ قسم ہی اللہ کی زوج اوس تہمت زنا لگانیمین جھوٹا ہی جو اوسنے مجھپر لگائی ہے۔

اور پانچوین قسم اس طرح کھائے غضب اللہ علیہا ان کان من الصادقین فیما رمانی بہ من الزنا۔ ترجمہ خدا کا غضب ہو اوسپر اگر زوج اوس تہمت لگانیمین سچا ہو جو اوسنے مجھپر لگائی ہی،

اگر زوج نے نسب اولاد زوجہ سے انکار کیا ہو تو اوسکو اپنی قسمون مین بجائے زنا کے انکار نسب اولاد کہنا چاہیئے علی ہذا زوجہ کو بھی اپنی قسمون مین بجائے زنا کے انکار نسب اولاد کہنا چاہیئے۔ اور اگر زوج نے زوجہ پر تہمت زنا بھی لگائی ہو اور اوس کی اولاد کے نسب سے انکار بھی کیا ہو تو زوجین کو اپنی اپنی قسمون مین دونون امور کا ذکر کرنا چاہیئے۔ بعدہ اگر زوج نے زوجہ پر فقط تہمت زنا لگائی ہو زوجین مین حرمت ثابت ہو جاتی ہے جس کی بنا پر قاضی کو حکم تفریق دینا واجب ہو جاتا ہی کیونکہ حرمت ثابت ہو جانیکے بعد زوج کا حق امساک

فوت ہوجاتا ہی لہذا قاضی بحیثیت قائم مقامی زوج زوجہ کو روانہ کردیتا ہی تاکہ اوسپر سے ظلم مرتفع ہوجائے لیکن زفرؒ کے نزدیک لعان ہوجانیکے بعد قاضی کے حکم تفریق دینے کے بغیر فرقت واقع ہوجاتی ہی کیونکہ فرمان مبارک نبی کریم صلعم المتلاعنان لایجتمعان ابداً سے بعد لعان فرقت ہوجانا ثابت ہوتا ہے اور اصحاب ثلاثہؒ کے نزدیک تاوقتیکہ قاضی تفریق نہ کرادے زوجین مین زوجیت قائم رہتی ہی حتی کہ اگر اون مین سے کوئی قاضی کے تفریق کرادینے سے قبل مرجائے تو دوسرا اوسکا وارث ہوتا ہی لیکن بعد لعان چونکہ قاضی پر تفریق کرادینا واجب ہوتا ہی پس اگر بعد لعان زوجین قاضی سے تفریق نکرانے کی استدعا بھی کرین تو قاضی استدعاء مذکور کو نامنظور کرکے جبراً تفریق کرادیگا۔ اور اگر زوج نے انکار نسب مولود بھی کیا ہو تو قاضی اوس مولود کا نسب زوج سے منقطع کرکے مولود کو زوجہ سے ملحق کردیگا (ہدایہ)

طرفینؒ کے نزدیک فرقت لعان بمنزلہ طلاق بائن ہوتی ہے لہذا اگر زوج بعد لعان اپنے قذف کی تکذیب کردے تو قاضی اوس پر حد قذف جاری کردیگا اور بعد حد قذف جاری ہوجانیکے اون زوجین کو باہم نکاح کرلینا جائز ہوجاتا ہے لیکن ابو یوسفؒ کے نزدیک جائز نہین ہوجاتا کیونکہ اونکے نزدیک اونمین حرمت ابدی ثابت ہوجانیکے واسطے فرمان مبارک المتلاعنان لایجتمعان ابداً نص ہی۔ دلائل طرفین یہ ہین کہ زوج اپنی تکذیب کرکے شہادت لعان سی رجوع کرلیتا ہے اسلئے اوس کی شہادت لعان کا کچھ حکم باقی نہین رہتا لہذا تلاعن بھی باقی نہین رہتا اور زوجین متلاعنین بھی نہین رہتے اس لئے اونکا اجتماع بھی

ممنوع نہین رہتا بلکہ جائز ہوجاتا ہی، دوسرے یہ کہ زوج پر حد قذف جاری ہوجانے کے بعد وہ اہل لعان نہین رہتا لہذا حکم لعان یعنی تحریم ہی باقی نہین رہتی تیسرے یہ کہ جب عویمر عجلانی رضؓ نے بعد لعان نبی کریم صلعم سی عرض کیا کہ یارسول اللہ مینے زوجہ پر جھوٹ بولا تو حضور صلعم نے ارشاد فرمایا کہ زوجہ کو روکلے تو یہ فرمان اس امر کا موئد ہی کہ بعد تکذیب زوج زوجین متلاعنین مین اجتماع ممنوع نہین رہتا علی ہذا اگر بعد لعان زوجہ زنا کرلئے اور اوسپر حد زنا جاری ہوجائے تو زوجہ اہل لعان نہین رہتی اسلئے زوج ملاعن کو اوس سے نکاح کرنا جائز ہوجاتا ہی (ہدایہ)

جس شخص پر کسی اجنبیہ کے قذف کرنیسے حد جاری ہوجائے وہ بعد اجراء حد اوس اجنبیہ سے نکاح کرسکتا ہی (ہدایہ)

ملاعن اور اوس کی اولاد منتفی النسب سے بعض احکام ولد و والد کے متعلق ہوتے ہین مثلاً یہ کہ اونکی شہادت ایک دوسرے کے حق مین مقبول نہین ہوتی ایک کے مال کی زکوۃ دوسرے کو نہین دیجاسکتی ملاعن کی ایسی اولاد جو ملاعنہ کے سوا دوسری زوجہ کے بطن سی ہو اور اوس منتفی النسب اولاد مین مناکحت جائز نہین ہوتی، منتفی النسب کا نسب بہ بناء اقرار کسی شخص سے ثابت نہین ہوسکتا اگرچہ اوسکے اقرار کا اولاد مذکور اقبال بھی کرلے، اور بعض احکام اجنبیون کے متعلق ہوتے ہین مثلاً یہ کہ اون مین باہمدگر توریث جاری نہین ایک کا دوسرے پر نفقہ واجب نہین ہوتا (عالمگیری)

باب سیزدہم

مسائل عدۃ کے بیان مین

پہلی فصل تعریف اور وجہ لزوم عدۃ کے بیان مین

عدۃ کے لغوی معنی شمار کرنیکے ہین اور اصطلاح فقہ مین اوس مدت کے شمار کرنیکو کہتے ہین جس کا بعد زوال نکاح موکد زوجہ پر بغرض اظہار افسوس وحصول علم حالت رحم گذارنا شرعًا واجب ہے، عام ازینکہ نکاح دخول وخلوۃ سے موکد ہوا ہو یا وفات زوج سے لیکن چونکہ رتقاء کا نکاح خلوۃ سے موکد نہین ہوتا اسلئے اگر رتقاء کا نکاح بعد خلوۃ بھی زائل ہو تو اوسپر عدۃ واجب نہین ہوتی (درمختار) مفصلۂ ذیل چار عورتوں پر عدۃ واجب نہین ہوتی۔

(۱) جس کو قبل دخول طلاق دیدی جائے،

(۲) حربیہ جو دار الحرب مین زوج کو چھوڑ کر دار الاسلام مین مسلمانون کی امان مین چلی آئے،

(۳) وہ دو عورتین جو آپس مین بہنین ہون اور بذریعہ عقد واحد جمع کیگئی ہون اور اسی وجہ سے اونکی زوج سے تفریق کرادی گئی ہو،

(۴) وہ عورت جس کی زوج سے اس بناپر تفریق کرادی گئی ہو کہ بروقت نکاح زوج کے چار منکوحہ موجود تھین (عالمگیری)

طرفین ؒ کے نزدیک زانیہ پر بھی عدۃ واجب نہین ہوتی (عالمگیری)

دوسری فصل تعداد ایام عدۃ وغیرہ کے بیان مین

عدۃ کے احکام اور تعداد ایام چند اعتبارات سے مختلف ہوتے ہین۔

(۱) باعتبار سبب زوال نکاح مثلاً جسکا نکاح بوجہ طلاق زائل ہوتا ہے اوسکی تعداد ایام عدۃ اور ہوتی ہی اور جس کا نکاح بوجہ وفات زوج زائل ہوتا ہے اوس کی تعداد عدۃ اور ہوتی ہے،

(۲) باعتبار اسکے کہ معتدہ کو حیض آتا ہی یا نہین تعداد عدۃ مین فرق ہوتا ہی حیض آنیوالی کی عدۃ بلحاظ تعداد حیض ہوتی ہے اور حیض نہ آنیوالی کی عدۃ بلحاظ تعداد شہور ہوتی ہی

(۳) بلحاظ آزادی وغلامی معتدہ بہی عدۃ مین تفاوت ہوتا ہی۔

(۴) اس اعتبار سے بہی عدۃ مختلف ہوتی ہی کہ معتدہ بوقت زوال نکاح مدخولہ تھی یا غیر مدخولہ لہذا بلحاظ اعتبارات احکام عدۃ بیان کیے جاتے ہین

الف حیض آنے والی آزاد مدخولہ زوجہ کا نکاح طلاق یا فرقت واقع ہو جانے سے زائل ہو جائے تو اوسپر تین حیض کامل کی عدۃ واجب ہوتی ہی (عالمگیری) پس اگر زوال نکاح بزمانہ حیض ہو تو وہ حیض کامل نہونے کی وجہ سے عدۃ مین شمار نہوگا (ہدایہ)

اور امام شافعیؒ کے نزدیک ایسی زوجہ کی عدۃ تین طہر کامل ہوتی ہی وجہ اختلاف یہ ہی کہ فرمان الہی المطلقات یتربصن بانفسھن ثلثۃ قروء مین جو لفظ قروء نازل ہوا ہی وہ بمعنی حیض بھی مستعمل ہوتا ہی اور بمعنی طہر بھی

مستعمل ہوتا ہی احناف رح کے نزدیک آیہ شریف مین یہ لفظ بمعنی حیض مستعمل ہوا ہی اس دلیل سے کہ مقصود عدۃ اس امر کا علم حاصل کرنا ہی کہ آیا رحم نطفہ سی پاک ہے یا نہین اور یہ علم بذریعہ حیض حاصل ہو سکتا ہی نہ کہ بذریعہ طہر دوسری دلیل فرمان نبی کریم صلعم عدۃ الامۃ حیضتان ہی جس سے صراحتاً شمار عدۃ بذریعہ حیض ہونا معلوم ہوتا ہی، اور شوافع آیہ شریف مین اس لفظ کو بمعنی طہر مستعمل ہونا تصور کرتے ہین (عالمگیری)

ب حیض آنیوالی مدخولہ زوجہ کا جو کسی کی باندی ہو نکاح طلاق یا فرقت سے زائل ہو جائے تو اوسکی عدۃ دو حیض کامل ہوتی ہے کیونکہ غلامی ہر چیز کو آدھا کر دینے والی چیز ہے اس بارہ مین فرمان نبوی صلعم بھی موجود ہے طلاق الامۃ تطلیقتان وعدتہا حیضتان (عالمگیری)

ج حیض نہ آنیوالی مدخولہ آزاد زوجہ کا نکاح طلاق یا فرقت سے زائل ہو جائے تو اوسکی عدۃ تین ماہ ہوتی ہی (ہدایہ)

د حیض نہ آنیوالی مدخولہ زوجہ اگر کسی کی باندی ہو اور اوسکا نکاح طلاق یا فرقت سے زائل ہو جائے تو اوسکی عدۃ ڈیڑھ ماہ ہوتی ہے،

ھ ، زوجہ حاملہ کی عدۃ خواہ وہ آزاد ہو یا کسی کی باندی ہو اور اوسکے زوال نکاح کی کوئی وجہ ہو بہرحال حسب فرمان الہی واولات الاحمال اجلھن ان یضعن حملھن تا وضع حمل ہوتی ہی

و ، زوجہ غیر مدخولہ خواہ آزاد ہو یا کسی کی باندی ہو اور خواہ اوسکو حیض آتا ہو یا نہ آتا ہو اگر اوسکا نکاح طلاق یا فرقت سے زائل ہو جائے تو اوسپر کچھ عدۃ لازم نہین ہوتی

ز ، جس زوجہ کا نکاح بوجہ وفات زوج زائل ہوجائے خواہ اوسکو
حیض آتا ہو یا نہ آتا ہو خواہ مدخولہ ہو یا غیر مدخولہ ہو اگر آزاد ہی تو چار ماہ دس یوم،
کسی کی باندی ہی تو دو ماہ پانچ یوم حاملہ ہی تو تا وضع حمل اوسکی عدۃ ہوتی ہی (عالمگیری)

ح ، منکوحہ فاسدہ کی عدۃ بصورت تفریق و بصورت وفاۃ زوج
تین حیض ہوتی ہی اوس کی عدۃ بربناء حق نکاح نہین ہوتی بلکہ محض بغرض
دریافت حالت رحم ہوتی ہے کہ نطفہ سے خالی ہی یا نہین (ہدایہ)

ط ، موطوءۃ بالشبہ کی عدۃ بربناء وطی بالشبہ تین ماہ ہوتی ہی (عالمگیری)

ی ، ام ولد کی عدۃ اگر اوسکا آقا مر جائے یا اوسکو آزاد کردے اور
اوسکو حیض آتا ہو تو تین حیض ہوتی ہی اور اوسکو حیض نہ آتا ہو تو تین ماہ ہوتی ہے
(ہدایہ) موخر الذکر ہین عورتون کی عدۃ بصورت اونکے حاملہ ہونیکے مختلف فیہ
ہی بعض کے نزدیک تا وضع حمل ہوتی ہی اور بعض کے نزدیک تین ماہ ہوتی ہی
بغرض سہولت عدۃ ہائے مختلفہ کا ذیل مین ایک جدول دیا جاتا ہی،

مطلقہ یا مفترقہ عنہا کی
اگر نکاح صحیحہ ہو
اگر مدخولہ ہو
اگر غیر مدخولہ ہو — کچھ نہین
اگر حیض آتا ہو — ۳ حیض
اگر حیض نہ آتا ہو
اگر آزاد ہو — ۳ ماہ
اگر کسی کی باندی ہو — ۱½ ماہ
اگر نکاح فاسد ہو
اگر حیض آتا ہو — ۳ حیض
اگر حیض نہ آتا ہو — ۳ ماہ
دوسکی کا زوج فوت ہوجائے
اگر آزاد ہو — ۴ ماہ دس یوم
اگر کسی کی باندی ہو — ۲ ماہ پانچ یوم
اگر حاملہ ہو تو بلا لحاظ سبب زوال نکاح — تا وضع حمل
ام ولد کی جبکہ آقا مرجائے یا آزاد
اگر حیض آتا ہو — ۳ حیض
اگر حیض نہ آتا ہو — ۳ ماہ

اگر ایسی مطلقہ کو جسکو بوجہ کبر سنی حیض آنا موقوف ہو گیا ہو بلحاظ شمار شہور
کسیقدر عدۃ گذر جانے کے بعد عادۃ سابقہ کے مطابق حیض آجائے تو اوس کو

ازسر نو بلحاظ شمار حیض عدۃ پوری کرنا چاہیئے لیکن اگر بلحاظ شمار شہور عدۃ ختم ہو جانے کے بعد حیض آجائے تو اب اوسپر بلحاظ شمار حیض اعادۂ عدۃ کرنا واجب نہو گا علیٰ ہذا اگر مطلقہ کو ایک یا دو حیض آنیکے بعد بوجہ کبرسنی حیض آنا بند ہو جائے تو اوسکو بلحاظ شمار شہور از سر نو عدۃ پوری کرنا چاہیئے (ہدایہ)

عدۃ طلاق کا شمار وقت وقوع طلاق سے اور عدۃ وفات کا شمار وقت وفات زوج سے ہوتا ہے پس اگر زوجہ کو وقوع طلاق یا وفات زوج کی اطلاع نہو یہانتک کے مدت عدۃ گذر جائے تو اوس کی عدۃ پوری ہو جائے گی۔ اور نکاح فاسد کے ترک کی عدۃ زوج کے ارادہ ترک ظاہر کرنے کیوقت سے یا تفریق کے وقت سے ابتدا ہوتی ہے (ہدایہ)

اگر زوج طلاق دہندہ اور زوجہ مطلقہ انقضاء عدۃ مین مختلف ہون تو قول زوجہ مع القسم قبول ہوگا کیونکہ اوس کی حیثیت اس بارہ مین امینہ کی ہوتی ہے اور اگر مطلقہ کے زوج کا قبل انقضاء عدۃ طلاق انتقال ہو جائے تو مطلقہ پر عدۃ وفات کا تکملہ کرنا لازم ہوگا اور اگر ایسے زوج کا جسنے مرض الموت مین زوجہ کو طلاق بائن دی ہو قبل انقضاء عدۃ انتقال ہو جانیکی وجہ سے زوجہ زوج کی وارث ہوئی ہے تو اوسپر وہ عدۃ لازم ہوگی جو عدۃ طلاق اور عدۃ وفات مین سے بعد کو ختم ہو اور ابو یوسفؒ کے نزدیک اوسپر عدۃ طلاق لازم ہوگی کیونکہ اوسکا نکاح بوجہ وقوع طلاق بائن قبل وفات زوج منقطع ہو گیا تھا اور اوسپر عدۃ طلاق واجب ہو گئی تھی اور زوج کے مرض الموت مین طلاق دینے کی وجہ سے اوسکا نکاح فقط بحق وراثت باقی متصور ہوتا ہے نہ کہ دربارہ تغیر عدۃ وغیرہ طرفینؒ فرماتے ہین کہ جب اوسکا نکاح

بحق وراثت باقی متصور ہوتا ہی تو احتیاطاً بحق عدۃ بھی باقی متصور ہونا چاہیئے (عالمگیری)

جو شخص بوجہ ارتداد قتل کردیا جائے اوسکی زوجہ کی عدۃ کے متعلق بھی طرفین اور ابو یوسف میں یہی اختلاف ہے لیکن بعض مصنفین نے لکھا ہی کہ اوسکی عدۃ بالاتفاق عدۃ طلاق ہوتی ہی کیونکہ اوسکا نکاح بفور ارتداد زوج منقطع ہوجاتا ہے اور اوسی وقت وہ زوج کے مال کی مالک ہوجاتی ہی ورنہ بعد قتل زوج وہ ارثاً مال زوج کی مالک نہین ہوتی کیونکہ مسلم و مرتدین توارث جاری نہین ہوتا (ہدایہ)

اگر ایسی باندی کو جس کے زوج نے اوسکو طلاق رجعی دی ہو اوس کا آقا قبل انقضاء عدۃ آزاد کردے تو اوس کی عدۃ آزاد کی عدۃ سے متبدل نہو گی (درمختار)

اگر زوج صغیر مرجائے اور اوسکی زوجہ حاملہ ہو تو طرفین کے نزدیک استحساناً اوس کی عدۃ تا وضع حمل ہوتی ہی اور مولود کا نسب زوج صغیر متوفی سے ثابت ہوتا ہی لیکن اگر وفات زوج صغیر معلوم ہو کہ اوس کی زوجہ حاملہ ہی تو زوجہ مذکورہ پر عدۃ وفات واجب ہوگی اور مولودہ کا نسب زوج صغیر متوفی سے ثابت نہوگا اور ابو یوسف کے نزدیک ہر حال مین اوسپر عدۃ وفات واجب ہوگی اور کسی حال مین مولود کا نسب زوج صغیر متوفی سے ثابت نہوگا کیونکہ صغیر مین نطفہ ہی نہین ہوتا جس کا استقرار ممکن ہو اسی وجہ سے صغیر کا نکاح قائم مقام وطی نہین ہوتا اوس زوج کا نکاح قائمقام وطی ہوتا ہی جس سے امکان وطی متصور ہوتا ہی (ہدایہ)

اگر مطلقہ ایام عدۃ مین وطی بالشبہ کرلے تو اوسپر دوسری عدۃ بربناء وطی

بالشبہ واجب ہوجاتی ہی اور دونون عدتون مین تداخل ہوجاتا ہے یعنی بعد وطی بالشبہ جو حیض آتے ہین وہ دونون عدتون مین محسوب ہوتے ہین کیونکہ مقصود عدۃ دریافت حالت رحم ہوتا ہی اور وہ حیض آنیسے حاصل ہوجاتا ہی لہذا دونون عدتون مین تداخل قرار دیا گیا علاوہ ازین فقیر مؤلف عرض کرتا ہے کہ عدۃ بعد وقوع امر موجب عدۃ خود بخود شروع ہوجاتی ہی اسلئے لامحالہ تداخل ہوجاتا ہے لیکن امام شافعیؒ کے نزدیک تداخل عدتین نہین ہوتا کیونکہ اونکے نزدیک مقصود عدۃ عبادت ہی یعنی بزمانہ عدۃ معتدہ کا گھر سے باہر نہ جانا حداد کرنا عبادت ہی چونکہ دو عبادتون مین تداخل نہین ہوسکتا لہذا دو عدتون مین بھی تداخل نہین ہوسکتا، جیسا ایکدن مین دو روزے نہین رکھے جاسکتے ایسے ہی ایک دن دو عدتون مین بھی محسوب نہین ہوسکتا، احنافؒ فرماتے ہین کہ اصل مقصود عدۃ دریافت حالت رحم ہوتا ہی اور عبادت اس مقصود کے تابع ہوتی ہی اصل مقصود عبادت نہین ہوتی کیونکہ عبادت بلاقصد و نیت و علم ادا نہین ہوتی حالانکہ عدۃ بلا قصد و علم و نیت معتدہ پوری ہوجاتی ہی[1] اور اگر معتدہ وفات وطی بالشبہ کرالیتی ہی تو اوس کی عدۃ کا شمار بلحاظ تعداد شہور و بلحاظ تعداد حیض کیا جاتا ہی تاکہ تاحد امکان دونون عدتون مین تداخل ہوسکے (ہدایہ)

اگر مطلقہ بائنہ سے زوج اندرون عدۃ نکاح کرلے اور پھر قبل دخول طلاق دیدے تو شیخینؒ کے نزدیک زوجہ پر از سر نو عدۃ لازم ہوگی اور محمدؒ کے نزدیک فقط عدۃ سابقہ کا تکملہ لازم ہوگا اور زفرؒ کے نزدیک بعد طلاق ثانی زوجہ پر

---

[1] برکتہ بنام فاطمہ آئین ج ۳ صفحہ ۲۴۴

مجھ بھی عدۃ لازم نہوگی (ہدایہ)

اگر زوج اقرار کرے کہ اتنا عرصہ ہوا کہ مین زوجہ کو طلاق دے چکا ہون تو زوجہ پر وقت اقرار زوج سے عدۃ کرنا واجب ہوگا بلا لحاظ اس امر کے کہ زوجہ اقرار زوج کی تصدیق کرتی ہے یا تکذیب یا اوس سے لاعلمی ظاہر کرتی ہے متاخرین نے بھی اسی کو پسند فرمایا ہے اگرچہ جامع صغیر مین محمدؒ نے تحریر فرمایا ہے کہ اگر زوجہ اقرار زوج کی تصدیق کرے تو شمار عدۃ وقت وقوع طلاق سے ہوگا (عالمگیری)

اگر زوج طلاق دینے کے بعد طلاق دینے سے انکار کردے اور قاضی ثبوت پیش کردہ زوجہ کی بناء پر طلاق دینا ثابت قرار دیکر زوجین مین تفریق کرادی جانے کا حکم دیدے تو زوجہ مذکور کی عدۃ کا شمار وقت طلاق سے ہوگا (عالمگیری)

جو کتابیہ مسلم کی زوجہ ہوتی ہے اوسپر مثل مسلمہ کے ہر قسم کی عدۃ واجب ہوتی ہے (عالمگیری)

احنافؒ کے نزدیک حیض کی اقل مدت تین یوم اور اکثر مدت دس یوم ہے پس اگر مطلقہ کے تیسرے حیض کا خون دسوین دن بند ہوجائے تو بفور بند ہوجانے خون کے اوس کی عدۃ ختم ہوجاتی ہے اور زوج کا حق رجعت بھی ختم ہوجاتا ہے اور اگر تیسرے حیض کا خون دسوین دن سے پہلے بند ہوجائے تو اوس کی عدۃ اوسوقت تک ختم نہین ہوتی جب تک وہ غسل کامل نہ کرلے یا خون بند ہوجانے کے بعد ایک نماز کا پورا وقت نہ گذر جائے کیونکہ دس دن سے پہلے خون بند ہوجانے مین احتمال رہتا ہے کہ شاید پھر خون آجائے اس لئے ضرور ہے کہ حیض کا بند ہوجانا یا غسل کرنیسے مستحکم ہوجائے یا حائضہ پر احکام طہارت

لازم ہوجانے سے مستحکم ہوجائے کیونکہ نماز کا سالم وقت گذر جانے سے حائضہ پر نماز پڑھنا فرض ہوجاتی ہے جو دلیل حکم طہارت ہوتی ہے پس خون کے دس دن سے پہلے بند ہوجانے کی صورت مین حائضہ کے غسل کرلینے یا ایک نماز کے سالم وقت گذر جانیکے بعد عدۃ ختم ہوتی ہے اور اوسیوقت زوج کا حق رجعت ختم ہوجاتا ہے پھر یہ کہ ایسا غسل جس مین پورا ایک عضو غسل سے باقی رہجائے مختتم عدۃ وحق رجعت زوج نہین ہوتا اور اگر سالم عضو سے کم یعنی حصہ عضو غسل سے باقی رہ جاتا ہے تو وہ غسل مختتم عدۃ وحق رجعت زوج ہوتا ہے (عالمگیری)

تیسری فصل حداد کے بیان مین

حداد اور احداد لغت مین ترک زینت اور لباس سوگ پہننے کو کھتے ہین اور اصطلاح فقہ مین معتدہ طلاق بائن اور معتدہ وفات کے ترک زینت اور ترک استعمال اشیاء ذیل و ترک افعال ذیل کو کھتے ہین اشیا مین خوشبو، تیل، سرمہ، زیور ریشمی و پشمی لباس داخل ہے اور افعال مین مہندی و خضاب لگانا لباس کو زعفران و ہار سنگار وغیرہ خوشبودار چیزون سے رنگنا مانگ نکالنا پٹیان جمانا پان کھانا وغیرہ وغیرہ داخل ہے مسلمہ بالغہ معتدہ وفات پر باتفاق آئمہ حداد واجب ہے اور احناف کے نزدیک مسلمہ بالغہ مطلقہ بائنہ و مطلقہ ثلاثہ و مختلعہ پر بھی حداد واجب ہے لیکن امام شافعیؒ کے نزدیک اونپر حداد واجب نہین ہوتا کیونکہ اونکے نزدیک غرض حداد زوال نعمت نکاح پر اظہار افسوس ہوتا ہے اور مطلقہ بائنہ وغیرہ کو زوال نکاح سے بجائے افسوس کے فرحت ہوتی ہے احنافؒ فرماتے ہین کہ زوال نکاح پر

عورت کو بہر حال افسوس ظاہر کرنا واجب ہوتا ہی کیونکہ عورت بحالت نکاح فکر معاش سے سبکدوش رہتی ہی سب سے بڑھکر یہ کہ نبی کریم صلعم نے معتدہ مطلقہ کو مہندی لگانے سے منع فرمایا ہی علاوہ ازین یہ کہ حداد دو مصلحتون پر مبنی ہے ایک اظہار افسوس دوسرے یہ کہ زینت دواعی رغبت مین سے ہے اور مبتوتہ کو عدۃ مین نکاح کرنا حرام ہوتا ہی (درمختار)

چوتھی فصل مسائل متفرق متعلقہ عدۃ کے بیانمین

معتدہ سے صراحتاً پیغام نکاح نکرنا چاہئے کنایۃً پیغام نکاح دینے مین مضائقہ نہین ہی کیونکہ ایک جگہ اللہ تعالی فرماتا ہے لا تعزموا عقدۃ النکاح حتی یبلغ الکتاب اجلہ دوسری جگہ فرمایا ہی لاجناح علیکم فیما عرضتم بہ من خطبۃ النساء او اکننتم فی انفسکم علم اللہ انکم ستذکرونہن ولکن لا تواعدوھن سرًا الا ان تقولوا قولا معروفا آیہ شریف ثانی مین جو لفظ سرًا نازل ہوا ہی اوس کی نسبت رسول کریم صلعم نے فرمایا السر النکاح کنایۃً پیغام دینے کی یہ صورت ہے کہ معتدہ سے کہے کہ میرا ارادہ نکاح کرنیکا ہے یا اسی قسم سے اشارہ کرے (ہدایہ)

معتدہ طلاق بائنہ و رجعی کو زوج کے اوس مکان مین ایام عدۃ بسر کرنا چاہیئے جس مین وہ بوقت وقوع طلاق رہتی ہو لیکن اگر اوس مکان مین زوج سے پردہ کرنے مین دقت ہو تو مضائقہ نہین کہ دوسرے مکان مین رہکر ایام عدۃ بسر کرے اور معتدہ وفات کو اوس مکان مین ایام عدۃ بسر کرنا چاہیئے جس مین وہ

بوقت وفات زوج رہتی ہو لیکن اگر اوس مین حصہ معتدہ کو رہنے کو کافی نہو اور ورثہ زوج اپنے حصہ مین سے اوسکو نکالدین یا وہ مکان کرایہ کا ہو اور معتدہ کرایہ ادا کرنے کی مستطیع نہو تو اوس کو دوسرے مکان مین منتقل ہوجانا جائز ہوتا ہی معتدہ طلاق کا نفقہ چونکہ بذمہ زوج ہوتا ہی لہذا اوسکو نہ دن مین گھر سے نکلنا جائز ہوتا ہے نہ شب مین اور معتدہ وفات کا نفقہ چونکہ کسی کے ذمہ واجب نہین ہوتا لہذا اوسکو دن مین اور کسی قدر حصہ اوّل شب مین گھر سے نکلنا جائز ہوتا ہی لیکن دوسرے گھر مین شب باش ہونا جائز نہین ہوتا چنانچہ اللہ تعالی فرماتا ہی (ترجمہ) لاتخرجوھن من بیوتھن ولا یخرجن الا ان یاتین بفاحشۃ مبینۃ (ہدایہ)

اگر زوج مسافرت مین مرجائے یا زوجہ کو طلاق دیدے اگر وہ مقام جہان زوج مرجائے یا طلاق دیدے قریہ اور وطن زوجہ سے مسافت سہ روزہ سے کم فاصلہ پر واقع ہو تو خواہ زوجہ کے ساتھ اوسکا کوئی ولی و محرم ہو یا نہو اوس کو اپنے وطن چلا جانا چاہیئے اور اگر اس سے زیادہ فاصلہ پر ہو تو زوجہ کو اختیار ہوتا ہی کہ چاہے منزل مقصود کو چلی جائے اور چاہے اپنے وطن کو چلی جائے اور اگر وہ مقام شہر ہو اور زوجہ کے ساتھ کوئی اوسکا محرم ہو تو امام صاحبؒ کے نزدیک زوجہ کو اوسی مقام مین عدۃ پوری کرنا چاہیئے اور صاحبینؒ کے نزدیک اگر اوس کے ساتھ اوسکا کوئی محرم ہو تو اوسکو وہان سے قبل اختتام عدۃ چلے جانے مین مضائقہ نہین ہوتا اور اگر اوس کے ساتھ اوس کا کوئی محرم نہ ہو تو اوسکو اوسی مقام مین عدۃ پوری کرنا چاہیئے (درمختار)

باب چہاردہم

حضانت کے بیان مین

پہلی فصل حضانت کی تعریف و احکام کے بیان مین

حضانت کے لغوی و اصطلاحی معنی پرورش اولاد کے ہین ، (درمختار)
زوجین مین نکاح قائم ہو یا طلاق وغیرہ کی وجہ سی فرقت ہو گئی ہو بہرحال بچہ کے اخراجات شیرخوارگی واجرت حضانت وغیرہ بذمہ پدر واجب ہوتے ہین اور حضانت کی مستحق مادر ہوتی ہی٭ اگرچہ وہ ذمیہ ہو کیونکہ ایک عورت نے نبی کریم صلعم کی حضور مین عرض کیا تھا کہ یارسول اللہ صلعم میرے بچہ کی نسبت کیا حکم ہوتا ہی میرا شکم جس کے واسطے فریادکنان ہی اور میری گود اوسکا گھوارہ ہی اور میری چھاتیان اوس کے واسطے دودھ کی مشکین ہین با اینہمہ اوسکا باپ اوسکو مجھسے چھڑالینا چاہتا ہی ارشاد ہوا کہ جب تک تو دوسرے مرد سے نکاح نکرے بچہ کی تو زیادہ مستحق ہی دوسرے یہ کہ جب عمر فاروق رضہ نے اپنی ایک بچہ والی زوجہ کو طلاق دیدی تھی تو صدیق اکبر رضہ نے بمواجہ کثیر التعداد صحابہ رضہ کے فرمایا تھا کہ اے عمر بچہ کی مان کے منہ کی رال بچہ کے حق مین آپ کے پاس کے شہد خالص و مصفی سی بہتر ہے تیسرے یہ کہ بچہ کی پرورش کرنے پر بہ نسبت باپ کے مان زیادہ قادر ہوتی ہی اور بچہ کی زیادہ رفیق ہوتی ہی لیکن اگر بچہ کی مان کسیکی باندی ہو یا مرتدہ ہو جائے

٭ میر محبوب علی بنام امام علی شاہ آئی جی ۱۵ اصفحہ

یا ایسی فاجرہ ہو کہ اوس کے فجور سے بچہ کے ضائع ہو جانیکا اندیشہ ہو مثلاً چور یا مغنیہ یا رقاصہ ۔ یا زانیہ ہو یا اوسنے ایسے شخص سے نکاح کر لیا ہو جو بچہ کا محرم نہو تو ماں کا حق حضانت ساقط ہو جاتا ہی[1] ۔ تاہم ماں حضانت کرنے پر مجبور نہین کیجا سکتی کیونکہ کبھی وہ حضانت کرنے سے معذور ہوتی ہی لیکن اگر باپ بالکل محتاج ہو یا بچہ دوسری عورت کا دودہ نہ پیتا ہو یا دوسری دودہ پلانے والی میسر نہوتی ہو تو بچہ کی ماں حضانت کرنے پر اور دودہ پلانے پر مجبور کیجائے گی کیونکہ جیسا ماں کا حق ہوتا ہی کہ وہ اپنے بچہ کی حضانت کرے ایسا ہی بچہ کا بھی حق ہوتا ہی کہ ماں اوسکی حضانت کرے اور ماں بچہ کے اس حق کو باطل نہین کر سکتی اگر باپ بالکل محتاج ہو اور ماں مفت حضانت کرنے سے انکار کرے اور بچہ کی پھوپی مفت حضانت کرنے پر رضامند ہو اور نیز اس امر پر رضامند ہو کہ بچہ کو ماں سے نروکے گی تو ماں کو اختیار ہوگا کہ یا خود مفت حضانت کرے یا بچہ کو اوس کی پھوپی کے حوالہ کردے تاکہ وہ مفت حضانت کرے (درمختار)

دوسری فصل ترتیب مستحقین حضانت کے بیان مین

سب سے پہلے مستحق حضانت صغیر اوس کی ماں ہوتی ہی[2] وہ نہو یا اوسکا حق

[1] بعاملہ حسینی بیگم انڈین لا رپورٹ کلکتہ ج ۷ صفحہ ۴۳۳ ۔ عباسی بنام دولی انڈین لا رپورٹ الہ آباد ج ۱۲ صفحہ ۵۹۸

[2] فتح علی شاہ بنام مصلحت النسا ویکلی رپورٹر ۱۸۶۴ء مدین بی بنام فضل اللہ ویکلی رپورٹر جلد ۲۰ صفحہ ۴۱۱ ۔

ساقط ہوگیا ہو تو صغیر کی نانی پڑنانی کسی درجہ کی ہو وہ[۵۱] بھی نہو یا اوس کا حق ساقط ہوگیا ہو تو دادی پڑدادی کسیدرجہ کی ہو پھر حقیقی بہن پھر اخیافی پھر علاتی خالہ پھر حقیقی پھر اخیافی پھر علاتی پھوپی مستحق ہوتی ہی اور صاحب درمختار کے نزدیک خالہ کے بعد بھانجی پھر بھتیجی پھر پھوپی مستحق ہوتی ہے ان عورتون مین سے جو صغیر کے غیر محرم مرد سے نکاح کرلیتی ہی اوسکا حق ساقط ہوجاتا ہے اور اوس نکاح کے منقطع ہوجانے کے بعد پھر اوسکا حق عود کرآتا ہی[۵۲] اور کسی عورت کے حق ساقط ہوجانے کے بعد اوس کے مابعد مرتبہ والی مستحق ہوجاتی ہے۔ اگر عورات مذکورہ مین سے کوئی بھی نہو تو صغیر کے عصبات بروقت وراثت وبہائی[۵۳] الاقرب فالاقرب مستحق حضانت ہوتے ہین (ہدایہ)

اگر صغیر کی مان کسی کی باندی ہو یا ام ولد ہو تو اوس کو اپنے بچہ کی حضانت کا حق نہین ہوتا البتہ آزاد ہوجانے کے بعد حق حاصل ہوجاتا ہی بشرطیکہ بچہ آزاد ہو کیونکہ مملوک بچہ کی حضانت کا حق اوسکے آقا کو ہوتا ہی (عالمگیری)

تیسری فصل زمانہ حضانت کی انتہا کے بیان مین

حاضنہ صغیر کو اوسوقت تک اپنے زیر پرورش رکھ سکتی ہی جب تک صغیر کھانا کھانے کپڑا پہننے اور استنجا کرنے مین دوسرے کا محتاج ہو،[۵۴] جس کا اندازہ

---

[۵۱] فصیمن بنام کجو انڈین لا رپورٹ کلکتہ ج ۱۰ صفحہ ۱۵، عزت بی بنام سید عبدالواحد آئین ج ۹ صفحہ ۲۳۳ [۵۲] اوجا بنام الہی بخش انڈین لا رپورٹ کلکتہ ج ۱۱ صفحہ ۵۷۴، امر النسا بنام دلدار النسا، آئین ج ۱ صفحہ ۴۸ [۵۳] عیدو بنام امیرن انڈین لا رپورٹ الہ آباد ج ۸ صفحہ ۳۲۲، درخواست طیب علی باد ج ۲ صفحہ ۶۳، درخواست امیر النساء ویکلی رپورٹر ج ۶ صفحہ ۲۹ محمد قادر بنام التجابی بی انڈین لا رپورٹ کلکتہ ج ۱۱ صفحہ ۶۴۹

سات سال کی عمر تک کیا گیا ہی اسی پر فتویٰ ہے اور صغیرہ کو اوس کی مان یا نانی یا دادی اوس کے حیض آنے تک اور دوسری عورتین جنکو حق حضانت حاصل ہو صغیرہ کے مشتہاۃ ہونے تک زیر پرورش رکھ سکتی ہین مشتہاۃ ہونیکا اندازہ نو سال کی عمر تک کیا گیا ہی مگر فساد زمانہ کی وجہ سی مان نانی دادی کا حق حضانت بھی صغیرہ کے مشتہاۃ ہونے تک محدود کر دیا گیا ہی اسی پر فتویٰ ہے۔ بعد اختتام زمانہ حضانت صغیر و صغیرہ کو اس بارہ مین کچھ اختیار نہین ہوتا کہ وہ مان کے پاس رہی یا باپ کے پاس رہی کیونکہ صغیر و صغیرہ تو اوسکے پاس رہنا چاہینگے جسکے پاس اونکو کھیلنے کا زیادہ موقعہ ملی لہذا ایسا اختیار دینے مین صغیر و صغیرہ پر شفقت نہین ہی بلکہ صغیر کے عصبات کو حق ہوتا ہی کہ اوسکے معاملہ فہم ہونے تک اوسکو اپنی ساتھ رکھین اوسکے بعد اگر وہ ذی رائے ہو جائے اور اوسکو اپنے نفس پر قابو ہو تو اوس کو اختیار دیدیا جائیگا کہ جہان اوسکا جی چاہی رہے ورنہ اوسکا باپ اوسکو اپنے ساتھ رکھیگا اور اوس کی ولایت کرتا رہیگا لیکن بعد بلوغ اوسکا نفقہ باپ پر واجب نرہیگا۔ اور صغیرہ باکرہ پر بعد بلوغ بھی حق ہوتا ہی کہ اوس کے اولیا اوسکو اپنے ساتھ رکھین اگرچہ اوس سی اندیشہ فساد نہو لیکن جب اوس کی بڑی عمر ہو جائے اور وہ ذی رائے ہو جائے تو اولیا کو حق نہین ہوتا کہ اوسکو اپنے ساتھ رکھین بلکہ اوسکو اختیار دیدیا جاتا ہے کہ وہ جہان چاہی رہی اور اگر صغیرہ بالغہ ثیبہ ہو اور وہ قابل اطمینان و بھروسہ نہو تو اوسکے اولیا کو حق ہوتا ہی کہ اوسکو اپنے ساتھ رکھین اور اگر وہ قابل اطمینان و بھروسہ ہو تو اوس کی اولیا کو حق نہین ہوتا کہ اوسکو اپنے ساتھ رکھین بلکہ اوسکو اختیار دیدیا جاتا ہے کہ وہ جہان چاہے رہے لیکن امام شافعیؒ کے نزدیک اس بارہ مین کہ بعد زمانہ حضانت بچہ مان کے پاس رہی

یا باپ کے بچہ کو اختیار ہوتا ہی کیونکہ نبی کریم صلعم نے ایک بچہ کو اختیار عطا فرمایا تھا جسکے جواب مین احناف فرماتے ہین کہ نبی کریم صلعم نے اوس بچہ کے حق مین دعا ہدایت فرمائی تھی اور بلحاظ دعا اوسکو اختیار عطا فرمایا تھا (ہدایہ)

مان اگر کافرہ ہو تو وہ صغیر یا صغیرہ کو فقط اوسوقت تک اپنی زیر پرورش رکھ سکتی ہی جب تک صغیر و صغیرہ مین دین کی سمجھ پیدا نہو یا جب تک اون کے کفر سے مالوف ہو جانیکا اندیشہ نہو (عالمگیری)

اگر صغیرہ کا نکاح ہو گیا ہو تو مان کا حق حضانت بمقابلہ شوہر صغیرہ بھی جب تک صغیرہ مرد کے کام کی نہو جائے یعنی مشتہاۃ نہو جائے ساقط نہین ہوتا (عالمگیری)

حاضنہ اگرچہ بچہ کی مان ہو لیکن وہ بچہ کے باپ کی منکوحہ یا معتدہ نہو مستحق اجرت حضانت ہوتی ہی اور اگر حاضنہ بچہ کی مان کے سوا اور کوئی عورت مستحقین حضانت مین سے ہو تو وہ بدرجہ اولی مستحق اجرت حضانت ہوتی ہی اور اجرت حضانت علاوہ اجرت رضاعت یا اخراجات نفقہ صغیر و صغیرہ کے بذمہ پدر صغیر و صغیرہ ہوتی ہی٭ (عالمگیری)

چوتھی فصل مقام حضانت کے بیان مین

بحالت قیام نکاح یا بزمانہ عدۃ چونکہ زوجہ یا معتدہ کا وہی مقام ہوتا ہے جہان والدین صغیر و صغیرہ مقیم ہوتے ہین بس اگرچہ کا باپ بچہ کو اوس مقام سے باہر لیجانیکا مجاز نہین ہوتا علی ہذا اگر بچہ کی مان جو حاضنہ بھی ہو اوس مقام سے

٭ محمد علی بنام قمر النساء آئین ج ۲ صفحہ ۲۳۶ ، رحمت بی بنام شمشیر علی آئین ج ۱۳ صفحہ ۲۵۶

باہر بچہ کو لیجانیکی یا خود جانیکی مجاز نہین ہوتی بچہ کے باپ کو حق ہوتا ہی کہ بچہ کو
اور اوس کی مان کو جو حاضنہ بھی ہی اوس مقام سے باہر جانیسے روکدے (عالمگیری)
لیکن اگر بچہ کے والدین یعنی زوجین مین تفریق ہوجانے کے بعد بچہ کی
مان حاضنہ ہو تو اوسکو یہ حق ہوتا ہی کہ بچہ کو اپنے وطن مین لیجائے بشرطیکہ اوسکا
عقد نکاح اوسکے وطن مین منعقد ہوا ہو کیونکہ شرعًا و عرفًا وہی وطن زوج ہوجاتا ہی
کیونکہ جو شخص جس مقام مین نکاح کرلیتا ہی وہ اوسی مقام کا متوطن ہوجاتا ہے
جیسے حربی دار الاسلام مین نکاح کرلینے سے ذمی ہوجاتا ہی چنانچہ فرمایا نبی کریم
صلعم نے من تاھل ببلدة فھو منھم لیکن مبسوط مین مروی ہی کہ اگر نکاح ایسے مقام
مین ہوا ہو جو زوجہ کا وطن نہو تو زوجہ کو بچہ کے اوس مقام مین لیجانیکا اختیار نہین
ہوتا کیونکہ سفر مین کسی مقام مین نکاح کرلینے سے وہ مقام زوجین کا وطن نہین
ہوجاتا اور یہی روایت صحیح ہی گو جامع صغیر مین روایت ہے کہ زوجہ بچہ کو اوس مقام
مین لیجاسکتی ہے جہان اوسکا نکاح ہوا ہو گو وہ مقام اوسکا وطن نہو کیونکہ عقود
کے احکام اوس مقام پر واجب ہوتے ہین جہان عقود منعقد ہوتے ہیں چونکہ حضانت
منجملہ احکام نکاح ہی لہذا وہ مقامِ انعقادِ نکاح مین واجب ہوتی ہی نتیجہ صحیح یہ ہی کہ مان
حاضنہ ہو تو بچہ کو ایسے مقام مین لیجاسکتی ہی جس مین دونون امر پائے جائین
یعنی وہ مقام اوسکا وطن بھی ہو اور اوسکا نکاح بھی اوسی مقام مین ہوا ہو لیکن مان
حاضنہ بچہ کو باپ کے مقام قیام سے اتنی دور لیجاسکتی ہی جہان باپ صبح کو اپنے
مقام سے چلکر بچہ کو دیکھکر شام کو اپنے مقام پر واپس آسکے، پھر یہ کہ اتنی دور بھی
قریہ سے قریہ مین یا قریہ سے شہر مین لیجاسکتی ہی شہر سے قریہ مین نہین لیجاسکتی

کیونکہ اس مین بچہ کا یہ نقصان ہی کہ وہ دیہاتیون کے اخلاق سیکھ جائے گا (ہدایہ)
بعد اختتام مدت حضانت باپ کو حق ہوتا ہی کہ بچہ کو حاضنہ مان کے قبضہ سے
اپنی حفاظت مین لیلے ٭ اور اوسکے بعد باپ پر یہ لازم نہین ہوتا کہ وہ بچہ کو مان کے
پاس بھیجا کرے ہان یہ لازم ہوتا ہی کہ مان بچہ کے دیکھنے سے مانع نہو اور شیخ رملی کا
فتوی ہی کہ باپ کو اور باپ نہو تو بچہ کے دیگر عصبات کو اختیار ہوتا ہی کہ بعد ختم مدت
حضانت بچہ کو جہان چاہین سفر مین لیجائین (درمختار)

باب پانزدہم

مسائل نفقہ کے بیان مین

پہلی فصل نفقہ کی تعریف و اسباب وجوب کے بیان مین

نفقہ کے لغوی معنی کسی چیز پر اوس چیز کے خرچ کرنیکے ہین جس سے اوسکی
بقا ہو اور بعض اہل لغت کے نزدیک نفقہ اوسکو کہتے ہین جو انسان اپنی ذات اور
اپنی عیال پر خرچ کرتا ہے اصولاً ہر شخص کا نفقہ اوس کی ذات پر واجب ہوتا ہی لیکن بعض
اسباب سے ایک شخص کا نفقہ دوسرے شخص پر واجب ہوتا ہی شرعاً نفقہ کھانے
کپڑے اور مکان مسکونہ کو کہتے ہین (درمختار)

ایک شخص کا نفقہ دوسرے شخص پر واجب ہونیکا تین اسباب ذیل مین سے
کوئی ایک سبب ہوا کرتا ہی۔ زوجیت، قرابت، ملکیت (درمختار)

٭ ضامن علی بنام لبسم اللہ آمین ج ۶ صفحہ ۲۱۱

دوسری فصل نفقۂ زوجہ کے بیان مین

ہر شخص پر خواہ وہ صغیر ہی کیون نہو اوس کی ایسی منکوحہ کا نفقہ واجب ہوتا ہی
جس نے اپنے نفس کو زوج کے حوالہ کر دیا ہو، خواہ وہ مسلمہ ہو یا کتابیہ ہو، امیر ہو یا فقیر ہو
جوان ہو یا بڑھیا ہو یا صغیرہ ہو مگر مشتہاۃ ہو۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہی۔ لینفق ذو
سعۃ من سعتہ۔ اور نبی کریم صلعم نے خطبۂ حجۃ الوداع مین ارشاد فرمایا، ولھن
رزقھن و کسوتھن وجوب نفقۂ زوجہ کی وجہ فقہی یہ ہی کہ زوجہ بر بناء حق زوج محبوس ہوتی ہی
اور اصولاً اوس شخص کا نفقہ جو دوسرے کے حق یا منفعت کیواسطے محبوس ہو اوس
دوسرے شخص پر واجب ہوا کرتا ہی جیسا مفتی قاضی مجاہد و عامل کا نفقہ بیت المال پر
اور وصی کا موصی لہ پر اور مضارب کا جبکہ مال مضاربت لیکر وہ سفر کرتا ہی رب
المال پر واجب ہوتا ہی۔ وہ زوجہ جو بغرض وصول کرنے مہر کے اگرچہ کل مہر بقول
ابو یوسفؒ موجل ہو اپنے نفس کو زوج سے روکلے باوجود امتناع نفس مستحق نفقہ ہوتی ہی
کیونکہ اوسکا امتناع نفس بر بناء حق اور بسبب امتناع فعل زوج یعنی عدم تادیہ مہر ہی
وہ زوجہ بھی مستحق نفقہ ہوتی ہی جو زوج کے گھر مین رہکر زوج کی نافرمانی کرے کیونکہ
اوسپر حبس زوج قائم ہوتا ہے علی ہذا بوجہ قیام حبس زوج وہ زوجہ بھی مستحق نفقہ ہوتی
ہے جو زوج کے گھر مین بیمار نا قابل وطی ہو کیونکہ بیماری مثل حیض کے متصور ہوتی ہی
زوجہ صغیرہ جو مشتہاۃ ہو اگر زوج کے گھر مین ہوتی ہی تو بوجہ قیام حبس زوج مستحق
نفقہ ہوتی ہی اور نیز اسوجہ سے کہ زوج اوسکے مشتہاۃ ہونے کی وجہ سے اوس سے
موانست پیدا کر سکتا ہی اور اپنی وحشت دفع کر سکتا ہی، وہ زوجہ بھی بوجہ قیام

حبس زوج و تسلیم نفس مستحق نفقہ ہوتی ہی جو صغیر نا قابل وطی زوج یا عنین و مجبوب زوج کے گھر مین ہو کیونکہ عجز منجانب زوج ہوتا ہی (در مختار)

جو زوجہ بر بناء عدم اداء دین محبوس کردی جائے اور زوج محبس مین اوس سی وطی نکرسکتا ہو ابو یوسفؒ کے نزدیک مستحق نفقہ ہوتی ہی کیونکہ امتناع تمتع زوج منجانب زوجہ نہین ہوتا اور طرفینؒ کے نزدیک مستحق نفقہ نہین ہوتی کیونکہ سبب حبس فعل زوجہ یعنی نادہندی دین ہوتا ہی علی ہذا جس زوجہ کو دوسرا شخص جبراً لے بھاگ گیا یا غصب کر لے ابو یوسفؒ کے نزدیک مستحق نفقہ ہوتی ہی کیونکہ امتناع تمتع منجانب زوجہ نہین ہوتا اور طرفینؒ کے نزدیک مستحق نفقہ نہین ہوتی ان دونون صورتون مین فتوی طرفینؒ کے قول پر ہی- وہ زوجہ بھی جو بغرض اداء حج فرض زوج کے سوا اپنے کسی محرم کی ساتھ حج کو چلی جائے ابو یوسفؒ کے نزدیک مستحق نفقہ ہوتی ہی کیونکہ عذر اداء فرض اللہ تعالی قابل سماعت ہے طرفینؒ کے نزدیک وہ بھی مستحق نفقہ نہین ہوتی کیونکہ اوس کے فعل سی حبس زوج فوت ہو جاتا ہی اور وہ زوجہ جو زوج کے ساتھ حج کو جاتے بالاتفاق نفقہ حضر کی مستحق ہوتی ہی کرایہ سواری وغیرہ کی مستحق نہین ہوتی اور جس زوجہ کو زوج حج کو یا دوسرے سفر مین اپنے ساتھ لیجائے وہ نفقہ کی اور کرایہ سواری وغیرہ کی مستحق ہوتی ہے۔ وہ زوجہ ناشزہ جو سرکشی کر کے زوج کے مکان سے چلی جائے تا وقتیکہ پھر زوج کے مکان مین واپس نہ آجائے بالاتفاق مستحق نفقہ نہین ہوتی٭ (عالمگیری)

ایسی زوجہ کا نفقہ جو کسی کی باندی ہو اگر وہ زوج کے مکان کو رخصت کردی جاتی ہی اور زوج کے مکان مین رہتی ہی تو زوج پر واجب ہوتا ہی ورنہ اوسکا نفقہ زوج پر

٭ عمر دراز بنام بی بی خاتون آئین ج ۵ صفحہ ۶۰۲ جہانگیر علی بنام واحد علی آئین ج ۵ صفحہ ۶۳۸ ۱۲

واجب نہیں ہوتا بلا اوسکے ادا پر واجب ہوتا ہے (ہدایہ)

تعیین مقدار نفقہ مین زوجین کی امارت وغربت پر لحاظ کیا جاتا ہے اگر دونون
امیر ہین تو زوجہ کا امیرانہ نفقہ مقرر کیا جاتا ہے - اگر زوج غریب ہو اور زوجہ امیر تو
متوسط نفقہ مقرر کیا جاتا ہے - مگر فی الحال زوج پر اوس کی مقدرت کی قدر دینا
لازم باقی اوس کے ذمہ دین رہتا ہے اور اگر زوج امیر ہو اور زوجہ غریب ہو تو زوجہ کو
نفقہ حسب حال زوجہ بقدر حاجت زوجہ مقرر کیا جاتا ہے کیونکہ نفقہ بقدر حاجت ہوتا ہے
اور غریب زوجہ کو امیر زوجہ کیطرح اتنی حاجت نہین ہوتی اسلئے غریب زوجہ کو بلحاظ امارت
زوج زائد از حاجت زوجہ دینے کی ضرورت نہین ہوتی چنانچہ نبی کریم صلعم نے ابوسفیان کی
زوجہ کو باوجود امارت ابوسفیان یہ حکم دیا تھا کہ تو ابوسفیان کے مال سے اوسقدر نفقہ
لیلے جسقدر عرفاً تجھے اور تیری اولاد کو کافی ہو۔

مگر امام شافعیؒ کے اور کرخیؒ کے نزدیک تعیین مقدار نفقہ زوجہ مین فقط امارت
و غربت زوج کا لحاظ کیا جاتا ہے ۔ اونکا استدلال فرمان الہی لینفق ذو سعۃ من سعتہ
ومن قدر علیہ رزقہ فلینفق مما اتاہ اللہ پر ہے جس کا جواب منجانب احناف یہ ہے
کہ احکام الہی مین معروف کے معنی متوسط کے ہوتے ہین (درمختار)

اگر زوجہ ایسی عالی خاندان ہو کہ اوسکے خاندان کی عورتین گھر کے کام اپنی
ہاتھ سے نہ کرتی ہون یا زوجہ بیماری کیوجہ سے گھر کام نکر سکتی ہو تو زوج پر واجب ہوتا ہے
کہ پکا ہوا کھانا اوسکے واسطے مہیا کرے لیکن اگر زوجہ باوصف عالی خاندان ہونے کے
گھر کے کام اپنے ہاتھ سے کرے تو وہ زوج سے اون کامون کے کرنیکی اجرت لینے کی

۱۲۵ فضلو بیگم بنام بیدار علی مقید دکن ج ۴ صفحہ ۱۳۷

مستحق نہین ہوتی کیونکہ دیانۃً گھر کے اندر کے کام کرنا زوجہ کے ذمہ واجب ہوتے ہین
چنانچہ نبی کریم صلعم نے حضرت علیؓ اور حضرت فاطمہؓ کے درمیان کارہائے خانگی کی
تقسیم اس طرح فرمادی تھی کہ گھر کے اندر کے کام فاطمہؓ کرین اور باہر کے کام علیؓ
حالانکہ فاطمہؓ تمام عالم کی عورتون سے زیادہ عالی خاندان ہین (درمختار)

طرفین کے نزدیک غنی مقدرت زوج کے ذمہ زوجہ کے ایک خادم کا نفقہ بھی
واجب ہوتا ہے اور ابو یوسفؒ کے نزدیک دو خادمونکا نفقہ واجب ہوتا ہے ایک گھر کے
اندر کے کامون کے واسطے دوسرا باہر کے کامون کے واسطے لیکن غیر مستطیع زوج پر
ایک خادم کا نفقہ بھی واجب نہین ہوتا (ہدایہ)

زوج کے ذمہ ہر ششماہی پر حسب حیثیت زوجین زوجہ کو لباس دینا بھی واجب
ہوتا ہے کیونکہ بوجہ تبدیل موسم لباس جدید کی ضرورت ہوتی ہے۔ زوج پر زوجہ کو ایسے
حصہ مکان مین رکھنا واجب ہوتا ہے جس مین کوئی علاقہ دار زوج نرہتا ہو حتی کہ زوج
کی وہ اولاد بھی جو دوسری زوجہ کے بطن سے ہو نرہتی ہو اور وہ حصہ مکان ایسا ہو جو
مقفل ہوسکتا ہو اور ضروریات زوجہ کو کافی ہو پس اگر زوج ایک حویلی کا مالک ہو
یا ایک حویلی مین رہتا ہو جس مین اوسکے والدین بھائی بہنین اور زوجات بھی
رہتی ہون اور اوس حویلی مین سے زوج ہر ایک زوجہ کو علیحدہ علیحدہ ایسے کمرے
دیدے جو اونکی ضروریات کو کافی ہون اور مقفل ہوسکتے ہون تو کسی زوجہ کو یہ حق نہوگا
کہ حویلی مذکور سے علیحدہ مکان طلب کرے* (عالمگیری)

زوج پر زوجہ کیواسطے حسب حیثیت زوجین ضروری اثاث البیت اور تمام اشیا

* سلطان عبدالعزیز بنام کلثوم بیگم آئین ج ۶ صفحہ ۳۸۳

مایحتاج کا فراہم و مہیا کردینا بھی واجب ہوتا ہی حتی کہ چولہ چکی ہانڈی برتن اوڑہنا بچھاونا، فرش، چراغ، بتی، تیل سامان غسل صابون وغیرہ جس سے جسم کی بساندہ دفع کیجاسکے فراہم کردینا واجب ہوتا ہی (درمختار)

تیسری فصل وجوب عدم وجوب نفقہ ایام منقضی شدہ و تقرر نفقہ بذریعہ قاضی کے بیان مین

احناف کے نزدیک چونکہ نفقہ زوجہ معاوضہ تمتع نہین ہوتا بلکہ تبرع و صلہ ہوتا ہے اور اصولاً بلا معاوضہ اشیا، تاوقتیکہ اونکا تعین بذریعہ حکم حاکم یا بذریعہ اقرار تبرع نہو جائے مستحکم نہین ہوتین اسلئے نفقہ زوجہ تاوقتیکہ اوسکا تعین بحکم حاکم یا باقرار زوج نہو جائے مستحکم نہین ہوتا نہ بذمہ زوج دین ہوتا ہی اسوجہ سے زوجین کا صلحاً مقدار نفقہ معین کرلینا صحیح ہوتا ہی اور وہ مقدار مثل مقدار متعینہ قاضی متصور ہوتی ہی لہذا زوجہ ایسے ایام منقضیہ کا نفقہ جو بحکم قاضی یا باقرار زوج تعین مقدار نفقہ ہونے سے پہلے منقضی ہوچکے ہون زوج سے وصول نہین کرسکتی البتہ ایسے ایام منقضیہ کا نفقہ جو بعد تعین مقدار نفقہ بذریعہ حکم قاضی یا بذریعہ اقرار زوج بلا ادا، نفقہ منقضی ہوئے ہون زوج سے وصول کرسکتی ہی بلکہ اگر ایسا متعین المقدار نفقہ بھی چند ماہ تک غیر مؤدی رہی اور زوج طلاق دیدے یا احد الزوجین مرجائین تو وہ ساقط ہوجاتا ہے۔

لیکن محمدؒ اور امام شافعیؒ کے نزدیک نفقہ زوجہ تبرع و صلہ نہین ہوتا بلکہ وہ بھی معاوضہ تمتع زوج ہوتا ہی لہذا نفقہ زوجہ قبل قضا بھی بذمہ زوج دین ہوتا ہی

اور کسی حال مین کسی طرح زوج کے ذمہ سے ساقط نہین ہوتا اسی اصولی اختلاف پر ایسا نفقہ جو زوج نے بطور پیشگی زوجہ کو دیدیا ہو بصورت وفات احد الزوجین احناف کے نزدیک قابل استرداد نہین ہوتا کیونکہ تبرع بعد قبضہ متبرع لہ قابل استرداد نہین ہوتا اور شوافع کے نزدیک قابل استرداد ہوتا ہی کیونکہ معوض کے فوت ہو جانے سے عوض واجب الرد ہو جاتا ہی (ہدایہ)

اگر زوجہ بوجہ عدم ادائے زوج قاضی سے تعین نفقہ کی درخواست کرے تو قاضی بعد اخذ جواب زوج اگر زوجہ کا نشوز وغیرہ ثابت نہو تو اگر زوج صاحب دستر خوان ہو تو قاضی زوجہ کا نفقہ مقرر نکریگا بجز اسکے کہ یہ ثابت ہو کہ زوج زوجہ کو مارتا ہی اور نفقہ نہین دیتا اس صورت مین اور نیز جبکہ زوج صاحب دستر خوان نہو قاضی حسب حیثیت زوجین و حالات ملک گرانی و ارزانی غلہ کے لحاظ سے زوجہ کے نفقہ کا تعین ماہانہ کر دیگا (عالمگیری)

اور ایسی متعینہ مقدار کو بصورت تغیر حالات زوجین و تغیر گرانی و ارزانی غلہ قاضی کم و بیش کر سکیگا (ہدایہ)

اگر زوج زوجہ کو نفقہ مقرر کردہ قاضی ادا نکرے اور زوجہ مستدعی حبس زوج ہو اور زوج اپنی افلاس کا عذر کرے تو اگر قاضی کو افلاس زوج کا علم ہو تو قاضی حبس زوج کا حکم نہ دیگا۔ اور اگر قاضی کو افلاس زوج کا علم نہو تو قاضی اولاً زوج کو فہمایش کریگا کہ نفقہ متعینہ زوجہ کو ادا کرے ورنہ تو محبوس کیا جائیگا۔ اگر زوج اس فہمایش کے بعد بھی زوجہ کا نفقہ متعینہ ادا نہ کرے تو قاضی اوسکو حبس کر دیگا اور بموجب اختلاف اقوال تین یا چار ماہ یا مدت مناسب تک محبوس رکھکر رہا کر دیگا لیکن رہا ہو جانے سے

نہ زوج نفقہ سے بری الذمہ ہو جائیگا نہ زوجہ کا نفقہ ساقط ہو جائیگا بلکہ زوجہ کو حکم دیا جائیگا کہ وہ زوج کے نام سے اور اوسکی ذمہ داری پر قرض لیکر بسر کرے اور اگر زوج باوجود مالدار ہونے کے نفقہ زوجہ ادا نکرے تو وہ تا ادائے نفقہ قید کیا جائیگا اور جو مال از قسم نفقہ زوج کے مکان مین ہوگا اوسکو قاضی بلا رضامندی زوج بغرض نفقہ زوجہ کے حوالہ کر دیگا اسپر فقہا متفق ہین اور جو مال زوج ایسا ہوگا کہ وہ از قسم نفقہ نہو صاحبین کے نزدیک قاضی اوسکو بغرض ادائے نفقہ بیع کر دیگا اور اولاً مال منقولہ بیع کریگا اوسکے ناکافی ہونیکی صورت مین جائداد غیر منقولہ بھی بیع کر دیگا اور امام صاحب کے نزدیک زوج کے مال کو قاضی خود بیع نکریگا بلکہ زوج کو اوسکے بیع کرنیکا حکم دیگا لیکن پارچہ پوشیدنی زوج کی بیع نکیجائیگی جیسے مدیون کے پوشیدنی پارچہ جات بغرض ادائے دین بیع نہین کیے جاتے (عالمگیری)

اگر زوجہ قاضی سے بیان کرکے اوسکا زوج سفر مین جانا چاہتا ہے اپنے نفقہ معینہ کے کفیل لیجانے کی استدعا کرے تو امام صاحب کے نزدیک قاضی کو کفیل لینے کا اختیار نہین ہے بلکہ زوجہ کو ایسی استدعا کرنیکا بھی حق نہین ہوتا لیکن ابو یوسف کے نزدیک زوجہ کو ایسی استدعا کا حق ہوتا ہے اور بربنائے استدعاء زوجہ قاضی کو استحساناً ایک ماہ کے نفقہ کیواسطے کفیل لینے کا اختیار ہوتا ہے بلکہ اگر یہ معلوم ہو کہ زوج سفر مین ایک ماہ سے زیادہ رہیگا تو ایک ماہ سے زیادہ کے نفقہ کے واسطے قاضی کو کفیل لینے کا اختیار ہوتا ہے فتوی بھی ابو یوسف کے قول پر ہے (عالمگیری)

ایسے نفقہ سے زوجہ کی کفالت صحیح نہین ہوتی جو بحکم قاضی یا باقرار زوج معین نہوا ہو البتہ جو نفقہ بحکم قاضی یا باقرار زوج معین ہو گیا ہو اوسکی کفالت صحیح ہوتی ہے پھر یہ کہ اگر کفالت بقید مدت ہوتی ہے

تو نفقہ پر اوس مدت تک کے نفقہ کی ذمہ داری عائد ہوتی ہی اور اگر کفالت بلا قید مدت ہوتی ہی تو کفیل پر فقط ایک قسط نفقہ کی ذمہ داری عائد ہوتی ہی عام ازینکہ قسط ہفتہ وار ہو یا شش ماہی ہو یا ماہانہ ہو (عالمگیری)

علی ہذا زوجہ کا نفقہ غیر معینہ سے بری کر دینا لغو و بے اثر ہوتا ہی البتہ اگر زوجہ زوج کو نفقہ معینہ سے بری کر دے تو زوج فقط ایک قسط نفقہ سے بری ہو جاتا ہے اگرچہ زوجہ نے ایک قسط سے زیادہ کے نفقہ سے یا ہمیشہ کے نفقہ سے بری کر دیا ہو (عالمگیری)

اگر زوجہ زوج کو حاضر اجلاس قاضی لاکر دعوی تقرر نفقہ کرے اور زوج جواب دے کہ عرصہ ہوا کہ مدعیہ کو طلاق دے چکا حتی کہ عدۃ بھی منقضی ہو گئی اور مدعیہ زوج کے طلاق دینے سے انکار کرے تو قاضی اس جواب کو قبول نکریگا بلکہ اگر زوج بتائید جواب ایسے دو گواہ پیش کر دیگا جن کی عدالت سے قاضی ناواقف ہو۔ قاضی باوجود اونکی گواہی کے زوج کو زوجہ مدعیہ کے نفقہ ادا کرنیکا حکم دیگا لیکن اگر زوج بتائید جواب ایسے دو گواہ پیش کر دے جن کی عدالت سے قاضی واقف ہو یا جن کی عدالت ثابت کر دی جائے اور زوجہ اس امر کی مقر ہو کہ اوسکو اس عرصہ مین تین حیض آچکے ہین تب قاضی زوج کو زوجہ مدعیہ کے نفقہ ادا کرنے کا حکم ندیگا اور اگر زوجہ یہ کہے کہ اس عرصہ مین اوسکو تین حیض نہین آئے تو اوسکا یہ قول قبول ہوگا اور اوسکو نفقہ دلایا جائیگا۔ اور اگر زوج جواب الجواب مین یہ کہے کہ زوجہ نے مجکو اطلاع دی تھی کہ اوسکو تین حیض آچکے ہین تو زوج کا یہ قول بغرض ابطال حق نفقہ زوجہ مدعیہ قبول نہوگا (عالمگیری)

۱ شریف بی بی بنام اوستانی بی بی مدرس ہائیکورٹ رپورٹ ج ۲ صفحہ ۴۲۵ ۱۲

چوتھی فصل اس بیان مین کہ مفلس کی زوجہ کی اوس سے بوجہ عدم امکان ادا نفقہ تفریق نکرادیجائے گی

جو شخص بوجہ افلاس اپنی زوجہ کا نفقہ ادا نکر سکتا ہو اوس کی زوجہ کی اوس سے تفریق نکرادی جائے گی بلکہ قاضی اوسکی زوجہ کو زوج کے نام سے اور اوس کی ذمہ داری پر قرض لیکر بسر بر کرے۔

لیکن امام شافعیؒ کے نزدیک ایسے شخص کی زوجہ کی اوس سے تفریق کرادی جائے گی اونکا استدلال یہ ہی کہ ایسا شخص مثل عنین وغیرہ کے امساک بالمعروف سے معذور ہوتا ہی کیونکہ اونکے نزدیک نفقہ بھی معاوضہ تمتع ہوتا ہی لہذا مثل زوجات عنین ومجبوب کے اوس کی زوجہ کی بھی اوس سے تفریق کرادیجائے گی استدلال احنافؒ یہ ہی کہ تفریق کرادینے سے زوج کا حق قطعاً باطل ہوجاتا ہی اور تفریق نکرانے سے زوجہ کے حق حصول نفقہ مین فقط تاخیر ہوتی ہی اور ایک فریق کا حق قطعاً باطل ہوجانا بہ نسبت اسکے کہ دوسرے فریق کے حق مین تاخیر ہو بہت مضر اور خطرناک امر ہی لہذا شخص مذکور کی زوجہ کی اوس سی تفریق کرادینا جائز نہین ہی (درمختار)

ایسی عورت کا نفقہ جس کا زوج بالکل محتاج ہو اور اوسکا باپ یا بھائی یا بیٹا جو دوسرے زوج سے ہو مستطیع ہو گو تنہا زوج ہی کے ذمہ واجب ہوتا ہے باپ یا بھائی یا بیٹے موصوف کے ذمہ واجب نہین ہوتا۔ تاہم ایسی صورت مین قاضی اوسکے باپ یا بھائی یا بیٹے موصوف کو حکم دیسکتا ہی کہ سردست تم اوس کا نفقہ ادا کرو اور جب اوسکا زوج مستطیع ہوجائے اوس سے نفقہ مودی وصول کرلو (عالمگیری)

پانچوین فصل غلام پر اوسکی زوجہ کے نفقہ واجب ہونیکے بیانمین

چونکہ غلام کا نکاح اوسکے آقا کی اجازت بغیر صحیح نہین ہوتا لہذا اوسکی ایسی زوجہ کا نفقہ جس سے اوسنے بغیر اجازت آقا نکاح کرلیا ہو غلام کے ذمہ واجب نہین ہوتا البتہ غلام کے ذمہ اوس کی ایسی زوجہ کا نفقہ واجب ہوتا ہی جس سے اوسنے باجازت آقا نکاح کیا ہو پس بصورت عدم ادا نفقہ زوجہ موصوف غلام مذکور بار بار فروخت کیا جائیگا (درمختار) جس کا نفقہ بوجوہ و دلائل کتاب النکاح مین بیان ہو چکا ہی،

چھٹی فصل نفقہ معتدہ کے بیان مین

معتدہ طلاق رجعی باتفاق آئمہ نفقہ ایام عدۃ کی مستحق ہوتی ہی اور معتدہ طلاق بائن خواہ وہ حاملہ ہو یا نہو بہرحال ایام عدۃ کی ہم احناف کے نزدیک مستحق ہوتی ہی اور امام شافعی کے نزدیک معتدہ طلاق بائن بجز اسکے کہ وہ حاملہ ہو اور کسی صورت مین مستحق نفقہ نہین ہوتی، شوافع کا استدلال فاطمہ بنت قیس کی روایت پر ہی اور اونکی دلیل فقہی یہ ہی کہ طلاق بائن کے وقوع کے بعد ملک نکاح باقی نہین رہتی لہذا مطلقہ مستحق نفقہ بھی نہین رہتی کیونکہ استحقاق نفقہ مبنی بر ملک نکاح ہی چنانچہ اسی وجہ سے معتدہ وفات بالاتفاق مستحق نفقہ نہین ہوتی احناف روایت مذکور کی نسبت فرماتے ہین کہ اوسکو زید ابن ثابت اسامۃ ابن زید جابر عائشہ صدیقہ نے رد فرمایا ہی اور عمر فاروق نے تو باین صراحت رد فرمایا ہے

کہ ہم قرآن و حدیث کے احکام کو ایک عورت کے قول پر جس کے سچے جھوٹے ہونیکا بھی ہمکو علم نہیں ہے اور یہ بھی معلوم نہین کہ اوسکو صحیح یاد ہے یا بھول گئی نہین چھوڑ سکتے۔ البتہ اگر معتدہ طلاق بائن بلاوجہ زمانہ عدۃ مین زوج کے مکان سے چلی جائے تو احنافؒ کے نزدیک بھی وہ مستحق نفقہ نہین رہتی (عالمگیری)

معتدہ وفات باتفاق آئمہ مستحق نفقہ ایام عدۃ نہین ہوتی کیونکہ زوج متوفی تو اسکا اہل نہین رہتا کہ اوسپر وجوب عائد ہو سکے اور اوسکے ورثہ پر نفقہ معتدہ کے وجوب کی وجہ نہین ہوتی دوسرے یہ کہ اوسکی عدۃ عبادت ہوتی ہی کیونکہ اوسکی عدۃ سے صفائی رحم معلوم کرنا مقصود نہین ہوتا بلکہ اظہار افسوس مقصود ہوتا ہی اسی وجہ سے اوسکا شمار بذریعہ حیض نہین ہوتا بلکہ بذریعہ شہور ہوتا ہی (ہدایہ)

معتدہ تفریق کا سبب فرقت اگر منجانب زوج ہوتا ہی یا منجانب زوجہ بربنا حق ہوتا ہی مثلاً بربناء خیار بلوغ یا خیار عتق یا خیار عدم کفاۃ تو وہ مستحق نفقہ ایام عدۃ ہوتی ہی کیونکہ امتناع تمتع زوج بربناء حق اصولاً مانع نفقہ نہین ہوتا مثلاً وہ زوجہ جو بغرض وصول مہر اپنے نفس کو زوج سے روک لیتی ہی مستحق نفقہ ہوتی ہے اور جس معتدہ کا سبب تفریق اوسکا ایسا فعل ہوتا ہی جو مبنی بر حق نہو بلکہ گناہ ہو وہ مستحق نفقہ ایام عدۃ نہین ہوتی کیونکہ اوسکا بذریعہ فعل مذکور مانع تمتع زوج ہونا مثل نشوز کے ہوتا ہی اور ناشزہ مستحق نفقہ نہین ہوتی۔ پس ایسی زوجہ جسکا سبب فرقت اوسکا ارتداد نعوذ باللہ منہا یا ابن زوج سے بوس و کنار کرنا ہو وہ مستحق نفقہ ایام عدۃ نہین ہوتی (ہدایہ)

اگر معتدہ کیواسطے خواہ وہ معتدہ طلاق رجعی ہو یا طلاق بائن یا مفترقہ ہو قاضی نے تقرر نفقہ نکر دیا ہوا اور زوج نے بروقت نفقہ ادا نکیا ہو تو وہ بعد انقضاء عدۃ نفقہ ایام عدۃ زوج سے وصول کرنیکی مستحق نہین ہوتی۔ اور اگر قاضی نے تقرر نفقہ کر دیا ہو مگر زوج نے ادا نہ کیا ہوا اور

اوسنے قرض لیکر بسر بردکی ہوتو اگر قاضی نے اوسکو قرض لیکر بسر بردکرنیکی اجازت دی ہو تو وہ رقم قرضہ زوج سے وصول کرنیکی مستحق ہوتی ہی اور اگر قاضی نے اوسکو ایسی اجازت نہ دی ہو تو وہ زوج سے وصول کرنیکی مستحق نہین ہوتی (عالمگیری)

ساتوین فصل اولاد صغار کے نفقہ کے بیان مین

دوسرا سبب وجوب نفقہ قرابت ہے اقربا مین سب سے زیادہ مستحق نفقہ ہر شخص کی اولاد صغار ہوتی ہی اولاد صغار کا نفقہ بلا شرکت غیرے تنہا باپ کے ذمہ واجب ہوتا ہی اگرچہ اولاد صغار باپ کے دین پر نہو (عالمگیری)

مثلاً ذمی کا ولد صغیر جو دین کو سمجھتا ہو مسلمان ہوجائے تو باوصف مسلمان ہوجانیکے اوسکا نفقہ ذمی باپ کے ذمہ واجب ہوتا ہی کیونکہ اولاد جزو پدر ہوتی ہی اسلئے اولاد کا نفقہ مثل نفقہ ذات ہوتا ہی پس جیسا ہر شخص پر بلالحاظ دین وملت اوسکی ذات کا نفقہ واجب ہوتا ہی ایسا ہی اولاد کا نفقہ بھی بلالحاظ دین و ملت واجب ہوتا ہی چنانچہ اللہ تعالی فرماتا ہی وَعَلَى الْمَوْلُودِ لَهُ رِزْقُهُنَّ یہان مولود لہ سے مراد باپ ہے چونکہ نفقہ اولاد صغار تنہا باپ پر واجب ہوتا ہی لہذا مان پر بچہ کو دودہ پلانا واجب نہین ہوتا کیونکہ شیرخوار کو دودہ پلانا داخل نفقہ ہی لہذا باپ پر واجب ہوتا ہی کہ اگر مان بچہ کو دودہ نہ پلائے تو انا کو ملازم رکھکر دودہ پلائے لیکن اگر انا میسر نہو یا بچہ انا کا دودہ نہ پیتا ہو تو مان دودھ پلانے پر مجبور کیجائے گی تاکہ بچہ ہلاک نہوجائے ایسی صورتمین اگر بچہ کی مان کی زوجیت بچہ کے باپ سے قائم ہوتی ہی اگرچہ وہ مطلقہ رجعیہ ہو تو مان بچہ کے باپ سے اجرت رضاعت پانیکی مستحق نہین ہوتی کیونکہ بچہ کا حق مان پر بھی ہوتا ہی کہ وہ اوسکو دودہ پلائے چنانچہ اللہ تعالی فرماتا ہی وَالْوَالِدَاتُ يُرْضِعْنَ أَوْلَادَهُنَّ لیکن چونکہ انکار کرنے سے

وہ معذور متصور ہوتی ہی لہذا وہ عام طور پر مجبور نہین کیجاتی اور اگر بچہ کی ماں کی زوجیت بچہ کے باپ سے زوجیت قائم نہو تو وہ اجرت رضاعت بچہ کے باپ سے لینے کی مستحق ہوگی بلکہ اگر وہ اوسیقدر اجرت لینے پر رضامند ہو جسقدر دوسری اناکو دیجاتی ہی تو اوسکو تقدم ہوگا لیکن دوسری انا سے زیادہ اجرت دیکر اس سے دودہ پلوانے پر باپ مجبور نہ کیا جائیگا کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہی لا تضار والدۃ بولدھا ولا مولود لہ بولدہ علی ہذا اگر بچہ کا باپ اپنی دوسری زوجہ کو دودہ پلانے کے واسطے مقرر کرے تو وہ بھی مستحق اجرت ہوتی ہی کیونکہ بچہ کا اوسپر کچھ حق نہین ہوتا۔ انا کی تنخواہ بذمہ پدر ہوتی ہی اور حق انتخاب بھی باپ ہی کو ہوتا ہی لیکن بچہ مع انا بحق حضانت ماں کے پاس رہیگا اور اگر بچہ بذاتہ مالدار ہو تو اوسکا نفقہ اوسکے مال سے کیا جائیگا کیونکہ ہر شخص کا نفقہ اصولاً اوسکے مال سے ہونا چاہیئے بخلاف زوجہ کے کہ باوصف مالدار ہونے کے اوسکا نفقہ بذمہ زوج واجب ہوتا ہی اگرچہ زوج مفلس ہو (درمختار)

محمدؒ سے مروی ہی کہ اگرچہ انا بتقرر ماہانہ ملازم رکھی جائے لیکن اگر بچہ بجز اوسکے دوسری عورت کا دودہ نہ پئے تو وہ مدّت رضاعت تک نوکری کرنے پر مجبور کیجائیگی (عالمگیری)

اگر پدر صغیر مفلس ہو مگر کسب معاش پر قادر ہو تو قاضی اوسکو کسب معاش کرکے نفقہ صغیر ادا کرنے پر مجبور کریگا اور بصورت انکار اوسکو محبوس کر دیگا اور مادر صغیر کو حکم دیگا کہ وہ پدر صغیر کے نام سے اوسکی ذمہ داری پر قرض لیکر بچہ پر خرچ کرے اور جب پدر صغیر کے پاس مال پائے اوس سے وصول کرکے قرض ادا کرے (عالمگیری)

اگر صغیر کا باپ محتاج ہو مگر دادا مالدار ہو تو قاضی دادا کو صغیر کا نفقہ ادا کرنیکا حکم دیگا ایسی صورت مین بعض علما کے نزدیک پدر صغیر مردہ متصور ہو کر نفقہ صغیر دادا ہی پر واجب ہوجاتا ہی اور بعض کے نزدیک دادا صغیر پر جو کچھ بحکم قاضی خرچ کرتا ہی وہ بذمہ پدر صغیر قرض ہوتا ہے

اور اگر صغیر کی ماں مالدار ہو تو بمقابلہ تمام دیگر اقارب کے نفقہ صغیر کی ذمہ داری اوس پر عائد ہوتی
ہے (عالمگیری) ولد صغیر جب قابل کسب معاش ہو جاتا ہی گو بالغ نہوا ہو تو باپ کو جائز ہوتا ہی
کہ اوسکو نوکر رکھا دے یا اور کسی کام مین لگا دے اور اوسکی کمائی اوسپر خرچ کرے
اور بچت ہو تو اوسی کیواسطے محفوظ رکھی اور بعد بلوغ اوسکے حوالہ کردے اور اگر باپ قابل
اطمینان نہو تو قاضی حکم دیگا کہ بچت مذکور کسی امین کی تحویل مین رکھی جائے تاکہ امین بعد
بلوغ صغیر کے حوالہ کردے۔ بکر بقول حلوائی شرفا کی اولاد صغار یا ایسے صغار جو علوم شرعیہ کی
تحصیل مین مشغول ہون نہ وہ جو کہ علوم رکیکہ دنیاوی یا ہزیان فلسفہ کی تحصیل مین مشغول
ہون کسب معاش سے معذور قرار دیجاتے ہین اور اونکا نفقہ اونکے بلوغ تک باپ کے ذمہ واجب
ہوتا ہی اور صغیرہ کا نفقہ بہرحال اوسکے بلوغ یا نکاح تک بذمہ پدر ہوتا ہی اور باپ کو اوسکے نوکر
رکھانیکا اختیار نہین ہوتا (عالمگیری)

ولد صغیر ناقابل کسب معاش کی زوجہ کا نفقہ بھی بذمہ پدر صغیر موصوف واجب ہوتا ہی
لیکن حسب روایت مبسوط پدر صغیر اوسکی زوجہ کے نفقہ دینے پر مجبور نہین کیا جاسکتا (عالمگیری)

آٹھوین فصل نفقہ والدین و دیگر اقربا کے بیان مین

ہر شخص پر اوسکے محتاج والدین کا نفقہ حسب فرمان الٰہی واجب ہوتا ہی وصاحبھما فی
الدنیا معروفا اگرچہ والدین کا دین اوسکے دین سے مخالف ہو کیونکہ یہ فرمان الٰہی سعد ابن
وقاص کے والدین کے بارہ مین نازل ہوا ہی جو کافر تھے کیونکہ یہ امر معروف یعنی پسندیدہ نہین ہے
کہ ایک شخص خود نعماء الٰہی مین بسر کرے اور والدین کو فقر و فاقہ سے مرنے دے وجہ وجوب نفقہ
والدین یہ ہی کہ ہر شخص کی حیات و تندرستی کا سامان اوسکے والدین ہوتے ہین لہذا اوسپر اونکے زندہ

رکھنے کی تدبیر کرنا واجب ہوتا ہی لفظ والدین مین نانا نانی اور دادا دادی بھی داخل ہین (درمختار)

اگر محتاج والدین کے چند فرزندان اور دختران ہون تو اونکا نفقہ جملہ اولاد پر علی التساوی بلا لحاظ ذکور واناث ہونیکے واجب ہوگا اور اگر اونمین سی بعض باوجود حکم قاضی نفقہ نہ دین تو قاضی اون مین سے کسی ایک کو پورا نفقہ ادا کرنیکا حکم دیگا اور یہ حکم دیگا کہ بقدر حصص اونکی اپنے بھائی بہنون سے وصول کرے (عالمگیری)

فرزند مستطیع پر باپ کی ایک زوجہ کا بھی نفقہ واجب ہوتا ہی اگر باپکے چند زوجات ہون تو فرزند کو چاہیئے کہ وہ ایک کا نفقہ باپکے حوالہ کردے تاکہ باپ اوسکو جملہ زوجات مین تقسیم کرسکے اور اگر باپکے زوجہ نہو مگر باپ کو زوجہ کی حاجت ہو تو فرزند مستطیع پر واجب ہوتا ہی کہ باپ کا نکاح کرادے یا باپکے واسطے ایک باندی خریدے اگر باپ بیمار ہو کہ اپنی حوائج خود پوری نکر سکتا ہو تو فرزند پر باپکے ایک خادم کا نفقہ بھی واجب ہوتا ہی یعنی بیمار باپکے خادم کے نفقہ دینے پر فرزند مستطیع مجبور کیا جائیگا لیکن تندرست باپکے خادم کے نفقہ دینے پر مجبور نہ کیا جائیگا (عالمگیری)

فرزند مستطیع پر محتاج باپ کی محتاج اولاد صغار کا بھی نفقہ واجب ہوتا ہی (عالمگیری)

اگر ایسے شخص کے جو صرف ایک شخص کے نفقہ دینے کی استطاعت رکھتا ہو مان اور باپ دونون محتاج ہون تو مان نفقہ پانیکی زیادہ مستحق ہوگی اور اگر شخص موصوف کا باپ اور ولد صغیر دونون محتاج ہون تو ولد صغیر نفقہ کا زیادہ مستحق ہوگا (عالمگیری)

ہر شخص پر اوسکے ایسے اقارب ذی رحم محرم کا جو صغیر و محتاج یا بیمار یا برجا ماندہ ہو یا جو عورت محتاج ہو گو وہ تندرست ہو بقدر استحقاق اوسکی میراث کے نفقہ واجب ہوتا ہی یعنی اوس کی میراث مین جسقدر حصہ کا مستحق ہوتا اوسیقدر حصہ نفقہ اوسکے ذمہ واجب ہوتا ہی کیونکہ دربارہ وجوب نفقہ اقارب نبی کریم صلعم نے بطور اصول ارشاد فرمایا ہی الغنم بالغرم یعنی فرمداری

بقدر استحقاق ہوتی ہی یہی استحقاق وراثت باعث وجوب نفقہ ہوتا ہی اور یہی استحقاق ادا نفقہ پر
مجبور کرنیکا سبب ہوتا ہی چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہی وعلی الوارث مثل ذلک اس فرمان
الٰہی مین لفظ وارث بیان فرمانیسی مقدار وراثت پر متنبہ کرنا مقصود ہی پس جو شخص دوسرے شخص کے
کل متروکہ کا مستحق ہوتا ہی اوسپر اوسکا پورا نفقہ واجب ہوتا ہی پس اگر وہ شخص جس پر دوسرے شخص کا
پورا نفقہ واجب ہو محتاج ہو تو وہ مردہ تصوّر کرلیا جاتا ہی اور اوسکے مردہ تصوّر کرنے کے بعد
جو شخص اوس دوسرے شخص کے کل نفقہ کا مستحق ہوتا ہی اوسپر اوسکا پورا نفقہ واجب ہوجاتا ہے
اور اگر ایسا شخص محتاج ہوتا ہی جو دوسرون کے بعض متروکہ کا مستحق ہوتا ہی تو وہ مردہ تصوّر
نہین کیا جاتا بلکہ اوس دوسرے شخص کا نفقہ اوسکے دیگر مستحقین نفقہ پر بقدر اونکے استحقاق کے
واجب ہوتا ہی (عالمگیری)

لیکن بعض مواقع پر اصول الغرم بالغنم کے سوا دوسری اصول کی بنا پر نفقہ کا وجوب ہوتا ہی
مثلاً جس محتاج کا باپ اور پوتا دونون مستطیع ہون اوسکا نفقہ تنہا باپ کے ذمہ واجب ہوتا ہے
حالانکہ اوسکی متروکہ مین پوتا بہ نسبت باپ کے زیادہ حصّہ کا مستحق ہوتا ہی۔ یا مثلاً جس محتاج کی
دختر اور پوتا دونون مستطیع ہون اوسکا نفقہ تنہا دختر کے ذمہ واجب ہوتا ہی حالانکہ اوس کے متروکہ کے
دختر اور پوتا دونون بحصہ مساوی مستحق ہوتے ہین یا مثلاً جس محتاج کے نواسہ یا نواسی
حقیقی بھائی دونون مستطیع ہون تو اوسکا نفقہ تنہا نواسے یا نواسی پر واجب ہوتا ہی حالانکہ اوسکے متروکہ کا مستحق فقط
بھائی ہوتا ہی یا مثلاً جس محتاج کے باپ اور فرزند دونون مستطیع ہون اوسکا نفقہ تنہا فرزند پر واجب ہوتا ہی اور متروکہ کے
دونون مستحق ہوتے ہین یا مثلاً جس محتاج کے دختر اور حقیقی بہن دونون مستطیع ہون تو اوسکا نفقہ تنہا دختر پر
واجب ہوتا ہی اور متروکہ کی دونون بحصہ مساوی مستحق ہوتی ہین یا مثلاً جس محتاج کے نصرانی
فرزند اور مسلمان بھائی دونون مستطیع ہون اوسکا نفقہ تنہا نصرانی فرزند پر واجب ہوتا ہی اور

متروکہ کا مستحق تنہا بھائی ہوتا ہے (عالمگیری)
لیکن جو شخص خود محتاج ہو اوس پر بجز اوسکی زوجہ اور اولاد صغار کے اور کسی کا نفقہ واجب نہین ہوتا اور بجز زوجہ و اولاد صغار و والدین دیگر اقارب کا نفقہ بصورت اختلاف دین بھی واجب نہین ہوتا (ہدایہ)

نوین فصل غایب کے مال سے اوسکی زوجہ یا اولاد صغار یا والدین کا نفقہ دلانیکے بیان مین

اگرچہ اصولاً قضا علی الغائب جائز نہین لیکن قاضی کو غایب کی زوجہ کا نفقہ اوسکی ذمہ مقرر کر دینا جائز ہوتا ہے (عالمگیری)

پس اگر کوئی عورت قاضی کے پاس حاضر ہو کر یہ ادعا کرے کہ مین فلانہ بنت فلان ابن فلان ہون اور میرا زوج فلان ابن فلان ابن فلان ہے وہ مجھے نفقہ دئے بغیر غائب ہو گیا ہے لہذا میرے نفقہ کا تقرر کیا جائے تو اگر قاضی یہ جانتا ہو کہ مدعیہ مدعا علیہ کی زوجہ ہے تو بلا اخذ ثبوت زوجیت مدعیہ سے ان امور کے متعلق حلف لینے کے بعد کہ زوج نے نفقہ ادا نہین کیا اور ہم زوجین مین کوئی امر مانع وجوب نفقہ مثل نشوز وغیرہ نہین ہے اور مدعیہ سے کفیل لینے کے بعد حکم دیدیگا کہ مدعیہ مدعا علیہ کا مال از قسم نفقہ یعنی روپیہ پیسہ غلہ کپڑا وغیرہ موجودہ مکان سے بلا تنگی و اسراف اپنا نفقہ لیتی رہے اور اگر قاضی یہ نہ جانتا ہو کہ مدعیہ مدعا علیہ کی زوجہ ہے مگر مدعیہ ثبوت زوجیت پیش کرنا چاہے تو امام صاحب کے نزدیک ایسا ثبوت نہ لیا جائیگا مگر ابو یوسفؒ اور زفرؒ کے نزدیک ایسا ثبوت لیلیا جائیگا اور بصورت ثابت ہو جانے زوجیت کے قاضی مدعیہ سے کفیل لیکر حکم دیدیگا کہ مدعیہ مدعا علیہ کے ایسے مال موجودہ مکان سے جو از قسم نفقہ ہو بلا اسراف و تنگی اپنا نفقہ لیتی رہے

پس اگر مدعا علیہ حاضر ہو گر زوجیت مدعیہ سے انکار کرے تو قاضی مدعیہ کو بمقابلہ مدعا علیہ شہادت پیش کرنیکا حکم دیگا اگرچہ مدعیہ قبل ازین یکطرفہ شہادت پیش کر چکی ہو اور بصورت ثبوت زوجیت حکم سابق کو بحال رکھیگا اور بصورت عدم ثبوت زوجیت یا بصورت عدم تقدیم شہادت مدعیہ کو واپسی نفقہ کا حکم دیگا۔ اور اگر مدعا علیہ غائب کے مکان مین مال از قسم نفقہ موجود نہو تو قاضی دیگر اموال کے فروخت کرنیکا نہ زوجہ مدعیہ کو حکم دیگا نہ خود فروخت کریگا کیونکہ غائب کی عدم اداء نفقہ نامعلوم ہوتی ہی دوسرے یہ کہ قاضی غائب کے مال کے فروخت کرنیکا نہ دوسرے کو حکم دینے کا مجاز ہوتا ہی نہ خود فروخت کرنیکا مجاز ہوتا ہی البتہ بصورت عدم ادائے نفقہ یا دین بربنا ولایت عام شخص غائب کے مال کے فروخت کرنیکا صاحبین کے نزدیک حکم دیسکتا ہی اور خود بھی فروخت کرسکتا ہی لیکن امام صاحب کے نزدیک قاضی شخص حاضر کا مال بھی نہ خود فروخت کرسکتا ہے نہ دوسرے کو فروخت کرنیکا حکم دیسکتا ہی کیونکہ کسی شخص کے مال کی بیع منجانب قاضی بطریق حجر ہوتی ہی اور امام صاحب کے نزدیک شخص عاقل و بالغ کا حجر صحیح نہین ہوتا اور اگر غائب مذکور کے مکان مین کسی قسم کا مال بھی نہو تو مدعیہ کو زوج کے نام اور ذمہ داری پر قرض لینے کی بالاتفاق اجازت نہ یجائے گی (عالمگیری)

اگر غائب کا مال کسی کے پاس بطور امانت یا مضاربت ہو یا کسی کے ذمہ قرضہ ہو اور غائب کی زوجہ یا اولاد صغار یا والدین بمقابلہ غائب طالب نفقہ ہون اور وہ شخص اپنے پاس غائب کے مال ہونیکا اور طالب نفقہ کی غایب سے زوجیت یا قرابت کا اقرار کرے یا وہ شخص توان امور کا اقرار نہ کرے لیکن قاضی خود ان امور سے واقف ہو یا قاضی بھی واقف نہو لیکن طالب نفقہ ان امور کو بتقدیم شہادت ثابت کردے اور وہ مال غائب جو اوس شخص کے پاس ہے از قسم نفقہ ہو تو قاضی طالب نفقہ سے کفیل لیکر شخص مذکور کو حکم دیگا کہ مال غائب سے طالب نفقہ کا نفقہ

ادا کرتا ہی کیونکہ زوجہ اور اولاد صغار اور والدین کا نفقہ بالاتفاق واجب ہوتا ہی یہیں اگر
شخص مذکور بعد حکم قاضی مال غایب سے ان لوگون کا نفقہ دیدیگا تو اوسپر ضمان عائد ہوگا کیونکہ
قاضی برنباء ولایت عام ایسے حکم دینے کا مجاز ہوتا ہی لیکن اگر شخص مذکور بلا حکم قاضی غایب کے
مال سے غایب کی زوجہ یا اولاد صغار یا والدین کو نفقہ دیدے تو اوسپر ضمان عائد ہوگا کیونکہ
اوسکو مال غایب پر ولایت تصرف حاصل نہین ہوتی اور اوسکا قبضہ مال غیر پر موجب ضمان
ہوتا ہی لہذا اگر وہ مال غایب کسیکو دیدے تو وہ اوسکی جانب سے تبرع ہوتا ہی اور چونکہ متبرع کو
استرداد تبرع کا حق نہین ہوتا لہذا شخص مذکور با وجود ضمان عائد ہوجانے کے بھی ان لوگونسے
اپنا دیا ہوا نفقہ واپس نہین لے سکتا اور اگر وہ مال غایب جو شخص مذکور کے پاس ہی از قسم نفقہ نہو
تو قاضی شخص مذکور کو اوس مال کے فروخت کرنیکا حکم نہ دیگا کیونکہ قاضی کو ایسے حکم دینے کا مجاز
نہین ہوتا (ہدایہ)

اور اگر غایب کا مال غایب کے والدین کے قبضہ مین ہو تو وہ اوسمین سے اپنا نفقہ لے سکتے ہین
اور اس طرح نفقہ لے لینے سے اونپر ضمان بھی عائد نہین ہوتا کیونکہ والدین کا نفقہ اولاد پر قبل
قضا بھی واجب ہوتا ہی بلکہ امام صاحب کے نزدیک تو باپ فرزند کے اوس مال منقولہ کو جو
از قسم نفقہ نہو فروخت بھی کر سکتا ہی اور اوسکے ثمن مین سے اپنا نفقہ لے سکتا ہی کیونکہ اونکے
نزدیک باپ کو مال فرزند پر ولایت حفاظت حاصل ہوتی ہی اور مال منقولہ چونکہ از خود جلد
خراب ہوجانیوالا ہوتا ہی اسلئے اوسکا فروخت کردینا داخل حفاظت ہوتا ہی اور بعد فروخت
اوس کا ثمن یعنے روپیہ پیسہ چونکہ از قسم نفقہ ہوتا ہی لہذا اوسمین سے باپ کو اپنا نفقہ
لے لینا جائز ہوتا ہی لیکن صاحبین کے نزدیک چونکہ اولاد بالغ کے مال پر باپ کو کسی قسم کی
ولایت حاصل نہین رہتی لہذا باپ اوسکے مال منقولہ کے فروخت کرنیکا مجاز نہین ہوتا اور جب

فروخت نہیں کر سکتا تو اوسکے ثمن سے اپنا نفقہ کیسے لے سکتا ہی البتہ اولاد صغار کے مال کو باپ بالاتفاق فروخت کرنیکا مجاز ہوتا ہی اور اوسکے ثمن ہین سے اپنا نفقہ لے سکتا ہی لیکن اولاد غائب کے مال غیر منقولہ کو باپ امام صاحبین کے نزدیک بھی فروخت نہین کر سکتا نہ اوسکے ثمن مین سے اپنا نفقہ لے سکتا ہی اور ماں کو چونکہ اولاد کے مال پر کسی کے نزدیک کسی طرح کی ولایت حاصل نہین ہوتی خواہ اولاد صغیر ہو یا کبیر ہو لہذا وہ مال فرزند غائب کو فروخت نہین کر سکتی اور جب فروخت ہی نہین کر سکتی تو اوسکے ثمن سے اپنا نفقہ کیسے لے سکتی ہی (درمختار ہدایہ)

اگر قاضی نے مال غائب سے اوسکی اولاد صغار یا اوسکے والدین یا دیگر اقارب ذی رحم محرم کے نفقہ دیجانیکا حکم دیدیا ہو لیکن کسی وجہ سے نفقہ ادا نہوا ہو تو ایام منقضیہ کا نفقہ ساقط ہو جاتا ہی کیونکہ ان لوگونکا نفقہ بربنا رحاجت واجب ہوتا ہی اور بعد مرور ایام اون ایام کے نفقہ کی حاجت باقی نہین رہتی۔ بعض علما نے نفقہ ایام منقضیہ کے ساقط ہونے مین ایک ماہ کی قید لگائی ہی کیونکہ ادائے نفقہ اکثر ماہانہ ہوا کرتی ہی روزانہ نہین ہوتی لیکن اگر قاضی نے ان لوگون کو غائب کے نام سے اوسکی ذمہ داری پر قرض لینے کی اجازت دیدی ہو تو اونکا نفقہ مرور ایام سے ساقط نہین ہوتا (درمختار)

دسوین فصل نفقہ ممالیک کے بیان مین

تیسرا سبب وجوب نفقہ غیر ملکیت ہوتا ہی لہذا ہر آقا پر اوسکے مملوک غلام باندی کا نفقہ واجب ہوتا ہی چنانچہ دربارہ وجوب نفقہ ممالیک فرمان نبی کریم صلعم بھی موجود ہی انهم اخوانکم جعلهم الله تعالی تحت ایدیکم اطعموا هم مما تاکلون والبسوا هم مما تلبسون ولا تعذبوا عباد الله تعالی پس اگر آقا اپنی مملوک غلام باندی کو نفقہ ندے اور وہ غلام باندی صاحب کسب ہو تو وہ غلام باندی

بذریعہ کسب اپنا نفقہ حاصل کریگا اور اگر وہ غلام باندی صاحب کسب نہو یا بیمار یا درماندہ ہو یا ایسی باندی ہو جس کی ویسی باندیاں محنت مزدوری نکرتی ہون تو آقا اوسکے نفقہ دینے پر مجبور کیا جائے گا یا اگر وہ غلام باندی محل بیع ہو تو آقا اوسکے بیع کردینے پر مجبور کیا جائیگا کیونکہ غلام باندی اہل استحقاق ہوتے ہین اور اونکے بیع کردینے مین آقا اور مملوک دونون کے استحقاق ملحوظ رہتے ہین لیکن غلام باندی کا نفقہ ایام گذشتہ مین بعد حکم قاضی ہوجانیکے بھی بذمہ آقا دین نہین ہوتا بخلاف زوجہ کے کہ اوسکا نفقہ مابعد الحکم بذمہ زوج دین ہوجاتا ہے اسوجہ سے بصورت محتاج ہونے زوج کے زوجہ کی تفریق کا حکم نہین دیا جاتا اور بصورت محتاج ہونے آقا کے غلام باندی کے بیع کردینے کا حکم دیدیا جاتا ہے (عالمگیری)

چونکہ ممالیک کے مفہوم مین جانوران مملوکہ بھی داخل ہین لہذا جانورون کے گھاس دانہ کے وجوب علی المالک کے احکام بھی اسی فصل مین درج کئے جاتے ہین ہر شخص پر دیانۃً اوس کے مملوک جانورونکو گھاس دینا واجب ہوتا ہے لیکن قضاءً واجب نہین ہوتا کیونکہ جانور اہل استحقاق نہین ہوتے اور قاضی بجز اہل استحقاق کے دوسرے کے حق مین حکم نہین کرسکتا ہے صحیح ہے اور اسی پر فتویٰ ہے گو ابو یوسفؒ کے نزدیک قاضی جانورونکے مالک کو اونکو گھاس دانہ دینے کا حکم دیسکتا ہے اور مالک کو گھاس دانہ دینے پر مجبور کرسکتا ہے دیانۃً جانورون کے گھاس دینے کے وجوب کی دلیل یہ ہے کہ نبی کریم صلعم نے جانورونکو عذاب دینے سے منع فرمایا ہے اور جانورون کو گھاس نہ دینا اونکو عذاب دینا ہے دوسرے یہ کہ جانور مال ہوتے ہین اور نبی کریم صلعم نے مال کو ضائع کرنیسے منع فرمایا ہے اور جانورونکو گھاس نہ دینے سے ضائع ہوجاتے ہین (ہدایہ)

اگر مشترک جانور کے مالکون مین سے ایک مالک اوسکو گھاس دانہ ندے تو بالاتفاق وہ گھاس دانہ دینے پر مجبور کیا جائیگا تاکہ دوسرے شریک کا نقصان نہو (درمختار)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کتاب ثبوت النسب

تمہید بعض اصطلاحات ولغات کی تصریح اور معانی کے بیان میں

(۱) **ادعا نسب**، مدعی کے اس دعوی کو کہ مولود میرے صلب سے ہے ادعاء نسب کہتے ہین۔

(۲) **ام ولد**، اوس باندی کو کہتے ہین جسکی اولاد کا نسب آقا سے ثابت ہو چکا ہو۔

(۳) **مبتوتہ**، مطلقہ بائنہ مطلقہ ثلاثہ مختلعہ کو کہتے ہین۔

(۴) **ابانت**، کے لغوی معنی قطع کے ور اصطلاح مین بائنہ ہونیکے ہین۔

(۵) **فراش**، لغت مین اوس چیز کو کہتے ہین جو بچھائی جاتی ہے اور اصطلاح مین زن موطوءہ کو بھی کہتے ہین۔

(۶) **موطوءہ**، اوس عورت کو کہتے ہین جس سے وطی کیگئی ہو یا کیجائے۔

باب اوّل

پہلی فصل اسباب ثبوت نسب کے بیان مین

مولود کا کسی شخص سے نسب ثابت ہونے کیواسطے منجملہ اسباب ذیل کوئی سبب ہوا کرتا ہے

(۱) یہ کہ والدہ مولود اوس شخص کی منکوحہ صحیحہ یا فاسدہ یا موطوءہ بشبہ ہو کیونکہ دربارہ ثبوت نسب نکاح فاسد اور وطی بملک یمین اور وطی بشبہ بمنزلہ نکاح صحیح ہوتے ہین (ہدایہ)

(۲) یہ کہ مولود کی والدہ اوس شخص کی ام ولد ہو،

(۳) یہ کہ مولود کی والدہ اوس شخص کی باندی ہو۔ مدبرہ باندی دربارہ ثبوت نسب اولاد مثل باندی کے ہوتی ہی، منکوحہ کی اولاد کا نسب ناکح سے ثابت ہوتا ہے خواہ ناکح اوس کی اولاد کے نسب کا اعتراف کرے اور خواہ سکوت کرے بلکہ ناکح کے مجرد انکار نسب کر دینے سے منکوحہ کی اولاد کا نسب منتفی نہین ہو جاتا البتہ بربناء انکار نسب اولاد منکوحہ زوجین مین لعان ہو جانیکے بعد اولاد منکوحہ کا نسب ناکح سے منتفی ہو جاتا ہے ام ولد کی اولاد کا نسب بھی بلا ادعاء آقا آقا سے ثابت ہوتا ہی لیکن آقا کے مجرد انکار نسب کر دینے سے ام ولد کی اولاد کا نسب آقا سے منتفی ہو جاتا ہی لیکن ام ولد کی جس اولاد کا نسب آقا سے ثابت قرار دیدیا ہو بعد قضا آقا کے انکار نسب کرنے سے اوس اولاد کا نسب آقا سے منتفی نہین انکار آقا بے اثر ہوتا ہی اور ایسی ام ولد کی اولاد کا نسب آقا سے بجز ادعاء آقا ثابت نہین ہوتا جس سے آقا کو وطی کرنا حلال نہ رہا ہو مثلاً مکاتبہ اور جس سے آقا کو وطی کرنا حرام ہو گیا ہو مثلاً آقا مین اور ام ولد مین حرمت مصاہرۃ ثابت ہو گئی ہو باندی کی اولاد کا نسب آقا سے اگر آقا ادعا کرتا ہی تو ثابت ہوتا ہی اور اگر آقا

ادعا نہین کرتا تو ثابت نہین ہوتا (عالمگیری)

دوسری فصل مدّت حمل کے بیان مین

اقلّ مدت حمل جسمین بچہ زندہ رہ سکتا ہی بالاتفاق ائمۂ اربعہؒ چھ ماہ ہی کیونکہ ایک جگہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہی حَمۡلُهٗ وَفِصَالُهٗ ثَلٰثُوۡنَ شَهۡرًا اور دوسری جگہ فرمایا ہی وَفِصَالُهٗ فِیۡ عَامَیۡنِ ان ہر دو احکام سے معلوم ہوگیا کہ اقل مدت حمل چھ ماہ ہی۔ اور اکثر مدّت حمل امام صاحبؒ اور دیگر فقہاء احنافؒ کے نزدیک بہ بناء روایت عائشہ صدیقہؓ اَلۡوَلَدُ لَا یَبۡقٰی فِی الۡبَطۡنِ اَکۡثَرَ مِنۡ سَنَتَیۡنِ وَلَوۡ بِظِلِّ الۡمِغۡزَلِ دو سال ہی کیونکہ یہ ظاہر بات ہی کہ صدیقہؓ نے یہ ارشاد عقلاً نہین فرمایا کیونکہ قرار حمل کی مدّت کا اندازہ کرنا عقل کا کام نہین ہی پس ضرور بربناء سماعت ارشاد مذکور فرمایا ہوگا اور باقی آئمہ ثلاثہ یعنی امام شافعیؒ و امام مالکؒ و امام حنبلؒ کے نزدیک بہ بنا بعض حکایات ولادت اکثر مدّت حمل چار سال ہی (درمختار)

نکاحؔ صحیح مین بالاتفاق مدّت حمل کا شمار وقت نکاح سے ہوتا ہی (عالمگیری)

بابؔ دوئم

پہلی فصل منکوحہ کی اولاد کے نسب کے بیانمین

منکوحہؔ کی اوس اولاد کا نسب جو وقت نکاح سے چھ ماہ کے اندر پیدا ہو ناکح سے ثابت نہین ہوتا کیونکہ ولادۃ سے یہ امر معلوم ہوگیا کہ استقرار حمل قبل از نکاح ہوا ہی جس سے یہ امر متیقن ہوگیا کہ حمل ناکح کا نہین ہی اور منکوحہ کی اوس اولاد کا نسب جو وقت نکاح سے چھ ماہ مین یا اوس سے

زائد عرصہ مین پیدا ہونا کح سے ثابت ہوتا ہی خواہ ناکح اعتراف نسب کرے اور خواہ سکوت کرے کیونکہ فراش قایم ہوتا ہی اور مدت ولادت صحیح ہوتی ہی (عالمگیری)

اور بصورت انکار اگر ناکح کو نفس ولادت سے انکار ہو تو ولادت کا ہونا صرف ایک عورت یعنی قابلہ کی شہادت سے ثابت کیا جا سکیگا اور اگر ناکح کو نسب مولود سے انکار ہو تو زوجین مین لعان ہوگا اور اوسکے بعد مولود کا نسب زوج سے منتفی کر دیا جائیگا کیونکہ منکوحہ کی اولاد کی نسب سے انکار کرنیسے منکوحہ کا قذف ہو جاتا ہی جو موجب لعان ہوتا ہی اور لعان موجب انتفاء نسب ہوتا ہی (قاضیخان)

اگر دربارۂ مدت ولادت زوجین مختلف ہون زوج کہی کہ ولادت نکاح سے چھ ماہ کے اندر ہوئی ہی اور زوجہ کہی کہ پورے چھ ماہ مین ہوئی ہی تو امام صاحبؒ کے نزدیک زوجہ کا قول بلا قسم اور صاحبینؒ کے نزدیک مع القسم معتبر ہوگا فتوی صاحبینؒ کے قول پر ہی اور مولود کا نسب باتفاق اصحاب ثلاثہ زوج سے ثابت ہوگا کیونکہ ظاہر حال یہ ہی کہ اولاد نکاح سے ہوتی ہی نہ کہ سفاح (زنا) سے مؤید و شاہد زوجہ ہی (درمختار)

البتہ اگر زوجین ولادت کے چھ ماہ کے اندر ہونیمین متفق ہون اور ایکدوسرے کی تصدیق کرین تو مولود کا نسب زوج سے ثابت نہوگا لیکن اگر زوجہ ایسی باہمی تصدیق کرنیکے بعد اس امر کی شہادت پیش کرنا چاہی کہ ولادت نکاح سے چھ ماہ بعد ہوئی ہی تو بعض علماء کے نزدیک ایسی شہادت اوسوقت تک نہ لیجائیگی جب تک قاضی منجانب مولود صغیر کسی کو بغرض مخاصمت وتقدیم شہادت مقرر نکردے کیونکہ ایسی شہادت پیش کرنیمین اصل فریق مولود ہوتا ہی اور بعض علما کے نزدیک اس تکلف کی ضرورت نہین خود منجانب زوجہ ایسی شہادت پیش ہو سکتی ہی اور مولود جوان ہونیکے بعد بالاتفاق ایسی شہادت پیش کر سکتا ہی (عالمگیری)

اگر کسی شخص نے کسی عورت سے باین الفاظ مین منعقد کرنیکے بعد کہ مین تجھسی نکاح کرون تو تجھپر

طلاق ہی نکاح کر لیا ہو تو گو عورت مذکور بر بنا ئے مین انعقاد نکاح کے بعد ہی مطلقہ ہو جاتی ہے تاہم عورت مذکور کی اوس اولاد کا نسب جو وقت نکاح سے پورے چھ ماہ مین پیدا ہو شخص مذکور سے ثابت ہوگا اور عورت مذکور مستحق مہر ہو جائیگی کیونکہ عورت مذکور بوجہ نکاح ہو جانے کے شخص مذکور کی فراش ہے اور جب ولادت نکاح سے پورے چھ ماہ مین ہوئی ہے تو طلاق چھ ماہ سے کم مین ہوئی ہے کیونکہ طلاق انعقاد نکاح کے بعد واقع ہوئی ہے اور یہ اسی طرح ممکن ہے کہ بحین مجامعت کی حالت مین نکاح ہوا اور انعقاد نکاح اور استقرار حمل ایک ساتھ ہو کیونکہ درباره نسب ہر طرح کی احتیاط کی جاتی ہے اور اس طرح ثبوت نسب مولود ہو جانے سے حکماً شخص مذکور کا عورت مذکور سے وطی کرنا مسلم ہوگا اور اسوجہ سے عورت مذکور کا مہر مؤکد ہو جائے گا اور شخص مذکور پر اسی وجہ سی حد بھی جاری نہو گی کیونکہ حدود ادنی شبہ سی ساقط ہو جاتی ہے لیکن عورت مذکور کی اوس اولاد کا نسب جو وقت نکاح سی چھ ماہ سے کم و بیش مین پیدا ہو شخص مذکور سے ثابت نہو گا (ذخیرہ)

اگر کافر مسلمہ سے نکاح کر لے تو مسلمہ مذکور کی اولاد کا نسب بوجہ باطل ہونے نکاح کے کافر مذکور سے ثابت نہو گا (درمختار)

اگر مسلم اپنی محرمات عورتون مین سے کسی سی نکاح کرے تو اوس عورت کی اولاد کا نسب امام صاحبؒ کے نزدیک زوج مذکور سے ثابت ہوگا اور صاحبینؒ کے نزدیک بوجہ باطل ہونے نکاح کے زوج مذکور سے ثابت نہوگا (عالمگیری)

دوسری فصل معتدہ وفات کی اولاد کے نسب کے بیان مین

معتدہ وفات اگر بڑی عمر والی ہو عام از ینکہ حیض آنیوالی ہو یا آئسہ ہو اور چاہی مدخولہ ہو یا غیر مدخولہ ہو اوسکی اوس اولاد کا نسب زوج متوفی سے ثابت ہوگا جو وفات زوج سی دو سال کے

اندر پیدا ہوا اور جو وفات زوج سے دو سال کے بعد پیدا ہوا اوسکا نسب زوج متوفی سے ثابت نہوگا اور اگر معتدہ وفات صغیرہ ہو تو اوسکی ایسی اولاد کا نسب زوج متوفی سے ثابت ہوگا جو وفات زوج سے دس ماہ دس یوم کے اندر پیدا ہو یعنی عدۃ وفات کے چار ماہ دس یوم گذر جانیکے بعد چھ ماہ کے اندر پیدا ہو کیونکہ زمانہ ولادت سے یہ معلوم ہوگیا کہ بروقت ختم عدۃ وہ حاملہ تھی اور اوس کی ایسی اولاد کا نسب زوج متوفی سے ثابت نہوگا جو وفات زوج سے دس ماہ دس یوم کے بعد پیدا ہو۔ کیونکہ یہ احتمال ہوتا ہی کہ شاید استقرار بعد انقضاء عدۃ ہوا ہو۔ اور اگر معتدہ وفات خواہ وہ بڑی عمر والی ہو یا صغیرہ ہو وفات زوج کے چار ماہ دس یوم بعد انقضاء عدۃ کا اقرار کرلے تو بھی اوسکی ایسی اولاد کا نسب زوج متوفی سے ثابت ہوگا جو وفات زوج سے دو سال کے اندر اور وقت اقرار انقضاء عدۃ سی چھ ماہ کے اندر پیدا ہو کیونکہ اوسوقت ولادت سے اقرار انقضاء عدۃ کا جھوٹا ہونا متیقن ہوگیا لیکن اوسکی ایسی اولاد کا نسب زوج متوفی سے ثابت نہوگا جو وقت وفات زوج سے دو سال اور وقت اقرار انقضاء عدۃ سے چھ ماہ بعد پیدا ہو مگر زفرؒ کے نزدیک معتدہ وفات کی ایسی اولاد کا نسب جو وفات زوج سے دس ماہ دس یوم کے اندر پیدا ہو زوج متوفی سے ثابت ہوگا خواہ اوسنے اقرار انقضاء عدۃ کیا ہو یا نکیا ہو کیونکہ عدۃ وفات کا تعین شرعی ہی جو اقرار معتدہ سے زیادہ معتبر ہی جس کے جواب مین دیگر فقہاء احناف فرماتے ہین کہ دو سال کا تعین اس لحاظ سے کیا گیا ہی کہ ممکن ہے کہ بوقت وفات زوج معتدہ موصوف حاملہ ہو۔

اگر معتدہ وفات کے وفات زوج سے دو سال کے اندر اولاد پیدا ہوا اور جملہ یا اکثر ورثاء زوج تصدیق ولادت کرین تو گو شہادت ولادت نہو تاہم باتفاق علماء بلحاظ وراثت مولود اولاد متوفی متصور ہوگا کیونکہ متروکہ حق ورثا ہوتا ہی اسلئے وراثت کے متعلق اون کی

تصدیق مقبول ہوتی ہے اور ورثا تصدیق کنندگان کی شہادت کی بناء پر دیگر ورثاء اور اغیار
کے مقابلہ مین بھی مولود کا نسب زوج متوفی سے ثابت قرار دیا جائیگا اسی واسطے بعض
علما کے نزدیک ورثا تصدیق کنندگان کی تعداد بقدر نصاب شہادۃ ہونا اور انکا اہل
شہادۃ ہونا اور تصدیق کا بلفظ شہادت ہونا ضرور ہے اور بعض علما کے نزدیک اسکی ضرورت
نہین ہے کیونکہ بمقابلہ دیگر ورثا و اغیار ثبوت نسب مولود اوس ثبوت نسب کے تابع ہوتا ہے
جو بر بناء تصدیق بمقابلہ ورثا تصدیق کنندگان ہو چکا ہے اور اصولاً جو امر بہ تبعیت دوسرے
امر کے ثابت ہوتا ہے اوسمین شرائط ثبوت کی رعایت و پابندی نہین کیجایا کرتی۔ اگر ورثاء
زوج متوفی معتدہ وفات کی یا زوج طلاق دہندہ مطلقہ کی نفس ولادت کا منکر ہو تو امام صاحبؒ
کے نزدیک بلا حجت تامہ یعنی دو مرد یا دو عورتون اور ایک مرد کی شہادت کے مولود کا نسب
زوج متوفی یا زوج طلاق دہندہ سے ثابت نہین ہوتا کیونکہ ادعاء ولادت سے انقضاء عدۃ متعین
ہو گیا اور چونکہ اصولاً امر منقضی شدہ دوسرے امر کی حجت نہین ہو سکتا لہذا مدعیہ کا معتدہ ہونا
اثبات نسب مولود کیواسطے حجت نہین ہو سکتا لہذا اثبات نسب مولود کیواسطے حجت تامہ ہونا
چاہیئے بخلاف اوس صورت کے کہ معتدہ کا حمل ظاہراً موجود ہو یا زوج نے اوسکے حاملہ ہونیکا
اعتراف کیا ہو کیونکہ اس صورتمین نسب مولود تو قبل ولادت مسلمہ و مثبتہ ہوتا ہے صرف
نفس ولادت و تعین مولود ثبوت طلب ہوتا ہے جو تنہا دائی کی شہادت سے ثابت ہو جاتے ہین
اور صاحبینؒ کے نزدیک نفس ولادت اور نسب مولود دونون امر تنہا دائی کی شہادت سے
ہو جاتے ہین کیونکہ معتدہ کا فراش قائم ہوتا ہے اور قیام فراش ملزم نسب ہوتا ہے لہذا صرف
نفس ولادت و تعین مولود ثبوت طلب ہوتا ہے اور یہ بالاتفاق تنہا دائی کی شہادت سے
ثابت ہو جاتے ہین (ہدایہ و درمختار)

تیسری فصل مطلقہ رجعیہ کی اولاد کے نسب کے بیان مین

مطلقہ رجعیہ کی اوس اولاد کا نسب جو وقت طلاق سے دو سال کے اندر پیدا ہو زوج سے ثابت ہوتا ہی اور بعد ولادت بوجہ انقضاء عدۃ وہ بائنہ ہو جاتی ہی کیونکہ احتمال ہوتا ہی کہ استقرار حمل یا قبل طلاق ہوا ہی یا بزمانہ عدۃ ہوا ہی اور بوجہ اس احتمال کے کہ شاید قبل طلاق استقرار حمل ہوا ہو ولادت مذکور کو رجعت قرار نہین دیا جاتا اور ایسی اولاد کا نسب بھی جو وقت طلاق سے ٹھیک دو سال گذرنے پر پیدا ہوا یا دو سال کے بعد پیدا ہو زوج سے ثابت ہوتا ہی بشرطیکہ مطلقہ موصوفہ نے انقضاء عدۃ کا اقرار نکیا ہو کیونکہ درازی طہر ممکن ہی اور بربناء درازی طہر درازی عدۃ لازم ہی لیکن ایسی اولاد کی ولادت سے جو وقت طلاق سے دو سال گذر جانے کے بعد پیدا ہو زوج کا رجعت کر لینا قرار دیا جاتا ہی کیونکہ اس صورت مین بعد وقوع طلاق استقرار حمل ہوتا پایا جاتا ہی اور ظاہر امر یہی ہی کہ مطلقہ موصوفہ کے اولاد زوج سے ہوئی ہے تا کہ مطلقہ سے نفی زنا ہو لہذا اوس وطی کے ذریعہ سے جس سے بعد طلاق استقرار حمل ہوا زوج کا رجعت کر لینا قرار دیا جائیگا۔ (در مختار)

چوتھی فصل مطلقہ بائنہ کی اولاد کے نسب کے بیان مین

مطلقہ بائنہ کی ایسی اولاد کا نسب جو وقت طلاق سے دو سال کے اندر پیدا ہو زوج سے ثابت ہوتا ہی بشرطیکہ مطلقہ نے انقضاء عدۃ کا اقرار نکیا ہو کیونکہ احتمال ہوتا ہی کہ شاید مطلقہ بوقت وقوع طلاق حاملہ ہو اسلئے احتیاطاً مولود کا نسب زوج سے ثابت قرار دیا جاتا ہے اور اوس کی ایسی اولاد کا نسب جو وقت طلاق سے دو سال بعد پیدا ہو زوج سے ثابت

نہین ہوتا کیونکہ اس صورت مین استقرار حمل کا بعد طلاق ہونا ظاہر ہی اور مطلقہ بائنہ سے زوج کو
بعد طلاق وطی کرنا حرام ہوجاتا ہی لیکن اگر زوج ایسی اولاد کا جو وقت طلاق سے دو سال بعد
پیدا ہو دعوی کرے تو اوسکا نسب زوج سے بربناء دعوی ثابت ہوگا کیونکہ ممکن ہی کہ اوسنے
مطلقہ بائنہ سی بعد طلاق وطی بشبہ کی ہو اور اگر مطلقہ بائنہ سے دو توام بچے اس طرح پیدا
ہون کہ ایک کی ولادت وقت طلاق سے دو سال کے اندر ہو اور دوسری کی دو سال کے
بعد ہو تو دونون کا نسب زوج سے ثابت ہوگا (درمختار)

اگر زوج نے زوجہ سے یہ کہکر یمین منعقد کی ہو کہ تیرے اولاد ہو تو تجھپر طلاق ہی تو صاحبین کے
نزدیک تنہا دائی کی شہادت ولادت سے زوجہ پر طلاق واقع ہوجاتی ہی کیونکہ دربارہ
ولادت حسب فرمان نبی صلعم شَهَادَةُ النِّسَاءِ جَائِزَةٌ فِيمَا لَا يَسْتَطِيعُ الرِّجَالُ النَّظَرَ إِلَيْهِ
تنہا دائی کی شہادت حجت ہوتی ہی اور جبکہ دربارہ ولادت تنہا دائی کی شہادت مقبول
ہوگی تو اس امر مین بھی مقبول ہوگی جو ولادت پر مبنی ہی اور وہ امر مسئلہ ہذا مین طلاق ہے
اور صاحبین کے نزدیک دائی کی شہادت متعلق ولادت بغرض وقوع طلاق اوس صورت
مین بھی ضرور ہی جبکہ زوج نے زوجہ کے حاملہ ہونیکا اقرار کیا ہو کیونکہ زوج کے حانث قرار
دیجانے کیواسطے حجت کی ضرورت ہوتی ہی لہذا دائی کی شہادت زوج کے حانث قرار دیجانیکے
واسطے حجت ہوگی اور امام صاحب کے نزدیک تنہا دائی کی شہادت ولادت سے زوجہ پر طلاق
واقع نہین ہوتی کیونکہ مسئلہ ہذا مین درحقیقت زوجہ زوج کے حانث ہونیکا دعوی کرتی ہے
اور حنث زوج بلا شہادت کامل ثابت نہین ہوسکتا دوسرے یہ کہ دائی کی تنہا شہادت
ضرورۃً اثبات ولادت کیواسطے مقبول ہوتی ہی نہ کہ وقوع طلاق کیواسطے لیکن اگر زوج نے
زوجہ کے حاملہ ہونیکا اقرار کیا ہو یا زوجہ کا حمل ظاہراً موجود ہو تو امام صاحب کے نزدیک اگرچہ

شہادت ولادت ہو تب بھی ولادت ہونیسے زوجہ پر طلاق واقع ہو جاتی ہے کیونکہ اقرار حمل
انجام حمل کا بھی اقرار ہوتا ہے دوسرے یہ کہ اقرار حمل کا یہ مفہوم ہے کہ زوج زوجہ کے امانت دار ہونیکا
اقرار کرتا ہے اور اہمولاً چونکہ مؤتمن کا قول درباره واپسی امانت بلا شہادت قبول ہوتا ہے لہذا
زوجہ کا قول درباره ولادت بلا شہادت قبول ہونا چاہیئے لیکن مولود کا نسب بغیر شہادت
قابلہ ثابت نہیں ہوتا (درمختار)

اگر ایک شخص کی معتدہ بائنہ سے دوسرا شخص نکاح کرے تو بوجہ باطل ہونے نکاح ثانی کے معتدہ
کی اوس اولاد کا نسب جو تاریخ ابانت سے دو سال کے اندر اور تاریخ نکاح ثانی سے چھ ماہ کے اندر
پیدا ہو زوج اوّل ہی ثابت ہوگا۔ اور معتدہ مذکورہ کی اوس اولاد کا نسب جو تاریخ ابانت سے
دو سال بعد اور تاریخ نکاح ثانی سے چھ ماہ پورے ہونے پر پیدا ہو زوج ثانی سے ثابت ہوگا
اور اوسکی ایسی اولاد کا نسب جو تاریخ ابانت سے دو سال بعد اور تاریخ نکاح ثانی سے چھ ماہ کے اندر
پیدا ہو نہ زوج اوّل سے ثابت ہوگا نہ زوج ثانی سے ثابت ہوگا۔

اگر مفقود کی زوجہ نے دوسرے شخص سے نکاح کرلیا ہو اور اس نکاح کے بعد عورت مذکور کے
اولاد بھی پیدا ہوگئی ہو اوسکے بعد زوج اوّل یعنی مفقود آجائے تو اولاد مذکور کا نسب زوج
ثانی سے ثابت ہوگا (درمختار)

پانچویں فصل باندی کی اولاد کے نسب کے بیان میں

اگر کوئی شخص کسی کی باندی سے نکاح کرے اور اوسکو ایک طلاق رجعی یا بائن
دیدے اور بعد طلاق دیدینے کے اوس باندی کو خود خرید لے تو باندی مذکورہ کی اوس اولاد کا
نسب جو تاریخ خریداری سے چھ ماہ کے اندر پیدا ہو بلا دعا شخص مذکور سے ثابت ہوگا کیونکہ معلوم

ہوتا ہی کہ استقرار حمل یقیناً خریداری سے پہلے ہوا ہی اور اوس کی اوس اولاد کا نسب جو تاریخ
خریداری سے چھ ماہ بعد پیدا ہو بشرط ادعا شخص مذکور سے ثابت ہوگا کیونکہ یہ احتمال ہی کہ شاید
استقرار حمل بعد خریداری ہوا ہو لہذا وہ اولاد باندی کی اولاد ہوگی جس کا نسب آقا سے بشرط ادعا
ثابت ہوا کرتا ہی لیکن اگر شخص مذکور نے باندی کو دو طلاقین دیدی ہوں یا ایک طلاق قبل
دخول دیدی ہو تو باندی مذکورہ کی اوس اولاد کا نسب جو وقت طلاق سے دو سال کے اندر پیدا ہو
شخص مذکور سے بلا ادعا ثابت ہوگا کیونکہ ایسی باندی سے بر بناء ملک یمین بھی بلا حلالہ وطی کرنا
جائز نہیں ہوتا لہذا احتمال وطی بعد طلاق باقی ہی نہیں رہا پس لازماً یہی تصور ہوگا کہ وہ بوقت
طلاق حاملہ تھی (درمختار)

جس شخص نے اپنی باندی سے کہدیا ہو کہ اگر تیرے پیٹ میں بچہ ہی تو وہ میرا ہی تو باندی کی
اوس اولاد کا نسب جو ایسا کہنے کے چھ ماہ کے اندر پیدا ہو اور جس کی ولادت دائی کی شہادت سے
ثابت ہو بر بناء قول مذکور آقا سے ثابت ہوگا کیونکہ آقا کے ایسا کہنے کے بعد صرف ولادت
ثبوت طلب ہجاتی ہی جو بالاتفاق تنہا دائی کی شہادت سے ثابت ہوجاتی ہی اور باندی بعد ثبوت
ولادت آقا کی ام ولد ہوجائے گی اور اوس کی اوس اولاد کا نسب جو قول مذکور سے چھ ماہ بعد
پیدا ہو بلا ادعا آقا سے ثابت نہوگا اور نہ بلا ادعا آقا باندی مذکور آقا کی ام ولد ہوگی لیکن اگر
آقا نے باندی سے یہ کہا ہو کہ تو مجھسے حاملہ ہی تو اگر آقا نے اپنے اس قول کی خود نفی نکردی ہو
تو باندی مذکورہ کی اوس اولاد کا نسب جو قول مذکور کہنے سے دو سال کے اندر پیدا ہو آقا سے ثابت
ہوگا اور اوس کی ولادت کی بناء پر باندی مذکور آقا کی ام ولد ہوجائیگی (درمختار)

اگر ام ولد کا آقا فوت ہوجائے یا اوسکو آزاد کردے تو اوسکی اوس اولاد کا نسب جو وقت
وفات آقا یا وقت آزادی سے دو سال کے اندر پیدا ہو آقا سے ثابت ہوگا اور اوس کی اوس

اولاد کا نسب جو وقت وفات آقا یا وقت آزادی سے دو سال کے بعد پیدا ہو آقا سے ثابت نہوگا اور اگر کوئی شخص کسی متوفی کی ام ولد سے زمانہ عدۃ مین نکاح کرلے اور ام ولد مذکور کی ایسی اولاد کا ادعا جو وفات آقا سے دو سال کے اندر اور نکاح سے چھہ ماہ بعد پیدا ہو ورثاء آقا متوفی اور زوج دونون کرین تو بالاتفاق اوس اولاد کا نسب آقا متوفی سے ثابت ہوگا (درمختار)

باب سوم

بر بناء اقرار ثبوت نسب کے بیان مین

جو شخص ایسے لڑکے کی نسبت جو بلحاظ عمر اوس شخص کا فرزند ہوسکتا ہو اور جس کا نسب کسی اور سے ثابت نہو یہ اقرار کرے کہ یہ[1] میرا بیٹا ہی اور بعد اقرار مقر مرجائے تو وہ لڑکا مقر کا بیٹا قرار دیا جائیگا اور بناءً علیہ اگر وہ عورت جو اوس لڑکے کی مان ہو یہ کہی کہ مین مقر کی زوجہ ہون اور یہ لڑکا اوسکا بیٹا ہی تو اگر اوس عورت کا اوس لڑکے کی مان ہونا اور آزاد ہونا اور مسلمہ ہونا معروف و مشہور ہو تو استحساناً اوسکی زوجیت[2] مقر سے ثابت قرار دیجائیگی اور وہ لڑکا اور اوسکی ایسی مان دونون مقر کے وارث ہون گے اگرچہ لڑکے کی مان کی نسبت باقتضاء قیاس یہ نہین ہی کہ وہ بربناء

---

[1] مقدمہ مظفر الدین خان بنام تہور خان — مندرجہ مفید دکن جلد ۲ صفحہ ۵۳
" قاسم بیگم بنام محمد حسین — " آئین دکن جلد ۵ صفحہ ۲۵۷
" میر محمود علیخان بنام ولایت علیخان — " آئین دکن جلد ۱۵ صفحہ ۱۳۱
" محمد عظمت علیخان بنام الٰہی بیگم — " انڈین لا رپورٹ سلسلہ کلکتہ جلد ۸ صفحہ

[2] مقدمہ غلام رسول بنام غلام قادر — مندرجہ مفید دکن جلد ۷ صفحہ ۳۶
" سید جہانگیر حسین بنام مومن علی — " آئین دکن جلد ۲ صفحہ ۱۸۲
" مرزا کاظم علی بنام علی محمد — " آئین دکن جلد ۲ صفحہ ۱۱۶

اقرار مقر کی زوجہ قرار دیدی جائے کیونکہ نسب بنا بر نکاح فاسد و وطی بالشبہ و وطی ملک میں بھی ثابت ہوتا
ہے اور ان حالات میں مولود کی ماں کی زوجیت ثابت نہیں ہوتی لہذا قیاساً اقرار ولدیت ملزم
زوجیت مادر مقر لہ نہونا چاہیے لیکن فتویٰ استقرار زوجیت پر استحساناً اسوجہ سے دیا گیا کہ در اصل
ثبوت نسب کے واسطے نکاح صحیح موضوع ہے اور عادت بھی یہی ہے کہ بغرض بقا نسل نکاح صحیح کیا کرتے
ہیں رہی وراثت تو وہ تو استقرار زوجیت پر منحصر ہے اور اگر مقر لہ کی ماں کا مسلمہ ہونا یا آزاد ہونا
معروف و مشہور نہو یا ورثا مقر متوفی کا یہ ادعا ہو کہ وہ ہمارے مورث کی ام ولد ہے یا یہ کہ ہمارے
مورث کی زوجہ دوسری عورت تھی یہ باندی ہے یا یہ کہ بوقت وفات مورث یہ عورت کتابیہ
تھی تو اگر بوقت وفات مقر اوسکا مسلمہ ہونا معلوم نہو تو باوصف اسکے کہ مقر لہ کا نسب مقر سے ثابت
قرار دیا جائیگا اور مقر لہ وارث مقر ہوگا مگر اوس عورت کی زوجیت مقر لہ سے ثابت قرار نہ پائے
گی اور نہ یہ عورت مقر کی وارث ہوگی کیونکہ کسی شخص کا دارالاسلام میں موجود ہونا درباره دفع
غلامی اوسکے آزاد ہونیکی بادی النظر دلیل ہو سکتی ہے لیکن درباره استحقاق وراثت صرف
دارالاسلام کی موجودگی آزاد ہونیکی حجت نہیں ہو سکتی (درمختار)

نسب بذریعہ ایما و اشارہ بھی ثابت ہو جاتا ہے اگرچہ ایما و اشارہ کرنے والا گونگا نہو
یعنی بول سکتا ہو (عالمگیری)

سلہ مقدمہ روشن بی بنام روشن علیخان مندرجہ آئین دکن جلد ۱ صفحہ ۳۹۱

باب چہارم

اوس بچے کے نسب کے بیان مین جس کے نسب کی بابت زوجین مین اختلاف ہو

اگر ایسے بچے کی بابت جو صرف زوجہ کے قبضہ مین ہو زوجہ کہتی ہو کہ یہ میرا بیٹا ہی جو قبل از نکاح ثانی زوج اول کے صلب سے پیدا ہوا ہی اور زوج کہتا ہو کہ یہ میرا بیٹا ہی بعد نکاح ثانی میری صلب سے اور اس زوجہ کے بطن سے پیدا ہوا ہے تو اوس بچے کا نسب زوج ثانی سے ثابت قرار دیا جائیگا علی ہذا جو بچہ صرف زوج کے قبضہ مین ہو اور زوج کہتا ہو کہ یہ میرا بیٹا ہی میری دوسری زوجہ کے بطن سے ہے اور زوجہ کہتی ہو کہ یہ میرا بیٹا ہی اسی زوج کے صلب سے ہی تو قول زوج مقبول ہوگا زوجہ کے قول کی تصدیق نہ کیجائیگی۔ جو بچہ زوجین کے قبضہ مین ہو اور اوس کی بابت زوج کہتا ہو کہ یہ زوجہ کا بیٹا ہی جو اوسکے زوج اول کی صلب سے ہی اور زوجہ کہتی ہو کہ یہ میرا بیٹا ہی اور اسی زوج کے صلب سے ہی تو اوس بچہ کا نسب اسی زوج سے ثابت قرار دیا جائیگا (عالمگیری)

ایک مرد ایک عورت سے زنا کرے اور مزنیہ حاملہ ہو جائے مزنیہ سے بعد اوسکے حاملہ ہو جانیکے زانی نکاح کرے تو مزنیہ کی اوس اولاد کا نسب جو وقت نکاح سے چھ ماہ کے اندر پیدا ہو زانی سے ثابت نہوگا البتہ اگر زانی اوس مولود کے متعلق اپنی اولاد ہونے کا ادعا کرے اور یہ بات نہ کہے کہ یہ مولود زنا سے پیدا ہوا ہی تو اوس مولود کا نسب زانی سے ثابت قرار دیا جائیگا اور اگر وہ یہ کہکر اوس مولود کا ادعا کریگا کہ یہ مولود زنا سے میری اولاد ہی تو اوس مولود کا نسب اوس سے ثابت قرار ندیا جائے گا اور نہ وہ مولود اوسکا وارث ہوگا۔ اور جو اولاد

مزنیہ مذکورہ کے وقت نکاح سے چھ ماہ بعد پیدا ہوگی اوس اولاد کا نسب اوس مرد سے ثابت ہوگا اور اولاد مذکور اوسکی وارث ہوگی (عالمگیری)

جو بچہ کسی عورت کے قبضہ مین ہو اور اوس بچہ کی نسبت کسی مرد کو دعا ہو کہ وہ اس عورت سے بذریعہ نکاح میرا بیٹا ہے اور عورت کہتی ہو کہ یہ بچہ میرے بطن سے اس شخص کا بیٹا بذریعہ زنا ہے تو اوس بچے کا نسب اوس مرد سے ثابت نہوگا نہ وہ بچہ اوس مرد کا وارث ہوگا لیکن اگر وہ عورت ایسا کہنے کے بعد بھی یہ کہدے کہ وہ بچہ اسی مرد کا بذریعہ نکاح ہے تو بچے کا نسب اوس مرد سے ثابت قرار دیدیا جائیگا اور اس صورت مین وہ بچہ اوس مرد کا وارث بھی ہوگا (عالمگیری) واللہ اعلم بالغیب

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کتاب ثبوت النسب من فتاوی العثمانیۃ

الباب الاول

الفصل الاول۔ ثبوت النسب ثلث مراتب احدھا النکاح الصحیح وما ھو فی معناہ من النکاح الفاسد والحکم فیہا ان یثبت النسب من غیر دعوۃ ولا ینتفی بمجرد النفی وانما ینتفی باللعان والثانیۃ ام الولد والحکم فیہا ان یثبت النسب عن غیر دعوۃ وینتفی بمجرد النفی ما لم یقض القاضی بہ وانما یثبت نسب ولد ام الولد بدون الدعوۃ اذا کان یحل للمولی وطیہا والا کالمکاتبۃ وکذا لو حرم وطیہا علیہ بعد ذلک بوطی ابیہ او ابنہ او لو طیہ امہا او ابنتہا لم یثبت النسب ما تلد بعد ذلک الا بالدعوۃ والثالثۃ الامۃ اذا جاءت بولد لا یثبت النسب بدون دعوۃ وحکم المدبرۃ کحکم الامۃ (عالمگیری)

النسب کما یثبت بالنکاح الصحیح یثبت بالنکاح الفاسد والوطی بالشبہۃ وبملک الیمین (ھدایہ)

الفصل الثانی، اکثر مدۃ الحمل سنتان لخبر عائشۃؓ وعند ائمۃ الثلاثۃ اربع سنین واقلہا ستۃ اشہر اجماعاً (در مختار)

اجمعوا علی ان یعتبر مدۃ الحمل من وقت النکاح فی الصحیح (عالمگیری)

الباب الثانی

الفصل الاول - اذا تزوج الرجل امرأة فجاءت بولد لاقل من ستة اشهر منذ یوم تزوجها لم یثبت نسبه وان جاءت به بستة اشهر فصاعدا یثبت نسبه منه اعترف به الزوج او سکت وان جحد ولادة یثبت بشهادة امرأة واحدة تشهد بالولادة (عالمگیری)

اجمعوا علی ان المنکوحة اذا قالت ولدت منک فانکر الزوج یثبت الولادة بشهادة القابلة ویلاعن بنفیها (قاضیخان)

لو ولدت فاختلفا فقالت المرأة نکحتنی منذ نصف حول وادعی الاقل فالقول قولها بلا یمین وقال تحلف وبه یفتی والولد ابنه بشهادة الظاهر لها بالولادة من نکاح حملا لها علی الصلاح (درمختار)

ان تصادقا علی ان تزوجها منذ شهر لم یثبت نسبه منه فان اقامت البینة بعد التصادق علی زوجها ایاها منذ ستة اشهر فقبلت فی هذا الجواب صحیح مستقیم فیما اذا قام الولد البینة بعد ما کبر اما اذا کان قیام البینة حال صغر الولد فقد اختلف المشائخ قال بعضهم لا تقبل البینة ما لم ینصب القاضی خصما عن الصغیر وقال بعضهم لا حاجة الی هذا التکلف فالقاضی یسمع البینة من غیر ان ینصب عنه خصما (عالمگیری)

من قال ان تزوجت فلانة فهی طالق فتزوجها فولدت ولدا لستة اشهر من یوم تزوجها فهو ابنه وعلیه المهر اما النسب لانها فراشه ولانه لما جاءت بالولد بستة اشهر من وقت النکاح فقد جاءت لاقل منها من وقت الطلاق وکان العلوق قبله

فی حالة النکاح والتصور ثابت بان یزوجها وهو یخالطها فوافق الانزال النکاح والنسب یحتاط فی اثباته واما المهر فلانه لما ثبت النسب منه جعل واطیا حکما فتأکد المهر (هدایه)

نکح کافر مسلمة فولدت منه لایثبت النسب منه لانه نکاح باطل (درمختار)

رجل مسلم زوج بمحارمه فجئن باولاد یثبت نسب الاولاد منه عند ابی حنیفة خلافا لهما (عالمگیری)

الفصل الثانی یثبت نسب ولد المتوفی عنها زوجها ما بین الوفات وبین السنتین وقال زفر اذا جائت به بعد انقضاء عدة الوفاة لستة اشهر لایثبت النسب لان الشرع حکم بانقضاء عدتها بالشهور لتعین الجهة فصارت کما اقرت بالانقضاء کما بیناه فی الصغیرة الا انا نقول لانقضاء عدتها جهة اخری وهو وضع الحمل بخلاف الصغیرة لان الاصل فیها عدم الحمل لانها لیست بمحل قبل البلوغ وفیه شک واذا اعترفت المعتدة بانقضاء عدتها ثم جاءت بالولد لاقل من ستة اشهر یثبت نسبه لانه ظهر کذبها بیقین فبطل الاقرار وان جائت لستة اشهر لم یثبت لانا لم نعلم ببطلان الاقرار لاحتمال الحدوث بعده (هدایه)

یثبت نسب ولد المعتدة بموت او طلاق ان جحدت ولادتها بحجة تامة واکتفینا بالقابلة او حبل ظاهر او اقرار الزوج ولو انکر تعیینه تکفی شهادة القابلة اجماعا او یصدق بعض الورثة فیثبت فی حق المقرین وانما یثبت النسب فی حق غیرهم حتی الناس کافة ان تم نصاب الشهادة بهم والا یتم نصابها لا (درمختار)

الفصل الثالث یثبت نسب ولد معتدة رجعیة وان ولدت لاکثر من سنتین لاحتمال امتداد طهرها وعلوقها فی العدة ما لم تقر بمضی العدة والمدة تحتمله

وكانت الولادة رجعة لو في الاكثر منهما او لتمامها لعلوقها في العدة (درمختار)

الفصل الرابع يثبت نسب ولد المعتدة المبتوتة جاءت به لاقل منهما من وقت الطلاق لجواز وجوده في وقته ولم تقر بمضيها وان لتمامهما لا يثبت النسب الا بدعوته لانه التزمه والا اذا ولدت توأمين احدهما لاقل من سنتين والآخر لاكثر (درمختار)

[٢] علق طلاقها بولادتها لم تطلق بشهادة امرأة بل بحجة تامة خلافا لهما ولو اقر المعلق مع ذلك بحبل وكان ظاهرا طلقت بالولادة بلا شهادة لاقراره بذلك اما النسب لا يثبت بدون شهادة القابلة (درمختار)

[٣] لو تزوجت معتدة بائنة فولدت لاقل من سنتين مذ بانت ولاقل من الاقل مذ تزوجت فالولد للاول لفساد النكاح الآخر ولو لاكثر منهما مذ بانت ولنصف حول مذ تزوجت فالولد للثاني ولو لاقل من نصفه لم يكن للاول ولا للثاني (درمختار)

[٤] غاب عن امرأته فتزوجت بآخر وولدت اولادا ثم جاء الزوج الاول فالاولاد للثاني (درمختار)

الفصل الخامس [١] نكح امة فطلقها فاشتراها فولدت لاقل من نصف حول مذ شراها لزمه والا لا الا المطلقة قبل الدخول والمبانة بسنتين فمذ طلقها لكن في البائنة بسنتين فاقل (درمختار)

[٢] قال لامته ان كان في بطنك ولد فهو مني فشهدت امرأة بالولادة فهي ام ولده اجماعا ان جاءت لاقل من نصف حول من وقت مقالته وان لاكثر منه لا ولو قال هذه حامل مني يثبت نسبه الى سنتين حتى ينفيه (درمختار)

[٣] مات عن ام ولده او اعتقها فولدت لدون سنتين لزمه ولاكثر لا ولو تزوجت في العدة فولدت لسنتين من عتقه او موته ولنصف حول فاكثر مذ تزوجت فادعياه معا كان للمولى لتحقق كونها معتدة (درمختار)

الباب الثالث

قال لغلام هو ابني ومات المقر فقالت امه المعروفة بحرية الاصل وبالاسلام وبانها ام الغلام انا امرأته وهو ابنه يرثانه استحسانا فان جهلت حريتها او امومتها لم ترث فقال ورثته انت ام ولد ابي وكنت نصرانية وقت موته ولم يعلم اسلامها وقته او قال كانت له زوجة وهي امة لا ترث (در مختار)

النسب يثبت بالايماء مع قدرته على النطق (عالمگیری)

الباب الرابع

رجل تحته امرأة وفي يدها ولد فالولد ليس في يد الزوج فقالت المرأة تزوجتني بعد ما ولدت هذا الولد من زوج قبلك فقال الزوج لا بل ولدته في ملكي فهو ابن الزوج ولو كان الولد في يد الزوج دون المرأة فقال هو ابني من غيرك فقالت هو ابني منك فالقول قول الزوج لا تصدق المرأة واذا كان الولد في يدي رجل وامرأة فقال الزوج هذا الولد من زوج كان لك من قبلي وقالت المرأة بل هو منك فهو منه (عالمگیری)

لو زنى بامرأة فحبلت ثم تزوجها فولدت ان جاءت به لستة اشهر فصاعدا يثبت نسبه وان جاءت به لاقل من ستة اشهر لم يثبت نسبه الا ان يدعيه ولم يقل انه من الزنا اما ان قال انه مني من الزنا لا يثبت نسبه ولا يرث منه (عالمگیری)

صبي في يد امرأة قال رجل للمرأة هذا ابني منك من نكاح وقالت هو ابنك مني من الزنا لم يثبت نسبه منه وان قالت بعد ذلك هو ابنك من نكاح يثبت نسبه منهما (عالمگیری)

والله اعلم بالصواب

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کتاب اللقیط واللقطہ

لقیط اور لقطہ لغت مین اوس چیز کو کہتے ہین جو زمین پر غیر محفوظ پڑی ہو اور وہ اوٹھ
لیجائے اور اصطلاح فقہی مین لقیط اوس بچہ کو کہتے ہین جس کے لوگون نے بوجہ تنگدستی یا تہمت
زنا سے بچنے کی غرض سے پھینکدیا ہو اور اوسکو کوئی اوٹھالے اور لقطہ اوس مال کو کہتے ہین
جو غیر محفوظ پایا جائے اوسکا مالک معلوم نہو اور اوسکا لے لینا مثل مال کے مباح نہو اوسکو کوئی
اوٹھالے (درمختار صفحہ ۳۹۷ و ۳۹۸)

لقیط یا لقطہ لے کے اوٹھا لینے والے کو ملتقط کہتے ہین اور لقیط کے اوٹھا لینے کو التقاط
کہتے ہین لقیط کا ضائع کردینے والا یعنی غیر محفوظ پڑا ہوا دیکھنے کے بعد اوسکو نہ اوٹھانیوالا گنہگار
ہوتا ہے اور اوٹھا لینے والیکو ثواب ہوتا ہے جو شخص لقیط یا لقطہ کو ایسی حالت مین پڑا دیکھے کہ اوس
حالت مین پڑا رہنے کی صورت مین اوسکی ہلاکت کا گمان غالب ہو تو اوسپر اوسکا اوٹھا لینا واجب
ہوتا ہے کیونکہ جان و مال مسلم کی حفاظت واجب ہے اور اگر لقیط کو ایسی حالت مین پڑا ہوا دیکھے کہ
اوسکی ہلاکت کا اندیشہ نہو تب بھی اوسکا اوٹھا لینا مستحب ہے کیونکہ اوٹھا لینے مین بچہ پر شفقت ہے اور
اوس کی جان کا بچانا ہے بچہ پر شفقت کرنا افضل اعمال ہے اور ایسے بچے کی جان بچانا احسن فعل

من احیاھا فکانما احیی الناس جمیعا جملہ انسانون کی جان بچانیکی برابر ہے (درمختار صفحہ ۳۹۹)

اور جو شخص لقطہ کو پڑا ہوا دیکھے اگر اوسکو اپنے نفس پر بھروسہ ہو اوسکو اوسکا اوٹھا لینا مالک لقطہ کیواسطے مستحب ہے اور اگر اوسکو اپنے نفس پر بھروسہ نہو تو اوسکے واسطے یہی بہتر ہے کہ لقطہ کو اوسی جگہ جہان وہ پڑا ہے پڑا رہنے دے (درمختار صفحہ ۳۹۹)

اگر لقیط دار الاسلام مین مسلمانون کے شہر یا قصبہ مین پایا جائے تو وہ آزاد مسلمان متصور ہوگا کیونکہ دار الاسلام کے ہر انسان کے متعلق آزاد و مسلم ہونیکا قیاس ہوتا ہے تاآنکہ اوسکے خلاف ثابت نہو پس جب تک کوئی شخص بمقابلہ ملتقط لقیط کا غلام ہونا ثابت نکردے لقیط آزاد و مسلم متصور ہوگا (درمختار صفحہ ۳۹۹)

اگر لقیط کفار کے شہر یا قصبہ مین پایا جائے یا کفار کے عبادت خانہ مین پایا جائے اور اوسکا ملتقط بھی ذمی ہو تو لقیط بھی ذمی متصور ہوگا لیکن اگر اوسکا ملتقط مسلمان ہو تو یہ مسئلہ مختلف فیہ ہے کہ ایسا لقیط ذمی متصور ہوگا یا مسلمان (ہدایہ ج ۱ صفحہ ۵۹۲)

لقیط کے جسم پر یا اوسکے نیچے یا اوسکے اوپر یا اوسکے نزدیک یا اوس دابہ پر جسپر لقیط پایا جائے جو مال پایا جاتا ہے وہ مال باعتبار ظاہر حال لقیط کا ملک ہوتا ہے اور ملتقط اوس مال کو لقیط پر خرچ کرسکتا ہے لیکن بعض علماء کے نزدیک ملتقط کو وہ مال لقیط پر خرچ کرنے کیواسطے قاضی کی اجازت ضروری ہے اور بعض علما کے نزدیک اجازت قاضی کی ضرورت نہین ہوتی کیونکہ ملتقط کو لقیط کا مال لقیط کے خورونوش و پوشش مین خرچ کرنیکی ولایت حاصل ہوتی ہے البتہ ملتقط کو لقیط کے نکاح کردینے کی ولایت حاصل نہین ہوتی کیونکہ ولایت نکاح حاصل ہونیکے فقط تین اسباب ہین (۱) قرابت (۲) مالکیت (۳) سلطنت ملتقط کو لقیط پر ان اسباب سہ گانہ مین سے کسی سبب کے ذریعہ سے بھی ولایت حاصل نہین ہوتی۔ نہ ملتقط کو لقیط کے مال کی خرید و فروخت کی و لایت

حاصل ہوتی ہی البتہ مال ہو ہو یہ بحق لقیط پر قبضہ کر لینے کی ولایت حاصل ہوتی ہی بہرحال ملتقط کو
کارہائے مقید بحق لقیط کرنیکی ولایت حاصل ہوتی ہی چنانچہ ملتقط کو یہ اختیار ہوتا ہے کہ لقیط کو
تعلیم علوم یا صنعت سیکھنے کیواسطے کسی اوستاد کے سپرد کرے یا کسی مدرسہ مین داخل کرے اور
لقیط سے مزدوری یا نوکری کرانا گو جائز ہی مگر بکراہت (ہدایہ ج ۲ صفحہ ۵۹۳)

اگر ملتقط لقیط کا التقاط ثابت کر دے اور یہ کہ لقیط کے پاس کچھ مال نہین ہی اور اوسکے
کوئی قرابتدار بھی نہین تو لقیط کے اخراجات خورونوش و پوشش و مکان مسکونہ وغیرہ سب بیت المال سے
کئے جائینگے حتی کہ لقیط مرد ہو اور سلطان اوسکا نکاح کر دے تو منکوحہ کا مہر بھی بیت المال سے
ادا کیا جائیگا اور اگر لقیط سے خیانت صادر ہو تو اوسکی دیت بھی بیت المال سے ادا کیجائیگی
اور اگر لقیط کا متروکہ بھی (بصورت عدم موجودگی وارث شرعی) بیت المال مین داخل ہو گا
کیونکہ بار بمقابل نفع ہوتا ہی اور اگر لقیط کا کچھ مال ہو تو اوسکے اخراجات اوس مال سے کئے جائینگے
اور اگر کوئی قرابتدار ہو تو وہ ذمہ دار اخراجات لقیط قرار دیا جائیگا (درمختار صفحہ ۳۹۷)

کسی شخص کو حتی کہ سلطان کو بھی یہ حق نہین ہوتا کہ لقیط کو از راہ زبردستی ملتقط سے
چھین لے لیکن نہر الفائق مین ہی کہ اگر کوئی وجہ موجہ ہو مثلاً یہ کہ ملتقط حفاظت لقیط کا اہل نہو تو
سلطان لقیط کو ملتقط سے از راہ زبردستی لے سکتا ہی لیکن ایسا کرنا سلطان کو مناسب نہین
پس اگر کوئی شخص لقیط کو ملتقط سے از راہ زبردستی چھین لے تو لقیط ملتقط کو واپس دلا دیا جائیگا
لیکن اگر ملتقط بخوشی خاطر لقیط کو کسی شخص کو دیدے تو پھر شخص مذکور سے ملتقط کو واپس نہ دلایا جائیگا
کیونکہ ملتقط نے خود اپنا حق باطل کر دیا (درمختار صفحہ ۳۹۷)

اگر کسی لقیط کے دو ملتقط ہون یعنی دو شخصون نے اوسکو غیر محفوظ پڑا ہوا پایا ہو اور دونون نے
اوٹھا لیا ہو اور وہ دونون لقیط کے لینے مین نزاع کرین تو اگر دونون مساوی الحال ہون یعنی دونون

مسلمان ہون یا دونون کافر ہون تو قاضی کو اختیار ہوتا ہی کہ حسب صوابدید اونمین سے جس کو مناسب سمجھے دلادے اور اگر اون دونون مین ایک مسلمان اور ایک کافر ہو تو قاضی مسلمان کو دیگا کیونکہ لقیط کا فائدہ اسی مین ہی تا کہ لقیط بھی مسلمان ہو (درمختار صفحہ ۳۹۷)

اگر ملتقط لقیط کے نسب کا ادعا کرے یعنی اولاً کوئی شخص کسی بچہ کو اپنا لقیط بیان کرے اور اوسکے بعد اوسی بچہ کو اپنا ولد بیان کرے تو اوس بچہ کا نسب قیاساً و استحساناً ہر طرح اوس شخص سے ثابت قرار دیا جائیگا اور اگر ملتقط کے سوا کوئی اور شخص لقیط کے نسب کا ادعا کرے اور ملتقط مدعی نسب لقیط نہو تو استحساناً لقیط کا نسب مدعی سے ثابت قرار دیا جائیگا کیونکہ ادعاء مدعی مفید بحق لقیط ہی کہ وہ مشرف بہ نسب صحیح ہو جاتا ہی گو قیاس اسکا مقتضی نہین کیونکہ اس سے ابطال حق ملتقط ہوتا ہی اسوجہ سے بعض علماء کے نزدیک ایسے شخص کے ادعا سے ملتقط کا حق باطل نہین ہوتا اور بعض علماء کے نزدیک باطل ہو جاتا ہی کیونکہ باپ بمقابلہ اجنبی بچہ کا زیادہ تر مستحق ہوتا ہی اور اگر ملتقط کے مدعی نسب نہو تو اس کی صورت مین دو شخص یکے بعد دیگرے لقیط کے نسب کا دعوی کرین تو جس شخص نے پہلے دعوی کیا ہی لقیط کا نسب اوس سے ثابت قرار دیا جائیگا اور اگر دونون ایک ساتھ دعوی کرین اور اونمین سے ایک تل وغیرہ کی نشانیان لقیط کے جسم کی بیان کرے اور وہ نشانیان لقیط کے جسم پر پائی جائین تو لقیط کا نسب اوسی سے ثابت قرار دیا جائیگا اور اگر اون دونون مین سے ایک آزاد اور ایک غلام ہو تو لقیط کا نسب آزاد سے ثابت قرار دیا جائیگا یا اگر اون دونون مین سے ایک کافر ہو اور ایک مسلم ہو تو لقیط کا نسب مسلم سے ثابت قرار دیا جائیگا اور اگر دونون مدعیان نسب لقیط ہر طرح مساوی ہون تو لقیط کا نسب دونون سے ثابت قرار دیا جائیگا جیسا مشترکہ باندی کے لڑکا نسب دونون شرکا سے ثابت قرار دیا جاتا ہی جبکہ دونون شرکا مدعی نسب ہوتے ہین (ہدایہ صفحہ ۵۹۰)

اگر ایسے لقیط کے نسب کا جو مسلمانون کے شہر یا قصبہ مین پایا گیا ہو ذمی ادعا کرے
تو اوسکا نسب ذمی سے ثابت قرار دیا جائیگا لیکن لقیط چونکہ مسلمانون کی شہر یا قصبہ مین پایا
گیا ہی اسلئے مسلمان متصور ہوگا لہذا ذمی کا دعوی نسب جو مفید بحق لقیط ہی صحیح تسلیم کیا جائیگا
اور دربارہ کفر اوسکا دعوی جو مضر بحق لقیط ہی صحیح تسلیم نکیا جائیگا (ہدایہ ج۲ صفحہ ۵۹۲)

اگر کوئی شخص لقطہ کو اوٹھالے اور پھر اوسی جگہہ ڈالدے جہان سے اوٹھایا تھا
تو شخص مذکور پر ضمان عاید نہوگا (درمختار صفحہ ۳۹۹)

اگر ملتقط لقطہ کے اوٹھانیکے وقت اس امر پر گواہ کرلے وہ لقطہ کو اوس کے مالک کے
واسطے اوٹھاتا ہی تو لقطہ اوسکے قبضہ مین امانت ہوگا یعنی اگر بلا تعدی اوسکے قبضہ مین
ہلاک ہوجائے تو اوسپر ضمان عاید نہوگا۔ گواہ کرنے کے واسطے ملتقط کا لوگون سے یہ کہنا
کافی ہی کہ جس کسی کو گمشدہ چیز کی تلاش کرتے ہوے پاؤ اوسکو میرے پاس بھیجدو۔
ملتقط پر لازم ہوتا ہی کہ اوس جگہہ جہان سے لقطہ اوٹھایا تھا اور جہان لوگون کا مجمع ہوتا ہی
خود منادی کرتا ہی کہ مجھے ایک چیز ملی ہی جس کے مالک کو مین نہین جانتا اوس کا مالک
میرے پاس آئے اور اوسکی نشانی مجھے بتلائے۔ اور اگر ملتقط ایسی منادی خود نکرسکے تو
کسی دوسرے کے ذریعہ سے کرا سکتا ہی اور اگر ملتقط نے لقطہ کے اوٹھانے کیوقت اس امر پر
گواہ نکئے ہون کہ مین اوسکو اوسکے مالک کے واسطے اوٹھاتا ہون یا اوسکی منادی نکی ہو
اور نہ منادی کسی اور کے ذریعہ سے کرائی ہو اور وہ لقطہ اوسکے قبضہ مین ہلاک ہوجائے اور
مالک لقطہ کو اس امر سے انکار ہو کہ ملتقط نے لقطہ مالک کے واسطے اوٹھایا تھا تو امام صاحب کے
نزدیک ملتقط پر ضمان عائد ہوگا اور صاحبین رح کے نزدیک ملتقط کا قول
مع القسم کہ مینے مالک کے واسطے اوٹھایا تھا قبول ہوگا

جسکا نتیجہ یہ ہی کہ اوسپر ضمان عائد ہوگا فتویٰ صاحبین کے قول پر ہو (غایۃ الاوطار ج ۲ صفحہ ۵۱۳)
ملتقط کو لقطہ کے متعلق خواہ وہ قلیل ہو یا کثیر ہو اور خواہ وہ ایسی جگہہ ملا ہو جہان مردم فرو ہوتا
مجمع ہوتا ہی جیسے حرم مکۂ معظمہ ایام حج مین ہوتا ہی اور خواہ ایسی جگہہ ملا ہو جہان مسافر کم
آتے ہون جیسے محلہ کی مسجد لقطہ کی اوسوقت تک منادی کرنا چاہیئے جب اوسکو یقین
ہوجائے کہ اب مالک نے اوسکی تلاش چھوڑدی ہوگی مدت منادی کے متعلق اگرچہ مختلف
اقوال ہین مگر ظاہر الروایت مین ایک سال ہی اور یہ کہ ملتقط کو ہر جمعہ کے روز یا ہر مہینے مین ایکبار
یا ہر ششماہی مین ایک بار کرنا چاہیٔ اقوال مختلف ہین بہرحال اتنی مرتبہ اور اس طرح منادی
کرنا لازم ہی کہ تشہیر عام ہوجائے (درمختار صفحہ ۲۹۹)

اس امر کے یقین ہوجانے کے بعد کہ اب مالک لقطہ نے اوسکی تلاش چھوڑدی ہوگی اگر
بنظر حالت لقطہ یہ یقین ہو کہ وہ کسی ذمی کا مال ہوگا تو لقطہ کو بیت المال مین رکھدینا چاہیٔ
اور اگر ایسا نہو اور ملتقط فقیر ہو تو ملتقط کو لقطہ سے انتفاع حاصل کرنا جائز ہوتا ہی اور اگر ملتقط
غنی ہو تو اوسکو لقطہ کا فقرا پر تصدق کردینا جائز ہوجاتا ہی اگرچہ فقرا ملتقط کے اصول یا
فروع یا زوجات و ازواج ہون پس اگر ملتقط غنی کے لقطہ کو تصدق کردینے کے بعد
مالک لقطہ آئے تو اوسکو اختیار ہوگا کہ چاہے ملتقط کے تصدق کردینے کو جائز قرار دے
اس صورت مین ثواب تصدق کا مستحق مالک لقطہ ہوگا اور چاہی ملتقط سے ضمان پہلے لے
اگرچہ ملتقط نے باجازت قاضی تصدق کیا ہو کیونکہ تصدق مال غیر کا کسی کو حتی کہ قاضی کو
بھی اختیار نہین ہوتا اور چاہی اوس فقیر سے ضمان لیلے جسکو ملتقط نے لقطہ بطور تصدق
دیا ہو اور مالک لقطہ ملتقط یا فقیر متصدق علیہ مین سی جس کسی سے ضمان لیلے گا اوسکو دوسرے
سے رقم ضمان کے حصول کرنیکا حق نہوگا لیکن اگر لقطہ بعینہٖ ملتقط یا فقیر متصدق علیہ کے پاس

موجود ہو تو مالک کو فقط لقطہ کے واپس لے لینے کا حق ہوگا ضمان لینے کا حق نہوگا (درمختار صفحہ ۳۹۹)

بجز اسکے کہ مالک لقطہ نے ملتقط کو انعام یا اجرت دینے کا اشتہار دیا ہو کہ اس صورت مین تو ملتقط اجرت مثل پانیکا مستحق ہوگا ورنہ اور کسی صورت مین ملتقط مالک لقطہ یا لقیط کے باپ وغیرہ سے کسی انعام یا اجرت لینے کا مستحق نہوگا (درمختار صفحہ ۳۹۹)

ملتقط لقطہ کی حفاظت یا لقیط کی حفاظت و خوراک وغیرہ مین جو کچھ خرچ کرے گا وہ منجانب ملتقط تبرع ہوگا لقطہ کے مالک یا لقیط کے باپ وغیرہ سے اوسکے وصول کرنیکا حق نہوگا لیکن اگر قاضی سے ملتقط نے لقطہ یا لقیط پر خرچ کرنیکا اذن اس شرط [illegible] لقطہ کے مالک یا لقیط کے باپ سے لے لینا تو ملتقط بربنا اس حکم کے جو کچھ خرچ [illegible] مالک لقطہ یا لقیط کے باپ وغیرہ کے ذمہ دین ہوگا اس صورت مین ملتقط کو اختیار ہے [illegible] لقطہ یا لقیط کو بغرض وصولیابی خرچہ مذکور روک رکھے پس اگر ملتقط نے لقطہ یا لقیط [illegible] وصولیابی خرچہ روک رکھا ہو اور وہ ہلاک [illegible] تو مالک لقطہ یا لقیط کے باپ وغیرہ کے ذمہ سے خرچہ مذکور کا دین ساقط ہو جائیگا لیکن بغرض وصولیابی خرچہ روکنے کے قبل اگر لقطہ یا لقیط بقبضہ ملتقط ہلاک ہو جائے تو مالک لقطہ یا لقیط کے باپ وغیرہ کے ذمہ سے دین مذکور ساقط نہوگا اگر لقطہ کرایہ پر چلانے کی قابل چیز ہو تو ملتقط اوسکو بحصول اجازت قاضی کرایہ پر چلا کر اوسکی آمدنی سے اوسکے اخراجات کرسکتا ہے اور اگر وہ کرایہ پر چلانیکی قابل چیز نہو تو قاضی کو بحیثیت ولایت حفاظت مال غائب یہ حکم دینے کا بھی اختیار ہوتا ہے کہ ملتقط خرچ کرے اور خرچہ مالک لقطہ یا لقیط کے باپ وغیرہ سے وصول کرلے اور لقطہ کے فروخت کردینے کا بھی اختیار ہوتا ہے کہ لقطہ کو بیع کرکے اوسکا ثمن اوسکے مالک کے واسطے محفوظ کرلے (درمختار [illegible])

ملتقط ایسے شخص کو جو اس امر کا مدعی ہو کہ لقطہ اوسکا مال ہے یا لقیط اوسکا ولد وغیرہ ہے

لقطہ یا لقیط کے دیدینے پر مجبور نکیا جائیگا تا وقتیکہ ملتقط اوسکے دعوی کی تصدیق نکرے یا مدعی اپنے دعوے کو بذریعہ شہادت ثابت نکردے اگر مدعی لقطہ یا لقیط کی نشانی بیان کرے اور وہ صحیح ہو تب ملتقط کو اختیار ہو جائز ہوتا ہی کہ لقطہ یا لقیط شخص مذکور کے حوالہ کردے لیکن اس صورت مین بھی ملتقط تا آنکہ دعوی مدعی بذریعہ شہادت ثابت نکردیا جائے لقطہ یا لقیط کو حوالہ مدعی کردینے پر مجبور نہین کیا جاسکتا اور جملہ صورتون مین ملتقط کو مدعی سے کفیل لینے کا اختیار ہوتا ہی (درمختار صفحہ ۴۰۰)

اگر کوئی شخص جس کے ورثہ معلوم نہون کسی دوسرے کے مکان مین مرجائے تو متوفی کا متروکہ اگر قلیل ہو تو وہ بحکم لقطہ اور صاحب مکان ملتقط کے حکم مین ہوتا ہی اور اگر متروکہ کثیر ہو تو وہ بیت المال کا حق ہوتا ہی۔ اگر کوئی شخص جنگل وغیرہ مین بحالت سفر مرجائے تو اوسکے ہم سفر ساتھی کو جائز ہوتا ہی کہ اوسکا مال و اسباب و سواری وغیرہ فروخت کردے اوران چیزونکا ثمن اوسکے ورثہ کو پہنچادے (درمختار صفحہ ۴۰۰) واللہ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب فقط،

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کتاب الاوقاف

باب اوّل

وقف کی تعریف اور اوس کے جواز و عدم جواز رکن غرض وغیرہ کے بیان مین

وقف کے لغوی معنی حبس کرنیکے ہین اور اصطلاح شرع شریف مین امام صاحبؒ کے نزدیک کسی جائداد کے ملک واقف مین حبس کرنے اور اوسکی منفعت کے تصدق کرنیکو وقف کہتے ہین (عینی علی الکنز صفحہ ۳۴۴) اور صاحبینؒ کے نزدیک کسی جائداد کے ملک اللہ تعالیٰ مین حبس کرنے اور اوسکی منفعت کو اپنے پسند خاطر کام مین صرف کرنیکو وقف کہتے ہین) فتوی صاحبینؒ کے قول پر ہے (درمختار صفحہ ۴۱۱)

صحیح ترین قول یہ ہے کہ امام صاحبؒ کے نزدیک وقف جائز ہے مگر عاریت کی طرح غیر لازم ہوتا ہے یعنی جیسے معیر کو جسوقت اوسکا جی چاہے عاریت کے فسخ کر دینے کا اختیار ہوتا ہے ایسے ہی واقف کو جب اوسکا جی چاہے وقف کے فسخ کر دینے کا اختیار ہوتا ہے (عینی علی الکنز صفحہ ۳۴۴)

کیونکہ امام صاحبؒ کے نزدیک بجز صور تہائے ذیل کے واقف کی ملکیت جائداد موقوفہ پر سے زائل نہین ہوتی نہ وقف لازم ہوتا ہی البتہ صور تہائے ذیل مین وقف لازم ہو جاتا ہی واقف کو اوسکے فسخ کرنیکا اختیار باقی نہین رہتا جائداد موقوفہ پر سے واقف کی ملکیت زائل ہو جاتی ہی

(۱) یہ کہ واقف کسی قطعہ اراضی یا مکان کو مسجد قرار دیکر اوسکو اور اوسکے راستہ کو اپنی ملک سے علیحدہ و ممیز کر دے اور اوسمین عامۃ المسلمین کو نماز پڑھنے کی اجازت دیدے (درمختار صفحہ ۲۱۲)

(۲) یہ کہ جائداد موقوفہ کے موقوفہ ہونیکا قاضی فیصلہ کر دے کیونکہ مسئلہ لزوم وقف مجتہد فیہ ہی اور مسائل مجتہد فیہ مین فیصلہ قاضی نافذ ہو جاتا ہی

(۳) یہ کہ کسی جائداد کے وقف کو واقف نے اپنی وفات پر معلق کیا ہو اور وہ جائداد متروکہ واقف کے ایک تہائی کی برابر ہو یا کم ہو تو پوری جائداد موقوفہ کا وقف لازم ہو جاتا ہے اور اگر وہ جائداد متروکہ واقف کے ایک تہائی سے زاید ہو تو اوسمین سے اوتنی جائداد کا وقف لازم ہو جاتا ہی جتنی متروکہ واقف کے ایک تہائی کی برابر ہوتی ہی

(۴) یہ کہ واقف کسی جائداد کو باین الفاظ وقف کرے کہ میری زندگی تک اور میرے مرجانیکے بعد ہمیشہ کو وقف ہی تو وہ جائداد واقف کی زندگی تک نذر بالتصدق رہتی ہی اور وفات کے مرجانیکے بعد اوسکا وقف لازم ہو جاتا ہی اگر وہ ثلث متروکہ واقف کی برابر یا اوس سے کم ہوتی ہی اور اگر وہ ثلث متروکہ واقف سے زیادہ ہوتی ہی تو اوسکے اوتنے حصّہ کا وقف لازم ہو جاتا ہی جتنا ثلث متروکہ واقف کی برابر ہوتا ہی (درمختار صفحہ ۲۱۲)

لاکن محیط شمس الائمہ حلوائی مین اور طحاوی اسبیجابیؒ مین ہی کہ امام صاحبؒ اور زفرؒ کے نزدیک بجز اوس وقف کے جس کے وقف کیجانیکی واقف نے وصیت کی ہو اور کوئی وقف صحیح و لازم

نہین ہوتا (عینی علی الکنز صفحہ ۲۴۴)

اور صاحبینؒ کے نزدیک ہر وقف خواہ واقف نے اپنی زندگی مین وقف کر دیا ہو یا مر جانیکے بعد وقف کیجانیکی وصیت کی ہو اور خواہ جائداد موقوفہ کے موقوفہ ہونیکا قاضی نے فیصلہ کر دیا ہو یا نکیا ہو لازم ہوتا ہی اور بعد وقف کر دینے کے جائداد موقوفہ پر سے بہر حال ملکیت واقف زائل ہو جاتی ہی عامہ علماء کا فتویٰ صاحبینؒ کے قول پر ہی (عینی علی الکنز صفحہ ۲۴۴)

لیکن صاحبینؒ مین بھی باہم اسقدر اختلاف ہے کہ محمدؒ کے نزدیک لزوم وقف کیواسطے جائداد موقوفہ کا قبضہ مین دیا جانا ضرور ہی کیونکہ اونکے نزدیک وقف تصدق ہوتا ہے جس کے پورا ہونے کیواسطے قبضہ لازم ہوتا ہی مگر چونکہ وقف اللہ تعہ کیواسطے ہوتا ہی جو ہر چیز کا مالک و قابض ہی اور اللہ تعہ کے قبضہ کا تحقق بجز اسکے ہو نہین سکتا کہ یا بالضمن قبضہ متولی وقف یا بذریعہ علحدگی و امتیاز جائداد موقوفہ ہو لہذا تاوقتیکہ جائداد موقوفہ کا کسیکو متولی مقرر کرکے جائداد موقوفہ اوسکے تفویض نکر دیجائے محمدؒ کے نزدیک نہ وقف لازم ہوتا ہی نہ جائداد موقوفہ پر سے ملک واقف زائل ہوتی ہی البتہ طرق تفویض بلحاظ مناسبت وقف جداگانہ ہوتے ہین مثلاً مسجد کیواسطے اوسکے راستہ کا اپنی مملوکہ جائداد سے علیحدہ و ممیز کر دینا اور اوس مین عامۃ المسلمین کو نماز پڑھنے کی اجازت دیدینا تفویض متصور ہوتی ہی لہذا مسجد مین کسیکے نماز پڑھ لینے سے مسجد کا وقف لازم ہو جاتا ہی اور اوسپر سے ملکیت بانی مسجد زائل ہو جاتی ہی اور مدرسہ یا مسافرخانہ وغیرہ کیواسطے کسیکو اوسکا متولی مقرر کرکے اوسکے حوالہ کر دینا تفویض متصور ہوتی ہی علماء بخارا کا فتویٰ بھی محمدؒ کے قول پر ہی اور اونکا قول آثار صحابہؓ سے زیادہ تر موافق ہی (عینی علی الکنز صفحہ ۲۴۴)

اور ابو یوسفؒ کے نزدیک مجرد ایجاب وقف وقف لازم ہو جاتا ہی اور جائداد موقوفہ پر سے ملکیت واقف زائل ہو جاتی ہی کیونکہ اونکے نزدیک مثل اعتاق (غلام یا باندی کو آزاد کرنا)

وقف اسقاط ملک ہوتا ہی جس کیواسطے قبضہ کیضرورت نہین ہوتی (عینی علی الکنز صفحہ ۳۴۳)

اسی اختلاف کی بناء پر محمدؒ کے نزدیک مشاع قسمت پذیر کا وقف جائز نہین اور ابو یوسفؒ کے نزدیک جائز ہوتا ہی لیکن مشاع غیر قسمت پذیر کا وقف باتفاق صاحبینؒ جائز ہوتا ہی البتہ مسجد و قبرستان کا شیوع بالاتفاق مانع جواز وقف ہوتا ہی کیونکہ مسجد و قبرستان اجارہ پر نہین دیجا سکتے اور یہ امر نہایت بدنما ہی کہ بطور مہایاۃ ایک قطعہ اراضی مین ایکسال مردے دفن ہون اور دوسرے سال اوسی قطعہ اراضی مین زراعت ہو اور یہ تو بیحد قبیح امر ہی کہ ایک قطعہ اراضی کچھ عرصہ تک بطور مسجد رہی لوگ وسپر نماز پڑہین اور کچھ عرصہ تک وہی قطعہ اراضی بطور اصطبل رہی اوسمین گدھے لوٹا کرین بخلاف دوسرے اوقاف کے کہ وہ اجارہ پر دیجا سکتے ہین اور اونکی آمدنی تقسیم کیجا سکتی ہی۔

امام صاحبؒ کے نزدیک تو مشاع موقوفہ تقسیم کیا ہی نہین جا سکتا خواہ شریک مالک ہو اور خواہ وہ بھی واقف ہو بلکہ شرکا بطور مہایاۃ اوس سے نوبت بنوبت منتفع ہونگے اور مابین مستحقین وقف تو بالاتفاق تقسیم ممنوع ہی کیونکہ ونکا حق فقط منفعت جائداد موقوفہ مین ہوتا ہی عین جائداد مین نہین ہوتا (عینی علی الکنز صفحہ ۳۴۶)

چنانچہ اگر دو مستحقین سکونت وقف مین سے ایک اسطرح رہتا ہو کہ دوسرے کو سکونت کیواسطے کافی جگہہ نہ ملے تو اس دوسرے کو تقسیم کرانے جائداد کا حق نہوگا نہ کرایہ لینے کا حق ہوگا اور بلا فیصلہ قاضی مہایاۃ بھی قایم نکرا سکیگا۔ البتہ اگر اونمین سے ایک از راہ زبردستی پوری جائداد کو استعمال کریگا تو دوسرا اوس سے کرایہ لینے کا مستحق ہو جائے گا اگرچہ وہ جائداد نہین دونون کی سکونت کیواسطے وقف ہو (درمختار صفحہ ۴۱۳)

اور صاحبینؒ کے نزدیک قاضی کو جائداد مشاع موقوفہ کو اوسکے شرکا سے تقسیم کرلینے کا

حق ہوتا ہی تمام ازینکہ شریک مالک ہو یا اوسنے بھی اپنا حصہ کسی اور مصرف کیواسطے وقف کردیا ہو کیونکہ اگر جملہ شرکا نے اپنی حصص ایک ہی مصرف کیواسطے وقف کردئے ہون تو تقسیم کی ضرورت بھی واقع نہو گی البتہ بصورت مختلف ہونے مصارف کے قاضی ہر مصرف کے وقف کو تقسیم کر کے دوسرے مصرف کے وقف سی علیحدہ کر دیگا (درمختار صفحہ ۴۱۳)

چنانچہ صدر الشریعت اور ابن کمال نے لکھا ہی کہ اگر کوئی شخص اپنا نصف قطعہ اراضی وقف کردے تو اوسکو اور اوسکی وفات کے بعد اوسکے ورثہ کو حق ہوتا ہی کہ نصف قطعہ مملوکہ قاضی سے تقسیم کرالے تاکہ وہ اوسکو بیع و رہن کرسکے اسی قول پر قاری الہدایۃ نے فتوی دیا ہی (درمختار صفحہ ۴۱۴)

اگر چند قطعات اراضی یا مکانات کے مالکان شرکا مین سے ایک شریک اپنا حصہ وقف کردے تو صاحبین کے نزدیک جائز ہی کہ قاضی بجائے اسکے کہ ازروئے تقسیم ہر قطعہ اراضی یا مکان مین سے حصہ وقف لے ایک سالم قطعہ اراضی یا مکان حصہ وقف مین لیلے امام صاحب کے نزدیک بجز اسکے کہ مصلحت و فائدہ وقف ہو اس طرح تقسیم مین ایک قطعہ اراضی یا مکان حصہ وقف مین لے لینا قاضی کو جائز نہین ہی یا اگر تقسیم مین کمی بیشی قطعات کے لحاظ سے ایک شریک کو کسی قدر نقد دوسرے شریک کو دینا ہو تو اگر بڑا قطعہ حصہ وقف مین آلے اور منجانب واقف کچھ نقد ادا کرنا ہو تو تقسیم جائز ہو گی کیونکہ اسکا یہ مفہوم ہوگا کہ کچھ اراضی واقف نے اب خرید کر وقف کردی ہی اور اگر چھوٹا قطعہ حصہ وقف مین آئے اور اوسکے ساتھ کچھ نقد بھی آئے تو تقسیم جائز نہو گی کیونکہ اوسکا مفہوم یہ ہوگا کہ کسی قدر اراضی موقوفہ کا وقف فسخ کردیا گیا اور یہ جائز نہین ہی اور اگر تقسیم مین بلحاظ اچھے اور برے ہونیکے ایک حصہ مین چھوٹا مگر اچھا قطعہ آئے اور دوسرے حصہ مین بڑا مگر برا قطعہ آئے تو جس طرح ایسی تقسیم فیمابین شرکا جائز ہوتی ہے اوسی طرح فیمابین شرکا اور واقف کے جائز ہوتی ہی کیونکہ ایسی تقسیم مین جملہ حصص باہم

متعادل ہوتے ہین یعنی ایک حصّہ جملہ حالات کے اعتبار سے دوسرے حصّہ کی برابر ہوتا ہی (اسعاف صفحہ ۲۲)

لیکن اگر کوئی شخص اپنی مملوکہ اراضی مین سے نصف وقف کردے اور کسی کو وصی مقرر کرکے مرجائے اور اوسکے ورثہ مین بعض بالغ بعض نابالغ ہون تو وصی مذکور کو یہ جائز ہوگا کہ ورثاء بالغ سے حصّہ وقف مع حصّہ ورثا نابالغ تقسیم کرلے اور اگر ورثا بالغ اور ورثا نابالغ کے حصص اور حصّہ وقف سب تقسیم کرے تو تقسیم جائز نہوگی کیونکہ اس تقسیم مین ایک ہی شخص منجانب وقف و منجانب نابالغین فریق ہوگا اور تقسیم مین دو فریق کا ہونا ضرور ہے (اسعاف صفحہ ۲۳)

وقف کے لازم ہوجانیکے بعد نہ جائداد موقوفہ بیع ہوسکتی ہی نہ رہن ہوسکتی ہی نہ واقف یا اوسکی ورثہ کے ملک کی طرف عود کرسکتی ہی نہ واقف کو وقف سے رجوع کرنیکا اختیار ہوتا ہے پس اگر واقف یا اوسکے ورثہ یا غاصب بیع یا رہن کردے تو بیع یا رہن باطل ہوگا بلکہ اگر مشتری یا مرتہن نے اوس سے انتفاع حاصل کیا ہوگا تو اوسپر کرایہ مثل ادا کرنا واجب ہوگا (درمختار صفحہ ۱۲۱۴)

صاحبین کا استدلال دربارہ جواز و لزوم وقف ابن عمرؓ کی روایت ہی جسکو صحیحین مین اس طرح روایت کیا ہی کہ ابن عمرؓ نے کہا کہ عمرؓ کو خیبر مین ایک قطعہ اراضی ملا تھا جس کی نسبت اونہون نے نبی کریم صلعم کی خدمت شریف مین عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلعم مجھے کبھی کوئی چیز اس قطعہ اراضی سے زیادہ نفیس نہین ملی اسکے متعلق کیا ارشاد ہوتا ہی ارشاد ہوا کہ اگر تم چاہتے ہو تو اس کی اصل کو حبس کرکے اوسکو تصدق کردو ان شئت حبست اصلہا وتصدقت بہا چنانچہ عمرؓ نے اوس قطعہ اراضی کو فقراء ذوی القربا مہمان و مسافر و بیمار پر بایں شرط وقف کردیا کہ نہ وہ بیع و ہبہ کیا جائے نہ اوسمین وراثت جاری ہو اوسکا متولی اوس کی آمدنی سے بلا اسراف خود بھی کھائے اور فقراء کو بھی کھلائے۔ اور یہ کہ دوسرے خلفاء راشدین نے بھی اسی طرح جائدادین وقف کی ہین خود نبی کریم صلعم کے عہد مبارک مین سات احاطے موقوفہ مدینہ منورہ مین

موجود تھی مکہ معظمہ مین آجتک ابراہیم خلیل ؑ کا وقف موجود ہی اور امام صاحب ؒ کا استدلال دربارہ عدم جواز و عدم لزوم وقف وہ فرمان نبوی صلعم جو عمر ؓ کو باین الفاظ ہوا تھا احبس اصلہا وسبل ثمرہا یعنی اصل کو حبس کرو اور ثمرہ کو فی سبیل اللہ کردو جس کو نسائی شریف اور ابن ماجہ شریف نے روایت کیا ہی اس فرمان مین احبس اصلہا سے مقصود احبس علی ملکک ہے ورنہ اصل اور ثمرہ دونون صدقہ ہو جائینگے اور احبس اصلہا کے کچھ معنی نہونگے دوسرا استدلال فرمان مبارک نبی کریم صلعم لاحبس عن فرائض اللہ تعالی پر ہی تیسرا استدلال ابن عباس ؓ کی روایت پر ہی کہ اونہون نے کہا کہ جب سورۃ النساء نازل ہوئی تو مینے سنا کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا لاحبس بعد سورۃ النساء چوتھا استدلال شریح ؒ کے اس قول پر ہی کہ محمد صلعم حبس کی بیع کیواسطے تشریف لائے ہین حدیث شریف ابن عمر ؓ مستدل صاحبین ؒ کی نسبت امام صاحب ؒ فرماتے ہین کہ وہ بھی لزوم وقف پر دلالت نہین کرتی چنانچہ خود عمر ؓ بھی یہی سمجھتے تھی کہ وقف لازم نہین ہوتا کیونکہ طحاوی نے ذکر کیا ہی کہ بعد وفات نبی کریم صلعم عمر ؓ نے اوس قطعہ اراضی خیبر کے بیع کر دینے کا ارادہ کیا تھا مگر اس کو بیع نہین کیا کہ عمر ؓ کو یہ بات مکروہ معلوم ہوئی کہ جس بات کا وعدہ رسول اللہ صلعم کے سامنے کیا تھا اوسکے خلاف عمل کیا جائے اس سے یہ امر ثابت ہے کہ عمر ؓ وقف کو لازم سمجھتے تو قطعہ اراضی مذکور کی بیع کا ارادہ بھی نکرتے اور امام صاحب ؒ کا عقلی استدلال یہ ہی کہ وقف سے مقصود تصدق منفعت جائداد موقوفہ ہوتا ہی اور یہ جب ہی ہو سکتا ہی جب جائداد موقوفہ واقف کی ملک مین رہی اور اس امر کی دلیل یہ بھی ہی کہ وہ وقف جو موصی بہ ہو صحیح ہوتا ہی یہ ہے کہ وقف تصدق منفعت جائداد موقوفہ کو کہتے ہین اور وہ منفعت وقف کرنیکے وقت موجود نہین ہوتی اور شئی غیر موجود کا تصدق بجز اس کے کہ بذریعہ وصیت کیا جائے ہو نہین سکتا۔ صاحبین ؒ بجواب استدلال امام صاحب ؒ نسبت

فرمان لاحبس عن فرائض اللہ فرماتے ہین کہ اس سے مقصود یہ ہی کہ سورۃ النساء کے نزول
کے بعد ذوی الفروض او نکے فروض یعنی حصص معینہ سے نزدیکے جاوین جیسا کہ قبل نزول
سورۃ النساء توریث بربناء مواخاۃ و موالاۃ ہوتی تھی اور عورتین محروم ہوتی تھین۔ اور روایت
شریح رض جاء محمد ببیع الحبس سے مراد کفار کا جانوران حبس ہی کیونکہ کفار عرب لوگ یعنی
اونٹون کو لاوارث چھوڑ دیتے تھے جیسا کفار ہند بیلون کو چھوڑ دیتے ہین۔ صاحبین رح کی دلیل
فقہی یہ ہی کہ حاجت اوسکے جواز کی متقاضی ہی چنانچہ زید ابن ثابت رض کا قول ہی کہ بحالت حیات و
ممات وقف سے بہتر کوئی چیز نہین دیکھتا کیونکہ اوسکے ذریعہ سے زندگی مین جائداد محبوس اور بیع و
رہن و اہلاک و ہبہ وغیرہ سے محفوظ رہتی ہی کوئی اوسکے ہلاک کرنے پر مقتدر نہین ہوتا مرنیکے بعد
واقف کے واسطے دواماً ثواب جاری ہوتا ہی۔

فصل رکن عقد وقف کے بیان مین

عقد وقف کا رکن صرف ایجاب واقف ہوتا ہی جس کا طرفین رح کے نزدیک ایسی الفاظ ہین ہونا
ضرور ہی جنسے وقف کا دائمی ہونا ظاہر ہو اور ابو یوسف رح کے نزدیک اگر الفاظ ایجاب عقد مین
ذکر دوام نہو تب بھی عقد وقف منعقد ہوجاتا ہی صدر الشہید و علماء بلخ نے بربناء عرف ابو یوسف رح کے
قول پر فتویٰ دیا ہی (درمختار صفحہ ۱۴۸)

پس ابو یوسف رح کے نزدیک واقف کے یہ کہدینے سے کہ میری فلان جائداد اللہ عزوجل کیواسطے
وقف ہے عقد وقف منعقد ہوجاتا ہی اور وہ جائداد وقف ہوجاتی ہی۔ طرفین رح و دیگر علماء کے نزدیک
فقط الفاظ مذکور کے کہدینے سے عقد وقف منعقد نہین ہوتا بلکہ اونکے ساتھ ایسے الفاظ کا ہونا
ضرور ہی جنسے صراحتاً یا اقتضاءً وقف کا دائمی ہونا ظاہر ہوجاتے مثلاً واقف یہ کہدے کہ

میری فلان جائداد اللہ عزوجل کیواسطے ہمیشہ کو وقف ہے یا یہ کہدے کہ میری فلان جائداد اللہ
عزوجل کیواسطے فقراء و مساکین پر وقف ہے چونکہ فقراء و مساکین کا وجود دائمی ہے لہذا اوس چیز کا
جو اونکے واسطے ہو دائمی ہونا اقتضاءً ضروری ہے (عینی علے الکنز صفحہ ۳۴۵)

قہستانی مین مذکور ہے کہ اگر واقف کسی جائداد کا وقفنامہ تحریر کردے اور زبان سے الفاظ
ایجاب وقف نہ کہے تو وقف صحیح نہین ہوتا۔ اور شرح ملتقی مین ہے کہ بصورت تحریری ہونے
وقفنامہ کے طرفین کے نزدیک ضروری ہے کہ واقف وقفنامہ اپنے ہاتھ سے تحریر کرے اور اوسپر
دستخط کردے اور گواہون کو مضمون وقفنامہ سنا اور سمجھا کر اوسپر اونکی گواہی کرادے ورنہ
تحریری وقفنامہ کی بنا پر وقف صحیح نہین ہوتا (غایۃ الاوطار جلد ۲ صفحہ ۵۵۹)

اگر واقف کے تحریر کردہ ایسے دو وقفنامہ دستیاب ہون جن کی تواریخ تحریر مختلف ہون
اور ہر ایک کے ذریعہ سے جداگانہ شخص متولی مقرر کیا گیا ہو تو ایسے جملہ اشخاص شریک
تولیت ہون گے (در مختار صفحہ ۴۲۲)

لیکن اگر وقف کسی شخص معین یا گروہ اشخاص معینہ پر ہو تو انعقاد وقف کیواسطے اوس
شخص یا گروہ اشخاص کا ایجاب وقف کو قبول کرنا بھی ضروری ہے بلا قبول اونکے حق مین وقف
منعقد نہوگا مثلاً اگر واقف یہ کہکر اپنی جائداد وقف کرے کہ یہ جائداد زید پر وقف ہے اور اوسکے بعد
فقراء پر وقف ہے تو جب تک زید اوسکو قبول نکرے اوسکے حق مین اوس جائداد کا وقف منعقد
نہوگا یا مثلاً واقف باین الفاظ ایجاب وقف کرے کہ میری فلان جائداد زید کی اولاد
و نسل و پسماندگان پر وقف ہے اور اونکے بعد فقراء پر وقف ہے تو اگر زید کی اولاد وغیرہ وقف ہذا کو
قبول کرینگے تو اوسکے موقوف علیہم ہونگے اور اگر قبول نکرینگے یا رد کردینگے تو اوسکی موقوف علیہم
نہونگے اور مستحق آمدنی جائداد موقوفہ مذکور اونکے بعد کے موقوف علیہم یعنی فقرا مستحق ہوجائنگے

اور اگر زید کی اولاد وغیرہ مین سے بعض اوس وقف کو قبول کرینگے اور بعض قبول نکرینگے
تو کل جائداد کی آمدنی کے مستحق فقط قبول کرنیوالے ہوجائینگے قبول نکرنیوالونکے حصّے آمدنی کے مستحق
فقراء ہونگے کیونکہ واقف نے بعد منقطع ہوجانے اولاد ونسل زید فقرا کو مستحق آمدنی قرار دیا ہی البتہ اگر زید کی کل موجودہ
اولاد یا افراد نسل وقف کو قبول نکرین تو آمدنی کے مستحق فقراء ہوجائینگے لیکن اگر آئندہ پیدا ہونیوالی اولاد یا نسل
زید وقف کو قبول کرلین تو بجائے فقراء کے مستحق آمدنی وہ ہوجائینگی اور اگر زید یا اوسکی اولاد وغیرہ بعض حصّہ وقف کو
قبول کرلین اور بعض کو قبول نکرین تو جس حصّہ کو وہ قبول کرینگے اوسکی آمدنی کے وہ مستحق ہون گے
اور جس حصّہ کو وہ قبول نکرینگے اوس کی آمدنی کے مستحق فقراء ہوجائینگے لیکن اگر واقف نے باین الفاظ
ایجاب وقف کیا ہو کہ میری فلان جائداد اللہ عزوجل کیلئے ہمیشہ کو صدقہ موقوفہ ہی۔ زید و
عمرو پر جب تک وہ زندہ رہین وقف ہے اور اونکے بعد فقراء پر وقف ہی اور زید و عمرو مین سے ایک
وقف کو قبول کرلے اور دوسرا نکرے یا ایک زندہ رہی اور دوسرا مرجائے تو قبول نکرنے والے یا
مرجانیوالے کے حصّہ کا قبول کرنیوالا مستحق نہوگا بلکہ فقراء مستحق ہونگے کیونکہ واقف نے اولاً
جائداد اللہ عزوجل کیلئے وقف کی ہی (اور جو چیز اللہ عزوجل کیلئے ہوتی ہے اوسکے مستحق فقراء
ہوتے ہین) اوسکے بعد زید و عمرو کیواسطے تا بحیات آمدنی مقرر کردی ہی پس اونمین سے جو اوسکو
قبول کریگا اوسکو تا بحیات آمدنی پانیمین فقراء پر تقدم ہوگا۔ بخلاف مثال اوّل کے کہ اوسمین
واقف نے اولاً اولاد و نسل و پسماندگان زید کے واسطے وقف کیا تھا اور اونکے بعد فقراء کو مستحق
آمدنی قرار دیا تھا پس جب تک زید کی اولاد و نسل کے کل افراد وقف کو رد نکردین یا اون کا
سلسلہ منقطع نہوجائے فقراء مستحق آمدنی نہین ہوسکتے۔ اور اگر واقف نے باین الفاظ وقف کیا ہو کہ
میری فلان جائداد زید پر اور اوسکی اولاد پر وقف ہے اور اونکے بعد فقراء پر وقف ہے اور زید اپنی ذات
اور نیز اولاد کے واسطے رد کردے تو اوسکا رد کردینا اوسکی ذات تک کیواسطے محدود ہوگا کیونکہ

اوسکی اولاد اگر جوان ہین تو قبول کرنا یا رد کرنا خود اونکا معتبر ہوگا اور اگر صغار ہین تو اوسکا رد اونکی حصہ کے متعلق لغو و غیر مؤثر ہوگا کیونکہ باپ کو ایسی ولایت اولاد صغار پر حاصل نہین ہوتی جو مضر صغار ہو لہذا اولاد صغار زید کے رد کر دینے سے آمدنی وقف سے محروم نہونگی (اسعاف صفحہ ۱۵)

ہان ایسا وقف جو اشخاص معینہ مین سے کسی ایک کے واسطے ہو صحیح نہین کیونکہ نہ وہ کل اشخاص مجموعتہً مستحق آمدنی ہو سکتے ہین کیونکہ واقف نے اون سب کے واسطے استحقاق آمدنی قائم نہین کیا بلکہ اونمین سے کسی ایک کے واسطے قائم کیا ہی اور نہ اونمین سے کوئی ایک تنہا مستحق آمدنی ہو سکتا ہی کیونکہ جسکو مستحق قرار دیا جائیگا اوسکو دوسرون پر ترجیح بلا مرجح حاصل ہوگی مثلاً واقف نے یہ کہکر جائداد وقف کی ہو کہ یہ جائداد زید پر یا عمر و پر وقف ہے تو وقف صحیح نہو گا کیونکہ موقوف علیہ کا معین ہونا ضرور ہی اور اس مثال مین حرف عطف یا استعمال ہوا ہی جس کے استعمال کا یہ مقصود ہوتا ہی کہ معطوف و معطوف علیہ مین سے کسی ایک پر حکم صادر ہوگا لہذا حکم موقوف علیہ ہونیکا زید پر یا عمر و پر صادر ہو سکیگا اور جسپر صادر کیا جائیگا ترجیح بلا مرجح لازم آئے گی اور اگر مجموعتہً دونون پر صادر کیا جائیگا تو خلاف شرط واقف ہوگا (اسعاف صفحہ ۱۵)

فصل غرض وقف کے بیان مین

وقف کرنیسے غرض دنیا مین اپنی ہمچشمون و احباب و اقربا مین ارادہ حصول پسندیدگی خاطر ہوتی ہے اور عقبی مین نیت حصول ثواب ہوتی ہی پس چونکہ کوئی کام بہ نیت حصول ثواب کرنا عبادت ہوتا ہی اور عبادت کا اہل فقط مسلم عاقل و بالغ ہوتا ہی اسلئے مسلم کا بہ نیت حصول ثواب وقف کرنا عبادت ہوتا ہی اور کافر کا بہ نیت حصول ثواب وقف کرنا گو مباح ہوتا ہی مگر عبادت نہین ہوتا لہذا معلوم ہوا کہ فی نفسہ وقف کرنا عبادت نہین ہی بلکہ جب مسلم بہ نیت حصول ثواب وقف کرتا ہی

تو وہ وقف عبادت ہوجاتا ہی۔ اور جس جائداد کے وقف کرنیکی نذر کیجاتی ہی اوسکا وقف کرنا واجب ہوجاتا ہی کیونکہ ایفاء نذر واجب ہی (درمختار صفحہ ۱۴۰ غایۃ الاوطار صفحہ ۵۵۹)

بنائے علیہ ذمی کفار اور زنادقہ وغیرہ کا ایسا وقف جو باعتبار غرض وقف اور باعتبار مصرف وقف مسلمانون اور کافر واقف دونون کے نزدیک باعث ثواب ہو صحیح و مباح ہوتا ہی اور جو وقف باعتبار غرض اور مصرف کے فقط مسلمانون کے نزدیک یا فقط کافر واقف کے نزدیک باعث ثواب ہو باطل ہوتا ہی مثلاً اگر ذمی کافر عام ازینکہ وہ نصرانی ہو یا یہودی یا مجوسی ہو اپنی جائداد اپنی اولاد و نسل پر وقف کرے اور اونکی بعد عام فقراء پر یا فقط فقراء ذمیین پر یا یہ بھی شرط لگادے کہ اوسکی اولاد و نسل مین سی جو مسلمان ہوجائے وہ موقوف علیہم مین سے خارج ہوجائیگا تو ایسا وقف صحیح ہوگا کیونکہ اپنی اولاد و نسل پر اور اونکے بعد فقراء پر وقف کرنا مسلمانون اور کفار دونوں کے نزدیک باعث ثواب ہوتا ہی پس اگر واقف نے بعد انقطاع نسل فقط فقراء ذمیین پر وقف کیا ہی اور متولی وقف مذکور کی آمدنی مسلمان فقراء پر صرف کردیگا تو متولی پر ضمان عاید ہوگا علی ہذا اگر واقف نے اپنی اوس اولاد کے جو مسلمان ہوجائے موقوف علیہم مین خارج ہوجانیکی شرط لگائی ہی تو اوسکی وہ اولاد جو مسلمان ہوجائے آمدنی وقف مذکور کی مستحق نہوگی۔ اور اگر ذمی کافر اراضی یا مکان کنیسہ یا گرجا یا آتشکدہ بنائے جانیکے واسطے وقف کرے تو چونکہ کنیسہ یا گرجا یا آتشکدہ بنانا مسلمانون کے نزدیک باعث ثواب نہین ہی لہذا وقف مذکور باطل ہوگا علی ہذا اگر ذمی کافر اراضی یا مکان مسجد بنائے جانیکے واسطے وقف کرے تو چونکہ مسجد بنانا کفار کے نزدیک باعث ثواب نہین ہی لہذا وقف مذکور باطل ہوگا (اسعاف صفحہ ۱۱)

درباره جواز و عدم جواز وقف کفار حربی جو مستامن ہون وہی احکام متعلق ہین جو وقف ذمیین سے متعلق ہین مستامن کا وقف دار الاسلام مین قیام رکھنے کے زمانہ مین اوس کے

باطل کرنے سے باطل نہین ہوتا بلکہ اوسکے دارالاسلام مین مرجانے سے اور اوسکے اپنے وطن دارالحرب کو واپس چلے جانے سے بھی باطل نہین ہوتا (اسعاف صفحہ ۱۱۸)

اگر کوئی مسلمان جس نے اپنی جائداد کارہائے خیر کیواسطے جو باعث تقرب الہی ہون مثلاً مساکین یا حجاج یا گورو کفن فقرا کیواسطے وقف کی ہو مرتد ہو جائے نعوذ باللہ تعہ تو اوسکا وقف مذکور باطل ہو جائے گا کیونکہ ردہ سے اعمال خیر حبط ہو جاتے ہین چونکہ وقف مذکور بھی عمل خیر ہے لہذا وہ بھی باقی نہین رہ سکتا نیز وہ وقف بھی واقف کے مرتد ہونے سے باطل ہو جاتا ہی جو اوسنے بحالت اسلام اپنی اولاد پر کیا ہو کیونکہ آخر کار اس قسم کا وقف مساکین کے واسطے ہوتا ہی جو عمل خیر ہوتا ہی لہذا حبط ہو جاتا ہے اور جب یہ جزو باطل ہو گیا تو وہ وقف ایسا وقف رہگیا جسکا آخر مساکین کیواسطے نہونیکی وجہ سے دائمی نرہا اور جو وقف دائمی نہو وہ باطل ہوتا ہی جو وقف بوجہ ارتداد واقف باطل ہو جاتا ہی وہ واقف کے پھر مسلمان ہو جانیسے وقف کیطرف عود نہین کرتا بجز اسکے کہ پھر مسلمان ہو جانے کے بعد واقف عقد وقف کی بھی تجدید کرے پس اگر واقف مذکور پھر مسلمان ہو جانیکے بعد بلا تجدید عقد وقف مرجائے تو جائداد موقوفہ مذکور اوس کی میراث ہوگی اوسکے مستحق و مالک اوسکے ورثہ ہونگے مرتد جو وقف کرتا ہی وہ بھی باطل ہوتا ہی کیونکہ امام صاحبؒ کے نزدیک مرتد کے جملہ تصرفات اوسکی مملوکہ و مقبوضہ مال مین باطل ہوتے ہین ابو یوسفؒ کے نزدیک گو مرتد کی بیع و شرا و اجارہ جائز ہوتا ہی تاہم خصافؒ فرماتے ہین کہ درباره جواز و عدم جواز وقف مرتد ابو یوسفؒ کا کوئی قول دیکھنے مین نہین آیا واللہ اعلم بالصواب (اسعاف صفحہ ۱۲۲)

~~~~~~~~
~~~~~~~~

فصل اس بیان مین کہ کون چیزین وقف ہوسکتی ہین اور کون نہین ہوسکتین

تعریف وقف سے یہ امر ظاہر ہے کہ ہر ایسا مال وقف ہوسکتا ہے جس کی اصل قائم رہکر اوسکی
منفعت تصدق ہوسکے اور ایسا مال جس کی اصل قائم رہکر اوس سے منفعت حاصل ہوسکے فقط
عقار یعنی جائداد غیر منقولہ ہے پس معلوم ہوا کہ فی نفسہ وقف ہونیکی قابل فقط جائداد غیر منقولہ ہے
البتہ جائداد غیر منقولہ کے ساتھ تبعاً جائداد منقولہ کا وقف بھی صحیح و جائز ہوتا ہے (اسعاف صفحہ ٥)

مثلاً اراضی مزروعہ مع آلات و جانوران زراعت و غلامان زراعت کنندگان وقف کیجائے یا مسافرخانہ
مع غلامان و خدام مسافرخانہ وقف کیا جائے تو آلات زراعت و جانوران و غلامان زراعت
کنندہ و غلامان مسافرخانہ بھی تبعاً اراضی مزروعہ و مسافرخانہ کیساتھ وقف ہوجاوینگے (درمختار صفحہ ٣٤١)

چنانچہ فتاوی ولوالجیہ مین ہے کہ اگر کوئی شخص مسافرخانہ کیواسطے گائے بھینس باین
ہدایت وقف کرے کہ اوسکا دودہ گھی مسکہ وغیرہ مسافرون پر صرف کیا جائے تو وقف صحیح و
جائز ہوگا (عینی علی الکنز صفحہ ٤٣)

جائداد ہائے منقولہ مین سے اونٹ گھوڑے ہتھیار کا وقف کیا جانا چونکہ احادیث شریفہ سے
ثابت ہے اسلئے اوسکا وقف بالاتفاق صاحبینؒ کے نزدیک صحیح و جائز ہوتا ہے ورنہ ابو یوسفؒ
کے نزدیک جائداد منقولہ کا وقف صحیح و جائز ہوتا ہے اور محمدؒ کے نزدیک ہر ایسی جائداد منقولہ کا
وقف صحیح و جائز ہوتا ہے جسکے وقف کرنیکا رواج ہوگیا ہو یا ہوجائے حتی کہ بربناء رواج روپیہ
پیسہ کا وقف صحیح و جائز ہوتا ہے چنانچہ معروضات مفتی الروم ابوسعود مین سلطان روم کا حکم
موجود ہے کہ قضاۃ ہر مکیل و موزون کے جواز وقف کا حکم دیا کرین اور ایسی موقوفہ چیزونکو فروخت
کرکے اونکی قیمت تجار کو مضاربت و بضاعت کے طور پر دیجایا کرے اور اوس سے جو نفع

حاصل ہو وہ مساکین کو تقسیم کیا جایا کرے بلکہ اگر کوئی شخص غلہ باین شرط وقف کرے کہ وہ کاشتکاران مفلس کو جن کے پاس تخم ریزی کیواسطے غلہ نہو قرض دیا جایا کرے اور بعد تیاری زراعت اونسے اوسیقدر غلہ واپس لیلیا جایا کرے جسقدر اونکو دیا گیا تھا اور یہ عمل ہمیشہ جاری رکھا جائے تو یہ وقف صحیح و جائز ہوگا۔ وجہ جواز یہ ہی کہ صحت و جواز وقف جائداد منقولہ و مشاع مجتہد فیہ ہی اور بعض علماء نے اونکے جواز کو ترجیح دی ہی اور بعض نے عدم جواز کو اور اصولاً ایسے مسئلہ مین جس کے جواز و عدم جواز دونون قولون کی تصحیح و ترجیح ہوئی ہو قاضی مقلد کو اختیار ہوتا ہی کہ جس قول پر چاہے فیصلہ حسب صوابدید خود صادر کرے اور مفتی مقلد کو اختیار ہوتا ہے کہ حسب صوابدید جس قول پر چاہے فتویٰ دیدے اور جن منقولہ جائدادونکے وقف کا رواج ہوگیا ہی اونکے جواز وقف مین بربناء حدیث شریف ما رآہ المسلمون حسناً فھو عند اللہ حسن یہ قیاس ترک کردیا جاتا ہی کہ جائداد منقولہ کا چونکہ قیام دائمی نہین ہوتا لہذا اونکا وقف صحیح و جائز نہین (درمختار صفحہ ۱۳۸)

چنانچہ بربناء رواج دیگون اور جنازون (سکے لیجانیکا ڈولہ) اور جنازہ کے اوپر ڈالنے کے کپڑون اور قرآن مجید اور کتب و کمبلون کا اس شرط پر کہ موسم سرما مین مساکین کو دیجایا کرین اور بعد موسم سرما واپس لیلیجایا کرین) وقف جائز قرار دیا گیا ہی (درمختار صفحہ ۱۳۸)

اور بقول مصنف حلبی جہازونکا وقف بھی اس غرض سے کہ وہ حجاج کو لیجایا کرین اور واپس لایا کرین اور حرمین شریفین مین غلہ وغیرہ پہونچایا کرین صحیح و جائز ہی فقیر مؤلف عرض کرتا ہی کہ فی زماننا ہذا جبکہ مسلمانان ہند محکوم نصاریٰ ہوکر متفرق و پریشان حال ہین اور انہین جملہ اقوام سے زیادہ مساکین ہین صحیح و جائز کیا معنی نہایت ضرور ہی کہ نقد روپیہ وقف کرکے اوس سے تجارت کرائیجائے اور اوسکے منافع سے مساکین کی پرورش کی جائے والتوفیق من اللہ تعالےٰ۔

قرآن مجید جو کسی مسجد کیواسطے وقف کیا جائے اوسکا اوس مسجد سے باہر لیجا نیکا جواز وعدم جواز مجتہد فیہ ہی کیونکہ بحر الرائق مین ہی کہ ایسی قرآن مجید اوس مسجد مین جسکی واسطے وقف کیا گیا ہے محصور نہین ہوتا اور قنیہ مین ہی کہ ایک مسجد کا موقوفہ قرآن مجید دوسرے محلہ والونکو دینا جائز نہین ہی علی ہذا کتب خانہ عام کی کتابون کے کتب خانہ سے باہر لیجانیکے جواز مین تردد ہے طحاوی مین ہی کہ اس اصول کا کہ وقف مین عمل بالاصلح ہونا چاہیئے یہ اقتضا ہی کہ کتب خانہ سے کتابونکا باہر لیجانا جائز نہو کیونکہ اس مین کتابون کے ضائع ہوجانیکا قوی اندیشہ ہوتا ہے اور علاوہ ازین اس سے عامۃ الناس کے انتفاع مین حرج واقع ہوتا ہی (غایۃ الاوطار صفحہ ۵۶۵)

فقیر مؤلف کے نزدیک طحاوی کا مسلک بالکل صحیح اور واجب العمل ہے۔

فیصلہ قاضی مشعر اینکہ فلان جائداد فلان مصرف کے واسطے وقف ہی آیا عامۃ الناس کے مقابلہ مین بطور امر فیصل شدہ مانع سماعت ہوتا ہی یا نہین مسئلہ مجتہد فیہ ہی بڑے بڑے علما کے فتاوی دونو طرف موجود ہین مفتی الروم ملا ابو سعود نے فتوی دیا ہی کہ فیصلہ موصوف کے بعد جائداد منفصلہ کے متعلق کسی قسم کا دعوی کسی شخص کا قابل سماعت نہین ہوتا اور اس فتوی کو منظومہ محبیہ اور تنویر الابصار مین مرجح قرار دیا گیا ہی اور صاحب بحر الرائق نے فتوی دیا ہی کہ باوصف موجودگی فیصلہ مذکور دعوی ملکیت جائداد منفصلہ مذکور اور یہ دعوی کہ جائداد مذکور اوس مصرف کے سوا جو فیصلہ مذکور مین اوسکا مصرف قرار دیا گیا ہی کسی دوسری مصرف کیواسطے وقف ہی سماعت ہوسکیگا (درمختار صفحہ ۴۱۲ وغایت الاوطار صفحہ ۵۶۰)

فقیر مؤلف عرض کرتا ہی کہ قانون مروجہ ملک سرکار عالی و مروجہ ہند تقریبًا مفتی الروم ملا ابو سعود کے فتوی کا موید ہی اور بلحاظ حالات زمانہ کہ عامۃ المسلمین کو ابطال اوقاف مین بالکل باک نہین ہی ملا ابو سعود کا فتوی ہی قابل ترجیح و تصحیح ہے۔

فقط عمارت یا درخت بلا اراضی وقف کیا جائے تو اگر واقف کی یا اور کسی شخص کی مملوکہ ہو تو بعض علماء کے نزدیک وقف ناجائز ہوتا ہے اور بعض کے نزدیک صحیح و جائز ہوتا ہے اسی پر فتویٰ ہے چنانچہ قاری الہدایہ سے دربارہ صحت وقف عمارات و اشجار بلا اراضی سوال کیا گیا تو اونہوں نے جواب دیا کہ فتویٰ صحت و جواز وقف پر ہے تو اہبانیہ مین بھی اسی کو ترجیح دی ہے اور مصنف تنویر الابصار نے باین دلیل اسکو برقرار رکہا ہے کہ یہ ایسی جائداد ہے جس کے وقف کرنیکا رواج ہو گیا ہے لہذا اوسکے جواز کا فتویٰ دینا جائز ہے۔ اور اگر وہ اراضی جس پر عمارت یا درخت قائم ہین پہلے سے اوسی مصرف کیواسطے وقف ہو جس مصرف کیواسطے اب عمارت یا درخت وقف کئے جاتے ہین تو عمارت یا درختون کا وقف بالاجماع صحیح و جائز ہوتا ہے اور اگر اراضی مذکور جس مصرف کیواسطے وقف ہے اوسکے سوا کسی دوسرے مصرف کیواسطے عمارت یا درخت وقف کیجائین تو اونکے وقف کی صحت مختلف فیہ ہے مگر صحیح قول یہ ہے کہ اس صورت مین بہی وقف عمارت و اشجار صحیح و جائز ہوتا ہے چنانچہ ابن نجیم سے دربارہ جواز وقف و بیع عمارت و اشجار جو اراضی محتکرہ (زمین نزولی کو اراضی محتکرہ کہتے ہین) پر واقع ہون سوال کیا گیا تو اونہون نے جواز وقف و بیع کا جواب دیا (درمختار صفحہ ۱۴۰)

جائداد مرہونہ کے جواز و عدم جواز کے متعلق غایۃ الاوطار صفحہ ۱۷۵ مین ہے کہ اگر وقف بعد وقف اوسکو رہن سے منفک کرا دے یا چھوڑانیکے واسطے روپیہ وغیرہ چھوڑ مرے تو وقف صحیح و جائز ہوگا ورنہ وقف باطل ہوگا اور وہ جائداد بغرض ادائی زر رہن بیع کر دیجائیگی اور اگر واقف زندہ اور مالدار ہوگا تو قاضی اوسپر اراضی مذکور انفکاک رہن کرانے کیواسطے جبر کریگا اور اگر مفلس ہوگا تو وقف باطل کر دیگا۔

اگر ایسا شخص جو مقروض ہو مگر بوجہ مقروض ہونے کے مجور نکر دیا گیا ہو مجور ممنوع

التصرف کو کہتے ہین) بحالت تندرستی اپنی جائداد وقف کردے اور یہ شرط کردے کہ اس کی آمدنی سے ادائے قرض کردیا جائے تو وقف صحیح ہوگا اور آمدنی جائداد سے ادائے دین فی الفور کیا جائیگا اور اگر بلا شرط کیے ادائے دین کے جائداد کو اپنی ذات پر وقف کردے تو بھی وقف جائز ہوگا اور آمدنی جائداد مین سے فقط بقدر کفاف اوسکو دیا جاکر باقی آمدنی ایفائے دین مین صرف کیجائیگی اور اگر بلا شرط ادائے دین جائداد کسی دوسرے شخص پر وقف کردے تو بھی وقف جائز ہوگا اور کل آمدنی کا مستحق موقوف علیہ ہوگا کیونکہ قرض کی ذمہ داری ذات مقروض پر ہوتی ہی اوسکی کسی خاص جائداد پر ذمہ داری نہین ہوتی لیکن معروضات مفتی الروم ابو سعود مین ہی کہ ایسے اوقاف کی صحت و جواز کی نسبت سوال کیا گیا تھا کہ اکثر لوگ قرضہ ہضم کرنے کی نیت سے اپنی جائداد اپنی اولاد پر وقف کردیتے ہین جواب دیا گیا کہ ایسے اوقاف صحیح و لازم نہین ہوتے بلکہ قضاۃ کو ایسے اوقاف کو صحیح و لازم قرار دینے اور درج کتاب الاوقاف کرنیکی منجانب سلطان روم ممانعت کیگئی اور نیز اوس جائداد کے وقف کو صحیح اور درج کتاب الاوقاف کرنیکی ممانعت کیگئی جو مکفول و مستغرق بدین ہو (درمختار صفحہ ۱۸۱) سا

اراضی محتکرہ کے وقف ہوجانیکے بعد اگر نزولدار کرایہ مثل دینے سے انکار کرے اور نزولدار کی عمارت اکھاڑ لینے کے بعد زیادہ کرایہ ملنا ممکن ہو تو نزولدار کو اوسکی عمارت اوکھاڑ لیجانے کا حکم دیا جائیگا اور اگر بصورت اوکھاڑ دیجانے عمارت کے زیادہ کرایہ ملنے کی امید نہو تو اراضی مذکور کرایہ مقررہ پر ہی نزولدار کے قبضہ مین رہنی دیجائیگی (درمختار صفحہ ۱۸۱)

لیکن ابن نجیم نے فتوی دیا ہی کہ اراضی بھی جو اوسپر مملوکہ واقف موجود ہون نزولی کے مالک کو نزولدار کا اخراج جائز نہین ہی اگرچہ اراضی نزولی وقف ہو نزولدار کو اوس عمارت پرجو وہ اراضی نزولی پر تعمیر کرلیتا ہے جو حق ہوتا ہی اوس حق کو اصطلاح فقہ مین حق دخلو کہتے ہین

حسب فتویٰ ابن نجیم و دیگر علما خلو بمنزلہ ملک ہوتا ہی اور اوسپر ملک کے احکام جاری ہوتے ہین چنانچہ اوسمین صاحب حق خلو کے مرجانیکے بعد میراث جاری ہوتی ہی اور اگر حق خلو بیع کیا جاتا ہی تو اوسمین شفیع کو حق شفعہ پیدا ہوتا ہی (غایت الاوطار کتاب البیوع ج ۳ صفحہ ۱۱)

کسی قطعہ اراضی کے وقف صحیح و لازم ہوجانے سے اوسکے ساتھ تبعاً وہ عمارت اور درخت اور اوسکا راستہ اور حق آبنوشی و آبپاشی بھی وقف ہوجاتا ہی لیکن زراعت اور پھل جو بوقت وقف اراضی پر کھڑی ہو یا درختون پر لگے ہون وقف نہون گے البتہ اگر واقف نے اراضی یا مکان مع جملہ حقوق اور جملہ اشیا کے جو اوسمین ہون یا اوس سے متعلق ہون وقف کی ہو تو زراعت بھی جو بوقت وقف اوسپر کھڑی ہو اور پھل بھی جو اوسکے درختون پر لگے ہون وقف ہوجائینگے حتی کہ اگر ایسے مکان موقوفہ مین کبوتر رہتے ہون اور شہد کی مکھیون کے چھتے ہون تو وہ کبوتر اور شہد کے چھتے اور اونمین کا شہد بھی تبعاً وقف ہوجائینگے لیکن اگر قطعہ اراضی قبرستان قرار دیا جائے تو اوسپر جو عمارت واقع ہو یا جو بڑے درخت کھڑے ہون وہ تبعاً وقف نہوجائینگے مفہوم و حکم زراعت مین ہر وہ چیز جو سالانہ کاشت اور درو ہوتی ہی داخل ہی مثلاً پھلواری اور ترکاری وغیرہ (غایت الاوطار صفحہ ۶۰۲ و اسعاف صفحہ ۱۷ و ۱۸)

بجز اون مقطعات کے جو اراضی افتادہ بنجر کو آباد کرکے بنائی گئی ہون یا جو بادشاہ کی ملک ہون اور بادشاہ نے وہ کسی کو بطور مقطعہ دیدی ہون دیگر مقطعات کا وقف صحیح و جائز نہین ہوتا اراضیات کے مملوک و غیر مملوک ہونیکی درمختار صفحہ ۱۰۴۱ تفصیل حموی شرح اشباہ والنظائر مین حسب ذیل لکہی گئی ہی۔

(۱) جو ملک بقہر و غلبہ فتح کیا جاتا ہی اوسمین سلطان فاتح کو اختیار ہوتا ہی کہ چاہے اوسکی اراضیات کو مسلمانان مجاہدین مین تقسیم کردے جیسا کہ نبی کریم صلعم نے اراضیات خیبر کو

تقسیم فرمادیا تھا اور چاہی اراضیات اہل ملک پر برقرار رکھکر اراضیات پر خراج اور اہل ملک پر جزیہ مقرر کردے جیسا کہ عمرؓ نے عراق مین کیا تھا لہذا وہ اراضیات ملک مقبوضہ جو سلطان مجاہدین کو تقسیم کردیتا ہی مجاہدین کی ملک ہوجاتی ہین پس اگر کوئی مجاہد اپنے حصّہ کی اراضی کو وقف کردے تو وقف صحیح و جائز ہوتا ہی۔

(۲) جو ملک صلحاً مسلمانون کے قبضہ مین آتا ہی اوسکی اراضیات اونھین اہل ملک کی مملوک رہتی ہین جن کی قبل قبضہ اہل اسلام تھین لہذا اگر ایسے ملک کی اراضیات کو بادشاہ بھی وقف کرتا ہی تو وقف صحیح و جائز نہین ہوتا البتہ وہ شخص جو قبل قبضہ اہل اسلام اوسکا مالک تھا وقف کردے تو وقف صحیح و جائز ہوتا ہی۔

(۳) جو شخص موات کو باجازت بادشاہ محصور و آباد کرلیتا ہی وہ اوسکا مالک ہوجاتا ہی پس اگر وہ اوسکو وقف کردے تو وقف صحیح و جائز ہوتا ہی موات اصطلاح فقہی مین اراضی افتادہ بنجر لاوارث کو کہتے ہین۔

(۴) جو قطعہ اراضی بادشاہ کی ملک ہی اور بادشاہ وہ قطعہ کسی کو بطور مقطعہ عطا کردے تو معطی لہٗ اوسکا مالک ہوجاتا ہی اگر معطی لہٗ مذکور اوس قطعہ کو وقف کردے تو وقف صحیح و جائز ہوتا ہی۔

(۵) ملک مفتوحہ مین بعد تقسیم مجاہدین جسقدر اراضیات باقی رہتی ہین وہ مملوکہ بیت المال ہوتی ہین پس اراضیات مملوکہ بیت المال مین سے اگر کوئی قطعہ اراضی اغراض عامہ کیواسطے بادشاہ وقف کردے تو وقف جائز اور بادشاہ مصاب ہوتا ہے اور اگر کسی شخص پر یا اشخاص مخصوص پر وقف کرتا ہی تو وقف صحیح و جائز نہین ہوتا۔

(۶) اراضیات مملوکہ بیت المال مین سی اگر کوئی قطعہ یا چند قطعات بادشاہ کسیکو

عطا کردیتا ہی تو معطی لہٗ اوسکا مالک نہین ہوجاتا معطی لہٗ کو فقط اوس ہی حق استفادہ حاصل ہوجاتا ہے اور بادشاہ کو خود یا اوسکے مابعد بادشاہ کو اوس قطعہ یا قطعات واپس لے لینے کا حق و اختیار ہوتا ہی ہمارے ملک سرکار عالی کی جاگیرات اسی قسم کے عطیات ہین۔ پس ایسی معطی لہٗ کو چونکہ ملکیت عطیہ حاصل نہین لہذا اوسکے وقف کرنیکا اختیار حاصل نہین ہوتا (غایۃ الاوطار)

فصل شرائط صحت وقف کے بیانمین

شرائط صحت وقف حسب ذیل ہین ؟

(۱) یہ کہ واقف، آزاد، عاقل، بالغ، اور جائداد کا جس کو وقف کرنا چاہتا ہے، مالک ہو (درمختار صفحہ ۴۱۱)

(۲) یہ کہ واقف مدیون مجحور نہو۔ پس جو شخص اگرچہ مقروض و مدیون ہو مگر بوجہ مدیون ہونیکے مجحور نکیا گیا ہو اگر اپنی جائداد وقف کردے تو وقف صحیح و جائز ہوتا ہی گو اوسکا مقصود قرضخواہون کو نقصان پہونچانا بھی ہو کیونکہ قرضخواہون کا حق اوسکی ذات پر ثابت ہوتا ہی اوسکی جائداد پر ثابت نہین ہوتا اسی طرح سی اوس جائداد کا جسپر بار قرضہ ہو جیسے جائداد مرہونہ ہوتی ہی وقف صحیح و جائز نہین ہوتا (اسعاف صفحہ ۹)

مجحور اوس شخص کو کہتی ہین جو صغر یا جنون یا بقول بعض آئمہ مقروض ہونیکی وجہ سے اپنی ملک مین ممنوع التصرف کردیا جائے۔

(۳) یہ کہ مصرف وقف فی نفسہ باعث ثواب و قرب الٰہی ہو۔ لہذا وہ وقف جو معابد کفار پر یا حربی مساکین پر کیا جاتا ہی صحیح و جائز نہین ہوتا ہی۔ اور وہ وقف جو اغنیا پر کیا جاتا ہی صحیح و جائز ہوتا ہے کیونکہ بقول صاحب ذخیرہ اغنیا کو صدقہ دیا جائے تو بھی

ثواب ہوتا ہی مگر اوس سے کم جو فقراء کے دینے مین ہوتا ہی (درمختار صفحہ ۴۱۲)

(۴) یہ کہ جائداد موقوفہ معین و معلوم ہو۔

(۵) یہ کہ وقف معلق بشرط خطر نہو۔ لیکن اگر ایسی شرط پر معلق ہو جو بوقت وقف موجود ہو تو مضائقہ نہین مثلاً واقف کے یہ کہنے سے کہ میرا فرزند مفقود الخبر آجائے تو میرا فلان باغ وقف ہے وقف صحیح و جائز نہین ہوتا لیکن اگر یہ کہنے کے وقت اوسکا فرزند مفقود الخبر آچکا ہو تو وقف صحیح و جائز ہوگا۔ (شرط خطر ایسی شرط کو کہتے ہین جس کا پورا ہونا اور پورا نہونا دونون ممکن ہون) (درمختار صفحہ ۴۱۲)

(۶) یہ کہ وقف دائمی ہو موقت نہو مثلاً اگر واقف یہ کہے کہ میرا فلان باغ ہمیشہ کو وقف ہے تو وقف صحیح و جائز ہوگا اور اگر یہ کہے کہ میرا فلان باغ دس سال کے واسطے یا فلان شخص کی زندگی تک کے واسطے وقف ہے تو وقف صحیح و جائز نہوگا (درمختار صفحہ ۴۱۲)

(۷) یہ کہ وقف قطعی ہو یعنی مشروط بشرط خیار نہو (درمختار صفحہ ۴۱۲) مگر صحت وقف مشروط بشرط خیار ہمارے آئمہ مین مختلف فیہ ہی۔ ابو یوسفؒ کے نزدیک اگر مدت خیار معین ہو تو وقف شرط اور خیار دونون صحیح ہوتے ہین اور اگر مدت خیار غیر معین ہو تو وقف صحیح نہین ہوتا اور محمدؒ کے نزدیک جنکے قول کو ہلالؒ نے اختیار و پسند کیا ہی خواہ مدت خیار معین ہو خواہ غیر معین بہر حال وقف مشروط بشرط خیار باطل ہوتا ہی۔ اور یوسف ابن خالدؒ کے نزدیک وقف مشروط بشرط خیار بہر حال صحیح و جائز ہوتا ہی خیار باطل ہوتا ہے جیسا اعتاق مشروط بشرط خیار مین اعتاق صحیح ہوتا ہی اور شرط خیار باطل ہوتی ہی لیکن اگر کوئی اراضی یا مکان اگر مشروط بشرط خیار مسجد قرار دیا جاتا ہے تو بالاجماع مسجد قرار دینا صحیح ہوتا ہی اور شرط خیار خواہ بمدت معینہ یا بلا تعین مدت ہو باطل ہوتی ہی (اسعا صفحہ ۲۴)

وقف یا تو ابتدا سے فقرا کیواسطے ہوتا ہی یا فقرا امرا دونون کے واسطے ہوتا ہی یا ابتداءً امرا کیواسطے اور بالآخر فقرا کیواسطے ہوتا ہی پس اگر واقف نے اس امر کی تخصیص نکی ہو کہ اس وقف کے مستحق فقط فقرا ہین یا فقط امرا ہین یا دونون ہین تو یہ دیکھا جائیگا کہ موقوفہ چیز کیسی ہے اگر موقوفہ چیز ایسی ہی جس کی حاجت امرا و فقرا دونون کو یکسان ہوئی ہی جیسے مسافرخانہ پل وغیرہ تو اوس چیز سے فقرا اور امرا دونون بالاستقلال مستحق استفادہ ہوتے ہین اور اگر موقوفہ چیز ایسی ہو کہ جسکو امرا خود فراہم کرسکتے ہون جیسے شفاخانہ جات خیراتی کی ادویات تو اوس چیز سے امرا کو حق استفادہ نہین ہوتا (درمختار صفحہ ۴۱۹)

لیکن اگر واقف شفاخانہ نے یہ کہا ہو کہ اسکی ادویہ جملہ مریضون کے واسطے ہین تو فقرا کے ذیل مین اوس شفاخانہ کی ادویہ سے امرا بھی استفادہ کرسکتے ہین اور اگر واقف شفاخانہ نے صراحۃً یہ کہا ہو کہ اس شفاخانہ کی ادویات امرا و فقرا سب کے واسطے ہین تو اوس شفاخانہ کی ادویات سے امرا فقرا سب بالاستقلال استفادہ کرسکتے ہین اور اگر واقف نے کسی خاص شخص یا گروہ اشخاص پر خصوصیت سے جائداد وقف کی ہو تو اوس جائداد موقوفہ سے صرف شخص یا اشخاص مخصوص علیہ مستحق استفادہ ہون گے مثلاً واقف نے اپنی جائداد اپنے فرزند یا اپنی نسل پر وقف کی ہو تو اوسکے فرزند یا نسل کے سوا جب تک فرزند زندہ ہی یا نسل قائم رہی کوئی دوسرا مستحق افادہ نہوگا (درمختار صفحہ ۴۱۹)

دوسرا باب

مسجد کے احکام کے بیان مین

مسجد چونکہ خالص اللہ تعالیٰ کے واسطے ہوتی ہی اوسمین حق العباد کا لگاؤ تک نہین ہوسکتا لہذا اوسکے احکام بھی دیگر اوقاف کے احکام سے خاص اور ممیز ہین مثلاً امام صاحب رحمۃ اللہ کے

نزدیک دیگر اوقاف کے لزوم کے واسطے اونکے وقف کا موصی بہ ہونا ضرور ہی یا یہ ضرور ہے
کہ اوسکے وقف ہونیکا قاضی نے فیصلہ کردیا ہو لیکن مسجد بانی کے صرف یہ کہدینے سے
لازم ہوجاتا ہی کہ مین نے اس جگہ یا مکان کو مسجد قرار دیدیا اور اوسمین عامۃ المسلمین کو نماز
پڑھنے کی اجازت دیدینے سے امام صاحبؒ کے نزدیک گو واقف کو وقف سے رجوع کرنا جائز ہی
مگر اوس واقف کو جسنے کوئی جائداد مسجد پر وقف کی ہو جائداد مذکور کے وقف سے رجوع
کرنیکا اختیار نہین رہتا کیونکہ جو جائداد مسجد پر وقف کیجاتی ہی وہ بمنزلہ مسجد ہوجاتی ہی (اسعاف صفحہ ۶۲)
علی ہذا ابو یوسفؒ کے نزدیک دیگر مصارف کیواسطے جائداد مشاع کا وقف صحیح
ہوتا ہی لیکن جائداد مشاع مسجد قرار نہین دیجاسکتی اور محمدؒ کے نزدیک گو دیگر اوقاف کے تمام
کیواسطے جائداد موقوفہ کی تفویض ضرور ہی لیکن مسجد کیواسطے اوسکا اور اوسکے راستہ کا اوسکی
ملک سے علیحدہ و ممیز کردینا کافی ہی۔
طرفینؒ کے نزدیک چونکہ وقف تصدق ہوتا ہی اور تصدق کے واسطے قبضہ متصدق علیہ
لازم ہوتا ہی لہذا مسجد مین باجازت بانی کسی شخص کے نماز پڑھ لینے سے مسجد کا وقف پورا
ہوجاتا ہی اور اوسپر سے بانی کی ملک زائل ہوجاتی ہے طرفینؒ سے یہ بھی روایت ہے
کہ زوال ملک بانی کیواسطے ضرور ہی کہ اوسمین بانی کی اجازت سے نماز جہری یا اذان و اقامت
پڑھی جائے لیکن اگر بانی نے ایک ہی شخص کو اوسکا مؤذن اور امام مقرر کردیا ہو اور وہ
شخص تنہا باذان و اقامت نماز پڑھ لے تو دونون روایتون کے لحاظ سے ملک بانی
زائل ہوجاتی ہی۔ اور ابو یوسفؒ کے نزدیک چونکہ وقف اسقاط ملک ہوتا ہی جس کے
واسطے قبضہ لازم نہین ہوتا لہذا کسی اراضی یا مکان کی نسبت بانی کے یہ کہدینے سے کہ
مینے اوسکو مسجد قرار دیدیا اوس اراضی یا مکان پر سے بانی کی ملک زائل ہوجاتی ہی (عینی علی الکنز صفحہ ۲۴)

کسی اراضی کو مسجد قرار دینے کے واسطے اوس پر عمارت بنانا یا پہلے سے عمارت کا موجود ہونا ضرور نہین ہے پس اگر کوئی شخص اپنی اراضی پر بہ نیت دوام (گو لفظ دوام زبان سے نہ کہے) عامۃ المسلمین کو نماز پڑھنے کی اجازت دیدے تو وہ اراضی مسجد ہو جائے گی اور اوسپر سے شخص مذکور کی ملک زائل ہو جائیگی (غایت الاوطار صفحہ ۵۶۳)

اگر مسجد کے نیچے سردابہ مثل مسجد اقصیٰ یا مسجد کے اوپر مکان ضروریات مسجد کے واسطے بنایا جائے تو جائز ہوتا ہی اور وہ مسجد مسجد ہوتی ہی لیکن اگر سردابہ یا مکان مملوکہ بنایا جائے اور گو مسجد کا دروازہ شارع عام پر کھولدیا جائے تاہم امام صاحبؒ کے نزدیک بخلاف صاحبینؒ وہ مسجد مسجد نہین ہوتی نہ اوسپر سے ملک مالک زائل ہوتی ہی بلکہ بانی کو اور بانی کے مرجانیکے بعد اوسکے ورثہ کو اوسکی بیع کا حق ہوتا ہی (درمختار صفحہ ۴۱۳)

لیکن عینی شارح کنز فرماتے ہین کہ وہ مسجد بالاتفاق مسجد ہو جاتی ہی کیونکہ امام صاحبؒ سے روایت ہے کہ یہ جائز ہی کہ نیچے مسجد ہو اور اوسکے اوپر مکان مملوکہ ہو اور محمدؒ سے اسکے برعکس روایت ہے اور ابو یوسفؒ سے روایت ہی کہ دونون صورتین جائز ہین خواہ مکان مملوکہ کے نیچے مسجد ہو خواہ مکان مملوکہ کے اوپر مسجد ہو۔ اور صاحبینؒ سے یہ بھی روایت ہی کہ اگر کوئی شخص اپنے وسط مکان کو مسجد قرار دیکر عام لوگون کو نماز پڑھنے کی اجازت دیدے تو وسط مکان مسجد ہو جاتا ہی اگرچہ اوسکا علیحدہ دروازہ مقرر نکرے کیونکہ راستہ داخل حقوق ہی جب وہ شخص اپنے وسط مکان کو مسجد قرار دینے پر رضامند ہو گیا تو وہ وسط مکان اوسکی ملک سے خارج ہو جائیگا اور راستہ بطور حق مقرر ہو جائیگا (عینی علے الکنز صفحہ ۳۴۴)

لیکن اگر بانی مسجد کسی مکان کو مسجد قرار دینے کے بعد یا کسی جگہ مسجد بنانے کے بعد اوسکے اوپر اپنے واسطے مکان بنانا چاہی اور یہ کہے کہ مینے مسجد بنانیکے وقت بھی اوسکے اوپر

مکان مملوکہ بنانیکی نیت کی تھی تو اوسکے اس قول کی تصدیق نہ کی جائیگی اور مکان نہ بنانے دیا جائیگا بلکہ مسجد کی دیوار پر سے مکان کی دیوار بھی نہ اوٹھانے دیجائیگی اور اگر مکان بنالیگا یا دیوار اوٹھالیگا تو مکان منہدم کر دیا جائیگا اور دیوار بھی گرا دیجائے گی اور جبکہ بانی کو نہ بنانے دیا جائیگا تو غیر شخص کو بدرجہ اولی نہ بنانے دیا جائیگا (درمختار صفحہ ۴۱۳)

جو مکان یا دوکان مسجد کے نیچے یا اوپر ہو اوسمین رہنا یا کسی کو رہنے کیواسطے یا کسی اور کام کیواسطے مثلاً تجارت کرنے کیواسطے یا مال تجارت رکھنے کے واسطے کرایہ پر دینا جائز نہین ہی (درمختار صفحہ ۴۱۳)

فقیر مؤلف عرض کرتا ہی کہ اس زمانہ مین اکثر دیکھا جاتا ہی کہ صحن مسجد کے نیچے کی دوکانات کرایہ پر دیجاتی ہین یہ جائز نہین ہی اور لوگ اس سے غافل ہین کیونکہ حرم مسجد تحت الثری سے عرش تک مسجد ہوتی ہی اللھم وفقنا خیر الفقیہ ابو اللیث فرماتے ہین کہ اگر مہتمم مسجد حرم مسجد یا احاطہ مسجد مین دوکانین یا عمارت سکونت یا کرایہ پر چلانے کیواسطے بنانا چاہے تو جائز نہین ہی (اسعاف صفحہ ۶۱)

اگر مسجد تنگ ہو تو بانی مسجد کو تھوڑی زمین شارع عام مین سے مسجد مین شامل کر لینا جائز ہوتا ہی بشرطیکہ اس سے رہرؤنکو تکلیف و نقصان نہو کیونکہ شارع عام اور مسجد دونون مسلمانوں کے واسطے ہوتے ہین جیسا کہ بادشاہ کو یہ جائز ہی کہ راستہ کو مسجد بنا دے لیکن مسجد کو راستہ بنا دی یہ جائز نہین ہی کیونکہ راستہ مین نماز پڑھنا جائز ہی مگر مسجد مین سے راستہ چلنا جائز نہین ہی (درمختار صفحہ ۴۱۶)

علی ہذا اگر مسجد تنگ ہو تو اوسکے پہلو کی زمین یا مکانات وغیرہ اونکے مالکون سے باداے قیمت جبراً لیکر مسجد مین شامل کر لینا جائز ہی کیونکہ صحابہؓ نے مسجد الحرام کی توسیع

کیواسطے اوسکے پہلو کی زمین مالکان زمین سے باد ائی قیمت جبرًا لی تھی (درمختار صفحہ ۱۶۴)
شیخین رح کے نزدیک اگر مسجد کی دیوارین منہدم ہو جائین اور مسجد غیر آباد ہو جائے اور
لوگون کو اوس کی حاجت بھی نہ رہی مثلاً اوسکے قریب دوسری مسجد آباد ہو جائے یا
اوس محلہ مین مسلمانون کی آبادی نہ رہی تو بھی وہ الی یوم القیامت مسجد رہے گی اوسکی
ملکیت بانی یا ورثاء بانی کی طرف عود نکریگی خواہ اوسمین کوئی نماز پڑھے یا نہ پڑھے اور محمد رح
کے نزدیک ایسی مسجد کی ملکیت بانی یا ورثاء بانی کی طرف عود کر جاتی ہی علی ہذا شیخین رح
کے نزدیک مسجد کی چٹائیون وغیرہ کی جب حاجت نہین رہتی تب بھی وہ واقف کی
ملک کی طرف عود نہین کرتین اور محمد رح کے نزدیک وہ ملک واقف کی طرف عود کر جاتی ہی
فتوی شیخین رح کے قول پر ہی ابو یوسف رح سے یہ بھی روایت ہی کہ مسجد منہدمہ کا عملہ اگر بجنسہ
کار آمد ہو تو وہ عملہ ورنہ اوسکو فروخت کر کے اوسکی قیمت قریب کی مسجد کی طرف
جس کو حاجت ہو بعد حصول حکم قاضی منتقل کر دینا جائز ہی (درمختار صفحہ ۴۱۳)
جہان قاضی نہ ہو وہان کے اہل مسجد کو اختیار ہوتا ہی کہ مسجد کے ٹوٹے ہوئے
عملہ کو اور مسجد کے متعلقہ وقف کی پیداوار کو فروخت کر دین لیکن جہان قاضی ہو وہان
اہل مسجد کو بلا اذن قاضی ان چیزون کو فروخت کرنا جائز نہین ہوتا (اسعاف صفحہ ۲۱)
فقیر مؤلف عرض کرتا ہی کہ اس زمانہ مین ہندوستان کے شہرون مین قاضیونکا
وجود نہین ہی لہذا مساجد کی اور اوقاف متعلقہ مساجد کی اور آمدنی مساجد کے صرف
کرنیکی ولایت اہل مسجد کو حاصل ہی لہذا اگر مساجد کی آمدنی ضروریات مسجد سے زائد ہو
جیسے ممبئی کلکتہ وغیرہ کے اکثر مساجد کی آمدنی ضروریات مساجد سے بہت زیادہ ہی
اور فاضل از ضروریات کی رقم کثیر جمع ہی جسکے غصب وغبن ہو جانیکا قوی اندیشہ ہے

اہل مسجد کو آمدنی زائد از ضروریات مسجد سے مسجد کے متعلق مدرسہ دینیات و تبلیغ اسلام کا اجرا و انتظام کرنا مباح بلکہ لازم ہی اور اہل مسجد اور واقف کے واسطے موجب اجر عظیم ہے والتوفیق من اللہ تعالےٰ۔

اگر کسی مسجد کے متولی کے فوت ہو جانیکے بعد اہل مسجد بلا اذن قاضی کسی کو متولی مقرر کر دین تو بروئے صحیح ترین قول شخص مقرر کردہ اہل مسجد کو تولیت حاصل نہین ہوتی لیکن اگر متولی مذکور مسجد کی متعلقہ جائداد موقوفہ کو کرایہ پر دے اور اوس کا کرایہ حاصل کر کے مرمت مسجد یا مرمت جائداد موقوفہ متعلقہ مسجد مین خرچ کر دے تو اوسپر ضمان عائد نہوگا (اسعاف صفحہ ۴۴)

جو جگہہ نماز جنازہ یا نماز عید کے واسطے مقرر کی جائے اوسپر حکم مسجد صادق آنےمین علما مختلف الرائے ہین بعض کے نزدیک اوسپر حکم مسجد صادق آتا ہی لہذا اوسپر سے ملک مالک زائل ہو جاتی ہی اور بعض کے نزدیک اوس جگہہ سے جو نماز جنازہ کے واسطے مقرر کیجاتی ہی احکام مسجد متعلق ہو جاتے ہین لیکن اوس جگہہ سے جو نماز عید کے واسطے مقرر کیجاتی ہی متعلق نہین ہوتے خلاصہ یہ کہ عیدگاہ جائداد موقوفہ ہوتی ہی مگر مسجد نہین ہوتی (اسعاف صفحہ ۶)

بانی مسجد کا حق دربارہ تقرر مؤذن و امام بہ نسبت اہل محلہ اولی ہوتا ہی بجز اس کے کہ اہل محلہ کا مقرر کردہ مؤذن یا امام بانی مسجد کے مقرر کردہ مؤذن و امام سے زیادہ صلاحیت رکھتا ہو (درمختار صفحہ ۳۲۲)

کسی چیز یا کسی شخص کے وجود سے پہلے اوسپر کسی جائداد کا وقف کرنا صحیح ہوتا ہے جیسے کوئی شخص اولاد و نسل کے پیدا ہونے سے پہلے اگر اپنی اولاد و نسل پر جائداد وقف

کردے تو وقف صحیح ہوتا ہی پس اگر قبل اسکے کہ کوئی مسجد تیار ہو اوس مسجد پر جائداد وقف کردے تو وقف صحیح ہوگا اور جب تک وہ مسجد تیار نہو اوس جائداد موقوفہ کی آمدنی فقراپر صرف ہوگی علی ہذا مدرسہ کے تیار ہونے سے پہلے اگر کوئی جائداد اوسپر وقف کردیجائے تو اوسکی آمدنی مدرسے کے تیار ہونے تک فقراپر صرف ہوگی لیکن اگر اوس مدرسہ کا مدرس طلبہ کو بوجہ مکان مدرسہ تیار نہونے کے دوسری جگہہ درس دیتا ہو تو جائداد موقوفہ مذکور کی آمدنی مدرس و طلبہ مذکور پر صرف کیجائیگی (درمختار صفحہ ۴۲۳)

جو درخت مسجد مین فی سبیل اللہ لگائے جاتے ہین اونکے پھل ہر مسلم کو کھانا جائز ہوتے ہین اور جو مسجد کیواسطے لگائے جاتے ہین اونکے پھل فروخت ہو کر اونکی قیمت ضروریات مسجد مین صرف ہونی چاہیئے (درمختار صفحہ ۴۲۳)

اگر کسی مسجد کا متولی مع ایک اور شخص کے یہ گواہی دے کہ فلان جائداد اس مسجد پر وقف ہی تو کلام فقہائے سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہی کہ گواہی مقبول ہوگی (درمختار صفحہ ۴۲۵)

تیسرا باب

مریض کے وقف کے احکام کے بیان مین

اگر کوئی شخص بحالت مرض موت اپنی جائداد وقف کردیتا ہی اور تادم مرگ اوس سے رجوع نہین کرتا تو مثل ہبہ مریض بطور وصیت وہ وقف لازم ہوتا ہے یعنی اگر جائداد موقوفہ ثلث متروکہ واقف کی برابر یا اوس سے کم ہوتی ہی تو وہ جائداد سالم بلارضامندی ورثا واقف وقف ہوجاتی ہی اور اگر جائداد موقوفہ ثلث متروکہ واقف سے

زائد ہوتی ہی تو اسمین سے بقدر ثلث متروکہ بلا رضامندی ورثا، واقف وقف ہوجاتی ہی اور ثلث متروکہ سے زائد برضامندی ورثا، واقف وقف ہوتی ہی ورنہ بصورت عدم رضامندی ورثا اوس جائداد موقوفہ مین سی جسقدر حصہ زائد از ثلث متروکہ واقف ہوگا اوسقدر متروکہ واقف قرار پائیگا اور اوسکے مستحق ورثا، واقف ہونگے - اور اگر واقف کا کوئی وارث نہو تو وہ کل جائداد وقف ہوجائیگی بلالحاظ اسکے کہ وہ جائداد بقدر ثلث متروکہ ہے یا اوس سے زاید ہی (درمختار صفحہ ۴۱۸ - اسعاف صفحہ ۳۰)

اگر زاید از ثلث متروکہ حصّہ جائداد موقوفہ ورثہ مین تقسیم ہوجائے اور ورثہ اپنی حصّہ کو بیع کردین اور اوسکے بعد واقف کا اور متروکہ ظاہر ہونیکی وجہ سے وہ کل جائداد ثلث متروکہ کی برابر یا اوس سے کم ہوجائے تو بیع مذکور باطل نہوگی کیونکہ بائع بوقت بیع مجاز تصرف تھا البتہ ورثہ سے قیمت حصہ مبیعہ لیکر اوس قیمت سے دوسری جائداد خرید کیجائیگی اور خرید کردہ جائداد اوسی مصرف کیواسطے وقف ہوگی جس مصرف کیواسطے اصل جائداد واقف نے وقف کی تھی علی ہذا اگر شخص مقروض بحالت مرض الموت اپنی جائداد وقف کرکے مرجائے اور اوسکا قرضہ اوسکی کل جائداد کو محیط ہو تو وقف صحیح نہوگا اور قاضی اوسکی جائداد فروخت کرکے ادائے قرض کریگا پس اگر بعد اسکے کہ قاضی نے اوسکی جائداد بغرض ادائے قرضہ فروخت کردی ہو اوس کا اور متروکہ ظاہر ہو جس سے ادا، قرض ہوجائے اور جائداد موقوفہ ثلث متروکہ کی برابر یا اوس سے بھی کم ہوجائے تو قاضی کی بیع باطل نہوگی بلکہ جائداد موقوفہ کی قیمت سے دوسری جائداد خرید کیجائیگی جو اوسی مصرف کیواسطے وقف ہوگی جس مصرف کیواسطے اصل جائداد واقف نے وقف کی تھی (اسعاف صفحہ ۳۱ درمختار صفحہ ۴۱۸)

چوتھا باب

ترتیب مصارف آمدنی اوقاف کے بیان مین

آمدنی وقف خواہ اوسکا موقوف علیہ کوئی کار خیر ہو خواہ کوئی شخص ہو سب سی
اوّل مرمت جائداد موقوفہ مین خرچ کیجائیگی (اگرچہ واقف نے وقف مین ایسی شرط نہ لگائی ہو)
کیونکہ بقاء جائداد موقوفہ مرمت پر منحصر ہی اور بغرض مرمت دیگر امور اوس حد تک ملتوی
کردیے جائینگے کہ اصل غرض وقف مین نقصان صریح کا اندیشہ نہو مثلاً مسجد کے موذن و امام وغیرہ
کی ادائے ماہوار اب بند یا ملتوی نہ کی جائے گی کیونکہ اونکی عدم موجودگی سے نماز و جماعت
ہونا موقوف ہوجائیگی جو اصل غرض مسجد ہی علی ہذا مدرسین مدرسہ کی ماہوارات اور طلبہ کے
وظائف بند یا ملتوی نہ کی جائے گی کیونکہ مدرسین و طلبہ کی عدم موجودگی سے درس
موقوف ہوجائیگا جو اصل غرض مدرسہ ہی البتہ ان لوگون کی ماہوارات و وظائف مین کمی
کی جاسکے گی (درمختار صفحہ ۵۱۰)

اور اسطرح جو کمی کیجائیگی وہ بذمہ وقف قرض نہوگی بلکہ سال آئندہ کی آمدنی سے
بعد اخراجات ضروری اگر بچت ہوگی تو کمی کی ادائیگی کیجائے گی ورنہ نہین (درمختار صفحہ ۵۱۰)
اور اگر واقف نے خود یہ شرط قائم کی ہو کہ آمدنی سے اولاً جائداد موقوفہ کی مرمت
ہوا کرے تو متولی پر لازم ہوگا کہ ہر سال آمدنی مین سی کسی قدر روپیہ بغرض مرمت محفوظ
کرلیا کرے تاکہ فوری مرمت کی ضرورت کیوقت وہ رقم محفوظہ سے مرمت کراسکے
لیکن اگر واقف نے ایسی شرط قائم نکی ہو تو متولی پر سالانہ آمدنی مین سے کسیقدر روپیہ

بغرض مرمت محفوظ کرنا لازم نہو گا (درمختار صفحہ ۵۱۴)

بعد مرمت جو آمدنی باقی رہی وہ اگر موقوف علیہ کوئی کار خیر ہے تو اوسکے امور ضروری مین خرچ کی جائے گی اور اگر موقوف علیہ کوئی شخص ہی تو اوسکو دیدی جائے گی۔ کار خیر موقوف علیہ ہونے کی صورتمین امورات ضروری مین تقدم و تاخر بلحاظ شدت ضرورت ہوگا چنانچہ اکثر کتب فقہ مین امور ضروری کی صراحت مع تصریح تقدم و تاخر موجود ہی اور اکثر امور کے ضروری و غیر ضروری ہونیکے متعلق علما مین اختلاف بھی ہے مگر فقیر مؤلف عرض کرتا ہی امور ضروری کا تعین بلحاظ اختلاف زمان و مکان ہوتا ہی بہت امور زمانہ سابقہ مین اشد ضروری تھے اور آجکل غیر ضروری ہین اور بہت امور زمانہ سابقہ مین غیر ضروری تھے لیکن آجکل اشد ضروری ہین بہت مو اوقاف متعلقہ کار خیر واقع دیہات و قصبات کیواسطے ضروری نہین ہوتے مگر اونہین اوقاف واقع امصار و بلاد بڑے بڑے شہر کیواسطے اشد ضروری ہوتے ہین۔ دوسرے یہ کہ زمانہ سابقہ مین تقریبًا ہر شہر مین قاضی ہوتے تھے جسکا آجکل ہند مین وجود نہین ہی اور ہر امر متعلقہ وقف قضاۃ کا حکم نافذ و واجب التعمیل ہوتا تھا لہذا ہر وقف کے انتظام اور فرائض قضاۃ کی بجاآوری کیواسطے ایک گروہ ذی فہم و ذی وجاہت دیانتدار ہمدردان اسلام اشخاص کی مقرر ہونا چاہیے چنانچہ جس مقام پر ایسا گروہ قائم ہی وہان کے اوقاف اچھی حالت مین ہین۔

اور اگر جائداد موقوفہ مکان ہو اور کسی شخص کو اوسمین واقف نے حق سکونت دیا ہو تو مکان مذکور کی مرمت شخص مذکور پر اوسکے زر ذاتی سے کرنا واجب ہوگی کیونکہ ذمہ داری بمقابلہ منفعت ہوتی ہی (الغرم بالغنم) لیکن اگر شخص مذکور مرمت کرنے سے انکار کرے یا بوجہ تنگدستی مرمت نکر اسکتا ہو تو قاضی اوسکو مرمت کرانے پر مجبور نہ کریگا بلکہ مکان مذکور

کرایہ پر چلاکر زرکرایہ سے مرمت کرادیگا اور بعد مرمت ہوجانیکے پھر شخص مذکور کو سکونت کے واسطے دیگا تاکہ بوجہ عدم مرمت مکان بھی ضائع نہو اور موقوف علیہ منفعت سکونت سے بھی محروم نہو لیکن موقوف علیہ مذکور کو مکان مذکور کے کرایہ پر چلانیکا اختیار نہوگا (درمختار صفحہ ۴۱۵)

اور اگر مکان موقوفہ کا کرایہ واقف نے کسی شخص کے واسطے مقرر کردیا ہو تو اوس شخص پہ مکان مذکور کی مرمت کرنا لازم نہوگی بلکہ عند الضرورت آمدنی کرایہ سے متولی اوس کی مرمت کرادیکر مابقی کرایہ شخص مذکور کو دیگا لیکن اگر مکان مذکور مین شخص مذکور خود ہی بکرایہ رہتا ہو تو اوس سے کرایہ نہ لیا جائیگا کیونکہ زرکرایہ اوسی سے لیکر اوسی کو دیدینا امر لاحاصل ہے ایسی صورت مین اوس سے روپیہ بنام نہاد کرایہ لیکر اوس روپیہ سے مرمت کرائی جائے گی ورنہ مکان دوسرے شخص کو کرایہ پر دیکر زرکرایہ سے مرمت کرائی جائے گی اور اگر اوس مکان کا متولی بھی وہی شخص ہو تو قاضی اوسکو مرمت کرانے پر مجبور کریگا اور بصورت عدم تعمیل حکم قاضی دوسرے شخص کو اوسکا متولی مقرر کردیگا تاکہ وہ اوس مکان کو کرایہ پہ چلاکر زرکرایہ سے اوسکی مرمت کرادے (درمختار صفحہ ۴۱۵)

اگر مکان مذکور کرایہ پر نہ چل سکتا ہو تو قاضی کو چاہیئے کہ اوسکو فروخت کرکے اوسکی قیمت سے دوسرا مکان خریدے جو اوسی مصرف کیواسطے وقف ہوگا جس مصرف کے واسطے مکان اصلی وقف تھا (غایت الاوطار صفحہ ۵۶۸)

وقف کے ایسے عملہ شکستہ کو جو کارآمد وقف نہو فروخت کرکے اوسکی قیمت سے مرمت وقف کراسکتا ہی یا اوسکو یا اوسکی قیمت کو آئندہ مرمت کیواسطے محفوظ رکھ سکتا ہے لیکن عملہ شکستہ یا اوسکی قیمت مستحقین وقف کو نہین دیجاسکتی کیونکہ وہ فقط مستحق انتفاع ہوتی ہین عین جائداد مین اونکا کچھ حق نہین ہوتا (درمختار صفحہ ۴۱۶)

وقف علی الفقراء کی آمدنی سے وقت واحد مین ایک فقیر یا عالم کو بقدر نصاب دینا مکروہ ہی لیکن اگر موقوف علیہم فقراء معین ہون مثلاً فقراء قرابتداران واقف موقوف علیہم ہون تو اونمین سے ایک کو وقت واحد مین بقدر نصاب بلکہ اوس سے بھی زیادہ دینا جائز ہے (درمختار صفحہ ۴۲۳)

قاضی کو آمدنی وقف سے کسی ایسے شخص کا وظیفہ مقرر کردینا جو موقوف علیہ نہو جائز نہین ہوتا شخص مذکور کو وظیفہ لینا جائز ہوتا ہی بجز اسکے کہ وظیفہ بضرورت وقف مقرر کیا جائے تو اس صورت مین قاضی کو مقرر کرنا اور وظیفہ دار کو لینا دونون امر جائز ہوتے ہین (درمختار صفحہ ۴۲۳)

واقف نے اگر دربارہ آمدنی متولی کو اختیار دیا ہو کہ جسپر چاہے صرف کرے تو متولی کو اختیار ہوتا ہی کہ چاہے اغنیاء پر صرف کرے چاہی فقراء پر صرف کرے اور چاہے اپنی اولاد پر صرف کرے چاہی واقف کی اولاد پر صرف کرے (اسعاف صفحہ ۱۰۸)

فصل اوقاف قدیمہ کے متعلقہ احکام کے بیان مین

اگر وقف کے مصرف کا ثبوت منقطع ہوجائے مگر دفتر قاضی مین اوسکا اندراج ہو تو حسب اندراج مذکور عمل ہوگا اور اگر دفتر قاضی مین بھی اندراج نہو تو جو شخص شہادت سے اپنی جسقدر آمدنی کا بطور موقوف علیہ مستحق ثابت کردیگا اوسقدر آمدنی کا وہ مستحق قرار دیا جائے گا اگر کوئی شخص بھی اپنے کو بطور موقوف علیہ مستحق آمدنی ثابت نکرسے تو جب تک اوسکی خلاف ثابت نہو وہ وقف علی الفقراء متصور ہوکر آمدنی فقراء کو تقسیم ہوگی اور اگر یہ امر ثابت ہوجائے کہ وہ وقف علی الفقراء نہین ہی اور واقف یا اوسکے ورثہ زندہ ہون تو اوسکی ملک اونکی طرف عود کر جائے گی اور اگر واقف اور اوسکے ورثہ بھی زندہ نہون یا یہ معلوم نہو کہ اوسکا واقف کون تھا

تو وہ ملک بیت المال ہو جائے گا (درمختار صفحہ ۴۲۴)

اگر کسی وقف قدیم کی نسبت جس کے وقف ہونیکا اور مصرف کا اندراج دفتر قاضی میں نہو دو فریق نزاع کرتے ہون اور ہر ایک کا یہ ادعا ہو کہ اوسکو فلان شخص نے ہمارے اوپر وقف کیا ہی لیکن ثبوت کسی فریق کے پاس موجود نہو تو واقف یا اوسکے ورثہ سے دریافت کیا جائیگا اور اون کے بیان کے موافق عمل کیا جائیگا اور اگر فریقین باہم صلح کرلین گے تو استحسانا صلح نافذ قرار دیجاکر حسبہٖ عمل کیا جائیگا ورنہ ہر فریق کا دعوی ثبوت پر محول کردیا جائیگا اور وقف بمنزلہ لقطہ متصور ہوگا کیونکہ وہ ایسا مال ہی جس کا اوس کے مستحق تک پہنچانا متعذر ہی اور اوسکی آمدنی فقراء کو تقسیم کی جائیگی (اسعاف صفحہ ۸۰)

اوقاف قدیمہ کی شرائط اور مصرف کے متعلق سنی سنائی شہادت مقبول نہ ہوگی (اسعاف صفحہ ۷۹)

پانچوان باب

لزوم پابندی شرائط واقف کے بیان مین

شرائط واقف مثل احکام شرعیہ کے واجب التعمیل ہوتے ہین مگر مندرجہ ذیل سات صورتون مین اونکی مخالفت کرنا جائز ہی (غایت الاوطار صفحہ ۵۰۷)

(۱) واقف نے یہ شرط کی ہو کہ میرا مقرر کردہ متولی معزول نہ کیا جائے۔ پس اگر متولی مقرر کردہ واقف کھلم کھلا فاسق غیر مامون۔ انتظام وقف سے قاصر ہو تو قاضی کو خلاف شرط واقف اوس متولی کے معزول کر دینے کا اختیار ہوتا ہے۔ بحر الرائق مین ہے کہ

واقف کی یہ شرط کہ قاضی اور بادشاہ وقف مین دخل ندین لغو و باطل ہوتی ہی چونکہ بادشاہ اور قاضی پر صیانت وقف اور پابندی شرائط واقف دونون امر واجب ہوتے ہین لہذا ۹۴۴ ہجری مین جبکہ واقفون نے یہ شرط کرنی شروع کی کہ تصرفات متولی وقف مین جو اولاد واقف سے ہوگا قاضی اور حکام دولت کو دخل دینے یا متولی مذکور کو معزول کرنیکا اختیار نہوگا اگر وہ دخل دین یا معزول کرین تو انپر خدا کی لعنت ہی تو مفتی الروم ملا ابو سعودؒ سے اس بارہ مین سوال کیا گیا کہ ایسے اوقاف کے انتظام مین دخل دیا جائے یا نہین تو اونہون نے یہ جواب دیا کہ اگر متولی اعیان ملک مین سے ہون تو وہ بمشورہ اعلی حکام دولت تصرفات کیا کرین اور اگر متولی اعیان ملک مین سے نہون تو وہ بمشورہ قضاۃ تصرفات کیا کرین اور فریقین حسب احکام شرع شریف عمل کیا کرین نہ اعلی حکام اور قضاۃ متولی صاحبان کی مخالفت کیا کرین اور نہ متولی صاحبان حکام و قضاۃ کی مخالفت کیا کرین اور جن واقفون کی شرط مذکور سے یہ غرض ہو کہ اونکی مقرر کردہ متولی جو چاہی فساد کرین مگر قضاۃ اوسمین دخل نہ دین وہ خود شرط مذکور قائم کرنے سے ملعون ہون گے کیونکہ شرائط خلاف شرع شریف لغو و باطل ہوتی ہین (ہدایۃ الاوطان صفحہ ۵)

(۲) واقف نے یہ شرط کی ہو کہ جائداد موقوفہ ایک سال سے زیادہ مدت کیواسطے کرایہ پر نہ دی جائے، پس اگر لوگ جائداد موقوفہ کو ایک سال کے واسطے کرایہ نہ لین یا ایک سال سے زیادہ مدت کیواسطے کرایہ پر دینے مین وقف کا نفع ہو تو چونکہ قاضی کو فقیر و غنی اور غائب حتی کہ مردہ کے مال پر بھی ولایت عامہ حاصل ہوتی ہی اس لئے فقط قاضی کو خلاف شرط واقف ایک سال سے زیادہ مدت کے واسطے جائداد موقوفہ مذکور کو کرایہ پر دینا جائز ہوگا لیکن متولی کو جائز نہوگا البتہ اگر واقف نے ایسی

شرط نکی ہو تو متولی مناسب مدت کیواسطے جائداد موقوفہ کو کرایہ پر دے سکتا ہی تاہم بعض علما کے نزدیک کرایہ پر دینے کا اختیار متولی کو مدت ایک سال تک محدود ہی اس مسئلہ مین فتویٰ یہ ہی کہ متولی کو مکانات موقوفہ کو ایک سال سے زیادہ اور اراضی موقوفہ کو تین سال سے زیادہ مدت کے واسطے کرایہ پر دینے کا اختیار نہین ہوتا۔ فقیہ ابوجعفر فرماتے ہین کہ یہ فتویٰ ہو گیا ہی کہ جائداد موقوفہ کا مدت طویل کے واسطے کرایہ پر دینے کا معاہدہ باطل ہوتا ہی اگرچہ بذریعہ چند عقود ہو (درمختار صفحہ ۴۱۹)

(۳) واقف نے یہ شرط کی ہو کہ آمدنی وقف سے میری قبر پر قرآن شریف پڑہوایا جایا کرے تو چونکہ امام صاحبؒ کے نزدیک قبر کے نزدیک قرآن شریف پڑہنا مکروہ ہی لہذا اونکے نزدیک اس شرط کی مخالفت کرنا جائز ہی اور چونکہ محمدؒ کے نزدیک قرآن شریف پڑہنا مکروہ نہین ہی لہذا اونکے نزدیک اس شرط کی مخالفت کرنا جائز نہین ہے۔

(۴) واقف نے شرط کی ہو کہ آمدنی فلان مسجد کے سائلین کو دیجایا کرے متولی کو خلاف شرط دوسری مسجد کے سائلین کو اور ایسے فقراء کو جو سوال نہین کرتے دینا جائز ہے۔

(۵) واقف نے شرط کی ہو کہ آمدنی وقف سے فی فقیر اسقدر روٹی اور اسقدر گوشت دیا جایا کرے تو متولی کو خلاف شرط واقف فقراء کو نقد دیدینا جائز ہی۔

(۶) واقف یعنی بانی مسجد نے شرط کی ہو کہ امام وخطیب کو اسقدر ماہوار دیجایا کرے پس اگر ماہوار مذکور امام وخطیب کے کفاف کو کافی نہو اور امام وخطیب عالم و متقی ہون تو قاضی کو اونکی ماہوار مین خلاف شرط واقف زیادتی کر دینا جائز ہے

(۷) واقف نے عدم استبدال جائداد موقوفہ کی شرط کی ہو تو قاضی کو خلاف شرط واقف بصورت ناقابل انتفاع ہو جانے جائداد موقوفہ کے اوسکا استبدال جائز ہے اور اگر جائداد موقوفہ اراضی مزروعہ ہو تو بادشاہ کو خلاف شرائط واقف حکم دینا جائز ہے کیونکہ اراضیات مزروعہ دراصل ملک بیت المال ہوتی ہین (درمختار صفحہ ۴۲۴)

مصنف زواہر نے آٹھوین صورت یہ بیان کی ہی کہ اگر واقف نے یہ شرط کی ہو کہ اوسکے مقرر کردہ متولی کا کوئی شریک یا اوسپر نگران مقرر نکیا جائے اور قاضی کسی کو اوسکا شریک یا اوسپر نگران مقرر کرنا قرین مصلحت سمجھے تو قاضی کو خلاف شرط واقف کسی کو متولی مذکور کا شریک یا اوسپر نگران مقرر کرنا جائز ہے (درمختار صفحہ ۴۱۱)

اور طحاوی مین یہ نوین صورت بیان کی گئی ہی کہ اگر واقف نے یہ شرط کی ہو کہ جائداد موقوفہ اسقدر رقم سے زیادہ پر کرایہ کو ندیجائے پس اگر کرایہ مثل اوس رقم سے زیادہ ہو تو خلاف شرط واقف کرایہ مثل پر کرایہ کو دیجائے گی بلکہ سراج حانوتی نے لکھا ہے کہ کرایہ مثل سے کم پر کرایہ کو دینا جائز بھی نہین ہی (درمختار صفحہ ۴۱۷)

چونکہ شرائط واقف واجب التعمیل ہوتی ہین لہذا اگر واقف آمدنی وقف کو اپنی زندگی تک اپنی واسطے مخصوص کرلے تو ابو یوسفؒ کے نزدیک وقف بھی جائز ہوتا ہی اور شرط بھی صحیح ہوتی ہے (درمختار صفحہ ۴۱۶)

کیونکہ نبی کریم صلعم کا اپنی وقف کی آمدنی کا تناول فرمانا ثابت ہی اور یہ امر متفق علیہ ہی کہ واقف کو بلا شرط آمدنی وقف سے انتفاع جائز نہین ہوتا جس سے معلوم ہوا کہ نبی کریم صلعم نے آمدنی وقف سے انتفاع حاصل کرنیکی شرط فرمائی ہوگی علماء بلخ نے ابو یوسفؒ کے قول پر فتوی دیا ہی اور محمدؒ کے نزدیک ایسا وقف باطل ہے

کیونکہ ثواب ازالہ ملک سے ہوتا ہے اور آمدنی کا اپنی ذات کے واسطے کلاً یا جزءً مخصوص کر لینا مانع ازالہ ملک ہوتا ہے۔ اور یہ شرط بھی جائز ہوتی ہے کہ اگر مناسب ہوگا تو واقف جائداد موقوفہ سے دوسری جائداد بدل لیگا اور وہ جائداد متبدلہ بھی وقف ہوگی اور یہ شرط جائز ہوتی ہے کہ اگر مناسب ہوگا تو وقف جائداد موقوفہ فروخت کر کے اوس کی قیمت سے دوسری جائداد خرید لیگا جو اوسی مصرف کیواسطے وقف ہوگی جس مصرف کیواسطے پہلی جائداد وقف تھی لیکن بربنا شرط مذکور جائداد متبدلہ کو تبدیل یا جائداد خرید کردہ کو فروخت نکر سکیگا کیونکہ شرط مذکور فقط جائداد موقوفہ سے متعلق تھی جائداد متبدلہ یا خرید کردہ سے متعلق نہین ہے (در مختار صفحہ ۱۷۸)

بدون شرط واقف بھی فقط قاضی الجنت کو جائداد موقوفہ کے استبدال کا اختیار ہوتا ہے بشرطیکہ جائداد موقوفہ سے بالکل نفع نہو یا اسقدر قلیل نفع ہو کہ وہ اوسکی مرمت کو بھی کافی نہو دوسرے یہ کہ جائداد متبدلہ غیر منقولہ ہو۔ اصطلاح محدثین مین ایسے قاضی کو جو عالم باعمل متقی ہو قاضی الجنت کہتے ہین صدر الشریعت بطور ترجیح فرماتے ہین کہ گو بقول ابو یوسفؒ بصورت کمی آمدنی قاضی الجنت کو جائداد موقوفہ کا استبدال جائز ہے مگر قاضی الجنت مثل کبریت احمر نایاب ہے اور دیگر قضاۃ نے جواز استبدال کو حیلہ بطلان اوقاف بنالیا ہے لہذا ہم جواز استبدال کا فتوی بھی نہین دیتے معروضہ مفتی ابو السعود مین ہے کہ صدر الشریعت کے اسی قول کی بنا پر ۹۵۱ھ مین حکم صادر ہوا ہے کہ بلا اذن سلطان استبدال نہوا کرے (در مختار صفحہ ۱۷۸)

اگر واقف نے دو شرطین ایک دوسرے کے مخالف کین ہون تو شرط مابعد چونکہ شرط اول کی ناسخ ہوتی ہے لہذا شرط مابعد پر عمل ہوگا (در مختار صفحہ ۱۷۲)

چھٹا باب

متولی کے احکام کے بیانمین

چونکہ حفاظت و انتظام وقف کے واسطے متولی کا ہونا ضروری ہی لہذا متولی ایسا شخص ہوسکتا ہی جو بذات خود یا بذریعہ نائب انتظام وقف پر قدرت رکھتا ہو اور امین ہو اسلئے مرد عورت بینا نابینا ایسا سزا یافتہ قذف جس نے توبہ کرلی ہو متولی بنایا جاسکتا ہی پس ایسا شخص جو بذات خود یا بذریعہ نائب انتظام وقف پر قدرت نرکھتا ہو یا جو خائن ہو متولی نہین بنایا جاسکتا۔ طالب تولیت کو بھی متولی نہ بنانا چاہیئے جیسا طالب قضا کو قاضی نہ بنانا چاہیئے (اسعاف صفحہ ۴۱)

حتیٰ کہ اگر خود واقف یا اوس کی اولاد یا اوسکا مقرر کردہ ایسا شخص متولی ہو جس کیواسطے واقف نے یہ شرط قائم کی ہو کہ بادشاہ و قاضی کو اوسکے معزول کرنیکا اختیار نہوگا۔ اور وہ خائن ہو تو بادشاہ یا قاضی اوسکو معزول کردیگا علی ہذا اگر خود موقوف علیہ متولی مقرر کردہ واقف ہو مگر وہ تولیت کا اہل نہو تو قاضی اوس کو معزول کر کے دوسرے شخص اہل تولیت کو متولی مقرر کردیگا کیونکہ وقف بالآخر فقراء کے واسطے ہوتا ہے اور خائن و نااہل متولی سے اندیشہ ہوتا ہی کہ وہ وقف کو ضائع و ویران کردے اور وقف فقراء تک نہ پہنچ سکے۔ اگرچہ موقوف علیہ تولیت سے معزول کردیا جائے تب بھی مستحق آمدنی وقف وہی رہتا ہی (اسعاف صفحہ ۴۲)

محمدؒ کے نزدیک چونکہ تفویض شرط صحت وقف ہی اس لئے اگر واقف دربارہ

تولیت کچھ شرط و صراحت کئی بغیر وقف کو تفویض متولی کردے تو پھر واقف کو دربارہ تولیت کچھ اختیار باقی نہین رہتا البتہ اگر بوقت تفویض شرط و صراحت کردے تو اوس شرط و صراحت کیموافق اوسکو اختیار حاصل ہوتا ہی اور ابو یوسفؒ کے نزدیک چونکہ تفویض شرط صحت وقف نہین ہی لہذا اونکے نزدیک گو تولیت کے بارہ مین بوقت وقف واقف نے کوئی شرط و صراحت نکی ہو تاہم تولیت وقف واقف کو حاصل ہوتی ہی علماء بلخ نے ابو یوسفؒ کے قول پر فتوی دیا ہی (درمختار صفحہ ۴۱۶)

محمدؒ کے نزدیک متولی مفوض الیہ قائم مقام موقوف علیہ ہوتا ہی پس اگر واقف نے یہ شرط قائم کردی ہی کہ متولی کے عزل و نصب کا اختیار اوسکو یا اوسکی اولاد کو ہوگا تو بناء شرط اوسکو یا اوس کی اولاد کو اختیار عزل و نصب متولی ہوگا اور اگر ایسی شرط قائم نہین کی تو اوسکو اور اوسکی اولاد کو اختیار عزل و نصب متولی نہوگا - اور ابو یوسفؒ کے نزدیک متولی واقف کا وکیل ہوتا ہی لہذا واقف کو اوسکے عزل و نصب کا اختیار ہوتا ہی خواہ بوقت وقف اوسنے اوسکے عزل و نصب کے اختیار کی اپنے واسطے شرط کی ہو یا نکی ہو (اسعاف صفحہ ۴۱) بناءً علیہ ابو یوسفؒ کے نزدیک وفات واقف کے بعد تولیت متولی باطل ہوجاتی ہی کیونکہ وکالت احد المتعاقدین کی وفات سے باطل ہوجاتی ہی بجز اسکے کہ تقرر تولیت باین الفاظ کیا ہو کہ وہ میری زندگی مین اور بعد میری وفات کے متولی ہی تو چونکہ متولی موصوف واقف کا وصی بھی ہوگا لہذا اوسکی تولیت باطل نہوگی اور محمدؒ کے نزدیک وفات واقف سے تولیت متولی باطل نہین ہوتی (اسعاف صفحہ ۴۱)

واقف کو شرائط وقف سے رجوع کرنے کا اختیار ہوتا ہی گو وقف مندرجہ دفتر قاضی ہو (درمختار صفحہ ۴۱۴)

اگر واقف نے دربارۂ تولیت کوئی شرط نہ کی ہو لیکن کسیکو بحالت تندرستی یا بحالت مرض موت اپنا وصی مقرر کیا ہو گو دربارہ تولیت کچھ بھی نہ کہا ہو تاہم وصی کو تولیت وقف بھی حاصل ہوگی اور اگر ایسے واقف کا جس نے دربارہ تولیت و وقف کچھ شرط و صراحت نکی ہو کوئی وصی بھی نہو تو اوسکے وقف کی تولیت قاضی کو حاصل ہوگی۔ واقف موصوف جس شخص کو فقط وقف کے واسطے اپنا وصی مقرر کرے امام صاحبؒ کے نزدیک وہ وصی واقف کے دیگر جملہ امور کا بھی وصی ہوگا اور بقول ہلالؒ ابو یوسفؒ و دیگر اکثر فقہاؒ کے نزدیک وصی مذکور فقط وقف کا وصی ہوگا (اسعاف صفحہ ۴۱)

اگر واقف نے دو شخصون کو متولی مقرر کیا ہو اور اونمین سے ایک دوسرے کو اپنا وصی مقرر کرکے مرجائے تو متولی باقیماندہ کو تنہا تصرفات کرنا جائز ہون گے لیکن اگر واقف نے شرط کی ہو کہ متولی کسی کو اپنا وصی نہ بنائے تو وصی بنانا جائز نہو گا۔ یا واقف نے دو شخصون کو متولی مقرر کیا ہو اونمین سے ایک تولیت کو قبول کرے اور دوسرا قبول نکرے تو قاضی کو اختیار ہوگا کہ اگر شخص قبول کنندہ تولیت کا اہل ہو تو تنہا اوسی کو متولی مقرر کردے ورنہ قاضی اوسکے ساتھ کسی دوسرے شخص کو بجائے قبول نکرنے والے کے شریک کردیگا (اسعاف صفحہ ۴۲)

اگر متولی کو واقف نے یہ اختیار بھی دیا ہو کہ وہ وقف کو کسی کے تفویض کردیسکتا ہے پس اگر متولی موصوف اپنی تندرستی کی حالت مین یا مرض موت مین جائداد موقوفہ کیسکی تفویض کردے یا کسی کو اپنا قائم مقام مقرر کردے تو تفویض یا قائم مقامی صحیح و جائز ہوگی اور متولی موصوف کو مفوض الیہ یا قائم مقام کے معزول کرنیکا اختیار نرہیگا بجز اسکے کہ واقف نے اوسکو عزل و نصب دونون امور کا اختیار دیا ہو اور اگر واقف نے متولی کو

تفویض وقف کا اختیار نہ دیا ہو اور متولی باوصف عدم اختیار بحالت تندرستی کسی کو اپنا قائم مقام مقرر کر دے تو یہ قائم مقامی صحیح نہو گی اور بحالت مرض موت کسی کو اپنا قائم مقام مقرر کر دے تو قائم مقامی صحیح ہوگی بلکہ ایسے قائم مقام کی زندگی تک بقول مصنفؒ اشباہ قاضی کو دوسرے متولی کے تقرر کا اختیار نہو گا (در مختار صفحہ ۴۲۲)

متولی کا بلا اطلاع واقف یا قاضی اپنے کو تولیت سے سبکدوش کر لینا صحیح نہین ہوتا یعنی بغیر اطلاع دینے واقف یا قاضی وہ ذمہ داری وقف سے سبکدوش نہین ہو جاتا البتہ باطلاع واقف یا قاضی متولی اپنے کو تولیت سے سبکدوش کر سکتا ہی (در مختار صفحہ ۴۲۲)

اگر وقف کا ایک شخص متولی اور دوسرا مشرف (نگران) ہو تو اختیارات تصرف تنہا متولی کو ہونگے کیونکہ مشرف کو بجز حفاظت مال وقف اور کچھ اختیار نہین ہوتا (اسعاف صفحہ ۴۴)

اگر موقوف علیہم اوس وقف کا جس کے وہ موقوف علیہم ہین بلارائے قاضی کسی کو متولی مقرر کرلین تو اگر متولی صالح ہو فاسق نہو تو تولیت صحیح و جائز ہو گی مگر اولے یہ ہی کہ قاضی سے استدعاء تقرر کیجائے تاکہ وہ کیسکو مقرر کر دے (قاضیخان ج ۴ صفحہ ۳۰۰)

اگر ایک وقف کیواسطے دو قاضیون نے دو شخصون کو متولی مقرر کیا ہو اور ایک قاضی کو دوسرے قاضی کے مقرر کردہ متولی کی علیحدگی قرین مصلحت معلوم ہو تو علیحدہ کر سکتا ہی ورنہ نہین (اسعاف صفحہ ۴۴)

اگر متولی یا موقوف علیہ یہ اقرار کرے کہ مین متولی یا موقوف علیہ نہین بلکہ فلان شخص ہی تو حسب اقرار عمل کیا جائے گا اگرچہ یہ اقرار خلاف اندراج دفتر قاضی ہو کیونکہ شبہ ہوتا ہے کہ شاید واقف نے بعد اندراج متولی دوسرے کو مقرر کر دیا ہو یا آمدنی

دوسرے کے واسطے مقرر کردی ہو لیکن اگر موقوف علیہ اپنا حق دوسریکو دینا چاہی تو نہین دیسکتا کیونکہ استحقاق موقوف علیہ مثل حق ارث ہوتا ہی جو منتقل یا ساقط نہین ہوسکتا (درمختار صفحہ ۴۲۲)

اگر واقف کسی کو متولی وقف مقرر کئے بغیر مرجائے یا متولی مقرر کردہ واقف بعد وفات واقف کسی کو اپنا وصی مقرر کئے بغیر مرجائے (درمختار صفحہ ۴۲۲) تو تقرر متولی کا اختیار قاضی کو ہوگا اور قاضی جب تک اہلبیت واقف مین سے کوئی شخص اہل تولیت مل سکے کسی اجنبی کا تقرر نکر سکیگا کیونکہ اہلبیت واقف کو وقف سی زیادہ دلچسپی ہوتی ہی اور واقف کا یہ مقصد کہ نسبت وقف اوسکی طرف رہی اوسکے اہلبیت کے ہی تقرر سے حاصل ہوسکتا ہی پس اگر قاضی نے اہلبیت واقف مین سے بوجہ عدم دستیابی اہل کے کسی اجنبی کو متولی مقرر کردیا ہو اور اوسکے بعد اہلبیت واقف مین کوئی تولیت کا اہل پیدا ہوجائے تو قاضی پر واجب ہے کہ اجنبی کو علیحدہ کرکے تولیت اوسکو دیدے کیونکہ جیسے جائداد مملوکہ مین اولاد مستحق ملک ہوتی ہی ایسے ہی وقف مین مستحق تولیت ہوتی ہی (اسعاف صفحہ ۴۲)

اگر واقف نے دربارہ تولیت یہ شرط کی ہو کہ میری زندگی مین اور مرجانیکے بعد جب تک میرا فرزند جوان ہو فلان شخص تنہا متولی رہی اور بعد جوان ہوجانے کے میرا فرزند اوسکے ساتھ شریک تولیت رہی گا یا بجائے اوسکے تنہا میرا فرزند متولی ہوگا تو حسب روایت حسن امام صاحبؒ کے نزدیک شرط تولیت نسبت فرزند جائز نہوگی اور ابو یوسفؒ کے نزدیک جائز ہوگی (اسعاف صفحہ ۴۲)

اگر واقف نے جائداد موقوفہ کا اپنی زندگی اور مرجانے کے بعد کیواسطے کسی کو

متولی مقرر کردیا ہو اور اوسکے بعد دوسری جائداد وقف کی ہو اور اوس کا کسی کو متولی کئے بغیر مرگیا ہو تو جائداد اوّل کا متولی جائداد ثانی کا متولی نہوگا بجز اس کے کہ واقف نے اوسکو اپنا وصی مقرر کردیا ہو (اسعاف صفحہ ۴۲)

اگر کوئی شخص کسی کو اپنا وصی مقرر کرکے وصیت کرے کہ میرے اسقدر مال سے جائداد خرید کرکے فلان کام کے واسطے وقف کی جائے اور اس وصیت پر لوگون کو گواہ بھی کردے تو وصیت واجب التعمیل ہوگی اور تعمیل وصیت جو جائداد خرید کر وصی وقف کریگا اوس کی تولیت وصی مذکور کو ہوگی اور وصی مذکور کو اختیار ہوگا کہ وہ کسی اور کو وصی مقرر کردے اگر وصی ایسا کریگا تو وصی کے وصی کو وہی اختیارات حاصل ہون گے جو وصی کو حاصل ہین (اسعاف صفحہ ۴۲)

اگر واقف نے اپنی جائداد موقوفہ کا کسی کو متولی مقرر کردیا ہو اور اوسکے بعد کسی کو اپنا وصی مقرر کردے تو یہ وصی متولی کا شریک بھی ہوگا لیکن اگر واقف نے ایک شخص سے کہا ہو کہ مینے تجھے اپنے وقف کا متولی مقرر کیا اور دوسرے سے کہا ہو کہ تجھے اپنے متروکہ کا وصی مقرر کیا تو وصی کو تولیت مین دخل نہوگا اور متولی کو متروکہ مین دخل نہوگا (اسعاف صفحہ ۴۳)

اگر ایسے واقف نے جس کے اولاد ذکور و اناث دونون موجود ہون حق تولیت دو کیواسطے مقرر کیا ہو تو ذکور یا اناث مین سے جو دو شخص تولیت کے اہل ہون گے وہ مشترکاً متولی ہون گے اور اگر دو اولاد ذکور کے واسطے حق تولیت مقرر کیا ہو تو اولاد اناث کو گو وہ بھی اہل تولیت ہون متولی نہ کیا جائے گا کیونکہ واقف نے اولاد ذکور کی شرط کی ہے (اسعاف صفحہ ۴۴)

اگر واقف نے تولیت اپنی اولاد کے واسطے مقرر کی ہو اور اوس کی اولاد مین کوئی ولد صغیر ہو تو قاضی اوسکی جگہہ اوسکے جوان ہونے تک کسی اجنبی کو شریک تولیت کر دیگا اور اگر واقف نے کسی صغیر کے واسطے متولی کیئے جانیکی وصیت کی ہو تو وہ وصیت از روئے قیاس مطلقاً باطل ہو گی لیکن استحساناً اوسکے جوان ہونے تک باطل ہوگی اور بعد جوان ہو جانیکے وہی مستحق تولیت ہو گا دربارہ احکام تولیت ایسی اولاد جو ابھی پیدا نہوئی ہو از روئے قیاس و از روئے استحسان مثل اولاد صغار کے ہوتی ہے (داسعاف)

اگر واقف نے دربارہ تولیت یہ شرط کی ہو کہ اوسکی اولاد مین جو افضل ہو وہ متولی کیا جائے اور اوس کی اولاد کے چند افراد فضل مین مساوی ہون تو اونمین سے جسکی عمر زیادہ ہوگی خواہ وہ مرد ہو خواہ عورت ہو وہ متولی کیا جائیگا کیونکہ زیادتی عمر فی نفسہ خود ایک فضل ہے۔ اور اگر افضل اولاد تولیت قبول نکرے یا مر جائے تو اوس کے بعد باقیماندہ اولاد مین جو افضل ہو گا وہ متولی کیا جائیگا اور اگر واقف نے خود ایسی شرط قائم کی ہو تو بدرجہ اولیٰ وہی متولی کیا جائیگا جو باقیماندہ اولاد مین افضل ہوگا اور تا بقائی نسل اسی طرح سلسلہ جاری رہیگا۔ اور اگر افضل اولاد تولیت کا اہل نہو تو قاضی اوسکی جگہہ کسی اجنبی کو متولی مقرر کر دیگا لیکن اگر وہ بعد کو تولیت کا اہل ہو جائیگا تو قاضی اجنبی کو تولیت سے علیحدہ کر کے اوسکو متولی بنا دیگا علی ہذا اگر کل اولاد واقف تولیت کی اہل نہو تو قاضی کسی اجنبی کو متولی مقرر کریگا اور جب اونمین سے کوئی تولیت کا اہل ہو جائیگا تو اجنبی کو علیحدہ کر کے اوسکو متولی بنا دیا جائیگا اگر افضل اولاد متولی ہو مگر دوسرا اوس سے زیادہ تر افضل ہو جائے تو حق تولیت اوس دوسرے کی طرف رجوع ہو جائیگا کیونکہ حسب شرط واقف مستحق تولیت وہ ہو گا جو اوسکے موجودہ اولاد مین

افضل ہو لہذا ہر وقت حق تولیت افضل اولاد کی طرف رجوع ہوتا رہیگا جیسا اوس وقف مین جس کی آمدنی واقفنے اپنی سب سے زیادہ محتاج اولاد کے واسطے مقرر کی ہو مستحق آمدنی وہ ہوتا ہی جو اولاد واقف مین سے بوقت تقسیم آمدنی سب سے زیادہ محتاج ہوتا ہی لیکن ہلالؒ کہتے ہین کہ اقتضاء قیاس یہ ہی کہ اگر افضل اولاد واقف تولیت قبول نکرے تو قاضی کو چاہیئے کہ اوس کی زندگی تک کسی اجنبی کو متولی مقرر کردے اور اوسکے مرجانیکے بعد باقیماندہ اولاد واقف مین جو افضل ہو وہ متولی بنایا جائے (اسعاف صفحہ ۴۳)

اگر واقفنے تولیت ایک جماعت کے سپرد کی ہو تو قاضی اوس جماعت کے افراد غیر مامون کی جگہ اوسی جماعت کے دوسرے افراد کو یا اجنبی اشخاص کو اونکے قائم مقام کے طور پر شریک جماعت کردیگا (اسعاف صفحہ ۴۳)

اگر واقفنے تولیت اپنی ایسی اولاد کو دیجانیکی وصیت کی ہو جو غلام ہو یا کافر ذمی ہو تو تولیت جائز ہوگی مگر اوسکا نفاذ اولاد مذکور کے آزاد یا مسلمان ہوجانیکے بعد ہوگا۔ لیکن اگر قبل آزاد یا مسلمان ہونیکے قاضی اوسکو تولیت سے خارج کردے اور اوسکے بعد وہ آزاد یا مسلمان ہوجائے تب بھی تولیت اوس کی طرف عود نکرے گی (اسعاف صفحہ ۴۴)

اگر واقف نے کسی شخص کو تولیت اوسوقت تک کے واسطے دی ہو جبتک وہ اوس مقام مین رہے جہان وقف واقع ہی یا اپنی زوجہ کو اوسوقت تک کیواسطے جب تک وہ دوسرے سے نکاح نکرے تو تولیت صحیح ہوگی مگر اوس شخص کے مقام مذکور سے چلے جانیکے بعد یا زوجہ کے دوسرے نکاح کرلینے کے بعد تولیت

ساقط ہوجائیگی اگرچہ واقف نے ایسی صورت واقع ہونے کے بعد سقوط تولیت
کی شرط وصراحت نہ کی ہو (اسعاف صفحہ ۴۴)

فصل اختیارات متولی وقاضی

متولی وقف کو بجز اسکے کہ وقف کیواسطے ایسی ضرورت واقع ہو جائے جسکے
پورا نکرنے میں جائداد موقوفہ یا اوس کی آمدنی کو نقصان پہنچ جانیکا صریح وقوی اندیشہ ہو
جائداد موقوفہ پر قرض لینا یا اوسکے واسطے کوئی چیز ادہار خریدنا جائز نہیں ہی لیکن اگر
ایسی ضرورت واقع ہو جائے (مثلاً فوری مرمت کی ضرورت واقع ہوجائے اور فوراً
مرمت نکرنے سے سالم عمارت وقف کے منہدم ہوجانیکا قوی اندیشہ ہو یا موسم تخم ریزی ختم
ہونیکے قریب ہو اور اراضی موقوفہ مزروعہ کے واسطے تخم نہو) تو متولی کو باجازت قاضی
اور اگر حصول اجازت قاضی تک ضرورت کے فوت ہوجانیکا اندیشہ قوی ہو تو بلا اجازت
جائداد موقوفہ پر قرض لینا یا اوسکے واسطے کوئی چیز ادہار خریدنا جائز ہوتا ہی بشرطیکہ
جائداد موقوفہ کو کرایہ پر دینے سے حاجت روائی نہو سکتی ہو (درمختار صفحہ ۴۲۲)

اگر متولی آمدنی وقف سے یا مال وقف سے کوئی جائداد وقف کرنے کے
واسطے خریدے تو جائداد خریدکردہ متولی اوس جائداد موقوفہ سے ملحق نہوگی جسکی آمدنی
سے متولی نے اوسکو خریدا ہی بلکہ بقول اصح جائداد خریدکردہ موصوفہ کی بیع جائز ہوتی ہی
کیونکہ ایسی جائداد کے وقف کے لازم ہونے میں بہت کلام ہی (درمختار صفحہ ۴۲۱)

قاضی کو بلا ثبوت خیانت محض شکایت مستحقین آمدنی وقف یا موقوف علیہم کے
بناء پر متولی کو معزول کردینا جائز نہیں ہوتا (درمختار صفحہ ۴۲۴)

ایسے متولی سے جو مشہور با امانت ہو قاضی کو اجمالی حساب فہمی آمد و خرچ پر
اکتفا کرنا چاہیئے ایسے متولی سے ہر سال حساب فہمی بھی قاضی پر لازم نہین ہے لیکن
ایسے متولی سے جو متہم بخیانت ہو قاضی کو جزئیات آمد و خرچ کا حساب لینا چاہیئے
اور اگر ایسے متولی پر اتہام لگایا گیا ہو تو صداقت حساب پر حلف لینا چاہیئے لیکن
متولی کسی صورت مین قید نہ کیا جائیگا صرف دہمکایا جائیگا (درمختار صفحہ ۴۲۵)

اگر متولی کہے کہ آمدنی وقف سے مین مستحق وقف کو اوس کا حق دے چکا ہون
تو متولی کا قول بلا قسم قبول ہو گا لیکن مفتی الروم ملا ابو سعودؒ نے فتویٰ دیا ہے کہ
اگر متولی خود واقف ہو تو اوسکا قول بلا قسم قبول ہو گا۔ اور اگر متولی معمولدار مثلاً امام
وغیرہ کے معمول ادا کر چکنے کا ادعا کرے یا اجیر کی اجرت ادا کر چکنے کا ادعا کرے تو
اوسکا قول بلا قسم قبول نہو گا (درمختار صفحہ ۴۲۵)

فصل اراضی وقف مین عمارت بنانے اور درخت لگانیکے احکام کے بیان مین

متولی اور کرایہ دار کو اراضی وقف مین عمارت بنانا یا درخت لگانا جائز ہے
بشرطیکہ درخت لگانیسے اراضی کو نقصان نہ پہونچے لیکن کرایدار کو باؤلی کھودنا جائز نہین ہے
البتہ اگر اراضی کو نقصان نہ پہونچتا ہو تو متولی کو جائز ہے کہ کرایہ دار کو باؤلی کھودنیکی
اجازت دیدے ورنہ نہین پس کرایہ دار جو عمارت بلا نیت وقف اراضی وقف
مین بنائیگا یا جو درخت لگائیگا وہ عمارت اور درخت اوس کی ملک ہون گے اور
متولی جو عمارت بنائیگا یا درخت لگائیگا بجز اسکے کہ وہ بوقت عمارت یا درخت

لگانیکے وقت لوگون کواس امر پر گواہ کرلے کہ یہ عمارت یا درخت اپنی ذات کیواسطے بناتا یا لگاتا ہون تو وہ عمارت یا درخت داخل وقف ہونگے (درمختار صفحہ ۴۲۵)

اگر کسی اراضی مبیعہ کا وقف ثابت ہوجائے تو اوسکی بیع فسخ کردینا واجب ہوگا پس اگر مشتری نے اوس مین عمارت بنالی ہو یا درخت لگائے ہون تو اوس عمارت یا درختون کے متعلق وہ فیصلہ کیا جائیگا جو وقف کیواسطے مفید ہو مثلاً اگر اراضی کا مشتری کو کرایہ پر دیدینا وقف کیواسطے مفید ہوگا تو مشتری کو کرایہ پر دیدی جائیگی اور اگر اراضی بقبضہ متولی رکھنا وقف کیواسطے مفید ہوگا تو مع عمارت یا درختون کے بقبضہ متولی رکھی جائیگی بزازیہ مین ہے کہ اگر مشتری نے اراضی بائع کے قبضہ مین واپس دیدی ہوگی تو وہ بائع سے عمارت یا درختون کی قیمت لے سکیگا اور اگر مشتری نے بائع کے قبضہ مین واپس ندی ہوگی تو بائع مشتری سے کچھ نہ لے سکیگا (درمختار صفحہ ۴۲)

فصل متولی کو وقف کے کرایہ پر دینے کے اختیار کے بیان مین

متولی کو جائداد موقوفہ کو کرایہ مثل پر کرایہ کو دینا جائز ہے اوس سے کم پر دینا جائز نہین ہے اگرچہ کرایہ پر لینے والا موقوف علیہ ہو لیکن اگر کرایہ مثل پر کوئی شخص کرایہ کو نہ لے تو کم پر بھی دینا جائز ہے اگر کرایہ مثل پر کرایہ دینے کے بعد شرح کرایہ مثل زیادہ ہوجائے تو صاحب اشباہ کہتے ہین کہ اگر فی نفسہ شرح کرایہ زیادہ ہوجائے تو متولی کو معاہدہ کرایہ فسخ کردینا جائز ہوتا ہے اسی پر فتوی ہے لیکن جب تک معاہدہ فسخ نہ کیا جائے اوسوقت تک کرایہ دار پر کرایہ مقررہ بھی واجب ہوگا اور اگر کرایہ دار سابق حسب شرح زیادہ شدہ کرایہ دینے پر رضامند ہو تو بہ نسبت غیر کے اوسکو دینا اولی ہے

اور اگر کرایہ مثل پر کرایہ کو دینے کے بعد شرح کرایہ کم ہو جائے تو معاہدہ کرایہ فسخ نہ کیا جائے گا

موقوف علیہ کو بلا توسط متولی جائداد موقوفہ کو کرایہ پر دینے کا اختیار نہیں ہوتا (در مختار صفحہ ۴۱۹)

بلکہ اگر کوئی شخص جائداد موقوفہ پر غصباً قبضہ بھی کرلے تو موقوف علیہ بلا توسط متولی یا بلا اجازت قاضی غاصب پر دعویٰ کرنیکا مجاز نہیں ہوتا کیونکہ موقوف علیہ کا عین جائداد میں کچھ حق نہیں ہوتا وہ فقط آمدنی جائداد کا یا اوس سے منتفع ہونے کا مستحق ہوتا ہے (در مختار صفحہ ۴۱۹)

اگر متولی جائداد موقوفہ کو کرایہ مثل سے کم پر کرایہ کو دیدے تو کرایہ دار پر کرایہ مثل واجب ہوگا کیونکہ متولی کو کمی کرایہ یا معافی کرایہ کی ولایت نہیں ہوتی (در مختار صفحہ ۴۱۹)

اگر قاضی نے کسی کو کرایہ مثل پر جائداد موقوفہ کو کرایہ پر لینے کا حکم دیا ہو مگر وہ چند سال تک کرایہ مثل سے کم کرایہ ادا کر رہا ہو تو رقم کمی کی ادائی کرایہ دار مذکور پر واجب ہوگی اور متولی کو کرایہ دار مذکور کا مال ادائے رقم مذکور میں سے لینا جائز ہوگا

(در مختار صفحہ ۴۱۹ و ۴۲۰)

غاصب اور متلف وقف یا آمدنی وقف پر ضمان عائد ہوتا ہے مثلاً کوئی شخص مکان موقوفہ میں بلا اجازت قاضی سکونت کرے یا متولی بلا قرارداد کرایہ کسی کو ٹھہرا دے تو اوسپر کرایہ مثل ادا کرنا واجب ہوگا اس طرح ضمان عائد کرنے پر فتوی بنظر صیانت وقف دیا گیا ہے (در مختار صفحہ ۴۲۰)

ہر مسئلہ مختلف فیہ میں اوس قول پر جو وقف کیواسطے زیادہ نفع بخش ہو فتوی دینے کا فتوی ہے (در مختار صفحہ ۴۲۰)

اگر وہ کرایہ دار جس کو متولی نے جائداد موقوفہ کرائے پر دی ہو کرایہ لیکر بھاگ جائ

تو متولی پر ضمان عائد ہوگا لیکن اگر متولی کی غفلت و عدم نگرانی کی وجہ سے سامان وقف ضائع ہو جائے مثلاً متولی کی غفلت کیوجہ سے مسجد کے فرش یا کتب خانہ کی کتابون کو دیمک کھا جائے تو متولی پر ضمان عائد ہوگا (درمختار صفحہ ۴۲۴)

متولی کے کئی ہوئے جس معاہدہ کرایہ کے فسخ کرنیمین وقف کا فائدہ ہوا وس کا فسخ کر دینا جائز ہوتا ہی (درمختار صفحہ ۴۲۵)

متولی کو جائداد موقوفہ اپنے غلام کو کرایہ پر دینا بالاتفاق ناجائز ہی اور امام صاحبؒ کے نزدیک اپنے فرزند کو بھی دینا ناجائز ہی مگر صاحبینؒ کے نزدیک فرزند کو دینا جائز ہی اور باجازت قاضی غلام اور فرزند دونون کو دینا بالاتفاق جائز ہے (درمختار صفحہ ۴۲۶)

اگر متولی کرایہ نامہ مین یہ نہ لکھی کہ وہ واقف کا مقرر کردہ متولی ہے یا قاضی کا مقرر کردہ متولی ہی تو معاہدہ کرایہ ناجائز و باطل ہوگا (درمختار صفحہ ۴۲۱)

ساتوان باب

شرائط دعویٰ متعلقہ وقف کے بیان مین

اگر کوئی شخص کسی جائداد کو بیع کرنے کے بعد یہ دعویٰ کرے کہ مین اوسکو قبل بیع وقف کر چکا تھا یا یہ دعویٰ کرے کہ مین اوسکا مالک نہین ہون بلکہ وہ مجھپر وقف ہے تو ایسا دعویٰ صحیح نہ ہوگا۔ لیکن اگر شخص مذکور اوس جائداد کے وقف ہونے کے گواہ اور حجۃ شرعی یعنی وقفنامہ مندرجہ دفتر قاضی پیش کر دے تو گواہی اور حجۃ شرعی مقبول ہوگی اور بیع مذکور باطل قرار دیدی جائے گی اوس کے بعد مشتری کو یہ حق نہ ہوگا کہ

تا واپسی ثمن جائداد مذکور پر قبضہ رکھے کیونکہ جائداد غیر موقوفہ پر بعد ابطال مشتری تا واپسی ثمن جو اپنے قبضہ مین رکھا کرتا ہے اوسکا قبضہ مرتہانہ ہوا کرتا ہی اور جائداد موقوفہ کا رہن ناجائز ہے بلکہ زمانہ قبضہ کی بابت مشتری کو کرایہ مثل ادا کرنا واجب ہوگا لیکن مصنف بحرالرائق اور مصنف فتح القدیر کے نزدیک اگر شخص مذکور کا ادعا یہ ہو کہ وہ جائداد ایسی ہے جس کے لزوم وقف کا قاضی حکم دے چکا ہی تو اوس کی شہادت قبول ہو گی اور اگر وہ جائداد ایسی ہی جس کے لزوم وقف کا قاضی نے حکم نہین دیا ہی تو اوس کی شہادت قبول نہوگی اور عمادیہ مین ہی کہ امام صاحبؒ کے نزدیک کسی حال مین شخص مذکور کی شہادت قبول نہوگی یہی قول مختار و پسندیدہ ہی چنانچہ زیلعی نے بھی اس قول کو پسند کیا ہی اور کہا ہے کہ یہ قول زیادہ تر احتیاط پر مبنی ہی جن کے نزدیک شخص مذکور کی شہادت مقبول ہوتی ہی وہ لکھتے ہین کہ یہ صورت منجملہ اسات مستثنیات اس قاعدہ کلیہ کے ایک مستثنی ہی کہ جو شخص ایسے کام کے توڑنے کی سعی کرتا ہی جو کام اوسکی وجہ سے ہوا ہو اوسکی سعی مردود و نامقبول ہوتی ہی (درمختار صفحہ ۴۲۲)

جو شخص بلا اسکے کہ کسی کی طرف سے دعویٰ دائر ہوا از خود قاضی کے پاس اس امر کی شہادت دے (یعنی خلقاً مخبری کرے) کہ فلان جائداد وقف ہے اوس کی شہادت (مخبری) سماعت کی جائے گی کیونکہ ہر وقف بالآخر فقراء کے حق مین تصدق ہوتا ہی اور ہر تصدق حق اللہ ہوتا ہی لہذا اوس کی متعلقہ مخبری قابل سماعت ہوتی ہی لیکن تاتارخانیہ مین ہے کہ وقف علی المساکین کے متعلق مخبری قابل سماعت ہوتی ہے کیونکہ وہ حق اللہ ہوتا ہی اور جو وقف اشخاص معینہ پر ہو جیسا وقف علی الاولاد ہوتا ہی اوسکے متعلق مخبری قابل سماعت نہین ہوتی کیونکہ اوسمین

حق العباد بھی شریک ہوتا ہی۔ ان دونون اقوال کی توفیق اس طرح ہوتی ہی کہ چونکہ ہر وقف بالآخر فقراء کے واسطے ہوتا ہی لہذا ہر وقف کے متعلق بغرض اثبات وقف مخبری قابل سماعت ہوتی ہی اور چونکہ مستحقین وقف کا حق حق العباد ہوتا ہی لہذا بالغرض اثبات حق مستحقین وقف مخبری قابل سماعت نہین ہوتی (درمختار صفحہ ۴۲۴)

دعوی اثبات وقف مین بقول صاحب بزازیہ واقف کا بیان ہونا مشروط ہی اور بقول صاحب عمادیہ دعوی اثبات وقف خصوصًا دعوی اثبات وقف قدیم بلا بیان واقف سماعت ہو سکتا ہی اور یہ ابو یوسفؒ کا قول ہی اسی پر علماء بلخ کا فتوی ہے اور مسائل وقف و قضاء مین اکثر فتوی ابو یوسفؒ کے قول پر ہوتا ہی۔

دعاوی وقف مین ایسی گواہی جو گواہی کی بناء پر دیجائے اور شہرت کی گواہی اگرچہ گواہ اس امر کی صراحت کر دین کہ ہم بر بناء سماعت یہ گواہی دیتے ہین اور اگرچہ وہ وقف جس کے اثبات کیواسطے گواہی دیجائے اشخاص معین کے واسطے ہو مسموع ہوتی ہی تاکہ اوقاف قدیمہ کی ہلاکت نہ کی جاسکے (درمختار صفحہ ۴۲۰)

چونکہ صحت وقف تعین مصرف پر منحصر ہوتی ہی لہذا مصرف وقف کے متعلق بھی سنی سنائی شہادت قابل سماعت ہوتی ہی اور جن اوقاف کا ثبوت منقطع ہو جاتا ہی انکے شرائط و مصارف کے اثبات مین دفاتر قضاۃ پر عمل ہوتا ہے (درمختار صفحہ ۴۲۰)

ایسے وقف کے متعلق جس کا واقف ایک ہو اور موقوف علیہم متعدد ہون ایک موقوف علیہ جملہ موقوف علیہم کی طرف سے دعوی کر سکتا ہی جیسا کہ دین یا فتنی

مورث کا دعویٰ ایک وارث جملہ ورثا کی طرف سے کر سکتا ہی (درمختار صفحہ ۴۲۲)

جس جائداد موقوفہ کے وقف ہونیکا دفتر قاضی مین اندراج نہو اور جس کے وقف ہونیکا ثبوت موجود نہو اور واقف یا ورثہ واقف اوسکے مملوکہ ہونے کے مدعی ہون تو قاضی کو اوس کے بیع کی اجازت دیدینا جائز ہوتا ہی اور ایسی اجازت بمنزلہ بطلان وقف ہوتی ہی پس اگر قاضی نے واقف یا ورثہ واقف کو اجازت دی ہو اور اونہون نے اوس کو بیع کیا ہو تو بیع صحیح و جائز ہو گی اور اگر قاضی نے کسی اجنبی کو اجازت بیع دی ہو اور اوسنے اوسکو بیع کیا ہو تو بیع صحیح و جائز نہو گی کیونکہ بعد بطلان وقف جائداد ملک واقف کی طرف عود کر جاتی ہی اس لئے اجنبی کی بیع مال غیر کی بیع ہو گی جو جائز نہین ہوتی لیکن اگر قاضی نے متولی کو اجازت دی ہو اور اوسنے اوس کو بیع کیا ہو تو بیع جائز ہو گی لیکن جس جائداد کے وقف ہونیکا اندراج قاضی کے دفتر مین ہو اوس کی بیع کی اجازت دینے کا نہ قاضی کو اختیار ہوتا ہی نہ اوس کی بیع بقول صاحب قنیہ و علامہ قاسم صحیح ہوتی ہی اگرچہ بعض علما کو اس سے اختلاف ہی مگر بغرض سد باب بطلان وقف یہی قول اولیٰ ہی (درمختار صفحہ ۴۱۸)

قاضی نے جس وقف کے لزوم کا حکم نہ دیا ہو اوسکا واقف اگر وقف سے رجوع کر کے جائداد مذکور کو دوسرے مصرف کیواسطے وقف کر دے اور قاضی دوسرے مصرف کیواسطے وقف کے لزوم کا حکم دیدے تو وقف مصرف ثانی کیواسطے صحیح ہو گا (درمختار صفحہ ۴۰۸)

معروضات مفتی الروم ملا ابو سعودؒ مین ہی کہ جن اوقاف کا ثبوت بوجہ قدیم ہونے سے منقطع ہو گیا ہو اگر اون کے واقف کی اولاد بطلان وقف کا ارادہ اور دعویٰ کرین

تو دعویٰ قابل سماعت نہ ہوگا (در مختار صفحہ ۸۱۴)

اگر متوفی کے دو فرزندون مین سے ایک کے قبضہ مین کوئی جائداد ہو جس کی نسبت اوسکا ادعا ہو کہ یہ جائداد باپ نے فقط اوس کے حق مین وقف کی ہی اور دوسرے کا یہ ادعا ہو کہ باپ نے دونون کے حق مین وقف کی ہی تو بقول ابو جعفر جو صحیح ترین قول ہی فرزند غیر قابض کا قول مقبول ہوگا کیونکہ اس امر کی تصدیق مین متفق ہین کہ جائداد متنازعہ باپ کے قبضہ مین تھی لیکن دوسرے فقہا کا یہ قول ہی کہ فرزند قابض کا قول قبول ہوگا کیونکہ وہ قابض جائداد متنازعہ ہی (اسعاف صفحہ ۸۸)

آٹھوان باب

اپنی ذات یا اولاد پر وقف کرنے کے احکام مین

فصل

کسی شخص کا اپنی جائداد کا باین شرط وقف کرنا کہ اوس کی آمدنی کا تا زیست مین خود مستحق ہونگا میرے بعد میری اولاد نسلاً بعد نسل مستحق آمدنی ہوگی میری نسل کے منقطع ہو جانے کے بعد فقرا مستحق آمدنی ہون گے ابو یوسفؒ کے نزدیک جائز ہوتا ہی اور یہی مذہب امام احمدؒ کا ہی بقول صدر الشہید فتویٰ بھی ابو یوسفؒ کے قول پر ہی اور علماء بلخ کا عمل بھی ابو یوسفؒ کے قول پر ہی لیکن محمدؒ کے نزدیک جائز نہین ہوتا۔

ہلالؒ لکھتے ہین کہ امام مالکؒ اور امام شافعیؒ کے نزدیک بھی جائز نہین ہوتا

لیکن محمدؒ سے روایت ہے کہ اونہون نے کسی شخص کے اپنی جائداد کو اپنی امہات ولد پر وقف کردینے کو جائز رکھا ہی حالانکہ اپنی امہات ولد پر وقف کرنا بمنزلہ اپنی ذات پر وقف کرنے کے ہے کیونکہ امہات ولد کا مالک تا بحیات خود اوسکا آقا ہوتا ہی (اسعاف صفحہ ۹)

پس اگر ایسا شخص جس نے اپنی جائداد تا بزلیست اپنی ذات کیواسطے وقف کی ہو جائداد موقوفہ کی پیداوار بجنسہ چھوڑ کر مرجائے تو پیداوار مذکور کے مستحق فقراء ہون گے اور اگر پیداوار مذکور مین اوس کی صنعت کی وجہ سے کچھ تغیر ہو گیا ہو تو اوس کے مستحق اوس کے ورثہ ہون گے مثلاً پیداوار جائداد موقوفہ گندم ہون تو اگر واقف بجنسہ گندم چھوڑ کر مرجائیگا تو اوس کے مستحق فقراء ہون گے اور اگر اون گیہون کا آٹا چھوڑ کر مرجائے تو آٹے کے مستحق اوس کے ورثہ ہون گے لیکن اگر واقف نے یہ شرط کی ہو کہ تا بزلیست واقف کو پیداوار جائداد موقوفہ کے خرچ کرنے کا اختیار ہوگا تو اس صورت مین اوس پیداوار کے بھی جس کو واقف بجنسہ چھوڑ کر مرجائے مستحق اوس کے ورثہ ہون گے کیونکہ خرچ کرنیکے اختیار مین جمع کرنا بھی داخل ہوتا ہے

(اسعاف صفحہ ۸۰)

اگر کوئی شخص اپنی جائداد اپنے ولد پر وقف کرے تو اوس کی آمدنی کی مستحق واقف کا بیٹا یا بیٹی ہون گے جو موجود ہو اگر دونون موجود ہون تو دونون بالمساوات مستحق ہون گے اور جب تک واقف کا ایک بھی بیٹا یا بیٹی موجود رہیگا آمدنی کا وہی مستحق ہوگا اور جب واقف کا کوئی بھی بیٹا یا بیٹی باقی نرہے گا تب مستحق آمدنی فقراء ہون گے۔

واقف کے پوتا پوتی یا نواسہ نواسی مستحق نہون گے کیونکہ لفظ ولد فقط صلبی

بیٹا بیٹی پر صادق آتا ہے ہان اگر بوقت وقف واقف کے بیٹا بیٹی موجود نہون اور پوتا یا پوتی موجود ہو تو ایسا پوتا یا پوتی از روئے ظاہر الروایت لفظ ولدین داخل ہوگا لیکن نواسہ نواسی یا پوتا پوتی کی اولاد داخل نہو گی اور لفظ ولد جیسے بیٹے پر صادق آتا ہے ویسا ہی بیٹی پر بھی صادق آتا ہے (اسعاف صفحہ ۸۰)

اگر واقف نے جائداد باین شرط وقف کی ہو کہ اوس کی آمدنی اوس کے بیٹون کے واسطے ہے تو اگر واقف کے دو یا دو سے زیادہ بیٹے ہون گے تو وہ سب بحصص مساوی کل آمدنی کے مستحق ہون گے اور اگر واقف کے فقط ایک بیٹا ہوگا تو وہ فقط نصف آمدنی کا مستحق ہوگا اور مابقی نصف آمدنی کے مستحق فقرا ہون گے کیونکہ شرط مین واقف نے بیٹے لفظ جمع استعمال کیا ہے اور وقف و وصیت مین اقل جمع دو تسلیم کی جاتی ہین۔

اور اگر واقف کے بیٹے اور بیٹیان دونون موجود ہون تو بروئے روایت امام حسن بیٹیان بیٹون کے ساتھ بحصہ مساوی مستحق آمدنی ہون گی کیونکہ جب بیٹیان بیٹون کے ساتھ اور بہنین بھائیون کے ساتھ موجود ہوتی ہین اور لفظ مذکر ذکر کیا جاتا ہے تو اوس مین اناث بھی شامل ہوتی ہین جیسے فرمان الٰہی فان کان لہ اخوۃ مین اخوات بھی شامل ہین لیکن اگر واقف نے بیٹیون کیواسطے آمدنی مقرر کی اور واقف کے بیٹے بھی موجود ہون تو بیٹے مستحق آمدنی نہ ہون گے کیونکہ بیٹی کے لفظ مین بیٹے کسی حال مین شامل نہین ہوتے اور اگر واقف نے آمدنی بیٹون کے واسطے مقرر کی مگر اوس کے بیٹیان ہون بیٹے نہون یا آمدنی بیٹون کے واسطے مقرر کی ہو مگر اوس کے بیٹے ہون بیٹیان نہون تو ان دونون صورتون مین آمدنی کے

مستحق فقرا ہون گے بیٹے بیٹیان کسی چیز کی مستحق نہون گی (اسعاف صفحہ ۱۰)

اگر واقف نے آمدنی اپنی ولد اور ولد الولد کے واسطے مقرر کی ہو تو حسب قول ہلال جو صحیح ترین قول ہی مستحق آمدنی واقف کے بیٹے اور بیٹیان اور پوتے اور پوتیان اور نواسے اور نواسیان بحصص مساوی ہون گے کیونکہ لفظ ولد الولد جیسے پوتا پوتی پر صادق آتا ہی ویسے ہی نواسے نواسی پر بھی صادق آتا ہی چنانچہ جب اہل حرب کو مع اونکی اولاد کے امن دیا جاتا ہی تو لفظ اولاد مین اونکے نواسے نواسیان بھی داخل ہوتی ہین اور جب واقف کے بیٹا بیٹی۔ پوتا۔ پوتی نواسہ نواسی ہین سے کوئی بھی باقی نہین رہتا ہی تب مستحق آمدنی فقرا ہو جاتے ہین۔

اور اگر واقف نے آمدنی اپنی ولد اور ولد الولد اور ولد الولد الولد کیواسطے مقرر کی ہو تو مستحق آمدنی اولاد واقف تا بقا نسل ہوگی بعد انقطاع نسل واقف فقرا مستحق آمدنی ہونگے کیونکہ جب اولاد کا تین پشت تک ذکر کیا جاتا ہی تو حکم انتساب نسب سے متعلق ہو جاتا ہی اور انتساب نسب تا بقا نسل قائم رہتا ہی علی ہذا اگر واقف نے آمدنی اولاد اور اولاد کی اولاد کیواسطے مقرر کی ہو تو مستحق آمدنی اولاد واقف تا بقا نسل ہوگی۔

کیونکہ پشت ہا پشت کے نیچے کی اولاد کے واسطے بھی لفظ اولاد مستعمل ہوتا ہی بخلاف لفظ ولد کے کہ وہ فقط صلبی بیٹا بیٹی کے واسطے استعمال ہوتا ہی اور مثل خبر الذکر دونون صورتون مین بلا لحاظ مذکر و مؤنث ہونے کے اور بلا لحاظ قرب و بعد قرابت کے جملہ اولاد واقف بحصص مساوی مستحق آمدنی ہوگی اور تقسیم مین ہر وہ بچہ جو وقت پیداوار آمدنی سے چھ ماہ کے اندر پیدا ہو جائے شریک ہوگا اور ہر تقسیم مین بلحاظ کمی و بیشی افراد نسل واقف پہلی تقسیم سے تغیر ہوگا علی ہذا جو شخص وقت پیداوار آمدنی کے

پہلے مرجائے وہ پیداوار مذکور مین مستحق حصہ ہوگا اور جو وقت پیداوار آمدنی کے مرے مستحق ہوگا اور اوسکا حصہ بطور اوس کے ورثہ کو دیا جائیگا کیونکہ جو پیداوار زمانہ حیات مستحق مین پیدا ہوجاتی ہی اوسمین اوسکا حصہ متحقق ہوجاتا ہی۔

پیداوار آمدنی کا وقت اگر پیداوار زراعت ہی تو وہ وقت ہوتا ہے جب زراعت مین دانہ پڑجاتا ہی اور اگر پیداوار کرایہ وغیرہ ہے تو وہ وقت ہوتا ہے جب حسب معاہدہ کرایہ کرایہ دار پر کرایہ ادا کرنا واجب ہوجاتا ہی۔ اور اگر واقف نے یہ شرط کی ہو کہ آمدنی میرے ولد کے واسطے ہی اون کے بعد ولد الولد کے واسطے ہی اور اون کے بعد ولد ولد الولد کے واسطے یا یہ شرط کی ہو کہ آمدنی میری اولاد کے واسطے بطنًا بعد بطن ہی تو مستحق آمدنی واقف کے صلبی بیٹا بیٹی ہون گے جب اونمین سے کوئی باقی نہ رہیگا تب مستحق آمدنی اوس کی دوسری پشت کی اولاد یعنی پوتے پوتیان نواسے نواسیان مستحق ہون گی اور علی ہذا تا بقا نسل نسل اعلی کے ختم ہونیکے نسل ما بعد مستحق ہوتی رہیگی اور جب نسل منقطع ہوجائے گی تب مستحق آمدنی فقراء ہوجائینگے

(اسعاف صفحہ ۸۱ و ۸۲ و ۸۳)

اگر واقف نے اپنے دو معین بیٹون کے واسطے اور اون کے بعد اون کی اولاد کے واسطے تا بقا نسل آمدنی مقرر کی ہو تو اون مین سے ایک کے مرجانے کے بعد تاوقتیکہ دوسرا زندہ رہیگا متوفی کے حصہ آمدنی کے مستحق فقراء ہون گے کیونکہ واقف نے اون دونون کے بعد اون کی اولاد کا حق قائم کیا ہی۔

اور اگر واقف نے اپنی ولد اور نسل ولد پر تا بقا نسل جائداد وقف کی ہو اور بوقت وقف واقف کے کوئی ولد نہو تو مستحق آمدنی فقراء ہونگے ہان اگر وقف کرنے

کے بعد واقف کے ولد پیدا ہو جائیگا تو مستحق آمدنی وہ اور اوس کی نسل ہو جائیگی جب تک نسل قائم رہی بعد انقطاع نسل پھر مستحق آمدنی فقرا ہو جائین گے (اسعاف صفحہ ۸۳)

اگر واقف نے اپنے اقربا مقیم بلدہ حیدرآباد پر اور اون کے باقی نہ رہنے کے بعد فقرا پر وقف کیا ہو اور اقربا واقف مقیم بلدہ حیدرآباد کا احصا ہو سکتا ہو تو ابوبکر بلخیؒ کے نزدیک جو اقربا واقف سے بلدہ حیدرآباد سے کہین چلے جائین گے اونکا حق باوصف بلدہ حیدرآباد سے کہین اور چلے جانے کے قائم رہیگا اور اگر اقربا واقف مقیم بلدہ حیدرآباد کا احصا نہو سکتا ہو تو اونمین سے جو بلدہ حیدرآباد سے چلا جائیگا اوسکا حق منقطع ہو جائے گا اور جو بلدہ حیدرآباد مین مقیم رہجائینگے وہ سالم آمدنی کے مستحق ہو جائینگے اور اگر سب اقربا واقف بلدہ حیدرآباد سے چلے جائینگے تو مستحق آمدنی فقرا ہو جائینگے۔

اور فقیہ ابواللیثؒ کے نزدیک اونمین سے جو بلدہ سے چلا جائیگا اوس کا حق ساقط نہو گا بلکہ موقوف ہو گا کیونکہ جب وہ پھر بلدہ مین آکر مقیم ہو جائیگا پھر مستحق ہو جائے گا اور اوس کے مقیم ہونے کے بعد جو آمدنی ہو گی اونمین حصہ پائے گا مختار قول فقیہ ابواللیثؒ ہی (اسعاف صفحہ ۸۹)

یہ امر مختلف فیہ ہی کہ کتنے اشخاص کی گروہ ناقابل احصا کہلاتی ہی محمدؒ سے روایت ہی کہ دس اشخاص کی گروہ ناقابل احصا کہلاتی ہی اور ابویوسفؒ سے روایت ہی کہ سو اشخاص کی گروہ ناقابل احصا کہلاتی ہی اور بعض علما نے ابویوسفؒ کے قول کو لیا ہی اور بعض نے چالیس اشخاص کے گروہ اور بعض نے اسی اشخاص کے گروہ کو ناقابل احصا کہا ہی اس بارہ مین فتویٰ یہ ہی کہ یہ امر قاضی کی رائے پر چھوڑ اگیا ہی (اسعاف صفحہ) اگر واقف نے جائداد اپنی ولد اور ولد الولد اور ولد ولد الولد اور اون کی

نسل پر وقف کی ہو اور اونکے بعد فقرا پر وقف کی ہو اور یہ شرط قائم کی ہو کہ اونمین
سے جو مر جاوے اوسکے حصہ کی مستحق اوس کی اولاد و نسل ہو گی اور جو لا ولد مر جاوے
وسکا حصہ اصل وقف کی طرف رجوع ہو جائیگا تو وقف صحیح ہو گا اور آمدنی واقف
کی موجودہ اولاد و نسل کے افراد مین بحصص مساوی تقسیم ہو گی اور واقف کی
صلبی اولاد مین سے جو مر جائیگا اوسکا حصہ اوس کی اولاد و نسل مین بالمساواۃ
تقسیم ہوا کریگا اور اس طرح متوفی کی اولاد کو دو حصے ملا کرینگے ایک بحیثیت
موقوف علیہ کے اور ایک اوسکے متوفی باپ کے حصہ مین سے حصہ ملا کرے گا
اور اگر واقف نے یہ شرط کی ہو کہ تقسیم بطن اعلیٰ سے شروع ہو گی اور بطن اعلیٰ کا
کوئی فرد باقی نرہیگا تب بطن مابعد کے افراد مستحق ہون گے اور اسی طرح
تا بقائے نسل واقف عمل ہوتا رہیگا البتہ بطن اعلیٰ کے متوفی شخص کا حصہ اوسکی
اولاد و نسل کو ملتا رہیگا۔
اور بطن اعلیٰ کے لاولد متوفی کا حصہ اصل وقف کی طرف رجوع ہوتا رہیگا
تو سب شرط عمل ہو گا۔
مثلاً واقف کے دس لڑکے صلبی ہون تو آمدنی دس مساوی حصص مین
تقسیم ہو کر ہر ایک کو ایک حصہ ملیگا اوس کے بعد اونمین سے دو اولاد چھوڑ کر مر جائین
تو آمدنی اب بھی دس حصون مین تقسیم ہو گی آٹھ حصے واقف کے باقی ماندہ
اولاد صلبی کو ملینگے اور دو حصون مین سے ایک ایک حصہ ہر متوفی کی اولاد کو
بحصص مساوی ملیگا۔
اوس کے بعد واقف کے دو اور ولد صلبی لاولد مر جائین تو اب آمدنی

وقف آٹھ حصوں مین تقسیم ہوگی اون مین سے چھ حصے واقف کی باقی ماندہ اولاد صلبی کو ملینگے اور دو حصوں مین سے ایک ایک حصہ اون متوفی ولدون واقف کے اولاد مین تقسیم ہوگا جو اولاد چھوڑ کر مرے ہین اور لاولد متوفی اشخاص کے حصے اس طرح اصل وقف کی طرف رجوع ہو جائین گے۔ دوسری مثال یہ ہے کہ واقف کے پانچ فرزند اور پانچ پوتے ہون یعنی ہر فرزند کے ایک فرزند ہو تب بھی آمدنی دس حصون مین تقسیم ہوکر ایک ایک حصہ ہر ایک فرزند اور پوتے کو ملیگا اس کے بعد واقف کے دو فرزند مر جائین تو اب بھی آمدنی دس حصونمین تقسیم ہوگی اور ایک ایک حصہ واقف کے تین باقی فرزندون کو ملے گا اور ایک ایک حصہ اون مین سے اُن کو ملیگا جن کے باپ زندہ ہین اور دو دو حصے اون دوسرون کو ملینگے جن کے باپ فوت ہوگئے ہین یعنی اون مین سے ہر ایک کو ایک حصہ بحیثیت موقوف علیہ ہونے کے ملیگا اور دوسرا حصہ اوس کے متوفی باپ کا ملیگا۔

یا مثلاً واقف نے زید پر اور اوسکے ولد اور ولد الولد اور نسل پر جب تک قائم رہی بایں شرط وقف کیا ہو کہ اولاً آمدنی زید اور اوس کے بطن اعلیٰ کو ملے بطن اعلیٰ کے بعد بطن مابعد کو ملے اور پھر علی ہذا بطناً بعد بطن ملتی رہا اور بعد انقطاع نسل آمدنی فقرا کو ملا کرے تو اولاً آمدنی زید اور اوس کے فرزندان کو بحصص مساوی ملے گی۔

مثلاً زید کے پانچ فرزند دو دختر ین ہون تو آمدنی آٹھ مساوی حصونمین تقسیم ہوگی اونمین سے ایک حصہ زید کو اور پانچ حصے فرزندون کو اور دو حصے

دخترونکو ملینگے پھر انہین سے کوئی اگر انہین اشخاص موجودہ کو وارث چھوڑ کر مرجائیگا تو اوسکا حصہ ساقط ہوجائیگا اور اگر ان کے علاوہ اور بھی وارث چھوڑ کر مریگا تو اوسکا حصہ اوس کے جملہ ورثہ مین حسب فرائض اللہ تقسیم ہوگا مثلاً زیدان پانچ اور دو دختر ون کے علاوہ مان باپ اور ایک زوجہ چھوڑ کر مرجائے تو اوسکا حصہ ان سب ورثہ مین حسب فرائض اللہ تقسیم ہوگا لیکن اوس کے مان باپ زوجہ مین سے کوئی مرجائے تو اوسکا حصہ ساقط ہوجائیگا اوس کے ورثہ کو نہ ملیگا۔ اس کے بعد زید کے فرزندان و دختران مین سے کوئی ان بھائی بہنون کے دیگر ورثہ کو بھی چھوڑ کر مرجائے تو اوسکا وہ حصہ جو اوسکو باپ کے حصہ مین سے ملتا تھا ساقط ہوجائیگا اور وہ حصہ جو اوسکو بحیثیت موقوف علیہ ملتا تھا اوس کے جملہ ورثہ مین حسب فرائض اللہ تقسیم ہوگا۔

اور اگر زید کے سامنے اوسکا کوئی فرزند زید اور بھائی بہنون کے سوا ایک زوجہ مان اور ایک بیٹا چھوڑ کر مرجائے تو بھائی بہنین بوجہ موجودگی فرزند محروم ہونگے اور اوس کے حصہ مین سے زید اور اوس کی مان ہر ایک سدس کا اور زوجہ ثمن کی مستحق ہوگی اور مابقی حصہ کا اوسکا فرزند مستحق ہوگا۔

اور اگر فرزندان و دختران زید مین سے سب کے بعد مرنے والی دختر ہو جو زوج اور ایک بیٹی کو وارث چھوڑ کر مرے تو آمدنی وقف سے ربع اوس کے زوج کو اور تین ربع بلحاظ رد اوس کی بیٹی کو ملے گا اور ان مین سے جو مرے گا اوس کا حصہ فقرا کو ملیگا اور اگر زید کی نسل مین سب کے بعد مرنیوالا مرد ہو اور وہ فقط ایک زوجہ کو وارث چھوڑ کر مرے یا سب کے بعد مرنیوالی عورت ہو اور وہ فقط زوج کو

وارث چھوڑکر مرے تو یہ زوجہ یا زوج آمدنی وقف سے حصہ پانیکی مستحق ہونگے کیونکہ وہ زید کی نسل مین سے نہین ہین اور اگر بوقت وقف زید کے ایسی پوتے یا پوتیان موجود ہون جن کے باپ قبل از وقف مر چکے ہون تو وہ بطن ثانی کے ساتھ حصّہ پائینگے (اسعاف صفحہ ۸۴ و ۸۷)

اگر واقف نے اپنی اولاد و نسل پر باین شرط وقف کیا ہو کہ جو اوس کے مذہب سے دوسرے مذہب کی طرف منتقل ہوجائے وہ گروہ موقوف علیہم سے خارج ہوجائیگا تو وقف بھی صحیح ہوگا اور شرط بھی صحیح ہوگی پس جو شخص نسل واقف مین مذہب واقف سے دوسرے مذہب کی طرف منتقل ہوجائے گا وہ گروہ موقوف علیہم سے خارج ہوجائے گا اور بجز اس کے کہ واقف نے ایسی شرط کی ہو پھر مذہب واقف کی طرف عود کرنے سے شریک گروہ موقوف علیہم نہ ہوگا (اسعاف صفحہ ۸۹)

قاعدہ کلیہ جب موقوف علیہم ایسی صفت سے متصف کئے جاتے ہین جسکا بعد زوال اعادہ ناممکن ہو جیسے صغر سنی یا جس کا زوال ناممکن ہو جیسے دست و پا بریدہ تو وہ صفت بمنزلہ علم متصور ہوتی ہی اور اوس کا وجود بوقت وقف معتبر ہوتا ہی اور اگر موقوف علیہم ایسی صفت سے متصف کئے جاتی ہین جس کا زوال بھی ممکن ہو اور بعد زوال پھر اعادہ بھی ممکن ہو جیسے فقر تو وہ صفت بمنزلہ علم متصور نہین ہوتی اور اوسکا وجود بوقت تقسیم آمدنی معتبر ہوتا ہے۔ پس اگر واقف نے اپنی اولاد صغار یا دست بریدہ پر وقف کیا ہو تو اوس کی وہ اولاد صغار یا دست و پا بریدہ مستحق آمدنی ہوگی جو بوقت وقف

صغار ہو یا دست و پا بریدہ ہو اور وہ اولاد جو بعد وقف پیدا ہو مستحق نہوگی اور اگر اپنے اقرباء فقراء پر وقف کرے تو مستحق آمدنی وہ اقربا ہونگی جو بوقت تقسیم آمدنی فقیر ہون اور وہ اقربا جو بوقت وقف فقیر تھے مگر بوقت تقسیم آمدنی غنی ہو گئے مستحق نہ ہونگے (اسعاف صفحہ ۹۰)

فصل

اہلبیت آل جنس مترادف المعنی الفاظ ہین کسی شخص کے اہلبیت آل جنس مین وہ جملہ اشخاص شامل ہوتے ہین جنکا نسب آبائی شخص مذکور کے اوس جد اعلیٰ سے ملتا ہو جس نے زمانہ اسلام پایا ہی عام ازینکہ وہ جد اعلیٰ مشرف باسلام ہوا ہی یا نہین مثلاً فقیر مؤلف کے وہ جد اعلیٰ جنہون نے زمانہ اسلام پایا ہے اور مشرف باسلام و صاحبیت ہوئے ہین حضرت ایوب انصاریؓ ہین پس جملہ انصاری جن کا نسب آبائی حضرت ایوب انصاریؓ سے ملتا ہی فقیر مؤلف کے اہلبیت آل جنس مین داخل ہین علے ہذا قرابتدار ذی رحم۔ ذی نسب مترادف المعنی الفاظ ہین کسی شخص کے قرابتدار ذی رحم ذی نسب وہ جملہ اشخاص ہوتے ہین جنکا نسب آبائی یا نسب مادری شخص مذکور کے اوس جد اعلیٰ سے ملتا ہو جس نے زمانہ اسلام پایا ہی پس وہ جملہ اشخاص جنکا نسب آبائی یا نسب مادری حضرت ایوب انصاریؓ سے ملتا ہی فقیر مؤلف کے قرابتدار ذی رحم ذی نسب ہیں۔

مگر کسی شخص کی صلبی اولاد اور ماں باپ عرفاً اوسکے قرابتدار نہین کہلاتے ہان دادا دادی یا نانا نانی کتنے ہی اونچے درجہ کے ہون اور پوتا پوتی نواسہ نواسی کتنے ہی

نیچے درجہ کے ہون قرابتدار کہلاتے ہین خلاصہ یہ کہ ہر شخص کے اجداد صحیح کتنے ہی اونچے درجہ کے ہون اور اون کی اولاد اور نیز اوس شخص کی دوسری اولاد کتنی ہی نیچے درجہ کی ہو اوسکے اہلبیت آل جنس کہلاتے ہین اور اوس کے اجداد صحیح و اجداد فاسد کتنی ہی اونچے درجہ کے ہون اور اونکی اولاد اور اوس شخص کی پسری و دختری اولاد کتنی ہی نیچے درجہ کی ہو اوس کے قرابتدار ذی رحم ذی نسب کہلاتے ہین (اسعاف صفحہ ۹۰)

پس معلوم ہوا کہ اہلبیت اور قرابتدار مین عام خاص کی نسبت ہی یعنی ہر اہلبیت قرابتدار ہوتا ہی لیکن ہر قرابتدار اہلبیت نہین ہوتا۔ ایسا ہر شخص جسکا نسب آبائی کسی شخص سے ملتا ہی وہ اوسکا عقب (پسماندہ) کہلاتا ہی (اسعاف صفحہ ۸۷)

پس جو جائداد کسی نے اپنے اہلبیت اور اون کے بعد فقرا پر وقف کی ہو اوس کی آمدنی کے مستحق واقف کے کل اہلبیت بحصہ مساوی ہون گے خواہ وہ مرد ہو یا عورت اور خواہ بچہ ہو یا جوان اور خواہ آزاد ہو یا غلام اور خواہ کافر ذمی ہو یا مسلمان اور خواہ فقیر ہو یا غنی اور مستحقین مین واقف کی صلبی اولاد اور اوس کے باپ دادا بھی داخل ہون گے لیکن وہ جد اعلی جس نے زمانہ اسلام پایا ہی اور خود واقف داخل نہوگا اور وہ عورتین بھی داخل نہونگی جو واقف کے جد اعلی کی دختری اولاد کی اولاد ہون۔

اور اگر عورت نے اپنی جائداد اپنے اہلبیت پر وقف کی ہو تو اوس کی آمدنی کے مستحق اوسکے اہلبیت ہون گے اور اون مین اوس کے بیٹے بیٹیان داخل نہ ہون گے لیکن اگر اوسکا شوہر باعتبار نسب اوس کا اہلبیت ہو گا

تو اس صورت مین اوس کے بیٹے بیٹیان بھی داخل ہونگے اور واقف کی مان بھی مستحقین مین داخل نہو گی بجز اس کے کہ وہ بلحاظ نسب واقف کی اہلبیت ہو (اسعاف صفحہ ۹۱)

اگر واقف نے باین الفاظ وقف کیا ہو کہ یہ جائداد میرے اہلبیت یا قرابتداران پر وقف ہی تو اوس کی آمدنی کے مستحق فقط اہلبیت واقف ہون گے کیونکہ قرابتداران مین اہلبیت داخل نہین ہوتے اور اہلبیت مین قرابتدار داخل ہوتے ہین چونکہ واقف نے صرف عطف یا استعمال کیا ہی اس لئے اہلبیت کا موقوف علیہ ہونا تو یقینی ہوا اور قرابتدارون کے موقوف علیہ ہونے مین شک ہو گیا لہذا عمل امر یقینی پر ہوگا نہ کہ امر مشکوک پر (اسعاف صفحہ ۹۱)

اگر واقف نے اپنے قرابتداران اور قرابتداران مادری پر جائداد وقف کی ہو تو بلالحاظ اس امر کے کہ دونون قسم کے قرابتدارون کی تعداد باہم مساوی ہی یا کم و بیش ہی نصف آمدنی کے مستحق قرابتداران پدری ہون گے اور نصف آمدنی کے مستحق قرابتداران مادری ہون گے اور ہر ایک گروہ اپنے حصہ کی نصف آمدنی کو باہم بالمساوات تقسیم کر لینگے۔ کیونکہ الفاظ واقف کا یہ مفہوم ہی کہ مستحق آمدنی دونون قسم کے قرابتدار ہین یہ مفہوم نہین ہی کہ وہ قرابتدار مستحق ہین جنکو واقف سے ہر دو جانب سے قرابت ہی (اسعاف صفحہ ۹۲)

اگر واقف نے باین الفاظ وقف کیا ہو کہ یہ جائداد میرے بھائیون پر وقف ہے اور اون کے بعد علاتی بھائیون پر وقف ہے تو مستحق آمدنی واقف کے حقیقی علاتی اخیافی ہر قسم کے بھائی ہون گے کیونکہ لفظ بھائی جو واقف نے استعمال کیا ہے جملہ اقسام کے بھائیون پر حاوی ہی۔

اور اگر واقف نے اپنے اہل پر وقف کیا ہو تو از روئے قیاس مستحق آمدنی فقط زوجہ واقف ہوگی اور از روئے استحسان وہ جملہ آزاد اشخاص مستحق ہون گے جو واقف کے گھر مین رہتے اور پرورش پاتے ہون پس اگر واقف کے دو زوجات ہون اور وہ دو شہرون مین رہتی ہون تو دونون زوجات نصف نصف آمدنی کی مستحق ہون گی اور ہر زوجہ کے ساتھ وہ آزاد لوگ بھی مستحق ہون گے جو اوس کے گھر مین رہتے اور پرورش پاتے ہون (اسعاف صفحہ ۹۳)

اگر واقف نے باین الفاظ وقف کیا ہو کہ یہ جائداد میرے قریب ترین شخص پر وقف ہے اور واقف کے بیٹا بیٹی اور ماں باپ موجود ہون تو کل آمدنی کے مستحق بیٹے بیٹیان ہون گے کیونکہ فروع بہ نسبت اصول قریب تر ہوتے ہین اور اگر واقف کے فقط ماں باپ موجود ہون تو چونکہ دونون کے قرابت ہمدرجہ ہوتی ہے لہذا ہر ایک نصف آمدنی کا مستحق ہوگا اور اونمین سے جو مر جائے گا اوسکے حصہ کے مستحق فقرا ہون گے۔

اور اگر واقف کے ماں اور بھائی یا ماں اور دادی موجود ہون تو کل آمدنی کی مستحق ماں ہوگی اور اگر واقف کا باپ اور پوتا موجود ہو تو کل آمدنی کا مستحق باپ ہوگا اور اگر واقف کی نواسی اور پڑپوتا موجود ہو تو مستحق کل آمدنی کی نواسی ہوگی گو باعتبار وراثت مستحق متروکہ پڑپوتا ہوتا ہے لیکن من قبیل میراث نہین ہوتا اور اگر واقف کے بھائی اور دادا موجود ہون تو جن آئمہ کے نزدیک دادا بمنزلہ باپ کے ہوتا ہے اونکے نزدیک مستحق آمدنی دادا ہوگا اور جن کے نزدیک دادا بمنزلہ باپ کے نہین ہوتا اونکے نزدیک مستحق آمدنی بھائی ہوگا۔ اور اگر واقف نے باین الفاظ

وقف کیا ہو کہ یہ جائداد میری قریب ترین قرابتدار پر وقف ہی اور اوسکے فقط بیٹا بیٹی اور ماں باپ موجود ہوں تو چونکہ عرفاً یہ لوگ قرابتدار نہیں کہلاتے لہذا یہ مستحق آمدنی نہوں گے پس مستحق آمدنی فقرا ہونگے (اسعاف صفحہ ۹۳)

اگر واقف نے اپنے اقربائے نسبی و رحمی پر باین شرط وقف کیا ہو کہ آمدنی مین سے پہلے قریب ترین کو بقدر کفاف دیا جایا کرے اوس کے بعد جو قریب ترین ہو اوسکو بقدر کفاف دیا جایا کرے علی ہذا بلحاظ قرب قرابت سالانہ بقدر کفاف دیا جایا کرے قرابتداروں کے دینے کے بعد جو بچے وہ فقراء کو دیا جایا کرے تو وقف صحیح ہوگا اور حسب شرط واقف آمدنی تقسیم ہوا کرے گی اور بالاتفاق حقیقی قرابتداروں کو علاتی و اخیافی قرابتداروں پر تقدم ہوگا اور امام صاحبؒ کے نزدیک علاتی قرابتداروں کو بھی اخیافی قرابتداروں پر تقدم ہوگا۔

لیکن صاحبینؒ کے نزدیک علاتی قرابتدارونکو اخیافی قرابتداروں پر تقدم نہوگا بلکہ دونوں ایک ساتھ مستحق آمدنی ہوں گے اور باپ کی فروع کو متفقاً علیہ دادا کی فروع پر تقدم ہوگا (اسعاف صفحہ ۹۳)

اگر واقف نے مکان باین شرط وقف کیا ہو کہ اوس کی نسل کو جب تک سلسلہ باقی رہے مکان موقوفہ مین حق سکونت ہوگا اور بعد انقطاع نسل اوس کی آمدنی کے مستحق فقرا ہوں گے تو وقف صحیح ہوگا اور واقف کی نسل کے جملہ افراد کو اوسمین حق سکونت ہوگا اگر مکان سب کو کافی نہو تو باری باری سے رہنے کے مستحق ہوں گے اور اگر مستحقین سکونت عورتین مع اپنے مردوں اور خدام کے اور مستحقین مرد مع اپنی عورتوں اور خدام کے رہنا چاہیں اور مکان مین اس قدر

گنجایش ہو کہ ہر ایک مستحق کو مع اوس کے متعلقین کے ایک حجرہ ملسکے جو مقفل ہوسکتا ہو تو سب حسب خواہش خود ہا رہ سکتی ہین اور اگر اسقدر گنجایش نہو تو فقط مستحقین سکونت کر سکین گے اونکی متعلقین سکونت نکر سکین گے (اسعاف صفحہ ۱۰۰)

فصل

واقف کو جیسے اپنی ذات یا اولاد پر جائداد وقف کرنا یا اوسکا سکنے مقرر کرنا جائز ہی ویسے کسی اور شخص کی ذات یا اولاد پر جائداد وقف کرنا یا اوس کا سکنے مقرر کر دینا جائز ہے پس اگر واقف کسی شخص مثلاً زید پر مکان کا سکنے باین شرط وقف کرے کہ زید اپنی زندگی تک چاہے اوس مکان مین خود رہے چاہی اوسکو کرایہ پر چلا کر اوس سے کرایہ حاصل کرے اور چاہے اوسکا سکنے کسی اور کے واسطے مقرر کر دے اور زید اور اوسکے منتقل الیہ کے مرجانے کے بعد مستحق آمدنی فقرا ہون تو وقف صحیح ہوگا اور زید کو اختیار ہوگا کہ مکان مین چاہی خود رہی چاہے اوسکو کرایہ پر چلا کر کرایہ حاصل کرے چاہی کسی ایک شخص یا چند اشخاص کی واسطے یکے بعد دیگرے اوسکا سکنے مقرر کر دے لیکن زید کو اختیار انتقال سکنے کسی کے تفویض کر دینے کا اختیار نہو گا (اسعاف صفحہ ۱۰۲)

اگر کوئی شخص اپنی جائداد باین شرط وقف کرے کہ اوس کی آمدنی سے کسی خاص شہر کے علوی النسب اصحاب کو وظیفہ دیا جایا کرے تو وقف صحیح ہوگا اور آمدنی سے اوس شہر کے علوی النسب اصحاب کو وظیفہ دیا جایا کرے گا ابو بکر بلخیؒ فرماتے ہین کہ مسئلۂ ہذا اس امر کی دلیل ہی کہ جیسا بنی ہاشم کے حق مین وصیت کرنا جائز ہی ایسا ہی اونپر وقف کرنا بھی جائز ہے گو اون کو زکوۃ و

صدقہ دینا جائز نہین ہے (اسعاف صفحہ ۱۰۲)

اگر واقف زید و عمرو کیواسطے جب تک وہ زندہ رہین باین شرط وقف کرے کہ آمدنی مین سے ایکہزار روپیہ سالانہ زید کو دئے جایا کرین اور بقدر کفاف عمرو کو سالانہ گذارہ دیا جایا کرے تو وقف صحیح ہوگا اور آمدنی مین سے اوّل زید کو ایک ہزار روپیہ دئے جائینگے اوس کے بعد جو کچھ آمدنی باقی رہے گی اوس مین سے عمرو کو گذارہ دیا جایا کرے گا اور اگر کچھ آمدنی باقی نرہے گی تو عمرو کو کچھ نہ دیا جائے گا اور اگر زید کو ایک ہزار روپیہ اور عمرو کو گذارہ دینے کے بعد کچھ آمدنی باقی رہی تو وہ زید و عمرو مین بالمساوات تقسیم ہوگی کیونکہ واقف نے جائداد زید و عمرو پر وقف کی ہے اوسکے بعد کسیقدر آمدنی کی تفصیل کردی ہے لہذا اوس قدر آمدنی حسب تفصیل مصرحہ واقف صرف کی جائے گی اور مابقی زید و عمرو مین بحصہ مساوی تقسیم کردیجائے گی مثلاً فرض کیجئے کہ آمدنی فقط ایک ہزار روپیہ ہو تو وہ ہزار روپیہ زید کو دیئے جائینگے اور عمرو کو کچھ نہ دیا جائے گا اور اگر آمدنی تین ہزار روپیہ ہو اور فرض کیجئے کہ عمرو کا گذارہ بھی ایک ہزار روپیہ ہو تو ایک ہزار روپیہ زید کا معمول زید کو دیا جائے گا اور ایک ہزار روپیہ عمرو کا گذارہ عمرو کو دیا جائے گا اور مابقی ایک ہزار مین سے پانسو روپیہ زید کو اور پانسو عمرو کو دیدئے جائینگے ۔ اور زید و عمرو مین جو مرجائیگا اوسکا حصہ فقرا کو دیا جائے گا اور اگر واقف نے باین الفاظ وقف کیا ہو کہ آمدنی مین سے ایک ہزار روپیہ زید کو اور گذارہ عمرو کو دیا جایا کرے اور یہ نہ کہا ہو کہ یہ جائداد زید و عمرو پر وقف ہے تو آمدنی مین سے ایک ہزار روپیہ زید کو اور بقدر گذارہ عمرو کو دیکر مابقی آمدنی فقراء کو تقسیم کی جائے گی (اسعاف صفحہ ۱۰۳)

اور اگر واقف نے یہ کہکر جائداد وقف کی ہو کہ یہ جائداد زید عمر و بکر پر وقف ہی پہلے زید پر تاحیات پھر عمر پر تاحیات پھر بکر پر تاحیات تو وقف صحیح ہوگا اور آمدنی زید عمر و بکر کو یکے بعد دیگرے حسب شرط ملیگی اور تینون کے مرجانیکے بعد فقرا کو ملیگی (اسعاف صفحہ ۱۰۳)

اگر واقف نے زید و عمر و پر اون کے حیات تک یہ کہکر وقف کیا ہو کہ آمدنی مین سے زید کو ایک ہزار روپیہ سالانہ اور عمر کو دو سو روپیہ سالانہ ملا کرین تو آمدنی چھ حصونمین تقسیم کیجا کر اوسمین سے پانچ حصّے زید کو اور ایک حصّہ عمر و کو ملا کریگا اور اگر یہ کہکر وقف کیا ہو کہ نصف آمدنی زید کو اور دو ثلث آمدنی عمرو کو ملا کرے تو آمدنی سات حصّون مین تقسیم کیجا کر اوسمین سے تین حصّے زید کو اور چار حصہ عمر کو ملا کرینگے تا کہ ہر ایک کے حصہ مین حسب قاعدۂ عول بلحاظ تناسب حصص کمی واقع ہو اور اگر یہ کہکر وقف کیا ہو کہ زید کو نصف آمدنی اور عمرو کو ثلث آمدنی ملا کرے تو آمدنی بارہ حصون مین تقسیم کیجا کر اوس مین سے چھ حصّے زید کو اور چار حصے عمرو کو ملینگے اور باقی ماندہ دو حصونمین سے ایک ایک حصّہ زید و عمرو کو ملیگا کیونکہ واقف نے کل آمدنی زید و عمرو کے واسطے مقرر کی ہی اور ہر ایک کے حصہ معین کر دینے سے مثل تعین حصص ذوی الفروض اون کے حصون کی باہمی نسبت کا ظاہر کرنا مقصود واقف متصور ہوگا لہذا بصورت کمی بلحاظ تناسب حصص ہر حصّہ مین کمی واقع ہوگی اور بصورت زیادتی فاضل بلحاظ شرط واقف کہ جائداد دونون پر وقف ہی فاضل دونون کو بالمساواۃ دیا جائیگا۔

اور اگر واقف نے یہ کہکر وقف کیا ہو کہ آمدنی فلان فلان شخصون کو دیجایا کرے اور اون مین سے فلان کو ایک ثلث آمدنی دیجایا کرے اور دوسرے

حصہ کا تعین نہ کیا ہو تو پہلے کو ایک ثلث آمدنی ملیگی اور دوسرے کو دو ثلث ملیگی
(اسعاف صفحہ ۱۰۳ و ۱۰۴)

اگر واقف نے کسی شخص کے ورثہ پر اور اونکے بعد فقرا پر وقف کیا ہو تو مستحق آمدنی شخص مذکور کے جملہ ورثا ہون گے عام ازینکہ وہ مذکر ہون یا مؤنث اور نسبی ہون یا سببی اور سب ورثہ مساوی حصہ پائینگے کیونکہ وارث ہونے مین سب مساوی ہوتے ہین اور اگر شخص مذکور فقط ایک وارث یا دیگر ورثہ کے مرنے کے بعد جب ایک وارث باقی رہجائے تو وہ نصف آمدنی پائیگا کیونکہ واقف نے ورثہ لفظ جمع استعمال کیا ہی لیکن اگر وہ شخص زندہ ہو تو اوس کی زندگی تک اوس کے اقربا مین سے کوئی بھی مستحق آمدنی نہوگا کیونکہ کسی شخص کی زندگی مین اوسکے اقربا اوس کے وارث نہین کہلاتے نہ یہ معلوم ہوسکتا ہی کہ اون مین سے کون وارث ہوگا کون نہوگا اور اگر واقف نے یہ کہا ہو کہ یہ جائداد فلان شخص کے ورثہ پر بقدر حصص میراث وقف ہی تو اوس کے ورثہ اپنے اپنے حصہ وراثت کی بقدر آمدنی وقف کے مستحق ہونگے (اسعاف صفحہ ۱۰۴)

اگر واقف زید کے تین فرزندان مسمیان خالد عمر و بکر پر جائداد وقف کرے تو خالد عمر و بکر ہر ایک منفرداً موقوف علیہ ہوگا نہ کہ تینون مشترکاً اس وجہ سے اون مین سے جو مر جائیگا اوس کے حصہ کے مستحق دو باقیماندہ نہونگے بلکہ اوسکے حصہ کے مستحق فقرا ہون گے ان تین فرزندان زید کے سوا زید کے دوسرے فرزندان بھی مستحق آمدنی نہ ہون گے کیونکہ واقف نے ان تینون پر وقف کیا ہی نہ کہ فرزندان زید پر (اسعاف صفحہ ۱۰۵)

اگر واقف نے کسی شخص کی اولاد پر باین شرط وقف کیا ہو کہ مجھے اختیار ہوگا کہ اون مین سے جس کے حق مین چاہون زیادتی کردون پس اگر واقف قبل ازین کہ اون مین سے کسی کے حق مین زیادتی کرے مرجائے تو شخص مذکور کی جملہ اولاد بحصص مساوی مستحق آمدنی ہوگی۔

واقف کو بموجب شرط یہ اختیار ہوگا کہ اونمین سے کسی کیواسطے اوسکی ذات تک یا اوسکی نسل کے واسطے بھی قلیل و کثیر جتنی چاہی زیادتی کردے یا اون مین سے کسی کے واسطے ہمیشہ کو یا مدت معینہ تک کے واسطے زیادتی کردے پس اون مین سے جس کے واسطے جس قدر زیادتی کردیگا وہ علاوہ اوس زیادتی کے باقی ماندہ آمدنی مین سے بھی حصہ رسدی پانیکا مستحق ہوگا۔

مثلاً شخص مذکور کے تین فرزند احمد محمود حامد ہون اور واقف احمد کے حق مین نصف آمدنی کی زیادتی کردے تو احمد نصف آمدنی کا بر بنا زیادتی مستحق ہوگا اور مابقی نصف مین سے بھی تیسرے حصہ کا مستحق ہوگا۔ اور واقف اگر اون مین سے کسی کے حق مین زیادتی کردے تو واقف کو اوس زیادتی سے رجوع کرنے کا اختیار نہوگا نہ یہ اختیار ہوگا کہ پوری آمدنی اونمین سے کسی کے حق مین زیادہ کردے کیونکہ یہ زیادتی نہین ہی بلکہ ایک کی تخصیص اور دوسرونکی محرومی ہی البتہ اگر وقف مین ایسی شرط کی ہو تو اوسکو ایسا اختیار ہوگا پس اگر واقف نے اونمین سے جس کے حق مین زیادتی کی یا جسکے واسطے کل آمدنی بمحرومی دیگران مخصوص کردی واقف کی زندگی مین مرجائے تو واقف کو

پھر اختیار حاصل ہو جائے گا کہ اونمین سے کسی دوسرے کے حق مین زیادتی کردے یا کسی کے واسطے بمجرومی دیگران کل آمدنی مخصوص کردے اور اگر واقف یہ کہے کہ مین شخص مذکور کی اولاد مین سے کسی کو بھی کچھ نہین دینا چاہتا بلکہ کسی اور کو دینا چاہتا ہون تو اوس کی یہ خواہش باطل ہو گی اور اوس کا اختیار زیادتی بھی ساقط ہو جائے گا (اسعاف صفحہ ۱۰۶)

اگر واقف نے اللہ تعالیٰ کے واسطے وقف کرکے یہ شرط کی ہو کہ مجھے اختیار ہوگا کہ آمدنی جس کے واسطے چاہون مقرر کردون تو وقف جائز ہوگا اور واقف کو اختیار ہوگا کہ آمدنی جس کے واسطے چاہے مقرر کردے تاہم اپنی ذات کیواسطے مقرر کرلینے کا اختیار نہوگا پس اگر واقف نے آمدنی کسی کے واسطے مقرر نہ کی ہو اور مرجائے تو مستحق آمدنی فقرا ہون گے (اسعاف صفحہ ۱۰۸)

اگر واقف نے زید اور اوس کی اولاد پر باین شرط وقف کیا ہو کہ اگر میرے اقربا مین سے کوئی محتاج ہو جائے تو اوس کے سوا کوئی مستحق آمدنی نہوگا تو وقف صحیح ہوگا اور مستحق آمدنی زید اور اوس کی اولاد ہو گی لیکن جب واقف کے اقربا مین سے کوئی محتاج ہو جائے گا تو مستحق آمدنی وہ قرابتدار واقف ہو جائیگا زید اور اوس کی اولاد مستحق نرہے گی البتہ جبکہ کل اقربا واقف غنی ہو جائینگے تو پھر مستحق آمدنی زید اور اوس کی اولاد ہو جائیگی (اسعاف صفحہ ۱۱۵)

اگر واقف نے یہ کہکر جائداد وقف کی ہو کہ اسکی آمدنی فقرا پر صرف ہوا کرے یا یہ کہ اس کی آمدنی یتیمون کی شادی اور یتیمون بیواؤن کے کپڑون مین صرف ہوا کرے یا یہ کہ پلونکی مرمت مین صرف ہوا کرے یا فلان شہر کے

قید یونہ صرف ہوا کرے یا یہ کہ آمدنی سے میری طرف سے دس حج یا دس جہاد کرائے جائین یا میری قسمون کا کفارہ ادا کیا جائے یا میری زکوٰۃ ادا کیجائے یا میرا ذمگی قرضہ ادا کیا جائے تو وقف صحیح ہوگا اور آمدنی حسب ہدایت و شرائط واقف صرف کیجائیگی (اسعاف صفحہ ۱۱۳)

اگر واقف دو جائدادین بایں شرط وقف کرے کہ پہلی جائداد کی آمدنی زید اور اوس کی نسل کو دیجایا کرے اور دوسری جائداد کی آمدنی فلان کام مین صرف کیجایا کرے اور نیز پہلی جائداد کی مرمت دوسری جائداد کی آمدنی سے کیجایا کرے یا بایں شرط وقف کرے کہ دونون جائدادونکی آمدنی سے ایک ہزار روپیہ سالانہ زید کو دیجایا کرین اور مابقی فلان کام مین صرف ہوا کرے تو وقف صحیح ہوگا اور آمدنی حسب شرط صرف ہوگی لیکن دوسری شرط کا یہ مطلب نہوگا کہ ہر ایک جائداد کی آمدنی سے زید کو پانچ پانچ سو روپیہ دیا جایا کرے بلکہ یہ مطلب ہوگا کہ دونون جائدادونکی مجموعی آمدنی سے زید کو ایکہزار روپیہ دیا جایا کرے فرض کیجئے کہ ایک جائداد سے گیارہ سو روپیہ آمدنی ہو اور دوسری جائداد سے کچھ آمدنی نہو تو ان گیارہ سو روپیہ مین سے ایک ہزار روپیہ زید کو دیا جائیگا اور سو روپیہ دوسرے مصرف مین صرف کیا جائیگا (اسعاف صفحہ ۱۱۵)

فصل پڑوسی فقرا پر وقف کے احکام کے بیان مین

اگر واقف نے اپنی پڑوسی فقرا پر جائداد وقف کی ہو تو امام صاحبؒ کے نزدیک مستحق آمدنی وقف فقرا ہوں گے جن کے مکانات واقف کے مکان مسکونہ کے ملصق ہون اور ایسے جملہ فقرا بلا لحاظ قرب بعد دروازہ مکانات اور بلحاظ اس کے کہ وہ ذمی کافر ہین یا مسلمان اور یہ کہ وہ مرد ہین یا عورتین اور یہ کہ وہ آزاد ہین یا غلام سب استحقاق مین مساوی ہون گے اور صاحبینؒ کے نزدیک وہ جملہ فقرا مستحق ہون گے جن کے مکانات اوس محلہ مین ہون جس محلہ مین واقف کا مکان مسکونہ ہی کیونکہ فرمان نبی کریم صلعم لا صلوۃ لجار المسجد الا فی المسجد کی تفسیر یہ کی گئی ہی کہ جو شخص اپنی گھر مین متوسط الصوت مؤذن کی اذان سن سکتا ہی وہ جار مسجد ہی فتوی صاحبینؒ کے قول پر ہی اور پڑوسی ہونا تقسیم آمدنی کے وقت کا معتبر ہوگا۔

پس جس فقیر نے قبل تقسیم آمدنی محلہ واقف سے سکونت منتقل کر دی ہو وہ مستحق نہ ہوگا۔ اور اگر واقف اپنی سکونت دوسرے محلہ یا شہر مین منتقل کر دے تو اوس محلہ یا شہر کے محلہ کے فقرا مستحق ہون گے جہان واقف نے سکونت منتقل کی ہی اور جس محلہ مین واقف کا انتقال ہو جائے اوس محلہ کے فقرا ہمیشہ کو مستحق ہو جائینگے ورثہ واقف کے انتقال سکونت کا کچھ اثر نہ ہوگا۔

اور اگر واقف کی دو زوجات ہون اور وہ دو محلون مین سکونت رکھتی ہون تو دونون محلون کے فقرا مستحق ہون گے اور اگر واقف کے اقربا و اہلبیت

اوس کے ہم محلہ اور فقیر ہون تو وہ بھی مستحق ہون گے لیکن واقف کے والدین
اور ولد اور زوجات گو اوس کے ہم محلہ اور فقرا ہون مستحق نہون گے کیونکہ عرف
مین یہ لوگ پڑوسی نہین کہلاتے (اسعاف صفحہ ۱۱۱ و ۱۱۳)

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ وَاِلَیْہِ الْمَآبُ
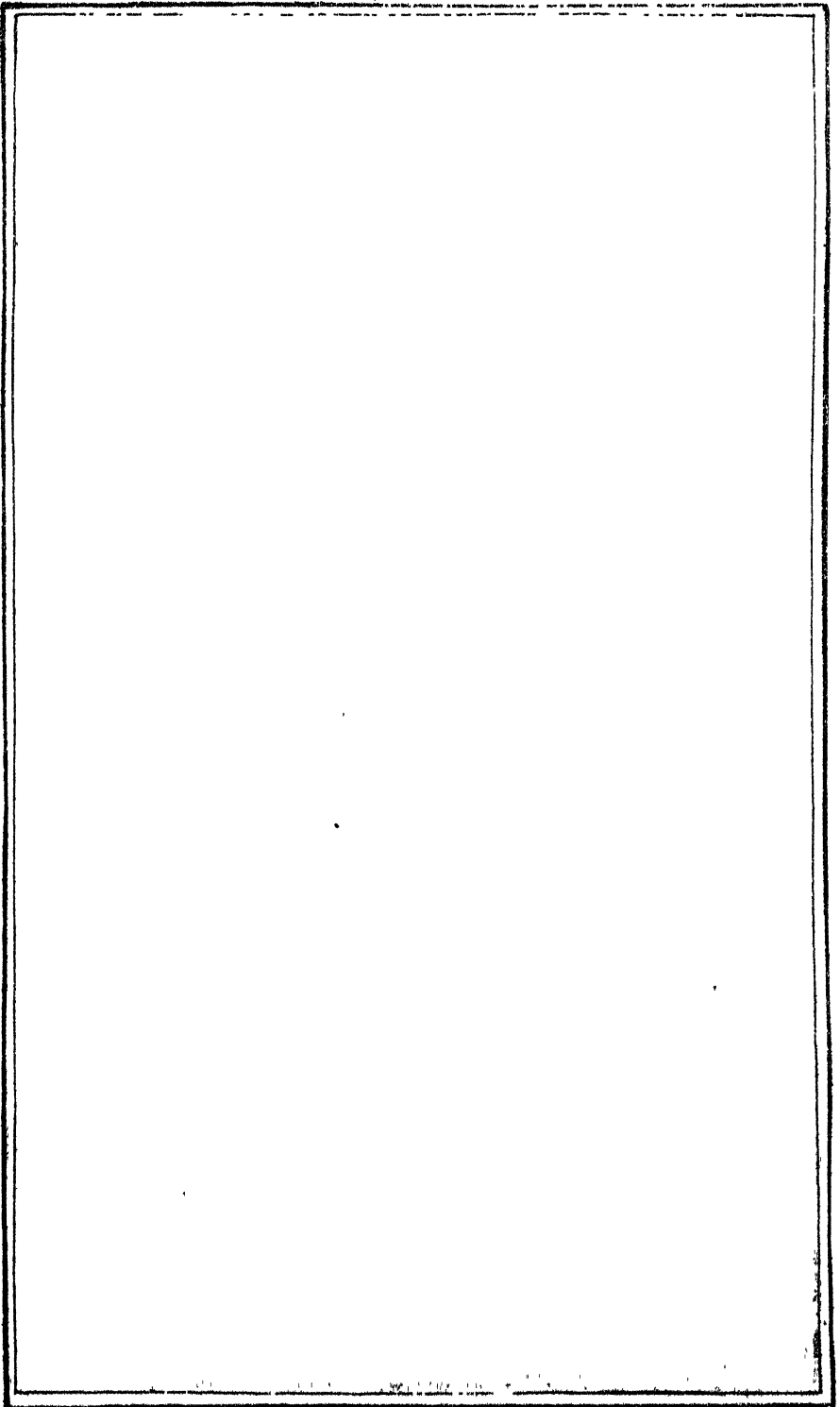
کتاب البیوع

تمہید بعض اصطلاحات و لغات کے بیان میں

(۱) خریدار کو مشتری اور جو چیز خریدی جاتی ہے اوس کو مشتراۃ اور فروخت کنندہ کو بائع اور جو چیز فروخت کی جاتی ہے اوسکو بیع کہتے ہین۔

(۲) عقد کے ہوجانیکو انعقاد اور فریقین عقد کو متعاقدین یا عاقدین اور عقد بیع کے فریقین کو متبائعان کہتے ہین۔

(۳) **قیمت** ارز بازار کو کہتے ہین اور ثمن اوس قیمت کو کہتے جو متعاقدین مین قرار پا جاتی ہے۔

(۴) **تعاطی** سے یہ مراد ہے کہ بغیر ایجاب و قبول زبانی کے خریدار بائع کو ثمن دیدے اور بائع خریدار کو بیع دیدے۔

(۵) **تسلیم** قبضہ دیدینے کو کہتے ہین۔

(۶) **رجوع** قول یا فعل سے پھر جانیکو کہتے ہین۔

(۷) **مجلس بیع** متعاقدین کے بغرض گفتگو بیع جمع ہونے کی حالت کو مجلس بیع کہتے ہین۔

(۸) **اعراض** اثناء گفتگو بیع مین دوسرے کام مین مشغول ہو جانے کو کھتے ہین۔

(۹) **اثمان** ثمنین سونے چاندی کو کھتے ہین کیونکہ یہ دونون ثمن ہونے کیواسطے مخلوق ہوئے ہین۔

(۱۰) **دین** اوس مال کو کھتے ہین جو ایک شخص کا دوسرے کے ذمہ واجب الادا ہوتا ہی۔

(۱۱) **عین** اوس چیز کو کھتے ہین جو متعین ہو یا متعین ہوسکے۔

(۱۲) **مال** اوس چیز کو کھتے ہین جس کی طرف طبیعت انسانی مائل ہو اور جس کو بطور ذخیرہ جمع کرنے کی عادت ہو۔

(۱۳) **مساؤمتہ** بھاؤ کرنے کو کھتے ہین اور سوم بھاؤ کو کھتے ہیں جو چیز بھاؤ کرکے مشتری بلا ایجاب و قبول اپنے قبضہ مین لے لیتا ہی اوس چیز کو علے سوم الشراء بقبضہ مشتری کھتے ہین اردو زبان مین جا کڑ لینا کھتے ہین۔

(۱۴) **رقم** اوس علامت قیمت کو کہتے ہین جو تجار مال پر لکھدیا کرتے ہین جس کو اردو مین آنکھ کھتے ہین۔

(۱۵) **صفقہ** عقد کو کھتے ہین پس اون چیزون کی بیع کو جو ایک ساتھ بیع کی جاتی ہین صفقہ واحدہ کھتے ہین۔

(۱۶) **حقوق العقار** جائداد غیر منقولہ کے ایسے حقوق کو کھتے ہین جنکی بغیر جائداد سے استفادہ ممکن نہو اور جو مقصود بالذات نہون جیسے راستہ و بدرَو وغیرہ۔

(۱۷) **مرافق العقار** جائداد غیر منقولہ کے ایسے حقوق کو کھتے ہین

جنسے جائداد کو انتفاع ہو جیسے حق آب پاشی۔

(۱۸) **علم بالمقصود** سے کسی چیز کے اوس وصف کا علم مراد ہوتا ہی جو وصف اوس چیز سے مقصود ہوتا ہی۔ مثلاً عطر سے مقصود خوشبو ہوتی ہے پس عطر کی خوشبو کے علم کو علم بالمقصود کھتے ہین۔

(۱۹) **طعام** ہر اوس چیز کو کھتے ہین جو انسان کی خوراک مین کام آتا ہی مثلاً غلہ گوشت وغیرہ۔

(۲۰) **کیلی** یا مکیل اوس چیز کو کھتے ہین جو بذریعہ پیمانہ کے ناپی جاتی ہے جیسے غلہ بذریعہ پائلی ناپا جاتا ہی لہذا غلہ کیلی ہی۔

(۲۱) **موزون** یا وزنی اوس چیز کو کھتے ہین جو تولی جاتی ہی۔

(۲۲) **عددی** اوس چیز کو کھتے ہین جو گنی جاتی ہے۔

(۲۳) **متقارب** اوس چیز کو کھتے ہین جس کے افراد باعتبار جسامت وغیرہ باہمدگر برابر ہوتے ہین جیسے بادام وغیرہ

(۲۴) **متفاوت** اوس چیز کو کھتے ہین جس کے افراد باعتبار جسامت باہمدگر مختلف ہوتے ہین جیسے تربوز مچھلی۔

(۲۵) **قرض** نقد روپیہ وغیرہ کے ادہار کو کھتے ہین۔

(۲۶) قرض دینے والیکو مقرض اور قرض لینے والیکو مستقرض کہتے ہین

(۲۷) **استحقاق** حق طلب کرنیکو اور حق طلب کرنیوالے کو مستحق بجا، ملکو کھتے ہین اور جس سے حق طلب کیا جاتا ہی اوس کو مستحق علیہ بفتحہ حا، کھتے ہین اور جس چیز میں حق طلب کیا جاتا ہی اوسکو مستحق فیہ کھتے ہین۔

(۲۸) **استصناع** کسی چیز کے بنوانے کو کہتے ہین بنانیوالے کو **صانع** اور بنولانے والے کو **مستصنع** اور جو چیز بنوائی جاتی ہی اوس کو **مصنوع** کہتے ہین اور بناوٹ کو **صنعت** کہتے ہین۔
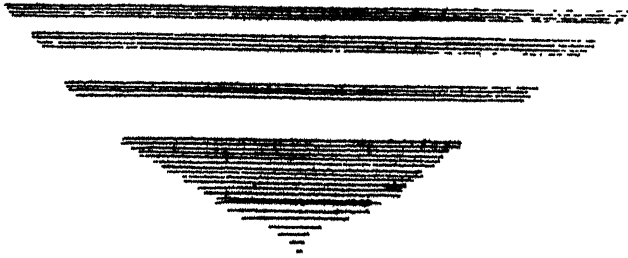
بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کتاب البیوع

لفظ بیوع جمع ہی لفظ بیع کی لفظ بیع کے لغوی معنے ہین ایک شے کا مالک ہونا بعوض دوسری شئے کے اور اصطلاح فقہی ہین ایک مال کو دوسرے مال سے بدلنے کو بیع یا شرا کہتے ہین کیونکہ بیع و شرا لغت اضداد مین سے ہین ان مین سے ہر ایک بمعنی خریدن بھی مستعمل ہوتا ہی اور بمعنی فروختن بھی مستعمل ہوتا ہی (درمختار صفحہ ۴۳۹)

باب اوّل

تعریف و اقسام وغیرہ بیع کے بیان مین

بیع بلحاظ صحت و خلل ارکان اور اہلیت و عدم اہلیت عاقدین اور محلیت و عدم محلیت مبیع اور اثر کے چار قسم کی ہوتی ہی۔ بیع نافذ۔ بیع موقوف۔ بیع فاسد بیع باطل پس۔

(۱) وہ بیع جس کے ارکان صحیح ہون اور جس کے عاقدین اہل و مجاز بیع ہون اور مبیع محل بیع ہو یعنی عوضین ایسے ہون جن کی بیع شرعاً جائز ہو بیع

نافذ کہلاتی ہے اور باعتبار اثر کے بفور انعقاد مفید ملک ہوتی ہے۔ اور

(۲) وہ بیع جس کے ارکان صحیح ہوں مبیع محل بیع ہو مگر عاقدین یا اذنین سے کوئی ایک شرعاً مجاز بیع نہو بیع موقوف کہلاتی ہے اور باعتبار اثر کے بعد جائز قرار دیے شخص مجاز کے مفید ملک ہوتی ہے اور

(۳) وہ بیع جس کے ارکان یا محل کے وصف میں خلل ہو یا مشروط بشرط فاسد ہو بیع فاسد کہلاتی ہے اور باعتبار اثر کے قبضہ ہوجانے کے بعد مفید ملک ہوجاتی ہے اور

(۴) وہ بیع جس کے ارکان صحیح نہوں یا عاقدین یا اذنین سے کوئی ایک اہل بیع نہو یا مبیع محل بیع نہو بیع باطل کہلاتی ہے اور باعتبار اثر کے کسی حالمین مفید ملک نہیں ہوتی۔

علی ہذا بلحاظ جواز و کراہت و وجوب بھی بیع کے چار اقسام ہیں۔ واجب مباح۔ مکروہ حرام پس

(۱) وہ بیع جس کے عدم انعقاد کی صورت میں ہلاکت نفس کا اندیشہ ہو واجب ہوتی ہے اور

(۲) وہ بیع جو صحیح و نافذ ہو مباح ہوتی ہے اور

(۳) وہ بیع جو کسی امر خارجی کیوجہ سے ممنوع ہو مکروہ ہوتی ہے اور

(۴) وہ بیع جو فاسد و باطل ہو حرام ہوتی ہے (درمختار صفحہ ۴۳۹)

علی ہذا بلحاظ عوضین بھی بیع چار قسم کی ہوتی ہے پس

(۱) وہ بیع جس کے عوضین عرض یعنی سامان و اسباب ہوں۔ بیع

مقالیصہ کہلاتی ہے اور

(۲) وہ بیع جسکے عوضین اثمان یعنی سونا چاندی ہون بیع صرف کہلاتی ہے اور

(۳) وہ بیع جس مین سونا چاندی بعوض اسباب و سامان یا غلہ فروخت کیا جاتا ہی بیع سلم کہلاتی ہے اور

(۴) وہ بیع جس مین بعوض سونا چاندی سامان واسباب فروخت کیا جاتا ہی بیع مطلق کہلاتی ہے چونکہ اس بیع کا وقوع بکثرت ہوتا ہے اور لفظ بیع سنکر مبادرت ذہنی اسی کی جانب ہوتی ہی اسلئے اسکو بیع مطلق کہنے لگے۔

علی ہذا بلحاظ ٹھہراؤ مقدار ثمن بھی بیع کے چار اقسام ہین یس۔

(۱) وہ بیع جسکا ثمن متعاقدین بلا لحاظ مقدار ثمن سابق بہاؤ کر کے مقرر کرتے ہین بیع المساومۃ کہلاتی ہی اور

(۲) وہ بیع جس کا ثمن بقدر ثمن سابق مقرر کیا جاتا ہے بیع التولیت کہلاتی ہے اور

(۳) وہ بیع جس کا ثمن ثمن سابقہ سے بشمول نفع زیادہ مقرر کیا جاتا ہے بیع المرابحۃ کہلاتی ہی اور

(۴) وہ بیع جس کا ثمن ثمن سابقہ سے بکمی نقصان کم مقرر کیا جاتا ہی بیع الوضعیہ کہلاتی ہی (رد المحتار)

پہلی فصل تعریف وانعقاد بیع کے بیان مین

اصطلاح فقہ مین ایک مال کو دوسرے مال سے برضامندی تبادلہ کرنے کو بیع کھتے ہین (کنز صفحہ ۲۰۶)

بیع ایسے ایجاب وقبول سے منعقد ہوجاتی ہی جو بصیغہ ماضی بولے جائین پس اگر ایجاب وقبول مین سے ایک بصیغہ امر یا استقبال بولا جائے اور دوسرا بصیغہ ماضی بولا جائے تو بیع منعقد نہین ہوتی۔ لیکن چونکہ معاملات مین معانی (غرض معاملہ) مقصود ہوتی ہی لہذا اعلی وادنے ہر درجہ کے مال کی تعاطی سے منعقد ہوجاتی ہی کیونکہ تعاطی مین تبادلہ مال بمال اور رضامندی عاقدین متحقق ہوجاتی ہے (ہدایہ ج ۲ صفحہ ۲)

پس ایجاب وقبول ارکان بیع ہین اور تعاطی بمنزلہ ایجاب وقبول ہے (درمختار صفحہ ۴۳۹)

مجیب کو قبل ازانکہ دوسرے فریق نے اوسکے ایجاب کو قبول کیا ہو اپنے ایجاب سے رجوع کرلینے کا حق واختیار ہوتا ہی لیکن دوسرے فریق کے قبول کرلینے کے بعد مجیب کو اپنی ایجاب سے رجوع کرنیکا حق واختیار باقی نہین رہتا کیونکہ بفور اس کے کہ فریق ثانی ایجاب کو قبول کرتا ہی بیع منعقد ولازم ہوجاتی ہی اور اوسکے بعد گو مجلس عقد قائم بھی ہوتا ہم عاقدین مین سے کسی کو اوس کے توڑ ڈالنے کا اختیار نہین ہوتا مگر امام شافعیؒ کے نزدیک تا قیام مجلس عقد باوجود ایجاب وقبول ہوجانے کے عاقدین مین سے ہر ایک کو بیع کے توڑ ڈالنے کا اختیار ہوتا ہے اونکا استدلال فرمان مبارک نبی کریم صلعم المتبایعان بالخیار مالم یتفرقا پر ہے

احناف کے نزدیک لم یتفرقا سے تفرق اقوال مراد ہی یعنی جب تک متعاقدین متفرق القول ہون اوسوقت تک ہر ایک کو اپنی قول سے رجوع کرلینے کا اختیار ہوتا ہی کیونکہ فریقین پر متبایعان کا اطلاق اوسی وقت تک ہو سکتا ہے جب تک وہ گفتگو بیع مین مشغول ہوتے ہین بعد ختم گفتگو اور طے ہو جانے معاملہ کے او نپر متبایعان کا اطلاق نہین ہو سکتا۔ دوسرے یہ کہ بعد ایجاب و قبول ہو جانیکے کسی ایک کے فسخ عقد کردینے سے دوسریکے حق کا ابطال لازم آتا ہی اور ابطال حق غیر شرعًا ناجائز ہے (ہدایہ ج ۲ صفحہ ۳)

ایجاب کے بعد فریق ثانی کو تا قیام مجلس بیع اوسکے قبول کا اختیار ہوتا ہی بشرطیکہ مجیب نے ایجاب سے رجوع نکرلیا ہو مجلس بیع کے متفرق ہو جانے کے بعد فریق ثانی کو ایجاب کے قبول کرنیکا اختیار نہین رہتا کیونکہ بفور تفرق مجلس مذکور ایجاب باطل ہو جاتا ہی پس فریق ثانی کے ایسے قبول سے جو بعد متفرق ہو جانے مجلس کے کیا جائے بیع منعقد نہین ہوتی (ہدایہ) ج ۳ صفحہ ۲

ایجاب و قبول جس طرح زبانی ہوتا ہی اوسی طرح تحریری بھی ہو سکتا ہی پس بصورت ایجاب تحریری فریق ثانی کو تا قیام مجلس وصول تحریر اوس کے قبول کا اختیار ہوتا ہے۔

انعقاد بیع کیواسطے لازم ہی کہ قبول کلیۃً مطابق ایجاب ہو یعنی جسقدر مبیع کا جسقدر ثمن پر مجیب نے ایجاب بیع کیا ہو قبول بھی اوسیقدر مبیع کا اوسیقدر ثمن پر ہو لہذا ایسے قبول سے جو مطابق ایجاب نہو بیع منعقد نہین ہوتی۔ لیکن اگر مجیب چند اشیاء کی بیع کا اس طرح ایجاب کرے کہ ہر ایک شئی کا ثمن علیحدہ علیحدہ متعین کردی

توفریق ثانی کو اختیار ہوتا ہی کہ اون اشیا مین سے جسقدر اشیاء کے متعلق چاہے
قبول کرے پس فریق ثانی جس قدر اشیاء کے متعلق قبول کرے گا اونکی بیع منعقد
ولازم ہوجائیگی اور اگر مجیب ایجاب مین تعداد اشیاء اور اونکا مجموعی ثمن تو بیان کردے
لیکن ہر ایک شئے کا ثمن علیحدہ علیحدہ بیان نکرے اور فریق ثانی اونمین سے چند
اشیاء کے متعلق حصہ رسدی ثمن پر قبول کرے یا نصف یا ربع اشیاء کے متعلق نصف
یا ربع ثمن قبول کرے تو اشیاء مقبولہ فریق ثانی کی بیع منعقد نہوگی مثلاً زید یہ ایجاب
کرے کہ مینے سو تھان ململ بحساب فی تھان بیس روپیہ دو ہزار روپیہ مین بیع کئے
اور بکر اون مین سے دس تھان کی بیع دو سو روپیہ مین قبول کرلے تو دس تھان
کی بیع منعقد ہوجائے گی۔

لیکن اگر زید یہ ایجاب کرے کہ مینے سو تھان ململ دو ہزار روپیہ مین بیع
کئے اور بکر دس تھان دو سو روپیہ مین قبول کرلے تو دس تھان کی بیع منعقد
نہ ہوگی (ہدایہ) ج ۲ صفحہ ۲

محل بیع مال متقوم مقدور التسلیم ہوتا ہے یعنی ہر ایسا مال بیع ہوسکتا ہے
جس سے شرعاً انتفاع جائز ہو اور جسکو بائع مشتری کے قبضہ مین دیدینے کی
قدرت رکھتا ہو پس حقوق مجردہ جو کسی دوسری شئے سے ملحق و متعلق ہوتے
ہین اور اونکا وجود فی نفسہ قائم نہین ہوتا محل بیع نہین جیسا حق شفعہ کہ وہ محل
بیع نہین ہے۔ صاحب تنویر الابصار کے فتاوی مین ہی کہ فوجی سپاہی کی
تنخواہ وصول طلب کی بیع جائز نہین ہوتی کیونکہ وہ بذمہ آقا دین ہوتی ہی اور
دین کی بیع بجز بحق مدیون دوسرے کے حق مین جائز نہین ہوتی۔ علی ہذا ایسے

وظائف سے کنارہ کشی کا معاوضہ حاصل کرنا جو اوقاف سے مقرر ہونا جائز ہوتا ہی
مثلاً مساجد کے امام و مؤذن و خطیب وغیرہ کے وظیفہ کا معاوضہ حاصل کرنا جائز
نہین ہی لیکن اکثر علماء نے وظائف ملکی سے کنارہ کشی کے معاوضہ حاصل
کرنیکے جواز کا فتویٰ دیا ہے اور اوس کی بنا پر جواز حصول معاوضہ کنارہ کشی
وظائف اوقاف کا بھی فتوے دیا ہی جن علمانے جواز حصول معاوضہ کنارہ کشی
وظائف ملکی کا فتویٰ دیا ہی اونکا استدلال سیدنا حضرت امام حسنؓ کے اس
فعل پر ہی کہ امامؓ نے امیر معاویہؓ سے معاوضہ کنارہ کشی سالانہ مقرر فرما لیا تھا
اور وظیفہ خلافت اعظم وظایف ملکی ہوتا ہی (غایۃ الاوطار ج ۳ صفحہ ۱

حکم یعنی اثر بیع یہ ہی کہ بفور انعقاد بیع مبیع مین ملک مشتری اور ثمن مین
ملک بائع ثابت ہو جاتی ہے چنانچہ اگر مشتری قبل ادائے ثمن اور بعد قبضہ
مبیع بحالت افلاس مر جائے اور دوسرے اشخاص بھی قرض خواہان مشتری
ہون تو بائع کو بمقابلہ دیگر قرض خواہان مبیع پر کچھ ترجیح نہوگی البتہ اگر مشتری
قبل ادا ثمن و قبل قبضہ مبیع بحالت افلاس مر جائے تو اوس کو مبیع پر بمقابلہ
دیگر قرض خواہان ترجیح ہوگی یعنی مبیع کی قیمت سے اولاً مطالبہ بائع ادا کیا
جائے گا پس اگر بعد ادائی مطالبہ بائع قیمت مبیع سے کچھ باقی بچے گا تو وہ دیگر
قرض خواہان کو دیا جائیگا اور اگر باقی نہ بچے گا تو دیگر قرضخواہان کو کچھ نہ ملے گا
اور اگر قیمت مبیع ایفاء مطالبہ بائع کو ناکافی ہوتی ہی تو بائع متروکہ مشتری سے
اپنا مطالبہ وصول کرنے مین دیگر قرضخواہان کا شریک ہوتا ہی اسکی وجہ یہ ہے
کہ مبیع بغرض ادا ثمن بائع کے قبضہ مین مرہون ہوتی ہے اس لئے مبیع پر ثمن کا بار

خاصتہً ہوتا ہی جیسا مرہون پر خاصتہً بار زیر رہن ہوا کرتا ہے (درمختار) صفحہ ۴۴۶

جواز بیع فرمان الٰہی اَحَلَّ اللّٰہُ الْبَیْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا اور کثیر التعداد احادیث شریف اور اجماع امت اور قیاس سے ثابت ہی اور حکمت جواز حصول معاش خلق اللہ تعالیٰ و بقاء انتظام عالم ہی (درمختار) صفحہ ۴۳۹

بیع مطلق مین پہلے مشتری کو ثمن ادا کرنا چاہیئے اور بیع صرف اور بیع مقایضہ مین فریقین کو عوضین پر ایک ساتھ یعنی دست بدست قبضہ دینا چاہیئے اردو مین بطور ضرب المثل مشہور ہی اس ہاتھ دے اس ہاتھ لے (ہدایہ) ج ۲ صفحہ

ثمن کے وزن کرنیوالے کی اجرت بذمہ مشتری ہی اور پرکھنے والے کی اجرت بذمہ بائع ہوتی ہی اور غلہ کے ناپنے یا تولنے والیکی اجرت بذمہ بائع ہوتی ہی (ہدایہ) ج ۲ صفحہ ۸

دوسری فصل شرائط صحت بیع کے بیان مین

صحت بیع کیواسطے عاقدین کا عاقل و بالغ ہونا یا کم از کم ایسا ہونا کہ اثر بیع کو سمجھتے ہون اور مبیع اور ثمن کی مقدار اور وصف کا معلوم ہونا مشروط ہے (درمختار) صفحہ ۴۴۲

مثلاً اگر بائع یہ ایجاب کرے کہ مینے اپنے مکان کا تمام موجودہ مال بعوض ہزار روپیہ کے فروخت کردیا اور مشتری بلا علم اس کے کہ بائع کے مکان مین کیا اور کتنا مال ہی ایجاب کو قبول کرلے تو بوجہ جہالت مقدار و وصف مبیع بیع صحیح نہ ہوگی یا مثلاً بائع یہ ایجاب کرے کہ مینے دس تھان مشروع بعوض دو سو روپیہ کے

بیع کئے اور مشتری بلا صراحت وعلم اس امر کے کہ وہ تھان مشروع اور نگ آبادی ہین یا سورتی ایجاب کو قبول کرلے تو بوجہ جہالت وصف بیع بیع صحیح نہو گی علی ہذا اگر مشتری بائع سے یہ ایجاب کرے کہ میرے اس صندوق مین جتنا سونا یا چاندی ہے اوس کی عوض مینے تیرا فلان مکان خریدا اور بائع بلا علم اس کے کہ اوس صندوق مین کتنا سونا یا چاندی ہے ایجاب کو قبول کرلے تو بوجہ جہالت مقدار ثمن بیع صحیح نہو گی۔

بیع یا ثمن کی طرف اشارہ کردینا بمنزلہ بیان مقدار و وصف ہوتا ہے کیونکہ مشارٌ الیہ چیز بلا بیان مقدار و وصف اشارہ سے متعین ہو جاتی ہی دوسرے یہ کہ مشارٌ الیہ چیز کی جہالت مقدار و وصف باعث منازعت نہین ہو سکتی کیونکہ حسب قاعدہ کلیہ وہ جہالت مقدار و وصف مانع جواز بیع ہوتی ہی جو باعث منازعت ہو سکے لیکن یہ امر یاد رکھنے کے قابل ہی کہ اثمان یعنی سونا چاندی معین کرنے سے چونکہ متعین نہین ہوتے لہذا اونکی طرف اشارہ کردینا بمنزلہ بیان مقدار و وصف نہین ہوتا لہذا اثمان کی مقدار اور اونکا وصف اشارہ کے بعد بھی مجہول رہتا ہی اسلئے مشارٌ الیہ سونے یا چاندی کی بیع بلا بیان مقدار و وصف صحیح نہین ہوتی (ہدایہ) ج ۲ صفحہ ۳

مسکوک سونے چاندی یعنی اشرفی و روپیہ کا وصف بیان کردینا بھی ضرور ہوتا ہی ورنہ بلا بیان وصف وہ سکہ متصور ہو گا جس کا مقام عقد مین رواج عام ہو مثلاً حیدر آباد دکن مین گو سکہ حالی بھی چلتا ہی مگر رواج عام اسکہ عثمانیہ خلد اللہ دولتہ کا ہی۔ پس اگر حیدر آباد دکن مین کوئی عقد بیع سو روپیہ پر کیا جائے

اور اس کی صراحت و تعین نہ کیا جائے کہ کس سکہ کے سو روپیہ تو سکۂ عثمانیہ کے سو روپیہ مقصود ہوں گے اور اگر مقام عقد میں مختلف سکہ جات جن کی قیمت بھی مختلف ہو چلتے ہوں تو جو عقد بلا بیان وصف ہو گا وہ صحیح نہو گا بلکہ فاسد ہو گا کیونکہ اس صورت میں جہالت وصف سکہ باعث منازعت ہو سکتی ہی (ہدایہ ج ۲ صفحہ ۳)

مثلاً سکندرآباد دکن میں سکۂ انگریزی اور سکۂ سرکار عالی خلد اللہ دولتہ کا مساوی درجہ میں رواج ہی پس اگر سکندرآباد دکن میں بلا صراحت سکہ سو روپیہ پر عقد بیع ہو تو وہ صحیح نہو گا بلکہ فاسد ہو گا۔

غلہ کی بیع بعوض غلہ ہم جنس ناپکر مثلاً پایلی کے ذریعہ سے یا تول کر دست بدست اور ہم مقدار جائز ہوتی ہی لیکن بعوض غلہ غیر جنس تخمیناً بھی دست بدست جائز ہے کیونکہ فرمایا ہی نبی کریم صلعم نے کہ (مختلف الجنس غلہ کو دست بدست جس طرح چاہو بیع کرو)

لیکن بعوض ہم جنس تخمیناً بیع جائز نہیں ہی کیونکہ تخمینہ میں احتمال کمی و بیشی کی وجہ سے احتمال ربوا ہوتا ہی اور یہ قاعدہ کلیہ ہی کہ ربوا میں احتمال بمنزلہ حقیقت ہوتا ہی لیکن غلہ کی بیع ایسے پیمانہ سے ناپکر جس کے متعلق یہ علم نہو کہ اوس میں کس قدر غلہ سماتا ہے یا ایسے پتھر سے تولکر جس کا وزن معلوم نہو جائز ہوتی ہی کیونکہ اس طرح ناپنے یا تولنے میں احتمال کمی و بیشی نہیں ہوتا۔

(ہدایہ) ج ۳ صفحہ ۳

پس اگر غلہ کے انبار کا بائع یہ ایجاب کرے کہ میں نے یہ انبار بحساب فی پایلی ایک روپیہ یا یہ کہ بحساب فی من دش روپیہ بیع کیا اور یہ نہ بیان کرے

کہ اس انبار مین کتنی پائلی یا کتنے من غلہ ہی اور مشتری اس ایجاب کو قبول کرلے تو امام صاحبؒ کے نزدیک اوس انبار مین سے فقط ایک پائلی یا ایک من غلہ کی بیع منعقد و لازم ہوگی ہان اگر بائع نے ایجاب مین یہ صراحت کردی ہی کہ اس انبار مین اتنی پائلی یا اتنے من غلہ ہی یا مجلس بیع مین کل انبار کو ناپدے یا تولدی تو کل انبار کی بیع صحیح و لازم ہوجائے گی۔

اور صاحبینؒ کے نزدیک خواہ بائع نے ایجاب مین کل انبار پائلیون یا منون کی صراحت کی ہو خواہ نہ کی ہو بہرحال کل انبار کی بیع صحیح و لازم ہوجائیگی فتوی صاحبینؒ کے قول پر ہی (ہدایہ) ج ۲ صفحہ ۴

جو غلہ بذریعہ کیل یا وزن خریدا جائے اور بائع کیل یا وزن کرکے بقبضہ مشتری دیدے تاہم مشتری کو تاوقتیکہ وہ اوسکا کیل یا وزن نکرے اوس کی بیع کرنا جائز نہین ہوتی کیونکہ منع فرمایا ہے نبی کریم صلعم نے بیع طعام یعنی غلہ سے بلا اس کے کہ اوس مین دو مرتبہ کیل یا وزن کیا جائے یعنی ایک مرتبہ بائع کیل یا وزن کرے دوسری مرتبہ مشتری کرے لیکن جو غلہ اندازہ کے ذریعہ سے خریدکیا گیا ہو اوس کو مشتری بلا کیل یا وزن کرنیکے بیع کرسکتا ہی (ہدایہ) ج ۲ صفحہ ۱۴

ثمن مین خواہ وہ نقد ہو یا مکیل و موزون ہو قبل قبضہ تصرف کرنا جائز ہوتا ہی (ہدایہ) ج ۲ صفحہ ۴۲

بعد منعقد ہوجانے بیع کے مشتری کو ثمن مین اور بائع کو مبیع مین کمی بیشی کردینا جائز ہوتا ہی (عینی برحاشیہ ہدایہ) ج ۲ صفحہ ۴۲

ایسی کمی و بیشی اصل عقد سے ملحق ہوجاتی ہی مثلاً اگر مشتری بعد انعقاد بیع

ثمن مین زیادتی کردے توپھر مشتری کو زیادہ کردہ شدہ ثمن کے ادا کئے بغیر مبیع پر قبضہ کرنیکا حق نہوگا بلکہ بائع کو مبیع کے روک رکھنے کا حق ہوگا۔ علی ہذا اگر بائع بعد انعقاد بیع مبیع مین زیادتی کردے توتاوقتیکہ وہ زیادہ کردہ شدہ مبیع حوالہ مشتری نکردے ثمن پانیکا مستحق نہوگا (ہدایہ ج ۲ صفحہ ۲۴)

اگر مویشی کے گلہ کی بیع کا ایجاب بحساب فی مویشی یا کپڑے کے تھان کی بیع کا ایجاب بحساب فی گز یا عددی متفاوت اشیا کی بیع کا ایجاب بحساب فی شئی کیا جائے اور گلے کے مویشی کی تعداد یا کپڑے کے تھان کے گزون کی تعداد یا عددی متفاوت اشیاء کی تعداد ایجاب مین بیان نہ کی جائے اور ایسے ایجاب کو مشتری قبول کرے تو امام صاحبؒ کے نزدیک ایک مویشی یا ایک گز کپڑے یا ایک شئی عددی متفاوت کی بھی بیع منعقد و لازم نہو گی بخلاف مسئلہ سابقہ کے کہ اوس مین ایک پایلی یا ایک من غلہ کی بیع امام صاحبؒ کے نزدیک منعقد و لازم ہو جاتی ہے وجہ فرق یہ ہے کہ انبار غلہ کے افراد مین تفاوت نہین ہوتا لہذا اوسمین سے ایک پایلی یا ایک من غلہ کی بیع باعث منازعت نہین ہوسکتی اور ان چیزون کے افراد مین تفاوت ہوتا ہے لہذا اونمین سے ایک کی بیع باعث منازعت ہوسکتی ہے۔

مثلاً خریدار موٹا جانور لینا چاہے گا اور بائع دبلا دینا چاہے گا یا خریدار تھان کے ابتدائی حصہ مین سے ایک گز لینا چاہیگا کیونکہ تھان کا ابتدائی حصہ بنسبت باقی حصص تھان کے بہتر ہوتا ہے اور بائع آخری حصہ تھان مین سے ایک گز دینا چاہیگا علی ہذا عددی متفاوت اشیا مین سے خریدار بہترین ایک شئے

لینا چاہے گا اور بائع بدترین شئے دینا چاہے گا۔ اور صاحبین کے نزدیک سالم گلہ یا سالم تھان یا کل اشیاء عددی متفاوت کی بیع منعقد و لازم ہو جائیگی (ہدایہ) ج صفحہ

اگر ایک انبار غلہ اس بیان سے ہزار روپیہ مین خریدا جائے کہ وہ سو من ہے اور وہ سو من سے کم نکلے تو خریدار کو اختیار ہوگا کہ چاہے قیمت حصہ رسدی دیکر انبار مذکور کو لیلے اور چاہے بیع کو فسخ کردے اور اگر وہ سو من سے زیادہ نکلے تو خریدار فقط سو من کا مستحق ہوگا زائد بائع کا مال ہوگا۔

اور اگر ایک چادر اس بیان سے دس روپیہ مین خریدی جائے کہ وہ چار گز لانبی ہے اور وہ چار گز سے کم نکلے تو خریدار کو یہ اختیار ہوگا کہ چاہے دس روپیہ دیکر چادر لیلے اور چاہے بیع کو فسخ کردے اور اگر وہ چار گز سے زائد نکلے تو وہ دس روپیہ مین ہی مال کا خریدار ہو جائیگا۔ بائع کو اختیار فسخ بیع نہوگا کیونکہ چادر وغیرہ مین طول و عرض وصف باعث رغبت خریداری ہوتا ہے جس کے فوت ہونیکی صورت مین مشتری کو خیار حاصل ہوا کرتا ہے نہ کہ بائع کو دوسرے یہ کہ وصف کے مقابلہ مین کوئی جزو ثمن نہین ہوا کرتا (ہدایہ) ج ۲ صفحہ

اگر ایک گٹھڑی پارچہ اس بیان سے ہزار روپیہ مین خریدی جائے کہ اوس مین پچاس تھان ململ کے ہین تو اگر اوسمین انچاس یا اکاون تھان نکلین تو کل گٹھڑی کی بیع فاسد ہوگی لیکن اگر ایجاب بیع مین فی تھان کی قیمت بھی بیان کردی جائے اور گٹھڑی مین اونچاس تھان نکلین تو اونچاس تھان کی بیع بقیمت رسدی منعقد ہو جائے گی اور اگر گٹھڑی مین اکاون تھان نکلین تو کل گٹھڑی کی بیع فاسد ہوگی کیونکہ اکاونوان تھان ملک بائع ہوگا

اور وہ غیر معین ہوگا لہذا مبیع مجہول ہوگی اور مبیع کی تھوڑی سی جہالت بھی مانع صحت بیع ہوتی ہی (ہدایہ) ج ۳ صفحہ ۵

یا مثلاً اگر مویشی کا گلہ باستثناء ایک مویشی کے یا کپڑے کے تھانوں کی گٹھری باستثناء ایک تھان کے خریدی جائے تو اگر مستثنے مویشی یا تھان معین ہی تو بیع صحیح اور منعقد ہو جائے گی اور اگر مستثنے مویشی یا تھان معین نہو تو بربناء دلیل سابق کل گلہ یا کل گٹھری کی بیع صحیح اور منعقد نہوگی (درمختار صفحہ ۴۴۴)

تیسری فصل ثمرہ اور زراعت کی بیع کے بیان مین

ثمرہ کی بیع خواہ وہ کارآمد ہو گیا ہو یا نہوا ہو جائز ہوتی ہے علی ہذا زراعت کی بیع خواہ وہ قابل درو ہو گئی ہو یا نہوئی ہو جائز ہوتی ہے مگر خریدار پر لازم ہوتا ہے کہ بعد خریداری فوراً درخت پر سے ثمرہ توڑلے یا کھیت سے زراعت درو کرلے کیونکہ اگر بیع مین یہ شرط کرلی جاتی ہی کہ ثمرہ کے پختہ اور کارآمد ہونے تک وہ درختون پر لگا رہنے دیا جائیگا یا زراعت کے قابل درو ہونے تک وہ کھیت مین استادہ رہنے دیجائیگی تو بوجوہ ذیل بیع فاسد ہوگی

اوّل یہ کہ یہ ایسی شرط ہی جس کو عقد بیع مقتضی نہین اور اس مین احد العاقدین یعنی مشتری کا نفع ہے ایسی ہی شرط کو شرط فاسد کہتے ہین جسکی وجہ سے عقد بیع فاسد ہو جاتا ہی دوسرے یہ کہ بعد بیع ثمرہ یا زراعت درخت یا کھیت جو ملک بائع ہی ثمرہ یا زراعت سے جو ملک مشتری ہو گیا مشغول رہنے کی شرط یا بطور عاریت ہوگی یا بطور اجارہ ہوگی اور یہ دونون صورتین عقد در عقد کی ہین اور عقد در عقد کرنا ممنوع ہے تیسرے یہ کہ اگر بیع اور شرط مذکور ایسے وقت مین کیجائے کہ

ہنوز ثمرہ یا زراعت کا نمو تمام نہین ہوا تو مبیع مین وہ جزو نمو جو بوقت بیع معدوم تھا شریک ہوجائے گا اور اس جزو کی شرکت سے کل مبیع مجہول ہوجائے گی اور مبیع مجہول کی بیع فاسد ہوتی ہے۔ البتہ اگر بیع بوقت مذکور بلا شرط مذکور ہو اور پھر باجازت بائع اوس کے درختون پر ثمرہ لگا رہنے دیا جائے یا اوس کے کھیت مین زراعت استادہ رہنے دیجائے تو جو زیادتی بوجہ نمو ثمرہ یا زراعت مین ہوگی وہ خریدار کے واسطے مباح ہوگی اور اگر بلا اجازت بائع ثمرہ اوس کے درختون پر لگا رہنے دیا جائیگا یا زراعت اوسکے کھیت مین استادہ رہنے دیجائے گی تو جو زیادتی ثمرہ یا زراعت مین بوجہ نمو ہوگی وہ خریدار کے واسطے مباح نہوگی اس واسطے خریدار کے حق مین مناسب و بہتر یہ ہے کہ وہ ثمرہ یا زراعت بقدر قیمت اوس زیادتی کے جو نمو سے ہوئی ہے تصدق کردے زیادتی مذکور کے تعین کا یہ طریقہ ہے کہ ثمرہ یا زراعت کی اوس قیمت مین جو بوقت خریداری اوٹھ سکتی تھی اور اوس قیمت مین جو بعد پختگی اوٹھ سکتی ہے فرق معلوم کیا جائے پس وہی فرق قیمت زیادتی مذکور ہے (ہدایہ) ج ۲ صفحہ ۷

اور اگر ثمرہ یا زراعت اوسوقت خرید جائے جب اوسکا نمو کامل ہوچکا مگر پختگی نہ آئی ہو اور ثمرہ درختون پر یا زراعت کھیت مین تا پختگی رہنے دیجائے تو بھی شیخین کے نزدیک بیع فاسد ہوگی اور محمدؒ کے نزدیک بسبب عادت الناس ورواج بیع صحیح ہوگی (ہدایہ) ج ۲ صفحہ ۷

فتویٰ محمدؒ کے قول پر ہے (درمختار صفحہ ۴۰ و کفایہ برحاشیہ ہدایہ ج ۲ صفحہ ۷)

اگر ثمرہ کی بلا صراحت اس امر کے کہ وہ تا پختگی درختون پر رہنے دیا جائیگا

یا توڑ لیا جائیگا بیع کی جائے اور قبل قبضہ مشتری درختون مین جدید ثمرہ پیدا ہو جائے
تو بیع فاسد ہو جائے گی کیونکہ جدید پیدا شدہ ثمرہ کا ثمرہ مبیعہ سے متمیز کر کے فقط ثمرہ
مبیعہ پر مشتری کو قبضہ دیا جا سکنا متعذر ہو جائے گا اور اگر بعد قبضہ مشتری ثمرہ جدید
پیدا ہو جائے تو کل ثمرہ مین بائع و مشتری شریک ہو جائینگے اور جدید ثمرہ کی مقدار
مین مشتری کا قول بحیثیت قابض ہونیکے قابل قبول ہوگا (ہدایہ) ج ۲ صفحہ ۷

ثمرہ کی بیع کے متعلق (خواہ وہ درختونپر لگا ہوا ہو خواہ توڑ کر جمع کیا ہوا ہو)
بروئے ظاہر الروایت اقتضاء قیاس یہ ہے کہ باستثناء چند من یا چند ہزار ثمر بیع جائز ہو
کیونکہ اصولاً جو جزو کسی شئے کا تنہا بیع ہو سکتا ہے وہ جزو اوس شئے کی بیع سے
مستثنےٰ بھی کیا جا سکتا ہے

پس چونکہ ثمرہ کثیر مین سے چند من یا چند ہزار ثمرہ کی بیع جائز ہے لہذا
ثمرہ کثیر کی بیع مین سے چند من یا چند ہزار ثمرہ کا استثنا بھی جائز ہے لیکن بقول
صاحب طحاوی علما اس امر کے قائل ہین کہ امام صاحبؒ سے ایسی بیع کی ناجوازی
کی روایت ثابت ہے (ہدایہ) ج ۲ صفحہ ۷

غلہ کی بیع درانحالیکہ وہ بالون مین ہو اور اخروٹ بادام پستہ کی بیع درانحالیکہ
وہ اوپر کے سخت چھلکے مین ہون بعوض غیر جنس جائز ہوتی ہے کیونکہ اس فرمان
نبوی صلعم سے (ثمرہ کو تاوقتیکہ وہ گدرا نہ جائے اور سنبلہ کو تاوقتیکہ وہ خشک ہو کر
سفید نہو جائے بیع نہ کیا کرو) یہ ثابت ہو گیا کہ ثمرہ کے گدرا جانیکے بعد اور سنبلہ
کی خشک ہو کر سفید ہو جانے کے بعد بیع جائز ہے البتہ بعوض ہمجنس باحتمال ربوا
ناجائز ہے لیکن امام شافعیؒ کے نزدیک باین دلیل کہ وہ ایسی چیز مین چھپے ہوئے

ہوتے ہین جو بیع مین مقصود نہین ہوتی یعنی بھوسہ اور اوپر کا سخت چھلکہ بیع ناجائز ہوتی ہی احناف فرماتے ہین کہ بھوسے اور چھلکے سے بھی نفع حاصل کیا جاسکتا ہی لہذا اون کی بیع جائز ہوتی ہی جیسے جو کی درانحالیکہ وہ سنبلہ مین ہو بالاتفاق بیع جائز ہوتی ہے (ہدایہ) ج ۲ صفحہ ۷۰

چوتھی فصل بیع نسیہ یعنی بقیمت ادہار بیع کرنیکے بیان مین

بیع جیسے بقیمت نقد مباح وجائز ہی ویسے ہی بقیمت ادہار بھی مباح و جائز ہے بشرطیکہ عوضین بیع مختلف الجنس ہون اور کیلی و وزنی ہونے مین بھی مختلف ہون کیونکہ عوضین کے ہم جنس یا دونون کے کیلی یا دونون کے وزنی ہونے کی صورت مین نفس ادہار ربوا ہو جاتا ہی جو حرام ہے۔

دوسری شرط یہ ہی کہ مدت ادہار معین ہو تاکہ مدت باعث منازعت نہو سکے مثلاً بائع جلد مطالبہ کرے مشتری بدیر ادا کرنا چاہی تیسرے یہ کہ بیع مقایضہ ادہار جائز نہین ہی بلکہ فاسد ہوتی ہی کیونکہ بیع مقایضہ مین عوضین پر بیع کا اطلاق ہو سکتا ہی تو ایک جانب سامان واسباب کی ادائی کیواسطے مدت دینا جائز نہین ہوتا اگر گندم کے بیع بعوض گندم ادہار کی جائے تو نفس ادہار ربوا ہوگا لہذا بیع باطل ہوگی اور اگر گندم کی بیع ادہار بعوض جو کی جائے تو چونکہ دونون کیلی ہین لہذا صحیح نہوگی اور اگر کپڑے کی ادہار بیع بعوض ظروف کی جائے تو بوجہ بیع مقایضہ ہونے کے فاسد ہوگی کیونکہ کپڑا اور ظروف دونونکا

ساماں واسباب میں شمار ہی اور اگر گندم کی اُدہار بیع بعوض روپیہ اشرفی کی جائے تو مباح وجائز ہو گی علی ہذا چاندی کی ادہار بیع بعوض چاندی یا سونے کے ناجائز و باطل ہو گی کیونکہ اس مین نفس اُدہار ربوا ہو گا (در مختار صفحہ ۴۴۲)

پس معلوم ہوا کہ فقط وہ بیع اُدہار جائز ہے جس مین احد العوضین اثمان ہو اگر اُدہار بیع مین مدت ادہار معین نہ کی جائے تو مدت ادہار ایک ماہ متصور ہو گی کیونکہ اقل مدت تاجیل ایک ماہ ہی اسی پر فتوی ہی (در مختار صفحہ ۴۴۲)

خریدار کے مرجانے سے مدت ادہار باطل ہو جاتی ہے یعنی بائع کو قبل از انقضاء مدت متروکہ خریدار متوفی سے ثمن وصول کرنیکا حق حاصل ہو جاتا ہے لیکن بائع کے مرجانے سے مدت ادہار باطل نہین ہوتی یعنی ورثہ بائع متوفی کو خریدار سے قبل از مدت حق مطالبہ حاصل نہین ہو جاتا (در مختار صفحہ ۴۴۲)

اگر بائع نقد بیع کرنے کے بعد مشتری کو ادائے ثمن کے واسطے مدت معین تک مہلت دیدے تو وہ بیع ادہار ہو جاتی ہی اور پھر بائع کو قبل از مدت مطالبہ ثمن کا اختیار نہین رہتا کیونکہ ثمن جو کہ حق بائع ہوتا ہی بائع کو اوس کے معاف کردینے کا اختیار ہوتا ہی. تو مہلت دینے کا بدرجہ اولی اختیار ہوتا ہے دوسرے یہ کہ بجز قرض کے ہر دین دائن کے مہلت دینے سے موجل ہو جاتا ہی یعنی وہ مہلت لازم ہو جاتی ہی (ہدایہ) ج ۳ صفحہ ۴۲

لیکن اگر بائع نقد بیع کرنیکے بعد مشتری کو باقساط ثمن ادا کرنیکی اجازت دیدے تو ایسی اجازت دینے سے نہ بیع ادہار ہو جاتی ہے نہ ادائے بذریعہ اقساط لازم ہو جاتی ہی بلکہ باوجود ایسی اجازت دیدینے کے بائع کو ہر وقت حق مطالبہ و وصول ہوتا ہی (در مختار صفحہ ۴۴۲)

اگر بائع و مشتری مین بیع کے نقد یا ادہار ہونیکا نزاع ہو یعنی مشتری کا ادعا ہو کہ بیع ادہار ہوئی اور بائع کا ادعا ہو کہ بیع نقد ہوئی تھی تو بائع کا قول قبول ہوگا اور مشتری اپنا ادعا بذریعہ شہادت ثابت کرسکیگا علی ہذا اگر بائع و مشتری مین متعلق مدت ادہار نزاع ہو یعنی بائع ادہار کی مدت تھوڑی بتاتا ہو اور یہ کہتا ہو کہ وہ منقضی ہوگئی اور مشتری اُدہار کی زیادہ مدت بتاتا ہو اور یہ کہتا ہو کہ ابھی وہ منقضی نہین ہوئی تب بھی بائع کا قول قبول ہوگا اور مشتری اپنا ادعا بذریعہ شہادت ثابت کرسکے گا (درمختار صفحہ ۴۴۲)

اگر ادہار بیع کے متعاقدین مین دربارہ ادا ثمن یہ قرارداد ہو جائے کہ مشتری ثمن بذریعہ اقساط ادا کرے گا اور بصورت عدم ادائے قسط مابقی ثمن یکمشت وصول کرلینے کا اختیار ہوگا تو یہ قرارداد صحیح اور متعاقدین پر لازم ہوگا یعنی مشتری پر لازم ہوگا کہ بلادرنگ وقت مقررہ پر قسط ادا کرتا رہے اور مشتری کے بلادرنگ وقت پر قسط ادا کرتے رہنے کی صورت مین بائع کو یکمشت مطالبہ کرنے کا حق نہوگا اور بصورت عدم ادائے قسط بائع کو اختیار ہوگا کہ مابقی ثمن یکمشت وصول کرلے (درمختار صفحہ ۴۴۲)

پانچوین فصل اُن حقوق عقار کے بیان مین جو تبعاً عقار کے ساتھ بیع ہوجاتے ہین

اون حقوق اور چیزون کے تعین کے جو تبعاً عقار کی بیع مین داخل ہوتے ہین دو اصول ہین اوّل یہ کہ وہ جملہ چیزین جنپر عقار مبیع کا نام صادق آتا ہے

داخل بیع ہوتی ہین مثلاً مکان کی بیع مین اراضی اور عمارت دونون داخل ہوتی ہین کیونکہ لفظ مکان اراضی اور عمارت دونون کے مجموعہ پر صادق آتا ہے دوسرا یہ کہ وہ جملہ چیزین جنکا اتصال عقار مبیع سے برقرار رکھنے کی غرض سے ہو اور نیز وہ چیزین جن کے بغیر عقار سے استفادہ نہو سکے داخل بیع ہوتی ہین مثلاً مکان کی بیع مین وہ ہتھنی قفل داخل ہوتے ہین جو اوسکے دروازون کے کواڑو نمین جڑے ہوئے ہوتے ہین کیونکہ اونکا اتصال برقرار رکھنے کی غرض سے ہوتا ہے اور اونکی کنجیان چونکہ جزو قفل ہوتی ہین لہذا وہ بھی داخل بیع ہوتی ہین (ہدایہ ج ۳ صفحہ

یا مثلاً اراضی کی بیع مین وہ درخت جو اوسپر استادہ ہون داخل بیع ہوتے ہین کیونکہ درختون کا اتصال برقرار رکھنے کی غرض سے ہوتا ہے لیکن زراعت جو اراضی مبیعہ پر استادہ ہو وہ داخل بیع نہین ہوتی کیونکہ زراعت کا اتصال برقرار رکھنے کی غرض سے نہین ہوتا علیٰ ہذا درختون کی بیع مین وہ پھل جو بوقت بیع درختون مین لگے ہوئے ہون داخل بیع نہین ہوتے کیونکہ پھلونکا اتصال درختونسے برقرار رکھنے کی غرض سے نہین ہوتا بلکہ توڑ لیجانے کی غرض سے ہوتا ہے ایسے پہلونکے تبعاً درختون کی بیع مین داخل نہونے کی نسبت خاص فرمان نبوی صلعم بھی موجود ہے مَنْ اشْتَرىٰ ارضًا فیہا نخلٌ فالثمرۃُ للبائع الّا ان یشترط المبتاع بلکہ اراضی یا درختون کی بیع مین اگرچہ یہ بھی کہدیا جائے کہ اونکی بیع مع اونکے حقوق و مرافق قلیل و کثیر کے جو اوسکے واسطے یا اوس سے ہین کی گئی تب بھی اراضی کی بیع مین زراعت اور درختون کی بیع مین پھل داخل نہون گے کیونکہ زراعت اراضی کے حقوق و مرافق مین اور پھل درختون کے حقوق و مرافق مین داخل نہین ہوتے البتہ اگر

اراضی یا درختون کی بیع مین یہ کہدیا جائے کہ اون کی بیع مین ہر وہ چیز داخل ہی جو اوس کے واسطے یا اوس سے یا اوس مین ہی تو اراضی کی بیع مین زراعت اور درختون کی بیع مین اوپر لگے ہوئے پھل تبعًا داخل ہوجاینگے (ہدایہ ج ۲ صفحہ ۶)

یا مثلاً مکان کی بیع مین حق روشنی وحق آبریز وغیرہ جن کے بغیر مکان سے استفادہ نہین ہوسکتا داخل ہوتے ہین۔

باب دوم

خیارات کے بیان مین

خیار کے معنی اختیار کے ہین اور اصطلاح فقہ مین خیار اوس اختیار کو کہتے ہین جو عاقدین کو دربارہ لازم یا فسخ کردینے عقد کے ہوتا ہی۔

پہلی فصل خیار رؤیت کے بیان مین

اگر مشتری کوئی چیز بغیر دیکھے ہوئے خرید لیتا ہے تو بیع صحیح ہوتی ہے مگر مشتری کو اختیار ہوتا ہے کہ مبیع دیکھنے کے بعد چاہی پورا ثمن دیکر لیلے اور چاہی بیع کو فسخ کردے اسی اختیار مشتری کو اصطلاح مین خیار رؤیت کہتے ہین اور امام شافعیؒ کے نزدیک اگر کوئی چیز مشتری بلا اوسکے دیکھنے کے خریدتا ہی تو بوجہ جہالت مبیع بیع فاسد ہوتی ہی۔ احنافؒ کا دربارہ جواز بیع فرمان نبوی صلعم مَنِ اشْتَرٰی شَیْئًا لَمْ یَرَہٗ فَلَہُ الْخِیَارُ اِذَا رَاٰہُ پر استدلال ہی اور یہ کہ جب

مشتری کو مبیع کے دیکھنے کے بعد اختیار فسخ بیع ہوتا ہی تو جہالت مبیع باعث منازعت نہین ہوسکتی اور جو جہالت مبیع باعث منازعت نہ ہوسکے وہ موجب فساد بیع نہین ہوتی۔ چونکہ خیار رویت بروئے فرمان مبارک صدر حاصل ہوتا ہے اگر مشتری مبیع کے دیکھنے کے بغیر یہ بھی کہدے کہ مین اس بیع پر رضامند ہون تب بھی تاوقتیکہ وہ اوس چیز کو دیکھ نہ لے اوسکا خیار رؤیت باطل نہین ہوتا کیونکہ اوصاف مبیع پر علم ہونیکے قبل رضامندی متحقق نہین ہوتی لہذا مبیع کے دیکھنے سے پہلے مشتری کا یہ قول کہ مین اس بیع پر رضامند ہون قابل اعتبار نہین ہوتا البتہ اوسکے اس قول کا اعتبار ہوتا ہی کہ مینے اس بیع کو فسخ کر دیا چنانچہ اگر مشتری مبیع کے دیکھنے سے پہلے بیع کو فسخ کردے تو بیع فسخ ہوجاتی ہے خیار رؤیت مؤقت نہین ہوتا بلکہ جب تک مشتری مبیع کو دیکھکر بیع کو نافذ قرار نہ دیدے اوسکا خیار رؤیت قائم رہتا ہی (ہدایہ) ج ۲ صفحہ ۱۳ و ۱۴ (درمختار) صفحہ ۵۲۴

لیکن اگر کوئی شخص کسی چیز کو بلادیکھے فروخت کردے تو بائع کو خیار رویت حاصل نہین ہوتا یعنی بائع کو یہ اختیار نہین ہوتا کہ اوس مبیعہ چیز کو دیکھنے کے بعد اوس کی بیع کو فسخ کردے کیونکہ فرمان مبارک صدر سے فقط مشتری کے واسطے خیار ثابت ہوتا ہی چنانچہ سیدنا عثمان غنی رض نے ایک قطعہ اراضی بلادیکھے طلحہ ابن عبید اللہ رض کے ہاتھ بیع کردیا تھا طلحہ رض نے اوسکو بلادیکھے خریدا تھا اور دونون حضرات اپنے کو مختار فسخ بیع تصور فرماتے تھے فریقین نے فیصلہ کے واسطے جبیر ابن مطعم رض کو حکم مقرر فرمایا تھا۔

جبیر ابن مطعم رض نے بمواجہ گروہ صحابہ رض یہ فیصلہ فرمایا کہ خیار رؤیت فقط طلحہ رض

مشتری کو حاصل ہی عثمان غنیؓ بائع کو حاصل نہین ہے (ہدایہ ج ۲ صفحہ ۱۴)

مشتری کے قبضہ مین اگر مبیع مین قبل رُویت یا بعد رُویت عیب پیدا ہو جائے جو رفع نہو سکے اور نیز مشتری کے مبیع مین ایسا تصرف کرنے سے جس کی وجہ سے مبیع مین شخص غیر کو حق پیدا ہو جائے عام ازینکہ وہ تصرف قبل رُویت پیدا ہو جائے یا بعد رُویت مشتری کا خیار رویت باطل ہو جاتا ہے کیونکہ عیب مذکور پیدا ہو جانیکے بعد یا تصرف مذکور کے بعد واپسی مبیع ممتنع ہو جاتی ہی لیکن ایسے تصرفات مشتری سے جن سے مبیع مین شخص غیر کو حق پیدا نہو جائے بشرطیکہ وہ دیکھنے سے پہلے واقع ہو مشتری کا خیار رُویت باطل نہین ہوتا اور اگر تصرف مذکور مبیع کو دیکھنے کے بعد واقع ہو تو مشتری کا خیار رویت باطل ہو جاتا ہے کیونکہ دیکھنے کے بعد مشتری کا تصرف کرنا بیع کے جائز و نافذ قرار دینے کی اور بیع پر رضامندی کی دلیل متصور ہو گا (ہدایہ ج ۲ صفحہ ۱۴)

پس اگر مشتری بلا دیکھے ایک مکان خریدے اور قبل دیکھنے کے بر بناء ملکیت مکان مشتراۃ اوسکا متصلہ مکان شفعتہً لیلے تب بھی اوسکا خیار رُویت باطل نہو گا لیکن اگر مکان مشتراۃ کو دیکھنے کے بعد اوس کا متصلہ مکان شفعتہً لیلے تو مشتری کا خیار رُویت باطل ہو جائیگا کیونکہ اس صورت مین مکان متصلہ کا شفعتہً لینا مکان مشتراۃ کی بیع کی رضامندی اور جائز قرار دینے کی دلیل متصور ہو گا۔ یا مثلاً مشتری ایک گٹھری پارچہ بلا دیکھے خریدے اور قبل دیکھنے کے اوسمین سے چند تھان اوسنے بیع یا ہبہ یا تصدق کر دئے اونکی واپسی بوجہ تعلق شخص غیر ممتنع ہو گی اور مابقی تھانون کی واپسی بوجہ لزوم تفرق صفقہ متعذر ہو گی (ہدایہ ج ۲ صفحہ ۱۴)

چونکہ اکثر چیزون کے جمیع افراد کا فرداً فرداً دیکھ لینا مشکل ہوتا ہی مثلاً جیسے غلہ پس ایسی چیزون کے چند افراد بطور نمونہ دیکھ لینے پر اکتفا کیا جاتا ہی پس اگر بیع خلاف نمونہ ہوتی ہی تو مشتری کو خیار رویت حاصل ہوتا ہی ورنہ نہین لہذا مکیلات و موزونات اور متساوی الافراد اشیاء کے نمونہ دیکھ لینے پر اکتفا کیا جاتا ہی اور اشیاء متفاوت الافراد وغیرہ اونکے ایسے اجزاء کے دیکھنے پر اکتفا کیا جاتا ہی جس کے دیکھ لینے سے علم بالمقصود حاصل ہوجاتا ہی مثلاً غلام باندی کا چہرہ اور سواری کے جانور کا چہرہ اور گھٹنے دیکھ لینے پر اور دودہ کے جانورون کے تھن دیکھ لینے پر اکتفا کیا جاتا ہے پس اگر مشتری نے یہ اجزاء دیکھکر غلام باندی یا جانور خریدا ہو تو اوس کو خیار رویت حاصل نہوگا (ہدایہ) ج ۲ صفحہ ۱۴ و ۱۵

وکیل بالشراء کے دیکھ لینے سے مؤکل یعنی مشتری کا خیار رویت بالاتفاق ساقط ہوجاتا ہی لیکن امام صاحبؒ کے نزدیک مشتری کے وکیل بالقبض کے دیکھ لینے سے بھی مشتری کا خیار رویت ساقط ہوجاتا ہی اور صاحبینؒ کے نزدیک مشتری کے وکیل بالقبض کے دیکھ لینے سے مشتری کا خیار رویت ساقط نہین ہوجاتا اور رسول مشتری کے دیکھ لینے سے بالاتفاق مشتری کا خیار رویت ساقط نہین ہوتا (ہدایہ) ج ۲ صفحہ ۱۵

اندھے کی بیع و شرا جائز ہوتی ہی مگر چونکہ وہ ہر چیز بلا دیکھے خریدتا ہے لہذا اوس کو ہر چیز مین خیار رویت حاصل ہوتا ہے اور چونکہ خیار رویت سے علم بالمقصود مراد ہوتا ہی لہذا اندھے مشتری کا خیار رویت ایسی چیزون مین جنکی کیفیت ٹٹولنے سے معلوم ہوسکتی ہی اونکے ٹٹول لینے سے اور جن کی کیفیت سونگھنے سے

معلوم ہوسکتی ہی اونکے سونگھ لینے سے اور جن کی کیفیت چکھنے سے معلوم ہوسکتی ہے اون کے چکھ لینے سے اور عقار کی کیفیت سن لینے سے ساقط ہوجاتا ہی

(ہدایہ) ج ۲ صفحہ ۱۵ و ۱۶ -

اگر کوئی شخص ایسی چیز کو جسے ایک مدت کے قبل دیکھا تھا بلا دیکھے خریدے اور وہ چیز ویسی ہو جیسی مشتری نے ایک مدت قبل دیکھا تھا تو مشتری کو خیار رویت اوس کے دیکھنے کے بعد حاصل نہوگا اور اگر وہ چیز ویسی ہی نرہی ہو جیسی مشتری نے ایک مدت قبل اوسکو دیکھا تھا تو اوس کے دیکھنے کے بعد مشتری کو خیار رویت حاصل ہوگا پس اگر شئی موصوف کے متبایعان مین دربارہ تغیر حالت بیع موصوف اختلاف ہو تو بائع کا قول مع القسم قابل قبول ہوگا لیکن اگر مشتری نے بیع کو مدت مدید عرصہ بعید کے قبل دیکھا ہو تو مشتری کا قول قابل قبول ہوگا

(ہدایہ) ج ۲ صفحہ ۱۶

اگر عاقدین مین یہ اختلاف ہو کہ مشتری نے بیع کو دیکھکر خریدا ہے یا بلا دیکھی تو بالاتفاق قول مشتری قابل قبول ہوگا (ہدایہ) ج ۲ صفحہ ۱۶

بیع مقایضہ مین اگر عاقدین نے عوضین کو نہ دیکھا ہو تو عاقدین کو خیار رویت حاصل ہوتا ہی (درمختار) صفحہ ۳۵۴

اگر مشتری دو متفاوت الافراد اشیا مین سے ایک کو دیکھکر دونون کو خریدے تو دوسری کے دیکھنے کے بعد مشتری کو یہ خیار رویت حاصل ہوتا ہے کہ دونون کی بیع فسخ کردے لیکن بوجہ لزوم تفرق صفقہ تنہا نادیدہ چیز کی بیع کے فسخ کا خیار رویت حاصل نہوگا (ہدایہ ج ۲ صفحہ ۱۶)

خیار رؤیت مثل بیع کے اجارہ تقسیم صلح بعوض معینہ بھی حاصل ہوتا ہی (در مختار صفحہ ۲۵۱)

دوسری فصل خیار عیب کے بیان مین

اگر مشتری شئے مشتراۃ مین کچھ عیب پائے تو اوسکو اختیار ہوتا ہی کہ چاہے شئے مشتراۃ کو ثمن مقررہ دیکر لیلے اور چاہی بیع کو فسخ کر دے کیونکہ مطلق بیع کا اقتضا یہ ہی کہ مبیع بے عیب ہو پس مبیع کے عیب دار ہونیکی صورت مین مشتری کو فسخ بیع کا اختیار رہتا ہے اگر مشتری کو ایسا اختیار نہ دیا جائے تو مشتری پر ایسا نقصان لازم ہو جائیگا جس کے برداشت کرنے پر وہ رضامند نہوا تھا لیکن مشتری کو معاوضہ عیب بائع سے لینے کا یا ثمن کے کم کر دینے کا اختیار نہین ہوتا کیونکہ عیب و وصف کے مقابلہ مین کوئی جزو ثمن نہین ہوتا۔

دوسرے یہ کہ مشتری کو ایسا اختیار دینے مین بائع کو ایسا نقصان ہوگا جس کے برداشت کرنے پر وہ رضامند نہین ہوا تھا اور مشتری کو خیار فسخ دینے مین عاقدین مین سے کسی کا کچھ نقصان نہین ہوتا اسی اختیار مشتری کو اصطلاح فقہی مین خیار عیب کہتے ہین۔

عیب وہ معتبر ہوتا ہی جس کی وجہ سے تجار کے نزدیک قیمت مبیع مین کمی ہو جائے کیونکہ نقصان کمی مالیت سے ہوتا ہی اور مالیت کا تقرر چونکہ تجار کا کام ہے لہذا وہی کمی و بیشی مالیت معتبر ہوتی ہے جو تجار کے نزدیک معتبر ہو چنانچہ کسی مکان کا منحوس مشہور ہونا ایسا عیب ہے جس کی وجہ سے لوگ اوسکی خریداری پر راغب نہین ہوتے اور عدم رغبتی خریداران تجار کے نزدیک باعث

کمی مالیت ہوتا ہی لہذا مشتری کو شہرت نحوست کی بناء پر خیار عیب حاصل ہوتا ہی اور فسخ بیع کا مختار ہوتا ہے (درمختار صفحہ ۴۵۵)

مشتری کو فقط اوس عیب کی بناء پر خیار حاصل ہوتا ہی جو شئے مشتراۃ مین قبل از اشتراء موجود ہو اور مشتری کو بوقت اشتراء یا قبضہ مشتراۃ اوس کی اطلاع نہو ورنہ جس عیب کی مشتری کو بوقت اشتراء یا بوقت قبضہ اطلاع ہو جائے اوس کی بناء پر مشتری کو خیار عیب حاصل نہین ہوتا کیونکہ بعد اطلاع عیب خریدنا یا قبضہ کرنا اس امر پر دلالت کرتا ہی کہ مشتری باوصف عیب مشتراۃ کے لینے پر رضامند ہو گیا لہذا بعد ایک مرتبہ رضامند ہو جانے کے خیار عیب حاصل نہین ہو سکتا (ہدایہ ج ۲ صفحہ ۱۷)

اگر عاقدین مین دربارہ عیب یہ اختلاف ہو کہ مشتری کہتا ہو کہ عیب قدیم ہے قبل از بیع موجود تھا بائع کہتا ہو کہ عیب جدید ہی بعد از بیع پیدا ہوا ہے تو بائع کا قول اور مشتری کی شہادت مقبول ہوگی (درمختار صفحہ ۴۵۶)

اگر مبیع مین مشتری کے پاس عیب جدید پیدا ہو جانے کے بعد مشتری کو عیب قدیم پر اطلاع ہو جو مبیع مین قبل از بیع موجود تھا تو مشتری کو مبیع کے واپس کر دینے کا اختیار نہین ہوتا کیونکہ بوجہ لاحق ہو جانے عیب جدید کے مبیع کے واپس لینے مین بائع کا نقصان ہوگا اور بصورت عدم واپسی مشتری کا نقصان ہوتا ہی لہذا ایسی صورت مین بجز اسکے چارہ نہین کہ مشتری کو بائع سے نقصان (ہرجہ) دلایا جائے۔ ہرجہ کی مقدار بقدر اوس تفاوت کے ہوگی جو مبیع کی بے عیب اور عیبدار قیمتون مین ہو اور اگر بائع باوجود لاحق ہو جانے عیب جدید کے

مبیع کے واپس لیلینے پر رضامند ہو تب مشتری ہرجہ پانیکا مستحق نہوگا بلکہ اوسکو
مبیع کے واپس کردینے کا اختیار ہوگا کیونکہ بائع خود اوس نقصان کے برداشت
کرنے پر رضامند ہی جو مبیع مین عیب جدید کے لاحق ہونے سے واقع ہوا ہی لیکن
اگر عیب جدید ایسا ہو کہ اوس کے لاحق ہونیکے بعد واپسی ناممکن ہو جائے مثلاً
مشتری نے مبیع مین ایسی زیادتی کردی ہو جو مبیع سے علیحدہ نہو سکے تب مشتری کو
واپسی مبیع کا حق نہوگا فقط بائع سے ہرجہ پانیکا مستحق ہوگا اور بائع پر ادائے ہرجہ واجب
ہوگی اور اگر مشتری مبیع مین عیب جدید پیدا ہو جائے اور عیب قدیم پر مطلع ہو جانے
کے بعد مبیع کو فروخت یا ہبہ کردے تو مشتری ہرجہ پانیکا مستحق نہوگا کیونکہ واپسی
مبیع تو بوجہ تعلق حق غیر یعنی خریدار یا موہوب لہ کے ممتنع ہوگئی اور چونکہ واپسی مشتری
کے فعل سے ممتنع ہوئی ہی لہذا وہ ہرجہ پانیکا بھی مستحق نہوگا۔

دوسرے یہ کہ مشتری کا عیب قدیم پر مطلع ہو جانے کے بعد مبیع مین تصرف
کرنا مبیع کے رکھ لینے کی رضامندی پر دلالت کرتا ہی مثلاً زید بکر سے ململ کا تھان
خرید کر قمیص قطع کرالے اور بعد قطع کرا لینے قمیصون کے زید کو معلوم ہو کہ تھان بودا ہی
تو زید کو قمیص ہائے قطع شدہ کے واپس کردینے کا حق نہوگا فقط ہرجہ پانے کا
حق ہوگا۔

لیکن اگر بکر قمیص ہائے قطع شدہ کے واپس لینے پر رضامند ہو تو زید ہرجہ
پانیکا مستحق نہوگا اوسکو فقط یہ حق ہوگا کہ قطع شدہ قمیص واپس کردے اور اگر زید کو
قمیصون کے سلوا لینے کے بعد ململ کے بودا ہونیکا علم ہو تو چونکہ ململ مین سلوائی کی
ایسی زیادتی ہوگئی جو ململ سے علیحدہ نہین ہو سکتی اور چونکہ وہ سلوائی مبیع نہین ہے

لہذا بکر اوسکو واپس بھی نہین لے سکتا پس اس صورت مین زید فقط ہرجہ پانیکا مستحق ہوگا اور اگر زید ململ کے بودا ہونیکے علم ہوجانیکے بعد ململ کو خالد کے ہاتھ بیع کردے یا خالد کو ہبہ کردے تو اس صورت مین زید ہرجہ پانیکا بھی مستحق نہوگا۔

کیونکہ زید کے بحق خالد بیع یا ہبہ کردینے کی وجہ سے واپسی ممتنع ہوگی اور زید کا ململ کے بودا ہونے کے علم کے بعد اوسکو بیع یا ہبہ کردینا اس امر کی دلیل ہے کہ وہ باوجود بودا ہونیکے ململ کے لینے پر رضامند ہوگیا لہذا ایسی صورت مین زید ہرجہ پانے کا بھی مستحق نہین ہوسکتا (ہدایہ ج ۲ صفحہ ۱۰)

اگر زید نے بکر سے انڈے یا بادام یا لکڑیان خریدی ہون زید کو اونکے توڑنے کے بعد معلوم ہو کہ وہ کل یا اونمین سے کثیر التعداد ایسی ناقص ہین کہ کارآمد نہین ہوسکتین تو زید مستحق ہوگا کہ اُن سب کو واپس کردیکر پورا ثمن واپس لیلے کیونکہ وہ مال ہی نہین لہذا اونکی بیع باطل ہے اور اگر وہ ایسی ناقص ہون کہ کارآمد ہوسکین تو زید ہرجہ پانیکا مستحق ہوگا اور بکر ٹوٹے ہوئے انڈون یا بادامون یا لکڑیون کے واپس لینے پر رضامند ہو تو زید کو اون کے واپس کردینے کا اختیار ہوگا لیکن ہرجہ لینے کا حق نہ ہوگا اور اگر ان چیزون مین سے تھوڑی مثلاً فیصدی چار پانچ ناقص نکلین تو زید کو نہ کل انڈون وغیرہ کے نہ ناقص انڈونکے واپس کرنیکا اختیار ہوگا نہ وہ مستحق ہرجہ پانیکا ہوگا کیونکہ عادۃً ان چیزون مین اس قدر ناقص نکلا ہی کرتی ہین (ہدایہ ج ۲ صفحہ ۱۹)

اگر پگھلا ہوا گھی خریدکر کھا لینے کے بعد معلوم ہو کہ گھی مین چوہا گر گیا تھا تو مشتری بقدر تفاوت پاک و ناپاک گھی کے بایع سے ہرجہ پانیکا مستحق ہوگا (درمختار صفحہ ۴۰۷)

اگر مشتری شئے مشتراۃ کو دوسرے کے ہاتھ بیع کردے اور خریدار ثانی بربنائے عیب

مشتری اوّل کو مبیع واپس کر دے تو اب اس امر کی کہ آیا مشتری اوّل اپنے بائع کو مبیع واپس کر سکتا ہی یا نہین دو صورتین ہین اوّل یہ کہ اگر مشتری ثانی نے وہ چیز مشتری اوّل کو بذریعہ قضاء قاضی واپس کی ہی تو مشتری اوّل بائع کو وہ چیز واپس کر دینے کا مستحق ہوگا کیونکہ بذریعہ قضاء قاضی بر بناء عیب رد مبیع سے بیع کالعدم ہو جاتی ہے دوسرے یہ کہ اگر مشتری اوّل نے بلا قضاء قاضی بر بناء عیب مشتری ثانی سے وہ چیز واپس لیلی ہی تو مشتری اوّل کو حق نہ ہوگا کہ وہ مبیع کو بر بناء عیب بائع اوّل کو واپس دیسکے کیونکہ مبیع کا بر بناء عیب بائع کا بلا قضاء قاضی واپس لیلینا بمنزلہ بیع جدید ہوتا ہے اور عیب دار مبیع کو مشتری کا بیع کر دینا مانع رد مبیع ہوتا ہی (ہدایہ ج ۲ صفحہ ۱۹ و ۲۰)

اگر مشتری کو بعد قبضہ مبیع و قبل تادیہ ثمن مبیع کے عیب دار ہونیکا ادعاء ہو تو وہ تادیہ ثمن پر مجبور نہ کیا جائے گا بلکہ اگر وہ مبیع کا عیب دار ہونا ثابت کر دے گا تو وہ مستحق رد مبیع قرار دیا جائیگا اور اگر وہ مبیع کا عیب دار ہونا ثابت نکریگا اور بائع مبیع کے بے عیب ہونے پر حلف کریگا تو مشتری تادیہ ثمن پر مجبور کیا جائیگا (در مختار صفحہ ۴۵ حاشیہ ہدایہ ج ۲ صفحہ ۲۰ مولانا عبدالحلیمؒ)

اگر بوقت واپسی مبیع بر بناء عیب یہ نزاع ہو کہ بائع کا بیان ہو کہ مینے مشتری کے ہاتھ ایسی دو چیزین بیع کی تھین اور مشتری کا بیان ہو کہ مینے بائع سے یہ چیز تنہا خریدی تھی تو قول مشتری قابل قبول ہوگا کیونکہ یہ نزاع مقدار مقبوض مشتری مین ہے اور مقدار مقبوض مین قابض کا قول قابل قبول ہوتا ہے (ہدایہ ج ۲ صفحہ ۲۱)

اگر جزو مبیع مین قبل قبض مشتری کسی کا استحقاق ثابت ہو جائے تو مشتری کو اختیار ہوتا ہی کہ چاہے باقی مبیع ثمن حصہ رسدی دیکر لیلے اور چاہے بیع کو فسخ کر دے

اور اگر جزو مبیع مین بعد قبض مشتری کسی کا استحقاق ثابت ہوجائے تو اگر مبیع شئی مثلی ہو جیسے کیلی و وزنی اشیا ہوتی ہین تو مشتری کو مابقی مبیع کی بیع کے فسخ کا اختیار نہین ہوتا کیونکہ مثلی اشیا مین تجزی و تبعیض سے عیب پیدا نہین ہوتا اور اگر مبیع غیر مثلی ہو تو مشتری کو مابقی مبیع کی بیع کے فسخ کر دینے کا اختیار ہوتا ہی کیونکہ غیر مثلی اشیا مین تجزی و تبعیض سے عیب پیدا ہوجاتا ہی (درمختار صفحہ ۴۰۵)

اگر کسی چیز کی بیع باین شرط ہو کہ بائع جملہ عیوب مبیع سے بری الذمہ ہے تو مبیع مین کسی عیب کے ظاہر ہونے سے مشتری کو خیار عیب حاصل نہین ہوتا (ہدایہ ج۳ صفحہ ۲۳)

مبیع یا ثمن کے عیب کا چھپانا حرام ہی۔ مبیع کا بربنا عیب بحکم قاضی واپس کر دینا بحق عاقدین بمنزلہ فسخ بیع ہوتا ہی اور بلا حکم قاضی بمنزلہ بیع جدید ہوتا ہے (درمختار صفحہ ۴۰۶)

مشتری پر بفور علم عیب مبیع اختیار عیب کا نفاذ لازم نہین ہوتا بلکہ جب تک مشتری سے کوئی امر مبطل خیار صادر نہین ہوتا اوسکا خیار قائم رہتا ہے۔ مشتری کا بعد علم عیب ہر ایسا فعل یا قول جس سے یہ امر ظاہر ہو یا جو اس امر پر دلالت کرے کہ مشتری باوصف مبیع کے عیب دار ہونے کے اوس کی بیع کو جائز و نافذ قرار دینے پر رضامند ہی مبطل خیار عیب ہوتا ہی مثلاً مبیع سواری کا جانور ہو تو مشتری کا اوس پر سوار ہونا یا مبیع کپڑا ہو تو مشتری کا اوسکو پہننا یا مبیع جانور یا غلام باندی کا عیب بیماری ہو تو مشتری کا اوس بیماری کا علاج کرنا ایسے امور ہین جو مشتری کے بیع کے جائز قرار دینے پر دلالت کرتے ہین لہذا مبطل خیار عیب ہین نیز مشتری کا ہر ایسا فعل جس سے مبیع کی واپسی ممتنع ہوجائے مبطل خیار عیب ہوتا ہی مثلاً مشتری کا مبیع عیب دار کو بیع یا ہبہ یا تصدق کر دینا مبطل خیار عیب ہوتا ہے (درمختار صفحہ ۴۰۵ و ۴۰۴)

اگر کیلی یا وزنی مبیع پر قبضہ کے بعد مشتری کو معلوم ہو کہ اوس کا بعض حصہ عیب دار ہے تو مشتری کو اختیار ہوتا ہی کہ خواہ کل مبیع کو پورا ثمن دیکر لیلے یا پورے مبیع کی بیع فسخ کر دے کیونکہ کیلی یا وزنی چیز کتنی ہی ہو بمنزلہ شئی واحد کے ہوتی ہی کیونکہ اوسکی قیمت و مالیت باعتبار کیل و وزن ہوتی ہی چنانچہ ایک دانہ غلہ کی نہ کچھ قیمت ہوتی ہی نہ اوسکی بیع جائز ہوتی ہی اسی وجہ سے کیلی و وزنی اشیاء کا نمونہ دیکھ لینا بمنزلہ کل کے دیکھ لینے کے ہوتا ہی لیکن مشتری کو فقط حصہ عیب دار کی بیع فسخ کر دینے کا اختیار نہین ہوتا بخلاف استحقاق ثابت ہونے کی صورت کے کہ اگر کیلی یا وزنی مبیع کے حصہ پر بعد قبضہ مشتری کسی کا استحقاق ثابت ہو جاتا ہی تو مشتری کو مابقی مبیع کی بیع کے فسخ کر دینے کا اختیار نہین ہوتا کیونکہ کیلی یا وزنی چیز کے کسی قدر حصہ کے کم ہو جانے سے اوسمین عیب پیدا نہین ہو جاتا کیونکہ وہ حصہ جس مین استحقاق ثابت ہو گیا اور مابقی حصہ بحیثیت مالیت و نفع بخش ہونے کے یکسان ہوتا ہی بخلاف اس کے اگر اوس کیلی یا وزنی چیز مین سے جس کا بعض حصہ عیب دار ہی حصہ بے عیب کو علیحدہ کر دیا جائے تو عیب دار حصہ کی مالیت اور اوسکا نفع بخش ہونا بہت کم ہو جائیگا لہذا فقط حصہ عیب دار کی بیع کے فسخ کر دینے کا مشتری کو اختیار حاصل نہین ہوتا

(عنایہ ج ۴ صفحہ ۸۱)

تیسری فصل خیار شرط کے بیان مین

اگر متعاقدین بیع یا اون مین سے کوئی ایک یہ شرط کرے کہ ہم دونو نکو یا اوس ایک کو جس نے شرط کی ہی بیع کے فسخ کر دینے کا اختیار ہوگا تو اگر دونون نے شرط کی ہی

تو دونوں کو اور اگر ایک نے شرط کی ہے تو ایک کو بربنائے شرط بیع کے فسخ کر دینے کا اختیار حاصل ہوتا ہے اسی اختیار کو خیار شرط کہتے ہیں کیونکہ ایسی شرط کر لینا جائز ہوتا ہے چنانچہ حدیث شریف ہے اِنَّ حبان بن منقذ بن عمر الانصاری کان یغبن فی البیاعات فقال لہ النبی علیہ السلام اذا بایعت فقل لاخلابۃ ولی الخیار ثلاثۃ ایام۔ اس حدیث شریف پر استدلال کرکے امام صاحبؒ کے نزدیک تین روز سے زیادہ کیواسطے خیار شرط جائز نہیں ہوتا ہے قول زفرؒ اور امام شافعیؒ کا ہے امام صاحبؒ کی دلیل فقہی یہ ہے کہ چونکہ ایسی شرط اقتضاء بیع کے خلاف ہوتی ہے لیکن حسب اتباع حدیث شریف جائز قرار دیگئی ہے لہذا اوسکا جواز اوسی حد تک اصولاً محدود ہے جو حدیث شریف مین ارشاد نبوی ہے یعنی تین روز تک محدود ہے اوس سے زیادہ کیواسطے جائز نہین ہے۔ اور صاحبینؒ کے نزدیک بلا قید تین یوم کے جسقدر مدت کیلئے متعاقدین شرط کر لین جائز ہوتی ہے اور اوسقدر مدت کیلئے خیار شرط حاصل ہو جاتا ہے۔ صاحبینؒ کا استدلال حدیث شریف ابن عمرؓ انہ اجاز الخیار الی شہرین پر ہے صاحبینؒ کی دلیل فقہی یہ ہے کہ شرط خیار کا جواز معاملہ پر غور و فکر کرنے کیواسطے مشروع ہوا ہے تاکہ غبن رفع کیا جاسکے اور یہ امر ظاہر ہے کہ کبھی اس غور و فکر کے واسطے تین روز سے زیادہ مدت کی ضرورت ہوتی ہے لہذا یہ شرط مثل شرط تاجیل ثمن ہے حالانکہ شرط تاجیل ثمن بھی خلاف اقتضاء عقد بیع ہے پس جیسے شرط تاجیل ثمن تھوڑی اور بہت مدت کیواسطے جسپر متعاقدین رضامند ہو جائین جائز ہوتی ہے ایسی ہی شرط خیار بھی اوس مدت قلیل یا کثیر کے واسطے جائز ہوتی ہے جس پر متعاقدین رضامند ہو جائین (ہدایہ ج ۲ صفحہ ۹) پھر یہ کہ امام صاحبؒ

اور زفرؒ کے نزدیک چونکہ تین روز سے زیادہ کیلئے خیار شرط جائز نہین ہوتی اس لئے جس
بیع مین تین روز سے زیادہ کے واسطے خیار شرط کی جائے وہ فاسد ہوتی ہی لیکن امام
صاحبؒ کے نزدیک جس بیع مین تین روز سے زیادہ کے خیار کی شرط کیگئی ہو اور
فریق صاحب خیار تین روز ختم ہونے سے پہلے اپنے خیار سے دست بردار ہوجائے تو بیع
صحیح ولازم ہوجاتی ہی کیونکہ بیع مین خیار زائد از سہ یوم ہونیکی وجہ سے فساد پیدا ہوا تھا
پس جبکہ فساد کے مستقر ہونے سے پہلے ہی امر مفسد ساقط کردیا گیا تو گویا بیع فاسد ہی
نہین ہوئی لیکن زفرؒ کے نزدیک فریق صاحب خیار کے قبل از اختتام سہ یوم دست بردار
ہوجانیسے بھی بیع صحیح ولازم نہین ہوجاتی کیونکہ بوجہ خیار شرط زائد از سہ یوم اولاً بیع
فاسد منعقد ہوئی تھی لہذا اصولاً وہ منقلب بہ بیع صحیح نہین ہوسکتی (ہدایہ ج ۲ صفحہ ۹)

خیار شرط علاوہ بیع ہر ایسے عقد مین جو لازم اور محتمل الفسخ ہو جائز ہوتا ہی پس
عقد وصیت اور عقد عاریت چونکہ لازم نہین ہوتے لہذا اونمین خیار شرط بھی جائز
نہین ہوتا کیونکہ اونمین ہر وقت بلا شرط خیار موصی و معیر کو عقد کے فسخ کردینے کا اختیار
ہوتا ہے۔ اور عقود مزارعۃ و مساقاۃ و اجارہ و کفالت و حوالہ وغیرہ چونکہ لازم اور محتمل الفسخ
ہوتے ہین لہذا اونمین شرط خیار جائز ہوتی ہی بخلاف عقد نکاح و طلاق و عتاق کے
کہ وہ لازم ہوتے ہین مگر محتمل الفسخ نہین ہوتے لہذا اونمین خیار شرط جائز نہین ہوتا۔

(درمختار صفحہ ۴۴۴ و ۴۴۵)

اگر خیار شرط بائع کیواسطے ہوتا ہی تو تاقیام خیار مبیع ملک بائع سے خارج نہین
ہوتی کیونکہ بوجودگی خیار بائع بیع تام نہین ہوتی اگرچہ مشتری مبیع پر باجازت بائع
قابض ہوجائے تاہم مشتری کو مبیع مین تصرف کرنیکا مجاز نہین ہوتا چنانچہ اگر

بیع مشتری صاحب خیار کے قبضہ اجازتی مین ہلاک ہوجائے تو مشتری پر بقدر قیمت
بیع ضمان عائد ہوگا کیونکہ بیع بوجہ خیار بائع موقوف تھی اب بوجہ واپسی بیع ممتنع ہوگئی
لامحالہ قبضہ مشتری علی سوم الشرا متصور ہوگا اور بیع علی سوم الشرا کے بقبضہ مشتری
ہلاک ہوجانے کی صورت مین مشتری پر بقدر قیمت بیع ضمان عائد ہوا کرتا ہی۔ اور اگر
خیار مشتری کے واسطے ہوتا ہے تو باوجود خیار بیع ملک بائع سے خارج ہوجاتی ہی کیونکہ
اس صورت مین منجانب بائع بیع تام ہوجاتی ہی کیونکہ خیار فقط بحق صاحب خیار
مفید ہوتا ہی بحق فریق ثانی مفید نہین ہوتا تاہم امام صاحبؒ کے نزدیک مشتری
صاحب خیار بیع کا مالک نہین ہوجاتا کیونکہ یہ امر بالاتفاق مسلمہ ہی کہ ثمن مشتری
صاحب خیار کی ملک سے خارج نہین ہوتا تو اس امر کے تسلیم کر لینے سے کہ مبیع مشتری
صاحب خیار کی ملک مین داخل ہوجاتی ہی یہ لازم آتا ہے کہ ایک فریق بیع یعنی
مشتری عوضین کا مالک ہوگیا اور یہ کسی طرح شرعاً صحیح نہین ہوسکتا کیونکہ معاوضہ کا
اقتضاء مساوات ہی اور صاحبینؒ کے نزدیک بیع کا مشتری صاحب خیار مالک
ہوجاتا ہی کیونکہ یہ امر بالاتفاق مسلمہ ہی کہ گو مشتری کے حق مین شرط خیار ہو لیکن ایجاب
وقبول کے بعد بیع ملک بائع سے خارج ہوجاتی ہی تو اگر یہ تسلیم کر لیا جائے کہ وہ ملک
مشتری مین داخل نہین تو بیع ایسی حالت مین رہے گی کہ وہ کسی کی ملک نہین ہی اور
شرعاً کوئی چیز ایسی حالت مین نہین رہ سکتی کہ وہ کسی کی ملک نہو (ہدایہ ج ۲ صفحہ ۹)

اور اگر بصورت خیار مشتری بیع مشتری کے قبضہ مین ہلاک ہوجاتی ہی یا ایسی
عیب دار ہوجاتی ہی کہ عیب رفع نہین ہوسکتا تو مشتری پر بقدر ثمن بیع ضمان عائد
ہوتا ہے کیونکہ بصورت خیار مشتری بیع منجانب بائع مکمل ہوتی ہے اور بیع کے

ہلاک یا عیب دار ہو جانے سے بر بناء نفاذ خیار واپسی ممتنع ہو جاتی ہے تو مشتری پر ادائے ثمن لازم ہو جاتا ہے بخلاف اوس صورت کے کہ صاحب خیار بائع ہو اور مبیع بقبضۂ مشتری ہلاک ہو جائے اس صورت مین بیع چونکہ منجانب بائع مکمل نہین ہوتی بلکہ بائع کو مبیع کے واپس لے لینے کا حق ہوتا ہے اس لئے مشتری پر بقدر قیمت مبیع ضمان عائد ہوتا ہے (ہدایہ ج ۲ صفحہ ۱۰)

اور اگر خیار شرط بائع اور مشتری دونون کے واسطے ہوتا ہے تو نہ مبیع ملک بائع سے خارج ہوتی ہے نہ ثمن ملک مشتری سے خارج ہو جاتا ہے پس مدت خیار مین جو فریق بیع کو لازم قرار دیدیتا ہے اوسکا خیار باطل ہو جاتا ہے اور اوسکے مقابلہ مین بیع لازم ہو جاتی ہے اور چونکہ فریقین مین سے ہر ایک کو بیع کے فسخ کر دینے کا اختیار ہوتا ہے لہذا کسی ایک کے فسخ کر دینے سے بیع فسخ ہو جاتی ہے (درمختار صفحہ ۴۴۴)

اگر فریقین مین بیع کے بشرط خیار ہونے اور بلا شرط خیار ہونے کی بابت نزاع ہو تو اوس فریق کا قول قبول ہوگا جو بیع کے بلا شرط خیار ہونیکا ادعا کرتا ہے کیونکہ شرط خیار خلاف اقتضاء بیع ہے (درمختار صفحہ ۴۴۴)

مدت خیار کے ختم ہوتے ہی بیع لازم ہو جاتی ہے گو صاحب خیار کو مدت خیار کے ختم ہونیکا بوجہ نسیان یا غشی یا جنون علم نہو (درمختار صفحہ ۴۴۹)

اگر صاحب خیار بلا اطلاع فریق ثانی بیع کو لازم کر دیتا ہے تو بالاتفاق بیع لازم ہو جاتی ہے اور اگر بلا اطلاع فریق ثانی بیع کو فسخ کر دیتا ہے تو طرفین کے نزدیک فسخ نہین ہوتی ہان اگر فریق ثانی کو اندرون مدت خیار فسخ کی اطلاع ہو جاتی ہے تو فسخ مکمل ہو جاتا ہے اور اگر اندرون مدت خیار فریق ثانی کو فسخ کی اطلاع نہین ہوتی تو بیع لازم ہو جاتی ہے

کیونکہ بفور ختم مدت خیار بیع مکمل ہوجاتی ہی لیکن ابو یوسفؒ کے نزدیک بلا اطلاع فریق ثانی بھی صاحب خیار کے فسخ کردینے سے بیع فسخ ہوجاتی ہی کیونکہ صاحب خیار فسخ کرنے سکنے پر منجانب فریق ثانی مسلط ہوتا ہی گویا صاحب خیار منجانب فریق ثانی فسخ بیع کیلئے بمنزلہ وکیل ہوتا ہی لہذا جیسے بیع کا لازم ہوجانا فریق ثانی کی اطلاع پر موقوف نہین ہوتا ایسے ہی فسخ ہوجانا بھی فریق ثانی کی اطلاع پر موقوف نہین ہوتا اسیوجہ سے فسخ بیع کے واسطے رضامندی فریق ثانی مشروط نہین ہی طرفینؒ فرماتے ہین کہ فسخ بیع فریق ثانی کے حق مین تصرف ہوتا ہی کیونکہ فسخ بیع فی نفسہ خود ایک عقد ہوتا ہی جس سے عقد بیع مرتفع ہوجاتا ہی اور فسخ خالی از مضرت نہین ہوتا لہذا فریق ثانی کی اطلاع پر موقوف ہوتا ہی اور بیع کا فسخ کرنا بمنزلہ وکیل کے معزول کرنیکے ہوتا ہی (ہدایہ ج ۳ صفحہ ۱۲۹)

صاحب خیار کے مرجانے سے خیار شرط باطل ہوجاتا ہی اوس کے ورثہ کیطرف منتقل نہین ہوتا مگر امام شافعیؒ کے نزدیک ورثہ کی طرف منتقل ہوتا ہے کیونکہ خیار شرط مثل خیار عیب و خیار تعین ایک حق لازم اور بیع مین ثابت ہوتا ہی لہذا اوس مین وراثت جاری ہوتی ہی احنافؒ فرماتے ہین کہ خیار شرط فقط مشیت و ارادہ ہوتا ہے جسکا انتقال متصور نہین ہوسکتا اور وراثت قابل انتقال اشیا مین جاری ہوا کرتی ہے اور یہ کہ خیار عیب و خیار تعین مین بھی وراثت جاری نہین ہوتی بلکہ جیسا مورث بیع کے صحیح و سالم لینے کا مستحق ہوتا ہے ایسا ہی وارث بھی بیع کے صحیح و سالم لینے کا مستحق ہوتا ہے اور جیسا مورث کو بوجہ اختلاف ملک تعین کا اختیار ہوتا ہی ویسا ہی وارث کو بھی ہوتا ہی کیونکہ مطلق خیار قابل انتقال نہین ہوتا لہذا اوسمین وراثت بھی جاری نہین ہوسکتی (ہدایہ ج ۳ صفحہ ۱۱)

اگر مشتری شخص غیر کے واسطے شرط خیار مقرر کرتا ہی تو ایسا خیار شرط جائز ہوتا ہے اور مشتری اور شخص غیر مین سے کسی ایک کے بیع لازم و فسخ کر دینے سے بیع لازم و فسخ ہو جاتی ہے پس اگر او نمین سے ایک بیع کو لازم اور دوسرا فسخ کر دے تو جس نے پہلے لازم یا فسخ کیا اوسکا لزوم یا فسخ معتبر ہوگا (ہدایہ ج ۲ صفحہ ۱۱)

مشتری عقار صاحب خیار کے اندرون مدت خیار عقار متصل بیع کو شفعۃً بربناء ملکیت بیع لینے سے بیع کی بیع لازم ہو جاتی ہی کیونکہ مشتری کا عقار متصلہ کو شفعۃً بربناء ملکیت بیع لینا بیع کی بیع کو لازم کر دینے کی رضامندی متصور ہوگا

(ہدایہ ج ۲ صفحہ ۱۳)

چوتھی فصل خیار نقد کے بیان مین

جو بیع باین شرط کیجاتی ہی کہ اگر مشتری تین روز مین ثمن ادا نکریگا تو بیع باقی نرہیگی وہ صحیح و جائز ہوتی ہی اس شرط کو شرط نقد اور اس اختیار کو خیار نقد کہتے ہین درحقیقت یہ شرط معناً شرط خیار ہوتی ہی کیونکہ بصورت عدم ادائے ثمن بائع کو فسخ بیع کا اختیار ہوتا ہی اور مشتری کے ادائے ثمن مین دفع الوقتی اور تاخیر کرنیسے بائع کو بچانے کیواسطے کی جاتی ہے لہذا یہ شرط شرط خیار سے ملحق ہوتی ہے اسی وجہ سے اگر شرط خیار نقد تین روز سے زیادہ کیواسطے کیجاتی ہی تو شیخین کے نزدیک بیع جائز نہین ہوتی اور محمدؒ کے نزدیک جائز ہوتی ہے امام صاحب اس مسئلہ مین اپنے اصول شرط خیار پر قائم ہین کہ اگر خیار نقد تین روز سے زیادہ کے واسطے ہو تو بیع فاسد ہوتی ہی علی ہذا محمدؒ اپنے اصول پر قائم ہین کہ جسقدر ایام کیواسطے عاقدین چاہین شرط کرین شرط بھی صحیح ہوگی اور بیع بھی

صحیح و جائز ہوگی اور ابو یوسفؒ شرط خیار مین بپابندی حدیث شریف ابن عمر اس امر کے قائل ہین کہ مدت شرط خیار جو عاقدین مقرر کرلین صحیح ہوتی ہی اور خیار نقد مین بپابندی قیاس اس امر کے قائل ہین کہ شرط نقد تین روز سے زیادہ کے واسطے صحیح نہین ہوتی اور شرط نقد تین روز سے زیادہ کیواسطے مقرر کی جائے تو بیع صحیح نہین ہوتی اور زفرؒ ایک اور قیاس کی طرف مائل ہوئے ہین وہ یہ کہ بیع بشرط خیار نقد درحقیقت بیع بشرط اقالہ ہوتی ہی اور اقالہ بھی مشروط بشرط ادائے ثمن - اور اقالہ مشروط خود فاسد ہوتا ہی اور نیز بیع بشرط اقالہ صحیح فاسد ہوتی ہی تو وہ بیع جو بشرط اقالہ فاسد ہو بدرجہ اولی فاسد ہوتی ہے مگر شرط خیار تین روز کے واسطے استحساناً جائز ہوتی ہی وجہ استحسان یہ ہی کہ شرط خیار نقد ملحق بشرط خیار ہی اور تین روز کے واسطے شرط خیار کا جواز نص سے ثابت ہے لہذا خیار نقد بھی بربنا نص خلاف قیاس تین روز کے واسطے جائز تسلیم کی جاتی ہے (ہدایہ ج ۲ صفحہ ۹) شرط خیار نقد سے فقط بائع کو اختیار فسخ بیع حاصل ہوتا ہے

پانچوین فصل خیار تعین مبیع کے بیان مین

اگر مشتری ایک نوع کی دو یا تین چیزون مین سے ایک چیز باین شرط خریدے کہ اون مین سے جو چیز پسند کرونگا لیلونگا تو یہ شرط بھی جائز ہوگی اور بیع بھی صحیح ہوگی اس خیار کو خیار تعین مبیع کہتے ہین - لیکن اگر تین سے زیادہ چیزون مین سے ایک چیز کے لینے کی شرط ہو تو بیع فاسد ہوتی ہی کیونکہ اقتضاء قیاس تو یہ ہی کہ یہ شرط جائز نہو اور جو بیع اس شرط سے مشروط ہو وہ بوجہ جہالت مبیع فاسد ہو لیکن استحساناً تین چیزون مین سے ایک چیز کے لینے کی شرط کو جائز رکھنے کی یہ وجہ ہے کہ شرط خیار تعین مبیع بغرض

رفع غبن اور اس غرض سے جائز قرار دیگئی ہی کہ مشتری بہترین چیز پسند کر سکے اور یہ غرض تین چیزین ہونمین پوری ہو سکتی ہی کیونکہ چیزون مین اعلی اوسط ادنے تین ہی مدارج قائم ہو سکتے ہین چوتھی چیز کی ضرورت نہین ہوتی اور خیار بلحاظ ضرورت جائز رکھا گیا ہے پھر یہ کہ از روئے روایت جامع صغیر ضرور ہی کہ جس بیع مین خیار تعین کی شرط کیجائی اوسمین خیار شرط بھی ہو اور از روئے روایت جامع کبیر اوس مین خیار شرط ہونا لازم نہین ہی لیکن اگر خیار شرط نہو تو خیار تعین کے واسطے مدت کا تعین ضرور ہوتا ہی اور امام صاحبؒ کے نزدیک اگر خیار تعین تین روز سے زیادہ کے واسطے کیا جائے تو خیار تعین ناجائز اور بیع فاسد ہوتی ہی اور صاحبینؒ کے نزدیک جسقدر مدت کیواسطے جانبین عاقدین خیار تعین کرین خیار تعین جائز اور بیع صحیح ہوتی ہی پس اگر مشتری باجازت بائع تینون چیزون پر قبضہ کرلے اور اون مین سے ایک چیز مین بقبضہ مشتری عیب پیدا ہو جائے چونکہ اونمین سے فقط ایک ہی بیع ہوتا ہی اور دوسرے امانت ہوتے ہین اور چونکہ عیب دار کی واپسی ممتنع ہو جاتی ہی لہذا عیب دار بیع کیواسطے اور دوسرے امانت کے واسطے متعین ہو جاتے ہین اور اگر وہ سب چیزین بقبضہ مشتری ہلاک ہو جائین تو جو اونمین فقط ایک مگر غیر معین بیع تھا اور دوسرے امانت تھے اور بصورت ہلاکت امانت امین پر ضمان عائد نہین ہوتا پس اگر وہ دو چیزین ہون اور دونون بقبضہ مشتری ہلاک ہو گئی ہون تو ہر ایک کی قیمت کا نصف بذمہ مشتری واجب الادا ہوگا اور اگر وہ تین چیزین ہون اور تینون ہلاک ہو گئی ہون تو ہر ایک کی قیمت کا ثلث بذمہ مشتری واجب الادا ہوگا۔ کیونکہ بیع اور امانت اون دونون یا تینون چیزون مین شائع تھی

(ہدایہ ج ۲ صفحہ ۱۲ و ۱۳)

اگر عقد مین خیار شرط بھی ہو تو مشتری کو اختیار ہوتا ہی کہ سب کی بیع فسخ کر دے اور اگر عقد مین خیار شرط نہو تو مشتری پر اون مین سے ایک کی بیع لازم کرنا ضرور ہوتا ہے۔

(ہدایہ ج ۲ صفحہ ۱۲ و ۱۳)

اگر صاحب خیار تعین قبل از تعین مر جائے تو اوسکے وارث کو اختیار تعین ہوتا ہی

(ہدایہ ج ۲ صفحہ ۱۲ و ۱۳)

خیار تعین فقط مشتری کے واسطے ہوتا ہی اور مثلی چیز ونمین جائز نہین ہوتا کیونکہ مثلی چیز کے افراد متفاوت نہین ہوتے (در مختار صفحہ ۴۵۰)

چھٹی فصل خیار الفوات وصف مرغوب فیہ کے بیانمین

اگر بائع بیع مین کوئی خاص وصف بیان کرے اور مشتری اوس وصف کی بنا پر بیع کو خرید لے اور بعد بیع مشتری کو معلوم ہو کہ بیع مین وہ وصف نہین ہی تو مشتری کو اختیار ہوتا ہی کہ چاہے پورا ثمن دیکر اوس بیع کو لیلے اور چاہی اوس کی بیع فسخ کر دے کیونکہ وصف یا عیب کے مقابلہ مین کوئی جزو ثمن نہین ہوتا لیکن اگر بیع مین وصف معینہ بائع سے زیادہ اور بہتر وصف ہو تو مشتری کو فسخ بیع کا اختیار حاصل نہین ہوتا اس خیار کو خیار الفوات وصف مرغوب فیہ کہتے ہین مثلاً بائع نے کہا کہ اس بندوق کی زد ہزار قدم ہے اور مشتری نے اس بنا پر اوسکو ایک سو روپیہ مین خرید لیا بعد خریداری اگر مشتری کو یہ معلوم ہو کہ اوس بندوق کی زد نو سو قدم ہی تو مشتری کو اختیار ہوتا ہی کہ چاہے پورے ایک سو روپیہ دیکر وہ بندوق لیلے اور چاہے اوسکی بیع کو فسخ کر دے لیکن اگر مشتری کو بعد خریداری معلوم ہو کہ اوس بندوق کی زد گیارہ سو قدم ہی تو مشتری کو فسخ بیع کا

اختیار حاصل نہوگا (درمختار صفحہ ۵۱۴)

متابعین کو ایک خیار فسخ بیع بوجہ غبن فاحش یعنی بوجہ الیسے دہوکہ صریح کے حاصل ہوتا ہی جس کو تجار دہوکہ سمجھتے ہون یہ خیار متبایعین مین سے دہوکہ کھانیوالے فریق کو حاصل ہوتا ہے خواہ وہ بائع ہو یا مشتری ہو اور دہوکہ خواہ خود فریق نے دیا ہو یا دلال نے دیا ہو تحفۃ الفقہا مین امام علاء الدین نے اس مسئلہ پر یقین کیا ہی اور زیلعی نے اوسکی تصحیح کی ہی (درمختار صفحہ ۵۰۷)

باب سویم

بیع باطل و فاسد و موقوف کے بیان مین

اہل لغت باطل و فاسد کے مفہوم و معنی مین کچھ فرق نہین کرتے البتہ فقہاء اونکے مفہوم و معنی مین امتیاز قائم فرماتے ہین فقہاء اوس عقد کو جس کے ارکان یعنی ایجاب و قبول مین یا جس کے عاقدین یا جسکے محل یعنی معقود علیہ مین خلل ہوتا ہی باطل قرار دیتے ہین اور اوس عقد کو جس کے ارکان و عاقدین و محل مین تو خلل نہو مگر اونکے وصف مین خلل ہو یا جو کسی شرط فاسد سے مشروط ہو فاسد قرار دیتے ہین اور اوس عقد کو جو باعتبار نفس اور وصف ارکان و عاقدین و محل تو صحیح ہو مگر کسی امر خارجی کی وجہ سے اوسمین ناپسندیدگی پیدا ہوجائے مکروہ لکھتے ہین (ہدایہ ج ۲ صفحہ ۲۳)

پہلی فصل بیع باطل کے بیان مین

جس بیع کے ارکان یعنی ایجاب وقبول مین خلل ہو مثلاً دونون یا اونمین سے کوئی ایک بصیغہ مستقبل یا بصیغہ امر ہو یا جس بیع کے محل یعنی مبیع مین خلل ہو مثلاً مبیع مال یا مال متقوم نہو جیسے شخص آزاد یا خون یا مردہ جانور یا جس بیع کے عاقدین یا اونمین سے کسی ایک کی اہلیت بیع مین خلل ہو مثلاً دونون یا اونمین سے ایک صغیر یا مجنون ہو وہ بیع باطل کہلاتی ہے (ہدایہ ج ۲ صفحہ ۲۳)

پس شئی معدوم چونکہ مال نہین ہوتی لہذا اوسکی بیع باطل ہوتی ہی مثلاً ایک دو منزلہ مکان کی بالائی منزل منہدم ہوجائے تو بعد انہدام منزل بالائی معدوم ہوجاتی ہے گو اوس کے مالک کو یہ حق ہوتا ہی کہ وہ اوسکو بنا سکے لیکن چونکہ منزل بالائی فی نفسہ معدوم ہوتی ہی لہذا محض اوسکے بناء کر سکنے کے حق کی بناء پر اوس کی بیع باطل ہوتی ہے (در مختار صفحہ ۴۱۶)

ایسی اشیاء کی بیع بھی باطل ہوتی ہی جو کسی کی ملک نہون جیسے دریا یا تالاب وغیرہ کی مچھلیان یا جنگل یا باغات کے چرند و پرند جانور ہوتے ہین کہ وہ کسی کی حتی کہ تالاب وغیرہ یا جنگل و باغات کے مالک کی بھی ملک نہین ہوتے البتہ جو اونکو پکڑ لیتا ہی یا شکار کر لیتا ہے وہ اوسکی ملک ہوجاتے ہین پس اگر تالاب وغیرہ کا مالک تالاب وغیرہ کی مچھلیونکی بیع کرے تو بیع باطل ہوگی علی ہذا اگر جنگل یا باغ کا مالک اون چرند و پرند جانورونکی بیع کرے جو اوسکے جنگل یا باغ مین رہتے ہین تو بیع باطل ہوگی

(ہدایہ ج ۲ صفحہ ۲۴ و ۲۵)

جانوران شکاری کے انڈے بچے بھی اوس شخص کی ملک ہو جاتے ہین جو جانوران مذکور کو پکڑ لیتا ہی اوس جنگل یا باغ کے مالک کی ملک نہین ہوتے جنمین وہ رہتی ہین (ہدایہ ج ۴ صفحہ ۶۳)

اگر تالاب وغیرہ کی مچھلیون کے شکار کا یا جنگل و باغ کے جانورونکے شکار کا اجارہ منجانب مالک تالاب وغیرہ یا جنگل و باغ دیا جائے تو وہ اجارہ فاسد ہوتا ہی (درمختار صفحہ ۴۶۳)

لیکن شہد اوس شخص کی ملک ہوتا ہی جس کے درخت پر یا جس کی عمارت مین شہد کی مکھیان چھتہ بنا لیتی ہین (درمختار صفحہ ۴۶۸)

خودرو گھاس بھی کسی کی حتی کہ مالک زمین کی بھی ملک نہین ہوتا جو شخص اوسکو کاٹکر جمع کر لیتا ہے اوسیکی ملک ہو جاتا ہی کیونکہ یہ فرمان نبوی صلعم ہی کہ تین چیز مین جملہ مسلمان شریک ہین آگ، پانی، چارہ) لہذا خودرو گھاس سے فائدہ حاصل کرنے مین اوس زمین کا مالک جسپر خودرو گھاس ہوتا ہی اور شخص غیر مساوی حق رکھتے ہین۔ لہذا خودرو گھاس کی بیع اور اجارہ باطل ہوتا ہی۔ مالک اراضی کا کسیکو جانورون کے چرانے کیواسطے اجارہ دینا باطل ہوتا ہے اوّل تو حسب فرمان مبارک صدر کہ خودرو گھاس مین سب مسلمان شریک ہوتے ہین دوسرے اسوجہ سے کہ مستاجر کو شئی اجارہ سے اس طرح استفادہ جائز ہوتا ہے کہ وہ شئی بنفسہ قائم رہے اور اس صورت مین شئے اجارہ یعنی گھاس ہلاک ہو جاتا ہی یعنی جانور اوس کو کھا لیتے ہین۔ اسی وجہ سے گائے بھینس وغیرہ کا دودھ پینے کی غرض سے اجارہ ناجائز و باطل ہوتا ہی (ہدایہ ج ۳ صفحہ ۲۶ درمختار صفحہ ۴۶۴ غایت الاوطار ج ۳ صفحہ ۷۹)

مؤلف عرض کرتا ہی کہ اس زمانہ مین اکثر رمنے چرائی پر دئے جاتے ہین جو ناجائز ہی اگر مالکان اراضی رمنہ مین تھوڑے سے کسی غلہ کی تخم ریزی کرا دیا کرین تو پھر رمنہ کی

بیع واجارہ سب جائز ہوتا ہے والتوفیق من اللہ تعالیٰ۔

اوس چیز کی بیع بھی باطل ہوتی ہے جو بوقت بیع بائع کی ملک مین موجود نہو الّا اوسکی بیع سلم جائز ہوتی ہی کیونکہ نبی کریم صلعم نے اوس چیز کی بیع سے منع فرمایا ہی جو بائع کے پاس نہو لیکن اوسکی بیع سلم کی اجازت عطا فرمائی ہی (درمختار صفحہ ۴۶۱)

ایسی چیزونکی بیع بھی باطل ہوتی ہی جو بوقت بیع معدوم ہون یعنی بظاہر نظر نہ آتے ہون مثلاً گاجر مولی وغیرہ جب تک اونکا کچھ حصّہ نظر نہ آنے لگے معدوم متصور ہوتے ہین لہذا اونکی بیع اوسوقت سے پہلے کہ اونکا کچھ حصّہ نظر آنے لگے باطل ہوتی ہی یا مثلاً ایسی نطفہ کی جو نر کی صلب مین ہی یا ایسے بچے کی جو مادہ کے بطن مین ہے بیع باطل ہوتی ہی اکثر لوگ اس طرح معاملہ بیع کر لیا کرتے ہین کہ اس گھوڑے کے نطفہ سے جو بچہ پیدا ہوگا وہ مشتری کو بعوض اسقدر ثمن کے دیا گیا یا اس گھوڑی کے بطن سے جو بچہ پیدا ہوگا وہ بعوض اسقدر ثمن کے بدست مشتری بیع کر دیا گیا تو یہ بیع باطل ہوتی ہی (ہدایہ ج ۲ صفحہ ۲۵)

(درمختار صفحہ ۴۶۱)

مسلمانون کیواسطے ایسے مال کی بیع بھی باطل ہوتی ہی جس سے اونکو انتفاع جائز نہو جیسے خمر وخنزیر کہ مسلمانون کو اونسے انتفاع ناجائز ہے (درمختار صفحہ ۴۶۲)

پس اگر خمر وخنزیر کی بعوض نقدین یا اشیا مثلی بیع کی جاتی ہی تو عوضین کی بیع باطل ہوتی ہی اور اگر خمر وخنزیر کی بعوض عرض یعنی سامان واسباب کے بیع کی جاتی ہی تو خمر وخنزیر کی بیع باطل ہوتی ہے اور سامان واسباب کی بیع فاسد ہوتی ہی پس اگر کوئی مسلم کسی ذمی کافر کو خمر وخنزیر کی بیع وشرا کیواسطے وکیل مقرر کر دے تو امام صاحبؒ کے نزدیک ایسی بیع وشرا صحیح ہوتی ہی مگر کراہت تحریمی شدید کے ساتھ کیونکہ مباشر بیع وشرا

ذمی کافر ہوتا ہی اور ملک کا مؤکل کی طرف منتقل ہونا حکمی امر ہے اور صاحبین کے نزدیک ایسی بیع وشرا باطل ہوتی ہی ظاہر تر قول صاحبین کا ہے (درمختار صفحہ ۴۶۶)

علی ہذا چونکہ انسان کے بول وبراز سے بلا آمیزش کسی دوسری چیز کے انتفاع ناجائز ہی لہذا اونکی بیع بھی بلا آمیزش کسی دوسری شئے کے باطل ہوتی ہی (درمختار صفحہ ۴۶۲)

پس جن دریائی جانوروں سے انتفاع ناجائز ہے اونکی بیع بھی باطل ہوتی ہی لیکن فقیہ ابو اللیث کا قول ہی کہ سانپ وغیرہ کی بیع بغرض استعمال ادویات جائز ہوتی ہے (درمختار صفحہ ۴۹۶) پس جن دریائی جانوروں سے انتفاع جائز ہے اونکی بیع بھی جائز ہوتی ہی (درمختار صفحہ ۴۹۶)

کتا، ہاتھی، بلی اور دیگر درندہ جانوروں سے چونکہ انتفاع جائز ہے لہذا اونکی بیع بھی جائز ہوتی ہے (درمختار صفحہ ۴۹۶)

کتے کا پالنا بجز اسکے کہ شکار یا حفاظت جان ومال یا زراعت کے واسطے ہو جائز نہین ہے (درمختار صفحہ ۴۹۶)

بندر سے تماشہ اور مسخراپن کرنا اگرچہ حرام ہے مگر بندر کی بیع جائز ہے جیسے افشردہ انگور سے شراب بنانا حرام ہی مگر افشردہ انگور کی بیع جائز ہوتی ہی (درمختار صفحہ ۴۹۶)

مردہ جانوروں اور اونکی کھال سے چونکہ انتفاع جائز نہین ہے لہذا اون کی بیع بھی باطل ہوتی ہی اور چونکہ مردہ جانوروں کی کھال سے دباغت دیجانیکے بعد انتفاع جائز ہوجاتا ہے لہذا مردہ جانورونکی دباغت کی ہوئی کھال کی بیع بھی جائز ہوتی ہے (درمختار صفحہ ۴۹۶) لیکن انسان سانپ اور سور کی کھال سے چونکہ کسی حال مین حتے دباغت دیجانیکے بعد بھی انتفاع جائز نہین ہے لہذا اونکی دباغت دی ہوئی کھال

بیع باطل ہوتی ہے (درمختار صفحہ ۴۴۶)

ہڈی بال پٹھے سینگ مین چونکہ احساس نہین ہوتا لہذا اونکی موت و حیات یکسان ہوتی ہی لہذا مردہ جانورونکے سینگ بال ہڈیونکی بیع جائز ہوتی ہے (ہدایہ ج ۲ صفحہ ۲۷)

ناپاک تیل سے چراغ روشن کرنیکا انتفاع جائز ہوتا ہی لہذا اوسکی بیع بھی جائز ہوتی ہے لیکن ناپاک تیل سے مسجدین چراغ روشن کرنا ناجائز ہوتا ہے (درمختار صفحہ ۴۹۶)

مٹی گوبر وغیرہ سے جو مجسم کھلونے بنائے جاتے ہین چونکہ وہ مال نہین ہوتے حتی کہ اونکے تلف کردینے والے پر ضمان عائد نہین ہوتا کیونکہ وہ آلات لہو لعب ہوتے ہین لہذا اونکی بیع بھی باطل ہوتی ہی لیکن مجتبٰے کی کتاب الحظر مین ابو یوسفؒ سے روایت بیان کی ہی کہ کھلونون سے بچونکا کھیلنا جائز ہے لہذا اونکی بیع بھی جائز ہوتی ہی (درمختار صفحہ ۴۹۶)

اگر ایسی دو چیزین ایک ساتھ بیع کیجاوین جنمین سے ایک کی بیع صحیح ہو اور دوسری کی باطل ہو اور ہر ایک کے ثمن کی علحدہ علحدہ صراحت نکیجائے تو بالاتفاق دونون چیزون کی بیع باطل ہوتی ہی اور اگر ہر ایک کے ثمن کی علحدہ علحدہ صراحت کردیجائے تو امام صاحبؒ کے نزدیک اس صورت مین بھی دونون چیزونکی بیع باطل ہوتی ہی کیونکہ امام صاحبؒ کے نزدیک گو ایسی بیع مین ہر ایک چیز کے ثمن کی علحدہ صراحت کردیجائی مگر اونکی بیع بصفقۂ احد ہوتی ہی اور صاحبینؒ کے نزدیک ہر ایک کے ثمن کی علحدہ صراحت کردینے سے ہر ایک کی بیع کا صفقہ بھی علحدہ ہوجاتا ہی لہذا صاحبینؒ کے نزدیک ایسی صورت مین فقط اوس چیز کی بیع باطل ہو گی جس کی بیع وشراکسی وجہ سی باطل ہے اور اوس چیز کی بیع صحیح ہو گی جس کی بیع شرعًا صحیح ہوتی ہی (ہدایہ ج ۲ صفحہ ۲۲ درمختار صفحہ ۴۶۲)

مثلاً جائداد مملوکہ اور جائداد موقوفہ کی بیع ایک ساتھ کیجائے تو اگر ہر ایک کے ثمن کی

صراحت علیحدہ علیحدہ نہ کی گئی ہو تو بالاتفاق ہر دو جائداد کی بیع باطل ہو گی اور اگر ہر ایک کے
ثمن کی علیحدہ علیحدہ صراحت کر دی گئی ہو تو بھی امام صاحبؒ کے نزدیک ہر دو جائداد کی
بیع باطل ہو گی اور صاحبینؒ کے نزدیک جائداد مملوکہ کی بیع صحیح ہو گی اور جائداد
موقوفہ کی بیع باطل ہو گی پس اگر ایسے موضع کی جسمین مسجد ہو بلا استثنا مسجد بیع کر دیجائے
تو موضع کی بیع باطل ہو گی لیکن بحر الرائق مین محیط سے نقل کیا ہی کہ ایسے موضع کی
بیع صحیح ہو گی اور مسجد بربناء عرف و عادت بیع سے مستثنےٰ متصور ہو گی طحطاوی نے
بحر الرائق کے قول کو اولیٰ ہونا تسلیم کیا ہی (غایت الاوطار ج ۳ صفحہ ۴۷)

بیع باطل کسی حال مین مفید ملک نہین ہوتی یعنی اگر بیع باطل کے بعد مشتری
مبیع پر قابض بھی ہو جائے تب بھی مشتری مبیع کا مالک نہ ہو جائیگا پس اگر بیع باطل
ہونے کے بعد مبیع پر مشتری کا قبضہ ہو جائے اور مبیع بقبضہ مشتری ہلاک ہو جائے تو
مشتری پر ضمان عائد نہ ہو گا کیونکہ مشتری کا قبضہ محض بربناء اجازت بائع متصور ہو گا
اور مشتری مبیع کا امین ہو گا اور امین پر بوجہ ہلاکت امانت ضمان عائد نہین ہوتا۔
لیکن بعض علماء کے نزدیک مشتری پر ضمان عائد ہو گا کیونکہ و نکے نزدیک مشتری کا
قبضہ کم از کم علی سوم الشراء ہوتا ہے اور مقبوض علی سوم الشراء کی ہلاکت کیصورتمین
قابض پر ضمان عائد ہوتا ہی (ہدایہ ج ۲ صفحہ ۲۳)

یہ دونون قول کہ مشتری قابض پر ضمان عائد نہین ہوتا اور یہ کہ ضمان عائد
ہوتا ہی مفتی بہ اور مصحح ہین (در مختار صفحہ ۴۶۳)

دوسری فصل بیع فاسد کے بیان مین

اوس بیع کو جس کے ارکان و محل و عاقدین مین خلل نہو مگر اونکے اوصاف مین خلل ہو یا جو بیع شرط فاسد سے مشروط ہو بیع فاسد کہتے ہین مثلاً عاقدین عاقل بالغ تو ہون مگر دونون یا اونمین سے کوئی ایک محجور علیہ ہو یا مثلاً مبیع مال تو ہو مگر مال متقوم نہو شرط فاسد اوس شرط کو کہتے ہین جو اقتضاء عقد کے خلاف ہو اور اوس سے احد العاقدین یا معقود علیہ کو (اگر معقود علیہ اہل استحقاق مین سے ہو) نفع ہوتا ہو مثلاً کپڑا بایں شرط خرید اجائے کہ بائع اوسکی شیروانی سیکر دیگا تو یہ شرط اقتضاء بیع کے خلاف ہے اور اسمین مشتری کا نفع ہی لہذا یہ شرط فاسد ہے (درمختار صفحہ ۴۶۶) یا مثلاً غلام بایں شرط بیع کیا جائے کہ مشتری اوسکو آزاد کر دے تو چونکہ یہ شرط خلاف اقتضاء بیع ہے اور اوسمین معقود علیہ یعنی غلام کا جو اہل استحقاق ہی نفع ہے لہذا یہ شرط باطل ہی (درمختار صفحہ ۴۶۶)

چونکہ مبیع کا مقدور التسلیم یعنی ایسا ہونا کہ بائع اوس کو مشتری کے قبضہ مین دیسکے صحت بیع کیلئے شرط ہی لہذا شئی غیر مقدور التسلیم کی بیع فاسد ہوتی ہی مثلاً مچھلیان تالاب وغیرہ مین پکڑ لے نے کے بعد پکڑنیوالے کی ملک ہوجاتی ہین اور محل بیع ہو جاتی ہین پس اگر پکڑنیوالے نے اونکو ایک ایسی حوض مین چھوڑ دیا جس مین سے وہ اونکو بغیر کانٹے یا جال کے نہین پکڑ سکتا تو چونکہ وہ اب ایسی نہین رہین کہ شخص مذکور اونکو دوسرے کے قبضہ مین دیسکے لہذا اون کی بیع فاسد ہوگی علی ہذا اگر شکاری جانور چرند و پرند پکڑنے کے بعد ایسے مقام مین چھوڑ دئے جائین جہان سے اونکا پکڑنا بغیر ذرائع آلات شکار نہو سکتا ہو اور وہ جانور اوس شخص کی

آواز پر اوس کے پاس نہ آجاتے ہون اونکی بیع فاسد ہوتی ہی (درمختار صفحہ ۴۶۳)

ہر ایسی چیز کی بیع فاسد ہوتی ہی جو دوسری چیز کے ساتھ اس طرح مخلوط ہو یا بیع کے بعد مخلوط ہو جائے کہ دوسری چیز سے اوسکا امتیاز کرنا ناممکن ہو مثلاً بھیڑون کے جسم پر کی اُون کی بیع فاسد ہوتی ہی کیونکہ اُون کا جڑ کی جانب سے آناً فاناً نمو ہوتا رہتا ہی لہذا اُون مبیعہ اُون نموشدہ سے اس طرح مخلوط ہو جاتی ہی کہ اوسکا امتیاز ناممکن ہو جاتا ہی لیکن ابویوسفؒ اور امام مالکؒ کے نزدیک اون کی بیع جو جانورون کے جسم پر ہو جائز و صحیح ہوتی ہی (درمختار صفحہ ۴۶۳)

ہر ایسی چیز کی بیع فاسد ہوتی ہی جو دوسری چیز مین چھپی ہوئی ہو اور اوسکا وجود یقینی نہو پس موتیون کی بیع درانحالیکہ وہ صدف مین ہون فاسد ہوتی ہی لیکن بادام پستہ وغیرہ کی بیع درانحالیکہ وہ سخت چھلکے کے اندر ہون جائز ہوتی ہے وجہ فرق یہ معلوم ہوتی ہی کہ صدف بیشتر موتیون سے خالی ہوتے ہین لہذا صدف مین موتی کا وجود یقینی نہین ہوتا بخلاف بادام پستہ کے کہ اونمین مغز سے خالی بہت ہی کم ہوتے ہین لہذا بادام پستہ مین مغز کا وجود یقینی ہوتا ہی واللہ اعلم بالصواب۔

مبیع کی جہالت سے یا اوس کے وصف کی ایسی جہالت سے جو باعث منازعت ہو سکے بیع فاسد ہو جاتی ہی مثلاً مشروع کا تھان بلا صراحت اس امر کے کہ وہ اورنگ آباد کا ہی یا پونہ کا ہے بیع کیا جائے تو یہ بیع بوجہ جہالت ایسے وصف مبیع کے جو باعث منازعت ہو سکتا ہی فاسد ہوگی یا مثلاً اگر گھوڑون کی جوڑی مین سے ایک گھوڑا بلا خیار تعین مبیع بیع کیا جائے تو بوجہ جہالت مبیع بیع فاسد ہوگی (درمختار صفحہ ۴۶۴)

ایسی چیز کے جزو کی بیع جس کے ٹکڑے کرنیسے نقصان ہوتا ہی فاسد ہوتی ہی

مثلاً چادر شملہ وغیرہ کے جزو کی بیع فاسد ہوتی ہی تاہم اگر ایسا جزو مبیع مشتری کو دیدیا جاتا ہی تو اوس کی بیع صحیح ہوتی ہے (درمختار صفحہ ۴۶۳)

ہوام یعنی کیڑون مکوڑون کی بیع فاسد ہوتی ہی مگر ریشم کے کیڑون اور شہد کی مکھیون کی بیع صحیح ہوتی ہے۔ انسان عام ازینکہ کافر ہو یا مسلم ہو اوس کے اجزا یعنی کھال بال ناخن وغیرہ حتی کہ عورت کے نچوڑے ہوئے دودھ کی بیع بوجہ بزرگداشت انسان فاسد ہوتی ہی (درمختار صفحہ ۴۴۶)

اگر ثمن وصول ہونے کے قبل بائع مشتری سے مبیع کو ثمن سے کم و بیش ثمن پر خریدے تو اگر ثمن اوّل اور ثمن ثانی ہم جنس ہین اور مبیع علی حالہ ہی تو بیع فاسد ہوگی اور اگر ثمن ثانی غیر جنس ہی یا مبیع مین کچھ عیب پیدا ہوگیا ہے تو بیع صحیح ہوگی مثلاً زید نے خالد کے ہاتھ ایک گھوڑا ایک ہزار روپیہ کو فروخت کیا پس اگر زید قبل ازانکہ خالد اوسکو ایکہزار روپیہ ثمن ادا کرے خالد سے وہی گھوڑا بلا اسکے کہ گھوڑے مین کچھ عیب و وصف پیدا ہوا ہو زید نوسو یا گیارہ سو روپیہ مین خریدے تو بیع فاسد ہوگی ہان اگر خالد کے پاس گھوڑے مین کوئی عیب یا وصف پیدا ہوگیا ہو تو زید کا خالد سے اوسکو نوسو یا گیارہ سو روپیہ مین خریدلینا بیع صحیح ہوگا اور نیز زید کا اوس گھوڑے کو خالد سے پچاس ساورن مین خریدلینا باوجودیکہ پچاس ساورن ساڑہی سات سو روپیہ کے معادل ہوتی ہین یا ایک سو ساورن مین خریدلینا باوجودیکہ سو ساورن پندرہ سو روپیہ کے معادل ہوتی ہین بوجہ غیر جنس ہونے روپیہ یعنی ثمن اول اور ساورن یعنی ثمن ثانی کی بیع صحیح ہوگی (درمختار صفحہ ۴۶۵)

تنہا حقوق تابع عقار کی بیع بلا عقار کی بیع کے جائز نہین ہوتی چنانچہ تنہا آبیاشی

خانیہ سے نقل کیا ہی راستہ عقار کی بیع بلا عقار کی بیع کے جائز نہین ہوتی لیکن وقایہ
اور ہدایہ مین ہے کہ راستہ عقار کی بیع بلا عقار کی بیع کے جائز و صحیح ہوتی ہی (درمختار صفحہ ۴۶۶)
جائداد منقولہ کے مشتری کو قبل قبضہ جائداد مشتراۃ کا بیع کر دینا بالاتفاق ناجائز ہوتا ہے
کیونکہ نبی کریم صلعم نے قبل قبضہ شئی مشتراۃ کی بیع بسبب اندیشہ فسخ بیع منع فرمایا ہے
کیونکہ اگر شئی مشتراۃ قبل قبضہ مشتری بائع کے پاس ہلاک ہوجاتی ہی تو بیع فسخ ہوجاتی ہی
اور چونکہ ہلاکت جائداد غیر منقولہ بہت شاذ و نادر ہوتی ہی اور النادر کالمعدوم ہوتا ہے
اسلئے اوسکی بیع کے فسخ کا اندیشہ نہین ہوتا اسی وجہ سے شیخین کے نزدیک جائداد
غیر منقولہ کی بیع قبل قبضہ جائز ہوتی ہی مگر محمدؒ کے نزدیک بربناء اطلاق فرمان مبارک
جائداد غیر منقولہ کی بیع بھی قبل قبضہ جائز نہین ہوتی (ہدایہ ج ۲ صفحہ ۲۱)
بیع فاسد بعد قبضہ مفید ملک ہوتی ہی یعنی بذریعہ بیع فاسد جبکہ مشتری باجازت
بائع مبیع پر قبضہ ہوجاتا ہی تو مبیع ملک مشتری مین داخل ہوجاتی ہی (درمختار صفحہ ۴۷۶)
چنانچہ اگر مشتری بعد قبضہ مبیع کو بیع کر دے تو مشتری کی بیع نافذ ہوجاتی ہی
(ہدایہ ج ۲ صفحہ ۲۳)

قبل ازانکہ مبیع پر مشتری کا قبضہ ہو متبایعین پر بیع فاسد کا فسخ کر دینا اور تکمیل
بیع سے باز رہنا واجب ہوتا ہی اور تکمیل سے باز رہنکی یہ صورت ہے کہ نہ مشتری تادیہ ثمن
کرے اور نہ شئی مشتراۃ پر قبضہ کرلے و علی ہذا نہ بائع ثمن حاصل کرے اور نہ مبیع پر مشتری کو قبضہ دے مبیع پر
مشتری کا قبضہ ہوجانیکے بعد بھی جب تک مبیع علی حالہ قائم رہے فساد بیع کی مٹا دینے
کیواسطے متبایعین مین سے ہر ایک پر اوسکا فسخ کر دینا واجب ہوتا ہے کیونکہ بیع فاسد
منعقد کرنا گناہ ہی اور گناہ کا مٹا دینا ہر مسلم پر واجب ہے اسواسطے بیع فاسد کے فسخ

کرنے کے لئے قضاء قاضی کی شرط نہین ہی کیونکہ امر واجب محتاج قضاء قاضی نہین ہوتا پس اگر بیع فاسد کے متبایعین سے کوئی ایک اوسکے قائم رکھنے پر مصر ہو اور قاضی کو اس امر کا علم ہوجائے تو قاضی کو حق ہوتا ہی کہ بحق الشرع اوس بیع فاسد کو جبراً فسخ کرادے (درمختار صفحہ ۴۶۶ و ۴۶۷)

اگر مشتری بیع فاسد مبیع کو بربنا ہبہ صدقہ بیع اجارہ اعارہ بائع کے قبضہ مین دیدے یا خود بائع غصباً اوسپر قابض ہوجائے تو بائع کا قابض ہوجانا بمنزلہ ترک بیع فاسد متصور ہوگا اور مشتری اوس مبیع کے ضمان سے بری ہوجائیگا کیونکہ اصول یہ ہے کہ جو شخص کسی چیز کا ایک طریقہ سے مستحق ہوتا ہی اگر وہ چیز اوسکو دوسرے طریقہ سے بجانب مستحق علیہ پہنچ جاتی ہے تو اوس چیز کا بطریقہ استحقاق بقبضہ مستحق پہنچ جانا متصور ہوتا ہی (درمختار صفحہ ۴۶۷)

بصورت فسخ کردینے بیع فاسد کے بائع کو تا آنکہ وہ ثمن مشتری کو واپس نکردے مبیع کے واپس لینے کا حق نہین ہوتا (ہدایہ جلد ۲ صفحہ ۴۷)

بیع فاسد کے فسخ کردینے کا حق متبائعین یا اونمین سے کسی ایک کے مرجانیسے ساقط نہین ہوجاتا بلکہ متوفی کے ورثہ کو خلافتاً حق فسخ ہوتا ہے (درمختار صفحہ ۴۶۸)

تیسری فصل بیع موقوف کے بیان مین

جس بیع کا انعقاد شخص غیر مجاز شرعی کرتا ہے اوس بیع کا نفاذ شخص مجاز بیع کی اجازت یعنی بیع مذکور کے جائز رکھنے پر موقوف ہوتا ہی لہذا ایسی بیع کو بیع موقوف کہتے ہین اور چونکہ ایسے شخص کو جو ملک غیر مین بغیر اجازت شرعی تصرف کرتا ہی اصطلاح مین فضولی

کہتے ہین اسلئے اصطلاح مین ایسی بیع کو بیع فضولی کہتے ہین۔ لغت مین بیفائدہ کام مین مشغول ہونیوالے کو فضولی کہتے ہین اور بصورت جائز نرکہنے شخص مجاز کے یہ بیع بھی غیر نافذ ہونیکی وجہ سے بیفائدہ ہوتی ہی (درمختار صفحہ ۴۰۰)

اگر بوقت انعقاد بیع فضولی ایسا شخص جو اوس بیع کو جائز قرار دینے کا مجاز ہو موجود ہوتا ہی تو بیع فضولی منعقد ہوجاتی ہی مگر شخص مذکور کے جائز قرار دینے پر موقوف ہوتی ہی پس اگر وہ جائز قرار دیدیتا ہے تو نافذ ہوجاتی ہے اور اگر رد کردیتا ہے تو فسخ ہوجاتی ہے اور اگر بوقت انعقاد شخص موصوف موجود نہین ہوتا تو بیع منعقد ہی نہین ہوتی۔ مثلاً اگر زید بلا اختیار شرعی کے بکر کے مال کی بیع کردے اور اوسوقت بکر حی القائم موجود ہو تو بیع منعقد ہوجائیگی مگر اوسکا نفاذ بکر کے جائز قرار دینے پر موقوف ہوگا اور اگر بوقت بیع بکر نابالغ ہو اور بکر کا کوئی ولی نہو تو بیع منعقد ہی نہوگی کیونکہ نابالغ کے مال کی بیع فضولی کے جائز قرار دینے کا مجاز اوسکا ولی ہوتا ہے اور بکر کا کوئی ولی ہے نہین (درمختار صفحہ ۴۰۰ و ۴۰۱)

پس اگر بوقت جائز قرار دیجانے بیع فضولی کے مبیع اور مشتری اور فضولی اوسی حالت مین قائم ہون جس حالت مین وہ بوقت انعقاد بیع تھے تو مبیع ملک مشتری مین داخل ہوجاتی ہے (درمختار صفحہ ۴۰۲)

جو شخص بیع فضولی کو جائز قرار دینے کا مجاز ہو اوسکا فضولی سے یہ کہنا کہ تونے برا کیا یا یہ کہنا کہ تونے اچھا کیا یا ثمن مین تصرف کرنا بمنزلہ بیع کے جائز قرار دینے کے متصور ہوتا ہے (درمختار صفحہ ۴۰۲ و ۴۰۳)

جیسے فضولی کی بیع مبیع کے مالک یا اگر مالک صغیر یا مجنون ہو تو اوسکے ولی کے

جائز قرار دینے پر موقوف ہوتی ہے ایسے ہی جائداد مرہونہ اور جائداد مستاجرہ کی بیع مرتہن اور مستاجر کے جائز قرار دینے پر موقوف ہوتی ہے (درمختار صفحہ ۴۷۱)

علیٰ ہذا اگر غاصب جائداد مغصوبہ کو بیع کر دیتا ہے تو وہ بیع مالک جائداد کے جائز قرار دینے پر موقوف ہوتی ہے (درمختار صفحہ ۴۷۱)

اگر مریض اپنے مال کو کسی ایک وارث کے ہاتھ بیع کر دیتا ہے تو وہ بیع اوسکی دیگر ورثہ کے جائز قرار دینے پر موقوف ہوتی ہے (درمختار صفحہ ۴۷۲)

اگر کسی مال کی بیع بعوض (رقم) آنکھ جو اوس مال پر ڈالی گئی ہے یا بعوض ارزبازار بالعوض و سقدر ثمن کے جسقدر ثمن میں دوسرے لوگوں نے ویسا مال خریدا ہے تو وہ بیع علم مشتری پر موقوف ہوتی ہے یعنی اگر مشتری کو اوس آنکھ کی جو مال پر ڈالی گئی ہے یا ارزبازار کی یا اوس ثمن کی جسمین دوسرے لوگوں نے ویسا مال خریدا ہے مجلس بیع مین علم ہوجاتا ہے تو بیع صحیح و نافذ ہوجاتی ہے ورنہ بوجہ جہالت ثمن باطل ہوجاتی ہے (درمختار صفحہ ۴۷۱)

چوتھی فصل بیع مکروہ کے بیان مین

جو بیع باعتبار صحت ارکان و اہلیت عاقدین و محلیت مبیع تو اصلاً و وصفاً صحیح و بے خلل ہو مگر کسی امر خارجی کیوجہ سے اوسمین ناپسندیدگی پیدا ہوجائے اوسکو بیع مکروہ کہتے ہین مثلاً از روئے فرمان الٰہی اِذَا نُوْدِیَ لِلصَّلٰوۃِ مِنْ یَّوْمِ الْجُمُعَۃِ فَاسْعَوْا اِلٰی ذِکْرِ اللّٰہِ وَذَرُوا الْبَیْعَ نماز جمعہ کی اذان ہونیسے فراغت نماز جمعہ تک بیع و شرا ممنوع ہے تو اگر ایسا شخص جس پر نماز جمعہ ادا کرنا فرض ہے وقت مذکور مین بیع و شرا کرے تو اگرچہ وہ بیع باعتبار ارکان و عاقدین و مبیع ہر طرح صحیح ہو مگر وقت ممنوع مین منعقد ہونیکی وجہ سے

مکروہ ہوگی اور اگر وقت مذکور مین بیمار مرد یا مسافر مرد یا عورت جنپر نماز جمعہ ادا کرنا فرض نہین ہوتا بیع وشرا کرین تو اونکی بیع مکروہ نہوگی (در مختار صفحہ ۴۶۹)

بخش یعنی بلا ارادہ خریداری مبیع کی قیمت مین زیادتی کرنیسے اور لوگون کو خریداری کی طرف راغب کرنیکی نیت سے مبیع کی جھوٹی تعریف کرنیسے نبی کریم صلعم نے منع فرمایا ہے لہذا بذریعہ نجش بیع وشراء کرنا مکروہ ہے۔ علی ہذا نبی کریم صلعم نے منع فرمایا ہے کہ بھائی مسلمان کے سودے مین دخل دیکر تم سودا مت کیا کرو مثلاً کسی چیز کا سودا ایک مسلمان کر رہا ہو اور عاقدین مین ثمن طے ہو گیا ہو مگر ہنوز ایجاب و قبول ہو کر بیع منعقد نہوئی ہو تو ایسے وقت مین دوسرے مسلمان کو اوس چیز کو ثمن مین زیادتی کر کے خریدنا مکروہ ہے لیکن اگر ایک مسلمان کسی چیز کا فقط سودا کر رہا ہو ابھی ثمن طے نہوا ہو تو دوسرے مسلمان کو اوس چیز کا سودا کرنا یا خریدنا ممنوع و مکروہ نہین ہے چنانچہ ہراج (نیلام) مین جس کو اصطلاح شرعی مین بیع الدلالتہ اور بیع مَن یزید کہتے ہین یہی صورت ہوتی ہے کہ ایک خریدار مبیع کے دام لگاتا ہے دوسرا اوس سے زیادہ دام لگا دیتا ہے اور بیع من یزید جائز ہے کیونکہ نبی کریم صلعم نے خود بنفس نفیس ایک انصاری صحابی رضؓ کے پیالے اور کمبل کا ہراج فرمایا ہے (در مختار صفحہ ۴۶۹ و ۴۷۰)

نبی کریم صلعم نے تلقی جلب سے بھی منع فرمایا ہے اس لئے بطور تلقی جلب خریداری کرنا بھی مکروہ ہے۔ تلقی جلب اسکو کہتے ہین کہ ایک شخص سے یہ خبر سنکر کہ تاجر غلہ لیکر آرہا ہے شہر سے باہر جاکر اور آنیوالے تاجر سے شہر کا نرخ غلہ مخفی رکھکر تاجر سے کل غلہ بقیمت ارزان خرید لے اور اوس غلہ کو شہر مین لاکر بقیمت گران فروخت کرے اور اوس کے ایسا کرنے سے اہل شہر کو نقصان و تکلیف پہنچے (در مختار صفحہ ۴۷۰)

مکروہ ہوگی اور اگر وقت مذکور مین بیمار مرد یا مسافر مرد یا عورت جنپر نماز جمعہ ادا کرنا فرض نہین ہوتا بیع و شراء کرین تو اونکی بیع مکروہ نہو گی (درمختار صفحہ ۴۶۹)

بخش یعنی بلا ارادہ خریداری مبیع کی قیمت مین زیادتی کرنیسے اور لوگون کو خریداری کی طرف راغب کرنیکی نیت سے مبیع کی جھوٹی تعریف کرنیسے نبی کریم صلعم نے منع فرمایا لہذا بذریعہ بخش بیع و شراء کرنا مکروہ ہے۔ علی ہذا نبی کریم صلعم نے منع فرمایا ہے کہ بھائی مسلمان کے سودے مین دخل دیکر تم سودا مت کیا کرو مثلاً کسی چیز کا سودا ایک مسلمان کر رہا ہو اور عاقدین مین ثمن طے ہو گیا ہو مگر ہنوز ایجاب و قبول ہو کر بیع منعقد نہوئی ہو تو ایسے وقت مین دوسرے مسلمان کو اوس چیز کو ثمن مین زیادتی کر کے خریدنا مکروہ ہے لیکن اگر ایک مسلمان کسی چیز کا فقط سودا کر رہا ہو ابھی ثمن طے نہوا ہو تو دوسرے مسلمان کو اوس چیز کا سودا کرنا یا خریدنا ممنوع و مکروہ نہین ہے چنانچہ ہراج (نیلام) مین جس کو اصطلاح شرعی مین بیع الدلالتہ اور بیع مَن یزید کہتے ہین یہی صورت ہوتی ہے کہ ایک خریدار مبیع کے دام لگاتا ہے دوسرا اوس سے زیادہ دام لگا دیتا ہے اور بیع من یزید جائز ہے کیونکہ نبی کریم صلعم نے خود بنفس نفیس ایک انصاری صحابیؓ کے پیالے اور کمبل کا ہراج فرمایا ہے (درمختار صفحہ ۴۶۹ و ۴۷۰)

نبی کریم صلعم نے تلقی جلب سے بھی منع فرمایا ہے اس لئے بطور تلقی جلب خریداری کرنا بھی مکروہ ہے۔ تلقی جلب اسکو کہتے ہین کہ ایک شخص سے یہ خبر سنکر کہ تاجر غلہ لیکر آرہا ہے شہر سے باہر جا کر اور آنیوالے تاجر سے شہر کا نرخ غلہ مخفی رکھکر تاجر سے کل غلہ بقیمت ارزان خریدلے اور اوس غلہ کو شہر مین لاکر بقیمت گران فروخت کرے اور اوس کے ایسا کرنے سے اہل شہر کو نقصان و تکلیف پہنچے (درمختار صفحہ ۴۷۰)

دیہاتی لوگ جو مال شہر مین لاکر فروخت کرتے ہین اوسکے فروخت کرانیمین دلالی کرنا بھی مکروہ ہی ایسی دلالی کو عرف مین الحاضر للبادی کہتے ہین (درمختار صفحہ ۴۷۰)

باب چہارم

اقالہ کے بیان مین

لفظ اقالہ کے لغوی معنی رفع کے ہین اور اصطلاح فقہ مین عقد بیع کے رفع کرنیکو اقالہ کہتے ہین۔ عقد اقالہ کے ارکان ایجاب و قبول ہوتے ہین جن دونون کا بصیغہ ماضی ہونا یا ایک کا بصیغہ امر اور دوسرے کا بصیغہ ماضی ہونا لازم ہے کیونکہ اقالہ مین بھاؤ تاؤ نہین ہوتا جیسا بیع مین ہوتا ہے۔ مثلاً عاقدین مین سے ایک دوسرے سے کہے کہ اقالہ کرلے اور دوسرا اوسکے جواب مین کہدے کہ مین نے اقالہ کرلیا تو اقالہ منعقد ہوجاتا ہے عقد اقالہ الفاظ رفع۔ فسخ۔ ترک سے بھی منعقد ہوجاتا ہے اور مثل بیع کے تعاطی سے بھی منعقد ہوجاتا ہی مثلاً عاقدین بلا استعمال الفاظ ثمن اور مبیع ایک دوسرے کو واپس دیدین اور قبضہ کرلین تو عقد اقالہ منعقد ہوجائیگا (درمختار صفحہ ۴۷۳)

صحت اقالہ کیواسطے ایجاب و قبول کا اور بصورت تعاطی ثمن و مبیع کے قبضہ کا ایک مجلس مین ہونا شرط ہی یہ بھی شرط ہے کہ مبیع بوقت اقالہ ایسی حالت مین ہو کہ اوس کی بیع فسخ ہوسکے پس مبیع مین بعد بیع زیادتی متصلہ غیر متولدہ یا زیادتی منفصلہ متولدہ ہوجانا امام صاحب کے نزدیک مانع صحت اقالہ ہوتی ہین اور صاحبین کے نزدیک نہین ہوتین لیکن مبیع کا ہلاک ہوجانا بالاتفاق مانع صحت اقالہ ہوتا ہی مگر جزو مبیع کے ہلاک ہوجانیسے باقی مبیع مین اقالہ جائز ہوتا ہی

مثلاً زید نے خالد سے آراضی مع فصل استادہ خرید کی ہو اور بعد قطع کر لینے زراعت کے فقط اراضی کے اقالہ پر عاقدین رضامند ہو جائین تو فقط اراضی کا اقالہ صحیح و جائز ہوگا اور خالد پر لازم ہوگا کہ زید کو بقدر حصہ رسدی اراضی کے ثمن واپس کر دے اور اراضی واپس لیلے بلکہ انعقاد اقالہ مبیع کے بقبضہ مشتری ہلاک ہو جانے سے اقالہ باطل ہو جاتا ہے (در مختار صفحہ ۴۷۵)

لیکن اوس بیع کا اقالہ جائز نہین ہوتا جسکو متولی وقف یا وصی یتیم یا غلام ماذون نے ارزبازار سے زیادہ ثمن کی عوض بیع کیا یا ارزبازار سے کم ثمن کی عوض خریدا ہو۔ جواز و عدم جواز اقالہ کا اصول یہ ہے کہ جس شخص کی بیع جائز و صحیح ہوتی ہے اوسکا اقالہ بھی جائز و صحیح ہوتا ہے مگر پانچ اشخاص ایسے ہین جن کی بیع صحیح و جائز ہوتی ہے لیکن اونکا اقالہ صحیح و جائز نہین ہوتا۔

(۱) وکیل بالشراء کی بیع جائز ہوتی ہے مگر اوسکا اقالہ جائز نہین ہوتا۔

(۲) بیع سلم کے وکیل کی بیع جائز ہوتی ہے مگر اوسکا اقالہ جائز نہین ہوتا۔

(۳) متولی وقف کی (۴) یتیم کے وصی کی (۵) غلام ماذون کی بیع جائز ہوتی ہے لیکن ایسی بیع مین جو اونہون نے ارزبازار سے ارزان خریدی ہو یا گران فروخت کی ہو اونکا اقالہ صحیح و جائز نہین ہوتا ورنہ بالعموم جائز ہوتا ہے (در مختار صفحہ ۴۷۴)

اقالہ کر لینا مستحب ہے کیونکہ فرمایا نبی کریم صلعم نے مَنْ اَقَالَ مُسْلِمًا بَیْعَتَہٗ اَقَالَ اللّٰہُ تعالے عثرتہ یوم القیامۃ اور عقود فاسدہ و مکروہ مین اور جن عقود مین دہوکہ ہوا ہو اقالہ کر لینا واجب ہوتا ہے (در مختار صفحہ ۴۷۴)

امام صاحب کے نزدیک اقالہ بلا لحاظ اس امر کے کہ قبل از قبض مبیع ہوا ہے یا بعد

از قبض بحق عاقدین فسخ بیع ہوتا ہے اور بحق غیر عاقدین اگر قبل از قبض بیع ہوتا ہے
تو فسخ بیع ہوتا ہے اور بعد از قبض بیع ہوتا ہے تو بیع جدید ہوتا ہے لیکن عقار مین
بہرحال یعنی قبل از قبض ہو یا بعد از قبض بحق غیر عاقدین بیع جدید ہوتا ہے اور ابویوسفؒ
کے نزدیک اقالہ بعد از قبض عاقدین وغیر عاقدین سب کے حق مین بیع جدید ہوتا ہے
اور محمدؒ کے نزدیک عاقدین وغیر عاقدین سب کے حق مین فسخ بیع ہوتا ہے اور اگر وہ بیع
جسکا اقالہ کیا جائے مشروط بشرط ہوتی ہے تو اقالہ تابحد شرط عاقدین کے حق مین
بیع جدید ہوتا ہے مثلاً دائن بعوض دین مؤجل مدیون سے کوئی چیز خریدے اور پھر
عاقدین اوس بیع کا اقالہ کرلین تو اب دین مؤجل نرہے گا بلکہ مدیون پر اوس کی ادائی
فی الحال واجب ہوجائیگی۔ علی ہذا اگر دین مذکور کا کوئی کفیل ہو تو وہ بعد عقد بیع کفالت سے
بری الذمہ ہوجائیگا لیکن بعد اقالہ بیع مذکور کفیل پر ذمہ داری کفالت عود نکرے گی۔

(غایت الاوطار ج۳ صفحہ ۱۰۴)

اقالہ اوسی قدر ثمن پر صحیح ہوتا ہی جس قدر ثمن پر وہ بیع ہوئی تھی جس کا اقالہ کیا
جاتا ہے پس اگر اقالہ مین اوس ثمن سے کمی یا بیشی کی شرط کی جاتی ہے تو اقالہ ثمن مذکور پر
منعقد ہوجاتا ہی اور شرط کمی یا بیشی کی باطل ہوجاتی ہے۔ اور اگر بلا ذکر ثمن اقالہ کیا جاتا
ہے تو بائع پر بقدر ثمن واپس کرنا واجب ہوتا ہے یہ مسئلہ اس امر کی دلیل ہے کہ اقالہ بحق
عاقدین بیع جدید نہین ہوتا ورنہ بلا ذکر ثمن اقالہ جائز نہوتا (ہدایہ ج۲ صفحہ ۳)

اقالہ کا اقالہ بھی صحیح ہوتا ہے اقالہ کے اقالہ سے بیع اوّل عود کر آتی ہے مگر بیع
سلم مین اقالہ کا اقالہ صحیح نہین ہوتا (درمختار صفحہ ۴۷۹)

باب پنجم

بیع بالمرابحۃ وغیرہ کے بیان مین

بیع باعتبار تقرر ثمن چار قسم کی ہوتی ہی کیونکہ اگر کسی چیز کا ثمن ثمن سابق سے بشمول نفع زیادہ قرار دیا جاتا ہے تو اوسکو بیع بالمرابحۃ کھتے ہین اور اگر بوضع نقصان کم قرار دیا جاتا ہے تو اوس کو بیع الوضعیہ کھتے ہین۔ اور اگر بلا نفع ونقصان برابر قرار دیا جاتا ہے تو اوس کو بیع التولیتہ کھتے ہین اور اگر کسی چیز کا ثمن بلا لحاظ ثمن سابق کے بھاؤتاؤ کر کے قرار دیا جاتا ہے تو اوس کو بیع المساومتہ کھتے ہین (ہدایہ ج ۲ صفحہ ۳۸)

بیع المساومتہ مین نسبت مقدار ثمن نزاعات پیدا ہی نہین ہوتے اسی وجہ سے کتب فقہیہ مین اوس کی جزئیات بھی نہین ہین اور بیع بالمرابحۃ وبیع الوضعیہ وبیع التولیتہ مین تقرر ثمن ثمن سابق کی برابر یا کم وبیش ہوا کرتا ہے لہذا ضرور ہے کہ ثمن سابق مثلی ہو پس معلوم ہوا کہ اونھین چیزونکی بیع بالمرابحۃ یا بیع الوضعیہ یا بیع التولیتہ ہوسکتی ہے جنکا ثمن سابق مثلی ہو اور اوس کی مقدار معلوم ہوسکتی ہو کیونکہ غیر مثلی چیز سے نسبت مساوات یا کمی وبیشی قائم ہی نہین ہوسکتی علی ہذا نا معلوم المقدار چیز سے بھی نسبت مساوات یا کمی وبیشی قائم ہونا نا ممکن ہے۔

بائع ثمن سابق مین ایسے جملہ اخراجات محسوب وشریک کرسکتا ہی جو بائع نے مبیع کئے ہون اور جنسے اصل مبیع مین یا اوس کی قیمت مین زیادتی ہوئی ہو مثلاً مبیع پارچہ ہو

اور بائع نے اوسکو رنگوایا ہو تو چونکہ رنگوانے سے اصل پارچہ مین زیادتی ہوتی ہے لہذا بائع اخراجات رنگوائی کو ثمن سابق مین محسوب و شریک کر سکتا ہے علی ہذا مبیع کو ایک مقام سے دوسرے مقام مین لیجانے سے اوسکی قیمت مین زیادتی ہوتی ہے لہذا اخراجات باربرداری وغیرہ اوسکے ثمن سابق مین محسوب و شریک کیے جا سکتے ہین اور وہ جملہ اخراجات شریک ثمن سابق کیے جا سکتے ہین جنکو شریک کرنیکا رواج ہو مثلاً وہ محصول جو راستہ مین مال پر طلب کیا جاتا ہے اگر تجار مین اوسکو ثمن سابق مین شریک کرنیکا رواج ہو تو شریک کیا جا سکتا ہے ورنہ نہین لیکن جب بائع اس قسم کے اخراجات شریک ثمن سابق کرے تو اوسکو یہ کہنا چاہیے کہ مبیع مجھے اتنے مین پڑی ہے تا کہ اوسکے قول مین کذب نہو (ہدایہ ج ۳ صفحہ ۳۸)

اگر بیع بالمرابحہ وغیرہ کے مشتری کو بعد خریداری یہ ثابت ہو جائے کہ بائع نے ثمن سابق کے ظاہر کرنے مین خیانت کی ہے تو امام صاحب کے نزدیک بیع بالمرابحہ مین مشتری کو یہ اختیار حاصل ہو جاتا ہے کہ چاہے پورا ثمن دیکر مبیع لیلے اور چاہے بیع فسخ کر دے اور بیع التولیہ مین یہ اختیار حاصل ہو جاتا ہے کہ ثمن مقررہ کو بقدر خیانت کم کر دے کیونکہ اگر ثمن مقررہ کم کر کے ثمن سابق کی برابر نکر دیا جائے گا تو وہ بیع التولیہ نرہے گی اس لئے بیع التولیہ مین ثمن مقررہ کا کم کر دینا ہی متعین ہو گیا بخلاف بیع بالمرابحہ کے کہ اگر بصورت ثبوت خیانت بائع ثمن مقررہ مین کمی نکی جائے تب بھی وہ بیع بالمرابحہ ہی رہے گی البتہ مقدار نفع مین کچھ تفاوت ہوگا لہذا اوسمین بنظر رعایت حقوق عاقدین مشتری کو فسخ بیع کا اختیار رہتا ہے۔ اور ابو یوسفؒ کے نزدیک بیع بالمرابحہ اور بیع التولیہ دونون مین مشتری کو بقدر خیانت ثمن مقررہ کو کم کر دینے کا اختیار حاصل ہو جاتا ہے کیونکہ دونون ثمن سابق پر ہوتی ہین اور ثمن سابق کا تعین بغیر اسکے

ہو نہین سکتا کہ وہ بقدر خیانت کم کر دیا جائے۔ اور محمدؒ کے نزدیک تو نہین مشتری کو فسخ بیع کا اختیار حاصل ہوجاتا ہے کیونکہ طریقہ بیع بغرض رغبت خریداری ہوتا ہی لہذا بمنزلہ وصف مرغوب فیہ ہوتا ہی پس جیسا وصف مرغوب فیہ کے فوت ہونیکی صورت مین مشتری کو فسخ بیع کا اختیار حاصل ہوجاتا ہے ایسا ہی یہان ہونا چاہیئے (ہدایہ ج ۲ صفحہ ۳۸)

اگر کوئی شخص کسی چیز کو بیع بالمرابحہ کرنیکے بعد بطور بیع الوضعیہ خریدے اور پھر اوسکو بطور بیع بالمرابحہ فروخت کرنا چاہے تو امام صاحبؒ کے نزدیک اوسکو اوسقدر نفع ساقط کرنیکے بعد جو اوسکو اس چیز کی بیع وشرا مین ملچکا ہی ثمن سابق قائم کرنا چاہے اور اگر اوسکو اوس چیز کے ثمن کی برابر نفع ملچکا ہو تو اوس چیز کو بطور بیع بالمرابحہ فروخت کرنا جائز نہین ہوتا کیونکہ اس صورت مین نفع بر نفع حاصل کرنیکا شبہ ہوتا ہی اور بیع بالمرابحہ مین شبہ مثل حقیقت کے مقصود ہوتا ہے لیکن صاحبینؒ کے نزدیک اوس شخص کو اوس چیز کا بطور بیع بالمرابحہ فروخت کرنا جائز ہوتا ہے کیونکہ عقد ثانی عقد جدید ہوتا ہے جس کی وجہ سے عقد اول کے احکام منقطع ہوجاتے ہین (ہدایہ ج ۲ صفحہ ۳۹)

مثلاً زید نے ایک گھوڑا جو اوسنے ایک ہزار روپیہ مین خریدا تھا بکر کے ہاتھ بطور بیع بالمرابحہ پندرہ سو روپیہ مین فروخت کیا ہو اور پھر بکر سے بطور بیع الوضعیہ ایکہزار روپیہ مین خرید لیا ہو تو اب اگر زید اوس گھوڑے کو بطور بیع بالمرابحہ فروخت کرنا چاہے تو اوسکو بعد وضع پانسو روپیہ جو اوسکو نفع ملچکا ہے گھوڑے کا ثمن سابق پانسو روپیہ قرار دینا چاہیئے اور صاحبینؒ کے نزدیک زید کو اوس گھوڑیکا ثمن سابق ایکہزار روپیہ قرار دینا جائز ہے اور اگر زید نے اوس گھوڑے کو بکر کے ہاتھ دو ہزار روپیہ کو بطور بیع بالمرابحہ فروخت کرکے بکر سے بطور بیع الوضعیہ ایکہزار مین خرید لیا ہو تو اب امام صاحبؒ کے

نزدیک زید کو جائز نہین کہ اوس گھوڑے کو بطور بیع بالمرابحہ فروخت کرے کیونکہ زید کو بقدر اوسکے ثمن کے نفع ملچکا ہی اور صاحبین کے نزدیک زید کو جائز ہے کہ اوس گھوڑے کو بطور بیع بالمرابحہ فروخت کرے اور ثمن سابق ایکہزار روپیہ قرار دے۔ اگر وہ شخص جس نے کوئی چیز اُدہار خریدی ہو اوس چیز کو بلا اظہار اس امر کے کہ مین نے اسکو اُدہار خریدا ہی بطور بیع بالمرابحہ یا بطور بیع التولیہ فروخت کردے اور بعد خریداری مشتری کو یہ امر معلوم ہو جائے تو مشتری کو خیار فسخ بیع حاصل ہو جاتا ہے کیونکہ عادۃً جو چیز اُدہار خریدی جاتی ہی وہ گران ملتی ہی اس لئے بائع کا امر مذکور ظاہر نکرنا ایک قسم کی خیانت ہوتی ہے لیکن اگر مشتری نے قبل علم مذکور اوس چیز کو بیع یا ہلاک کردیا ہو تو مشتری پر سالم ثمن مقررہ ادا کرنا لازم ہوگا (ہدایہ ج ۳ صفحہ ۴۰)

جس شخص نے کوئی چیز بلا عیب خریدی ہو اور بعد خریداری اوس چیز مین شخص مذکور کے پاس خود اوسکے یا کسی اور کے فعل سے یا آفت ارضی وسماوی سے کوئی عیب پیدا ہو گیا تو شخص مذکور کو بلا اظہار اس امر کے کہ مین نے اس چیز کو بلا عیب خریدا تھا اور اس مین یہ عیب میرے پاس پیدا ہو گیا ہے بیع بالمرابحہ کے طور پر بیع کرنا جائز ہوتا ہے کیونکہ بمقابلہ عیب و وصف کوئی جزو ثمن نہین ہوتا لیکن شخص مذکور کو اوس چیز کے عیب دار ہونیکا اظہار مشتری سے کردینا ضروری ہوتا ہے مثلاً زید نے ایک تھان جامہ وار بلا عیب خریدا ہو اور اوسکے پاس اوسمین کیڑا لگ گیا ہو تو زید کو اوسکا بلا اظہار اس امر کے کہ مین نے اس تھان کو سالم خریدا تھا اور اب اسمین کیڑا لگ گیا ہی بطور بیع بالمرابحہ کے فروخت کرنا جائز ہوتا ہے لیکن زید پر یہ ظاہر کردینا لازم ہوتا ہے کہ اس تھان مین کیڑا لگ گیا ہی یہان ایک اصولی مسئلہ یاد رکھنے کے قابل بیان

کیا جاتا ہے وہ یہ کہ عیب یا وصف باعث رغبت یا عدم رغبت خریداری ہوا کرتا ہے اسلئے
اونکے مقابلہ مین کوئی جزو ثمن نہین ہوتا لیکن کسی وصف کا تلف ہو جانا بمنزلہ مقصود کے
تلف ہو جانے کے ہوتا ہے اسلئے بصورت تلف وصف اوسکے مقابلہ مین جزو ثمن
ہو جاتا ہے مثلاً جانور کے ہاتھ پیر بمنزلہ وصف ہوتے ہین اونکے مقابلہ مین کوئی جزو ثمن
نہین ہوتا مگر ہاتھ پیر کا ٹوٹ جانا بمنزلہ مقصود کے تلف ہو جانے کے ہوتا ہی اس لئے
اوسکے مقابلہ مین جزو ثمن ہو جاتا ہے مثلاً بعد خریداری جانور خریدار کے پاس اوسکا
ہاتھ پیر ٹوٹ جائے تو خریدار کو یہ جائز نہین ہوتا کہ بلا اظہار اس امر کے کہ مینے اس
جانور کو صحیح و سالم خرید اتھا اسکا ہاتھ پیر میرے پاس ٹوٹ گیا ہی بطور بیع بالمرابحہ
فروخت کرے (درمختار صفحہ ۴۷)

باب ششم
ربو کے بیان مین

لفظ ربو کے لغوی معنی زیادتی کے ہین اور اصطلاح شرعی مین ربو اوس زیادتی
بلاعوض کو کھتے ہین جو عقد معاوضہ مال بالمال مین ہو عام ازینکہ وہ زیادتی حقیقی ہو جیسے
دس تولہ چاندی کو گیارہ تولہ چاندی کی عوض بیع کرنے مین ایک تولہ کی زیادتی ہوتی
ہے اور خواہ وہ زیادتی حکمی ہو جیسے دس تولہ چاندیکو دس تولہ چاندی کی عوض ادہار بیع کرنیمین ادہار
لینے والے کے حق مین بوجہ ادہار زیادتی ہوتی ہے (درمختار صفحہ ۴۸۳)

ربوا حسب فرمان الہی اَحَلَّ اللّٰہُ الْبَیْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا حرام ہے اور نبی کریم
صلعم کے فرمان اَلْحِنْطَةُ بِالْحِنْطَةِ وَالشَّعِیْرُ بِالشَّعِیْرِ وَالتَّمْرُ بِالتَّمْرِ وَالْمِلْحُ بِالْمِلْحِ

والذهب بالذهب والفضة بالفضة مِثلاً بمثلٍ یداً بیدٍ والفضلُ ربوا

سے ان چھ چیزون کی بیع مثل بمثل یعنی برابر سرابر اور دست بدست یعنی بلا ادہار ہونا

واجب ہے اور انکی بیع مین زیادتی ربو ہوتی ہے۔ اسی وجہ سے اصحاب ظاہر کے نزدیک

اموال ربویہ فقط یہی چھ چیزین ہین لیکن ائمہ اربعہ اور دیگر تمام علما مجتہدین کے نزدیک

اس فرمان مبارک کا حکم مبنی بر سبب ہے پس جس مال مین وہ سبب پایا جاتا ہے وہ مال

اموال ربویہ مین داخل ہوتا ہے۔ احناف کے نزدیک وہ سبب قدر اور جنس کا جمع ہوجانا

ہے۔ قدر سے مراد کیلی اشیا مین کیل بمعیار شرعی ہے اور وزنی اشیا مین وزن بمعیار

شرعی ہے۔ نصف صاع سے کم کے واسطے کیل و وزن کا کوئی معیار شرعی نہین ہے لہذا

نصف صاع سے کم کیلی چیز کی بیع و شرا مین خواہ بعوض ہمجنس ہو یا بعوض غیر جنس ہو زیادتی

ربوا نہین ہوتی اور جنس سے مراد عوضین کا ہمجنس ہونا ہے (عالمگیری جہ ۳ صفحہ ۶۸)

کیونکہ حدیث شریف اِنَّ النبیّ صلعم قال ما وُزِنَ مِثلٌ بمثلٍ اِذا

کانَ نوعاً واحداً وما کِیل فمثلُ ذٰلک فاذا اختلف النوعان فلا باس بہ

سے یہ امر ثابت ہے کہ حکم قدر و جنس سے مترتب ہے اور یہ قطعی دلیل اس امر کی ہے کہ یہی دونون

امور سبب حکم ہین نیز یہ کہ اس حدیث شریف مین مثل بمثل ارشاد فرما کر حکم کو تماثل سے

مشروط فرمایا جس سے ثابت ہو گیا کہ تماثل سے فقط وہ تماثل مقصود ہے جو بذریعہ کیل

و وزن ہوتا ہے لہذا جملہ کیلی اور وزنی اشیا اموال ربویہ مین اور شوافع کے نزدیک وہ

سبب غلہ مین اوسکا ماکول ہونا اور نقدین مین ثمنیت ہونا ہے شوافع کی دلیل حدیث شریف

الطّعام بالطعام مِثلاً بمثلٍ ہے اس حدیث شریف کی بنا پر شوافع طعمیت کو

سبب حرمت اور مماثلت کو شرط ثبوت حرمت قرار دیتے ہین (عینی علی الکنز جہ ۲ صفحہ ۱۴۱)

پس ہم احناف کے نزدیک جس بیع کے عوضین ہمجنس اور کیلی یا وزنی ہونے مین متحد ہون اوس بیع مین فضل حقیقی یعنی زیادتی اور فضل حکمی یعنی اُدھار دونون حرام ہوتے ہین اور جس بیع کے عوضین ہمجنس ہون مگر کیلی یا وزنی ہونیمین متحد نہون یا کیلی و وزنی ہونیمین متحد ہون مگر ہمجنس نہون اوسمین زیادتی جائز ہوتی ہے مگر ادہار حرام ہوتا ہے اور جس بیع کے عوضین نہ ہمجنس ہون نہ کیلی و وزنی ہونیمین متحد ہون اوس مین زیادتی اور اُدہار دونون جائز ہوتے ہین (عینی علی الکنز ج ۲ صفحہ ۱۴۱ و ۴۲)

جن اشیاء وزنی کے آلات وزن یعنی بٹ مختلف ہوتے ہین وہ وزنی ہونیمین متحد متصور نہین ہوتین مثلاً سونا چاندی بھی وزنی چیزین ہین اور روئی بھی وزنی چیز ہے مگر دونون کے آلات یعنی بٹ مختلف ہین لہذا سونا چاندی اور روئی وزنی ہونیمین متحد متصور نہین ہوتے لہذا اگر روئی کی بیع بعوض سونے چاندی ہو تو اوسمین زیادتی اور ادہار دونون جائز ہون گے (ہدایہ ج ۲ صفحہ ۴۴)

جن چیزون کے کیلی ہونیکا حکم نبی کریم صلعم نے دیا ہی اگرچہ اونکے کیلی ہونیکا رواج نرہے وہ ہمیشہ اس مسئلہ کے واسطے کیلی متصور ہونگی اور جن کے وزنی ہونیکا حکم دیا ہی وہ ہمیشہ باوجود اونکے وزنی ہونیکے رواج بدلجانیکے وزنی متصور ہون گی کیونکہ حکم بمقابلہ رواج قوی ہوتا ہی اور قوی بوجہ ضعیف متروک و متبدل نہین ہو سکتا (ہدایہ ج ۲ صفحہ ۴۴۹)

علی ہذا عہد مبارک نبوی صلعم مین جو چیزین کیلی تھین وہ ہمیشہ کیلی متصور ہونگی اور جو وزنی تھین وہ وزنی متصور ہونگی گو اونکے کیلی یا وزنی ہونیکے نسبت نبی کریم صلعم نے کچھ حکم نہ دیا ہو۔ اور جن چیزون کے کیلی یا وزنی ہونے کی نسبت نہ کوئی حکم مبارک ہوا ہو نہ عہد مبارک مین کوئی خاص رواج ہوا اونکا کیلی یا وزنی ہونا رواج پر منحصر ہوگا (عالمگیری ج ۳ صفحہ ۱۴۹)

لیکن ابو یوسفؒ کے نزدیک ہر چیز کا کیلی یا وزنی ہونا رواج پر منحصر ہوتا ہی کیونکہ کسی چیز کے کیلی یا وزنی ہونیکا حکم مبارک بھی بر بناء عرف ہوا ہے (ہدایہ ج ۲ صفحہ ۴۴)

اموال ربویہ بنظر احکام ربوا بلا لحاظ خالص و مغشوش ہونیکے اور بلا لحاظ اعلیٰ و ادنیٰ ہونیکے ہمجنس ہوتے ہین مثلاً کھری چاندی اور کھرا سونا کسی قدر کھوٹی چاندی یا کھوٹا سونا یا مثلاً اعلیٰ درجہ کے سفید گندم اور ادنیٰ درجہ کے گندم بنظر احکام ربوا ہمجنس ہوتے ہین۔ پس چار تولہ کھری چاندی کی بیع اگر پانچ تولہ کھوٹی چاندی کے عوض کیجائے تو اوسمین ایک تولہ کے زیادتی ربوا ہوگا اور بیع حرام ہوگی (عالمگیری ج ۴ صفحہ ۷۹)

بلحاظ اصول متذکرہ صدر چونکہ انڈا کیلی یا وزنی چیز نہین ہے لہذا ایک انڈے کی بیع بعوض دو انڈون کے جائز ہے اور چونکہ ایک دو کھجور معیار شرعی یعنی نصف صاع سی کم ہوتی ہین لہذا ایک کھجور کی بیع بعوض دو کھجورونکے جائز ہی علی ہذا پیسہ چونکہ شیخینؒ کے نزدیک نقود مین داخل نہین لہذا اونکے نزدیک ایک پیسہ کی بیع بعوض دو پیسون کے جائز ہے اور محمدؒ کے نزدیک پیسہ چونکہ نقود مین داخل ہی لہذا محمدؒ کے نزدیک ایک پیسہ کی بیع بعوض دو پیسونکے جائز نہین ہے (درمختار صفحہ ۴۸۰)

گیہون کی بیع گیہون کے آٹے کیعوض نہ برابر سرابر جائز ہے نہ کم و بیش کیونکہ دونون کیلی ہین اور بذریعہ کیل گیہون اور آٹا مساوی نہین ہوسکتا لیکن گیہون کی یا گیہون کے آٹے کی بیع بعوض گیہونکی روٹی کے جائز ہوتی ہے کیونکہ گیہون اور آٹا کیلی ہوتا ہے اور روٹی عددی ہوتی ہے (ہدایہ ج ۲ صفحہ ۷۴)

اموال ربویہ کی بیع و شرا مین تعین عوضین مجلس بیع مین لازم ہوتا ہے قبضہ لازم نہین ہوتا لیکن بیع صرف مین قبضہ بھی لازم ہوتا ہے کیونکہ بیع صرف کے عوضین

اتمان ہوتے ہین جو تعین سے متعین نہین ہوتے (درمختار صفحہ ۴۸۵)

طرفین کے نزدیک دار الحرب مین مابین حربی و مسلم جو دار الحرب مین حربیونکا مستامن ہو ربوا نہین ہوتا کیونکہ فرمایا نبی کریم صلعم نے (کہ دار الحرب مین مابین حربی و مسلم ربوا نہین ہوتا) اور اسوجہ سے کہ دار الحرب مین حربیون کا مال مسلمانون کے واسطے مباح ہوتا ہی پس اونکے مال کو مسلمان دار الحرب مین جس طریقہ سے بھی لیلے وہ مال مباح ہوگا بشرطیکہ اوس طریقہ مین فریب و دغا نہو کیونکہ فریب و دغا کرنا اونسی بھی حرام ہے لیکن دار الاسلام مین مابین مستامن و مسلم ربوا ہوتا ہے کیونکہ مستامن کا جان و مال بوجہ عہد امان محفوظ ہو جاتا ہی دار الحرب مین ایسے مسلمانون مین بھی باہم ربوا نہین ہوتا جو وہین مسلمان ہو گئے ہون اور اونہون نے دار الاسلام کی طرف ہجرت نکی ہو (درمختار صفحہ ۴۸۵)

اور ابو یوسفؒ کے نزدیک دار الحرب مین بھی مابین مسلم و مستامن حربی ربوا ہوتا ہے جیسا دار الاسلام مین مابین مسلم اور مستامن کے ہوتا ہی (عالمگیری ج ۴ صفحہ ۱۷)

علی ہذا اوس مسلمان کو جو بمعاہدہ امن دار الحرب مین داخل ہوا اوس مسلمان سے جو دار الحرب مین مسلمان ہو گیا ہو مگر اوسنے دار الاسلام کی طرف ہجرت نہ کی ہو امام صاحبؒ کے نزدیک ربوا جائز ہوتا ہے اور صاحبینؒ کے نزدیک حرام ہوتا ہے لیکن امام صاحبؒ کے نزدیک بھی ایسے حربی سے جس نے دار الحرب مین مسلمان ہو کر دار الاسلام کی طرف ہجرت کرلی ہو اور پھر دار الحرب مین چلا گیا ہو ربوا حرام ہوتا ہی (عالمگیری ج ۴ صفحہ ۱۷)

دوسری فصل قرض کی تعریف و احکام کے بیان مین

اصطلاح شرعی مین قرض ایک عقد مخصوص کا نام ہی جو فقط اشیاء مثلی مین ہوتا ہی جسکی

بنا پر ایک شخص دوسرے شخص کو مثلی چیز دیتا ہی تاکہ لینے والا شخص اوس چیز کی مثل دینے والے کو واپس دے۔ (درمختار صفحہ ۱۸۴)

قرض ابتداءً عاریت ہوتا ہی اسی وجہ سے اوسمین اجل یعنی مدت مقررہ نہین ہوتی بلکہ اگر مقرر بھی کیجائے تو وہ لازم نہین ہوتی جیسے معیر کو باوصف تقرر مدت مدت کے اندر مستعار کے واپس لینے کا حق ہوتا ہے ایسے ہی مقرض کو ہر وقت قرض کے مطالبہ کا حق ہوتا ہے اگرچہ مدت مقررہ کردیگئی ہو اور انتہاءً معاوضہ ہوتا ہے لہذا باعتبار انتہا کے اوسمین تاجیل یعنی ادہار ربوا ہوتا ہی کیونکہ عوضین مثلی اور ہمجنس ہوتے ہین (ہدایہ ج ۳ صفحہ ۴۲)

اشیاء غیر مثلی کا قرض دینا اور لینا صحیح وجائز نہین ہوتا (درمختار صفحہ ۱۸۴) ہر کیلی اور وزنی چیز کا اور ہر عددی متقارب الافراد کا قرض لینا اور دینا جائز ہی کیونکہ جملہ اشیاء کیلی اور وزنی اور عددی متقارب الافراد مثلی ہوتی ہین اور چاندی سونا خواہ مسکوک ہو یا غیر مسکوک چونکہ وزنی ہوتا ہی لہذا چاندی سونیکا تولکر یہ کہ چاندی کے سکونکا شمار کرکے قرض لینا دینا جائز ہے اور غلہ کا کیل کرکے اور اخروٹ وبادام وغیرہ کا شمار کرکے قرض لینا دینا جائز ہوتا ہے (درمختار صفحہ ۱۸۴)

یہ مسئلہ متفق علیہ ہی کہ اگر کسی شخص نے کسی سکہ کے پیسے قرض لئے ہون اور بعد قرض لینے کے اون پیسونکا رواج نرہی تو بھی مستقرض کو اوسی سکہ کے پیسے واپس کرنا لازم ہوگا نہ کہ اون پیسونکی قیمت کیونکہ مستقرض پر اوس چیز کی مثل واپس کرنا لازم ہوتا ہے جو اوسنے قرض لی ہی لیکن صاحب ہدایہ نے لکھا ہی کہ یہ قول امام صاحبؒ کا ہے اور ابو یوسفؒ کے نزدیک مستقرض پر اون پیسونکی وہ قیمت واپس کرنا لازم ہوگی جو قرض لینے کے دن اونکی تھی اور محمدؒ کے نزدیک وہ قیمت واپس کرنا لازم ہوگی جو

رواج موقوف ہونیکے دن اونکی تھی اسی پر فتویٰ ہی (درمختار صفحہ ۴۸۱)

علی ہذا جس شخص نے کیلی یا وزنی چیز قرض لی ہو اوسپر اوس چیز کی مثل واپس کرنا لازم ہوتا ہی بلا لحاظ اس کے کہ اوس چیز کی قیمت بعد استقراض ارزان ہو گئی یا گران ہو گئی ہی (درمختار صفحہ ۴۸۱)

اگر کسی شخص نے ایسے مقام پر کوئی کیلی یا وزنی چیز قرض لی ہو جہان وہ چیز ارزان ہے اور مقرض ایسے مقام پر جہان وہ چیز گران ہے مطالبہ کرے اور مستقرض ادا نکرے تو مقرض کو مستقرض کے قید کرانیکا حق ہوتا ہے البتہ قاضی مستقرض سے اس امر کی کفالت طلب کریگا کہ وہ اوسی مقام مین جہان قرض لیا تھا ادا کر دیگا (درمختار صفحہ ۴۸۲)

اگر کسی نے میوہ قرض لیا ہو اور اوس کی ادائی نہوئی ہو یہانتک کہ میوہ کی فصل ختم ہو گئی ہو تو مقرض میوہ کی فصل آئندہ تک تاخیر کرنے پر مجبور کیا جائیگا بجز اسکے کہ مقرض اور مستقرض میوہ کی قیمت دینے اور لینے پر رضامند ہو جائین کیونکہ میوہ مفقود ہو گیا بخلاف پیسون کے ہان اگر پیسے بھی مفقود ہو جائین تو پھر مجبوراً مستقرض پر اونکی قیمت واپس کرنا لازم ہو گی (درمختار صفحہ ۴۸۲)

طرفینؒ کے نزدیک قرض پر قبضہ کر لینے کے بعد مستقرض اوسکا مالک ہو جاتا ہے لہذا باوجود قائم ہونے اوس چیز کے مستقرض کو اوسکی مثل ادا کرنا جائز ہوتا ہی اور ابو یوسفؒ کے نزدیک اگر وہ چیز قائم ہو تو بعینہ اوسی چیز کی واپسی لازم ہوتی ہی البتہ اگر وہ قائم نہو تو اوس کی مثل ادا کی جاسکتی ہی (درمختار صفحہ ۴۸۲)

عقد قرض کو شرط صحیح پر مشروط کرنا جائز نہین ہوتا تو شرط فاسد پر مشروط کرنا تو بدرجہ اولے ناجائز ہوتا ہی لہذا عقد قرض مین شرط لغو ہوتی ہی یعنی پابندی شرط لازم نہین ہوتی مثلاً

کوئی چیز کسی مقام مین اس شرط سے قرض دیجائے کہ مستقرض فلان مقام مین ادا کریگا
تو یہ شرط لغو ہوگی اور مستقرض پر اوسی مقام مین ادا کرنا لازم ہوگا جہان قرض لیا تھا اور
خلاصہ مین ہی کہ شرط کے ساتھ قرض لینا اور دینا حرام ہوتا ہے (در مختار صفحہ ۳۰۲ نہایۃ الاوطار صفحہ ۱۱۳ ج ۳)

مقرض کو قرض سے نفع حاصل کرنا حرام ہوتا ہے کیونکہ وہ نفع سود ہوتا ہے چنانچہ
اللہ تعالی فرماتا ہے یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ وَذَرُوْا مَا بَقِیَ مِنَ الرِّبٰوٓا اِنْ کُنْتُمْ
مُّؤْمِنِیْنَ اللہ تعالی نے اس آیت شریف مین اوس نفع کو جو قرض پر لیا جاتا ہی لفظ ربوا
سے تعبیر فرمایا ہی اور اوسکے لینے والے کیواسطے تہدیداً فرمایا ہی فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا فَاْذَنُوْا
بِحَرْبٍ مِّنَ اللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ فَاِنْ تُبْتُمْ فَلَکُمْ رُءُوْسُ اَمْوَالِکُمْ لَا تَظْلِمُوْنَ وَلَا
تُظْلَمُوْنَ چنانچہ عباسی اور جلالین مین اس آیت کی تفسیر مین لکھا ہی کہ ثقیف مسعود وغیرہ کا قرض
بنی مخزومہ کے ذمہ تھا بعد حکم حرمت ربوا جب ثقیف مسعود وغیرہ نے مابقی ربوا کا مطالبہ
کیا تو یہ آیتین نازل ہوئین جو اس امر کی دلیل قطعی ہین کہ معاملہ قرض مین نفع حاصل کرنا
ربوا ہی اور حرام ہے اسی بنا پر مرتہن کو جائداد مرہونہ سے نفع حاصل کرنا حرام ہی گو مکان
مرہونہ مین مرتہن کو باجازت راہن رہنا بعض علماء کے نزدیک جائز ہے لیکن کراہت سے
خالی نہین ہی (در مختار صفحہ ۴۰۸ ج ۳)

گوندھا ہوا آٹا تولکر قرض لینا دینا جائز ہے اور خمیر کا بلا وزن کئے ہوئے اندازاً
بھی قرض لینا دینا جائز ہے کیونکہ بعد حکم حرمت ربوا نبی کریم صلعم سے دریافت کیا گیا
کہ یارسول اللہ صلعم خمیر وغیرہ جو چیزین بلا وزن کئے قرض لیا دیا کرتے ہین کیا یہ بھی ربوا
مین داخل ہین ارشاد فرمایا کہ نہین اور ارشاد ہوا کہ جس امر کو عامۃ المسلمین اچھا سمجھتے
ہین وہ امر اللہ تعالی کے نزدیک بھی اچھا ہوتا ہی اور جس امر کو عامۃ المسلمین قبیح سمجھتے ہین

وہ امر اللہ تعالیٰ کے نزدیک بھی قبیح ہوتا ہے (درمختار صفحہ ۴۰۳)

کم قیمت چیز کو زیادہ قیمت مین ادھار فروخت کرنا جائز ہے مگر بکراہت۔ (درمختار صفحہ ۴۰۳)

باب ہفتم

بیع سلم کے بیان مین

بیع سلم اوس بیع کو کہتے ہین جسمین ثمن بوقت انعقاد بیع نقد دیدیا جاتا ہی اور مبیع ادھار ہوتا ہے یعنی ادا مبیع کے واسطے بطور مہلت مدت معین کردیجاتی ہی (درمختار صفحہ ۴۹۱)

بیع سلم کے مشتری کو رب السلم یا مسلم اور بائع کو مسلم الیہ اور مبیع کو مسلم فیہ اور ثمن کو راس المال کہتے ہین۔

پہلی فصل بیع سلم کے ارکان و اثر وغیرہ کے بیان مین

مدت جو ایفا مسلم فیہ کیواسطے مقرر کی جائے وہ ایک ماہ سے کم نہو کیونکہ عقد بیع سلم مؤجل ہوتا ہی اور اقل مدت تاجیل ایک ماہ ہی اسی پر فتویٰ ہے (درمختار صفحہ ۴۹۳)

بیع سلم کے ارکان بھی مثل دیگر عقود کے ایجاب و قبول ہوتے ہین اور اوسکا اثر یہ ہی کہ بعد انعقاد مسلم الیہ ثمن کا مالک ہوجاتا ہی اور مسلم مسلم فیہ کا مستحق ہوجاتا ہے (درمختار صفحہ ۴۰۲)

بیع سلم کی مشروعیت آیۃ شریف یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اِذَا تَدَایَنْتُمْ بِدَیْنٍ اِلٰی اَجَلٍ فَاکْتُبُوْہُ سے ثابت ہوتی ہی اور حدیث شریف اِنَّہٗ نَھٰی عَنْ بَیْعِ مَا لَیْسَ عِنْدَ الْاِنْسَانِ وَرَخَّصَ فِی السَّلَمِ سے ثابت ہوتی ہی لیکن ازروئے قیاس بیع سلم جائز نہونا چاہیئے کیونکہ بوقت بیع مبیع ملک بائع مین موجود نہین ہوتا مگر باتباع نصوص

متذکرہ قیاس کو ترک کر کے بیع سلم کو جائز قرار دیا گیا۔ تعریف بالا سے ثابت ہو گیا کہ بیع سلم میں مسلم فیہ کا سوائے سونے چاندی کے مال دوسرا ہونا ضرور ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے سونے چاندی کو ثمن ہونے کیواسطے خلق فرمایا ہے (ہدایہ ج ۳ صفحہ ۵۳)

لہذا سونے چاندی کے سوا ہر ایسی چیز کی بیع سلم جائز ہوتی ہے جس کی مقدار اور صفت کا انضباط ممکن ہو اور جو مابین وقت انعقاد و وقت ایفاء ہر وقت دستیاب ہو سکتی ہو پس اگر مسلم فیہ کا وقت معینہ پر ایفا نہو اور بعد وقت ایفاء وہ مفقود ہو جائے تو رب السلم کو اختیار حاصل ہو جاتا ہے کہ چاہے بیع سلم کو فسخ کر دے اور چاہے مسلم فیہ کے دوبارہ دستیاب ہونے تک انتظار کرے (در مختار صفحہ ۴۹۲)

چونکہ کیلی اور وزنی اور عددی متقارب الافراد اشیاء کی مقدار اور وصف کا انضباط ممکن ہوتا ہے لہذا ان چیزوں کی بیع سلم جائز ہوتی ہے (ہدایہ ج ۳ صفحہ ۵۴)

چنانچہ شیخینؒ کے نزدیک پیسوں کی بیع سلم صحیح ہوتی ہے کیونکہ پیسے تانبے یا پیتل کے ہوتے ہیں اور تانبا یا پیتل ثمن ہونے کے واسطے مخلوق نہیں ہوا اور محمدؒ کے نزدیک پیسوں کی بیع سلم صحیح نہیں ہوتی کیونکہ محمدؒ کے نزدیک پیسے داخل اثمان ہوتے ہیں لہذا وہ مسلم فیہ نہیں ہو سکتے (ہدایہ ج ۳ صفحہ ۵۴)

مثلاً اگر زید بکر کو ایکہزار روپیہ بطور ثمن بیع سلم اس معاملہ پر دے کہ بکر اوس کو دو ماہ بعد تیس ہزار گنڈے پیسے دیگا (حالانکہ بروئے رواج ایکہزار روپیہ کے چوبیس ہزار گنڈے ہوتے ہیں) تو شیخینؒ کے نزدیک یہ معاملہ بیع سلم صحیح و جائز ہوگا اور محمدؒ کے نزدیک ناجائز ہوگا

ایسی اشیاء کی بیع سلم جائز ہوتی ہے جو پیمایش کے حساب سے بیع ہوتی ہیں اگر اونکا طول و عرض اور دیگر اوصاف منضبط کر دئے جائیں مثلاً جو کپڑا فی گز قیمت کے حساب سے فروخت

ہوتا ہے اگر اوسکا طول و عرض اور باریک و غفص ہونا اور ریشمی یا ٹسری یا سوتی ہونا اور
اگر ریشمی ہو تو اوسکے وزن کو بھی منضبط کر دیا جائے تو اوس کی بیع سلم جائز ہوتی ہے ریشمی
کپڑے کی قیمت مین چونکہ اوسکے وزن کا بھی لحاظ ہوتا ہے اسلئے اوس کے وزن کی انضباط
کی بھی ضرورت ہوتی ہے (در مختار صفحہ ۴۹۲)

جانورون اور اشیاء متفاوت الافراد کے اوصاف کا چونکہ انضباط ناممکن ہوتا ہے
اسلئے اونکی بیع سلم بھی جائز نہین ہوتی مگر خشک نمک سودہ مچھلی چونکہ ہر وقت دستیاب
ہوسکتی ہے لہذا اوس کی بیع سلم ہر وقت جائز ہے جبکہ اوسکی قسم اور وزن کا انضباط کر دیا جائے
اور تازہ مچھلی کی بیع سلم بھی جبکہ اوسکا وزن منضبط کر دیا جائے موسم مین جائز ہوتی ہے
غیر موسم مین صحیح نہین ہوتی نہ بحساب شمار صحیح ہوتی ہے کیونکہ وہ متفاوت الافراد ہوتی
ہے۔ ہیزم سوختنی کی بیع سلم بحساب وزن جبکہ اوسکے خشک و تر ہونے کی صفت منضبط
کر دیجائے جائز ہوتی ہے بحساب گٹھونکے جائز نہین ہوتی۔ جواہرات اور موتیون کی
بیع سلم نہ بحساب وزن جائز ہوتی ہے نہ بحساب شمار کیونکہ اونکی قیمت مین علاوہ عدد وزن
دوسرے اوصاف کیوجہ سے بھی اختلاف ہوتا ہے جنکا انضباط ناممکن ہوتا ہے البتہ ایسے
موتیونکی جو بہت چھوٹے ہوتے ہین ادویہ کے طور پر اونکا استعمال ہیکر کیا جاتا ہے بیع سلم
بحساب وزن جائز ہوتی ہے (در مختار صفحہ ۴۹۲)

مخصوص قسم کے جانورونکے گوشت کی بیع سلم جبکہ اوسکے مقام کا تعین کر دیا جائے
اور نیز جانورون کی لاغری و فربہی کا انضباط کر دیا جائے صاحبینؒ کے نزدیک جائز
ہوتی ہے لیکن امام صاحبؒ کے نزدیک باوجود انضباط اوصاف مذکور بھی جائز نہین ہوتی
فتوی صاحبینؒ کے قول پر ہے مثلاً اگر فربہ دنبون کی ران کے گوشت کی جس مین بقدر

ربع وزن بڑی ہوگی بیع سلم کیجائے توامام صاحبؒ کے نزدیک ناجائز ہوگی اور صاحبینؒ کے نزدیک جائز ہوگی (درمختار صفحہ ۴۹۲)

ایسے کیل معین سے ناپکر یا ایسے پتھر سے وزن کرکے مسلم فیہ کے لینے کی شرط کرکے بیع سلم جائز نہین ہوتی جس کیل کی مقدار یا جس پتھر کا وزن معلوم نہو (درمختار صفحہ ۴۹۲)

کسی معین گاؤن یا کھیت کے غلہ یا معین باغ کے میوہ کی بیع سلم جائز نہین ہوتی کیونکہ ممکن ہی کہ اوس سال اوس گاؤن یا کھیت مین غلہ یا اوس باغ مین میوہ پیدا نہو ہان کسی معین ملک کے غلہ یا میوہ کی بیع سلم جائز ہوتی ہی کیونکہ ایسا بہت کم ہوتا ہی کہ پوری ملک مین غلہ یا میوہ پیدا نہو نیز اس تعین سے بھی کہ آئندہ فصل مین پیدا ہونیوالے غلہ یا میوہ کی بیع سلم کی جاتی ہے بیع سلم جائز نہین ہوتی کیونکہ وہ بوقت عقد معدوم ہوتا ہی (درمختار صفحہ ۴۹۲) صحت عقد بیع سلم کے واسطے مفصلہ ذیل سات امور کی صراحت ہونی شرط ہے

(۱) مسلم فیہ کی جنس کی مثلاً یہ کہ مسلم فیہ گیہون ہین یا چنے۔

(۲) مسلم فیہ کی نوع کی مثلاً یہ کہ مسلم فیہ مینٹی گیہون ہین یا لال گیہون۔

(۳) مسلم فیہ کی صفت کی مثلاً یہ کہ مسلم فیہ خالص گیہون ہین یا جو آمیز۔

(۴) مسلم فیہ کی مقدار کی مثلاً یہ کہ مسلم فیہ ہزار من گیہون ہین۔

(۵) مسلم فیہ کے ایفاء کے وقت کی مثلاً یہ کہ فلان ماہ کی فلان تاریخ مین ایفاء کیا جائیگا۔

(۶) اگر راس المال کیلی یا وزنی یا عددی متقارب الافراد شئی ہو توامام صاحبؒ کے نزدیک اوس کی مقدار کی صراحت لازم ہوتی ہی اور صاحبینؒ کے نزدیک اوسکی طرف اشارہ کردینا کافی ہوتا ہی البتہ اگر راس المال جانور یا کپڑا ہو توامام صاحبؒ کے نزدیک بھی

اوس کی طرف اشارہ کردینا کافی ہوتا ہے۔

(۷) اگر مسلم فیہ ایسی چیز ہو جس کے نقل مکانی مین خرچ باربرداری عائد ہوتا ہو جیسا غلہ وغیرہ تو امام صاحبؒ کے نزدیک مقام ایفاء مسلم فیہ کی صراحت بھی لازم ہوتی ہے اور اگر مسلم فیہ ایسی چیز ہو جس کی نقل مکانی مین خرچ باربرداری عائد نہو جیسا مشک وغیرہ تو صراحت مقام ایفاء مسلم فیہ لازم نہین تاہم صراحت کے بعد مکان ایفاء متعین ہوجاتا ہے اور صاحبینؒ کے نزدیک عام ازینکہ مسلم فیہ ایسا ہو کہ اوسکے نقل مکانی مین خرچ باربرداری عائد ہوتا ہو یا ایسا ہو کہ اوسکے نقل مکانی مین خرچ باربرداری عائد نہوتا ہو بہرحال مقام عقد مقام ایفاء متعین ہوتا ہے اسلئے اوسکی صراحت کی ضرورت ہی نہین لزوم کیجاتی (در مختار صفحہ ۴۹۳)

اگر ایفاء کسی شہر مین قرار پایا ہو تو اوسکے تمام محلے برابر متصور ہونگے اور مسلم الیہ کو اختیار ہوگا کہ جس محلہ مین چاہے ایفاء کردے پس اگر مسلم الیہ کسی محلہ مین ایفاء کردے تو رب المال کو یہ حق نہوگا کہ کسی دوسرے محلہ مین طلب ایفاء کرے (در مختار صفحہ ۴۹۳)

مدت معینہ ایفاء مسلم فیہ مسلم الیہ کی موت سے باطل ہوجاتی ہے رب المال کی موت سے باطل نہین ہوتی یعنی مسلم الیہ کی موت کے بعد قبل از مدت رب المال کو متروکہ مسلم الیہ سے مسلم فیہ کے وصول کرنیکا حق حاصل ہوجاتا ہے بخلاف اسکے رب المال کے موت سے اوسکے ورثہ کو مسلم الیہ سے قبل از مدت مطالبہ مسلم فیہ کا حق حاصل نہین ہوجاتا (در مختار صفحہ ۴۹۳)

بیع سلم مین عاقدین کے ایک دوسرے کی نظر سے غائب ہوجانے سے پہلے مسلم الیہ کا راس المال پر قبضہ کرلینا لازم ہوتا ہے اگر بعد انعقاد بیع سلم رب المال راس المال لانے کیواسطے جائے اور مسلم الیہ کی نظر سے غائب ہوجائے تو عقد باطل ہوجاتا ہے اور اگر نظر سے

غائب نہو تو عقد باطل نہوگا یعنی بیع سلم مین فقط یہی لازم نہین ہی کہ مجلس عقد مین مسلم الیہ کا
راس المال پر قبضہ ہوجائے بلکہ عاقدین کے ایک دوسرے کی نظر سے غایب ہونے سے پہلے
قبضہ ہوجانا لازم ہی پس اگر عاقدین بعد انعقاد دوسرے کامون مین مشغول ہوجائین
لیکن ایک دوسرے کی نظر سے غائب نہون اور دوسرے کامون سے فارغ ہوکر مسلم الیہ
راس المال پر قبضہ کرلے تو عقد صحیح و لازم ہوجائیگا (درمختار صفحہ ۴۴۹)

بیع سلم کے انعقاد کیواسطے یہ بھی ضرور ہی کہ بربناء عقد راس المال مسلم الیہ کو دیدیا
جائے یعنی اگر رب المال کا دین بذمہ مسلم الیہ ہو تو بعوض اوس دین کے بیع سلم منعقد نہین
ہوسکتی اور یہ بھی شرط ہی کہ بدلین بیع سلم ایسے نہون جنمین ربوا کے دوسببون مین سے کوئی
سبب یعنی قدر یا جنس پایا جاتا ہو مثلاً یہ کہ دونون ایسی وزنی چیزین نہون جن کے
آلات وزن ایک ہون جیسے اقسام غلہ ہوتے ہین پس اگر ایک قسم کا غلہ راس المال ہو
اور دوسری قسم کا غلہ مسلم فیہ ہو تو بیع سلم جائز نہوگی پس اگر راس المال اور مسلم فیہ ایک ہی
قسم کا غلہ ہو تو بدرجہ اولی بیع سلم ناجائز ہوگی البتہ اگر بدلین ایسی وزنی چیزین ہون جنکے
آلات وزن مختلف ہون تو بیع سلم جائز ہوگی مثلاً راس المال زعفران ہو اور مسلم فیہ
گندم ہون (درمختار صفحہ ۴۴۹)

بصورت اقالہ بیع سلم رب المال کو راس المال کی عوض مسلم الیہ سے کوئی چیز بطور
خریداری لینا جائز نہین ہوتا کیونکہ فرمایا نبی کریم صلعم نے لاتاخذ الا سلمك او
راس مالك (درمختار صفحہ ۴۴۹)

بصورت اختلاف عاقدین دربارہ صراحت و عدم صراحت اور اعلی یا ادنی ہونے مسلم فیہ کے
یا دربارہ مدت ایفاء مسلم فیہ کے اوسکا قول قبول ہوگا جو اس امر کا مدعی ہو کہ صراحت ہوئی تھی

یا اوسکا مدعی ہو کہ مدت ایفاء کا تعین ہوا تھا فریق ثانی کا قول قبول ہوگا اور اگر درباره مقدار مدت ایفاء اختلاف ہو تو رب المال کا قول قبول ہوگا اور شہادت دونون کی لیجائیگی مگر فیصلہ بربنا شہادت مسلم الیہ ہوگا اور اگر درباره انقضاء وعدم انقضاء مدت ایفاء اختلاف ہو تو مسلم الیہ کا قول مع القسم معتبر ہوگا اور شہادت دونو نکی لیجائے گی (درمختار صفحہ ۴۹۴)

دوسری فصل استصناع کے احکام کے بیانمین

اصطلاح فقہی مین کسی چیز کی صفت بیان کرکے صانع (کاریگر) کو اوسکے بنانیکے حکم دینے کو استصناع کہتے ہین (درمختار صفحہ ۴۹۵)

اگر عقد استصناع بطریق مہلت یکماہ یا زائد از یکماہ ہوتا ہی تو وہ عقد بیع سلم ہوتا ہی اوس سے تمام شرائط واحکام بیع سلم متعلق ہوجاتے ہین (درمختار صفحہ ۴۹۵)

از روئے قیاس عقد استصناع جائز نہین ہی یہی مذہب امام شافعیؒ کا ہی کیونکہ بوجہ عدم موجودگی مبیع وہ عقد بیع نہین ہوسکتا اور چونکہ صانع اپنی ملک مین عمل صنعت کرتا ہی اس لئے عقد استیجار (مزدوری سے کام کرانا) بھی نہین ہوسکتا کیونکہ عقد استیجار مین اجیر ملک موجر مین کام کیا کرتا ہی لیکن احنافؒ نے بربناء تعامل الناس ورواج استحساناً اس عقد کو جائز قرار دیا ہی لہذا جواز عقد استصناع تعامل الناس ورواج پر منحصر ہوتا ہی پس جہان جس چیز کے استصناع کا تعامل ورواج ہوتا ہی وہان اوس چیز کے استصناع کا عقد جائز ہوتا ہے اور جس چیز کے استصناع کا تعامل ورواج نہین ہوتا اوسکا عقد استصناع جائز نہین ہوتا امام صاحبؒ کے نزدیک جس چیز کے عقد استصناع مین ایک ماہ یا زائد از یکماہ کی مدت ہوتی ہی تو اوس چیز کے استصناع کا رواج ہو خواہ نہو وہ عقد بیع سلم ہوجاتا ہی اور صاحبینؒ کے

نزدیک جس چیز کے استصناع کا تعامل ورواج ہوتا ہے اوسکا عقد عقد استصناع ہوتا ہے اور جس چیز کے استصناع کا تعامل ورواج نہین ہوتا اوسکا عقد بیع سلم ہوتا ہے (درمختار صفحہ ۴۹۵ غایت الاوطار صفحہ ۱۵۰)

احناف کے نزدیک جس چیز کے استصناع کا تعامل ورواج ہوتا ہے اگر اوس کے عقد استصناع مین بطور مہلت مدت نہو تب بھی عقد صحیح ہوتا ہے اور قول اصح یہ ہے کہ عقد مذکور بطریق بیع صحیح ہوتا ہے نہ کہ بطریق وعدہ بیع کیونکہ بعد انعقاد عقد استصناع صانع اوس چیز کے بنانے پر مجبور کیا جاتا ہے اور مستصنع (بنوانیوالا) اوس سے رجوع نہین کرسکتا اور اوس عقد مین مبیع شئی مصنوعہ ہوتی ہے نہ کہ صنعت صانع چنانچہ اگر بعد انعقاد عقد ویسی ہی چیز دوسرے صانع کی بنائی ہوئی یا عاقد کی ہی عقد سے پہلے کی بنائی ہوئی صانع دے اور مستصنع لیلے تو جائز ہوتا ہے دوسرے یہ کہ شئے مصنوعہ تا آنکہ مستصنع اوسکو دیکھکر پسند نکرے مستصنع کیواسطے معین نہین ہوجاتی اسی وجہ سے صانع کا شئی مصنوعہ کو مستصنع کے دیکھکر پسند کر لینے سے پہلے دوسرے کے ہاتھ بیع کردینا جائز ہوتا ہے لیکن مستصنع کے پسند کرلینے کے بعد صانع کو شئی مصنوعہ کا دوسرے کے ہاتھ بیع کردینا جائز نہین ہوتا مستصنع کو مصنوع کے متعلق خیار رویت حاصل ہوتا ہے (درمختار صفحہ ۴۹۵)

باب ہشتم
بیع صرف کے بیان مین

اصطلاح شرعی مین ثمن کی بیع وشرا کو جو بعوض ثمن ہو بیع صرف کہتے ہین چونکہ اس بیع مین بمقابلہ دوسری بیوع کے مجلس عقد مین تقابض لینی شرط لازمی ہے پس

اسکو بیع صرف کہتے ہین کیونکہ صرف کے معنی لغوی زیادتی کے ہین ثمن سے مراد سونا چاندی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے انکو ثمن ہونے کیواسطے خلق فرمایا ہے (درمختار صفحہ ۵۰۲)

شرائط صحت بیع صرف حسب ذیل ہین۔

(۱) اگر عوضین ہم جنس ہون یعنی دونون سونا ہون یا دونون چاندی ہون تو حسب فرمان نبی کریم صلعم الذهب بالذهب مثلاً بمثل وزناً بوزن یداً بید والفضل ربوا دونون عوضین کا ہم وزن ہونا اور بیع دست بدست ہونا یعنی اس ہاتھ دے اس ہاتھ لے لازم ہوتا ہے۔

(۲) اگر عوضین مختلف الجنس ہون یعنی ایک طرف سونا ہو دوسری طرف چاندی ہو تو حسب فرمان نبی کریم صلعم الذهب بالورق ربوا الا هاء وهاء بیع کا دست بدست ہونا لازم ہی لیکن عوضین کا مساوی الوزن ہونا لازم نہین ہی۔

(۳) عاقدین کو کسی قسم کا خیار نہو بجز اسکے کہ اگر زیورات یا ظروف ہون تو فقط خیار رؤیت و خیار عیب ہوتا ہی (درمختار صفحہ ۵۰۴)

(۴) عاقدین جدا ہونیسے پہلے عوضین پر اپنی انگلیونسے قبضہ کرلین یعنی اس بیع مین مثل دیگر بیوع کے قبضہ کرنے پر قدرت حاصل ہوجانا کافی نہین ہوتا بلکہ حقیقۃً قبضہ ہوجانا لازم ہوتا ہے پس اگر قبل تقابض عوضین عاقدین ایک دوسرے کی نظر سے غائب ہوجاتے ہین تو بیع باطل ہوجاتی ہی (ہدایہ ج۳ صفحہ ۶۴)

بیع صرف مین اثمان کے کھرے کھوٹے ہونیکی وجہ سے کچھ امتیاز نہین ہوتا نہ اسوجہ کچھ امتیاز ہوتا ہی کہ ایک طرف سونے یا چاندی کی ڈلی ہے اور دوسری طرف زیورات یا ظ
[illegible] یعنی اگر ایک طرف کھرا سونا یا کھری چاندی ہو اور دوسری طرف کھوٹا سونا یا کھ

چاندی ہو یا ایک طرف سونے یا چاندی کی ڈلی ہو اور دوسری طرف سونے یا چاندی کے زیورات یا ظروف ہون تب بھی عوضین کا مساوی الوزن ہونا لازم ہوگا کیونکہ فرمایا نبی کریم صلعم نے جَیِّدُھَا وَرَدِیُّھَا سَوَاءٌ (درمختار صفحہ ۵۰۲)

چونکہ بیع صرف مین مختلف الجنس عوضین کا ہموزن ہونا لازم نہین ہوتا لہذا سونے چاندی کی بیع ایک دوسرے کی عوض بلا وزن کئے ہوئے اندازہ سے جائز ہوتی ہے

بیع صرف کے عوضین پر قبضہ کرنے سے پہلے عاقدین کو تصرف کرنا جائز نہین ہوتا مثلاً زید ایک اشرفی بعوض بیس روپیہ بکر کے ہاتھ فروخت کرے اور قبل اسکے کہ زید بیس روپیہ پر قبضہ کرے اون بیس روپیہ کی عوض بکر سے کپڑا خریدے تو کپڑے کی بیع فاسد ہوگی اور زید و بکر کے علیحدہ ہوجانے کے بعد اشرفی کی بیع باطل ہوجائیگی کیونکہ عاقدین بیع صرف قبل تقابض عوضین ایک دوسرے سے علیحدہ ہوگئے (ہدایہ ج ۲ صفحہ ۶۵)

اگر گھوڑا یا باندی جس کے گلے مین ہزار روپیہ کا سنہرا یا روپیلا زیور ہو دو ہزار روپیہ مین بیع کیا جائے اور خریدار منجملہ دو ہزار روپیہ کے ایک ہزار روپیہ نقد دیدے تو یہ نقد ایکہزار روپیہ معاوضہ زیور متصور ہوگا اور بیع صحیح ہوگی اور اگر چاندی یا سونے کے برتن یا زیورات بیع کئے جائین اور منجملہ ثمن کسیقدر ثمن ادا کردیا جائے اور قبل ادائے مابقی ثمن عاقدین ایک دوسرے سے علیحدہ ہوجائین تو برتن یا زیور کے اوسقدر حصہ کی بیع باطل ہوجائیگی جس قدر حصہ کا ثمن غیر مودی ہے اور جس قدر حصہ کا ثمن ادا ہوگیا ہے اوس کی بیع صحیح ہوگی کیونکہ بوجہ فعل مشتری یعنی عدم ادائے جزو ثمن کے بعد انعقاد بیع فساد طاری ہوا ہے اور زیور یا برتن مبیعہ عاقدین مین مشترک ہوجائیگا بخلاف اس کے اگر بعد تقابض عوضین کسی شخص کا جزو برتن یا زیور مبیع مین استحقاق ثابت ہوجائے تو

مشتری کو اختیار ہوتا ہی کہ چاہے جزو غیر مستحق علیہ کو بعوض ثمن حصہ رسدی لیلے اور چاہے سالم زیور یا برتن کو واپس کردے کیونکہ زیور و برتن مین شرکت داخل عیب ہوتی ہی اور یہ عیب مشتری کے فعل سے پیدا نہین ہوا لیکن اگر چاندی یا سونے کی ڈلی کے جزو مین بعد بیع و تقابض عوضین کسی کا استحقاق ثابت ہو جائے تو مشتری کو پوری ڈلی کے واپس کردینے کا اختیار حاصل نہوگا کیونکہ سونے چاندی کی ڈلی مین نہ شرکت عیب ہوتا ہی نہ اوسکے ٹکڑے ہو جانیسے مشتری کا کچھ نقصان ہوتا ہے (ہدایہ ج ۲ صفحہ ۶۵)

اگر دو روپیہ اور ایک اشرفی بعوض دو اشرفی اور ایک روپیہ کے بیع کیجائین تو بیع جائز ہوگی اور دو روپیہ کی بیع بعوض دو اشرفی کے اور ایک روپیہ کی بیع بعوض ایکروپیہ کے متصور ہوگی علیٰ ہذا اگر ایک من گندم اور ایک من نخود کی بعوض دو من گندم و دو من نخود بیع کی جائے تو بیع صحیح ہوگی اور ایک من گندم کی بیع بعوض دو من نخود کے اور ایکمن نخود کی بعوض دو من گندم کے متصور ہوگی علیٰ ہذا اگر کثیر المقدار سونا یا چاندی بعوض قلیل المقدار سونے یا چاندی کے جسکے ساتھ کوئی دوسری چیز بھی ہو بیع کیجائے پس اگر اوس دوسری چیز کی قیمت اوسقدر ہو جسقدر سونا یا چاندی مین کمی ہی تو بیع بلا کراہت جائز ہوگی اور اگر اوس دوسری چیز کی قیمت سونے یا چاندی کی کمی سے کم ہو تو بیع بکراہت جائز ہوگی (ہدایہ ج ۲ صفحہ ۲۶)

جس سونے یا چاندی مین دوسری چیز کی آمیزش ہوتی ہے اوس کے سونا یا چاندی متصور ہونے یا نہونیکا یہ قاعدہ ہی کہ اگر آمیز شدہ مجموعہ مین سونا یا چاندی زائد ہے تو وہ سونا یا چاندی متصور ہوگا اور اوس مجموعہ پر سونے یا چاندی کے احکام نافذ ہون گے یعنی اوس کی بیع بعوض ثمن ہمجنس کیجائے تو اوسمین فضل اور نسیہ دونون حرام ہون گے اور اگر اوس کی بیع بعوض ثمن مختلف الجنس کیجائے تو فضل جائز ہوگا اور نسیہ حرام ہوگا

اور اگر اوس مجموعہ مین دوسری چیز زیادہ ہو تو وہ دوسری چیز متصور ہوگا اوسپر سونے یا چاندی کے احکام نافذ نہونگے پس اگر اوس کی بیع بعوض سونے یا چاندی کے کیجائے تو فضل اور نسیہ دونون جائز ہون گے مثلاً اگر مجموعہ مین ۷ ماشہ سونا یا چاندی ہو اور ۵ ماشہ تانبا ہو تو وہ مجموعہ سونا یا چاندی متصور ہوگا اور اوسپر سونے یا چاندی کے احکام نافذ ہونگے اور اگر مجموعہ مین ۵ ماشہ سونا یا چاندی اور ۷ ماشہ تانبا ہو تو وہ مجموعہ تانبا متصور ہوگا اور اوسپر سونے یا چاندی کے احکام نافذ نہونگے (ہدایہ جلد ۲ صفحہ ۶۷)

اگر مجموعہ مین سونا یا چاندی اور دوسری چیز برابر ہو تو اوس مجموعہ کی بیع سونے یا چاندی کی عوض متساوی الوزن جائز ہوگی (عالمگیری جلد ۳ صفحہ ۱۱۸)

پس معلوم ہوا کہ اوس مجموعہ پر بھی سونے یا چاندی کے احکام نافذ ہون گے۔ ایسی چیز کی بیع جس مین سونے یا چاندی کا پتر چڑھا ہوا ہو یا جس مین سونے یا چاندی کی تارکشی کی ہوئی ہو اگر پتر یا تار کے ہمجنس کی عوض کیجائے تو عوض پتر یا تار سے وزن مین زیادہ ہونا چاہیئے تاکہ زیادتی اوس چیز کا عوض ہو سکے جسپر وہ پتر چڑھا ہوا ہے یا جس مین وہ تارکشی کی ہوئی ہے ورنہ بوجہ ربوا بیع باطل ہوگی (درمختار صفحہ ۵۰۳)

اگر کھوٹی چاندی یا کھوٹے سونے کا سکہ رائج ہو تو اوسکے ذریعہ سے خرید و فروخت اقراض اور استقراض جائز ہوتا ہے پس اگر کسی شخص نے کھوٹے سکہ رائج الوقت کی عوض کوئی چیز خریدی ہو اور قبل ادائی ثمن اوس سکہ کا رواج موقوف ہو جائے تو امام صاحبؒ کے نزدیک بیع باطل ہو جائے گی اور صاحبینؒ کے نزدیک بنظر سہولت خلائق بیع باطل نہوگی بلکہ مشتری پر سکہ مذکور کے قیمت ادا کرنا واجب ہوگا (درمختار صفحہ ۵۰۴)

باب نہم

مسائل متفرق متعلقہ کتاب البیوع

اگر کسی مال کا خریدار بلا ادائے ثمن و قبضہ مبیع غائب ہو جائے اور بائع قاضی کے پاس اس امر کی شہادت پیش کر دے کہ شخص غائب نے مال خرید کیا تھا تو اگر مشتری کا مقام قیام معلوم نہو تو مال مبیعہ بحکم قاضی بیع کیا جائے گا اور اوسکے ثمن سے بائع کا مطالبہ ادا کیا جائیگا اگر ثمن مذکور سے بائع کے مطالبہ کا ایفا نہو تو باقی مطالبہ کی نسبت بائع کو ہدایت کر دی جائے گی کہ وہ مشتری سے وصول کرے اور اگر ثمن مذکور سے بائع کے مطالبہ کا ایفا ہو کر کچھ باقی بچ جائے تو وہ مشتری کیواسطے محفوظ رکھا جائیگا (ہدایہ ج ۳ صفحہ ۶۲)

اور اگر دو شخصوں نے ملکر کوئی شئے خریدی ہو اور اونمین سے ایک قبل ادائے ثمن و قبضہ مبیع غائب ہو جائے تو طرفین کے نزدیک مشتری حاضر کو حق ہوتا ہے کہ وہ بائع کو پورا ثمن دیکر شئے مبیعہ لیلے اور مشتری غائب بوقت حاضری ثمن بقدر اپنے حصہ کے دیکر بقدر حصہ خود شئے مبیعہ اپنے شریک سے لینے کا مستحق ہوگا لیکن بلا ادائے ثمن شئے مبیعہ مین سے حصہ لینے کا مستحق نہوگا اور ابو یوسف کے نزدیک مشتری حاضر پورا ثمن ادا کر کے شئے مبیعہ مین سے صرف بقدر حصہ خود لینے کا مستحق ہوتا ہے اور اپنے شریک کے ذمگی ثمن ادا کرنے مین متطوع متصور ہوگا اور اوسکو اوس جزو ثمن کے جو اوسنے ذمگی شریک ادا کیا ہی شریک سے وصول کرنے کا حق نہوگا کیونکہ اوسنے غیر کا ذمگی قرضہ بلا اوسکے حکم کے ادا کیا ہی اور جو شخص دوسرے کا قرضہ بلا اوسکے حکم کے ادا کرتا ہے اوسکو دوسرے شخص سے رقم مؤدے وصول کرنیکا حق نہین ہوتا اور اوسکو حصہ شریک پر قبضہ کرنیکا حق اسواسطے نہوگا کہ اوسکو شریک کے مال پر کسی قسم کی

ولایت حاصل نہین ہی طرفینؒ کی دلیل یہ ہے کہ مشتری حاضر اپنے حصہ سے نفع حاصل کرنیکی غرض سے شئی مبیعہ پر قبضہ کرنیکے لئے مضطر ہی اور بوجہ صفقہ واحد ہونیکے فقط اپنے حصہ کا ثمن ادا کرکے اپنے حصہ کے بقدر شئی مبیعہ پر قبضہ حاصل کر نہین سکتا لہذا وہ پورا ثمن ادا کرکے سالم شئے مبیع پر قبضہ حاصل کرنیکا مستحق ہوتا ہے اور نیز یہ کہ شریک غائب سے اوسکا ذمگی ثمن وصول کرکے اوسکو اوسکا حصہ شئی مبیع دیسکے (ہدایہ ج ۲ صفحہ ۶۲)

اگر خریدار ایسی چیز کو قطع کرالے یا علیحدہ کرالے جس کے قطع کرنے یا علیحدہ کرنیسے بائع کا نقصان ہو تو خریدار اوس منقطعہ یا علیحدہ کی ہوئی چیز کے لینے پر مجبور کیا جائیگا اور اگر ایسی چیز کو قطع یا علیحدہ کرالے جس کے قطع کرنے یا علیحدہ کرنیسے بائع کا نقصان نہو تو خریدار اوسکے لینے پر مجبور نکیا جائیگا مثلاً خریدار ململ کے تھان مین سے دو گز قطع کرالے یا انگشتری مین سے نگینہ علیحدہ کرالے تو وہ دو گز ململ یا نگینہ مذکور کے لینے پر مجبور کیا جائیگا اور اگر آنبو نکے ٹوکرے مین سے یا روٹیون کے انبار مین سے سو آنبہ یا سو روٹیان علیحدہ کرالے تو وہ اونکے لینے پر مجبور نکیا جائیگا (درمختار صفحہ ۴۹۹)

کھوٹی چیز کو کھوٹا ظاہر کرکے یا ایسی کھوٹی چیز کو جسکا کھوٹ ظاہر و نمایان ہو فروخت کرنیمین کچھ مضائقہ نہین ہوتا ورنہ کھوٹی چیز فروخت کرنیوالیکو سزا دیجاتی ہی اور وہ کھوٹی چیز توڑ ڈالی جاتی ہے (درمختار صفحہ ۴۹۹)

اگر کوئی شخص مکان خرید کر اوسمین ایسا کارخانہ جاری کرے جس سے پڑوسیونکو تکلیف ہو مثلاً چمڑے کی دباغت دینے کا کارخانہ جاری کرے تو خریدار کارخانہ مذکور کے اجرا سے ممنوع کیا جائیگا (درمختار صفحہ ۴۹۹)

ذمّی بیوع مین مثل مسلمانون کے ہوتے ہین یعنی جو بیوع مسلمانونکے حق مین باطل

وفاسد ہین وہ اونکے حق ہین بھی باطل و فاسد ہین اور جو مسلمانون کے حق مین صحیح وجائز ہین وہ اونکے حق ہین بھی صحیح وجائز ہین کیونکہ ذمی بذریعہ معاہدہ ذمہ اپنے اوپر ہمارے احکام لازم کر لیتے ہین مگر خمر وخنزیر کی خرید وفروخت اونکے حق مین ایسی ہوتی ہی جیسی ہمارے حق مین بکری اور سرکہ کی خرید وفروخت ہوتی ہی کیونکہ از روئے اعتقاد اونکے نزدیک وہ مال ہوتے ہین چنانچہ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ذمیون کو خمر وخنزیر کی خرید وفروخت کرنے دو اور اونکی قیمت مین سے عشر لیلیا کرو (ہدایہ ج ۳ صفحہ ۱۰۱ عینی علی الکنز)

اگر کافر غلام خریدے جو مسلمان ہو یا کافر کا غلام مسلمان ہو جائے یا کافر قرآن مجید خرید کرے تو غلام کی جو مسلمان ہو یا قرآن مجید کی بیع صحیح ہو گی لیکن کافر مشتری مجبور کیا جائیگا کہ وہ غلام موصوف کو یا قرآن مجید کو کسی مسلمان کے ہاتھ بیع کردے کیونکہ کافر کی خدمت کرنے سے غلام موصوف کی ذلت ہو گی اور قرآن مجید کافر کے قبضہ مین رہنے سے اوسکی بے ادبی کا اندیشہ ہو گا اور اگر کافر کا فرزند صغیر ہو تو اوسکا ولی مجبور کیا جائیگا کہ وہ غلام موصوف کو یا قرآن مجید کو کسی مسلمان کے ہاتھ بیع کردے اور غلام موصوف کی اولاد صغیر اپنے باپ کی تابع ہو گی (در مختار صفحہ ۴۹۰)

مؤلف عرض کرتا ہے کہ یہ مسئلہ اس امر کی دلیل ہی کہ مسلمان کو کافر کی نوکری کرنا ناجائز ہے بلکہ مسلمان جو کافر کا نوکر ہو وہ مجبور کیا جائیگا کہ کافر کی نوکری چھوڑ دے کیونکہ مسئلہ ہذا کی علت ذلت مسلم ہی اور وہ نوکری مین بھی پائی جاتی ہی واللہ اعلم بالصواب

بیع بالوفا اوس بیع کو کہتے ہین جس مین بیع ثمن مقررہ پر باین شرط بیع کی جاتی ہی کہ جب بائع مشتری کو ثمن واپس کردیگا تب مشتری بائع کو مبیع واپس کردیگا مصر مین ایسی بیع کو بیع الامانت اور شام مین بیع الاطاعت کہتے ہین اور شوافع رح اسکو رہن المعاد

لکھتے ہین (درمختار صفحہ) بعض علما کے نزدیک بیع بالوفاء معاملہ رہن ہوتا ہے اس لئے
اونکے نزدیک مشتری کو جائداد مبیعہ سے انتفاع حلال نہین ہوتا۔ اور بعض علماء کے نزدیک
بیع بالوفا بیع ہوتی ہی اسلیئے اونکے نزدیک مشتری کو جائداد مبیعہ سے انتفاع حلال ہوتا ہی
شرح مجمعہ مین ہے کہ اسی قول پر فتوے ہی بعض علما فرماتے ہین کہ اگر عقد بلفظ بیع ہو تو وہ
کسی طرح رہن قرار نہین دیا جا سکتا پھر یہ کہ اگر عقد سے پہلے یا نفس عقد مین شرط فسخ
کر لیجائے یا عاقدین عقد کو غیر لازم سمجھتے ہون تو وہ عقد فاسد ہوتا ہی اور اگر بعد عقد بیع
غیر مشروط فسخ کا وعدہ کر لیا جائے تو بیع صحیح وجائز ہوگی اور ایفاء وعدہ لازم ہو جائیگا
کیونکہ بلحاظ حاجت بعض صورتون مین وعدہ لازم ہو جاتا ہے یہی قول صحیح تر قول ہے
ظہیریہ مین ہی کہ ایسی شرط جو بعد عقد کیجاتی ہی امام صاحب کے نزدیک وہ عقد سے ملحق ہو جاتی
ہے بقول صاحب بزازیہ اگر بائع اوس جائداد کو جس کو کسی کے ہاتھ بیع بالوفاء کر چکا
ہے دوسرے شخص کے ہاتھ بیع قطعی کر دے تو وہ بیع قطعی بیع بالوفاء کے مشتری کی
اجازت پر موقوف ہوگی اور اگر مشتری اوس جائداد کو جس کو اوسنے بطور بیع بالوفاء
خریدا ہے کسی اور کے ہاتھ بیع کر دے تو بائع بالوفاء اور اگر وہ مر گیا ہو تو اوسکے ورثہ کو
مشتری ثانی سے جائداد مذکور کے استرداد کا حق ہوتا ہے شرنبلالیہ مین ہی کہ علما محققین کا
قول جامع یہ ہی کہ بیع بالوفاء بعض احکام مین بمنزلہ بیع فاسد ہوتی ہے اسی وجہ سے
عاقدین کو اوسکے فسخ کر دینے کا اختیار ہوتا ہے اور بعض احکام مین بمنزلہ بیع صحیح ہوتی ہی
اسی وجہ سے مشتری کو مبیع سے انتفاع حلال ہوتا ہی اور بعض احکام مین بمنزلہ رہن ہوتی
ہے اسی وجہ سے مشتری جائداد مشتراۃ کی بیع کا مجاز نہین ہوتا۔ درر مین ہی کہ جائداد
غیر منقولہ کی بیع بالوفاء استحساناً صحیح وجائز ہوتی ہی اور جائداد منقولہ کی بیع بالوفاء کی

صحت مختلف فیہ ہی (درمختار صفحہ ۵۰۵ و ۵۰۶ غایت الاوطار جلد ۳ صفحہ ۱۷۳)

باب ھشتم

استحقاق کے بیان مین

استحقاق اصطلاح فقہی مین کسی شخص کے ایسی چیز کی نسبت طلب حق کرنے کو کھتے ہین جو کسی دوسرے شخص کے قبضہ مین ہو (غایت الاوطار جلد ۳ صفحہ ۱۳۵)

استحقاق دو قسم کا ہوتا ہی ایک وہ جس کی بناء پر اوس چیز کا جس پر حق طلب کیا جاتا ہی کلیتہً مملوک ہونا باطل ہو جائے مثلاً غلام اپنی آزادی کا ادعاء کرکے اپنی آزادی کا حق طلب کرے یا کوئی شخص کسی جائداد کے وقف ہونیکا ادعا کرکے اوسکی تولیت کا حق طلب کرے تو بصورت ثبوت استحقاق غلام کا یا اوس جائداد کا مملوک ہونا کلیتہً باطل ہو جائیگا۔ دوسرا وہ جس کی بناء پر اوس چیز کی ملکیت جس پر حق طلب کیا جاتا ہی ایک شخص سے دوسرے کی طرف منتقل ہو جاتا ہی مثلاً زید جائداد مقبوضہ بکر کی نسبت ادعا کرے کہ وہ میری ہے تو بصورت ثبوت استحقاق کے جائداد مذکور کی ملکیت بکر سے زید کی طرف منتقل ہو جائیگی (درمختار صفحہ ۴۸۶)

پس جو فیصلہ مشعر ثبوت استحقاق قسم اول ہوتا ہی وہ کافۂ انام کے مقابلہ مین قطعی اور مانع سماعت دعویٰ ہوتا ہی مثلاً کسی غلام کی نسبت یہ فیصلہ ہو جائے کہ وہ آزاد ہی تو یہ فیصلہ کافۂ انام کے مقابلہ مین قطعی ہوگا اور وہ ہر ایک شخص کے دعویٰ کا جو بہ نسبت ملکیت غلام مذکور دائر کیا جائے مانع سماعت ہوگا لیکن کسی جائداد کی نسبت یہ فیصلہ کہ وہ وقف ہی بمقابلہ کافۂ انام قطعی اور مانع سماعت دعویٰ ہونا مختلف فیہ مسئلہ ہی (درمختار صفحہ ۴۸۸)

الاشباہ والنظائر مین ہی کہ صرف چار فیصلہ جات ایسے ہین جو کافہ انام کے مقابلہ مین قطعی اور مانع سماعت دعوی ہوتے ہین۔

(۱) یہ کہ فلان شخص آزاد ہے۔

(۲) یہ کہ فلان شخص کا حق ولاء فلان شخص کو ہے۔

(۳) یہ کہ فلان عورت فلان مرد کی منکوحہ ہے۔

(۴) یہ کہ فلان شخص کا نسب فلان شخص سے ثابت ہے۔ پس جب مبیع کی نسبت استحقاق قسم اول ثابت ہوجائے تو وہ موجب فسخ عقد بیع ہوتا ہی لہذا اوسکے مشتری کو بائع یا بائع کے کفیل سے اگر کوئی کفیل ہو ثمن واپس لینے کا حق پیدا ہوجاتا ہی (درمختار صفحہ ۴۸۸)
اور ثبوت استحقاق قسم دوم بنفسہ از روئے ظاہر الروایات موجب فسخ عقد نہین ہوتا کیونکہ ملک غیر کی بیع صحیح ہوتی ہی مگر مالک کی اجازت پر موقوف ہوتی ہی تاہم استحقاق قسم دوم کے ثابت ہوجانے سے مشتری کو بائع سے ثمن واپس لینے کا حق حاصل ہوجاتا ہی لیکن اگر مشتری مستحق سے قبل ثبوت استحقاق وصدور فیصلہ کچھ دیکر صلح کرے تو مشتری کو بائع سے ثمن واپس لینے کا حق نہین رہتا کیونکہ اوسنے مستحق سے صلح کرکے اپنا حق ثمن واپس لینے کا باطل کردیا (درمختار صفحہ ۴۸۸)

اور اگر بعد ثبوت استحقاق وصدور فیصلہ بحق مستحق مشتری مستحق سے بعوض کسی چیز کے صلح کرے تو مشتری کو بائع سے پورا ثمن واپس لینے کا حق ہوگا کیونکہ مشتری کا بعد صدور فیصلہ مستحق سے بعوض کسی چیز کے صلح کرلینا مستحق سے خریداری جدید کرنیکے مانند ہوتا ہے (درمختار صفحہ ۴۹۱)

کیونکہ جو فیصلہ بربناء ثبوت استحقاق قسم دوم ہوتا ہی وہ قابض جائداد متدعویہ پر اور اوس شخص پر جس سے قابض نے جائداد حاصل کی ہے مؤثر ہوتا ہی لہذا دونون کا

یعنی قابض کا اور اوس شخص کا جس سے قابض نے جائداد متدعویہ حاصل کی ہے دعوی ممنوع السماعت ہوتا ہی اگرچہ قابض نے جائداد مذکور اپنے مورث سے بذریعہ وراثت حاصل کی ہو مثلاً زید ایک جائداد پر بربناء وراثت اپنے مورث خالد کے قابض ہے اور اوس جائداد کا فیصلہ بربناء ثبوت استحقاق بکر بحق بکر ہو جائے تو یہ فیصلہ زید اور اوسکے مورث خالد دونون پر مؤثر ہوگا خالد پر مؤثر ہونے کا یہ اثر ہوگا کہ جائداد مذکور کی نسبت خالد کے دوسرے ورثہ کا دعوی بھی ممنوع السماعت ہوگا اگر مبیع پر قبل قبضہ مشتری کسیکو ادعاء استحقاق ہو تو تاوقتیکہ وہ بمقابلہ بائع و مشتری دونون کے دعوے نکرے اوسکا دعوی مسموع نہوگا یعنی مستحق کو دعوی استحقاق مین مشتری کو بھی مدعا علیہ بنانا لازم ہوگا (درمختار صفحہ ۴۸۹)

اگر مشتری کو بوقت خریداری یہ علم ہو کہ مبیع بائع کی ملک نہین ہے تب بھی بصورت ثبوت استحقاق مستحق مشتری کو بائع سے ثمن واپس لینے کا حق ہوتا ہی کیونکہ ملک غیر کی بیع صحیح ہوتی ہی مگر مالک کے جائز قرار دینے پر موقوف ہوتی ہی (درمختار صفحہ ۴۹۰)

اگر مشتری اس امر کا اقرار کرلیتا ہے کہ شئی مشتراۃ ملک بائع ہی اور اوس کے بعد بربناء ثبوت استحقاق شئی مشتراۃ قبضہ مشتری سے نکلجائے اور مشتری اپنا ثمن بائع سے واپس بھی لیلے تاہم اقرار مذکور باطل نہین ہوتا پس ان سب امور کے بعد پھر کسی طریقہ سے مثلاً بطریق بیع یا ہبہ وغیرہ وہی شئی مشتری کے قبضہ مین آجائے تو مشتری کو بربناء اقرار مذکور حکم دیا جائیگا کہ مشتری وہ شئی بائع کو دیدے (درمختار صفحہ ۴۹۰)

دعوی استحقاق مجہول سے بعوض شئی معین صلح کرنا جائز ہوتا ہی لیکن اگر ایسی صلح کرنیکے بعد صلح کرانیوالے کے قبضہ سے جائداد مستحق فیہ کا کوئی جزو کسی دوسرے شخص کے استحقاق

ثابت ہوجانیکی بناء پر نکل جائے تو صلح کرنیوالے کو مدعی حق مجہول سے بدل صلح واپس لینے کا حق نہین ہوتا البتہ اگر دوسرے شخص کے استحقاق ثابت ہوجانیکی بناء پر سالم جائداد اوسکے قبضہ سے نکلجائے تو اوسکو مدعی حق مجہول سے بدل صلح واپس لینے کا حق ہوجاتا ہے مثلاً زید کی مقبوضہ جائداد کی نسبت خالد یہ ادعا کرے کہ اسمین کسیقدر میرا حق ہے اور زید خالد سے بعوض ایک سو روپیہ کے صلح کرلے اوسکے بعد اوسی جائداد کی بابت بکر اپنا استحقاق ثابت کرکے جزو جائداد زید کے قبضہ سے لیلے تو زید کو خالد سے ایک سو روپیہ جو اوسنے خالد کو بربنا صلح دئے تھے واپس لینے کا حق نہوگا لیکن اگر بربناء ثبوت استحقاق بکر کل جائداد زید کے قبضہ سے نکلجائے تو زید کو خالد سے سو روپیہ مذکور واپس لینے کا حق ہوگا کیونکہ جزو جائداد قبضہ زید سے نکلجانیکی صورت مین دعوی خالد مابقی جائداد کے متعلق متصور ہوگا اور کل جائداد قبضہ زید سے نکلجانیکی صورت مین زید کو خالد سے ایکسو روپیہ مذکور واپس لینے کا حق ہوگا کیونکہ اب زید کے قبضہ مین کوئی جزو جائداد باقی نہین جس سے دعوی خالد متعلق ہونا متصور ہوسکے

(درمختار صفحہ ۴۹۰)

اگر مشتری جائداد مشتراۃ کی درستی مین کچھ خرچ کرے اور اوسکے بعد جائداد مذکور بربناء ثبوت استحقاق مستحق قبضہ مشتری سے نکلجائے تو مشتری کو وہ اخراجات جو اوسنے جائداد کی درستی مین کئے تھے نہ بائع سے وصول کرنیکا حق ہوگا نہ مستحق سے

(درمختار صفحہ ۴۹۰)

اگر مشتری نے جائداد مشتراۃ مین ایسی زیادتی کی ہو جو جائداد مشتراۃ سے علیحدہ ہوسکتی ہو اور بقبضہ بائع دیجاسکتی ہو اور مشتری زیادتی مذکور کو بعد ثبوت استحقاق بائع کو دیدے

مثلاً قطعہ اراضی جائداد مشتراۃ ہو اور مشتری نے اوسمین عمارت بنائی ہو اور بعد عمارت بنانیکے اراضی مین کسی کا استحقاق ثابت ہو جائے تو چونکہ عمارت ایسی زیادتی ہی جو اراضی سے علیحدہ ہو سکتی ہی اور بقبضہ بائع دیجا سکتی ہی پس اگر مشتری عمارت مذکور کو اراضی سے علیحدہ کرکے یعنی عملہ عمارت کو بائع کو دیدے تو مشتری کو بائع سے قیمت عملہ عمارت وصول کرنیکا حق ہوگا اور اگر مشتری نے ایسی زیادتی کی ہو جو جائداد مشتراۃ سے علیحدہ نہو سکتی ہو تو مشتریکو بائع سے اوس زیادتی کی قیمت وصول کرنیکا حق نہوگا مثلاً مشتری نے اراضی مشتراۃ مین باوڑی کھودی ہو تو چونکہ باوڑی ایسی چیز نہین ہی جو اراضی سے علیحدہ ہو سکے تو مشتری کو بائع سے قیمت باوڑی یعنی وہ اخراجات جو باوڑی کے کھودنیمین ہوئے ہون وصول کرنیکا حق نہوگا (درمختار صفحہ ۴۹) اگر مشتری نے دو جائدادین بائع سے بصفقہ واحد خریدی ہون اور قبل ازانکہ مشتری نے اون جائدادو نپر قبضہ کیا ہو اونمین سے ایک جائداد پر کسیکا استحقاق ثابت ہو جائے تو مشتری کو اختیار حاصل ہوگا کہ چاہے دوسری جائداد کو بھی نہ لے لیکن اگر بعد ازانکہ مشتری نے دونون جائدادو نپر قبضہ کرلیا ہو اونمین سے ایک جائداد پر کسی کا استحقاق ثابت ہو جائے تو اس صورت مین مشتری کو یہ اختیار نہوگا کہ وہ دوسری جائداد کو بھی بائع کو واپس کردے بلکہ دوسری جائداد کی بیع بحق مشتری لازم ہوگی البتہ صرف جائداد مستحق فیہ کی بقدر بائع سے ثمن واپس لینے کا مشتری کو حق ہوگا (درمختار صفحہ ۴۹)

اگر مشتری نے ایک منزل مکان بعوض ایک قطعہ اراضی خریدا ہو اور مشتری سے وہ مکان اوسکے شفیع نے بربناء شفعہ لیلیا ہو اور اوسکے بعد اوس قطعہ اراضی پر کسیکا استحقاق ثابت ہو جائے اور بربناء ثبوت استحقاق وہ بائع کے قبضہ سے نکلجائے تو بائع کو مکان مذکور شفیع سے واپس لینے کا حق ہوگا کیونکہ بوجہ ثابت ہوجانے استحقاق کے وہ بیع باطل ہوگی جس کی وجہ سے شفیع کو حق شفعہ حاصل ہوا تھا لہذا شفعہ بھی باطل ہوگیا (درمختار صفحہ ۴۹)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کتاب العاریۃ

تمہید حل اصطلاحات وغیرہ مین

(۱) معیر عاریت دینے والے کو کھتے ہین۔
(۲) مستعیر عاریت لینے والے کو کھتے ہین۔
(۳) مستعار اوس شئی یا جائداد کو کھتے ہین جو عاریت لیجاتی ہے

باب اوّل

پہلی فصل تعریف و احکام عاریت کے بیانمین

عقد عاریت مشروع ہی کیونکہ وہ تبرع و احسان ہی اور مسنون ہی کیونکہ خود نبی کریم صلعم نے استعارہ فرمایا ہے (ہدایہ)

عقد اعارہ کا انعقاد فقط ایجاب معیر سے ہوجاتا ہی کیونکہ ہمارے علماء ثلاثہ کے نزدیک منجانب مستعیر لفظاً قبول کرنا انعقاد اعارہ کیواسطے شرط نہین ہی لفظ عاریۃ بعض اہل لغت کے نزدیک منسوب بلفظ عار ہی جس کے معنی ندامت کے ہین اور بعض کے نزدیک

عاریت کا اشتقاق تعاور سے ہے جس کے معنی نوبت و باری کے ہین (عالمگیری)
اور بعض کے نزدیک اس لفظ کا اشتقاق عریہ سے ہے جس کے معنی عطیہ کے
ہین۔ اور اصطلاح فقہ مین بقول اکثر علماء احناف تملیک منافعہ بلا عوض کو عاریت کہتے
ہین لیکن کرخیؒ کے نزدیک اباحت انتفاع بملک غیر کو عاریت کہتے ہین دلائل کرخیؒ
حسب ذیل ہین۔

(۱) یہ کہ عقد عاریت لفظ اباحت سے منعقد ہو جاتا ہے۔

(۲) یہ کہ عقد عاریت مین تعین مدت لازم نہین ہے لہذا بوجہ جہل مدت ملک
ثابت نہین ہوتی۔

(۳) یہ کہ معیر کے امتناع انتفاع پر عمل کیا جاتا ہے۔

(۴) یہ کہ معیر مستعار کو اجارہ پر نہین دیسکتا۔ جس کے جوابات منجانب دیگر
علماء احنافؒ یہ ہین۔

(۱) یہ کہ لفظ اباحت تملیک کے واسطے استعارۃً مستعمل ہوتا ہے چنانچہ عقد اجارہ بھی
لفظ اباحت سے منعقد ہو جاتا ہے حالانکہ اجارہ بالاتفاق تملیک منافعہ ہے بلکہ بالعوض ہونیکی وجہ سے
بیع منافعہ ہے

(۲) یہ کہ لفظ عاریت لفظ عریہ سے مشتق ہے جس کے معنی عطیہ کے ہین اور عطیہ مین
بالاتفاق تملیک ہوتی ہے۔

(۳) یہ کہ عقد عاریت لفظ تملیک سے منعقد ہو جاتا ہے۔

(۴) یہ کہ منافعہ جائداد مثل عین جائداد قابل تملیک ہوتا ہے جیسے تملیک مین
جائداد بالعوض کو بیع اور بلا عوض کو ہبہ کہتے ہین ایسے ہی تملیک منافعہ بالعوض کو اجارہ

اور بلا عوض کو عارہ کہتے ہین۔

(۵) یہ کہ اعارہ کے عقد غیر لازم ہونیکی وجہ سے جہالت مدت مضر و مفضی الی النزاع نہین ہوتی یعنی جہالت مدت کیوجہ سے جھگڑا پیدا نہین ہوسکتا کیونکہ مدت معین ہونیکی صورت مین بھی معیر کو ہر وقت عاریت کے فسخ کر دینے اور امتناع انتفاع کا اختیار ہوتا ہی۔

(۶) یہ کہ عقود تبرع مین معقود لہ کی ملک قبضہ سے ثابت ہوا کرتی ہی اور منافعہ پر قبل انتفاع قبضہ محال ہی لہذا جس وقت معیر امتناع انتفاع کرتا ہے وہ قبل ثبوت ملک مستعیر ہوتا ہے اس لئے جہالت مدت کسیطرح موجب نزاع نہین ہوسکتی۔

(۷) یہ کہ مستعیر کو مستعار کے اجارہ پر دینے کا اختیار نہونیکی یہ وجہ ہی کہ عقد اجارہ عقد اعارہ سے اعلیٰ ہی اور اصولاً کوئی عقد اپنے سے اعلیٰ عقد کو متضمن و حاوی نہین ہوتا (ردالمحتار)

عقد عاریت کیواسطے عربی زبان مین لفظ عاریت اور اردو زبان مین عاریت و پروانگی سے دینا صریح ہین (ہدایہ)

ہر ایسی چیز کا اعارہ جائز ہوتا ہی جس سے اس طرح انتفاع ممکن ہو کہ باوجود انتفاع وہ چیز قائم رہے (عالمگیری) چنانچہ جائداد مشاع کا اعارہ جائز ہوتا ہے خواہ وہ قسمت پذیر ہو یا غیر قسمت پذیر ہو (درمختار)

صحت عقد اعارہ کیواسطے معیر کا بالغ ہونا شرط نہین ہی صبی ماذون کا اعارہ صحیح ہوتا ہے (عالمگیری) البتہ باپ کو اولاد صغار کے مال کا اور وصی کو موصی لہ کے مال کا اور قاضی کو یتیم کے مال کا عاریت دینے کا اختیار نہین ہوتا (درمختار)

عقد اعارہ مثل عقد اجارہ کے احد المتعاقدین کی وفات سے فسخ ہوجاتا ہے (اشباہ النظائر)

دوسری فصل اقسام عاریت کے بیان مین

عقد عاریت مطلق و مقید ہونے کے لحاظ سے چار قسم کا ہوتا ہے۔

(۱) یہ کہ باعتبار نوعیت انتفاع و باعتبار وقت انتفاع مطلق ہو ایسی عاریت مین مستعیر مستعار سے جسوقت چاہی اور جس قسم کا چاہے نفع حاصل کر سکتا ہے۔

(۲) یہ کہ باعتبار نوعیت انتفاع و باعتبار وقت انتفاع مقید ہو ایسی عاریت مین مستعار سے فقط وقت معینہ مین انتفاع معینہ حاصل کر سکتا ہی اوسکے خلاف مضر نفع حاصل کرنیکی صورت مین مستعیر مستوجب ضمان ہوتا ہے۔

(۳) یہ کہ باعتبار وقت انتفاع مقید ہو اور باعتبار نوعیت انتفاع مطلق ہو ایسی عاریت مین مستعیر مستعار سے وقت معینہ مین جو انتفاع چاہی حاصل کر سکتا ہے۔

(۴) یہ کہ باعتبار وقت انتفاع مطلق ہو اور باعتبار نوعیت انتفاع مقید ہو ایسی عاریت مین مستعیر مستعار سے نوع معینہ کا انتفاع جسوقت چاہی حاصل کر سکتا ہی (درمختار)

باب دوئم
معیر کے اختیار رجوع کے بیان مین

عقد عاریت اگرچہ مؤقت ہو تاہم معیر کو وقت معینہ سے پہلے بھی جسوقت چاہے عاریت سے رجوع کر لینے کا اختیار ہوتا ہی (ہدایہ)

کیونکہ عاریت تملیک منافعہ کو کھتے ہین اور تملیک منافعہ باعتبار حدوث منافعہ آناً فاناً ہوتی ہی پس جسوقت بھی معیر امتناع انتفاع کرتا ہی وہ قبل تملیک انتفاع آیندہ ہوتا ہے اور

امتناع انتفاع ہی کو رجوع عن العاریت کہتے ہین۔ تاہم بعض صورتون مین عاریت لازم ہو جاتی ہی مثلاً ایک دیوار اس غرض سے عاریت دیجائے کہ مستعیر اوسپر اپنے مکان کی کڑیان رکھے اور مستعیر کے کڑیان رکھ لینے کے بعد معیر اوس دیوار کو بیع کردے تو مشتری کو یہ اختیار نہوگا کہ مستعیر کو کڑیان اوٹھا لینے پر مجبور کرسکے لیکن بعض فقہاء کے نزدیک مشتری دیوار کو یہ اختیار فقط اوس صورت مین نہین ہوتا جبکہ بائع نے بیع مین یہ شرط کرلی ہو کہ مشتری کو ایسا اختیار نہوگا ورنہ اگر بیع بلا شرط ہو تو مشتری کو اختیار ہوتا ہے کہ مستعیر کو کڑیان اوٹھا لینے پر مجبور کرے (اشباہ والنظائر)

مستعار مستعیر کے قبضہ مین امانت ہوتا ہی لہذا اگر مستعار بلا تعدی مستعیر اوس کے قبضہ مین ہلاک ہو جاتی ہی تو مستعیر پر ضمان عائد نہین ہوتا اگرچہ عقد عاریت مین ضمان کی شرط کیگئی ہو کیونکہ ایسی شرط باطل ہوتی ہی جس کی دلائل فقہی یہ ہین کہ خود لفظ عاریت مقتضی ضمان نہین ہے کیونکہ وہ تملیک یا اباحت منافعہ ہی دوسرے یہ کہ مستعیر مستعار پر بلا تعدی بلکہ باجازت معیر قبضہ کرتا ہی تیسرے یہ کہ قبضہ کرنا موجب ضمان ہونے مین اتلاف سے زیادہ نہین ہوتا پس جبکہ اتلاف جو باجازت ہو موجب ضمان نہین ہوتا تو قبضہ کرنے سے بدرجہ اولی ضمان عائد نہونا چاہیئے (درمختار)

باب سوئم

پہلی فصل مستعیر کے اختیار دربارہ اعارہ کے بیان مین

اگر شئے مستعار ایسی ہو کہ استعمال کرنیوالونکے اختلاف سے اوسمین فرق نہ پیدا ہوتا ہو جیسا

مکان کہ اختلاف مکین سے اوسمین فرق پیدا نہین ہوتا اور عاریت باعتبار نوعیت مطلق ہو تو مستعیر مستعار کے عارہ کا مجاز ہوتا ہی (ہدایہ)

اور اگر شئی مستعار ایسی ہو کہ اوسمین اختلاف استعمال کنندہ سے فرق پیدا ہوتا ہو جیسے کہ زین سواری کا گھوڑا کہ اوسمین سوار کے اختلاف سے فرق پیدا ہوتا ہی اور استعارہ باعتبار نوعیت مقید ہو یعنی معیر نے فقط مستعیر کو سوار ہونیکی اجازت دی ہو تو مستعیر اوسکے عارہ کا مجاز نہین ہوتا اور اگر ایسی شئی مین بھی استعارہ مطلق ہو تو مستعیر کو عارہ کا اختیار ہوتا ہے یعنی چاہی خود سوار ہو یا کسی کو سوار ہونے کیواسطے دیدے لیکن خود سوار ہونے کے بعد دوسرے کو نہین دیسکتا اور دوسریکو سوار ہونے کے واسطے دینے کے بعد خود سوار نہین ہوسکتا (درمختار)

دوسری فصل اس بیان مین کہ مستعیر کو مستعار کے رہن و اجارہ کا اختیار ہوتا ہے یا نہین

مستعیر کو مستعار کے رہن یا اجارہ کا اختیار نہین ہوتا کیونکہ رہن و اجارہ کا درجہ اعارہ سے اعلیٰ ہی اور کوئی عقد اپنے سے اعلیٰ عقد کو متضمن نہین ہوسکتا دوسرے یہ کہ اگر مستعیر کو رہن و اجارہ کا مختار قرار دیا جائے جنکا موقت ہونا لازم ہی تو معیر کا جو متبرع ہے تبرع سے زیادہ نقصان لازم آتا ہی کیونکہ وہ مدت رہن یا اجارہ تک فسخ عاریت نکرسکیگا اور یہ امر کہ معیر جسوقت چاہے فسخ عاریت نکرسکے اقتضاء عقد عاریت کے خلاف ہی اس لئے مستعیر مستعار کو رہن کرنے یا اجارہ پر دینے سے غاصب ہوجاتا ہی اور اسوجہ سے مستوجب ضمان ہوجاتا ہی اور معیر کو اختیار ہوتا ہی کہ ضمان چاہے مستعیر سے وصول کرے چاہے مرتہن

و مستاجر سے وصول کرے کیونکہ مرتہن و مستاجر نے اپنی ذات کیواسطے مستعار پر بلا اجازت مالک قبضہ کیا ہی اور ایسا قبضہ موجب ضمان ہوتا ہی (ہدایہ)

پھر یہ امر بھی قابل لحاظ ہوتا ہے کہ اگر مرتہن یا مستاجر کو بوقت رہن رکھنے یا اجارہ پر لینے کے یہ امر معلوم ہوتا ہی کہ شئی مرہونہ یا مستاجرہ مستعار ہی تو اوسکو رقم ضمان جو معیر اوس سے وصول کرے مستعیر سے وصول کرنیکا حق نہین ہوتا کیونکہ اس صورت مین اوسکو منجانب مستعیر دہوکہ نہین ہوتا اور اگر مرتہن و مستاجر کو یہ امر معلوم نہو تو مرتہن و مستاجر کو اوس رقم ضمان کے جو معیر نے اونسے وصول کر لی ہو مستعیر سے وصول کرنیکا حق ہوتا ہے کیونکہ اس صورت مین اوسکو منجانب مستعیر دہوکہ ہوتا ہے (درمختار)

تاہم کسی چیز کو رہن کرنے کیواسطے یا اجارہ پر چلانے کیواسطے مستعار لینا جائز ہوتا ہی اگر مستعیر مستعار کو اجارہ پر چلائے تو گو مستحق اجرت مستعیر ہوتا ہی مگر امام صاحبؒ فرماتے ہین کہ اوسکو رقم اجرت صدقہ کر دینا چاہیئے (عالمگیری)

تیسری فصل مستعیر کو مستعار کے امانت رکھانیکے اختیار کے بیان مین

مستعیر کو مستعار کے امانت رکھانیکا اختیار نہین ہوتا کیونکہ مستعیر کا قبضہ خود امانتی ہوتا ہے اور امین بلا اجازت مالک امانتی چیز کو دوسرے کے پاس امانت رکھانیکا مجاز نہین ہوتا لہذا اگر مستعیر مستعار چیز کو کسی دوسرے کے پاس امانت رکھا دے اور وہ مستعار چیز امین کے قبضہ مین ضائع ہو جائے تو مستعیر پر ضمان عائد ہوگا مگر بعض فقہاء کے نزدیک عقد عارہ

عقد ودیعت کو متضمن و حاوی ہوتا ہی کیونکہ عقد عارہ عقد ودیعت سے اعلی ہی لہذا مستعیر کو مستعار کے امانت رکھادینے کا اختیار ہوتا ہے لیکن مستعیر کو جس مستعار کے اعارہ کا اختیار نہین ہوتا اوسکے امانت رکھانیکا بھی بالاتفاق اختیار نہین ہوتا (عالمگیری)

باب چہارم
اعارہ اراضی کے بیان مین

اراضی کا اعارہ عمارت بنانے کیواسطے یا باغ لگانے کیواسطے جائز ہوتا ہی کیونکہ منفعت معلوم و معین ہوتی ہی (درمختار)

ایسے اعارہ اراضی مین بھی خواہ موقت ہو یا مطلق ہو معیر کو اختیار ہوتا ہی کہ جسوقت چاہی اعارہ سے رجوع کرکے مستعیر کو عمارت یا اشجار کے اکھاڑ لیجانے پر مجبور کرے لیکن اگر ایسا اعارہ موقت ہو اور معیر قبل از وقت اعارہ سے رجوع کرکے مستعیر کو عمارت یا اشجار کے اکھاڑ لیجانے پر مجبور کرتا ہے تو معیر مستعیر کے اوس نقصان کا جو قبل از وقت عمارت یا اشجار کے اکھاڑنیکی وجہ سے ہو ذمہ دار ہوتا ہی کیونکہ اعارہ کے موقت ہونیکی وجہ سے مستعیر کو منجانب معیر دہوکہ ہوا کیونکہ اوسنے اس امر ظاہر پر بھروسہ کرکے کہ وقت معینہ تک معیر رجوع نکریگا عمارت بنائے اور اشجار نصب کیئے تھے اور معیر کا قبل از وقت رجوع کرنا خلاف امر ظاہر ہی بخلاف اعارہ مطلق کے کہ اوسمین مستعیر کا یہ بھروسہ کرنا کہ معیر فلان وقت تک رجوع نکریگا اوسکی غلط فہمی ہی اعارہ مطلق مین جسوقت بھی معیر رجوع کرے یہ نہ سمجھا جائیگا کہ مستعیر کو اوسکے وعدہ کی بناء پر دہوکہ ہوا لہذا معیر ذمہ دار نقصان نہوگا اس مسئلہ مین ایک اور امر قابل ذکر ہے

وہ یہ کہ اگر عمارت یا اشجار کے اکھاڑنے مین اراضی کو نقصان پہونچتا ہو تو معیر یعنی مالک اراضی کو اختیار ہوتا ہی کہ عمارت و اشجار کی قیمت مستعیر کو دیکر عمارت و اشجار لیلے کیونکہ اراضی اصل ہوتی ہے اور عمارت و اشجار اوسکے تابع ہوتے ہین اور اصولاً اصل کو توابع پر ترجیح ہوتی ہے اور اگر عمارت و اشجار کے اکھاڑنے مین اراضی کو نقصان نہ پہنچتا ہو تو مستعیر کو اختیار ہوتا ہے کہ چاہے عمارت و اشجار کو اکھاڑ لیجائے اور چاہے اون کی قیمت معیر سے لیلے۔ (در مختار)

اگر اراضی زراعت کیواسطے مستعار دیجائے تو گو اوس صورت مین بھی معیر کو ہر وقت رجوع کا اختیار ہوتا ہے لیکن چونکہ زراعت کی مدت قلیل اور معلوم ہوتی ہے بخلاف عمارت و اشجار کے اسلئے باوجود رجوع کر لینے کے معیر مستعیر کو زراعت اکھاڑ لیجانے پر مجبور نہین کر سکتا اگرچہ اعارہ موقت ہو بلکہ زراعت کے درو ہونے تک اراضی مذکور بادا ء لگان مثل بقبضہ مستعیر رکھی جائے گی تاکہ جانبین کے حقوق کو نقصان نہ پہنچے۔ (در مختار) اراضی کا بغرض عمارت باین شرط عاریت دینا کہ جب معیر عاریت سے رجوع کریگا تو وہ عمارت جو مستعیر نے بنائی ہی ملک مستعیر ہو جائے گی یہ عقد اعارہ نہین ہوتا بلکہ عقد اجارہ ہوتا ہے اور وہ بھی بوجہ جہالت مدت فاسد ہوتا ہے (در مختار)

قاعدہ متذکرہ صدر بطور اصول ہر ایسے اعارہ مین ملحوظ رہتا ہے جسمین قبل از وقت معیر کے رجوع کرنے سے مستعیر کو نقصان پہنچتا ہو مثلاً ایک باندی مستعیر کے بچّہ کو دودھ پلانے کیواسطے مستعار دیجائے اور بچہ اوس باندی سے ایسا مانوس ہو جائے کہ دوسری عورت کا دودھ نہ پیئے تو معیر باوجود رجوع کر لینے کے باندی مذکور کو تا مدت رضاعت واپس نہ لے سکیگا صرف اجرت مثل لینے کا مستحق ہوگا (اشباہ والنظایر)

اگر اراضی بغرض زراعت مستعار لیجائے تو مستعیر کو دستاویز مین امام صاحبؒ کے نزدیک یہ صراحت کرنی چاہیئے کہ اراضی بغرض زراعت عاریت لیگئی ہے اور صاحبینؒ کے نزدیک فقط یہ لکھدینا کہ اراضی عاریت لیگئی ہے کافی ہوتا ہے (ہدایہ)

باب پنجم

سونے چاندی اور ایسی چیزون کے اعارہ کے بیان مین جنسے اس طرح انتفاع نہو سکتا ہو کہ باوصف انتفاع وہ قائم رہین

سونا چاندی اگر ایسی غرض کے واسطے عاریت دیجائین کہ اونکے صرف ہوئے بغیر وہ غرض حاصل ہو سکے تو اونکی عاریت جائز ہوتی ہے اور مستعیر کو بجز اوس غرض کے اور کسیطرح کے انتفاع کا اختیار نہین ہوتا مثلاً زیورات کا اعارہ بغرض پہننے کے یا روپیہ اشرفی کا اعارہ اس غرض سے کہ صرافت کی دوکان مین بغرض زینت وبھرم رکھی رہین جائز ہوتا ہے اور مستعیر زیورات کے پہننے یا روپیہ اشرفی کو دوکان مین رکھنے کے سوا اور کسی طرح کے انتفاع کا اختیار نہین ہوتا (درمختار)

ورنہ ایسی چیزون کا اعارہ جنسے بغیر اونکے صرف کئے انتفاع نہو سکے قرض ہوتا ہے کیونکہ ایسے انتفاع کے واسطے جس سے اصل چیز قائم نرہے عین شئی کی تملیک کی ضرورت ہوتی ہے اور عین شئی کی تملیک بلاعوض بذریعہ ہبہ یا صدقہ یا قرض ہی ہو سکتی ہے چونکہ قرض کا مرتبہ ہبہ وصدقہ سے ادنی ہوتا ہے اسلئے اشیاء موصوف کا اعارہ قرض قرار دیا جاتا ہے (عالمگیری)

باب ششم

اس بیان مین کہ مستعار کی خوراک اور اخراجات واپسی وغیرہ بذمہ مستعیر ہوتے ہین

غلام باندی مستعار کا نفقہ اور جانور مستعار کا گھاس دانہ اور اخراجات واپسی مستعار بذمہ مستعیر ہوتے ہین کیونکہ مستعار کا معیر کو واپس پہنچا دینا بذمہ مستعیر واجب ہوتا ہے لیکن مستعار غلام باندی کا لباس بذمہ مستعیر نہین ہوتا (درمختار)

یہ امر کہ مستعیر مستعار کو کس جگہ واپس پہنچائے اور کس کے حوالہ کرے شئی مستعار کی نوعیت وحیثیت اور عرف پر منحصر ہوتا ہی مثلاً مستعار زیورات وجواہرات کا بلحاظ اون کی نوعیت وحیثیت کے خود معیر کو واپس دینا لازم ہوتا ہے پس اگر مستعیر زیورات وجواہرات مستعار معیر کے غلام باندی یا ملازم ماہوار یاب کو واپس دیدے اور اوسکے پاس سے وہ ہلاک ہوجائین تو مستعیر پر ضمان عائد ہوگا (عالمگیری)

اور اگر مثلاً شئی مستعار غلام باندی ہو اور مستعیر اونکو مکان معیر مین واپس پہنچادے تو مستعیر بری الذمہ ہوجاتا ہے علی ہذا جانور مستعار کو معیر کے اصطبل مین خود پہنچا دینے سے یا اپنے غلام یا باندی کے ہاتھ بھیجدینے سے یا معیر کے غلام باندی یا ملازم ماہوار یاب کے سپرد کردینے سے بری الذمہ ہوجاتا ہی لیکن اگر مستعیر جانوران مستعار کو شخص اجنبی کے ہاتھ سے واپس بھیجے اور جانور شخص اجنبی کے قبضہ مین ہلاک ہوجائین تو مستعیر پر ضمان عائد ہوگا کیونکہ شخص اجنبی کا قبضہ امانتی ہوگا (ہدایہ)

اعارہ موقتہ مین بعد انقضاء وقت مستعیر کا مستعار کو روک رکھنا تعدی ہوتا ہے اسلئے اگر مستعیر کے وقت موقتہ کے بعد روک رکھنے کے مستعار ہلاک ہو جائے تو مستعیر پر بوجہ تعدی مذکور ضمان عائد ہوگا (درمختار) ملازم ماہوار یا ب داخل عیال آقا ہوتا ہے روزانہ اجرت پانیوالا ملازم داخل عیال آقا نہین ہوتا (ہدایہ)

باب ہفتم

مسائل متفرق متعلقہ عاریت کے بیان مین

ایک شخص دوسرے شخص سے جانور مستعار طلب کرے اور وہ کہدے کہ کل دونگا دوسرے روز مستعیر بلا استجازت معیر جانور مذکور کو لیجاکر استعمال کرے اور جانور ہلاک ہو جائے تو مستعیر پر ضمان عائد نہوگا (درمختار)

لیکن اگر معیر نے بجواب طلب مستعیر کچھ جواب ندیا ہو بلکہ خاموش رہا ہو تو اعارہ ثابت نہوگا مستعیر جانور کے لیجانے سے غاصب یا سارق ہوگا (قاضیخان)

جانور کا باین شرط قرض لینا کہ یہی جانور واپس کر دیا جائیگا عاریت ہوتا ہی پس اگر کوئی جانور اس شرط سے عاریت لیا جائے اور مستعیر کے قبضہ سے ڈاکو جانور مذکور کو چھین لین تو مستعیر پر ضمان عائد نہوگا (عالمگیری)

اگر مستعیر نے شہر مین کسی مقام معین تک جانے کیواسطے کہکر یا مثلاً چار میل تک جانیکے واسطے کہکر جانور عاریت طلب کیا ہو تو مستعیر کو مقام مذکور تک یا چار میل تک جاکر اوسی جانور مستعار پر واپس آنیکا بھی حق ہوتا ہے (عالمگیری)

اگر معیر نے مقام معین تک معین راستہ سے جانے کیواسطے جانور عاریت دیا ہوا ور مستعیر اوسی مقام تک جانور مستعار پر جائے مگر دوسرے سے جائے اور جانور ہلاک ہو جائے تو اگر وہ راستہ راستہ معینہ سے زیادہ دور ہو یا جاری نہو یا مامون نہو تو مستعیر پر ضمان عائد ہوگا ورنہ نہین (عالمگیری)

اگر مستعیر جانور مستعار سے اتر کر اوسکو چھوڑ دے یا کسی چیز سے باندہ دے اور خود مسجد یا کسی مکان مین چلا جائے اور جانور ہلاک ہو جائے تو اگر جانور مستعیر کی نظر کے سامنے تھا تو اوسپر ضمان عائد نہوگا اور اگر جانور اوس کی نظر سے غایب تھا تو اوسپر ضمان عائد ہوگا (عالمگیری) اگر شئی مستعار بقبضہ مستعیر ہلاک ہو جائے اور اوسکے بعد مستعار پر کسی کا استحقاق ثابت ہو جائے تو مستحق کو اختیار ہوگا کہ معیر و مستعیر مین سے جس سے چاہے ضمان وصول کرلے اور جس سے بھی وہ ضمان وصول کرلیگا اوسکو دوسرے سے رجوع کرنیکا حق نہوگا (عالمگیری)

باپ مان یا ولی صغیرہ نے صغیرہ کو جو کچھ جہیز دیا ہو اگر وہ اوس کی نسبت ادعا کرے کہ وہ عاریت دیا گیا تھا تو اوسکا قول بوجہ خلاف عرف وعادت ہونیکے قبول نکیا جائیگا لیکن اگر کسی مقام کا عرف وعادت ایسا ہو کہ لڑکی کو جہیز عاریتاً دیا جاتا ہو یا یہ عرف وعادت ہو کہ کچھ جہیز لڑکی کو بطور ملک دیا جاتا ہو اور کچھ عاریتاً دیا جاتا ہو یا یہ کہ جہیز اوس مقدار سے زیادہ ہو جو عرفاً وعادتاً اوس کی ہم مثل لڑکیون کو لوگ دیا کرتے ہین تو باپ مان یا ولی کا جیسی صورت ہو قول مقبول ہوگا اسی پر علماء کا اتفاق اور مفتیون کا فتوی ہے (درمختار) المالک ھو اللہ الجبار و کل شی منہ مستعار۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کتاب الھبۃ والصدقۃ

تمہید بعض لغات و اصطلاحات کی تشریح مین

(۱) لفظ ہبہ وہب سے مشتق ہے جس کے لغوی معنی کوئی چیز دینے کے ہین عام ازینکہ وہ چیز مال ہو یا نہو اور بعض اہل لغت کے نزدیک وہب کے معنی دوسرے پر فضیلت چاہنے کے ہین گو وہ فضیلت چاہنا بغیر مال ہو۔ اور اصطلاح شرعی مین دوسرے شخص کو بلا عوض اپنے مال کا مالک بنا دینا ہبہ کہلاتا ہے۔

(۲) ہبہ عمری اوس ہبہ کو کہتے ہین جس کے ذریعہ سے واہب موہوب لہ کو تا حیات موہوب کا مالک بناتا ہے۔

(۳) ہبہ رقبی اوس ہبہ کو کہتے ہین جسمین موہوب کے متعلق یہ شرط کی جاتی ہے کہ اگر واہب پہلے مرجائے تو موہوب کا مالک موہوب لہ ہو جائیگا اور اگر موہوب لہ پہلے مرجائے تو موہوب کو واہب واپس لیلے گا۔

(۴) موہوب یا ہبہ اوس چیز کو کہتے جو ہبہ کی جاتی ہے۔ عمری اوس چیز کو کہتے ہین جو ہبہ عمری کی جاتی ہے اور رقبی اوس چیز کو کہتے ہین جو ہبہ رقبی کیجاتی ہے۔

(۵) واہب ہبہ کرنیوالے شخص کو کھتے ہین۔ معمر ہبہ عمری کرنیوالے کو اور رمترقب ہبہ رقبی کرنیوالے کو کھتے ہین۔

(۶) موہوب لہ اوس شخص کو کھتے ہین جس کے حق مین ہبہ کیجاتی ہے اور معمرلہ اوسکو جس کے حق مین ہبہ عمری کی جاتی ہے اور رمترقب لہ اوسکو جس کے حق مین ہبہ رقبی کیجاتی ہے کھتے ہین۔

(۷) مشاع کسی جائداد کے حصہ غیر منقسمہ کو کھتے ہین۔

(۸) مشاع قابل القسمت اوس مشاع کو کھتے ہین جو اس طرح تقسیم ہو سکے کہ اوسکے اجزا منقسمہ اوسکے موضوع لہ مین کارآمد ہوسکین۔

(۹) مشاع نا قابل القسمت اوس مشاع کو کھتے ہین جو تقسیم نہو سکے جیسے حصہ غلام یا حصہ جانور۔ یا اس طرح تقسیم نہو سکے کہ اوسکے اجزا منقسمہ اوس کے موضوع لہ مین کارآمد نہو سکین جیسے حصہ حمام۔

(۱۰) صدقہ اپنے مال کا بلا عوض دوسرے کو بہ نیت حصول ثواب مالک بنا دینے کو کھتے ہین۔

(۱۱) تصدق یا صدقہ اوس چیز کو کھتے ہین جو صدقہ کی جاتی ہے۔

(۱۲) متصدق۔ صدقہ دینے والے شخص کو کھتے ہین۔

(۱۳) متصدق علیہ اوس شخص کو کھتے ہین جسکو صدقہ دیا جاتا ہے۔

پہلا باب

پہلی فصل عقد ہبہ کے مشروع ہونے اور اوسکے مقصود و ارکان کے بیان مین

عقد ہبہ بدلیل فرمان مبارک تھادوا تحابوا مشروع ہی اور باجماع صحابہؓ ہبہ کرنا مستحب اور اوسکا قبول کرنا مسنون ہے (ہدایہ ج ۲)

مثل دیگر عقود کے عقد ہبہ کے ارکان بھی ایجاب و قبول متعاقدین ہین مگر شیخ الاسلام خواہر زادہؒ کے نزدیک عقد ہبہ کا رکن صرف ایجاب واہب ہے قبول موہوب لہ اونکے نزدیک رکن عقد ہبہ نہین ہی۔ لہذا ایجاب و قبول ہوجانے سے اور شیخ الاسلام کے نزدیک صرف ایجاب ہوجانیسے عقد ہبہ منعقد ہوجاتا ہے (حاشیہ ہدایہ ج ۲ مولوی عبدالحی صاحب)

مقصود ہبہ واہب کا ارادہ حصول خیر ہوتا ہے عام ازینکہ وہ خیر دینی ہو یا دنیوی ہو (درمختار) حکم و اثر ہبہ یہ ہی کہ موہوب پر موہوب لہ کی ملکیت غیر لازم ثابت ہوجاتی ہی یعنی ایسی ملکیت ثابت ہوجاتی ہی جس کے فسخ کردینے کا واہب کو حق و اختیار ہوتا ہے لیکن ثبوت حکم کے واسطے ضرور ہی کہ موہوب پر موہوب لہ کا قبضہ ہوجائے ورنہ صرف ایجاب و قبول ہوجانے سے حکم و اثر ہبہ یعنی موہوب پر ملکیت موہوب لہ ثابت نہین ہوتی لزوم قبضہ کی دلیل منقولی فرمان مبارک نبی صلعم ہے (لا یجوز الھبة الا مقبوضةً)

---

(۱) پرسرام بنام پانڈا آئین دکن جلد ۲ صفحہ ۳۴ (۲) راجچند بنام رکما بائی آئین دکن جلد ۲ صفحہ ۲۰۵ (۳) پیر محمد بنام قادر علی آئین دکن جلد ۳ صفحہ ۲۷۵ (۴) بہادر حسین بنام حسین بی آئین دکن جلد ۴ صفحہ ۲۲۴ (۵) اصغر حسین بنام صغرا بیگم ہفتہ وار الہ آباد بابتہ ۱۸۸۳ء صفحہ ۱۰۶

اس فرمان مبارک مین عدم جواز ہبہ سے عدم ثبوت حکم یعنی ملکیت موہوب لہ مراد ہی
کیونکہ نفس ہبہ کا جواز تو بدون قبضہ بھی ثابت ہی۔ اور دلیل فقہی یہ ہے کہ اگر صرف ایجاب
وقبول ہو جانے سے ملکیت موہوب لہ ثابت ہو جانا تسلیم کر لیا جائے تو واہب پر جو
متبرع ہے تکلیف قبضہ دہی لازم کرنا ہو گی جسکے برداشت کرنیکا اوسنے تبرع نہین کیا
حالانکہ اصولاً متبرع پر کوئی ایسا امر لازم نہین کیا جا سکتا جسکا اوسنے تبرع نکیا ہو۔ اس دلیل پر
یہ اعتراض وارد ہوتا ہی کہ وصیت بھی تبرع ہے تو اوسمین بلا قبضہ موصی لہ کی ملکیت
موصی بہ پر کیون ثابت ہو جاتی ہی اس کا جواب یہ ہے کہ اوّل تو وصیت مین قبضہ
منصوص علیہ نہین ہی دوسرے یہ کہ موصی بہ مین ملکیت موصی لہ بعد وفات موصی ثابت
ہوتی ہے جبکہ موصی مین یہ قابلیت نہین رہتی کہ اوسپر کوئی امر لازم کیا جا سکے اور چونکہ
وصیت کو وراثت پر تقدم ہے اسلیئے ورثاء موصی کو موصی بہ مین کچھ حق ہی حاصل نہین
ہوتا لہذا الفور وفات موصی ملوصیٰ بہ مین ملکیت موصی لہ ثابت ہو جانا تسلیم کیئے بغیر
چارہ نہین ہوتا (در مختار۔ عالمگیری)

ایجاب ہبہ کرنے سے چونکہ واہب کا مقصود موہوب مین موہوب لہ کی ملکیت
ثابت کرنا ہوتا ہی اسلیئے ایجاب واہب سے یہ متصور ہوتا ہے کہ واہب نے موہوب لہ کو موہوب پر
قبضہ کر لینے کا اختیار دیدیا لہذا اگر موہوب لہ بلا اجازت واہب مجلس ایجاب مین موہوب پر
قبضہ کر لیتا ہے تو استحساناً اوسکا قبضہ صحیح ہوتا ہے اور وہ قبضہ قائم مقام قبول ہوتا ہے
اسی واسطے یہ شرط لگائی گئی ہے کہ قبضہ مجلس ایجاب مین کیا جائے ورنہ بجز اس کے
کہ واہب نے مجلس ایجاب مین موہوب لہ کو موہوب پر قبضہ کر لینے کی صریحاً اجازت
دیدی ہو بعد افتراق مجلس ایجاب موہوب لہ کا موہوب پر بلا اجازت قبضہ کر لینا صحیح

نہین ہوتا اور اگر واہب بعد ایجاب موہوب لہ کو پھر قبضہ کرنیسے منع کردے تو پھر نہ مجلس ایجاب مین نہ اوسکے متفرق ہونیکے بعد موہوب لہ کا قبضہ کسی وقت مین صحیح نہین ہوتا کیونکہ بموجودگی ممانعت صریح ایسی اجازت پر عمل نہین کیا جاسکتا جو دلالۃً مستنبط ہوتی ہے (ہدایہ ج ۲)

منجانب واہب موہوب لہ کو قبضہ موہوب پر قدرت دیدینا بمنزلہ قبضہ دیدینے کے ہوتا ہے مثلاً واہب کا موہوب لہ کی طرف صندوق پارچہ ہائے موہوبہ بڑھا دینا بمنزلہ پارچہ ہائے موہوبہ پر قبضہ دیدینے کے ہوتا ہے بشرطیکہ صندوق غیر مقفل ہو کیونکہ غیر مقفل صندوق کے بڑھا دینے سے موہوب لہ کو پارچہ ہائے موہوبہ پر قبضہ کرنیکی قدرت حاصل ہو جاتی ہے اور مقفل صندوق کے بڑھا دینے سے قدرت حاصل نہین ہوتی (درمختار)

عقد ہبہ کیواسطے عربی مین الفاظ ہبہ عطا و نحل صریح ہین اور اردو مین الفاظ ہبہ مفت دیدینا معافی مین دینا صریح ہین (ہدایہ ج ۲)

عقد ہبہ شروط فاسدہ سے فاسد نہین ہوتا بلکہ شروط فاسدہ عقد ہبہ مین باطل ہوتی ہین۔ شروط فاسدہ سے عقود کے فاسد نہونیکا یہ کلیہ یاد رکھنے کی قابل ہے کہ ایسی عقود جن مین معقود علیہ پر معقود لہ کا قبضہ ہونا لازم ہوتا ہے وہ شروط فاسدہ سے فاسد نہین ہوتے اونمین شروط فاسدہ باطل ہوتی ہین (عالمگیری)

دوسری فصل اس بیان مین کہ موہوب لہ صغیر کی جانب سے موہوب پر کس کا قبضہ کرنا کافی ہوتا ہے

اگر صغیر کے حق مین اجنبی کچھ ہبہ کرے اور صغیر اپنے نفع و نقصان کو سمجھتا ہو تو موہوب مین

اوس کی ملکیت ثابت ہونیکیواسطے موہوب پر خود اوسکا قبضہ کرلینا کافی ہوتا ہے اگرچہ وہ اپنے باپ کی موجودگی مین قبضہ کرے اور اگر صغیر اپنے نفع ونقصان کو نہ سمجھتا ہو تو اوسکے باپ کا قبضہ یا باپ غایب بغیبت منقطعہ ہو یا مرگیا ہو تو باپ کے وصی کا وہ بھی نہو تو صغیر کے دادا کا وہ بھی نہو تو اوسکے وصی کا قبضہ کرلینا کافی ہوتا ہے۔ اور اگر ان اشخاص مین سے کوئی بھی نہو اور صغیر اپنی مان یا کسی قرابتدار یا اجنبی کی پرورش مین ہو تو مان یا اوس شخص کا قبضہ جس کے زیر پرورش صغیر ہو کافی ہوتا ہی کیونکہ مان اور شخص موصوف کو صغیر پر امور مفیدہ صغیر مین ولایت حاصل ہوتی ہے (درمختار)

اور اگر موہوب لہا صغیرہ کتخدا ہو اور زوج کے مکان کو رخصت ہو چکی ہو تو اوس کے باپ کی موجودگی مین بھی اوسکے زوج کا موہوب پر قبضہ کرلینا کافی ہوتا ہے اور اگر صغیرہ موصوفہ کا باپ قبضہ کرے تو اوسکا قبضہ کرلینا بھی کافی ہوتا ہی اور اگر صغیرہ زوج کے مکان کو رخصت نہ کی گئی ہو تو موہوب پر اوسکے زوج کا قبضہ اوسکے باپ کے مواجہہ مین ہو تو کافی ہوتا ہے اگر باپ کے مواجہہ مین نہو تو کافی نہین ہوتا۔ (قاضیخان۔ درمختار)

اگر صغیر کے حق مین اوسکا باپ یا دادا کچھ ہبہ کرے تو صرف اوسکے ایجاب ہبہ کر دینے سے موہوب مین ملکیت صغیر ثابت ہوجاتی ہی اور ایجاب ہبہ کے بعد سے اوسکا قبضہ موہوب پر بحیثیت ولی صغیر ہوجاتا ہے کیونکہ صغیر پر اوسکے باپ اور دادا کو ولایت عامہ حاصل ہوتی ہے اور ایسے عقود کے انعقاد مین جنمین جانبین کی طرف سے ایک ہی شخص ہوتا ہے اوس شخص کے ایجاب پر اکتفا کیا جایا کرتا ہے علی ہذا ایسے صغیر کے حق مین جو بوجہ باپ دادا نہونیکے اپنی مان یا کسی اور شخص کی پرورش مین ہو اوسکی مان یا وہ شخص جسکے صغیر زیر پرورش ہو کچھ ہبہ کرے

۵۱ عبید النساء خاتون بنام امیر النساء خاتون بنگال لا رپورٹ جلد ۵ صفحہ ۶۷ ۔

تو بھی موہوب مین صرف ایجاب ہبہ سے ملکیت صغیر ثابت ہوجاتی ہے کیونکہ مان اور شخص مذکور کو صغیر پر کارہائے مفیدہ صغیر مین ولایت حاصل ہوتی ہے (در مختار)

لیکن صغیر کے مال سے عوض ہبہ دینے کا اوسکے باپ دادا کو بھی باوصف ولایت عامہ حاصل ہونیکے حق و اختیار نہین ہوتا (در مختار) مگر کسی شخص کے بلانیت ہبہ اپنی کسی جائداد کو اپنی اولاد صغیر کے نام سے موسوم کر دینے سے وہ جائداد اوس اولاد صغیر کے حق مین ہبہ نہین ہوجاتی نہ اوس جائداد مین اوس اولاد صغیر کی ملکیت ثابت ہوجاتی ہے مثلاً کوئی شخص اپنے باغ کا نام اپنے ولد صغیر مسمی خلیل کے نام پر گلزار خلیل رکھدے تو اس طرح نام رکھدینے سے وہ باغ خلیل کے حق مین ہبہ نہوجائیگا اور نہ خلیل کی ملکیت باغ مذکور مین ثابت ہوجائیگی (در مختار) قاضی کو اوس چیز کے فروخت کر دینے کا اختیار ہوتا ہے جو بحق صغیر ہبہ کی جاے تاکہ واہب رجوع فی الھبہ نکر سکے (در مختار)

اگر کوئی شخص اپنے ایک فرزند کو بہ نسبت دوسرے فرزندونکے زیادہ دے تو مضائقہ نہین بشرطیکہ اس سے اوسکی نیت دوسری اولاد کو نقصان پہونچانیکی نہو۔ اگر کوئی شخص بحالت تندرستی اپنی کل جائداد اپنے ایک فرزند کے حق مین ہبہ کردے تو ہبہ جائز و نافذ ہوجائیگا لیکن شخص مذکور عند اللہ گنہگار ہوگا (در مختار) البتہ جس شخص کی اولاد فاسق ہو اوسکو اپنا کل مال کار خیر مین صرف کر دینا متروکہ چھوڑنیسے بہتر ہے (عالمگیری)

تیسری فصل اون ہدیون کے احکام مین جو بوقت تقریبات صغیر کے سامنے رکھے جاتے ہین

ختنہ وغیرہ کی تقریبات مین جو چیزین بطور ہدیہ بچہ کے سامنے رکھی جاتی ہین اونمین سے

صرف وہ چیزین جو بچہ کے مناسب حال ہوتی ہین جیسے کپڑے وہ بچہ کی ملک ہوجاتی ہین اونکے سوا دوسری چیزین بچہ کے مان باپ مین سے اوس کی ملک ہوتی ہین جسکے قرابتدار یا ملاقاتی نے وہ چیز دی ہے یعنی مان کے قرابتدار و ملاقاتی کی دی ہوئی چیز کی مان مالک ہوگی اور باپکے قرابتدار و ملاقاتی کی دی ہوئی چیز کا باپ مالک ہوگا لیکن اگر چیز کا دینے والا کہدے کہ مین یہ چیز بچہ کو یا اوس کی مان کو یا اوسکے باپ کو دیتا ہون تو اوس چیز کا وہی مالک ہوگا جس کا نام دینے والے نے بتا دیا ہے (درمختار)

فواکہات و شیرینی وغیرہ جو بچہ کے نام سے اونکے مان باپکے پاس بھیجی جاتی ہی اوسمین سے بچّون کے مان باپ کو بھی کھانا جائز ہوتا ہے کیونکہ درحقیقت وہ اونھین کو بھیجی جاتی ہے مگر بچون کے مناسب حال ہونیکی وجہ سے بچون کا نام لے دیا جاتا ہی (عالمگیری)

چوتھی فصل اوس ہبہ کے بیان مین جو کوئی شخص اپنے مرض موت مین ہبہ کرتا ہے

جو ہبہ واہب اپنے مرض موت مین کرتا ہے وہ ہبہ فی نفسہٖ تا وقتیکہ موہوب لہٗ کا موہوب پر قبضہ نہو جائے صحیح نہین ہوتی اور موہوب لہ کے قبضہ ہوجانے کے بعد بھی اگر واہب اوسی مرض مین مرجائے تو یہ دیکھا جاتا ہے کہ موہوب اور متروکہ واہب مین کیا نسبت ہے پس اگر موہوب بقدر ایک تھائی متروکہ یا اوس سے کم ہے تو بلا رضامندی ورثاء واہب بھی وہ ہبہ سالمًا نافذ رہیگی ورنہ بلا رضامندی ورثاء واہب ہبہ مذکور صرف اوسقدر حصّہ موہوب مین نافذ رہیگی جسقدر حصہ موہوب متروکہ واہب کے ایک تھائی کی برابر ہو کیونکہ مریض کی ہبہ باعتبار نفاذ مثل وصیت ہوتی ہی جس کی وجہ یہ ہے کہ مریض کے مال سے اوسکے ورثاء کا حق متعلق ہوجاتا ہے لہذا مریض کا تبرع صرف اوسقدر مال مین جائز و نافذ

ہوتا ہے جسقدر شرع شریف نے مریض کیواسطے مقرر کردیا ہے اور وہ ایک تہائی ہے۔ پس اگر
کوئی مریض اپنی کل جائداد ہبہ کر کے بقبضہ موہوب لہ دیکر مر جائے تو اگر اوسکے ورثا ہبہ سے
رضامند ہونگے تب بھی ہبہ ایک تھائی جائداد مین نافذ رہیگی لہذا جائداد موہوبہ کے ایک
تھائی کا مستحق موہوب لہ ہوگا اور دو تھائی کے مستحق ورثاء واہب ہونگے اور ورثاء واہب کو
حق ہوگا کہ دو تھائی جائداد قبضہ موہوب لہ سے مسترد کرلین (عالمگیری)

اور اگر وہ جائداد جسکو مریض نے ہبہ کر کے بقبضہ موہوب لہ دیدیا ہے مستغرق بدین ہو
تو کل جائداد مین ہبہ مذکور غیر نافذ ہوگی اور سالم جائداد موہوب لہ کے قبضہ سے مسترد
کرلیجائیگی کیونکہ ہبہ مریض باعتبار نفاذ مثل وصیّت ہوتی ہے اور دین کو وصیّت پر تقدم
ہے بلکہ اگر موہوب لہ نے موہوب موصوف مین کوئی مضر تصرف کیا ہوگا تو وہ ضمان نقصان کے
عائد کیجانیکا بھی مستوجب ہوگا (عالمگیری)

چونکہ واپسی موہوب بر بناء رجوع فی الھبہ بلاحکم قاضی بمنزلہ ہبہ منجانب موہوب لہ
بحق واہب ہوتی ہی اور بحکم قاضی بمنزلہ فسخ ہبہ ہوتی ہے اسلئے اگر ایسا موہوب لہ جسکی
ملک مین بجز موہوب اور کچھ نہو موہوب کو بر بناء رجوع فی الھبہ بلاحکم قاضی واہب کو
واپس دیکر مرجائے تو موہوب مذکور کے ایک تھائی کا مستحق واہب ہوگا اور دو تھائی
کے مستحق ورثاء موہوب لہ ہونگے (درمختار)

پانچوین فصل ہبہ عمری اور ہبہ رقبی کے احکام کے بیان مین

جو ہبہ اس شرط سے کیجاتی ہی کہ موہوب لہ تاحیات موہوب سے متمتع اور قابض و متصرف
رہے اوسکی وفات کے بعد واہب یا اوسکے ورثا موہوب کو واپس لیلین گے اوس کو

ہبہ عمری کہتے ہین (ہدایہ ج ۲)

ہبہ عمری صحیح وجائز ہوتی مگر اوس کی شرط بوجہ فاسد ہونے کے باطل ہوتی ہے
یعنی بر بنا ء ہبہ عمری بعد قبضہ ہوجانے کے موہوب مین موہوب لہ کی ملک ثابت ہوجاتی ہی
اور بعد وفات موہوب لہ موہوب کے مستحق ورثا ء موہوب لہ ہوتے ہین نہ کہ واہب یا اوسکے
ورثا ء کیونکہ فرمایا نبی کریم صلعم نے اَعْمَرَ عُمْرٰی فَہِیَ لِلْمُعْمَرِ لَہٗ وَلِوَرَثَتِہٖ مِنْ
بَعْدِہٖ (درمختار)

اور جو ہبہ اس شرط سے کی جاتی ہے کہ اگر واہب پہلے مرجائیگا تو موہوب کا مالک موہوب لہ
ہوگا اور اگر موہوب لہ پہلے مرجائیگا تو واہب موہوب کو واپس لیلیگا اوس کو ہبہ رقبی
کہتے ہین (عالمگیری)

ابو یوسفؒ کے نزدیک ہبہ رقبی بھی مثل ہبہ عمری کے جائز ہوتی ہے اور اوسکی شرط
بوجہ فاسد ہونیکے باطل ہوتی ہے۔ اور طرفینؒ کے نزدیک ہبہ رقبی باطل ہوتی ہے کیونکہ
فرمایا نبی صلعم نے مَنْ اَعْمَرَ عُمْرٰی فَہِیَ لِلْمُعْمَرِ لَہٗ فِیْ حَیٰوتِہٖ وَمَوْتِہٖ لَا تُرْقِبُوْا مَنْ اَرْقَبَ
شَیْئًا فَھُوَ سَبِیْلُ الْمِیْرَاثِ دوسرے یہ کہ اس ہبہ مین فریقین ایک دوسرے کی
موت کی تمنا کرتے رہتے ہین اور یہ کہ یہ شرط شرط خطر ہے اور جو عقود مشروط بشرط خطر
ہوتے ہین وہ باطل ہوتے ہین لہذا رقبی مترقب لہ کے قبضہ مین بحیثیت مستعار رہتا ہی
پس چونکہ مستعیر کو مستعار سے انتفاع جائز ہوتا ہے لہذا مترقب لہ کو بھی رقبی سے انتفاع
جائز ہوتا ہے (درمختار)

دوسرا باب
شرائط صحت ہبہ کے بیان مین

عقد ہبہ بلا وجود شرائط متذکرہ ذیل صحیح نہین ہوتا۔

(۱) یہ کہ ایجاب ہبہ معلق بشرط خطر نہو اور مضاف بزمانہ آئندہ نہو لہ (عالمگیری)

(۲) یہ کہ واہب عاقل بالغ آزاد اور مالک موہوب ہو کیونکہ مجنون اور صغیر تو مجاز عقد نہین ہوتے اور غلام نہ مجاز عقد ہوتا ہے نہ کسی چیز کا مالک ہوتا ہے اور ایسا واہب جو خود موہوب کا مالک نہو وہ موہوب لہ کو اوسکا مالک نہین بنا سکتا (عالمگیری)

(۳) یہ کہ موہوب مال متقوم ہو کیونکہ جو چیز مال متقوم نہو جیسے آزاد آدمی ہوتا ہے وہ کسی کی ملکیت مین نہین دیا جا سکتا لہذا ایسی چیز کی ہبہ جو مال متقوم نہو ناممکن ہوتی ہے (عالمگیری)

(۴) یہ کہ موہوب بوقت ہبہ موجود ہو کیونکہ غیر موجود چیز کسی کی ملک و قبضہ مین نہین دیجا سکتی لہذا اوسکی ہبہ باطل ہوتی ہے پس اگر غیر موجود چیز ہبہ کیجانے کے بعد وجود پذیر بھی ہو جائے تب بھی وہ عقد ہبہ جو اوسکے وجود پذیر ہونیسے قبل منعقد ہوا تھا صحیح نہین ہو جاتا نہ اوس عقد کی بنا پر اوس چیز مین ملکیت موہوب لہ ثابت ہو گی کیونکہ عقد باطل منقلب بعقد صحیح نہین ہو سکتا مثلاً اوس آٹے کی ہبہ جو ابھی گیہون مین ہے یا اوس تیل کی ہبہ جو ابھی تلون مین ہے یا اوس گھی کی ہبہ جو ابھی دودہ مین ہے باطل ہوتی ہے پس اگر

لہ مہتاب بیگم بنام غفور النسا آئین دکن جلد ۷ صفحہ ۳۱۵ رحمن بی بنام احمدی بیگم آئین دکن جلد ۱ صفحہ ۲۴۱

اگر لیسے آٹے وغیرہ کی ہبہ کیجائے اور بعد ہبہ گیہوں پیسکر آٹا بنا لیا جائے یا تلوں میں سے
تیل یا دودھ میں سے گھی نکال لیا جائے اور یہ چیزیں موہوب لہ کے قبضہ میں بھی دیدی
جائیں تب بھی وہ ہبہ صحیح نہ ہو جائیگی اور ان چیزوں میں بوجہ قبضہ ہو جانیکے موہوب لہ
کی ملکیت ثابت ہو جائیگی بجز اسکے کہ انکے وجود پر پہونچکر بعد عقد جدید منعقد کیا جائے
(ہدایہ - درمختار)

(۵) یہ کہ موہوب بوقت ہبہ واہب کے قبضہ میں ہو یا یہ کہ ہبہ اوس شخص کے
حق میں کی جائے جو بوقت ہبہ موہوب پر قابض ہے مثلاً جو جائداد قبضہ مرتہن یا غاصب
یا مستاجر ہو اوسکا ہبہ صحیح نہیں ہوتا البتہ اگر ہبہ بحق مرتہن یا غاصب یا مستاجر کی جائے
تو صحیح ہوتی ہے کیونکہ اس صورت میں بربنا ہبہ قبضہ جدید کی ضرورت نہیں ہوتی بلکہ قبضہ
سابقہ قائم مقام قبضہ مالکانہ ہو جاتا ہے (ہدایہ) کیونکہ اصولاً ہر قبضہ اپنے ہم جنس اور اپنے سے
ادنی درجہ کے قبضہ کا قائم مقام ہو جاتا ہے لیکن اپنے سے اعلی درجہ کا قائم مقام نہیں ہوتا
چونکہ قبضہ غیر مضمون قبضہ مضمون سے ادنی درجہ کا ہوتا ہے لہذا قبضہ مضمون قبضہ مضمون
وغیر مضمون دونوں کا قائم مقام ہو سکتا ہے اور قبضہ غیر مضمون صرف قبضہ غیر مضمون کا
قائم مقام ہو سکتا ہے قبضہ مضمون کا قائم مقام نہیں ہو سکتا (ہدایہ)

مرتہن کا قبضہ بالاتفاق مضمون ہوتا ہے اور مستاجر کا قبضہ امام صاحبؒ کے
نزدیک غیر مضمون ہوتا ہے اور صاحبینؒ کے نزدیک مضمون ہوتا ہے (حاشیہ ہدایہ مولوی عبدالحی مرحوم)

(۶) یہ کہ موہوب ملک واہب میں مشغول نہ ہو مثلاً کوئی شخص اپنا مکان جسمیں
اوسکا سامان رکھا ہو کسی کے حق میں ہبہ کرکے اوسی حالت میں مکان موہوبہ پر موہوب لہ کو
قبضہ دیدے تو نہ ہبہ صحیح ہوگی نہ قبضہ اگرچہ اس طرح قبضہ دینے کے بعد واہب اپنا سامان

مکان مذکور سے علیحدہ کرے یا سامان بھی بحق موہوب لہ مذکور ہبہ کردے کیونکہ مکان مذکور بوقت ہبہ و قبضہ مشغول بملک واہب تھا البتہ اگر واہب اپنا سامان مکان مذکور سے علیحدہ کر لینے کے بعد یا سامان بھی بحق موہوب لہ ہبہ کر دینے کے بعد مکان پر یا مکان اور سامان پر ایک ساتھ قبضہ دیدے تو ہبہ اور قبضہ دونون صحیح ہونگے کیونکہ ہبہ کی تکمیل قبضہ سے ہوتی ہے اور قبضہ کیوقت مانع صحت ہبہ یعنی موہوب کا مشغول بملک واہب ہونا مرتفع ہو گیا تھا۔ اور اگر کوئی شخص مکان مع اوس سامان کے جو اوس مکان مین ہو کسی کے حق مین ہبہ کر کے مکان اور سامان پر ایک ساتھ موہوب لہ کو قبضہ دیدے یا پہلے سامان پر قبضہ دیکر پھر مکان پر قبضہ دیدے تو دونون کا قبضہ صحیح ہوگا لیکن اگر پہلے مکان پر قبضہ دے اور پھر سامان پر تو سامان کا قبضہ صحیح ہوگا لیکن مکان کا قبضہ صحیح نہو گا (قاضیخان)

اس شرط مین ایک استثنا ہی وہ یہ کہ اگر زوجہ اپنا وہ مکان جسمین اوسکا سامان ہو اور جس مین وہ مع زوج کے رہتی ہو بحق زوج ہبہ کردے تو باوصف مکان موہوبہ کے مشغول بملک واہبہ ہونیکے ہبہ صحیح ہوتی ہے[1] کیونکہ خود زوجہ اور اوسکا سامان بقبضہ زوج ہوتا ہی (قاضیخان)

موہوب کا واہب کے سوا کسی اور شخص کی ملک مین مشغول ہونا مانع صحت ہبہ نہین ہوتا (عالمگیری)

(۷) یہ کہ موہوب غیر موہوب سے متصل باتصال خلقی نہو مثلاً ایسی اون کی ہبہ جو جانورونکی پشت پر موجود ہو یا ایسی زراعت یا درختون کی ہبہ جو زمین پر کھڑے ہون یا ایسے پھلون کی ہبہ جو درختون مین لگے ہوئے ہون صحیح نہین ہوتی کیونکہ یہ چیزین غیر موہوب

---

[1] فیض النساء بنام شیر الدینخان آئین دکن جلد ۵ صفحہ ۳ (۲) عظیم النساء بنام ڈیل مدرس ہائیکورٹ رپورٹ جلد ۶ صفحہ ۴۵۵ (۳) امینہ بی بنام خدیجہ بی انڈین لاء رپورٹ بمبئی جلد ۱ صفحہ ۱۵۷ (۴) جعفر بنام حبشی بی بی بنگال صدر دیوانی رپورٹ جلد ۱۲ (۵) امینہ بی بی بنام ہاجرہ بانی انڈین لاء رپورٹ بمبئی جلد ۱۲ صفحہ ۳۵۲

چیزون یعنی جانورون وغیرہ سے متصل ہوتی ہین اسلئے اونپر قبضہ کامل نہین ہوسکتا۔ حالانکہ اگروہ چیزین غیر موہوب سے علیحدہ کردیجائین تو اونپر قبضہ کامل ہوسکتا ہے اور اونکی غیر موہوب سے علیحدگی ممکن ہے پس اگریہ چیزین غیر موہوب سے علیحدہ کرکے بقبضہ موہوب لہ دیدی جائین تو بوجہ مرتفع ہوجانے مانع صحت کے اونکی ہبہ اور قبضہ دونون صحیح ہوجاتے ہین (ہدایہ)

(۸) یہ کہ موہوب غیر موہوب سے ممیز اور علیحدہ ہو (عالمگیری) چنانچہ مشاع قابل القسمت کی ہبہ صحیح نہین ہوتی[۱] (ہدایہ) اگرچہ ہبہ بحق شریک ہو کیونکہ ہبہ بلا قبضہ کامل پوری نہین ہوتی اور مشاع پر بلا تقسیم کئے جانے کے قبضہ کامل ہو نہین سکتا کیونکہ صرف جزو موہوب پر تو اوسکے غیر ممیز ہونیکی وجہ سے قبضہ ہونا ممکن ہی نہین ہوتا۔ اور اگر اوس کل جائداد پر قبضہ کرلیا جائے جسکا مشاع موہوب جزو ہے تو ایسا قبضہ جزو موہوب پر جائز اور غیر موہوب پر ناجائز ہوگا اور یہ دونون جزو ایک دوسرے سے بالکل غیر ممیز ہین لہذا قبضہ مذکور اوس جائداد کے ہر جزو پر من وجہٍ جائز اور من وجہٍ ناجائز ہوگا اور ایسا قبضہ جو من وجہٍ جائز اور من وجہٍ ناجائز ہو قاصرہ وناقصہ کہلاتا ہے پس اگر موہوب لہ موہوب موصوف پر قبضہ قاصرہ وناقصہ کربھی لے تو بھی موہوب موصوف مین موہوب لہ کی ملکیت ثابت نہین ہوتی کیونکہ قبضہ کا منصوص علیہ ہونا اوسکے کامل ہونیکو مقتضی ہے گو عصامؒ کے نزدیک قبضہ قاصرہ وناقصہ ہوجانے سے بھی موہوب موصوف مین ملکیت موہوب لہ ثابت ہوجاتی ہے البتہ اگر مشاع قابل القسمت تقسیم کرکے بقبضہ موہوب لہ دیدیا جائے تو ہبہ وقبضہ دونون صحیح ہوجاتے ہین کیونکہ ہبہ مشاع قابل القسمت فاسد ہوتی ہے جو بعد قبضہ کامل ہوجانے کے وجہ فساد مرتفع ہوجانیسے منقلب بصحیح ہوجاتی ہے مثلاً کوئی شخص

[۱] غلام عباس بنام سید تقی آئین دکن جلد ۸ صفحہ ۳۲۸ (۲) عبدالرحمن بنام آفتاب بیگم آئین دکن جلد ۸ صفحہ ۸۷

اول نصف مکان کسی کے حق مین ہبہ کردے تو یہ ہبہ بوجہ شیوع فاسد ہوگا اور یہ ہبہ بعد تقسیم کرکے نصف مکان بقبضہ موہوب لہ دیدے یا پھر دوسرا نصف مکان بھی اوسی موہوب لہ کے حق مین ہبہ کردے اور سالم مکان بقبضہ موہوب لہ دیدے تو دونون صورتون مین ہبہ اور قبضہ صحیح ہوگا کیونکہ بوقت قبضہ شیوع مرتفع ہوگیا تھا جو مانع صحت ہبہ تھا (ہدایہ)

البتہ مشاع ناقابل القسمت کی ہبہ صحیح ہوتی ہی بشرطیکہ وہ باعتبار حصہ یعنی ثلث وربع معین ہو اوسمین چونکہ اوسکی تقسیم ناممکن ہونیکی وجہ سے اوسپر قبضہ کامل ہونا ناممکن ہوتا ہی بالاتفاق قبضہ قاصرہ وناقصہ پر مجبوراً اکتفا کیا جاتا ہی اور اوسمین قبضہ قاصرہ وناقصہ ہوجانے کے بعد ملکیت موہوب لہ ثابت ہوجاتی ہی (عالمگیری)

لیکن امام شافعیؒ کے نزدیک مشاع کی ہبہ صحیح ہوتی ہی خواہ وہ قابل القسمت ہو خواہ ناقابل القسمت ہو اونکے دلائل حسب ذیل ہین۔

(۱) یہ کہ عقد ہبہ عقد تملیکات سے ہی لہذا مشاع وغیر مشاع کی ہبہ مثل بیع کے صحیح ہوتی ہی

(۲) یہ کہ عقد ہبہ عقد تبرع ہے لہذا اوسکو شیوع موہوب فاسد وباطل نہین کرتا جیسا عقود قرض ووصیت کو شیوع باطل نہین کرتا۔ دلائل احناف یہ ہین کہ۔

(۱) ہبہ مین قبضہ منصوص علیہ ہی اور ورود نص اوسپر توجہ خاص ہونیکی دلیل ہی لہذا حتی الامکان قبضہ کا کامل ہونا لازم ہی

(۲) یہ کہ واہب پر جو متبرع ہے کوئی امر لازم نہین کیا جاسکتا حتی کہ قبضہ دہی کی تکلیف بھی لازم نہین کیجاسکتی تو تقسیم کرکر قبضہ دینے کی کیونکر لازم کیجاسکتی ہی۔

قرض مین قبضہ ناقصہ پر اکتفا کرنیکی یہ وجہ ہی کہ قرض ایک حیثیت سے عقد تبرع ہوتا ہی اور ایک حیثیت سے عقد ضمان ہوتا ہی لہذا اوس کی دونون حیثیتین ملحوظ رکھکر اوس مین قبضہ

تا قصہ پر اکتفا کیا جاتا ہے اور وصیت مین بلا قبضہ موصی لہ کی موصی بہ مین ملکیت ثابت ہونیکی وجوہ قبل ازین بیان ہوچکے ہین۔

شیوع کے مانع صحت ہبہ ہونیکے متعلق یہ امر ذہن نشین رکھنے کی قابل ہے کہ صرف وہ شیوع مانع صحت ہبہ ہوتا ہے جو بوقت ہبہ موجود ہو اور وہ شیوع جو بعد ہبہ موہوب سے لاحق ہوجائے مانع صحت ہبہ نہین ہوتا۔ مثلاً اوس واہب کے ورثا جسنے مرض موت مین کل جائداد ہبہ کرکے اور بقبضہ موہوب لہ دیکر وفات پائی ہو ہبہ مذکور کو جائز نرکھین تو ہبہ صرف ایک تہائی جائداد مین ہوتی ہے لہذا ایک تہائی جائداد کا مستحق موہوب لہ ہوتا ہے اور دو تہائی جائداد کے مستحق ورثا واہب ہوتے ہین پس وہ ایک تہائی جائداد جس پر ہبہ نافذ ہوتا ہے گو مشاع ہوتی ہے لیکن یہ شیوع چونکہ بعد ہبہ لاحق ہوتا ہے اس لئے مانع صحت ہبہ نہین ہوتا (قاضیخان)

لیکن وہ شیوع جو موہوب مین استحقاق ثابت ہونیسے ظاہر ہوتا ہے مانع صحت ہبہ ہوتا ہے کیونکہ مستحق کا وہ حق ثابت ہوتا ہے جو موہوب مین بوقت ہبہ موجود تھا۔ لیکن اگر بذریعہ ایک عقد ہبہ کے دو جداگانہ جائدادین ایک موہوب لہ کے حق مین ہبہ کیجائین اور بعد ہبہ اونمین سے ایک جائداد پر کسیکا استحقاق ثابت ہوجائے تو دوسری جائداد کی ہبہ صحیح رہتی ہے کیونکہ دوسری جائداد مین نہ بوقت ہبہ وجود شیوع ثابت ہوا نہ بعد ہبہ شیوع کا لاحق ہونا ثابت ہوا (درمختار)

اگر چند اشخاص اپنی مشترکہ جائداد ایک شخص کے حق مین ہبہ کرکے بقبضہ موہوب لہ دیدین تو بالاتفاق ہبہ صحیح ہوتی ہے کیونکہ اس صورت مین کسی طرح موہوب مین شیوع متحقق نہین ہوتا اور اگر کوئی شخص ایک جائداد متعدد اشخاص کے حق مین ہبہ کرکے ایک ساتھ

اونکے قبضہ مین دیدے تو صاحبینؒ کے نزدیک یہ ہبہ صحیح ہوتی ہی جیسا متعدد مرتہنین کے
حق مین ایک جائداد کا رہن صحیح ہوتا ہے کیونکہ اس صورت مین نہ بوقت انعقاد ہبہ شیوع
متحقق ہوتا ہے نہ بوقت قبضہ موہوب لہم اور امام صاحبؒ کے نزدیک ایسی ہبہ فاسد ہوتی ہی
جو بعد قبضہ مفید ملک ہوتی ہی کیونکہ ہر ایک موہوب لہ کا حصہ دوسرے موہوب لہ کے حصہ سے
غیر ممیز ہوتا ہی لہذا شیوع متحقق ہو جاتا ہے بخلاف رہن کے کیونکہ رہن مین مرتہن کو صرف
حبس مرہون کا حق ہوتا ہی پس بصورت تعدد مرتہنان ہر ایک مرتہن کو سالم مرہون کے
حبس کا حق ہوتا ہی چنانچہ ایک مرتہن کا دین ادا کرنیسے راہن کو بقدر دین مؤدے مرہونکے
مسترد لینے کا حق نہین ہوتا لہذا رہن مین شیوع متحقق نہین ہوتا (درمختار)

تیسرا باب

پہلی فصل حق رجوع فی الھبہ کے بیان مین

چونکہ ہبہ کرنیسے واہب کا مقصود عوض حاصل کرنا ہوتا ہے اسلئے بجز صورتہائے
فصل دوئم باب ہذا واہب کو ہر وقت ہبہ مین کلاً یا جزءً رجوع کر لینے کا حق ہوتا ہے لیکن
رجوع کرنا مکروہ ہے (درمختار)

واہب کا حق رجوع اوسکے ہبہ کہدینے سے کہ مین اپنے حق رجوع سے دست بردار
ہون ساقط نہین ہو جاتا۔ ایسا کہدینے کے بعد بھی اوسکو حق ہوتا ہی کہ وہ اپنی ہبہ مین رجوع کرلے (درمختار)
لیکن صحت رجوع کیواسطے لازم ہے کہ وہ بحکم حاکم یا برضامندی موہوب لہ ہو کیونکہ
اوّل تو یہ امر نامعلوم ہوتا ہے کہ واہب کو عوض ہبہ وصول ہو گیا ہے یا نہین اسلئے حکم حاکم

یا رضامندی موہوب لہ لازم ہوتی ہے (قاضیخان)

دوسرے یہ کہ اصل مسئلہ رجوع خلاف قیاس ہونیکی وجہ سے ضعیف ہے تیسرے یہ کہ مسئلہ رجوع ائمہؒ مین مختلف فیہ ہی چنانچہ امام شافعیؒ کے نزدیک واہب کو حق رجوع ہوتا ہی نہین بجز اوس ہبہ کے جو منجانب والد بحق ولد ہوتی ہے وہ بھی اسوجہ سے کہ اونکے نزدیک والد کو ملک ولد مین حق تملک ہوتا ہی حق رجوع فی الھبہ نہونیکے متعلق امام شافعیؒ کی دلیل منقولی یہ فرمان مبارک ہے لَا یَرْجِعُ فِی الْھِبَۃِ اِلَّا الْوَالِدُ فِیْمَا یَھَبُ لِوَلَدِہٖ اور دلیل فقہی یہ ہے کہ ہبہ عقد تملیک ہے اور رجوع تملیک کی ضد ہی پس کوئی عقد اپنی ضد کو مقتضی نہین ہو سکتا۔ اور دلائل احنافؒ متعلق ہونے حق رجوع کے یہ ہین۔

(۱) فرمان مبارک اَلْوَاھِبُ اَحَقُّ بِھِبَتِہٖ مَالَمْ یُثَبْ مِنْھَا اَیْ لَمْ یُعَوَّضْ۔

(۲) یہ کہ چونکہ ہبہ کی غرض عموماً اور عادۃً حصول عوض ہوتی ہی لہذا بصورت عدم حصول غرض یعنی عدم حصول عوض حق فسخ ہبہ ثابت ہوتا ہے۔

(۳) یہ کہ عقد ہبہ عقد تبرع ہونے کیوجہ سے قابل الفسخ ہوتا ہے اور فرمان مستدلہ امام شافعیؒ سے مراد نفی استقلال رجوع ہی جس سے ہمکو بھی انکار نہین ہے ہماری غرض صرف حکم بیان کرنا ہے ورنہ رجوع کے مکروہ ہونیمین شک نہین ہے کیونکہ فرمایا نبی کریم صلعم نے اَلْعَائِدُ فِی الْھِبَۃِ کَالْعَائِدِ فِیْ قَیْئِہٖ

واہب کا بلا حکم حاکم یا بلا رضامندی موہوب لہ رجوع کرلینا بے اثر ہوتا ہے اوسکی بناء پر نہ موہوب پر سے ملکیت موہوب لہ ساقط ہوتی ہی نہ اوسکے تصرفات غیر نافذ ہوجاتے ہین اور نہ واہب کو موہوب پر ملکیت حاصل ہوجاتی ہے نہ اوسکے تصرفات نافذ ہوجاتے ہین مثلاً واہب بلا حکم حاکم یا بلا رضامندی موہوب لہ غلام موہوب کی ہبہ سے رجوع کرے تو غلام

مذکور پر سے ملکیت موہوب لہ ساقط نہو جائینگے بلکہ اگر موہوب لہ بعد ایسے رجوع کے بھی غلام موہوب کو آزاد کر دیگا تو وہ آزاد ہو جائیگا اور اگر واہب آزاد کر دیگا تو وہ آزاد نہو گا (ہدایہ)

دوسری فصل موانعات رجوع فی الھبہ کے بیان مین

امور مفصلہ ذیل مین سے ہر امر مانع رجوع فی الھبہ ہوتا ہی اونکے سوا اور کوئی امر مانع نہین ہوتا مثلا کوئی شخص اپنا ایسا غلام جو کسی کا مدیون ہو اوسکے دائن کے حق مین ہبہ کر دے تو گو موہوب لہ کے قبول ہبہ کر نیسے موہوب لہ کا دین غلام موہوب کے ذمہ سے ساقط ہو جائیگا مگر یہ سقوط دین مانع رجوع فی الھبہ نہو گا واہب کو باینہمہ حق رجوع حاصل رہیگا پس اگر واہب بحکم حاکم یا برضامندی موہوب لہ رجوع کر لیگا تو موہوب لہ کا دین ساقط شدہ بذمہ غلام مذکور مکرر عائد نہو گا (قاضیخان)

(۱) اگر موہوب لہ خود یا اوسکی طرف سے کوئی اور شخص واہب کو کوئی چیز یہ کہکر دیدے کہ یہ چیز تیری ہبہ کا عوض ہی یا بمقابلہ تیری ہبہ کے ہے تو واہب کے عوض مذکور قبول کر لینے سے اوسکا حق رجوع ساقط ہو جاتا ہے کیونکہ عوض ملجانے سے مقصد ہبہ حاصل ہو گیا پس اگر کل ہبہ کا عوض دیا جاتا ہے تو کل ہبہ مین حق رجوع ساقط ہو جاتا ہے اور اگر جزو ہبہ کا عوض دیا جاتا ہے تو جزو ہبہ مین حق رجوع ساقط ہو جاتا ہے اور مابقی ہبہ مین واہب کو رجوع کر نیکا حق حاصل رہتا ہی اور عوض ہبہ دینے کی غرض چونکہ اسقاط حق رجوع ہوتی ہے لہذا بدل خلع و صلح کی طرح اجنبی کی طرف سے بھی ادائی عوض ہبہ صحیح ہوتی ہے لیکن اجنبی ادا کنندہ عوض کو گو اوسنے موہوب لہ کے حکم سے ادا کیا ہو موہوب لہ سے معاوضہ عوض ادا کردہ شدہ وصول کر نیکا حق نہین ہوتا البتہ اگر حکم دیتے وقت موہوب لہ نے عوض

اداکردہ شدہ کا ضمان اپنے ضمہ لیلیا ہو تو اداکنندہ کو اوسکا معاوضہ موہوب لہ سے لینیکا حق ہوتا ہی بخلاف اسکے اگر اجنبی مدیون کا دین اوسکے حکم سے اداکردے تو گو مدیون نے حکم ادای بشرط ضمان ندیا ہو تب بھی اداکنندہ کو رقم مؤدی مدیون سے وصول کرنے کا حق ہوتا ہے (درمختار)

اس کے متعلق اصول فقہی یہ ہی کہ ایسی چیز کی ادائی کرنیسے جسکا مطالبہ بذریعہ حبس وملازمت ہوسکتا ہے اگرچہ ادائی کا حکم بلا شرط ضمان ہوا داکنندہ کو رقم مؤدی کے وصول کرنے کا حق ہوتا ہے اور ایسی چیز کی ادائی کرنیسے جسکا مطالبہ بذریعہ حبس وملازمت نہوسکتا ہو اگرچہ ادائی بحکم کی گئی ہو اداکنندہ کو رقم مؤدی کے وصول کرنیکا حق نہین ہوتا بجز اسکے کہ حکم ادائی بشرط ضمان دیا گیا ہو۔ چونکہ عوض ہبہ کا مطالبہ بذریعہ حبس وملازمت نہین ہوسکتا اور دین کا مطالبہ بذریعہ حبس و ملازمت ہوسکتا ہے اسلئے عوض ہبہ کے معاوضہ وصول کرنیکا حق اداکنندہ کو نہین ہوتا بجز اسکے کہ اوسکو حکم ادائی عوض بشرط ضمان دیا گیا ہو اور اداکنندہ دین کو دین مؤدی کے معاوضہ وصول کرنیکا حق ہوتا ہے اگرچہ مدیون نے اوسکو حکم ادائی بلا شرط ضمان دیا ہو (درمختار)

اگر عوض ہبہ دینے کے بعد موہوب کلاً یا جزءً بر بناء استحقاق قبضہ موہوب لہ سے نکلجائے تو واہب سے موہوب لہ کو کل یا جزو عوض جیسی صورت ہو واپس لینے کا حق ہوتا ہی پس اگر عوض واہب کے قبضہ مین ہلاک ہوگیا ہو تو موہوب لہ کو عوض مثلی کی مثل اور عوض متقوم کی قیمت واہب سے واپس لینے کا حق ہوتا ہی علی ہذا اگر عوض ہبہ بر بناء استحقاق قبضہ واہب سے نکلجائے تو واہب کو پھر حق رجوع حاصل ہوجاتا ہے اور اگر جزو عوض بر بناء استحقاق قبضہ واہب سے نکلجائے تو واہب کو اختیار حاصل ہوجاتا ہے کہ عوض باقی ماندہ

موہوب لہ کو واپس دیکر اپنی کل ہبہ سے رجوع کرے لیکن زفرؒ کے نزدیک واہب کو صرف
اوسقدر جزو موہوب مین رجوع کا حق حاصل ہو جاتا ہے جسقدر جزو عوض اوس کے قبضہ سے
نکل گیا ہے (درمختار ہدایہ)

عوض ہبہ دینا بھی چونکہ فی نفسہ ایک ہبہ ہوتا ہے لہذا اوس سے بھی جملہ شرائط ہبہ
متعلق ہوتی ہین (درمختار)

(۲) یہ کہ موہوب لہ موہوب مین زیادتی متصلہ کردے یعنی نفس موہوب مین
ایسی زیادتی کردے جو علیحدہ نہو سکے اور اوسکی وجہ سے قیمت موہوب زیادہ ہو جائے
کیونکہ نہ زیادتی مذکور موہوب سے علیحدہ ہو سکتی ہے اور نہ اوسمین واہب کا کچھ حق ہوتا ہے
لہذا صرف موہوب کا استرداد ناممکن ہوتا ہے۔ مثلاً اراضی موہوبہ مین موہوب لہ عمارت
بنالے یا درخت لگادے۔ غلام موہوب کو موہوب کا قرآن مجید پڑھا دینا یا لکھنا سکھا دینا
آیا ایسی زیادتی ہے جو مانع رجوع ہو یا نہین مختلف فیہ ہے چنانچہ صاحب فتاوے
قاضیخان کے نزدیک مانع رجوع ہے اور صاحب فتاوی عالمگیری کے نزدیک مانع
رجوع نہین ہے اور غلام کافر کا بقبضہ موہوب لہ مسلمان ہو جانا بالاتفاق ایسی زیادتی ہے
جو مانع رجوع ہے (ہدایہ)

جبکہ حق رجوع بوجہ زیادتی متصلہ ساقط ہو جاتا ہے تو زیادتی مذکور کے معدوم
ہو جانے سے وہ حق عود نہین کرتا مثلاً اراضی موہوبہ مین عمارت بنا لینے سے حق رجوع
ساقط ہو جائے تو عمارت کے منہدم ہو جانے سے حق رجوع عود نکریگا (عالمگیری)

(۳) یہ کہ ملکیت موہوب منجانب موہوب لہ کسی اور شخص کی طرف منتقل ہو جائے
کیونکہ منجانب موہوب لہ جو انتقال ہوتا ہے وہ اوس تسلیط کی بنا پر ہوتی ہے جو واہب نے عطا

کی تھی لہذا واہب اوس انتقال کو جسکا سبب خود اوسکا فعل ہے توڑ نہین سکتا دوسرے یہ کہ تجدید سبب باعث تجدید ملک ہوتا ہے پس اگر انتقال جزو موہوب کا ہو تو صرف جزو منتقل شدہ کے رجوع کا حق ساقط ہوگا اور جزو مابقی مین قایم رہیگا (درمختار)

(۴) یہ کہ واہب یا موہوب لہ مین سے کوئی مرجائے۔کیونکہ بصورت وفات واہب اوسکے ورثا عقد ہبہ سے چونکہ اجنبی ہوتے ہین لہذا اونکو عقد مذکور کے فسخ کردینے کا حق نہین ہوتا اور بصورت وفات موہوب لہ اسلئے کہ موہوب آخر ساعات حیات یا زیادہ سے زیادہ بفور وفات ملک موہوب لہ سے نکلجاتا ہے اور موہوب کا ملک موہوب لہ سے نکلجانا پہلے بیان ہوچکا ہے کہ مانع رجوع ہوتا ہے (درمختار)

(۵) یہ کہ موہوب ہلاک ہوجائے کیونکہ محل رجوع باقی نرہنے سے رجوع ناممکن ہوجاتا ہے (درمختار)

اگر موہوب لہ واہب کے واپس طلب کرنیپر موہوب واپس ندے اور اوسکے بعد موہوب بقبضہ موہوب لہ ہلاک ہوجائے یا بعد قضاء بالرجوع مگر قبل مطالبہ واہب موہوب بقبضہ موہوب لہ ہلاک ہوجائے تب بھی موہوب لہ پر ضمان عائد نہوگا کیونکہ اوسکے قبضہ کی ابتدا غیر مضمون ہوتی ہے اور عدم واپسی اوسی پر مبنی ہوتی ہے البتہ اگر بعد قضاء بالرجوع واہب کے طلب کرنے پر موہوب لہ موہوب واپس ندے اور اوسکے بعد موہوب بقبضہ موہوب لہ ہلاک ہوجائے تو موہوب لہ پر ضمان عائد ہوگا کیونکہ بعد قضاء بالرجوع و مطالبہ واہب عدم واپسی اوسکی تعدی ہے (ہدایہ)

اگر موہوب بقبضہ موہوب لہ ہلاک ہوجانے کے بعد بربناء استحقاق مستحق موہوب لہ سے ضمان وصول کرے تو موہوب لہ کو رقم ضمان واہب سے وصول کرنیکا حق نہین ہوتا کیونکہ ہبہ

عقد تبرع ہے جس میں متبرع سلامتی معقود علیہ کا ذمہ دار نہیں ہوتا اور یہ معقود لہ سلامتی معقود کا مستحق ہوتا ہے رہا یہ ہو کہ تو وہ بھی عقد تبرع میں موجب ضمان نہیں ہوتا (ہدایہ)

موہوب کا اصلی حالت سے متغیر ہو جانا بغرض امتناع رجوع مثل ہلاک ہو جانے کے ہوتا ہے مثلاً موہوبہ گندم کو پیسکر آٹا بنا لینا مانع رجوع ہوتا ہے (عالمگیری)

(۶) یہ کہ موہوب لہٗ واہب کا ذی رحم محرم ہو کیونکہ ایسی ہبہ کا مقصد صلہ رحمی ہوتا ہے جو بفور انعقاد ہبہ حاصل ہو جاتا ہے اس کے متعلق فرمان مبارک بھی ہے اِذا کانت الھبۃُ لِذی رحمٍ محرمٍ لم یرجع فیھا اور اگر ہبہ دو شخصوں کے حق میں ہو جنمیں سے ایک واہب کا ذی رحم محرم ہو اور دوسرا اجنبی ہو اور دونوں کو موہوب پر ایک ساتھ قبضہ دیدیا جائے تو واہب کو صرف بقدر حصہ ذی رحم محرم حق رجوع نہ ہوگا اجنبی کے حصہ میں حق رجوع ہوگا کیونکہ اوسکے حصہ میں کوئی امر مانع رجوع نہیں ہے (درمختار)

(۷) یہ کہ واہب و موہوب لہ میں بوقت ہبہ زوجیت قائم ہو کیونکہ ایسی ہبہ کا مقصد صلہ الفت ہوتا ہے جو بفور انعقاد ہبہ حاصل ہو جاتا ہے یاد رکھنا چاہیئے کہ جو زوجیت بعد از عقد ہبہ قائم ہو یا قبل از عقد ہبہ منقطع ہو چکی ہو وہ مانع رجوع نہیں ہوتی علی ہذا اوس زوجیت کے جو بوقت ہبہ قائم ہو بعد انعقاد عقد ہبہ منقطع ہو جانے سے واہب کو حق رجوع حاصل نہیں ہو جاتا (ہدایہ)

اگرچہ سات امور متذکرہ بالا مانع رجوع فی الھبہ ہیں لیکن اگر باوصف موجودگی کسی مانع کے واہب و موہوب لہ برضامندی باہمی رجوع کر لیں تو رجوع جائز و صحیح ہو جاتا ہے (درمختار)

سلہ کاظم علی بنام ثابت علی آئین دکن جلد ۲ صفحہ ۳۸۵ (۲) میر نوازش علی بنام گیسو دراز خان آئین دکن جلد ۲ صفحہ ۳۶۷

چوتھا باب

پہلی فصل ہبہ بشرط عوض کے احکام کے بیان مین

اگر عقد ہبہ باین شرط منعقد کیا جائے کہ موہوب لہ واہب کو معین عوض ہبہ ادا کرے تو ایسی ہبہ ہبہ بشرط عوض یا ہبہ بالعوض کہلاتی ہے اور یہ عقد ابتدائً ہبہ ہوتا ہے اور اوس سے شرائط ہبہ متعلق ہوتے ہین حتیٰ کہ مشاع قابل القسمت کی ہبہ بالعوض صحیح نہین ہوتی اور اور انتہائً بیع ہوتا ہے چنانچہ اوسمین اسی وجہ سے تقابض عوضین مشروط ہوتا ہے پس اگر مجلس ہبہ مین تقابض عوضین ہو جاتا ہے تو عقد صحیح ہوتا ہے اور وہ عقد بحکم بیع ہوتا ہے حتیٰ کہ اوسمین خیار رؤیت اور رد بالعیب کا متعاقدین کو حق ہوتا ہے اور اگر عوضین یا اون مین سے ایک عقار ہوتا ہے تو اوسکے شفیع کو بربنا عقد ہبہ بالعوض حق شفعہ پیدا ہو جاتا ہے بلکہ زفرؒ کے نزدیک عقد ہبہ بالعوض ابتدائً وانتہائً بیع ہوتا ہے کیونکہ اوسمین تبادل مال بالمال ہوتا ہے جو تعریف بیع ہے اور یہ کہ عقود مین اعتبار معانی کا ہوتا ہے چنانچہ غلام کی بیع جو خود اوسکے ہاتھ ہوتی ہے آزادی متصور ہوتی ہے دوسرے یہ کہ اسی وجہ سے متعاقدین ہبہ بالعوض کو حق رجوع نہین ہوتا دوسرے علماء کے نزدیک عقد مذکور باعتبار الفاظ ابتدا ہبہ ہوتا ہے اور باعتبار معانی انتہائً بیع ہوتا ہے اور غلام کی اوس بیع کے جو خود اوسکے ہاتھ ہوتی ہے بیع متصور نہونیکی یہ وجہ ہوتی ہے کہ چونکہ غلام بذاتہ کسی چیز کا مالک نہین ہوتا اسلئے عقد مذکور پر تعریف بیع مبادلۃ المال بالمال صادق ہی نہین آتی ۔ (قاضیخان)

ہبہ بالعوض مین جزو موہوب عوض قرار نہین دیا جاسکتا باوجود اسکے اگر جزو موہوب عوض ہبہ قرار دیدیا جائے تو مابقی موہوب مین واہب کو حق رجوع ہوتا ہے کیونکہ جو ہبہ باین شرط ہوتی ہو کہ موہوب لہ جزو موہوب واہب کو واپس دیدے وہ ہبہ صحیح ہوتی ہے اور شرط بوجہ فاسد ہونیکے باطل ہوتی ہو چنانچہ حاملہ باندی کی ہبہ باستثناء حمل کی جائے تو باندی مع حمل ہبہ ہوجاتی ہے کیونکہ استثناء بوجہ عدم صحت بمنزلہ شرط فاسد متصور ہوکر باطل ہوجاتا ہے (درمختار)

صحت وعدم صحت استثناء کا یہ اصول ہو کہ جس چیز پر تنہا جو عقد واقع ہوسکتا ہو وہ چیز اوس عقد سے مستثنے بھی کیجاسکتی ہے چونکہ تنہا حمل پر عقد ہبہ واقع نہین ہوسکتا یعنی تنہا حمل کی ہبہ صحیح نہین ہوتی لہذا ہبہ سے حمل مستثنی بھی نہین ہوسکتا اور جب مستثنے نہین ہوسکتا تو استثناء کی حیثیت صرف شرط فاسد کی رہجاتی ہو (درمختار)

دوسری فصل دین کی ہبہ کے احکام کے بیان مین

دین کی ہبہ اگر بحق مدیون کی جاتی ہو تو جائز ہوتی ہے اور وہ ابراء دین ہوتی ہے اور اگر مدیون کے سوا دوسرے شخص کے حق مین کی جاتی ہے اور اوسکو دین کا مالک بناکر وصول اور قبضہ کرنیکا حکم دیدیا جاتا ہے تو صحیح ہوجاتی ہے اور بعد وصول دین حصول شدہ ملک موہوب لہ ہوجاتا ہے۔ ابراء دین اس حیثیت سے کہ دین مال ہے (چنانچہ دائن پہ اوسکی زکوٰۃ واجب ہوتی ہے) تملیک مال ہوتا ہے اور اس حیثیت سے کہ دین فی الوقت بقبضہ دائن نہین ہوتا (چنانچہ اگر دائن قسم کھالیتا ہے کہ میرے پاس مال نہین ہے تو حانث نہین ہوتا) اسقاط ہوتا ہے اسی واسطے ہمارے نزدیک ابراء دین قبول مدیون پر

موقوف نہین ہوتا البتہ اوسکے رد کرنیسے رد ہوجاتا ہے (عالمگیری)

ابراء دین کا شرط خطر پر معلق کرنا صحیح نہین ہوتا کیونکہ تعلیق بر شرط یمین ہوتی ہے پس اگر دائن مدیون سے یہ کہہ بھی دے کہ اگر تو نصف دین ادا کردے تو باقی نصف دین سے تو بری ہے اور مدیون نصف دین ادا بھی کردے تاہم مدیون مابقی نصف دین سے بری نہوجائیگا۔ لیکن ابراء دین کا کسی شدنی امر پر معلق کرنا صحیح ہوتا ہے مثلاً دائن مدیون سے یہ کہدے کہ اگر تجھپر میرا دین ہے تو مینے تجھے اوس سے بری کردیا تو مدیون بری ہوجائیگا یا زوجہ زوج کو اپنے دین مہر سے اس شرط پر بری کرے کہ زوج اوسکو حج کرادے یا اس شرط پر بری کرے کہ زوج اوسپر ظلم نکرے یا اس شرط پر بری کرے کہ زوج اوسکی موجودگی مین دوسری عورت سے نکاح نکرے تو ابراء اور شرط دونون صحیح ہونگے اور بصورت خلاف ورزی شرط زوج دین مہر سے بری نہوگا بلکہ زوجہ کا مہر بذمہ زوج علی حالہ بحال وقائم رہیگا (عالمگیری)

دائن کا بحق ورثاء مدیون متوفی ابراء کرنا صحیح ہوتا ہے لیکن اگر دائن بعض ورثاء مدیون کے حق مین ابراء دین کرتا ہے تب بھی وہ ابراء جملہ ورثاء مدیون کے حق مین ہوتا ہے (عالمگیری)

اگر دائنان مشترک مین سے ایک دائن اپنے حصہ کے دین سے مدیون کو بری کردیتا ہے تو ابراء صحیح ہوتا ہے (عالمگیری) فقط واللہ اعلم بالصواب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کتاب الصدقہ

صدقہ سے جملہ احکام ہبہ متعلق ہوتے ہین چنانچہ شیوع مانع صدقہ ہوتا ہے اور متصدق علیہ کی ثبوت ملکیت کیواسطے تصدق پر اوسکا قبضہ ہوجانا ضرور ہے بجز اسکے کہ متصدق کو مثل واہب کے حق رجوع نہین ہوتا جس کی وجہ یہ ہے کہ مقصد صدقہ صرف حصول ثواب ہوتا ہے جو بفور صدقہ کر دینے کے حاصل ہوجاتا ہے صدقہ بھی محتاج و غنی دونون کو دیا جا سکتا ہے (در مختار)

کسی چیز کو بہ نیت تصدق معین کر دینے سے تا وقتیکہ وہ چیز صدقہ نکر دیجائے صدقہ نہین ہوجاتی (قاضیخان)

اموات کے واسطے صدقہ دینا اور دعا کرنا جائز و ثواب ہے صدقہ اور دعا دونون اموات کو پہونچتے ہین (قاضیخان)

ایسے سائلین کو صدقہ دینے مین جو نہایت لپٹ کر اور خوشامد سے سوال کرتے ہین اور بے پرواہی سے خرچ کرتے ہین مضائقہ نہین ہے تا وقتیکہ یہ نہ معلوم ہو کہ وہ غنی ہین یا یہ کہ جو کچھ اونکو ملتا ہے اوسکو معصیت مین صرف کرتے ہین (قاضیخان)

مسجد مین سوال کرنیوالون کو صدقہ دینیکے جواز وعدم جواز مین علما کے درمیان اختلاف ہے بعض کے نزدیک ایسے سائلین کو جو حاجت لابدی کیواسطے سوال کرین اور زیادہ لیکر سوال نکرین اور نمازیون کے سامنے سے نگذرین مسجد مین سوال کرتے ہین اور لوگون کو اونکو صدقہ دینے مین مضائقہ نہین ہے (قاضیخان)

چنانچہ عہد مبارک نبی کریم صلعم مین لوگ مسجد مین سوال کرتے تھے حتی کہ حضرت علیؓ نے بحالت نماز انگشتری صدقہ دی تھی جن کی تعریف مین اللہ تعالی فرماتا ہے وَیُؤتُونَ الزَّکٰوۃَ وَھُمۡ رَاکِعُوۡنَ اور بعض کے نزدیک جامع مسجد مین سوال کرنیوالونکو صدقہ ندینا چاہیئے انکو صدقہ دینا نمازیون کو تکلیف دینے مین مدد کرنا ہے بلکہ خلف ابن ایوبؓ سے منقول ہے کہ وہ فرماتے تھے کہ مین قاضی ہوتا تو مسجد مین صدقہ دینے والے کی شہادت قبول نکرتا اور ابی مطیع بن الشلیح کا قول ہے کہ مسجد مین سوال کرنیوالے کو دینا حلال نہین ہے کیونکہ اسبارہ مین حسن بصریؒ سے وعید مروی ہے (قاضیخان)

جس شخص نے اپنے مال کے صدقہ کرنیکی نذر مانی ہو اوسکو وہ کل مال صدقہ کر دینا چاہیئے جسپر زکوۃ واجب ہوتی ہے اور جس شخص نے اپنے ملک کے صدقہ کرنیکی نذر مانی ہو اوسکو اپنی جملہ مملوک صدقہ کر دینی چاہیئے البتہ وہ اوسقدر مملوک روک لے سکتا ہے جسقدر تا زمانہ کسب معاش اوسکے اور اوسکے عیال کے نفقہ کے واسطے کافی ہو اور بعد کسب معاش اوسکو اوسقدر مملوک صدقہ کر دینا چاہیئے جسقدر اوسنے روک لی تھی،

(ہدایہ) فقط

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کتاب الشفعہ

تمہید بعض لغات و اصطلاحات کے معانی و تصریح کے بیان میں

(۱) شفعہ کے لغوی معنی ملا لینے کے ہین اور اصطلاح مین بقبضہ خریدکردہ کے بعوض اوسی قیمت کے جتنی قیمت مین وہ مشتری کو پڑا ہو جبراً مالک بننے کو شفعہ کہتے ہین چونکہ اس حق کے ذریعہ سے بقبضہ خریدکردہ عقار شفیع مین ملا لیا جاتا ہے اسلئے اہل اصطلاح نے اس حق کا نام شفعہ رکھا ہے۔

(۲) **شفیع**، اوس شخص کو کہتے ہین جسکو حق شفع حاصل ہوتا ہے۔

(۳) **مشفوع**، اوس عقار کو کہتے ہین جسپر شفیع کو حق شفعہ حاصل ہوتا ہے

(۴) **مشفوع بہ**، اوس عقار مملوک شفیع کو کہتے ہین جسکے متصل مشفوع ہونے کیوجہ سے شفیع کو حق شفعہ حاصل ہوتا ہے۔

(۵) **عقار**، زمین۔ نہر وغیرہ جائداد غیر منقولہ کو کہتے ہین باعتبار اصطلاح دو منزلہ عمارت کی ہر ایک منزل پر فرداً فرداً اطلاق عقار ہوتا ہے۔

(۶) **طلب مواثبت**۔ لفظ مواثبت وثب سے مشتق ہے جس کے معنی

اوچھل پڑنے اور حملہ کرنے کے ہین اور اصطلاح مین اوس طلب کو جو شفیع بفور علم انتقال عقار مشفوع کرتا ہے طلب مواثبت کہتے ہین چونکہ شفیع مشفوع فروخت ہونیکی خبر سنکر اوچھل پڑتا ہے اور مشفوع کے طلب کرنیسے فی الجملہ مشتری پر حملہ کرتا ہے اسلیئے اہل اصطلاح نے اس طلب کا نام طلب مواثبت رکھا ہے اور اہل اصطلاح نے یہ لفظ حدیث شریف اَلشُّفعَۃُ لِمَنْ وَاثَبَ سے لیا ہے۔

(۷) طلب اشہاد۔ اشہاد کے لغوی معنی گواہ کرنیکے ہین چونکہ یہ طلب طلب مواثبت پر گواہ کرنیکی غرض سے کی جاتی ہے اسلیئے اصطلاح مین اوسکو طلب اشہاد کہتے ہین۔ اسکا دوسرا نام طلب تقریر بھی ہے۔

(۸) طلب خصومت یا طلب تملیک دعوی دلا یجانے مشفوع کو کہتے ہین جو قاضی کے پاس رجوع کیا جاتا ہے۔

(۹) شریک یا خلیط فی نفس المبیع اوس شریک جائداد کو کہتے ہین جسنے اپنا حصہ تقسیم نکرلیا ہو۔ پس اگر دو مکانونکی درمیانی دیوار کے نیچے کی زمین مشترک ہو تو ہر دو مکانون کے مالک باہم شریک یا خلیط ہونگے اور اگر زمین مذکور مشترک نہو تو دونون مکانونکے مالک باہم شریک یا خلیط نہونگے بلکہ باہم جار ہونگے۔

(۱۰) خلیط فی حق المبیع اوس شخص کو کہتے ہین جو جائداد مبیع کے حقوق خاص مین شریک ہو۔ جیسے کوچۂ غیر نافذہ کا حق مرور یا جیسے حق آبریز یا نہر خاص سے حق آب نوشی یا حق آبپاشی ہوتا ہے پس حقوق عام کے شرکا خلیط فی الحقوق نہین کہلاتے جیسے کوچۂ نافذہ کا حق مرور وغیرہ۔

(۱۱) نہر خاص یا نہر صغیر امام صاحب کے نزدیک اوس نہر کو کہتے ہین جس مین

کشتیان نہ چلتی ہون اور ابو یوسفؒ کے نزدیک اوس نہر کو کہتے ہین جس سے تین کھیتون سے زیادہ کی آبپاشی نہوتی ہو۔

(۱۲) **حق العقار**، اوس حق کو کہتے ہیں کہ ذی عقار مستحق ہو یا جو تابع عقار کے یا آلۂ استفاع عقار ہو۔

(۱۳) جار کے لغوی معنی پڑوسی کے ہین اور اصطلاح مین ایسے پڑوسیونکو کہتے ہین جنکے مکانونکی کڑیان ایک دوسرے کی دیوار پر رکھی ہون یا جو درمیانی دیوار کے بانسون مین شریک ہون یا جنکے مکانات کے آبریز ایک دوسرے کے مکان مین ہو۔

(۱۴) **جار ملاصق** یا ملازق ایسے پڑوسیون کو کہتے ہین جنکے مکانات باہم پیوستہ ہون اور دروازے یا تو ایک نافذہ کوچہ مین ہون یا وہ غیر نافذہ کوچون مین ہون کیونکہ جنکے مکانات کے دروازے ایک غیر نافذہ کوچہ مین ہوتے ہین وہ باہم خلیط فی حق المبیع کہلاتے ہین چنانچہ دو منزلہ مکان کی ہر منزل کے مالک باہم جار ملاصق ہوتے ہین،

(۱۵) **دار**، اوس مکان کو کہتے ہین جسمین دالان حجرے صحن وغیرہ ہون۔

(۱۶) **منزل**۔ اوس مکان کو کہتے ہین جسمین چند حجرے چھت دار صحن یا ورچیخانہ ہو اور جس مین ایک شخص مع عیال رہ سکے۔

(۱۷) **بیت** چھت دار حجرہ کو کہتے ہین جسمین دہلیز ہو۔

(۱۸) **قیمت**، ارز بازار کو کہتے ہین جس کا اندازہ وتعین تجار کیا کرتے ہین

(۱۹) **ثمن**۔ اوس قیمت کو کہتے ہین جو فیما بین متعاقدین قرار پا جاتی ہے۔

(۲۰) **مثلی**۔ یا ذوات الامثال اون چیزون کو کہتے ہین جو ماپ (پیمانہ) کے

ذریعہ سے ناپی جاتی ہین یا جو وزن کی جاتی ہین یا جو شمار کی جاتی ہین۔

(۲۱) **متقوم یا ذات القیم** اون چیزون کو کھتے ہین جو مثلی نہون اور جنکی قیمت کا اندازہ ہو سکتا ہو اور شرعًا اوسے انتفاع جائز ہو چونکہ شرعًا مسلم کو خمر و خنزیر سے انتفاع ناجائز ہے لہذا خمر و خنزیر بحق مسلم غیر متقوم ہین۔

(۲۲) **صفقہ** کے لغوی معنی یکبار دست زدن در بیع کے ہین یعنی جو چیزین ایک عقد بیع کے ذریعہ سے خریدی یا فروخت کی جاتی ہین اونکی بیع صفقہ واحدہ کہلاتی ہے

(۲۳) **عرض** جائداد منقولہ کو کھتے ہین۔

(۲۴) **ضمانت درک** اوس ضمانت کو کھتے ہین جو اس شرط سے بائع جائداد کی کیجاتی ہے کہ اگر جائداد مبیعہ مین کوئی مستحق پیدا ہوگا تو واپسی ثمن مشتری کا ذمہ دار ضامن ہوگا۔

باب اوّل

پہلی فصل تحقیق حق شفعہ مین

شفعہ اون حقوق مین سے ہے جنکو اسلام نے قائم فرمایا ہے قبل اسلام یہ حق متحقق نہوا تھا بادی النظر مین یہ حق عمومیت اختیار مالک جائداد کا کہ وہ اپنی ملک جس کے حق مین چاہے منتقل کر سکے اور آزادی معاملات کا مخالف و مزاحم معلوم ہوتا ہے لیکن ذرا غور کرنے سے ظاہر ہو جاتا ہے کہ یہ حق نہ عمومیت اختیار مالک کا مخالف ہے نہ آزادی معاملات کا مزاحم کیونکہ باوجود قیام حق ہذا مالک جائداد مطلق الاختیار ہے کہ اپنی ملک جس کے حق مین چاہے منتقل کر دے چنانچہ اوسکا کیا ہوا انتقال باوصف دعوی شفعہ

اوسکے مقابلہ مین قطعی ہوتا ہے بلکہ اوس کی قطعیت کی بنا پر حق شفعہ پیدا ہوتا ہے۔
علی ہذا باوجود قیام حق شفعہ انتقال مشفوع مابین متعاقدین قطعی و ناقابل الانفساخ
ہوتا ہی پس حق شفعہ کو عمومیت اختیار مالک و آزادی معاملات کا مزاحم و مخالف
کہنا کسی طرح صحیح نہین ہو سکتا۔

شفعہ درحقیقت ایک سیاسی حق ہی جو منجانب حکومت ہر شخص کو دیا گیا ہے
جس مین مسلم و غیر مسلم (ذمی) مساوی ہین (درمختار)

البتہ اس امر پر غور کرنے کیواسطے کہ آیا حکومت کو ایسا حق عطا کرنیکا اختیار
ہوسکتا ہے یا نہین سیاست مدن و سیاست عمران سے بحث کرنا ناگزیر ہے جس کے
واسطے یہ کتاب موضوع نہین ہے تاہم بقدر ضرورت استدلال عرض کیا جاتا ہے کہ
سیاست مدن و سیاست عمران کی غرض و غایت استحکام حکومت و قیام امن عام ہے
اس غرض و غایت کے حصول کیواسطے حکومت کا فرض ہی کہ اقوام و اشخاص متصلہ کیواسطے
جنکے معاملات و ضروریات باہمدگر وابستہ ہون ادا حقوق و فرائض کے ایسے قوانین و
قواعد وضع و مقرر کرے جن کی پابندی سے اونکی قومیت و حریت مین فرق آئے بغیر امن
عام قائم رہے قوانین و قواعد کی اہمیت اقوام و اشخاص کے قرب و بعد و تعلقات کی
کمی و بیشی کے لحاظ سے کم و بیش ہوتی ہے لہذا بطور حفظ ما تقدم و انسداد نقض امن
حکومت کا فرض ہی کہ اتصال جدید کی اوس حد تک روک تھام کرے جس حد تک
وہ روک تھام ضروریات تمدن و ترقی عمران کی مانع و مزاحم نہو جس کا مستحسن و مقرر انصاف
یہی طریقہ ہے کہ متصل الیہ کو ایسا حق دیا جائے جسکے ذریعہ سے وہ اپنے خلاف مرضی
اجنبی کے اتصال پیدا کرنیکا انسداد کرسکے کیونکہ بہر حال قدیم کو حادث پر ترجیح ہوتی ہے۔

دوسری فصل اسباب وجوب شفعہ کے بیان میں

اسباب وجوب شفعہ حسب ذیل ہیں جب یہ جملہ اسباب جمع ہو جاتے ہیں تب شفعہ واجب ہوتا ہے

(۱) پہلا سبب یہ ہے کہ مشفوع عقار ہو یعنی شفعہ صرف عقار میں واجب ہوتا ہے کشتیوں وغیرہ میں واجب نہیں ہوتا (ہدایہ)

علی ہذا اشجار و عمارات میں بھی خواہ وہ بلا حق قرار بیع ہوں خواہ مع حق قرار بیع ہوں واجب نہیں ہوتا پس اون عمارات میں بھی جو آراضی نزولی پر واقع ہوتی ہیں اور منجانب نزولدار مع حق قرار بیع ہوتی ہیں شفعہ واجب نہیں ہوتا ہے کیونکہ نزولدار صرف عمارات کا مالک ہوتا ہے اور اوسکو عمارات مذکورہ کے اراضی نزولی پر برقرار رکھنے کا حق ہوتا ہے اور اراضی کا مالک زمیندار ہوتا ہے لیکن فقیہ ابن کمال کے نزدیک اون اشجار و عمارات میں بھی شفعہ واجب ہوتا ہے جو مع حق قرار بیع ہوتے ہیں اور فقیہ موصوف اپنے اس قول میں منفرد ہیں چنانچہ دیگر فقہاء نے جیسے شیخ رملی صاحب بزازیہ صاحب درمختار فقیہ موصوف کے اس قول کا رد کیا ہے تاہم مجلس عالیہ عدالت[۵۱] نے فقیہ موصوف کے قول پر استدلال فرما کر ایسی عمارات میں جو اراضی نزولی پر واقع ہیں اور منجانب نزولدار اونکی بیع ہوئی ہو شفعہ واجب قرار دیا ہے[۵۲] الہ آباد ہائیکورٹ نے بھی ایک مقدمہ میں تقریباً فقیہ موصوف کے قول کا تتبع کیا ہے (درمختار)

---

۵۱ مقدمہ ملا عبد القیوم بنام باپیا مندرجہ مفید دکن جلد ۱ صفحہ ۴۰۵ +

" عبد الجبار بنام سید بلال مندرجہ دکن لا رپورٹ جلد ۱ صفحہ ۶۶۵ +

۵۲ مقدمہ ظہور علی بنام نور علی مندرجہ انڈین لا رپورٹ الہ آباد جلد ۲ صفحہ ۹۹ +

ایسے مکانات جو اراضی موقوفہ پر واقع ہون نہ مشفوع ہو سکتے ہین نہ مشفوع بہ ہو سکتے ہین (درمختار)

(۲) دوسرا سبب وجوب شفعہ کا یہ ہے کہ عقار مشفوع کا بذریعہ بیع یا ایسے عقد کے جو بمعنی بیع ہو انتقال واقع ہو مثلاً بذریعہ ہبہ بشرط عوض بعد تقابض بدلین یا صلح عن الدین یا بیع بعوض مہر مسمّٰی ہو یا مہر مثل[1] یا رد بیع بسبب عیب بلا حکم قاضی یا بذریعہ اقالۃ البیع انتقال مشفوع واقع ہو (عالمگیری ہدایہ)

رد مبیع بسبب عیب بلا حکم قاضی اور اقالۃ البیع بحق شخص ثالث بمنزلہ بیع ابتدائی ہوتا ہے کیونکہ از روئے اصل فقہی جسوقت مالک عقار کو اوس سے بے رغبتی ہو جاتی ہے اوسیوقت شفیع کو حق شفعہ حاصل ہو جاتا ہے لیکن چونکہ مالک عقار کی بے رغبتی کا علم بلا اسکے کہ وہ اوسکو منتقل کرے ہو نہین سکتا لہذا طلب مواثبت کا وقت بعد انتقال مشفوع مقرر کیا گیا چنانچہ شفیع کو مالک عقار کے اقرار بیع کی بناء پر حق شفعہ حاصل ہو جاتا ہے گو مشتری اقرار مذکور کی تکذیب کرے (ہدایہ)

پس بر بناء ایسے انتقال مشفوع کے جو بذریعہ ایسے عقد کے ہو جو بمعنی بیع نہو شفعہ واجب نہین ہوتا مثلاً مشفوع کا مہر یا معاوضہ عتق یا اجرت یا بدل خلع قرار دیجانے سے یا بدل صلح دم عمد قرار دیجانے سے یا مشفوع کو ہبہ بلا عوض یا صدقہ یا وقف کر دینے سے یا بذریعہ وصیت یا وراثت انتقال عقار ہو تو شفعہ واجب نہین ہوتا اور ایسے انتقال مشفوع سے بھی جس سے ملکیت مالک زائل نہو مثلاً بذریعہ بیع فاسد یا ٹیکہ دوامی[2] انتقال

---

[1] مقدمہ فدا علی بنام مظفر علی مندرجہ انڈین لا رپورٹ الہ آباد جلد ۵ صفحہ ۶۵ -

[2] مقدمہ مشتاق احمد بنام امجد علی مندرجہ پنجاب ریکارڈ بابت سنہ ۱۸۹۶ء صفحہ ۱۳۱ -

عقار ہو تو شفعہ واجب نہین ہوتا چنانچہ انگریزی[۵۱] ہائیکورٹون نے اسی اصول پر فیصلے کئے ہین (ہدایہ)

(۳) تیسرا سبب وجوب شفعہ کا یہ ہے کہ شفیع شریک فی المبیع یا خلیط فی حق المبیع یا جار مبیع ہو (عالمگیری)

جیسا جار مبیع کو حق شفعہ حاصل ہوتا ہے ایسا ہی جار حق المبیع کو بھی حاصل ہوتا ہے (عالمگیری)

(۴) چوتھا سبب وجوب شفعہ کا یہ ہے کہ بوقت انتقال مشفوع شفیع مشفوع بہ کا مالک ہو ورنہ شفیع کو حق شفعہ حاصل نہین ہوتا (عالمگیری)

مثلاً مشفوع بہ وقف ہو تو واقف یا متولی کو حق شفعہ حاصل نہین ہوتا (درمختار)

یا مثلاً مشفوع بہ متروکہ مستغرق بدین مورث ہو تو وارث کو حق شفعہ حاصل نہین ہوتا کیونکہ دین مذکور مانع ملک وارث[۵۲] ہوتا ہے لہذا وارث قبل ادای دین موصوف متروکہ کا مالک نہین ہوتا (ہدایہ) یا مثلاً مشفوع بہ پر مالک کی وفات کے بعد اوسکی بیوہ بر بنا دین مہر قابض ہو تو بیوہ موصوفہ کو حق شفعہ حاصل نہین[۵۳] ہوتا کیونکہ بیوہ کا قبضہ بلا قضاء قاضی یا تراضی ورثاء مالکانہ نہین ہوتا بلکہ مرتہنانہ ہوتا ہے (حاشیہ ہدایہ)

---

۵۱ مقدمہ رام غلام سنگھ بنام نرسنگ سہائے مندرجہ انڈین لا رپورٹ کلکتہ جلد ۵ صفحہ ۱۸۴ -

" لارڈن بنام سپرون مندرجہ ویکلی رپورٹر جلد ۸ صفحہ ۲۵۵ - سندر کنور بنام لالہ رگھبر دیال مندرجہ ویکلی رپورٹر جلد ۳ صفحہ ۲۴۶

" ظہور محمد بنام ظہور احمد مندرجہ ہفتہ وار بابتہ ۱۸۸۶ء صفحہ ۲۷۸ -

۵۲ ڈاکٹر سعید الدین بنام ڈاکٹر محمد عباس مندرجہ آئین دکن جلد ۲ صفحہ ۳۷ -

۵۳ مقدمہ خیر النساء بی بی بنام امین بی بی مندرجہ ہفتہ وار بابتہ ۱۸۸۷ء صفحہ ۹۳ -

باب دوئم

پہلی فصل مراتب شفعا باعتبار ترجیح و تقدیم کے بیان میں

شفعا باعتبار سبب وجوب شفعہ چار قسم کے ہین شریک فی نفس المبیع خلیط فی حق المبیع جار ملاصق جار اور انمین باتباع فرمان النبی صلعم الشریک احق من الخلیط والخلیط احق من الشفیع سبسے مقدم و مرجح حق شفعہ۔

(۱) شریک فی نفس المبیع کا ہوتا ہے وہ نہویا اپنے حق سے دست بردار ہوگیا یا اوسکا حق کسی وجہ سے ساقط ہوجائے تو اوسکے بعد۔

(۲) خلیط فی حق المبیع کا حق بمقابلہ جار ملاصق و جار مقدم و مرجح ہوتا ہے وہ نہویا اپنے حق سے دست بردار ہوجائے یا اوسکا حق ساقط ہوجائے تو اوسکے بعد

(۳) جار ملاصق کا حق بمقابلہ جار مقدم و مرجح ہوتا ہے وہ نہویا اپنے حق سے دست بردار ہوجائے یا اوسکا حق ساقط ہوجائے تو اوسکے بعد۔

(۴) جار کو حق شفعہ حاصل ہوتا ہے (عالمگیری)

لیکن ابو یوسف کے نزدیک شریک فی نفس المبیع کا وجود گو وہ اپنے حق سے دست بردار ہوجائے دوسرے شفعاء کے حق کا حاجب ہوتا ہے یعنی دوسرے شفعاء کو حق شفعہ حاصل نہین ہوتا (ہدایہ)

ہم مرتبہ شفعاء مین عموماً باہمدگر تقدیم و ترجیح نہین ہوتی بلکہ جسوقت ہم مرتبہ شفعاء متعدد ہوتے ہین تو انمین سے جسقدر خواستگار شفعہ ہوتے ہین مشفوع اون مین

بلحاظ اونکی تعداد کے بحصہ مساوی تقسیم کردیا جاتا ہے اونکی ملک مشفوع سے کمی و بیشی پر لحاظ
نہیں کیا جاتا پس اگر مشتری بھی شفیع ہوتا ہے اور خواستگار شفعہ بھی ہوتا ہے تو مشفوع میں
سے اوسکو بھی حصہ دیا جاتا ہے[1] اور اگر دعویداران شفعہ مشتری سے مقدم مرتبہ کے شفعاء
ہوتے ہیں تو مشتری مستحق حصہ مشفوع نہیں ہوتا اور اگر دعویداران شفعہ مشتری سے مابعد
مرتبہ کے شفعاء ہوتے ہیں تو اون کو کسی شفعہ مشفوع کا کچھ حصہ مستحق نہیں دلایا جاتا (در المختار)

اگر بعض شفعاء ہم مرتبہ طالب شفعہ نہ ہوں یا اونکا حق ساقط ہوجائے تو مشفوع مابقی
شفعاء دعویداران میں بالتساوی تقسیم کردیا جائیگا (ہدایہ)

علی ہذا اگر شفعاء ہم مرتبہ میں بعض غائب ہوں تو بھی کل مشفوع شفعاء خواستگاران
شفعہ میں بالمساوات تقسیم کردیا جائیگا اور بعد تقسیم اگر کوئی شفیع غائب حاضر ہوکر اپنے حصہ کا
دعویدار ہو تو اوسکا حصہ مساوی اون شفعاء سے جنکو مشفوع تقسیم کردیا گیا تھا دلایا جائیگا
مثلاً اول ایک شفیع کو کل مشفوع دلایا گیا تھا اوسکے بعد دوسرا ایک شفیع اوسکا ہم مرتبہ حاضر
ہوکر دعویدار ہو تو شفیع سابق سے دعویدار کو نصف مشفوع دلایا جائیگا اور اگر فرض کیجئے کہ
بروئے فیصلہ سابق دو دعویدارونکو نصف نصف مشفوع دلایا گیا تھا اوسکے بعد ایک اور
دعویدار حاضر ہو تو اوس کو ہر ایک دعویدار سابق کے ...

---

[1] مقدمہ محمد صاحب بنام حافظ عبد اللہ مندرجہ آئین دکن جلد ۸ صفحہ ۳۷۲ -
" محمد سلطان بنام رسپا مندرجہ آئین دکن جلد ۱۳ صفحہ ۱۶۱ -
" عبد الرحمن بنام عبد اللہ مندرجہ آئین دکن جلد ۱۳ صفحہ ۵۳۰ -
" امیر حسین بنام رحیم بخش مندرجہ انڈین لا رپورٹ الہ آباد جلد ۱۹ صفحہ ۴۶۶ -
" عبد اللہ بنام امانت اللہ مندرجہ ہفتہ وار یابتہ سنہ ۱۸۹۹ء صفحہ ۸۲ -

حصہ مین سے ایک ثلث حصہ اسکو دلا دیا جائیگا تاکہ تینون کے حصص مساوی ہو جائین
علی ہذا القیاس اگر دعویداران سابق یا مابعد کم وبیش ہون تو دعویداران سے سابق کے
حصص سے اوسقدر جزو دلایا جائیگا جس سے کل دعویداران حال وسابق کے حصص مساوی
ہو جائین (ہدایہ)

دوسری فصل بعض صورتون مین خلطاء حق المبیع مین باہم تقدیم وترجیح ہونیکے بیان مین

بعض صورتون مین خلطاء فی حق المبیع مین بلحاظ قوت وضعف ایک کو دوسرے پر
ترجیح ہوتی ہی مثلاً خلیط فی الطریق کو خلیط فی مسیل الماء پر یعنی شریک راہ کو شریک آبریز یا بدرو پر
ترجیح ہوتی ہے (عالمگیری)

اور بعض صورتون مین بلحاظ قرب وبعد مبیع خلطاء فی حق المبیع مین ایک کو دوسرے پر
ترجیح ہوتی ہے مثلاً ایک دار مین تین بیوت ہین اور ہر ایک بیت کا راستہ اسی دار مین سے ہے
اور اس دار کا راستہ دوسرے دار مین سے ہی اور اوس دوسرے دار کا راستہ کوچہ غیر نافذہ
مین سے ہے پس اگر ان تین بیوت مین سے ایک بیت بیع ہو تو سب سے مقدم ومرجح حق شفعہ
باقی ماندہ دو بیوت کے مالکونکو ہوگا اونکے بعد دوسرے دار کے مالک کو حق ہوگا اوس کے بعد
جملہ اہل کوچہ غیر نافذہ کا مساوی حق ہوگا حالانکہ جملہ شفعاء متذکرہ کی حیثیت خلطاء فی حق المبیع
کی ہے لیکن اونمین ایک کو دوسرے پر بلحاظ قرب وبعد مبیع ترجیح وتقدیم ہے (عالمگیری)

اس موقعہ پر چند تمثیلین تقدیم وترجیح شفعاء کی بغرض ذہن نشین ہونے اصول تقدیم
وترجیح کے درج کی جاتی ہین۔

(۱) ایک مکان کی منزل زیرین کا ایک شخص مالک ہے اور منزل بالائی کا دوسرا شخص مالک ہے اور منزل زیرین کا راستہ دوسرے مکان مین سے ہے تو منزل زیرین کے فروخت ہونے پر اوس مین اوس مکان کے مالک کو جسمین سے اس منزل زیرین کا راستہ ہے بحیثیت خلیط فی حق المبیع مقدم و مرجح حق شفعہ ہوگا اوسکے بعد یعنی اگر وہ طالب نہو یا دست بردار ہو جائے یا اوسکا حق ساقط ہو جائے تب منزل بالائی کے مالک کو بحیثیت جار حق شفعہ حاصل ہوگا۔ ہائیکورٹ الہ آباد نے تقریباً اسی نظیر فقہی کی تقلید[۱] بمقدمہ گھیش لال بنام ٹھہی داس کی ہے (عالمگیری)

(۲) ایک مکان کی منزل زیرین کے دو شخص مالک ہین اور اونمین سے ایک بشرکت شخص ثالث منزل بالائی کا بھی مالک ہے پس اگر یہ شخص اپنے دونون منزلون کے حصونکو فروخت کردے تو ہر ایک منزل مین اوسکے شریک کو بحیثیت شریک فی نفس المبیع مقدم و مرجح حق شفعہ ہوگا وہ طالب شفعہ نہو یا دست بردار ہو جائے یا اوسکا حق ساقط ہو جائے تب دوسری منزل کے شریک کو بحیثیت جار ملاصق حق شفعہ حاصل ہوگا (عالمگیری)

(۳) کوچہ غیر نافذہ مین کوچہ در کوچہ ہو اور کوئی مکان کوچہ در کوچہ مین فروخت ہو تو اوسمین صرف کوچہ در کوچہ والون کو حق شفعہ حاصل ہوگا اصل کوچے والون کو نہوگا کیونکہ وہ کوچہ در کوچہ کے شریک راہ نہین ہوتے (بخلاف اسکے اگر کوچہ غیر نافذہ طویل ہو اور اوسکے انتہائی حصہ مین کوئی مکان فروخت ہو تو جملہ اہل کوچہ کو اوسمین مساوی حق شفعہ حاصل ہوگا اگرچہ اون لوگون کو جنکے مکانات کوچہ کے ابتدائی حصہ مین ہین کوچہ کے انتہائی حصہ مین حق مرور نہین ہوتا۔ تاہم کوچہ اور راستہ کے ایک ہونیکی وجہ سے جملہ

---

[۱] مندرجہ رپورٹ ہائیکورٹ ممالک مغربی و شمالی جلد ۵ صفحہ ۱۳۱۔

اہل کوچہ کو کل کوچہ مین حق شفعہ مساوی ہوتا ہے اور وہ سب ایک راہ ہوتے ہین) اور اگر اصل کوچہ مین کوئی مکان فروخت ہو تو اوسمین اصل کوچے والون کو اور کوچہ در کوچہ والون کو مساوی حق شفعہ ہوتا ہے (ہدایہ)

باب سوئم

پہلی فصل طلب مواثبت کے بیان مین

بفور علم بیع مشفوع[۵۱] یا بقول محمد و زفر[۵۲] مجلس علم بیع مشفوع مین شفیع کو کل مشفوع کی اوتنی قیمت مین جتنی قیمت مین مشتری کو پڑا ہو ایسے الفاظ مین طلب مواثبت کرنا چاہیئے جنسے طلب مفہوم ہو (در مختار)

مثلاً شفیع کو یہ کہنا چاہیئے کہ مین شفعہ طلب کرتا ہون یا یہ کہ مین طالب شفعہ ہون یا اسی قسم کے اور الفاظ جنسے یہ سمجہا جائے کہ وہ طلب شفعہ کرتا ہے کہنا چاہین ایسے الفاظ کہنے سے جنسے طلب شفعہ نہ سمجہی جائے طلب مواثبت نہین ہوتی مثلاً شفیع مشتری سے یہ کہے کہ مین تیرا شفیع ہون اور تجہسے بذریعہ شفعہ مکان لینے والا ہون چونکہ یہ دونون جملے خبریہ ہین انسے طلب نہین سمجہی جاتی اونسے صرف ارادہ شفیع ظاہر ہوتا ہے لہذا ایسے الفاظ کہنے سے چونکہ بر وقت طلب مواثبت نہین ہوتی اسلیئے حق شفع باطل ہو جاتا ہے (عالمگیری)

---

[۵۱] مقدمہ علی محمد بنام تاج محمد انڈین الہ آباد جلد ۱ صفحہ ۲۸۔ رام چرن بنام ہر ہر متہون ویکلی رپورٹ جلد ۱۳ صفحہ ۵۹ " جعفر خان بنام خیار میان انڈین کلکتہ جلد ۱ صفحہ ۳۰۳۔

[۵۲] مقدمہ امجد حسین بنام کوک سنگہ مندرجہ بنگال لا رپورٹ جلد ۴ صفحہ ۲۰۳۔

[۵۳] مقدمہ نبہی جان بنام غلام محمد مندرجہ آئین دکن جلد ۱۳ صفحہ ۵۴۴۔

لیکن علم بیع مشفوع کے بعد شفیع کے الحمد للہ یا سبحان اللہ یا لا حول ولا قوۃ الا باللہ یا اللہ اکبر کہنے یا تشمیت کرنے یعنی چھینکنے والے کے الحمد للہ کے جواب مین یرحمک اللہ کہنے سے یا یہ دریافت کرنے سے کہ کسنے خریدا ہے یا یہ پوچھنے سے کہ کتنے مین خریدا ہے حق شفعہ ساقط نہین ہوتا اور نہ یہ متصور ہوتا ہے کہ اوسنے بفور علم بیع مشفوع طلب مواثبت نہین کی یا طلب مواثبت کرنیسے اعراض کیا کیونکہ کلمات الحمد للہ۔ سبحان اللہ۔ لا حول ولا قوۃ الا باللہ۔ اللہ اکبر اظہار شکر و تعجب اور افتتاح کلام کے واسطے بھی مستعمل ہوتے ہین اور تشمیت حق شرع ہے اس سے اعراض عن الطلب نہین سمجھا جا سکتا ہا مشتری کا نام یا تعداد ثمن دریافت کرنا دواعی طلب مین او نسے بھی اعراض نہین سمجھا جا سکتا کیونکہ رغبت کا انحصار اونکے علم پر ہوتا ہے (ہدایہ)

دوسری فصل قبل بیع مشفوع طلب مواثبت کرنے یا مشفوع کے لینے سے انکار کرنیکے اثر کے بیان مین

مشفوع کی بیع سے قبل طلب مواثبت کرنا یا مشفوع کی خریداری سے انکار کرنا بے اثر و کالعدم ہوتا ہے یعنی اگر شفیع نے قبل بیع مشفوع طلب مواثبت کی ہو اور بعد علم بیع طلب مواثبت نہ کی ہو تو طلب مواثبت ما قبل بیع اثبات حق شفعہ کیواسطے کافی نہوگی بلکہ علم بیع مشفوع کے بعد[1] ترک طلب مواثبت کی بنا پر اوسکا حق شفعہ ساقط ہو جائیگا علی ہذا اگر

---

[1] مقدمہ سید محمد بنام کہندوجی مندرجہ آئین کن جلد ۱ صفحہ ۳۵ (۲) امادی بیگم بنام انعام الحق مندرجہ انڈین لا رپورٹ الہ آباد جلد ۱
" سوبہاگی بنام محمد اسحاق مندرجہ انڈین لا رپورٹ الہ آباد جلد ۶ صفحہ ۳۶۳ (۴) محمد یونس بنام محمد یوسف مندرجہ انڈین لا رپورٹ الہ آباد جلد ۱۹ صفحہ ۳۳۴ (۵) رام دیال بنام مدھ سین مندرجہ ہفتہ وار الہ آباد بابتہ ۱۸۸۳ء صفحہ ۳

شفیع قبل بیع مشفوع اوسکی خریداری سے انکار کردے اور علم بیع ہوتے ہی طلب مواثبت کرے تو انکار قبل بیع کی وجہ سے اوسکا حق شفعہ ساقط نہوگا (درمختار)

تیسری فصل شفیع و مشتری یا اونمین سے کسی ایک کے غیر مسلم ہونے کی صورتمین اس زمانہ کی عدالتونکی رائے کے بیان مین

شرعًا حق شفعہ مین مسلم و غیر مسلم دونون یکسان ہین مگر فی زمانہ چونکہ شرع شریف ہندوستان کا ملکی قانون نہین ہی لہذا ہائیکورٹون نے اس امر کے متعلق مفصل و صریح فیصلہ جات صادر کئے ہین کہ نزاع شفعہ مین جب فریقین یا اونمین سے ایک غیر مسلم ہو تو کس صورت مین احکام شرعی کی پابندی لازم ہوگی اور کس صورت مین لازم نہوگی چنانچہ کلکتہ ہائیکورٹ نے یہ طے کردیا کہ بمقابلہ غیر مسلم[۱] مشتری کے دعوی شفعہ شرعی نہین ہوسکتا اور الہ آباد ہائیکورٹ نے یہ طے کردیا کہ غیر مسلم[۲] شفیع شفعہ شرعی کا دعوی نہین کرسکتا البتہ مسلم شفیع مشتری غیر مسلم پر بشرطیکہ بائع بھی مسلم ہو شفعہ شرعی کا دعوی کرسکتا ہے الہ اباد ہائیکورٹ کی اس رائے کے بعد کے ایک مقدمہ مین کلکتہ ہائیکورٹ نے بھی تقلید کی ہے اور ہائیکورٹ الہ آباد نے ایک مقدمہ[۳] مین یہ طے کیا ہی کہ غیر مسلم اشخاص مین شفعہ بر بناء رواج یا معاہدہ ہوتا ہے لہذا مقدمات شفعہ کے

---

[۱] قدرت اللہ بنام موہنی بنگال لا رپورٹ جلد ۳ صفحہ ۱۳۳

[۲] دوارکا داس بنام حسین بخش انڈین لا رپورٹ الہ آباد جلد ۱ صفحہ ۵۶۴ (//) گوبند دیال بنام عنایت اللہ انڈین لا رپورٹ الہ آباد جلد ۷ صفحہ ۷۷۵

(//) حبیب اللہ بنام عبد العالم مہنتہ دارا لہ آبادیا یتہ ۱۸۸۶ء صفحہ ۱۳۳

[۳] پرتو سنگہ بنام ہر شرما بنگال لا رپورٹ جلد ۱۰ صفحہ ۱۱۷

فریقین غیر مسلم ہون اونپر پابندی احکام شرعی لازم نہین ہی تقریبًا یہی فیصلہ بمقدمہ مدہوسدا[51] شیو بنام دیورم راجنا مجلس عالیہ عدالت نے بھی فرمایا ہے لیکن بمقدمہ گنپت لال بنام[52] نوروزجی مجلس عالیہ عدالت حیدرآباد نے یہ تجویز فرمایا ہے کہ شرع شریف ملک سرکار عالی کا ملکی قانون ہے بلالحاظ مذہب فریقین مقدمات شفعہ مین پابندی شرع شریف لازم ہی

چوتھی فصل اس بیان مین کہ شفیع صغیر کی جانب سے طلب مواثبت و اشہاد کون کرسکتا ہے

چونکہ حق شفعہ مین صغیر و کبیر مساوی ہوتے ہین (عالمگیری) پس اگر شفیع صغیر ہو تو اوسکی طرف سے اوسکے ولی حقوق کو طلب مواثبت و اشہاد کرنا چاہیے لہذا اگر شفیع صغیر کا کوئی ولی حقوق موجود ہو اور وہ طلب مواثبت ترک کردے یا حق شفعہ سے دست بردار کرے تو شیخین کے نزدیک شفیع صغیر کا حق شفعہ ساقط ہوجاتا ہی حتی کہ صغیر بالغ ہونیکے بعد بھی مشفوع کو نہین لے سکتا اور اگر صغیر کا کوئی ولی حقوق نہو تو اوسکے بالغ ہونے تک اوسکا حق شفعہ قائم رہتا ہے اور بفور بلوغ اوسکو طلب مواثبت کرنا لازم ہوتا ہے ورنہ اوسکا حق شفعہ ساقط ہوجاتا ہے۔

---

[51] ہیرالال بنام کلو انڈین لارپورٹ الہ آباد جلد ۷ صفحہ ۹۱۶۔

[52] مفید دکن جلد ۸ صفحہ ۲۷۔

[53] آئین دکن جلد ۱ صفحہ ۲۵۱۔

صغیر کے ولی حقوق بالترتیب حسب ذیل اشخاص ہوتے ہین یعنی بموجودگی ولی مقدم ولی مابعد کو صغیر کی ولایت حقوق حاصل نہین ہوتی۔

(۱) پدر صغیر یا وصی پدر صغیر کو وہ نہو تو۔

(۲) جد صغیر یعنی صغیر کے دادا یا اوسکے وصی کو وہ بھی نہو تو۔

(۳) قاضی کو یا اوس وصی کو جسکو قاضی نے حقوق صغیر کے واسطے مقرر کیا ہو۔

(عالمگیری)

پانچوین فصل مجلس کی تعریف وغیرہ کے بیانمین

مجلس متفرق اشخاص کو اکٹھا کرنیوالی ہے اسلئے اوسکے جملہ ساعات کی ایک ساعت سے تعبیر کیجاتی ہے (ہدایہ)

مجلس کی تفریق وتبدیل اہل مجلس کے قیام وقعود سے نہین ہوتی بلکہ اون کے حقیقۃً یا حکماً متفرق ہوجانیسے ہوتی ہے اہل مجلس کا حقیقۃً متفرق ہونا یہ ہے کہ وہ مقام مجلس سے اوٹھکر چلے جائین اور حکماً متفرق ہونا یہ ہے کہ وہ غرض مجلس سے اعراض کرکے دوسرے کام مین مشغول ہوجائین (فتح القدیر)

مثلاً دو شخص بغرض انعقاد بیع ایک مقام پر جمع ہون تو اونکا ایک جگہ جمع ہونا اور وہ جگہ مجلس بیع کہلائیگی پس جب تک وہ اوس مقام پر گفتگو کرتے رہینگے مجلس قائم رہے گی اثنا گفتگو مین اونکے کھڑے ہوجانیسے یا اگر کھڑے کھڑے گفتگو کررہے ہون اونکے بیٹھ جانیسے مجلس متفرق ومتبدل نہین ہوتی البتہ اونکے اوس مقام سے چلے جانیسے حقیقۃً مجلس متفرق ومتبدل ہوجاتی ہے اور اونکے گفتگوئے بیع سے اعراض کرکے دوسرے کام مین

مشغول ہوجانیسے حکماً مجلس متفرق ومتبدل ہوجاتی ہی - یا مثلاً شفیع کو جس جگہ مشفوع کے بیع ہوجانیکا علم ہو یا باندی کو جسے آزاد ہوجانیکا علم ہو تو شفیع یا باندی جب تک اوس مقام پر رہینگے اور دوسرے کام مین مشغول نہونگے مجلس علم بیع یا فسخ حق قائم رہے گی شفیع یا باندی کے قیام و قعود سے مجلس مذکور متفرق و متبدل نہوگی لہذا اگر شفیع بیٹھے بیٹھے خبر بیع مشفوع سے اور بفور سماعت خبر کھڑے ہوکر طلب مواثبت کرے تو چونکہ اوسکے کھڑے ہونے سے اوسکا اعراض عن الطلب متصور نہوگا اور مجلس علم بیع مشفوع متبدل نہوگی لہذا اوسکا حق شفعہ ساقط نہوگا -

باب چہارم

پہلی فصل بیع بالوفا کی تعریف وغیرہ کے بیان مین

بیع بالوفا کی ابتدا بلخ و بخارا سے ہوئی ہے جہان دینی عروج کے ساتھ دنیوی ترقی بھی ہورہی تھی چونکہ جائداد مرہونہ سے شرعاً انتفاع حرام ہے اسلئے لوگ معاملہ رہن سے گریز کرتے تھے تب یہ صورت معاملہ اختیار کی گئی تاکہ روپیہ دینے والے کو جائداد معقود علیہ سے انتفاع جائز ہوجائے اور مالک جائداد کو حق استرداد جائداد باقی رہے رفتہ رفتہ یہ صورت معاملہ اکثر بلاد اسلامی مین مروج ہوگئی اور ہر جگہ جداگانہ نام سے موسوم ہوئے تاکہ اہل معاملہ نے اوسکو مفتیوں کے کانون تک اور کثرت رواج نے قاضیون کے اجلاسون تک پہونچادیا

لہ سید میر بنام محمد یوسف آئین دکن جلد ۱۴ صفحہ ۲۳۴ -

ہ لالہ مہاراج سنگھ بنام لالہ بہو جک لالو ویکلی رپورٹر کلکتہ بابتہ ۱۸۶۴ء صفحہ ۲۹۴ -

بعض مفتیون اور قاضیون نے سختی کی نظر سے دیکھکر اوسکو رہن قرار دیا اور اوس سے احکام رہن متعلق فرمائے اور بعض نے حاجت الناس کو پیش نظر رکھکر استحساناً اوسکے جواز کا فتوی دیا لیکن اکثر علماء صاحبان افتاء کا اسپر اتفاق ہوا کہ یہ بیع فاسد ہی کیونکہ درحقیقت یہ ایسا عقد ہے جس سے مختلف لحاظات سے مختلف احکام متعلق ہوسکتے ہین چنانچہ اس لحاظ سے کہ مالک جائداد کو حق استرداد جائداد باقی رہتا ہے اوسپر رہن کا اطلاق ہوسکتا ہے اور اس لحاظ سے کہ روپیہ دینے والا جائداد سے جوازاً منتفع ہوسکتا ہے اوسکو استحساناً بیع جائز کہا جاسکتا ہے اور صورت معاملہ و مقصد متعاقدین کے لحاظ سے وہ بیع فاسد کی تعریف مین داخل ہوتا ہے اسی وجہ سے فقہائے نے اوسکو زرافہ جانور سے مشابہت دی ہی جسکی گردن مثل گردن شتر اور ہاتھ پیر گائے کے ہاتھ پیر جیسے اور کھال چیتے کی کھال کی مانند ہوتی ہی اسکی صورتہائے معاملہ بھی مختلف ہوتی ہین مثلاً ایک صورت یہ ہوتی ہی کہ بائع مشتری سے کہتا ہے کہ مینے یہ جائداد بعوض اتنے ثمن کے تیرے ہاتھ بیع کردی اس شرط سے کہ مین جب تجھکو ثمن واپس کردون تب تو جائداد مجھکو واپس دیدینا۔ ایک صورت یہ ہوتی ہے کہ بیع بلاکسی شرط کے کی جاتی ہی اور بعد بیع ذکر شرط کیا جاتا ہے اس صورت مین بھی وفاء شرط لازم ہوجاتا ہے چنانچہ ظہیریہ مین امام صاحبؒ کا قول مذکور ہی کہ اگر انعقاد عقد کے بعد بھی ذکر شرط کیا جائے تو شرط عقد سے ملحق ہوجاتی ہی (درمختار)

ایک صورت یہ ہوتی ہی کہ بیع بشرط فسخ تا مدت معین کی جاتی ہے۔ ایک صورت یہ ہوتی ہی کہ جو بیع کی جاتی ہے وہ متعاقدین کی نیت مین غیر لازم ہوتی ہی پس اگر صورت معاملہ بیع بالوفا یہ ہو کہ ابتداءً بیع بلاکسی شرط کے کی گئی ہو اور بعد بیع اوس سے شرط وفا ملحق کی گئی ہو تو شفعہ بفور انعقاد بیع واجب ہوجاتا ہے کیونکہ ایسی بیع فاسد مین جو ابتداءً صحیح

منعقد ہوا اور بعد انعقاد کسی وجہ سے مثلاً شرط فاسد کے الحاق کی وجہ سے فاسد ہوجائے
بفور انعقاد بیع حق شفعہ پیدا ہوجاتا ہے اور یہ حق شفعہ باوجود فاسد ہوجانے بیع کے علی حالہ
قائم رہتا ہے (عالمگیری)

لہذا ایسی صورت مین شفیع کو بفور علم بیع طلب مواثبت کرنا چاہیئے ورنہ اوسکا
حق شفعہ ساقط ہوجاتا ہے۔ اور اگر صورت معاملہ بیع بالوفا یہ ہو کہ ابتداءً ہی بیع بشرط فسخ
یا وفا ہو اور مدت شرط فسخ یا وفا معین ہو تو ان صورتون مین بیع ابتداءً ہی فاسد
منعقد ہوتی ہے اور بیع فاسد مین نہ قبل قبضہ شفعہ واجب ہوجاتا ہے نہ بعد قبضہ شفعہ
واجب ہوتا ہے قبل قبضہ شفعہ واجب نہونیکی یہ وجہ ہوتی ہے کہ بلا قبضہ مشتری بصورت
بیع فاسد بائع کی ملک زایل نہین ہوتی اور بعد قبضہ شفعہ واجب نہونیکی یہ وجہ ہوتی ہے کہ
بیع فاسد ہونیکی وجہ سے اوسکے فسخ ہونے کا احتمال ہوتا ہے۔

البتہ بیع فاسد کے حق فسخ ساقط ہوجانے کے بعد شفعہ واجب ہوجاتا ہے
کیونکہ مانع وجوب شفعہ یعنی حق فسخ مرتفع ہوجاتا ہے (عالمگیری)

پس چونکہ بیع بالوفا کی ان صورتون مین مدت حق فسخ معین ہوتی ہے اور
بیع بقبضہ مشتری ہوتی ہے لہذا بعد ختم مدت وفا حق فسخ ساقط ہوجاتا ہے اور شفعہ
واجب ہوجاتا ہے اسلئے بیع بالوفا کی ان صورتون مین شفیع کو بفور علم انقضاء مدت
وفا طلب مواثبت کرنا چاہیئے ورنہ اوسکا حق شفعہ ساقط ہوجاتا ہے۔

ملک سرکار عالی مین دستاویزات بیع بالوفا مین لفظ رہن مستعمل ہوتا ہے
اور انفکاک رہن کے واسطے ایک مدت معین کردیجاتی ہے کہ اوسکے بعد مالک جائداد کو
حق انفکاک نہوگا اور یہ معاملہ بعد انقضاء مدت مذکور بیع متصور ہوگا اسیوجہ سے مجلس عالیہ

عدالتنے بعض مقدمات مین بیع بالوفا کو رہن قرار دیا ہے اور بعض مقدمات مین بیع بالوفا کو
بیع ناجائز قرار دیا ہے لیکن ایک پرانے مقدمہ مین مجلس موصوفنے بیع بالوفا کو رہن [illegible]
قرار دیا ہے اور اوسمین مولوی علی رضا خانصاحب نے طویل اور مدلل فیصلہ تحریر فرمایا ہے

قانوناً ڈگری بیعیات مین مالک جائداد کو ادائی رقم کیواسطے مہلت دیجاتی ہے [illegible]
مہلت مذکور مین رقم ادا نہو تو بیع بالوفا بیعیات ہوجاتی ہے الہ آباد ہائیکورٹ نے یہ [illegible]
طے کیا ہے کہ بعد انقضاء مہلت مذکور شفیع کو حق شفعہ حاصل ہوتا ہے مگر مقدمہ [illegible]
بنام موہن لال الہ آباد ہائیکورٹ نے یہ طے کر دیا ہے کہ بوقت صدور ڈگری بیعیات شفیع کو
حق شفعہ پیدا ہوجاتا ہے۔ بیع بیع بالوفا چونکہ بیع بیع فاسد ہوتا ہے اور بیع بیع فاسد
مشفوع بہ ہوسکتا ہے لیکن اگر وہ بائع کے قبضہ مین ہوتا ہے تو بائع کو اوسکے ذریعہ سے
حق شفعہ حاصل ہوتا ہے اور اگر وہ قبضہ مشتری مین ہوتا ہے تو اوسکے ذریعہ سے مشتری کو

---

٥١ ماروتی بنام الیشو آئین دکن جلد ۲ صفحہ ۳۲ - (۲) دیوجی بنام نارائن آئین دکن جلد ۱۰ صفحہ ۳۲

٥٢ باباشیر بنام لیاقت حسین آئین دکن جلد ۴ صفحہ ۴۹ - ٥٣ ملیا بنام ساونت مفید دکن جلد ۶ صفحہ ۱

٥٤ علی عباس بنام کالکا پرشاد انڈین لارپورٹ الہ آباد جلد ۱۴ صفحہ ۴۰۵ -

" پراگ جولی بنام منجن خودسری انڈین لارپورٹ الہ آباد جلد ۴ صفحہ ۱۹۱ -

" الوپرشاد بنام بھیکن انڈین لارپورٹ الہ آباد جلد ۳ صفحہ ۶۱۰ -

" جھنگر رائے بنام گیکا دہاری انڈین لارپورٹ الہ آباد جلد ۳ صفحہ 175 -

" ہزاری لال بنام شنکر دیال انڈین لارپورٹ الہ آباد جلد ۳ صفحہ ۷۷ -

" لوکل رائے بنام لچھمن رائے انڈین لارپورٹ الہ آباد جلد ۶ صفحہ ۳۴۴

٥٥ مندرجہ انڈین لارپورٹ الہ آباد جلد ۲ صفحہ ۳۵۸ -

حق شفعہ حاصل ہوتا ہی لہذا بیع بیع بالوفا مشفوع بہ ہوتا ہی اور اوسکے قابض کو خواہ وہ بائع بیع بالوفا ہو یا مشتری بیع بالوفا ہو) حق شفعہ حاصل ہوتا ہے (ہدایہ)

دوسری فصل تعین وقت وجوب شفعہ وطلب مواثبت بصورت نیلام عدالتی کے بیان مین

شرعًا مدیون کی جائداد غیر منقولہ صاحبینؒ کے نزدیک جنکے قول پر فتوی بھی ہے قاضی بغرض ادائی دین بیع کرسکتا ہے (عالمگیری)

اور نیز بذریعہ نیلام جسکو بیع من یزید کہتے ہین جائداد کو بیع کرنا جائز ہی (ہدایہ) پس جو جائداد بغرض ادائے ڈگری بحکم عدالت دیوانی نیلام کی جاتی ہی اوسکی بذریعہ نیلام بیع واقع ہوجاتی ہے۔ لیکن قانونًا جائداد کے نیلام ختم ہوجانے سے اوسکی بیع بحق خریدار نیلام قطعی نہین ہوجاتی بلکہ ۳۰ یوم تک عدالت کو نیلام کے منسوخ کردینے کا اختیار ہوتا ہے بعد حکم عدالت مشعر قطعیت نیلام اوس جائداد کی بیع بحق خریدار نیلام قطعی ہوجاتی ہے گویا عدالت بذریعہ نیلام اوس جائداد کی ایسی بیع کرتی ہی جسکا قطعی کردینا یا منسوخ کردینا ۳۰ یوم تک اوسکے اختیار مین رہتا ہے تو اب یہ دیکھنا ہی کہ ایسی بیع جس کے قطعی یا منسوخ کردینے کا بائع کو اختیار ہو شرعًا جائز ہے یا نہین اور اگر جائز ہے تو جائداد مبیعہ مین شفعہ کسوقت پیدا ہوتا ہے شفیع کو کس وقت طلب مواثبت کرنا ضرور ہوتا ہے شرعًا ایسی بیع کو بیع بشرط خیار بائع کہتے ہین چونکہ شرعًا بیع بشرط خیار جائز ہوتی ہی

سلہ گنگارام بنام راؤجی مندرجہ آئین دکن جلد ۱ صفحہ ۳۱۲ -

(تمام از ینکہ خیار بائع کو ہو یا مشتری کو ہو) ہدایہ

اور بقول مفتی بہ صاحبین خیار او سقدر مدت معینہ کیواسطے جسپر عاقدین رضامند ہوجائین جائز ہوتا ہے۔ اسلیئے مؤلف کے نزدیک نیلام عدالتی بیع بشرط خیار بائع ہوتی ہے کیونکہ بیع بشرط خیار بائع شرعاً بھی تاقیام خیار بائع قطعی نہین ہوتی اور مبیع ملک بائع سے خارج ہوکر ملک مشتری مین داخل نہین ہوتی بعد ختم مدت خیار اگر بائع بیع کو فسخ نکردے بیع قطعی ہوکر مبیع ملک بائع سے خارج اور ملک مشتری مین داخل ہوجاتی ہے (ہدایہ)

لہذا حکم مشعر قطعیت نیلام سے عدالت کا اختیار منسوخی نیلام چونکہ ساقط ہوجاتا ہے اسلیئے بفور صدور حکم قطعیت نیلام جائداد نیلام شدہ مین حق شفعہ[۵۱] پیدا ہوجاتا ہے پس شفیع کو بفور علم صدور حکم مذکور طلب مواثبت کرنا چاہیے ورنہ اوسکا حق شفعہ ساقط ہوجائیگا۔ رہا یہ حکم قانونی کہ اگر شفیع جلسہ نیلام مین حاضر نہو یا حاضر ہو مگر بولی نہ بولے تو اوسکا حق شفعہ ساقط ہوجاتا ہے شفعہ شرعی سے متعلق[۵۲] نہین ہے گو اکثر مقدمات مین یہ[۵۳] طے کیا گیا ہے کہ اس حکم قانونی کی عدم تعمیل سے شفیع کا حق شفعہ ساقط ہوجاتا ہے۔

---

۵۱ مقدمہ سداسیو بنام کفایت اللہ مندرجہ آئین دکن جلد ۲ صفحہ ۳۶۳
" دوارکا پرشاد بنام اوتار مندرجہ ہفتہ وار الہ آباد ۱۸۷۵ء
۵۲ مقدمہ سداسیو بنام کفایت اللہ مندرجہ آئین دکن جلد ۲ صفحہ ۳۶۳
" مقدمہ گوبند پرشاد بنام بالکشن رائی آئین دکن جلد ۱۴ صفحہ ۲۷۵
۵۳ مقدمہ محسن علیخان بنام اشرف علیخان مندرجہ آئین دکن جلد ۱۴ صفحہ ۲۱۱
" مقدمہ بالکشن رائی بنام گوبند پرشاد مندرجہ آئین دکن جلد ۱۱ صفحہ ۳۶۱
" مقدمہ پنج سنگہ بنام گوبند سنگہ مندرجہ انڈین لا رپورٹ الہ آباد جلد ۲ صفحہ ۸۵۰
" مقدمات مندرجہ انڈین لا رپورٹ الہ آباد جلد ۳ صفحہ ۸۲۷
" مندرجہ ہفتہ وار الہ آباد بابتہ ۱۸۸۱ء صفحہ ۱۰۹

باب پنجم

پہلی فصل وجوب طلب اشہاد کے بیان مین

طلب مواثبت کے بعد بشرط قدرت و امکان مواقع ثلاثہ مین سے کسی ایک موقعہ پر بلادرنگ طلب اشہاد کرنا لازم ہے ورنہ اگر شفیع باوجود قدرت و امکان طلب اشہاد نکرے تو اوسکا[۵۱] حق شفعہ ساقط ہوجاتا ہے۔ طلب اشہاد کے مواقع ثلاثہ حسب ذیل[۵۲] ہین۔

(۱) بائع سے اگر مبیع اوسوقت تک بقبضہ بائع ہو۔

(۲) مشتری سے بلالحاظ اسکے کہ مبیع اوسکے قبضہ مین ہی یا نہین۔

(۳) عقار مشفوع پر یا اوسکے نزدیک۔

ان مواقع مین سے جو موقعہ قریب تر ہو اوسی موقع پر شفیع کو طلب اشہاد کرنا چاہئے پس اگر شفیع قریب تر موقعہ کو چھوڑکر موقعہ بعید کی طرف جائے تو اگر سہ مواقع ایک ہی شہر مین ہین تو مضائقہ نہین اوسکا حق شفعہ استحساناً باطل نہوگا لیکن اگر موقعہ بعید تر دوسرے شہر مین یا اوسی شہر کے قریہ مین ہو جسمین دوسرے دو موقعہ ہین تو اوسکا حق شفعہ باطل ہوجائیگا کیونکہ اوسنے موقعہ ممکنہ پر جو قریب تر ہے طلب اشہاد کو ترک کردیا ہے (عالمگیری)

---

۵۱ مقدمہ جریدن بنام لطف حسین مندرجہ بنگال رپورٹ جلد ۸ صفحہ ۱۶۰

" مقدمہ علی محمد بنام تلجہ محمد مندرجہ انڈین لارپورٹ الہ آباد جلد ۱ صفحہ ۲۸۳

" مقدمہ واجد علی بنام لالہ ہنومان پرشاد مندرجہ بنگال لارپورٹ جلد ۴ صفحہ ۱۳۹

" مقدمہ ہرہر دولی بنام شیو پرشاد مندرجہ انڈین لارپورٹ الہ آباد جلد ۷ صفحہ ۱۴۱

۵۲ مقدمہ علی محمد بنام سعید حسن مندرجہ انڈین لارپورٹ الہ آباد جلد ۱۸ صفحہ ۳۰۹

" مقدمہ کلثوم بیگم بنام فقیر محمد خان مندرجہ انڈین لارپورٹ الہ آباد جلد ۱۸ صفحہ ۲۹۸

طلب اشہاد کا لزوم اسواسطے ہے کہ بغیر شہود کے طلب مواثبت کا ثابت کرنا ممکن نہین کیونکہ طلب مواثبت کرنیکا بار ثبوت بذمہ شفیع ہوتا ہے اور بیشتر ایسا ہوتا ہے کہ جب شفیع کو مشفوع کے بیع ہونیکی خبر پہونچتی ہے تو وہ مواقع ثلاثہ مین سے کسی موقعہ پر نہین ہوتا اور اوسکے نزدیک شہود بھی موجود نہین ہوتے اور وہ بفور علم بیع مشفوع طلب مواثبت کرلیتا ہے اسلئے شفیع پر طلب مواثبت کے بعد طلب اشہاد بھی لازم کی گئی ہے لیکن اگر علم شفیع کو بیع مشفوع مواقع ثلاثہ مین سے کسی موقعہ پر ہوا اور وہین وہ بمواجہ شہود طلب مواثبت کرلے تو پھر اوسکو طلب اشہاد کرنا لازم نہین ہوتا بلکہ وہی ایک طلب طلب مواثبت اور طلب اشہاد دونون کی قائم مقام ہوجاتی ہے[۵۱] (عالمگیری)

اگر شفیع کو مواقع ثلاثہ پر کسی وجہ سے پہونچنا ناممکن ہو تو طلب اشہاد بذریعہ تحریر یا وکیل یا رسول کرسکتا ہی[۵۲] مثلاً شفیع کو بحالت سفر علم بیع مشفوع ہوا اور وہ بفور علم طلب مواثبت کرے یا مثلاً شفیعہ مخدرہ ہو اور حسب مروجہ ہندوستان اوسکو مواقع ثلاثہ مین سے کسی موقعہ پر پہونچنا ممکن نہو تو ایسی صورت مین بذریعہ تحریر یا وکیل وغیرہ طلب اشہاد کیاجاسکتا ہے۔

دوسری فصل طریقہ طلب اشہاد کے بیان مین

طلب اشہاد الفاظ ذیل یا اونکے ہم معنی الفاظ مین ہونا چاہیے یعنی شفیع شہود کے

---

۵۱ مقدمہ علی محمد بنام سعید حسن مندرجہ انڈین لارپورٹ الہ آباد جلد ۸ صفحہ ۳۰۹

۵۲ مقدمہ عبد الرحمن بنام سجاد علی مندرجہ آئین دکن جلد ۱۰ صفحہ ۲۰۷

مقدمہ ہر دوی بنام شیو پرشاد مندرجہ انڈین لارپورٹ الہ آباد جلد ۷ صفحہ ۴۱

سامنے کہے کہ فلان عقار کو (باظہار نام عقار اگر عقار کسی نام سے مشہور ہو اور باظہار حدود اربعہ) فلان شخص نے خرید کیا ہے مین اوسکا شفیع ہون اور طلب مواثبت کر چکا ہون اب پھر طلب کرتا ہون تم گواہ رہو بعض فقہا کے نزدیک عقار مشفوعہ کی حدود بھی شفیع کو طلب اشہاد مین بیان کرنا لازم ہین اور نیز یہ کہ وہ کس حیثیت سے شفیع ہے بحیثیت شریک فی المبیع یا بحیثیت خلیط فی حق المبیع یا بحیثیت جار مبیع بعض فقہا کے نزدیک طلب اشہاد مین اس امر کا ذکر کرنا لازم ہے کہ قبل ازین طلب مواثبت کر چکا ہون بغیر اس ذکر کے طلب اشہاد ناقص اور ناکافی ہوتی ہے[۵۱] اور بعض فقہا کے نزدیک طلب اشہاد بلا ذکر طلب مواثبت بھی کافی ہوتی ہے[۵۲] (قاضیخان) عدالتہائے انگریزی نے دونون اقوال کا اتباع کیا ہے۔

باب ششم

پہلی فصل طلب خصومت کے لزوم کے بیان مین

طلب مواثبت و طلب اشہاد کے بعد شفیع پر بغرض اخذ مشفوع طلب خصومت کرنا بھی لازم ہے یعنی شرعاً شفیع کو دعوی کرنا لازم ہے (عالمگیری) کیونکہ اگر شفیع بلا قضاء

---

۵۱ مقدمہ جدو تند سنگہ بنام دلیپ سنگہ مندرجہ انڈین لاریورٹ کلکتہ جلد ۱ صفحہ ۱۸۵
مقدمہ رجب علی بنام چندی چرن بہدرا مندرجہ انڈین لاریورٹ کلکتہ جلد ۱۷ صفحہ ۵۴۳
مقدمہ ذاکر حسین بنام عبد الخلیل مندرجہ انڈین لاریورٹ الہ آباد جلد ۱۶ صفحہ ۳۸۳
مقدمہ عبابی بیگم بنام افضل حسین " " جلد ۲۰ صفحہ ۴۵۷
مقدمہ عابد حسین بنام بشیر احمد " " جلد ۲۰ صفحہ ۴۹۹
۵۲ مقدمہ حسین بخش بنام آبادی بیگم مندرجہ ہفتہ وار الہ آباد ۱۸۹۳ع صفحہ ۱۰۱
مقدمہ احمد شاہ خان بنام آبادی بیگم مندرجہ ہفتہ وار الہ آباد ۱۸۹۷ع صفحہ ۲۳

بالشفعه مشفوع کو بطور خود مشتری سے خرید لیتا ہی تو اوسکا حق شفعہ ساقط ہوجاتا ہی اس طرح شفیع کا حق شفعہ ساقط ہوجانیکا یہ اثر ہوتا ہے کہ اوسکے مقابلہ مین اوس سے مابعد مرتبہ والے شفیع کو (جو برنباء اوس بیع کے جو مالک نے بحق مشتری کی تھی یا برنباء اوس بیع کے جو مشتری نے بحق شفیع کی ہے) حق شفعہ حاصل ہوجاتا ہے بخلاف اوس صورت کے کہ شفیع ابتداءً مالک سے خرید یتا تو اوسکے مقابلہ مین اوس سے مابعد مرتبہ والے شفیع کو حق شفعہ حاصل نہوتا (درمختار)

دوسری فصل طریقہ طلب خصومت کے بیان مین

شرعاً شفیع کو قاضی کے پاس دعوی شفعہ حسب ذیل طریقہ سے پیش کرنا چاہیئے

ف ۱ یہ کہ فلان اراضی یا نہر یا مکان (یعنی عقار مشفوع) واقع مقام فلان محدود بحدود اربعہ ذیل فلان شخص نے فلان شخص سے بعوض اسقدر ثمن خرید اہے حدود اربعہ مشفوع حسب ذیل ہین۔

شرقی	غربی	شمالی	جنوبی
المتصل	الملصق	الملزق	الملحق

ف ۲ یہ کہ مندعی اراضی یا نہر یا مکان مبیعہ کا بوجہ اتصال فلان اراضی یا نہر یا مکان کے جو میرا مملوکہ و مقبوضہ ہی شفیع ہون جسکے حدود اربعہ حسب ذیل ہین۔

شرقی	غربی	شمالی	جنوبی
الملحق	المتصل	الملزق	الملصق

لہذا استدعا یہ ہی کہ ثمن متذکرہ صدر مجھ شفیع سے مشتری کو اور عقار مشفوع مشتری سے

مجہ شفیع کو دلا یجانے کا حکم دیا جائے۔

تیسری فصل بعض امور متعلق طلب خصومت کے بیان مین

اگر شفیع ثمن مبیعہ مشتری یا مندرجہ بیعنامہ کو غلط اور زاید از ثمن اصلی بیان کرے تو ثمن مذکور کے غلط اور زاید از ثمن اصلی ہونیکا بار ثبوت شرعًا و قانونًا بذمہ شفیع ہوگا پس اگر شفیع ثمن مذکور کو غلط اور زاید از ثمن اصلی ثابت نکر سکے تو اوسکو ثمن مذکور[۱] ادا کرنا ہوگا۔

اگر عقار کی بیع بعوض عقار ہو تو دونون عقارون مین اوسکے شفعا کو حق شفعہ حاصل ہوگا کیونکہ ایسے معاملہ مین ہر ایک عقار پر مبیع ہونیکا اطلاق ہوتا ہے اور ہر ایک عقار کا شفیع اوسکو بادائی قیمت عقار متقابل لینے[۲] کا مستحق ہوگا (ہدایہ)

اور اگر عقار کی بیع بعوض عرض ہو تو اگر وہ عرض شئی مثلی ہے تو شفیع عقار مذکور کو بادا مثل عرض مذکور لینے کا مستحق ہوگا اور اگر عرض مذکور شئی متقوم ہے تو شفیع عقار مذکور کو بادا قیمت عرض مذکور جو بروز بیع عقار تھی لینے کا مستحق ہوگا (کفایہ)

شرعًا و قانونًا صرف دعوی شفعہ رجوع کر دینے سے شفیع مشفوع کا مالک نہین ہوجاتا بلکہ تاوقتیکہ اوسکے حق مین قضاء بالشفعہ یعنی ڈگری شفعہ صادر نہوجائے یا بعد رجاع دعوی خود مشتری مشفوع کو حوالہ شفیع نکردے اور شفیع اس طرح بادا ثمن مشفوع پر قابض نہوجائے

---

[۱] مقدمہ بھگون سنگہ بنام نوبت سنگہ مندرجہ انڈین لا رپورٹ الہ آباد جلد ۳ صفحہ ۵۳ ۔
   〃 نوبت سنگہ بنام کشن سنگہ 〃 جلد ۱۱ صفحہ ۱۸۳
   〃 اگر سنگہ بنام راگھو راج 〃 جلد ۹ صفحہ ۴۷۱

[۲] 〃 نعمت اللہ بنام عصمت بی 〃 جلد ۷ صفحہ ۶۲۶
   〃 سیو رام بنام رسال چودھری مندرجہ اگر صدر عدالت رپورٹ جلد ۱ صفحہ ۱۴۴

مالک مشفوع نہین ہوجاتا پس اگر بعد ارجاع دعوی شفعہ وقبل قضا بالشفعہ کوئی عقار متصل عقار مشفوع مدعوہ بیع ہو تو مدعی عقار مشفوعہ کو عقار متصلہ پر حق شفعہ حاصل نہوگا کیونکہ حق شفعہ حاصل ہونے کیواسطے ضرورہی کہ بوقت بیع مشفوع مشفوع بہ کا مالک مدعی شفعہ ہو (عالمگیری)

شفیع پر قبل قضا بالشفعہ ثمن کا[۱] حاضر کرنا لازم نہین ہے بلکہ بعد قضا بالشفعہ وحکم احضار ثمن بھی شفیع ثمن حاضر نکرے تو اسوجہ سے اوسکا حق شفعہ باطل نہین ہوجاتا البتہ مشتری کو تا وصول یابی ثمن مشفوع کے روک رکھنے کا حق ہوتا ہے (عالمگیری)

لیکن قانوناً فیصلہ شفعہ مین شفیع کو ادخال ثمن کیواسطے مہلت دیجاتی ہی اور اگر وہ مہلت مذکور مین ثمن داخل عدالت یا حوالہ مشتری نہین کردیتا تو اوسکا حق شفعہ اور حق اجرا ڈگری باطل ہوجاتا ہے[۲]۔

امام صاحبؒ اور اکثر فقہاءؒ کے نزدیک طلب اشہاد کرلینے کے بعد کسی عذر کی وجہ سے یا بلا کسی عذر کے طلب خصومت مین تاخیر کرنیسے شفیع کا حق شفعہ باطل اور حق طلب خصومت ساقط نہین ہوتا البتہ اگر شفیع اپنے حق کو خود اپنی زبان سے ساقط کردے تو ساقط ہوجاتا ہی ورنہ بسال ہا سال کے بعد بھی شفیع کو طلب خصومت کرنیکا حق ہوتا ہے اسپر فتوی ہی (عالمگیری)

---

[۱] مقدمہ رحمن جی بنام محمد صاحب مندرجہ آئین دکن جلد ۵ صفحہ ۸۳

[۲] مقدمہ جے کشن بنام بھولاناتھ مندرجہ انڈین لارپورٹ الہ آباد جلد ۱۴ صفحہ ۵۲۹

" بھیکن خان بنام گنگاپرشاد " جلد ۱ صفحہ ۲۹۳

" دن سنگھ بنام جوالا سنگھ مندرجہ ہفتہ وار الہ اباد بابتہ سنہ ۱۸۸۱ء صفحہ ۱۶۵

" کرم خاتون بنام تہمن خان " سنہ ۱۸۸۳ء صفحہ ۴

" چندا بنام امداد حسین " سنہ ۱۸۸۸ء صفحہ ۴

" بھولو سنگھ بنام رحیم کنور " سنہ ۱۸۸۸ء صفحہ ۲۲

لیکن محمدؒ اور زفرؒ کے نزدیک تاریخ طلب اشہاد کے بعد سے اگر بلا عذر ایک ماہ تک شفیع طلب خصومت نکرے تو اوسکا حق طلب خصومت باطل ہوجاتا ہی کیونکہ شفعہ مین تعجیل ہونا چاہیئے اور تعجیل کی مدت ایک ماہ ہی لہذا بعد انقضاء مدت تعجیل حق ساقط ہوجاتا ہے کہا جاتا ہے کہ محمدؒ کے قول پر فتوی بھی ہوا ہے (ہدایہ)

امام صاحبؒ و دیگر فقہا کا استدلال یہ ہی کہ حق العبد تقادم یعنی تمادی ایام سے ساقط نہین ہوتا اور حق شفعہ بھی حق العبد ہی اگر مشتری نے عقار مشفوع اودہار خریدا ہو تو شفیع کو یہ حق نہین ہوتا کہ وہ مشتری کو ادہار دینے پر مجبور کرے البتہ شفیع کو یہ اختیار ہوتا ہے کہ بعد انقضاء مدت اودہار نقد ثمن دیکر مشتری سے حاصل کرے (ہدایہ)

اگر بائع بعد انعقاد بیع مشفوع ثمن مین کمی کردے تو شفیع پر[۵۱] بعد قضاء بالشفعہ کم شدہ ثمن اداکرنا لازم ہوگا لیکن اگر بائع بعد انعقاد بیع پورا ثمن مشتری کو معاف کردے تو شفیع پر بعد قضاء بالشفعہ پورا ثمن اداکرنا لازم ہوگا کیونکہ جزو ثمن کی معافی سے شفیع مستفید ہوسکتا ہی لیکن سالم ثمن کی معافی سے مستفید نہین ہوسکتا اور مشفوع کو مفت حاصل نہین کرسکتا۔

اگر مشتری بعد انعقاد بیع ثمن مین زیادتی کردے تو وہ زیادتی شفیع پر لازم نہوگی اگر شفیع کو ازدیاد مابعد کی خبر نہو اور اوسنے زیادہ شدہ ثمن کو اصلی ثمن سمجھکر مشفوع کے دلائیجانیکی قضاء بالشفعہ حاصل کی ہو اور بعد قضاء بالشفعہ اوسکو ازدیاد کا علم ہو تب بھی اوسکو اصلی ثمن اداکرنا لازم ہوگا نہ زیادتی شدہ ثمن (کنز الدقائق)

---

۵۱ مقدمہ تجمل حسین بنام اودا مندرجہ ہفتہ وار الہ آباد بابتہ ۱۸۸۱ء صفحہ ۴۴

چوتھی فصل تفریق صفقہ کے بیانمین

صفقہ کے لغوی معنی منتہی الارب نے یکبار دست زدن دربیع لکھے ہین یعنی جو چیزین بذریعہ ایک عقد بیع کے خریدی جائین یا فروخت کی جائین وہ صفقہ واحدہ کہلاتی ہین طلب خصومت یعنی دعوی شفعہ کل مشفوع کا ہونا لازم ہے یا جزو مشفوع کا بھی دعوی ہوسکتا ہی اسکے متعلق یہ اصول ہی کہ صفقہ مشتری کی تفریق بلاضرورت و مجبوری جائز نہین ہے کیونکہ تفریق صفقہ مشتری سے مشتری کا نقصان ہوتا ہے اور تفریق صفقہ بائع جائز ہے کیونکہ تفریق صفقہ بائع سے بائع کا کچھ نقصان نہین ہوتا۔ (کنز)

مثلاً پانچ اشخاص ایک شخص سے بذریعہ صفقہ واحدہ اوسکا مکان خریدین تو اوس مکان کے شفیع کو اختیار ہوگا کہ جس خریدار کا حصہ چاہی بذریعہ شفعہ لیلے اور جس[۵۱] خریدار کا حصہ چاہی نلے کیونکہ اس صورت مین صفقہ بائع کی تفریق ہوتی ہے جس سے بائع کا کچھ نقصان نہین ہوتا بخلاف اسکے اگر ایک شخص بذریعہ صفقہ واحدہ پانچ اشخاص سے اونکا مکان خریدے تو اوس مکان کے شفیع کو کل مکان بذریعہ شفعہ لینے کا حق ہوگا لیکن یہ اختیار نہوگا کہ ایک بائع کا حصہ بذریعہ شفعہ لیسکے کیونکہ اس صورت مین تفریق صفقہ مشتری ہوتی ہی جس سے مشتری کا نقصان ہوتا ہے (ہدایہ)

لیکن بحالت مجبوری تفریق صفقہ مشتری بھی جائز ہے اور یہ مجبوری صرف اوسوقت پیش آتی ہی جب مشتری بذریعہ صفقہ واحدہ چند عقار خریدتا ہے اور شفیع طالب شفعہ اونمین سے بعض کا شفیع ہوتا ہے اور بعض کا شفیع نہین ہوتا پس شفیع مذکور صرف اون عقار و نکا دعوے

---

۵۱ مقدمہ رام ناتھ بنام بدری نارائن مندرجہ انڈین لاء رپورٹ الہ آباد جلد ۱۹ صفحہ ۱۴۸

کرسکتا ہے اور بذریعہ شفعہ اون عقارونکو[۵۱] لے سکتا ہے جنکا وہ شفیع ہے کیونکہ دوسرے عقارونکا نہ وہ شفیع ہے نہ اونکو بذریعہ دعوی شفعہ مشتری سے لیسکتا ہے۔ لیکن اگر اس صورت مین بھی شفیع طالب شفعہ کل عقارونکا شفیع ہو تو وہ مشتری سے بعض عقار بربنا شفعہ جبراً[۵۲] نہ لے سکیگا کیونکہ باتفاق فقہا شفیع کو جزو مشفوع کے لینے کا حق نہین ہوتا (عالمگیری) لیکن مجلس عالیہ عدالت[۵۳] نے بمقدمہ پنچن[۵۴] بنام آشتی دیوی جزو مشفوع کے دعوی کو جائز قرار دیا ہے۔

باب ہفتم

امور مسقط حق شفعہ کے بیان مین

امور ذیل سے حق شفعہ ساقط و باطل ہو جاتا ہے۔

(۱) بفور علم[۵۱] بیع عقار مشفوع شفیع کے طلب مواثبت نکرنیسے[۵۲] (دکنز)

(۲) جزو[۵۳] مشفوع کی طلب مواثبت کرنیسے مثلاً مشفوع کے دو شفیع ہم مرتبہ ہون اور

---

۵۱ مقدمہ میر قربان علی بنام سرہدیہ اور مندرجہ مفید دکن جلد ۳ صفحہ ۱۳۳

" عمر خان بنام مراد خان مندرجہ آگرہ رپورٹ بابتہ ۱۸۶۵ع

" سرداری لال بنام مودی مندرجہ ویکلی رپورٹر جلد ۲۵ صفحہ ۹۹

" جیرام بنام رگھونند مندرجہ انڈین لاء رپورٹ الہ اباد جلد ۷ صفحہ ۲

" روس کنور بنام رام دیال مندرجہ کلکتہ لاء رپورٹ جلد ۱۳ صفحہ ۴۵

" عبد اللہ بنام امانت اللہ مندرجہ ہفتہ وار الہ آباد بابتہ ۱۸۹۹ صفحہ ۹۲

۵۲ مقدمہ قاضی علی بنام مشیت اللہ مندرجہ ویکلی رپورٹر جلد ۲ صفحہ ۲۰۵

" عبد الغفور بنام نور بانو " جلد ۱ صفحہ ۱۱

" غریب اللہ بنام بھکاری مولا " جلد ۱۴ صفحہ ۴۶۹

" درگا پرشاد بنام مستی مندرجہ انڈین لاء رپورٹ الہ آباد جلد ۹ صفحہ ۴۲۳

" برکت النساء بنام اسد علیخان " جلد ۱ صفحہ ۲۸۸

۵۳ مندرجہ آئین دکن جلد ۱۶ صفحہ ۲۹۳

۵۴ مقدمہ راپنا بنام راما مندرجہ آئین دکن جلد ۳ صفحہ ۱۳

" عنایت اللہ بنام سرفراز علی " جلد ۶ صفحہ ۱۳۹

" مڈلہ راجنا بنام گوپی " جلد ۱۱ صفحہ ۶۰

" داود میان بنام گنگا رام " جلد ۱۳ صفحہ ۳۶۹

" خدیجہ بیگم بنام گوہر بیگم " جلد ۷ صفحہ ۸۲

" محمد ولایت علیخان بنام عبد الرب مندرجہ انڈین لاء رپورٹ جلد ۱ صفحہ ۱۰۸

" منروپ سنگہ بنام لال من " جلد ۷ صفحہ ۲۳

" مجیب اللہ بنام امید بی بی " جلد ۲۱ صفحہ ۱۱۹

" علی محمد بنام تاج الدین " جلد ۱ صفحہ ۲۸۳

اونمیں سے ہر ایک نصف مشفوع کی طلب مواثبت کرے تو چونکہ دونوں نے جزو مشفوع کی طلب مواثبت کی لہذا دونوں کا حق شفعہ ساقط ہو جائیگا[۵۱] (درمختار)

(۳) علم بیع مشفوع کے بعد اگر شفیع اپنے حق شفعہ سے دست برداری کرے تو اوسکا حق شفعہ ساقط ہو جائیگا[۵۲] (ہدایہ)

لیکن اگر شفیع کو اصلی ثمن سے زاید ثمن پر مشفوع کے بیع ہونیکی خبر پہونچے اور وہ اوسکو سنکر اپنے حق شفعہ سے دست برداری کرے اور اوسکے بعد اوسکو معلوم ہو کہ اصلی ثمن کم ہے تو اصلی ثمن معلوم ہونے پر اوسکی دست برداری باطل ہو جاتی ہے اور پھر اوسکو حق شفعہ حاصل ہو جاتا ہے۔ علی ہذا اگر شفیع مشتری کا غلط نام سنکر اپنے حق شفعہ سے دست بردار ہو جائے اور اوسکے بعد اوسکو اصلی مشتری کا نام معلوم ہو تو اصلی مشتری کا نام معلوم ہونے پر اوسکو پھر حق شفعہ حاصل ہو جاتا ہے۔ علی ہذا اگر شفیع کو جزو مشفوع کے بیع ہونے کی خبر پہونچی ہو اور اوسنے جزو مشفوع کے بیع ہونیکی خبر سنکر اپنے حق شفعہ سے دست برداری کر لی ہو اور اوسکے بعد اوسکو معلوم ہو کہ کل مشفوع بیع ہوا ہے تو کل مشفوع کے بیع ہونیکے علم ہونے پر شفیع کو پھر حق شفعہ حاصل ہو جائیگا۔ لیکن اگر وہ غلط خبر جس کے سننے سے اوسنے اپنے حق شفعہ سے دست برداری کی ہے اصلی ثمن سے کم ثمن کی ہو یا کل مشفوع کے بیع کی ہو اور اوسکے بعد صحیح خبر پہونچے کہ اصلی ثمن اوس ثمن سے زیادہ ہے جس کی قبل ازین

---

[۵۱] میر قربان علی بنام سرید ہیر راؤ مندرجہ مفید دکن جلد ۳ صفحہ ۱۳۳

[۵۲] رام دیال بنام بدہ سنگہ مندرجہ ہفتہ وار الہ آباد بابتہ ۱۸۸۳ء صفحہ ۱۲۳

سرفراز علی بنام عنایت اللہ مندرجہ مفید دکن جلد ۴ صفحہ ۱۰

لجا پرشاد بنام دیبی پرشاد مندرجہ انڈین لاء رپورٹ جلد ۳ صفحہ ۲۳۶

آبادی بیگم بنام امانی بیگم مندرجہ انڈین لاء رپورٹ جلد ۱ صفحہ ۵۲

مواشی بنام نبی بخش مندرجہ ہفتہ وار الہ آباد بابتہ ۱۸۸۱ء صفحہ ۲۱

مہادیو پرشاد بنام صحیبہ بی بی مندرجہ ہفتہ وار الہ آباد بابتہ ۱۸۸۵ء صفحہ ۲۶۰

غلط خبر ملی تھی یا یہ خبر ملے کہ جزو مشفوعہ بیع ہوا ہے تو ایسے صحیح علم ہونے پر شفیع کو پھر حق شفعہ حاصل نہوگا کیونکہ کم ثمن سے یا کل مشفوعہ سے دست برداری کر لینا زائد ثمن سے یا جزو مشفوعہ سے دست برداری کرنے پر حاوی ہوتا ہے (ہدایہ)

یا اگر شفیع کے طلب مواثبت ترک کرنے یا اپنے حق شفعہ سے دست بردار ہوجانیکے بعد بائع مبیع کیساتھ اوسی سابقہ ثمن کے معاوضہ میں کوئی اور قیمتی شئی زیادہ کردے تو اوس زیادہ کر دینے کے بعد شفیع کو پھر حق شفعہ حاصل ہوجائیگا اور ثمن اصلی سے زیادہ شدہ شئی کی قیمت منہا کرکے مابقی ثمن دیکر مشفوعہ کو مشتری سے لینے کا شفیع کو حق ہوجائیگا (عالمگیری)

(۴) باوجود قدرت و امکان طلب اشہاد کے ترک کر دینے سے[۹۱] (ہدایہ)

(۵) شفیع کے بطور خود بلا قضاء بالشفعہ مشفوعہ کو مشتری سے (خواہ قبل طلب مواثبت و اشہاد خواہ بعد طلب مواثبت و اشہاد) خرید لینے سے اس طرح سقوط حق شفعہ کا یہ اثر ہوتا ہے کہ اوسکے مقابلہ میں اوسکے مابعد مرتبہ والے شفیع کو حق شفعہ حاصل ہوجاتا ہے بخلاف اوس صورت کے کہ اگر ابتداءً مالک عقار سے کوئی شفیع تنہا خرید لیتا ہے تو اوسکے مقابلہ میں اوسکے مابعد مرتبہ والے شفیع کو حق شفعہ حاصل نہیں ہوتا (درمختار)

(۶) شفیع کے قبل صدور قضاء بالشفعہ مرجانے سے کیونکہ حق شفعہ قابل توریث نہیں ہے[۹۲] (درمختار)

(۷) قبل قضا بالشفعہ شفیع کے مشفوع بہ کو منتقل کر دینے سے خواہ انتقال بالعوض ہو یا بلا عوض ہو کیونکہ بوقت قضاء بالشفعہ مشفوع بہ کا مالک شفیع ہونا لازم ہے (درمختار)

---

[۹۱] محمد بخش بنام محمد ہاشم مندرجہ آئین دکن جلد ۲ صفحہ ۳۳۲ -

[۹۲] محمد حسن بنام نعمت اللہ مندرجہ انڈین لا رپورٹ الہ آباد جلد ۲ صفحہ ۸

(۸) شفیع کے مشتری سے کچھ لیکر صلح کر لینے سے۔ اور شفیع کو لی ہوئی چیز واپس کرنا ہوگا کیونکہ وہ از قسم رشوت ہے (کنز)

(۹) شفیع کے بیع مشفوع مین منجانب بائع وکیل یا ضامن درک ہونیسے کیونکہ شفیع کے وکیل یا ضامن ہونیسے اوسکی مشفوع سے بے رغبتی ظاہر ہوتی ہی اور اصولاً شفیع کی مشفوع سے بے رغبتی ظاہر ہونیسے اوسکا حق شفعہ ساقط ہوجاتا ہے (در مختار)

(۱۰) شفیع کے مشفوع کو مشتری سے اجارہ پر لینے سے یا اجارہ یا بیع پر دینے کی مشتری سے گفتگو کرنیسے۔ کیونکہ اس سے یہ پایا جاتا ہے کہ شفیع نے مشتری کی ملکیت مشفوع کو تسلیم کر لیا[۵۱] (در مختار)

(۱۱) شفیع کے عقار مشفوع کو بشرکت شخص اجنبی خریدنیسے صرف شفیع کا حق شفعہ بمقابلہ اجنبی مذکور کے ساقط ہوجاتا ہے لیکن[۵۲] دوسرے شفعاء کا حق شفعہ بمقابلہ اجنبی مذکور ساقط نہین ہوتا

(۱۲) اوس ثمن سے جو مشتری کو مشفوع کی بابت دینا پڑا ہے کم پر طلب مع اثبت کرنیسے[۵۳] (عالمگیری)

---

۵۱ نصیر الدین بنام ابو الحسن مندرجہ انڈین لا رپورٹ الہ آباد جلد ۱۶ صفحہ ۳۰۰۔

حبیب النساء بنام برکت علی مندرجہ انڈین لا رپورٹ الہ آباد جلد ۸ صفحہ ۲۷۵

۵۲ مشتاق احمد بنام امجد علی مندرجہ انڈین لا رپورٹ الہ آباد جلد ۱۹ صفحہ ۳۱۱

بھوپال سنگہ بنام موہن سنگہ مندرجہ انڈین لا رپورٹ الہ آباد جلد ۱۹ صفحہ ۳۲۴

سیو بہر داس رائے بنام جیچہ لائی مندرجہ انڈین لا رپورٹ الہ آباد جلد ۸ صفحہ ۴۶۲

۵۳ ننہی جنا بنام غلام محمد مندرجہ آئین دکن جلد ۱۳ صفحہ ۵۴۴۔

باب ہشتم

احکام نسبت تصرفات مشتری کے بیان مین جو اوسنے مشفوع مین قبل قضاء بالشفعہ کئے ہون

اون تصرفات مشتری کے متعلق جو اوسنے قبل قضاء بالشفعہ مشفوع مین کئی ہون بلحاظ نوعیت تصرفات مختلف احکام ہین جن کی صراحت و تفصیل حسب ذیل ہے۔

(۱) ایسے جملہ تصرفات مشتری جو ملکیت مشفوع پر مؤثر ہون بالاتفاق فقہاء شفیع فسخ کراسکتا ہے مثلاً مشتری نے مشفوع کو بیع یا ہبہ یا وقف کر دیا ہو یا صدقہ دیدیا ہو یا اوسے مسجد بنا دیا ہو اور اوسمین نماز بھی پڑھی گئی ہو یا اوسے قبرستان بنا دیا ہو اور اوسمین میت بھی دفن کر دیگئی ہو شفیع ان جملہ تصرفات کو فسخ کراکر مشفوع پر اپنا مالکانہ قبضہ کرسکتا ہے (عالمگیری)

(۲) ایسے تصرفات مشتری کی نسبت جنکا مشفوع سے علیحدہ کر لینا یا اوکھاڑ لینا ممکن ہو مثلاً مشتری نے اراضی مشفوعہ مین عمارت بنالی ہو یا درخت نصب کر لئے ہون اکثر فقہاء کا یہ قول ہے کہ شفیع مشتری کو اونکے اوکھاڑ لیجانے پر مجبور کرسکتا ہے اور اگر اونکے اوکھاڑنیسے زمین کو نقصان پہونچتا ہو تو شفیع مختار ہوتا ہے کہ چاہے مشتری کو اونکے اوکھاڑ لیجانے پر مجبور کرے اور چاہے عمارت یا درختون کی وہ قیمت دیکر جو اوکھڑے ہوے درختون یا عمارت کی ہو مشتری کو علاوہ ثمن اراضی مشفوعہ دیکر اراضی مشفوعہ کو

مع اوس عمارت یا درختون کے لیلے مگر ابو یوسف رح کے نزدیک شفیع مشتری کو عمارت یا درختون کے اوکھاڑ لیجانے پر مجبور نہین کر سکتا بلکہ شفیع کو یہ اختیار ہوتا ہے کہ چاہے اپنے حق شفعہ سے دست بردار ہو جائے اور چاہے ثمن اراضی مشفوعہ کیساتھ مشتری کو عمارت یا درختون کی وہ قیمت دیکر جو اونکے اوکھاڑ دیجانے کے بعد قرار دیجائے اراضی مشفوعہ کو مع اوس عمارت یا درختون کے لیلے۔ لیکن اگر مشتری نے قبل قضا بالشفعہ اراضی مشفوعہ مین زراعت کر لی ہو تو شفیع اوسکو زراعت کے اوکھاڑ لینے پر مجبور نہین کر سکتا کیونکہ قیام زراعت کی انتہا محدود و قلیل ہوتی ہے پس اراضی مشفوعہ تا درو ہونے زراعت کے بقبضہ مشتری رہیگی اور مشتری پر اراضی کی اجرۃ مثل یعنی لگان حسب شرح قرب و جوار شفیع کو ادا کرنا لازم ہوگا (ہدایہ درمختار)

(۳) ایسے تصرفات مشتری کی نسبت جنکا مشفوع سے علیحدہ کرنا یا اوکھاڑنا ممکن نہو یا بعد علیحدہ کرنے یا اوکھاڑنیکے اوکھڑی ہوئی چیز کی کچھ قیمت نہ اوٹھ سکتی ہو شفیع کو اختیار ہوتا ہے کہ اخراجات تصرف مشتری اور ثمن مشفوع مشتری کو دیکر مشفوع لیلے اور چاہے اپنے حق شفعہ سے دست بردار ہو جائے۔ مثلاً مشتری نے مکان مشفوع کی استرکاری کرائی ہو یا رنگ کرایا ہو جو اوکھاڑا نہین جا سکتا اور اگر کھرچا بھی جائے تو کھرچی ہوئی استرکاری یا رنگ کی کچھ قیمت نہین اوٹھ سکتی لہذا شفیع کو اختیار ہوگا کہ چاہے ثمن مکان اور اخراجات استرکاری وغیرہ مشتری کو دیکر اوس سے مکان مشفوعہ لیلے اور چاہے اپنے حق شفعہ سے دست بردار ہو جائے (درمختار)

(۴) اگر مشتری نے ایسے تصرفات کئے ہون جنسے مشفوع کی مالیت بہ نسبت اوس مالیت کے جو بوقت خریداری تھی کم ہو گئی ہو تو شفیع ثمن مشفوع سے بقدر کمی مالیت

مشفوع منہا کرلیگا اور مابقی ثمن مشتری کو دیکر اوس سے مشفوع لیلیگا مثلاً مشتری نے مکان مشفوع کی عمارت منہدم کردی ہو یا باغ مشفوع کے درخت کاٹ ڈالے ہون یا وہ پھل جو باغ کے درختونپر بوقت خریداری موجود تھے یا جو بعد خریداری لگے تھے توڑ لئے ہون یا وہ زراعت جو بوقت خریداری اراضی مشفوعہ پر موجود تھی یا جس کی اراضی مین تخم ریزی ہو چکی تھی درو کرلی ہو تو شفیع ثمن مشفوع سے عمارت منہدمہ یا اشجار و اثمار و زراعت منقطعہ کی قیمت منہا کرکے مابقی ثمن مشتری کو دیکر مکان یا باغ یا اراضی مشفوعہ شفیع لیلیگا (کنز الدقائق)

(۵) ایسے تصرفات مشتری قبول کرنے پر شفیع مجبور ہوگا اور اونکو فسخ نکرسکیگا جو مشتری نے اپنے قبضہ کی تکمیل کی غرض سے کئے ہون مثلاً مشتری نے نصف مکان خریدا ہو اور تقسیم کرکے نصف پر قبضہ کیا ہو تو چونکہ یہ تقسیم مشتری نے بغرض تکمیل قبضہ کی ہے لہذا شفیع اس تقسیم کے قبول کرنے پر مجبور ہے اوسکو فسخ نہین کرسکتا خواہ تقسیم مذکور برضامندی باہمی شرکا نے خود کی ہو اور خواہ بحکم قاضی ہوئی ہو (عالمگیری)

باب نہم ۹

حق شفعہ ساقط کرنے کیواسطے حیلہ کرنیکے بیانمین

اکثر فقہا نے حیلہ اسقاط شفعہ اور زکوٰۃ کو مباح تصوّر فرمایا ہے (کنز) چنانچہ ہر متن اور فتاوی مین حیل اسقاط شفعہ مذکور ہین مثلاً اجمالاً ہر قسم کے حق شفعہ کے اسقاط کیلئے یہ حیلہ بتایا جاتا ہے کہ عقار کی بیع بعوض ثمن کثیر کیجائے اور پھر اوس ثمن کثیر کی عوض مین مشتری سے کوئی عرض یعنی جائداد منقولہ لیلی جائے تو اگر شفیع مشفوع کو لیگا تو اوسکو

وہی ثمن کثیر دینا ہوگا کیونکہ بائع کا مشتری سے بعوض ثمن عرض کا لے لینا جداگانہ معاملہ ہے جسکا مشفوع کی بیع پر کچھ اثر نہین ہے۔ یا جار ملاصق کے حق شفعہ ساقط کرنیکا یہ حیلہ بتایا گیا ہے کہ اولاً اوسکی ملصقہ جانب مین ایک گز عریض اراضی چھوڑکر باقی اراضی یا مکان خرید جائے تاکہ بوجہ عدم الصاق اوسکو حق شفعہ حاصل نہو اوسکے بعد وہ ایک گز عریض اراضی بھی خرید لی جائے تو اب جار ملاصق کو بمقابلہ مشتری حق شفعہ حاصل نہوگا کیونکہ مشتری بوجہ خریداری اول شریک فے نفس المبیع ہوگیا ہے۔

اور بعض فقہارح نے حیلہ اسقاط شفعہ کو مکروہ تصور فرمایا ہے۔ چنانچہ ابو یوسفؒ کے نزدیک ابتداءً دفع ثبوت حق شفعہ کیواسطے حیلہ کرنا مکروہ نہین ہے مگر بعد ثبوت حق شفعہ اوسکے اسقاط کیواسطے حیلہ کرنا مکروہ ہے (در مختار) جس کی مثال یہ ہوسکتی ہے کہ شفیع سے مشتری اجارہ یا بیع کی گفتگو اس غرض سے کرے کہ اگر وہ بھی اس بارہ مین گفتگو کرلے تو اوسکا حق شفعہ ساقط ہوجائیگا۔

باب دھم

حق قانونی مشابہ بحق شفعہ کے بیان مین

ہندوستان کے اون حصص مین جو تحت تصرف گورنمنٹ ہین ہر موضع اور اوسکے حصہ منقسمہ کے متعلق جس کو محال پٹی داری کہتے ہین بوقت بندوبست ایک یادداشت موسوم بواجب العرض تیار کی جاتی ہے اوسمین اوس موضع یا محال پٹی داری کے حالات آبادی۔ رواجات۔ معاہدات جو مابین مالکان موضع یا محال اور رعایا ہوتے ہین یا جو

باہم رعایا کے درمیان معاہدات متعلق آبادی یا زراعت وغیرہ ہوتے ہین درج کیے جاتے ہین چنانچہ اوسمین اس امر کے متعلق بھی معاہدہ اور اوسکے شرائط درج کئے جاتے ہین کہ درصورت انتقال اراضی شرکاء موضع یا محال کا حق خریداری مقدم و مرجح ہوگا یا نہین ہوگا اور اگر ہوگا تو اوسکے کیا شرائط ہونگے اس حق قانونی کا نام منوجہ مشابہت کیوجہ سے اہل قانون نے حق شفعہ رکھدیا ہے ورنہ اس حق کو اور اس کی شرائط کو حق شفعہ شرعی سے کوئی تعلق نہین ہوتا۔ فقط

---

(۱) دیوکے نند بنام سریرام مندرجہ انڈین لارپورٹ الہ آباد جلد ۱۲ صفحہ ۲۳۴

جسودا نند بنام منالال مندرجہ انڈین لارپورٹ الہ آباد جلد ۱۳ صفحہ ۳۷۳

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کتاب الجنایات

تمہید لغات و اصطلاحات کے حل مین

(۱) عصمت حفاظت جان انسان کو کھتے ہین چنانچہ جس شخص کی جان محفوظ ہوتی ہو اور جس کے قتل عمد سے اور قتل خطا سے دیت واجب ہوتی ہے اوسکو محفوظ الدم کھتے ہین۔

(۲) حجت کی دو قسمین ہین ایک تامہ اوس سے شہادت شاہدین مراد ہوتی ہے اور دوسری قاصرہ اوس سے مجرم کا اقرار جرم مراد ہوتا ہے۔

(۳) اہل خصومت اوس شخص کو کھتے ہین جس کو دوسرے سے خصومت کرنیکا حق ہو اور یہ حق بجز اطفال اور غلامون کے ہر شخص کو ہوتا ہے خواہ مسلم ہو یا ذمی ہو۔

(۴) قول مصحح اوس قول کو کھتے ہین جس کی عالم مجتہد نے تصحیح کی ہو۔

(۵) معتوہ ایسے ناقص العقل مدہوش کو کھتے ہین جو دیوانہ نہو جسکو اردو مین بہوندو کھتے ہین۔

(۶) جنین اوس بچہ کو کھتے ہین جو حاملہ کے بطن مین ہوتا ہے۔

(۷) عطا اوس سالیانہ کو کھتے ہین جو بصلہ بہادری کسی شخص کیواسطے بیت المال سے بلالحاظ اوس کی ضرورت کے مقرر کردیا جاتا ہے جس کی جمع عطایا ہے۔

(۸) رزق اوس تنخواہ کو کھتے ہین جو ہر ایک سپاہی کیواسطے بقدر اوس کی ضرورت کے بیت المال سے مقرر ہوتا ہے جس کی جمع ارزاق ہے۔

(۹) غرہ اوس دیت کو کھتے ہین جو جنین کے قتل سے واجب ہوتی ہے۔

جنایات جمع ہے جنایت کی لغت مین اوس برائی کو جو انسان کو اوس کے فعل ناجائز سے پہنچتی ہے جنایت کھتے ہین اور نیز ارتکاب فعل ناجائز کو لغت مین جنایت کھتے ہین چنانچہ مرتکب فعل ناجائز کو جانی کھتے ہین اور اصطلاح فقہ مین جنایت اوس فعل ناجائز کو کھتے ہین جو جان یا مال کے مقابلہ مین کیا جائے لیکن عرف فقہی مین اوس فعل ناجائز کو جو بمقابلہ مال سرزد ہوتا ہے غصب و سرقہ کے الفاظ سے تعبیر کرتے ہین اور جو بمقابلہ جان یا جسم سرزد ہوتا ہے اوسکو لفظ جنایت سے تعبیر کرتے ہین (در مختار صفحہ) شرعی سزا چار قسم کی ہے (۱) حد (۲) قود و قصاص (۳) دیت (۴) تعزیر حد کی تعریف کتاب الحدود مین بیان ہو چکی ہے۔ قود و قصاص دونون لفظ تقریبًا ہم معنی ہین یعنی سزائے مماثل جرم کو قود اور قصاص کھتے ہین فرق اتنا ہے کہ لفظ قود کا استعمال فقط سزائے قتل کے واسطے ہوتا ہے اور لفظ قصاص کا استعمال سزائے قتل پر بھی ہوتا ہی اور دیگر سزاہائے مماثل جرم پر بھی ہوتا ہے اسوجہ سے عمومًا لفظ قصاص مستعمل ہی لفظ قود بہت کم مستعمل ہی۔ دیت اوس مال کو کھتے ہین جو مجرم یا اوسکے عواقل پر قتل غیر عمد یا قطع اعضا یا جراحت کی سزا مین بصورت عدم امکان قصاص واجب ہوتا ہے۔ تعزیر اوس سزا کو کھتے ہین جو حد۔ قصاص و دیت کے سوا مجرمین کو

حسب رائے قاضی دیجاتی ہے۔

باب اوّل

قتل کی تعریف و اقسام اور سزاؤنکے بیان مین

قتل وہ فعل انسانی کو کہتے ہین جس سے جان انسان ہلاک ہو جائے۔ بلحاظ وقوع قتل کے متعدد اقسام ہین اونمین سے مفصلۂ ذیل پانچ قسمین ایسی ہین جنکا مرتکب مستوجب سزا ہوتا ہے (درمختار صفحہ ۷۸۴)

(۱) قتل عمد۔ دہار دار یا نوکدار ہتیار یا ایسی چیز سے جو جراحت پیدا کرنے مین دہار دار یا نوکدار ہتیار کا کام کرتی ہو قصداً ضرب لگا کر یا قصداً اوسے آگ سے جلا کر (بشرطیکہ جلانے مین جسم مقتول سے خون جاری ہو جائے) انسان کے مار ڈالنے کو قتل عمد کہتے ہین چونکہ عمد یعنی ارادہ کیفیت ذہنی ہے جسکا علم دوسرے شخص کو بجز قرائن کے اور کسی طرح نہین ہو سکتا لہذا نوعیت آلۂ قتل سے ارادہ قاتل کا قرینہ قائم کیا جاتا ہے پس اگر آلۂ قتل ایسا ہوتا ہے جو قتل کیواسطے وضع کیا گیا ہے جیسے دہار دار یا نوکدار ہتیار ہوتے ہین یا اگر آلۂ قتل ایسا ہوتا ہے جو قتل کیواسطے استعمال کیا جاتا ہے جیسے بندوق کی گولی ہوتی ہے۔ یا اگر آلۂ قتل ایسی چیز ہوتی ہے جس کی ضرب برداشت کرنیکی جسم انسانی مین طاقت نہین ہوتی جیسے لوہے کی موٹی سلاخ یا بڑا ٹکڑا یا بھاری پتھر ہوتا ہے تو قاتل کے ارادہ قتل کا قرینہ قائم کیا جاتا ہے اور اگر آلۂ قتل اقسام متذکرہ صدر مین سے کسی قسم کا نہین ہوتا تو قاتل کے ارادہ قتل قائم کرنے مین شبہ ہوتا ہے

اور عدم ارادہ قتل کا بھی یقین نہیں ہوتا لہذا قاتل کا فعل مشابہ قتل عمد قرار دیا جاتا ہے
یہ مسئلہ کہ جو قتل بندوق کی گولی سے کیا جاتا ہے وہ قتل عمد ہوتا ہے یا شبہ عمد ہوتا ہے
مختلف فیہ ہے قائلین قتل عمد کے دلائل یہ ہیں کہ طحطاوی میں قتل عمد کی تعریف
یہ کی گئی ہے کہ جو قتل لوہے کی چیز سے جیسے تلوار یا چھری ہوتی ہے قصداً کیا جائے اور
مقتول اوس سے زخمی ہو کر مر جائے وہ قتل عمد ہے لیکن ظاہر الروایت میں مقتول کے
زخمی ہونیکی شرط نہیں ہے چونکہ بندوق کی گولی یا لوہے کی ہوتی ہے یا لوہے کے
ہم جنس چیز کی ہوتی ہے اور اوسکا مقتول یقیناً زخمی ہو جاتا ہے لہذا طحطاوی اور
ظاہر الروایت دونوں کی تعریف کے لحاظ سے وہ قتل جو بندوق کی گولی سے کیا جاتا ہے
قتل عمد ہوتا ہے برہان میں ہے کہ اوس قتل کی نسبت جو بندوق کی گولی سے کیا جاتا
ہے قتل عمد اور شبہ عمد ہونیکی دونوں روایتیں ہیں لیکن ظاہر الروایت اوسکے قتل عمد
ہونیکی ہے۔ اور قائلین شبہ عمد کے دلائل یہ ہیں کہ فرمایا نبی کریم صلعم نے لا قود
الا بالسیف اس فرمان مبارک میں سیف سے مقصود دھار دار یا نوکدار ہتیار ہے شرح
وہبانیہ میں ہے کہ جس چیز سے ذبح جائز ہوتا ہے اوس چیز سے جو قتل واقع ہوتا ہے وہ قتل
عمد ہوتا ہے اور جو قتل ایسی چیز سے واقع ہوتا ہے جس سے ذبح جائز نہیں ہوتا وہ
قتل شبہ عمد ہوتا ہے بندوق کی گولی سے جواز ذبح کا حکم نظر سے نہیں گذرا بلکہ ہدایہ کی
کتاب الصید فصل الرمی میں بصراحت لکھا ہے کہ اوس صید کا کھانا حلال نہیں ہے
جس کے بندوق کی گولی لگی ہو کیونکہ بندوق کی گولی شکار کو کچل ڈالتی ہے اور اوسکے
جسم کو توڑ ڈالتی ہے جرح نہیں کرتی لہذا حسب فرمان مبارک وحسب اصول مندرجہ
شرح وہبانیہ جو قتل بندوق کی گولی سے واقع ہو وہ قتل عمد نہیں ہوتا بلکہ قتل شبہ عمد

ہوتا ہے (درمختار صفحہ ۴۴۸)

قتل عمد کی سزا حسب فرمان الٰہی کُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِصَاصُ فِي الْقَتْلَى فقط قصاص ہی گو بوجہ مطلق ہونے لفظ قتلے کے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ہر قسم کے قتل کی سزا قصاص ہے لیکن حدیث شریف العمد القود الا ان یعفو ولی المقتول اس فرمان الٰہی کی مخصص ہی کہ یہ فرمان فقط قتل عمد سے متعلق ہی اور اصول حدیث کی رو سے یہ حدیث شریف مخصص فرمان الٰہی ہوسکتی ہے (ہدایہ جلد ۲ صفحہ ۴۴۸)

اس حدیث شریف سے یہ بھی مستفاد ہوتا ہی کہ اگر ولی مقتول معاف کردے تو قاتل کے ذمہ سے قصاص ساقط ہوجاتا ہے۔

اگر ولی مقتول اپنے حق طلب قصاص کی عوض قاتل سے صلح کرلے تو پھر اوس کو طلب قصاص کا حق باقی نہین رہتا یعنی وہ مال حق طلب قصاص کا معاوضہ ہوتا ہے اصل قصاص کا معاوضہ نہین ہوتا کیونکہ قصاص معینہ سزا ہی وہ متبدل بمال نہین ہوسکتی البتہ امام شافعیؒ کے نزدیک قصاص معینہ سزا نہین ہی بلکہ اونکے نزدیک ولی مقتول مختار ہوتا ہے کہ چاہے قاتل سے قصاص لے اور چاہے مال لے کیونکہ جیسا قصاص لینے سے قاتل پر زجر و جبر ہوتا ہی ویسا ہی مال لینے سے بھی زجر و جبر ہوتا ہے نتیجہ اختلاف یہ ہی کہ احناف کے نزدیک ولی مقتول کو قاتل سے بلا رضامندی قاتل مال لینے کا اختیار نہین ہوتا اور شوافعؒ کے نزدیک ہوتا ہے (ہدایہ جلد ۲ صفحہ ۴۴۸)

(۲) قتل شبہ عمد جسکو خطا عمد بھی کہتے ہین۔ امام صاحبؒ کے نزدیک ہتیار اور ایسی چیز کے سوا جو جرح پیدا کرنے مین ہتیار کا کام کرتی ہو کسی اور چیز سے ضرب لگا کر انسان کو مار ڈالنے کو قتل شبہ عمد کہتے ہین اور صاحبینؒ و امام شافعیؒ کے نزدیک

ایسی چیز سے ضرب لگاکر جس کی ضرب سے عادۃً انسان نہ مرجاتا ہو انسان کے مارڈالنے کو قتل شبہ عمد کہتے ہین پس موٹی لکڑی یا بھاری پتھر وغیرہ سے ضرب لگاکر انسان کو مارڈالنا امام صاحبؒ کے نزدیک قتل شبہ عمد ہوتا ہے کیونکہ فرمایا نبی کریم صلعم نے الا ان خطاء العمد قتل السوط والعصاء دوسرے یہ کہ یہ چیزین نہ قتل کیواسطے وضع کی گئی ہین نہ قتل کرنے مین استعمال کی جاتی ہین تیسرے یہ کہ ایسی چیزون کا استعمال کرنا مقصد قتل عمد کے خلاف ہوتا ہے کیونکہ اونکی ضرب سے وقوع قتل یقینی نہین ہا ہین تو بجز اسکے کہ قاتل کو مقتول پر غلبہ کلی حاصل ہوتا کہ بصورت ضرورت متعدد ضربات لگاسکے اور ایسا غلبہ کلی بہت کم حاصل ہوتا ہے۔ اور صاحبینؒ و امام شافعیؒ کے نزدیک قتل عمد ہوتا ہی کیونکہ یہ چیزین مثل ہتیار کے قتل کرنیمین درنگ نہین کرتین لہذا اونکا استعمال کرنا مقصود قتل عمد کے خلاف نہین ہوتا (ہدایہ ج ۲ صفحہ ۹ ۴ ۴)

قتل شبہ عمد کی سزا یہ ہے کہ خود قاتل پر کفارہ دینا اور اوسکے عواقل پر ورثہ مقتول کو دیت مغلظہ یعنی سَو اونٹ دینا واجب ہوتا ہے (ہدایہ ج ۲ صفحہ ۹ ۴ ۴)

(۳) قتل خطا جو قتل قاتل کی غلطی یا چوک سے واقع ہوجاتا ہے اوسکو قتل خطا کہتے ہین مثلاً غلطی سے قاتل کسی انسان کو شکاری جانور گمان کرکے اوسکے تیر ماردے اور وہ مرجائے یا مثلاً قاتل نشانہ پر تیر مارے اور تیر چوک سے کسی انسان کو جالگے اور وہ مرجائے یا یہ کہ قاتل کسی کے ہاتھ پر تیر مارے اور چوک سے تیر اوسکے دل یا جگر پر جالگے اور وہ مرجائے تو یہ قتل خطا ہونگے (درمختار صفحہ ۷۰۵)

قتل خطا کی سزا یہ ہے کہ خود قاتل پر اداء کفارہ اور اوسکے عواقل پر ورثہ مقتول کو دیت کامل دینا واجب ہوتا ہی چنانچہ فرمایا اللہ تعالیٰ فتحریر رقبۃ مومنۃ ودیۃ مسلمۃ

الی اهله۔

(۴) قتل جاری مجرائی خطا جو قتل قاتل کے بلا قصد و قصور اوسکے فعل اختیاری کے بغیر واقع ہوجائے اوسکو قتل جاری مجرائی خطا کہتے ہین مثلاً کوئی شخص جو بلند مقام پر سوتا ہو وہانسے سوتے ہوئے کسی کے اوپر گر پڑے اور وہ اوسکے گر پڑنیسے مرجائے تو یہ سوتے ہوئے گر پڑنیوالا مجرم قتل جاری مجرائے خطا ہوگا (ہدایہ ج ۴ صفحہ ۴۵۰)

قتل جاری مجرائے خطا کی وہی سزا ہے جو قتل خطا کی ہے یعنی خود قاتل پر اداء کفارہ اور اوسکے عواقل پر ورثہ مقتول کو دیت ادا کرنا واجب ہوتا ہے۔

(۵) قتل بالسبب۔ جو قتل کسی شخص کے ایسے فعل کے سبب سے واقع ہوتا ہے جو اوسنے ملک غیر مین بلا کسی حق کے کیا ہو وہ قتل بالسبب کہلاتا ہے مثلاً کوئی شخص دوسرے کی اراضی مین بلا کسی حق کے کنوان یا گڑھا کھود دے یا ایک بڑا پتھر ڈالدے اور کوئی شخص اوس کنوین یا گڑھے مین گر کر یا پتھر سے ٹکرا کر مرجائے تو کنوین یا گڑھے کا کھودنیوالا یا پتھر کا ڈالنے والا مجرم قتل بالسبب ہوگا۔

قتل بالسبب کی سزا یہ ہے کہ قاتل کے عواقل پر ورثہ مقتول کو دیت دینا واجب ہوتا ہے کیونکہ سبب قتل اوسکی طرف مضاف ہونیکی وجہ سے وہ بمنزلہ قاتل متصور ہوتا ہے اور امام شافعیؒ کے نزدیک خود قاتل بالسبب پر کفارہ بھی واجب ہوتا ہے کیونکہ جب شریعت نے قاتل بالسبب کو بمنزلہ قاتل خطا تصور کیا ہے تو وہ اوسی سزا کا مستوجب ہے جو قتل خطا کی ہے (ہدایہ ج ۴ صفحہ ۴۵۰)

بابِ دوئم

اس بیان مین کہ قاتل عمد پر کب قصاص واجب ہوتا ہی اور کب واجب نہین ہوتا

عاقل بالغ قاتل قتل عمد پر ایسے شخص کے قتل عمد کر دینے جو ہمیشہ کیواسطے محفوظ الدم ہو قصاص واجب ہوتا ہی (ہدایہ ج ۲ صفحہ ۵۰۴)

یاد رہے کہ ہر مسلم اور ہر ذمی ہمیشہ کیواسطے محفوظ الدم ہوتا ہے کیونکہ معاہدہ ذمہ ہمیشہ کیواسطے ہوتا ہی لہذا ذمی کے جان و مال کی حفاظت مثل جان و مال مسلم واجب ہوتی ہی بخلاف مستامن کے کہ اوسکی جان ہمیشہ کیواسطے محفوظ نہین ہوتی اور بخلاف حربی کے کہ اوسکی جان قطعاً محفوظ نہین ہوتی لہذا مستامن اور حربی کے قاتل عمد پر قصاص واجب نہین ہوتا (درمختار صفحہ ۷۸۶)

احناف کے نزدیک شخص آزاد جیسا بجرم قتل شخص آزاد قصاصاً قتل کیا جاتا ہی ایسا ہی بجرم قتل غلام بھی قصاصاً قتل کیا جاتا ہے لیکن آئمہ ثلاثہ کے نزدیک آزاد بجرم قتل غلام قصاصاً قتل نہین کیا جاتا کیونکہ فرمان الٰہی الحر بالحر والعبد بالعبد والانثی بالانثی ہین آزاد کو آزاد کے بدلے مین اور غلام کو غلام کے بدلے مین قتل کرنیکا حکم ہے لہذا شخص آزاد غلام کے بدلے مین قصاصاً قتل نہین کیا جا سکتا آئمہ ثلاثہ کی دلیل فقہی یہ ہی کہ قصاص مبنی بر مساواۃ ہے اور آزاد و غلام باہم مساوی نہین ہوتے جسکا جواب منجانب احناف یہ ہی کہ اس فرمان الٰہی مین فقط تخصیص بالذکر ہے جس سے اصولاً غیر مذکور کی

نفی نہین ہوتی یعنی اس فرمان الٰہی سے یہ اثبات نہین ہوتا کہ آزاد غلام کے بدلے مین قتل
نکیا جائے دوسرا جواب الزامی یہ ہے کہ اگر بسبب ذکر بالمقابل مجرائے آیۃ سے یہ تسلیم کیا جاتا ہے
کہ آزاد غلام کے بدلے مین قتل نکیا جائے تو یہ بھی تسلیم کرنا لازم ہوگا کہ مرد عورت کے بدلے مین
قتل نکیا جائے حالانکہ آئمہ ثلاثہ مین سے کوئی بھی اسکا قائل نہین ہے۔ تیسرا جواب یہ ہے
کہ دوسری آیتین مطلق نازل ہوئی ہین اَلنَّفْسُ بِالنَّفْسِ۔ کُتِبَ عَلَیْکُمُ الْقِصَاصُ
فِی الْقَتْلٰی۔ مَنْ قُتِلَ مَظْلُوْمًا فَقَدْ جَعَلْنَا لِوَلِیِّہٖ سُلْطَانًا بلکہ بعض مفسرین کا قول ہے
کہ آیۃ اَلْحُرُّ بِالْحُرِّ آیۃ اَلنَّفْسُ بِالنَّفْسِ سے منسوخ ہوگئی ہے احناف کی دلیل فقہی یہ ہے
کہ قصاص قتل مین قاتل و مقتول کی مساواۃ باعتبار محفوظ الدم ہونیکے معتبر ہوتی ہے اور
حفاظت دم بوجہ مسلمان ہونے اور سکونت دار الاسلام کے ہوتی ہے چونکہ مسلمان ہونے اور
سکونت دار الاسلام ہونے مین آزاد و غلام مساوی ہوتے ہین لہذا محفوظ الدم ہونے مین بھی
مساوی ہوتے ہین (درمختار صفحہ ۸۶۷)

اسی طرح ہم احناف کے نزدیک مسلمان ذمی کے بدلے مین قصاصاً قتل کیا
جاتا ہے لیکن امام شافعیؒ کے نزدیک مسلمان ذمی کے بدلے مین قصاصاً قتل نہین کیا جاتا
امام شافعیؒ کی نقلی دلیل حدیث شریف لا یقتل مومن بکافر اور فقہی دلیل یہ ہے کہ ذمی کا کفر
اوسکی جان کی اباحت کا سبب ہوتا ہے لہذا وجوب قصاص مین شبہ ہوتا ہے احناف
کی نقلی دلیل حدیث شریف ان النبی علیہ السلام قتل مسلما بذمی اور فقہی دلیل
یہ ہے کہ قصاص قتل مین محفوظ الدم ہونیکی مساواۃ کا اعتبار ہوتا ہے اور مسلم و ذمی محفوظ الدم
ہونے مین مساوی ہوتے ہین دوسرے یہ کہ محض کفر سبب اباحت جان نہین ہوتا چنانچہ
اللہ تعالیٰ فرماتا ہے قَاتِلُوا الَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰہِ الیٰ قولہ تعالیٰ حَتّٰی یُعْطُوا الْجِزْیَۃَ

تیسرے یہ کہ حدیث شریف مسند امام شافعیؒ کے سیاق سے صاف ظاہر ہے کہ کافر سے کافر حربی مراد ہے جیسے یہ کہ ذمی کا ذمی کے بدلے میں قصاصاً قتل کیا جانا شبہ اباحت نہونیکی دلیل ہے کیونکہ اگر اوسکے کفر سے شبہ اباحت ہوتا تو ذمی ذمی کے بدلے میں بھی قصاصاً قتل نہ کیا جاتا جیسا حربی حربی کے بدلے میں قصاصاً قتل نہیں کیا جاتا۔ البتہ مسلم اور ذمی مستامن کے بدلے میں قصاصاً قتل نہین کئے جائنگے کیونکہ مستامن دائماً محفوظ الدم نہین ہوتا دوسرے یہ کہ مستامن کا ارادہ واپسی دار الحرب مسلمانون سے جنگجوئی کا سبب ہوتا ہے البتہ مستامن مستامن کے بدلے مین قصاصاً قتل کیا جاتا ہے کیونکہ جملہ مستامنین کی حفاظت جان مساوی درجہ کی ہوتی ہے (ہدایہ جلد ۲ صفحہ ۵۱۴)

مرد عورت صغیر کبیر سالم ناقص بیمار تندرست چونکہ باعتبار محفوظ الدم ہونے کے مساوی ہوتے ہین اسلئے یہ ایک دوسرے کے بدلے مین قصاصاً قتل کئے جاتے ہین لیکن والدین اولاد کے بدلے مین قصاصاً قتل نہین کئے جاتے کیونکہ فرمایا نبی کریم صلعم نے لا یقاد الوالد بولدہٖ دلیل فقہی یہ ہے کہ والدین سبب حیات اولاد ہوتے ہین لہذا ناممکن ہے کہ کسی حال مین اولاد کو والدین کے فنا کرنیکا حق حاصل ہو حتی کہ اگر باپ کا جو فوج کفار مین ہو مسلمان فرزند سے جو فوج اسلام مین ہو میدان جنگ مین سامنا ہو جائے تب بھی فرزند کو باپ کا قتل کرنا جائز نہین ہوتا دادا دادی نانا نانی والدین کے حکم مین ہوتے ہین البتہ اولاد والدین کے بدلے مین قصاصاً قتل کیجاتی ہے کیونکہ اس صورت مین کوئی وجہ سقوط قصاص نہین ہوتی (ہدایہ جلد ۲ صفحہ ۵۱۴)

اگر ولی مقتول جسکو حق قصاص حاصل ہو قاتل کی فرع ہو تو وہ قاتل کو قصاصاً قتل نکر سکیگا بلکہ قاتل پرسے قصاص ساقط ہو جائیگا مثلاً کوئی شخص اپنے خسر کو قتل کردے

جسکا بجز اوس دختر کے جو قاتل کی زوجہ ہے کوئی وارث نہو اور وہ دختر بھی قصاص لینے سے پہلے ایک فرزند چھوڑ کر مرجائے تو اب قصاص کا حق اوسکے فرزند کو ہوگا جو قاتل کا بھی فرزند ہی پس چونکہ قصاص لینے کا حق قاتل کی فرع کو حاصل ہوگیا لہذا قاتل پر سے قصاص ساقط ہوجائیگا (درمختار)

اسی اصول پر وہ شخص جو اپنے غلام یا اپنے فرزند کے غلام کو قتل کردے قصاصاً قتل نکیا جائیگا کیونکہ غلام کا حق قصاص آقا کو حاصل ہوتا ہے (ہدایہ ج ۴ صفحہ ۴۵۲)

جس قاتل پر سے بوجہ باپ یا آقا ہونے مقتول کے قصاص ساقط ہوجاتا ہی اوس کے معین پر سے بھی قصاص ساقط ہوجاتا ہے کیونکہ قصاص قابل تجزی نہین ہوتا (ہدایہ ج ۴ صفحہ ۴۵۲)

اگر محق قصاص معتوہ ہوتا ہی تو قصاص لینے کا یا طلب قصاص کے حق سے بمعاوضہ مال صلح کرنیکا اختیار معتوہ کے باپ کو حاصل ہوتا ہی لیکن معتوہ کے باپ کو مقدار دیت سے کم مال پر صلح کرنیکا یا معافی قصاص کا اختیار نہین ہوتا۔ اگر معتوہ کے باپ نہین ہوتا تو قصاص لینے کا حق سلطان وقت کو اور بہ نیابت سلطان قاضی کو حاصل ہوتا ہے مگر سلطان اور قاضی کو حق طلب قصاص سے بمعاوضہ مال صلح کرنیکا اختیار نہین ہوتا۔ اور اگر معتوہ کے باپ کا وصی موجود ہوتا ہے تو وصی کو قصاص لینے کا حق تو نہین ہوتا مگر بقدر دیت یا زیادہ مال کے معاوضہ مین طلب حق قصاص سے صلح کر لینے کا اختیار رہوتا ہی (ہدایہ ج ۴ صفحہ ۴۵۳)

اگر اولیاء مقتول بعض کبیر اور بعض صغیر ہون تو امام صاحبؒ کے نزدیک اولیاء کبار کو سر دست قصاص لینے کا حق ہوتا ہے مگر صاحبینؒ کے نزدیک تا وقتیکہ اولیاء صغار

جوان نہو جائین اولیاء کبار کو بھی قصاص لینے کا حق نہین ہوتا کیونکہ اس مین اولیاء صغار کے حق کا ابطال ہوتا ہے لہذا تا بلوغ صغار التواء قصاص لازم ہوتا ہے جیسا بعض اولیاء کے غائب ہونیکی صورت مین التواء قصاص لازم ہوتا ہے امام صاحب فرماتے ہین کہ حق قصاص بوجہ قرابت مقتول حاصل ہوتا ہے اور چونکہ قرابت نا قابل تجزی ہے لہذا حق قصاص بھی نا قابل تجزی ہے دوسرے یہ کہ غائب کے مجاز معافی ہونیکی وجہ سے شبہ معافی ہوتا ہے اور صغیر کے مجاز معافی نہونیکی وجہ سے ایسا شبہ بھی نہین ہوتا تیسرے یہ کہ جس طرح صغیر کے نکاح کر دینے کا ہر ولی نکاح کو کامل اختیار ہوتا ہے اسی طرح مقتول کے ہر ولی کو قصاص لینے کا کامل حق ہوتا ہے کیونکہ ایسے حقوق کا قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ (جس حق نا قابل تجزی کا سبب کامل کسی شخص مین موجود ہوتا ہے اوسکو وہ حق علی وجہ الکمال حاصل ہوتا ہے)

پس چونکہ سبب حق قصاص یعنی قرابت نا قابل تجزی ہے اور ہر قرابتدار مین کامل موجود ہوتا ہے لہذا ہر قرابتدار کو قصاص لینے کا حق علی وجہ الکمال حاصل ہوتا ہے اسی اصول پر ایک ولی کے حق قصاص معاف کر دینے سے قاتل پر سے کلیتہً قصاص ساقط ہو جاتا ہے لیکن اگر اولیاء صغار اور اولیاء کبار باہم گر اجنبی ہوتے ہوتے ہین تو امام صاحب کے نزدیک بھی تا بلوغ صغار التواء قصاص لازم ہوتا ہے مثلاً مقتول کی زوجہ بالغہ اور اولاد صغار جو دوسری زوجہ کے بطن سے ہے اولیاء ہون تو چونکہ ان مین باہم گر اجنبیت ہے لہذا تا بلوغ اولاد صغار قصاص ملتوی رہیگا

(در مختار صفحہ ۷۸۸)

شخص مستوجب قصاص کے مرجانیسے بوجہ باقی نرہنے محل قصاص کے قصاص ساقط ہو جاتا ہے (در مختار صفحہ ۷۹۳)

جزئیات اگر مقتول کے کسی ایک وارث نے قاتل کو معاف کر دیا ہو اور
دوسرا وارث جسنے معاف نہین کیا بوجہ عدم علم اس مسئلہ کے کہ ایک وارث کے معاف
کر دینے سے دوسرے ورثہ کا حق قصاص ساقط ہو جاتا ہے قاتل کو قتل کر دے تو وہ قصاصاً
قتل نکیا جائیگا بلکہ اوسکے عواقل پر دیت واجب ہوگی کیونکہ مسئلہ ہذا کا عوام الناس کو
علم ہونا مشکل ہی بخلاف اسکے اگر ایک شخص نے دوسرے شخص کو قتل کر دینکے واسطے
پکڑ رکھا ہو اور اوسکا وارث پکڑ رکھنے والیکو قتل کر دے تو یہ قاتل قصاصاً قتل کیا جائیگا
کیونکہ یہ مسئلہ ظاہر ہے اسکا علم عوام الناس کو مشکل نہین ہی (در مختار صفحہ ۷۰۸)

اگر کوئی شخص آبادی مین دوسرے پر حملہ کرکے اور ہتیار سے ضرب لگا کر
بھاگ جائے اور مضروب اوسکو تلاش کرکے مار ڈالے تو مضروب قصاصاً قتل کیا جائیگا
کیونکہ مقتول بھاگ جانیکے بعد جنگجو نہین رہا تھا لہذا اوسکی جان محفوظ ہو گئی تھی اسلئے
اوسکے قاتل پر قصاص واجب ہوگا (ہدایہ ج ۲ صفحہ ۵۶۴)

اگر کوئی شخص کسی کے تیر مارے اور تیر اوسکے جسم سے پار ہو کر تیسرے شخص کے
جا لگے اور یہ دونون تیر خوردہ مر جائین تو قاتل شخص اوّل کے بدلے مین قصاصاً قتل
کیا جائیگا اور دوسرے شخص کے بدلے مین قاتل کے عواقل پر دیت واجب ہوگی (در مختار صفحہ ۷۹۴)

اگر ایک شخص پر سانپ گر پڑے اور وہ اوسکو جھٹک دے اور اوسکے جھٹکدینے سے
سانپ دوسرے شخص پر جا پڑے وہ بھی جھٹکدے اور سانپ جھٹکدینے سے تیسرے
شخص پر جا پڑے اور اوسکے کاٹ لے اور وہ مر جائے تو شخص اول پر قصاص یا اوسکے
عواقل پر دیت کچھ بھی واجب نہوگی البتہ شخص ثانی کے عواقل پر دیت واجب ہوگی
اگر اوسکے جھٹکنے سے سانپ نے تیسرے شخص پر بفور گرنیکے کاٹ لیا ہو اور اگر سانپ نے

گرنے کے کچھ دیر کے بعد کاٹا ہو تو شخص ثانی کے عواقل پر بھی دیت واجب نہو گی۔
(درمختار صفحہ ۷۹۴)

جو شخص اپنے مکان مین کسیکو اپنی زوجہ یا باندی سے زنا کرتے ہوئے دیکھے اور فوراً زانی کو قتل کردے تو نہ اوسپر قصاص واجب ہوگا نہ اوسکے عواقل پر دیت واجب ہوگی کیونکہ اوسکو اوسوقت زانی کا قتل کردینا مباح تھا (درمختار صفحہ ۷۹۵)

اگر ایک شخص دوسرے کو کلہاڑی سے مار ڈالے تو یہ دیکھا جائیگا کہ اگر ضرب کلہاڑی کے پھل کی دھار سے لگی ہو تو قاتل بالاتفاق مستوجب قصاص ہوگا اور اگر ضرب کلہاڑی کے پھل کی پشت سے لگی ہو جدہر دھار نہین ہوتی اور مقتول کے جراحت نہوئی ہو تو امام صاحبؒ کے نزدیک قاتل مستوجب قصاص نہوگا کیونکہ اونکے نزدیک بغیر جرح ہونیکے قاتل مستوجب قصاص نہین ہوتا (صحیح ترین قول یہی ہے) اور صاحبینؒ کے نزدیک قاتل مستوجب قصاص ہوگا کیونکہ کلہاڑی لوہے کا ایسا آلہ ہی جس کی ضرب سے قتل واقع ہوجاتا ہے۔ اور اگر ضرب کلہاڑی کے دستہ کیجانب سے لگی ہو جو لکڑی یا بانس کا ہوتا ہے تو قاتل بالاتفاق مستوجب قصاص نہوگا (ہدایہ ج ۲ صفحہ ۵۴۴)

قاتل جس طرح مقتول مجروح کے فوراً مرجانیکی صورت مین مستوجب قتل ہوتا ہی ایسا ہی مجروح کے چند ساعت یا چند روز فریش رہکر مرجانے کی صورت مین بھی مستوجب قصاص ہوتا ہے (ہدایہ ج ۲ صفحہ ۵۴۴)

اگر کوئی شخص کسی کو لاٹھی سے اتنا مارے کہ وہ مرجائے تو احنافؒ کے نزدیک وہ حسب فرمان نبی کریم صلعم الا ان خطاء العمد قتیل السوط والعصا فی کل خطاء ارش مجرم قتل شبہ عمد ہوگا اور شوافعؒ کے نزدیک مجرم قتل عمد ہوگا کیونکہ اونکے

نزدیک اتنا مارنا جس سے مضروب مرجائے دلیل عمد ہی (ہدایہ ج ۲ صفحہ ۴۵۸)

اگر چند اشخاص ملکر کسی کو اس طرح مار ڈالین کہ ہر ایک نے مقتول کے مہلک ضرب لگائی ہو تو اوس ایک کے بدلے مین یہ جملہ اشخاص قصاصاً قتل کیئے جائینگے علی ہذا اگر ایک شخص چند اشخاص کو عمداً قتل کردے تو وہ ایک سب کے بدلے مین قصاصاً قتل کیا جائیگا لیکن امام شافعیؒ کے نزدیک اگر مقتول اول معلوم ہو تو قاتل مقتول اوّل کے بدلے مین قتل کیا جائیگا اور باقی مقتولین کے بدلے مین قاتل کے مال سے ہر ایک مقتول کے ورثہ کو دیت کامل دلائی جائے گی اور اگر مقتول اوّل معلوم نہو سکے تو قاتل سب مقتولین کے بدلے مین قتل بھی کیا جائیگا اور تعداد مقتولین سے ایک کم دیتین بھی اوس کے مال سے وصول کرکے جملہ مقتولین کے ورثہ کو تقسیم کیجائیگی (ہدایہ ج ۲ صفحہ ۴۵۸)

اگر کوئی شخص کسیکو عمداً پانی مین غرق کرکے مار ڈالے تو امام صاحبؒ کے نزدیک وہ قصاصاً قتل نکیا جائیگا کیونکہ پانی نہ قتل کے واسطے وضع ہوا ہی نہ قتل مین استعمال کیا جاتا ہے لہذا عدم عمد کا شبہ ہوتا ہی دوسرے یہ کہ قصاص مین مساواۃ لازم ہے وہ قتل جو قصاصاً کیا جائیگا مماثل غرق نہوگا لیکن صاحبینؒ کے نزدیک وہ قصاصاً قتل کیا جائیگا کیونکہ قتل و غرق مین باعتبار بریدگی مساواۃ ہوتی ہی اور امام شافعیؒ کے نزدیک وہ قصاصاً غرق کیا جائیگا اونکا استدلال حدیث شریف من غرق غرقناہ پر ہے احنافؒ کے نزدیک یہ حدیث مرفوع نہین ہی بلکہ ابن زیادؒ کا قول ہی (ہدایہ ج ۲ صفحہ ۴۵۸)

اگر کوئی شخص کسی کو غرق کرکے یا گلا گھونٹکر مار ڈالے امام صاحبؒ کے نزدیک وہ مجرم قتل شبہ عمد ہوتا ہی اسوجہ سے وہ قصاصاً قتل کیئے جانیکا مستوجب نہین ہوتا بلکہ اوسکے عواقل پر دیت واجب ہوتی ہی اور صاحبینؒ و امام شافعیؒ کے نزدیک وہ مجرم

قتل عمداً ور قصاصاً قتل کئے جانے کا مستوجب ہوتا ہے لیکن جو شخص اس طرح مار ڈالنے کا عادی ہو وہ قصاصاً تو نہیں مگر سیاستہً مستوجب قتل ہوتا ہی (درمختار صفحہ ۷۸۹) اور اگر کوئی شخص دوسرے کے ہاتھ پیر باندھکر دریا مین ڈالدے اور وہ فوراً ڈوبکر مرجائے تو امام صاحبؒ کے نزدیک قاتل کے عواقل پر دیت واجب ہوگی اور اگر وہ کچھ دیر تک تیرتا رہی اور اوسکے بعد ڈوبکر مرجائے تو قاتل کے عواقل پر بھی دیت واجب نہوگی کیونکہ صورت اول مین اوس کی موت کا سبب قاتل کا فعل ہوا ہی اور صورت ثانی مین اوسکی موت کا سبب خود اوسکا عجز ہوا ہے۔ اور صاحبینؒ کے نزدیک قاتل ہر حال مستوجب قصاص ہوگا (درمختار صفحہ ۷۹۰)

اگر میدان جنگ مین جبکہ صفوف مسلمین و کفار متقابل و متحارب ہون اور ایک مسلم دوسرے مسلم کو کافر سمجھکر مار ڈالے تو وہ مجرم قتل خطا ہوگا لیکن اگر مسلم مقتول صفوف کفار مین چلا گیا ہو تو اوسکا قتل فعل مباح ہوگا کیونکہ صفوف کفار مین چلے جانیسے اوسکی حفاظت جان باقی نہین رہتی چنانچہ فرمایا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے من کثر سواد قوم فھو منھم (ہدایہ ج ۲ صفحہ ۴۴۵)

اگر مالک مکان ایسے شخص کا تعاقب کرکے اوسکو مار ڈالے جو رات کو مکان مین گھسکر مال چرا کر بھاگے تو اگر استرداد مال بلا قتل سارق مذکور کے ممکن نہو تو مالک مکان مستوجب قصاص نہوگا کیونکہ فرمایا نبی کریم صلعم نے قاتل دون مالک (ہدایہ ج ۲ صفحہ ۴۵۶)

اگر وہ شخص جسپر مجنون ہتیار سے حملہ کرے مجنون کو قتل کردے تو وہ مستوجب قصاص نہوگا (ہدایہ ج ۲ صفحہ ۴۵۶)

اگر ایسا شخص جس کا کسینے کوئی عضو قطع کر دیا ہو بلا حصول حکم حاکم قاطع کا

وہی عضو قطع کر دے اور وہ اوسکے صدمے سے مرجائے تو اوسپر قصاص واجب نہوگا
البتہ اوسکے عواقل پر دیت واجب ہوگی کیونکہ اوسکو قاطع کا وہ عضو قطع کر دینا مباح تھا
لیکن چونکہ اصولاً فاعل فعل مباح اپنے فعل کے نتیجہ کا ذمہ دار ہوتا ہی اسلئے اوس کے
عواقل پر دیت واجب ہوتی ہی اور اگر وہ شخص بعد حصول حکم حاکم قاطع کا وہی عضو قطع
کرے اور وہ اوسکے صدمہ سے مرجائے تو اوسپر قصاص واجب ہوگا نہ اوسکے عواقل پر
دیت واجب ہوگی کیونکہ بعد حکم حاکم اوسکو قاطع کا وہ عضو قطع کرنا واجب تھا اور اصولاً
مرتکب فعل واجب اوس فعل کے نتیجہ کا ذمہ دار نہین ہوتا (درمختار صفحہ ۷۹۶)

ایسے شخص کا قتل کر دینا مسلمانون پر واجب ہوتا ہی جو مسلمانون پر تلوار اوٹھائین
مشہور ہو چنانچہ فرمایا نبی کریم صلعم نے من شہر علی المسلمین سیفاً فقد حل دمہ
دوسرے یہ کہ وہ شخص باغی ہوتا ہی اور باغی کی جان محفوظ نہین رہتی تیسرے یہ کہ بجز
اوسکے مار ڈالنے کے مسلمانون کی جان کی اوس سے حفاظت کرنیکا کوئی طریقہ نہین ہوتا

(ہدایہ ج ۲ صفحہ ۵۵۸)

اگر کوئی شخص خود اپنے سر مین زخم لگائے اور پھر دوسرا شخص بھی اوسکے سر مین
زخم لگائے اور پھر شیر بھی اوسکو زخمی کر دے اور وہ ان سب امور کے صدمہ سے مرجائے
تو چونکہ اوسکی موت کے تین سبب ہوئے خود اوسکا اپنے کو زخمی کرنا دوسرے شخص کا اوسکو زخمی کرنا شیر کا اوسکو زخمی کرنا
لہذا دوسرا شخص تہائی دیت کا مستوجب ہوگا (درمختار صفحہ ۷۹۰)

اگر کوئی شخص اپنے کو مار ڈالنے کی دوسرے کو اجازت دیدے اور وہ اوسکو ہتیار
سے مار ڈالے تو قاتل مستوجب قصاص نہوگا اگرچہ اباحت جان بے اثر ہوتی ہی تاہم شبہ
پیدا ہوتا ہے اور قصاص ادنی شبہ سے ساقط ہو جاتا ہے (درمختار صفحہ ۷۹۱)

اگر کوئی شخص اشیاء خوردنی میں زہر ملا کر کسی کو دیدے اور وہ اوسکے زہر آلود ہونیسے ناواقف ہوکر کھالے اور مرجائے تو زہر ملانیوالے پر قصاص و دیت کچھ بھی واجب نہوگا کیونکہ اوس چیز کا کھانا کھانیوالے کا فعل ہے البتہ یہ شخص مستوجب تعزیر ہوگا اور اگر وہ زہر آلودہ چیز اوس کے حلق میں جبراً ڈالکر اوتار دے تو بھی اوسپر قصاص واجب نہوگا ہان اوسکے عواقل پر دیت واجب ہوگی کیونکہ سبب موت اثر زہر ہے نہ کہ اوسکا فعل (درمختار صفحہ ۷۸۹)

اگر کوئی شخص کسیکو مکان میں بند کردے یا قبر میں دفن کردے جہان وہ بھوک پیاس سے یا دم گھٹکر مرجائے تو امام صاحبؒ کے نزدیک نہ اوسپر قصاص واجب ہوگا نہ اوسکے عواقل پر دیت واجب ہوگی لیکن صاحبینؒ کے نزدیک اوسکے عواقل پر دیت واجب ہوگی (درمختار صفحہ ۷۸۹)

اگر کوئی شخص دوسرے کے ہاتھ پیر باندھکر کسی درندہ یا گزندہ جانور کے سامنے ڈالدے اور وہ جانور اوسکو مار ڈالے تو اوسپر قصاص یا اوسکے عواقل پر دیت واجب نہوگی مگر وہ سیاستاً دائم الحبس کیا جائیگا اور اگر یہ عمل صغیر کے ساتھ کیا جائے تو مجرم کی عواقل پر دیت واجب ہوگی (عالمگیری)

علیٰ ہذا اگر کوئی شخص بچہ کے ہاتھ پیر باندھکر اوسکو دھوپ یا سردی میں ڈالدے اور بچہ سردی یا دھوپ سے مرجائے تو اوسپر قصاص تو واجب نہوگا مگر اوسکے عواقل پر دیت واجب ہوگی (درمختار صفحہ ۷۹۰)

ولی مقتول یا خود مجروح کا قاتل یا جارح کو معاف کردینا صلح کرنیسے بہتر ہے اور صلح کرلینا قصاص لینے سے بہتر ہے (درمختار صفحہ ۷۹۰)

احناف کے نزدیک مستوجب قصاص کو بلا لحاظ اس امر کے کہ اوسنے مقتول کو کیونکر قتل کیا تہا دہاردار ہتیار سے قصاصاً قتل کرنا لازم ہی اور کسیطرح قتل کرنا جائز نہین ہے کیونکہ سنن ابن ماجہ مین ابو بکر صدیق رض سے مروی ہی کہ فرمایا نبی کریم صلعم نے لا قود الا بالسیف) بقول صاحب کافی و صاحب درر سیف سے مقصود مبارک دہاردار ہتیار ہے پس اگر کوئی شخص مستوجب قصاص کو بجز دہاردار ہتیار سے قتل کرنیکے کسی اور طرح قتل کریگا تو وہ مستوجب تعزیر ہوگا لیکن امام شافعی رح کے نزدیک مستوجب قتل کو اوسی طرح قتل کرنا واجب ہے جسطرح اوسنے مقتول کو قتل کیا تہا (غایت الاوطار ج ۴ صفحہ ۳۲۲)

باب سوم

شہادت قتل کے بیان مین

قصاص لینے کا حق حسب فرمان الہی (لقد جعلنا لولیہ سلطانا) جملہ ورثہ مقتول کو ہوتا ہی پس اگر مقتول کے دو فرزندون مین سے ایک حاضر ہو اور ایک غائب ہو اور حاضر بتقدیم شہادت قاتل پر جرم قتل عمد ثابت کردے تو قاتل فی الجملہ جرم ثابت ہوجانیکے سبب سے محبوس رکھا جائیگا مگر فرزند غائب کے حاضر ہونے تک قصاصاً قتل نکیا جائے گا اگر قاتل یہ ادعا کرے کہ فرزند غائب نے قصاص معاف کردیا ہی تو اوسکو بمقابلہ فرزند حاضر اپنا ادعا ثابت کرنا ہوگا۔ بعد حاضر ہوجانے فرزند غائب کے امام صاحب کے نزدیک جرم قتل عمد مین اعادہ شہادت ثبوت لازم ہے صاحبین رح کے نزدیک لازم نہین ہی اور جرم قتل خطا مین بالاتفاق اعادہ شہادت غیر لازم ہے (درمختار صفحہ ۷۹)

اگر دو شخص گواہی دین کہ قاتل نے مقتول کو زخمی کرنیوالے ہتھیار سے زخمی کیا تھا مقتول چند روز تک فریش رہکر مر گیا تو قاتل قصاصاً قتل کیا جائیگا کیونکہ حکم سبب سابق کی طرف مضاف ہوتا ہی (درمختار)

اگر دو گواہان قتل کا بیان دربارہ وقت یا مکان یا آلۂ قتل مختلف ہو یا ایک آلۂ قتل بیان کرے اور دوسرا اوس سے لاعلمی ظاہر کرے یا ایک رویت کی گواہی دے اور دوسرا اقرار قاتل کی تو بسبب اختلاف دونون کی گواہی باطل ہوگی اور اگر چار گواہ ہون جن مین سے دو ایک شہادت مین متفق البیان ہون اور دو دوسری شہادت مین متفق البیان ہون تو چونکہ دونون شہادتین نصاباً مکمل ہین اور ایک کو دوسری پر ترجیح دینے کی کوئی وجہ نہین ہے لہذا دونون شہادتین باطل ہونگی اگر تین گواہون مین سے دو متفق البیان ہون تو نصاباً مکمل ہونیکی وجہ سے اونکی شہادت مقبول ہوگی اگر گواہ آلۂ قتل سے لاعلمی ظاہر کرین تو قاتل پر قصاص واجب نہوگا دیت واجب ہوگی (درمختار صفحہ ۶۹۹)

اگر دو شخصون مین سے ہر ایک اقرار کرے کہ مقتول کو مینے تنہا قتل کیا ہے اور ورثہ مقتول کا ادعا ہو کہ ان دونون نے ملکر قتل کیا ہی تو دونون مقر قصاصاً قتل کئے جائینگے اور اگر ورثہ مقتول کہین کہ تم دونون سچ کہتے ہو تو مقرین مین سے کوئی بھی قصاصاً قتل نکیا جائیگا کیونکہ ہر ایک تنہا قتل کرنیکے ادعا سے ضمناً دوسرے کے قاتل ہونیکی تکذیب کرتا ہے تو ورثہ کی دونون کی تصدیق کرنیسے ضمناً ہر ایک کے قاتل نہونیکی تصدیق ہو جاتی ہے اور اگر ورثہ مقرین مین سے فقط ایک کی تصدیق کرین تو وہ ہی مقر تنہا قصاصاً قتل کیا جائیگا۔ اور اگر شہادت سے دو شخصونکا قاتل ہونا ثابت ہو اور ورثہ مقتول اونمین سے ایک کا تنہا قاتل ہونا بیان کرین تو تنہا وہی شخص جسکو ورثہ قاتل ہونا بیان کرین قصاصاً قتل کیا جائیگا

اور اگر ایک شخص اقرار کرے کہ مقتول کو تنہا میں نے قتل کیا ہے اور شہادت سے ثابت ہو کہ دوسرے شخص نے مقتول کو قتل کیا ہے اور ولی مقتول کا ادعا ہے کہ ان دونوں نے قتل کیا ہے تو ولی مقتول کو مقر کو قتل کرنیکا حق ہوگا اور قتل کرنیکا حق نہوگا جسکا قاتل ہونا شہادت سے ثابت ہے کیونکہ ولی کے اس ادعا سے کہ دونوں نے قتل کیا ہے من وجہ شہادت کی تکذیب ہوتی ہے (در مختار صفحہ ۷۹۹)

اگر ایک شخص نے دوسرے کو مجروح کیا ہو اور مجروح کچھ عرصہ کے بعد مر گیا ہو اور ورثہ مقتول اس امر کی شہادت پیش کریں کہ وہ جرح کے سبب سے مرا ہے اور جارح اس امر کی شہادت پیش کرے کہ وہ جرح سے اچھا ہو گیا تھا اور اچھا ہونیکے عرصہ کے بعد مرا ہے تو ولی مقتول کی شہادت اولیٰ ہوگی (در مختار صفحہ ۷۸۹)

اگر ولی مقتول یہ شہادت پیش کرے کہ فلان شخص نے مقتول کو مجروح کرکے قتل کیا ہے اور ملزم یہ شہادت پیش کرے کہ مقتول نے کہا تھا کہ مجھکو ملزم نے مجروح نہین کیا تو ملزم کی شہادت اولیٰ ہوگی کیونکہ مجروح کے یہ کہدینے سے کہ مجھکو فلان شخص نے مجروح نہین کیا ورثہ کو اوس شخص پر دعویٰ کرنیکا حق نہین ہوتا (در مختار صفحہ ۷۸۹)

اگر دو شخصون نے بمقابلہ زید گواہی دی ہو کہ اوسنے عمرو کو خطاءً قتل کیا ہے اور حاکم اونکی شہادت کی بناء پر زید کے عواقل سے ورثہ عمرو کو دیت دلادی ہو اور اوسکے بعد عمرو زندہ حاضر ہو جائے تو زید کے عواقل کو عمرو کے ورثہ سے یا گواہون سے دیت واپس لینے کا حق ہوگا۔

اور اگر زید کے عواقل گواہون سے دیت وصول کرلین تو گواہون کو عمرو کے ورثہ سے وصول کر لینے کا حق ہوگا اور اگر گواہون نے قتل عمد کی گواہی دی ہو اور حاکم نے بربناء شہادت زید کو قصاصاً قتل کردیا ہو اور اوسکے بعد عمرو زندہ حاضر ہو جائے تو زید کے ورثہ کو عمرو کے

عواقل سے یا گواہون سے بقدر دیت ڈنڈ وصول کرنیکا حق ہوگا کیونکہ زید بحکم حاکم
قصاصاً قتل کیا گیا ہے لہذا مدعی یا گواہ قصاصاً قتل نہین کیے جا سکتے لیکن اگر گواہون
نے اقرار زید کی گواہی دی ہو تو تا آنکہ یہ ثابت نہو کہ اونہون نے جھوٹی گواہی دی ہے
اونسے ڈنڈ وصول نکیا جا سکیگا (در مختار صفحہ ۸۰۰)

باب چہارم

اسقاط حمل و قتل جنین کے اور اوسکی سزا کے بیان مین

اگر کوئی شخص کسی حاملہ آزاد عورت کو زد و کوب کرے اگرچہ وہ اوس کی زوجہ ہو
اور اس زد و کوب کیوجہ سے حمل ساقط ہو جائے اور جنین مردہ گرے تو اگر جنین مردہ مرد
ہو تو اوس شخص کے عواقل پر مردانہ غرہ یعنی مردانی دیت کا بیسوان حصہ اور اگر جنین
مردہ عورت ہو تو اوس شخص کے عواقل پر زنانہ غرہ یعنی زنانی دیت کا دسوان حصہ واجب
ہوگا بہر حال مجرم کے عواقل پر پانسو درم واجب ہونگے کیونکہ مردانی دیت دس ہزار
درم ہے جسکا بیسوان حصہ پانسو درم ہوتے ہین اور زنانی دیت پانچہزار درم ہے اوسکا
دسوان حصہ بھی پانسو درم ہوتے ہین اور اگر مردہ جنین گرنیکے بعد وہ حاملہ بھی
مرجائے تو اوس شخص پر بوجہ اسقاط حمل مذکور غرہ اور بوجہ موت حاملہ زنانی دیت کامل
واجب ہوگی کیونکہ بقدر تعدد اثرات فعل متعدد متصور ہوتا ہے اور اگر پہلے حاملہ مرجائے
پھر اوسکے بطن سے مردہ جنین گرے تو اوس شخص پر فقط بوجہ موت حاملہ زنانی دیت
کامل واجب ہوگی۔ اور اگر حاملہ کے بطن سے زندہ بچہ گرے اور کچھ عرصہ بعد وہ بچہ مرجائے

تو اوسکے مرجانیکی وجہ سے اگر وہ بچہ مرد ہو تو شخص مذکور پر مردانی دیت کامل واجب ہوگی
اور اگر وہ بچہ عورت ہو تو شخص مذکور پر زنانی دیت کامل واجب ہوگی اور اگر حاملہ کے
مرجانیکے بعد اوسکے بطن سے زندہ بچہ گر پڑے اور کچھ عرصہ بعد وہ بچہ مرجائے یا حاملہ کی زندگی
مین زندہ بچہ گر پڑے اور کچھ عرصہ بعد حاملہ اور بچہ دونون مرجائین تو شخص مذکور پر ایک
زنانی دیت کامل واجب ہوگی بوجہ موت حاملہ اور ایک مردانی دیت کامل بچہ کی موت
کیوجہ سے اگر وہ بچہ مرد ہو واجب ہوگی یا زنانی دیت کامل واجب ہوگی اگر وہ بچہ عورت ہو
بہرحال وسپر دو دیتین کامل واجب ہونگی (در مختار صفحہ ۸۰۵)

اگر حاملہ عورت بلا حکم واجازت شوہر ایسا جنین جس مین جان پڑ چکی ہو اپنے
بطن پر ضرب لگا کر یا دوا کھا کر ساقط کردے تو حاملہ کے عواقل پر غرہ واجب ہوگا اور اگر
حاملہ اپنے شوہر کے حکم واجازت سے حمل ساقط کردے یا از خود حاملہ کے کسی فعل کے بغیر حمل ساقط
ہوجائے تو حاملہ کے عواقل پر کچھہ واجب نہوگا (در مختار صفحہ ۸۰۶)

باب پنجم

ایسے قتل کے بیان مین جو ایسی چیز کی وجہ سے واقع ہو جسکو کسی نے شارع عام پر بنایا ہو

ہر شخص کو اپنی ذات کیواسطے شارع عام کیطرف برآمدہ چھجہ پرنالہ یا دوکان کا
چبوترہ وغیرہ لگا لینے کا حق ہوتا ہے بشرطیکہ اوس سے کسی کو ضرر نہو اور کوئی مانع نہو کیونکہ
ایسی چیزونکے نکال لینے سے منع کرنیکا ہر شخص کو حق ہوتا ہے بلکہ بجز اطفال و غلامون کے

ہر شخص کو یہ حق ہوتا ہی کہ ایسی چیزین بنالینے کے بعد اونکے توڑ ڈالنے کا مطالبہ کرے مطالبہ کرنیوالیکا اوس سے کچھ ضرر ہو یا نہو لیکن اگر ایسی چیزین بحکم یا با جازت سلطان بنائی جاتی ہین یا عامۃ المسلمین کے نفع کے واسطے بنائی جاتی ہین تو اونکی ممانعت یا مطالبہ ہدم ورفع کا نہ کسی کو حق ہوتا ہی نہ وہ منہدم و مرتفع کیجا سکتی ہین علی ہذا ہر شخص کو شارع عام پر بیٹھکر خرید و فروخت کرنا جائز ہوتا ہی بشرطیکہ اوس سے کسیکو ضرر نہو کیونکہ اگر اوس سے کسیکو ضرر ہوتا ہی تو جائز نہین ہوتا لیکن کوچہ خاص غیر نافذہ مین بغیر اجازت جملہ اہل کوچہ کے ایسی چیز بنانا جائز نہین ہوتا خواہ اوس سے اہل کوچہ کو ضرر ہو یا نہو کیونکہ کوچہ خاص اہل کوچہ کی ملک کی مانند ہوتا ہے (در مختار صفحہ ۸۰۷)

پس اگر کسی نے شارع عام کی طرف ایسی کوئی چیز بنائی یا نکالی ہو اور اوسکی گر پڑنیسے کوئی مرجائے تو اوس چیز کے بنانے یا نکالنے والے کے عواقل پر دیت واجب ہوتی ہی کیونکہ ہلاکت متوفی کا سبب واضح وہی ہوتا ہی علی ہذا اگر کوئی شخص بلا اجازت و حکم سلطان شارع عام مین گڑھا کھود دے یا بڑا پتھر ڈالدے یا مٹی وغیرہ کا تودہ لگادے اور کوئی اوس گڑھے مین گر کر یا اوس پتھر یا تودہ سے ٹکر یا ٹھوکر کھا کر مرجائے تو گڑھا کھودنیوالے یا پتھر وغیرہ ڈالنے والیکے عواقل پر دیت واجب ہوگی اسی پر فتویٰ ہے اگرچہ محمدؒ کے نزدیک اگر کوئی شخص گڑھے مین گرنیکی وجہ سے مرجائے تو گڑھا کھودنے والیکے عواقل پر دیت واجب ہوگی۔ لیکن اگر کوئی شخص گڑھے مین گر جائے اور وہان بھوک پیاس سے مرجائے تو گڑھا کھودنے والیکے عواقل پر دیت واجب نہوگی (در مختار صفحہ ۸۰۷)

اگر ایک شخص شارع عام پر بڑا پتھر ڈالدے اور دوسرا شخص اوس پتھر کو کنارہ

کیطرف ہٹادے اور اوسکے بعد کوئی شخص اوس پتھر سے ٹکر یا ٹھوکر کھاکر مر جائے تو کنارہ کی طرف ہٹا دینے والے کے عواقل پر دیت واجب ہوگی کیونکہ اوسکے ہٹا دینے کے بعد ڈالنے والیکا فعل باقی نہین رہا (درمختار صفحہ ۸۰۸)

اگر کسی نے اپنی عمارت کا پرنالہ شارع عام کی طرف نکالا ہو وہ ٹوٹکر کسی پر گر پڑے اور وہ اوسکی وجہ سے مر جائے تو اگر ضرب پرنالہ کے اوس حصہ سے لگی ہو جو شارع کی طرف نکلا ہوا تھا تو پرنالہ والیکے عواقل پر دیت واجب ہوگی کیونکہ شارع عام کی طرف پرنالہ نکالنا اوس کی تعدی تھی اور اگر پرنالہ کے اوس حصہ سے ضرب لگی ہو جو دیوار کے اندر دبا ہوا تھا تو پرنالہ والیکے عواقل پر دیت واجب نہوگی کیونکہ وہ حصہ اوسنے مملوکہ دیوار مین لگایا تھا جس مین اوس کی کچھ تعدی نہ تھی اور اگر پرنالہ کے دونون حصون سے ضرب لگی ہو تو پرنالہ والیکے عواقل پر نصف دیت واجب ہوگی اور اگر یہ معلوم نہو سکے کہ پرنالہ کے کس حصہ سے ضرب لگی ہے تو پرنالہ والیکے عواقل پر استحسانا نصف دیت واجب ہوگی (درمختار صفحہ ۸۰۸)

اگر کسی شخص کی دیوار شارع عام کی طرف جھک جائے اور مالک دیوار سے کسی نے اوسکے منہدم کر دینے کا مطالبہ بھی کیا ہو مگر اوسنے باوجود مہلت وقدرت اوسکو منہدم نکیا ہو اور وہ دیوار گر پڑے اور اوسکے گر پڑنے کیوجہ سے کوئی مر جائے تو مالک دیوار کے عواقل پر دیت واجب ہوگی کیونکہ بعد مطالبہ ہدم باوجود مہلت وقدرت منہدم نکرنا اوسکی تعدی تھی ہان اگر اوس سے کسی نے مطالبہ ہدم نکیا ہو اور دیوار کے گر پڑنے سے کوئی مر جائے تو اوسکے عواقل پر دیت واجب نہوگی (درمختار صفحہ ۸۰۹)

اگر کسی شخص کی دیوار دوسرے کے مکان کی طرف جھک جائے تو اوس مکان کے

مالک کو یا اوس شخص کو جو اوس مکان مین اجارۃً یا اعارۃً رہتا ہو مطالبہ ہدم دیوار کا حق
ہوتا ہی اور یہ بھی اختیار ہوتا ہے کہ مالک دیوار کو منہدم کرنیکے واسطے مہلت دیدے
بلکہ یہ بھی اختیار ہوتا ہی کہ مالک دیوار کو اوس دیت یا ضمان سے جو اوسپر دیوار کے گرنیسے
جان یا مال کی ہلاکت کی بنا پر واجب ہوگا بری کردے کیونکہ وہ دیت یا ضمان اوس
مکان کے مالک یا اجارۃً یا اعارۃً رہنے والیکا حق ہوگا اور ہر شخص کو اختیار ہوتا ہے
اپنے حق سے اوس شخص کو جسپر وہ حق ہو بری کردے لیکن اگر دیوار شارع عام کیطرف
جھکی ہو تو کسیکو حتی کہ قاضی کو بھی ہدم کیواسطے مہلت دینے یا دیت وضمان مذکور سے
بری کردینے کا اختیار نہین ہوتا کیونکہ یہ حق عامہ خلائق کا ہوتا ہے اور قاضی کو عامہ
خلایق کے حقوق مین تصرف مفید کا اختیار ہوتا ہی تصرف مضر کا اختیار نہین ہوتا (درمختار صفحہ ۸۱۰)

باب ششم

قطع اعضا اور اوسکی سزا کے بیان مین

اطراف انسان یعنی ہاتھ پیر چونکہ ذریعہ کسب معاش ہوتے ہین لہذا بمنزلہ مال
متصور ہوتے ہین اور چونکہ مرد بہ نسبت عورت کے زیادہ کسب معاش کرتا ہی اسلئے
مرد کے اطراف عورت کے اطراف کے بدلے مین اور عورت کے اطراف مرد کے اطراف کے بدلے مین قطع نہین
کئے جاتے اور چونکہ دست راست دست چپ سے اشرف ہوتا ہی لہذا دست راست دست
چپ کے بدلے مین اور دست چپ دست راست کے بدلے مین قطع نہین کیا جاتا اور چونکہ
آزاد اور غلام کے کسب مین مساوات نہین ہوتی اسلئے آزاد کے اطراف غلام کے اطراف کے

بدلے مین اور غلام کے اطراف آزاد کے اطراف کے بدلے مین قطع نہین کئے جاتے اور چونکہ غلامونکی قیمتین بلحاظ اونکے کسب وہنر کے متفاوت ہوتی ہین اسلئے غلامونکے اطراف ایک دوسرے کے اطراف کے بدلے مین قطع نہین کئے جاتے (غایۃ الاوطار جہم صفحہ ۳۳۰) ہان مسلم مرد کے اطراف ذمی مرد کے اطراف کے بدلے مین اور مسلم عورت کے اطراف ذمی عورت کے اطراف کے بدلے مین اور ذمی مرد وعورت کے اطراف مسلم مرد وعورت کے اطراف کے بدلے مین قطع کئے جاتے ہین کیونکہ ذمیون کا جان ومال باعتبار حفاظت مسلمانون کے جان ومال کے مساوی ہوتا ہے لیکن امام شافعیؒ کے نزدیک جو شخص جسکی جان کے بدلے مین قتل کیا جاتا ہے اوسکے اطراف بھی اوسکے اطراف کے بدلے مین قطع کئے جاتے ہین اور جو جس کی جان کے بدلے مین قتل نہین کیا جاتا اوسکے اطراف بھی اوسکے اطراف کے بدلے مین قطع نہین کئے جاتے (در مختار صفحہ ۷۹۳)

چونکہ ہر آزاد شخص کے اطراف باعتبار منفعت مساوی ہوتے ہین لہذا اونکے چھوٹے بڑے ہونیکا اعتبار نہین ہوتا اسلئے قاطع کے اوسی عضو کا قطع کرنا واجب ہوتا ہے مقطوع کے جس عضو کو اوسنے قطع کیا ہے لیکن چونکہ قصاص مبنی بر مساوات ہوتا ہے لہذا اگر قطع ایسا ہوتا ہے کہ اوسکے مماثل قطع کرنا ممکن ہوتا ہے تو قصاصًا قطع کیا جاتا ہے اور اگر اوسکے مماثل قطع کرنا ممکن نہین ہوتا تو قصاص ساقط ہو جاتا ہے اور دیت واجب ہو جاتی ہے ایسا قطع جس کے مماثل قطع ممکن ہو وہی قطع ہوتا ہے جو کسی عضو کے جوڑ پر سے ہوتا ہے اور جو قطع جوڑ کے سوا کسی اور مقام پر سے ہوتا ہے اوسکے مماثل قطع ناممکن ہوتا ہے لہذا قصاص ساقط ہو جاتا ہے دوسری وجہ سقوط قصاص یہ ہے کہ جوڑ کے سوا دوسرے مقام کے قطع مین ہڈی کا قطع ہونا یا ٹوٹنا ضرور ہوتا ہے اور حسب فرمان

نبی کریم صلعم لا قصاص فی العظم ہڈی کے توڑنے مین قصاص واجب نہین ہوتا
لیکن دانت ہڈی مین داخل نہین ہی چنانچہ عمر فاروق اور ابن مسعود سے مروی ہے کہ
اس فرمان مبارک مین عظم سے دانت کے سوا دوسری ہڈیان مراد ہین (ہدایہ ج ۲ صفحہ ۵۶۴)
چنانچہ حسب فرمان الہی السن بالسن دانت کے توڑنے مین قصاص واجب ہوتا ہی
ایسے اعضا کے قطع مین جنمین جوڑ نہین ہوتے اگر مماثلت ممکن ہوتی ہی تو قصاصاً
قطع واجب ہوتا ہی ورنہ قصاص ساقط ہوجاتا ہے اور دیت واجب ہوجاتی ہی
پس اگر کوئی شخص کیسکی آنکھ پھوڑدے تو چونکہ آنکھ پھوڑنے مین مماثلت ممکن
نہین ہوتی اسلئے قصاص ساقط ہوجاتا ہے اور دیت واجب ہوجاتی ہے اور
اگر کوئی شخص کسی کی آنکھ کی روشنی مفقود کردیتا ہے تو چونکہ اوسمیں مماثلت ممکن
ہوتی ہی لہذا اوس کی آنکھ کی روشنی قصاصاً مفقود کردیجاتی ہے۔ آنکھ کی روشنی
مفقود کرنیکا طریقہ مجوزہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ یہ ہی کہ مجرم کی آنکھ پر پانی سے تر کرکے
روئی رکھی جاتی ہی اور پھر فولاد کے صیقل کردہ ٹکڑے کو آفتاب کے مقابل کرکے اوسکا
عکس مجرم کی آنکھ پر ڈالاجاتا ہے اوسکی آنکھ کی روشنی مفقود ہوجاتی ہی (در مختار صفحہ ۶۹۲)
اگر زبان یا ہونٹھ جڑ سے کاٹ ڈالے جائین تو چونکہ مماثلت ممکن ہوتی ہے اس لئے
مجرم کی زبان یا ہونٹھ بھی قصاصاً جڑ سے کاٹ ڈالے جاتے ہین اور اگر جڑ سے نہین
کاٹے جاتے تو چونکہ مماثلت ممکن نہین ہوتی لہذا قصاص ساقط ہوجاتا ہے علی ہذا اگر
آلہ تناسل حشفہ پر سے یا جڑ سے کاٹا جاتا ہے تو چونکہ مماثلت ممکن ہوتی ہی لہذا مجرم کا عضو
تناسل بھی حشفہ پر سے یا جڑ سے قصاصاً کاٹ ڈالاجاتا ہے اور اگر ان دو مقام کے
سوا کسی اور مقام پر سے کاٹا جاتا ہے تو بوجہ عدم امکان مماثلت قصاص ساقط ہوجاتا ہی (در مختار صفحہ ۶۹۳)

اگر قاطع کا وہ عضو جو اوسنے مقطوع کا قطع کیا ہے ناقص وعیبدار ہوتا ہے تو بصورت وجوب قصاص متضرر کو اختیار ہوتا ہے کہ چاہے قاطع کے اوس ناقص وعیبدار عضو کو قصاصاً قطع کرے اور چاہے دیت لے لیکن اگر قاطع کا وہ عضو ناکارہ ہوتا ہے تو اوس پر دیت بھی واجب ہوتی ہے اور اگر متضرر کا عضو مقطوعہ ناقص مثلاً شل ہو اور قاطع کا وہ عضو صحیح ہو تو اوسکا صحیح عضو قصاصاً قطع نکیا جائے گا بلکہ اوس پر دیت واجب ہوگی (درمختار صفحہ ۷۹۳)

اگر کوئی شخص دو شخصوں کے دو عضو ایک ہی جانب کے قطع کردے مثلاً دو شخصوں کے داہنے ہاتھ قطع کردے اور دونوں مقطوع ایکساتھ دادخواہ ہوں تو دونوں کے قصاص میں قاطع کا داہنا ہاتھ قطع کیا جائیگا اور قطع ید کی دیت بھی اوس سے وصول کی جائے گی جو دونوں متضرر اشخاص میں تقسیم ہوگی اور اگر ان میں سے اولاً ایک دادخواہ ہو تو اوسکے عضو کے بدلے میں قصاصاً قاطع کا وہ عضو قطع کردیا جائے گا اور اوسکے بعد اگر دوسرا متضرر دادخواہ ہوگا تو اوسکو قاطع سے نصف دیت قطع ید دلائی جائیگی (درمختار صفحہ ۷۹۴)

باب ہفتم

جراحت وشجاج اور اونکی سزا کے بیان میں

جملہ زخموں کو جو انسان کے جسم میں لگائے جاتے ہیں جراحت کہتے ہیں لیکن خصوصیت کے ساتھ بطور اصطلاح سر اور چہرہ کے زخم کو شجہ کہتے ہیں جس کی جمع شجاج ہے شجاج کی مفصلہ ذیل گیارہ اقسام ہیں جو بغرض تجویز سزا مجریہ میں معین کیئے گئے ہیں۔

(۱) حارصہ۔ جسکی وجہ سے فقط کھال چھلجائے۔

(۲) دامعہ۔ جسکی وجہ سے بقدر آنسو خون نکل آئے مگر بہے نہین۔

(۳) دامیہ۔ جسکی وجہ سے خون بہنے لگے۔

(۴) باضعہ۔ جسکی وجہ سے کھال پھٹ جائے یا کٹ جائے۔

(۵) متلاحمہ۔ جسکی وجہ سے گوشت کٹ جائے۔

(۶) سمحاق۔ جسکی وجہ سے گوشت کٹکر ہڈی کے اوپر کی جھلی تک زخم پہنچ جائے

(۷) موضحہ۔ جسکی وجہ سے ہڈی نظر آنے لگے۔

(۸) ہاشمہ۔ جسکی وجہ سے ہڈی ٹوٹ جائے۔

(۹) منقلہ۔ جسکی وجہ سے ہڈی ٹوٹ کر اپنی جگہہ سے سرک جائے۔

(۱۰) آمتہ۔ جسکی وجہ سے زخم بھیجہ کی جھلی تک پہنچ جائے۔

(۱۱) جائفہ۔ جسکی وجہ سے بھیجہ باہر نکل آئے۔ سینہ یا پہلو یا پشت کے بھی ایسے زخم کو جس کی وجہ سے آنتین باہر نکل آئین جائفہ ہی کہتے ہین۔ حارصہ۔ دامعہ۔ دامیہ باضعہ۔ متلاحمہ۔ سمحاق۔ موضحہ یعنی ایسے زخمون مین جنسے ہڈی ظاہر نہو قصاص کے وجوب وعدم وجوب مین اختلاف ہے مگر بروئے ظاہر مذہب چونکہ ایسے زخمون کی سزا مین مماثلت ممکن ہوتی ہے لہذا حسب فرمان الہی الجروح قصاص قصاص واجب ہوتا ہے اور دیگر زخمون یعنی زخمہائے ہاشمہ۔ منقلہ۔ آمتہ۔ جائفہ مین چونکہ سزا مین مماثلت نہین ہوتی لہذا قصاص ساقط اور دیت واجب ہو جاتی ہے (در مختار صفحہ ۸۰۳)

اور دیگر جملہ زخمون مین جو جسم کے دیگر مقامات پر لگائے جاتے ہین اگر مماثلت ممکن ہوتی ہے تو قصاص واجب ہوتا ہے ورنہ حکومت عدل واجب ہوتی ہے (در مختار صفحہ ۸۰۳)

حارصہ۔ دامعہ۔ دامیہ۔ باضعہ۔ متلاحمہ۔ سمحاق۔ موضحہ مین اگروہ عمداً لگائے ہون تو اون علما کے نزدیک جن کے نزدیک ان زخمون مین قصاص واجب ہوتا ہے مجرم کو قصاصاً وہی زخم لگادیا جاتا ہے اور جن علما کے نزدیک انمین قصاص واجب نہین ہوتا اون کے نزدیک مجرم پر بیسوان حصہ دیت کا واجب ہوتا ہے اور اگر وہ خطاءً لگائے جاتے ہین تو بالاتفاق مجرم پر بیسوان حصہ دیت کا واجب ہوتا ہے۔ اور ہاشمہ۔ منقلہ۔ آمۃ۔ جائفہ مین جرم بالعمد اور بالخطا کی سزا مساوی ہوتی ہے یعنی ہاشمہ مین دسوان حصہ دیت کا مجرم پر واجب ہوتا ہے اور منقلہ مین بیسوان اور دسوان یعنی ۳/۲۰ حصہ دیت کا مجرم پر واجب ہوتا ہے اور آمۃ کے مجرم پر تہائی دیت واجب ہوتی ہے۔ اور جائفہ مین اگر متضرر مرجاتا ہے تو مجرم قصاصاً قتل کیا جاتا ہے اور اگر متضرر جانبر ہوجاتا ہے تو مجرم پر سالم دیت واجب ہوتی ہے (درمختار صفحہ ۸۰۳)

اگر کوئی شخص دوسرے کو عمداً مجروح کرے یا اوسکا قطع عضو کرے اور پھر اوسکو عمداً قتل بھی کردے تو اگر قبل ازانکہ متضرر جرح یا قطع سے صحتیاب ہوا ہو مجرم نے اوسکو قتل کیا ہے تو مجرم فقط قصاصاً قتل کیا جائیگا جرح یا قطع کی سزا اوسمین ضم ہوجائے گی اور جرح یا قطع سے صحتیاب ہونیکے بعد مجرم نے اوسکو قتل کیا ہے تو اگر جرح یا قطع مستوجب قصاص ہین تو اولاً مجرم سے جرح یا قطع کا قصاص لیا جائیگا۔ اگر جرح یا قطع موجب قصاص ہونگے۔ اوسکے بعد وہ قصاصاً قتل کیا جائیگا اور اگر جرح یا قطع موجب قصاص نہونگے تو مجرم قتل عمد کے قصاص مین قتل کیا جائیگا اور جرح یا قطع کی عوض اوسکے مال مین سے دیت وصول کی جائیگی اور اگر جرح یا قطع اور قتل دونون بالخطا ہون اور قتل قبل صحتیابی جرح یا قطع واقع ہوا ہو تو مجرم کے عواقل پر فقط دیت قتل واجب ہوگی اور اگر قتل بعد صحتیابی جرح یا قطع واقع ہوا ہو

تو مجرم کے عواقل پر ایک دیت قتل واجب ہوگی اور دوسری دیت جرح یا قطع واجب ہوگی اور اگر جرح یا قطع بالعمد اور قتل بالخطا ہو تو بلا لحاظ اسکے کہ قتل قبل صحتیابی یا بعد صحتیابی جرح یا قطع واقع ہوا ہی مجرم سے جرح یا قطع کا قصاص اگر وہ موجب قصاص ہین نہ او سکی مال سے جرح یا قطع کی دیت لیجائیگی اور اوسکے عواقل پر دیت قتل واجب ہوگی اور اگر جرح یا قطع بالخطا ہو اور قتل بالعمد ہو تو بھی بلا لحاظ اسکے کہ قتل قبل صحتیابی جرح یا قطع واقع ہوا ہے یا بعد صحتیابی مجرم کے عواقل پر جرح یا قطع کی دیت واجب ہوگی اور وہ قصاصاً قتل کیا جائے گا (درمختار صفحہ ۷۹)

باب ہشتم

دیت کی تعریف اقسام مقدار وغیرہ کے بیان مین

دیت کے لغوی معنی خون بہا کے ہین اور اصطلاح شرعی مین دیت اوس مال کو کہتے ہین جو جان انسان یا قطع اعضا یا جراحت کا بدلہ ہوتا ہے سوا قتل کی دیت کو ارش بھی کہتے ہین (درمختار صفحہ ۸۰)

دیت کی حسب ذیل تین قسمین ہین۔

(۱) **دیت مغلظہ**، جو فقط مجرم قتل عمد پر واجب ہوتی ہی دیت مغلظہ سے مراد سو اونٹنیان ہین جس مین پچیس[۲۵] ایک سالہ پچیس[۲۵] دو سالہ پچیس[۲۵] سہ سالہ پچیس[۲۵] چہار سالہ ہوتی ہین دیت مغلظہ مین بجائے اونٹون کے دینار و درم نہین ہو سکتے (درمختار صفحہ ۸)

(۲) دیت کامل جو قتل خطا وغیرہ مین واجب ہوتی ہی اور اوس سے مراد

بیس ایک سالہ اور بیس دو سالہ اور بیس سہ سالہ اور بیس چہار سالہ اونٹنیان اور بیس ایک سالہ اونٹ ہوتے ہین یا ایک ہزار دینار طلائی یا دس ہزار درم نقروی ہوتے ہین یعنی مستوجب دیت کو اختیار ہوتا ہی چاہے اونٹنیان دے اور چاہے دینار و درم دے صاحبین کے نزدیک دیت کامل مین سو گائے بیل یا ایک ہزار بھیڑ بکریان یا سو جوڑے کپڑے کے بھی دئے جاسکتے ہین ہر ایک جوڑا دو کپڑونکا ہوتا ہے چادر تہبند یا قمیص و پاجامہ (درمختار صفحہ ۸۰۱) غلام سے جنایت سرزد ہوتی ہی تو اوسکی دیت بقدر قیمت غلام جانی جاتی ہے

(۳) حکومت عدل بعض صورتون مین جرائم جرح و قطع مین واجب ہوتی ہی جس کی تعین مقدار کا طریقہ بقول طحطاوی و اکثر علماء و بقول مفتی بہ یہ ہی کہ متضرر کی اگرچہ وہ آزاد ہو اوس قیمت کا جو بحالت صحت و سلامتی ہو سکتی ہے اندازہ کیا جاتا ہی اور اوس قیمت کا بھی اندازہ کیا جاتا ہی جو بعد متضرر ہو جانیکے ہو سکتی ہی پھر ان دونون قیمتونکے تفاوت کو دیکھتے ہین کہ وہ اوس قیمت کا جو بحالت صحت و سلامتی ہو سکتی ہی کونسا جزو ہے پس دیت کامل کا وہی جزو اوس متضرر کی حکومت عدل ہوتی ہی مثلاً متضرر کی قیمت کا بحالت صحت و سلامتی ایک ہزار روپیہ اندازہ ہو اور اوسکی قیمت کا بعد متضرر ہو جانیکے آٹھ سو روپیہ اندازہ ہو تو ان دونون قیمتونکا تفاوت دو سو روپیہ جو اوس قیمت کا جو بحالت صحت سلامتی اندازہ کی گئی تھی پانچوان جزو ہی تو اس متضرر کی حکومت عدل دیت کامل کا پانچوان جزو ہوگی یعنی دو سو دینار طلائی یا دو ہزار درم نقروی ہوگی اور اگر متضرر غلام ہوتا ہے تو اوسکی اوس قیمت کا جو بحالت صحت و سلامتی ہو اور اوس قیمت کا جو بعد متضرر ہو جانیکے رہجائے تفاوت اوسکی حکومت

عدل ہوتی ہی کیونکہ غلام کی دیت اوسکی قیمت ہوتی ہی۔ اور کرخیؒ کے نزدیک شجاج مین حکومت عدل کی مقدار متعین کرنیکا یہ طریقہ ہی کہ اوس شجہ کو جسکی وجہ سے حکومت عدل واجب ہوئی ہی دیکھتے ہین کہ وہ موضحہ سے کسقدر کم ہی پس اوسکی حکومت عدل موضحہ کی دیت سے اوسیقدر کم ہوتی ہی مثلاً شجہ موجب حکومت عدل موضحہ سے بقدر چوتھائی کے کم ہو تو اوسکی حکومت عدل دیت موضحہ سے چوتھائی کم ہوگی یعنی چونکہ موضحہ کی دیت دیت کامل کا بیسوان حصہ ہوتی ہی جو بقدر پچاس دینار طلائی یا پانسو درم نقروی ہوتا ہے لہذا اوس شجہ کی حکومت عدل ساڑہے سینتیس دینار طلائی یا پونے چارسو درم نقروی ہوگی ایک ضعیف قول یہ بھی ہی کہ حکومت عدل سے مراد اخراجات علاج متضرر اور زمانہ علالت کے نفقہ متضرر کا مجموعہ ہوتا ہے مثلاً وہ متضرر دو ماہ علیل رہی اور اوسکے دو ماہ کا نفقہ پچاس روپیہ ہو اور علاج مین ایک سو روپیہ خرچ ہو تو اوسکی حکومت عدل ڈیڑھ سو روپیہ ہوگی۔

(در مختار صفحہ ۸۰۳)

قطع اعضا مین جب بوجہ عدم امکان مماثلت قصاص ساقط ہوجاتا ہی اور دیت واجب ہوجاتی ہی تو تعین مقدار دیت کے قواعد کلیہ حسب ذیل ہین

(۱) اگر عضو مقطوع ایسے اعضا مین سے ہوتا ہی جو انسان کے جسم مین اکہرے ہین جیسے ناک زبان عضو تناسل تو مجرم یا اوسکے عواقل پر دیت کامل واجب ہوتی ہی اور اگر عضو مقطوع ایسے اعضا مین سے ہوتا ہی جو انسان کے جسم مین دوہرے ہوتے ہین جیسے آنکھ کان ہونٹھ ہاتھ پیر مرد کے انثیین عورت کے پستان تو اون مین سے ایک کے قطع کرنیسے مجرم یا اوسکے عواقل پر نصف دیت واجب ہوتی ہی اور دونونکے قطع کرنے سے مجرم یا اوسکے عواقل پر دیت کامل واجب ہوتی ہے اور اگر عضو مقطوع اون اعضا مین سے

ہوتا ہے جو انسان کے جسم مین دس دس ہین جیسے ہاتھ پیر کی اونگلیان ہوتی ہین تو اونمین سے ہر ایک کے قطع کرنے سے مجرم یا اوسکے عواقل پر دسوان حصہ دیت کا واجب ہوتا ہے۔

(۲) اگر عضو جوڑدار کا جوڑ قطع کیا جاتا ہے تو اوس عضو مین جتنے جوڑ ہوتے ہین اوس عضو کی دیت اوتنے حصص مین تقسیم کیجاکر ہر ایک جوڑ کی بابت مجرم یا اوسکے عواقل پر ایک حصہ واجب ہوتا ہے مثلاً ہاتھ پیر کی ہر ایک انگلی مین تین جوڑ ہوتے ہین تو اونگلی کے ایک جوڑ قطع کرنیسے مجرم یا اوسکے عواقل پر اونگلی کی دیت کا تیسرا حصہ واجب ہوگا چونکہ اونگلی کی دیت دسوان حصہ دیت کامل کا ہوتی ہے لہذا اونگلی کے ایک جوڑ کی دیت تیسوان حصہ دیت کامل کا ہوتا ہے اور چونکہ ہاتھ پیر کے انگوٹھونمین دو جوڑ ہوتے ہین لہذا انگوٹھونکے ایک جوڑ قطع کرنیسے مجرم یا اوسکے عواقل پر دیت کامل کا بیسوان حصہ واجب ہوتا ہے۔

مستثنے حسب قاعدہ ہذا ایک دانت کے توڑ دینے سے چونکہ انسان کے جسم مین بتیس دانت ہوتے ہین مجرم یا اوسکے عواقل پر بتیسوان حصہ دیت کامل کا واجب ہونا چاہیئے اور کل دانتون کے توڑ دینے سے مجرم یا اوسکے عواقل پر ایک دیت کامل واجب ہونا چاہیئے لیکن چونکہ دانت کے متعلق مخصوص فرمان مبارک موجود ہے کہ ہر ایک دانت کے توڑنے کے بدلے مین بیسوان حصہ دیت کا واجب ہوتا ہے اس لئے بموجودگی فرمان مبارک قیاس متروک کردیا جاتا ہے اور ایک دانت کے توڑ دینے سے مجرم یا اوسکے عواقل پر بیسوان حصہ دیت کا واجب ہوتا ہے اور کل دانتون کے توڑ دینے سے مجرم یا اوسکے عواقل پر ایک سالم دیت اور دوسری دیت کے پانچ حصونمین سے تین حصے

یعنی ۱۳/۵ دیت واجب ہوتی ہے (درمختار صفحہ ۸۰۲)

(۳) انسانکی ہر حس یا حسن وجمال کے کلیۃً زائل کردینے سے مجرم یا اوسکے عواقل پر دیت کامل واجب ہوتی ہے اور کسی حس یا حسن وجمال کو نقصان پہنچانے سے مجرم پر حکومت عدل واجب ہوتی ہے پس اگر کوئی شخص کسی کے چند حواس زائل کردے تو مجرم پر ہر حس کی بابت ایک دیت کامل واجب ہوگی چنانچہ حضرت عمر فاروق رضہ کے عہد مبارک مین ایک شخص نے دوسرے شخص کے پتھر مارا تھا جس کی وجہ سے مضروب کی حس سماعت اور حس نطق اور حس شہوت کلیۃً زائل ہوگئین تھی تو حضرت عمر فاروق رضہ نے مجرم پر علاوہ دیت ضرب کے ہر ایک حس کے بدلے مین ایک دیت کامل واجب کی تھی (غایت الاوطار ج ۴ صفحہ ۳۴۹)

(۴) جسقدر دیت مجرم یا اوسکے عواقل پر مرد کے قتل بالخطا سے یا مرد کے قطع اعضا سے یا مرد کو مجروح کرنیسے واجب ہوتی ہے اوس سے نصف دیت عورت کے قتل بالخطا سے یا قطع اعضا سے یا مجروح کرنیسے مجرم یا اوسکے عواقل پر واجب ہوتی ہے کیونکہ فرمایا نبی کریم صلعم نے دیۃ المرأۃ علی النصف من دیۃ الرجل۔ لیکن مسلم اور ذمی اور مستامن کے قتل بالخطا اور قطع اعضا اور جراحت کی دیت مساوی ہوتی ہے (درمختار صفحہ ۸۰۱)

(۵) جو دیت جرائم بالعمد مین واجب ہوتی ہے وہ مجرم کی ذات پر واجب ہوتی ہے اور جو دیت جرائم بالخطا مین واجب ہوتی ہے وہ مجرم کے عواقل پر واجب ہوتی ہے اور حکومت عدل ہمیشہ بہر حال مجرم کی ذات پر واجب ہوتی ہے وہ دیت بھی جسکی مقدار دیت کامل کے بیسوین حصہ سے کم ہو خود مجرم پر واجب ہوتی ہے (درمختار صفحہ ۸۲۵)

(۶) اگر ایسی جراحت سے جسمین بوجہ عدم امکان مماثلت قصاص ساقط ہو گیا ہو عضو مجروح اچھا ہو جائے مگر اوس عضو کے منافع کم ہو جائین تو مجرم یا اوس کے عواقل پر بقدر کمی منافعہ اوس عضو کی دیت کا جزو واجب ہوتا ہے مثلاً متضرر کا مجروح ہاتھ اچھا ہو جائے مگر ہاتھ کے پشت تک پہنچے یا وزن اوٹھانیمین بقدر نصف کمی ہو جائے تو مجرم یا اوسکے عواقل ہاتھ کی نصف دیت واجب ہو گی (در مختار صفحہ ۸۰۴)

اگر کوئی شخص کسی کی زبان کا جزو قطع کر دے یا مجروح کر دے اور اوسکی وجہ سے متضرر کی گویائی کلیتہً زائل نہو مگر بعض حروف تہجی کا ادا ہونا مسدود ہو جائے تو دیت کامل بتعداد حروف تہجی اٹھائیس حصص مین تقسیم کی جائے گی اور مجرم یا اوسکے عواقل پر اوتنے حصے دیت کے واجب ہونگے جتنے حروف کا ادا ہونا مسدود ہو گیا ہے۔

مثلاً دس حروف کا ادا ہونا مسدود ہو گیا ہو تو اٹھائیس حصو نمین سے دس حصے واجب ہونگے اور بعض علما کے نزدیک دیت کامل سولہ حصص مین منقسم کی جائے گی کیونکہ حروف لسانی یعنی جو زبان سے ادا ہوتے ہین حسب ذیل سولہ حروف ہین۔

ت ث ج د ذ ر ز س ش ص ض ط ظ ل ن ی۔ اور ان حروف لسانی مین سے جتنے حروف کا ادا ہونا مسدود ہو گیا ہے اوتنے حصے مجرم یا اوسکے عواقل پر واجب ہونگے اور یہ دونون قول مصحح ہین (در مختار صفحہ ۸۰۱)

اگر اوس شخص کی جس کے مونھ لگا ہو بوجہ ضرب عقل بھی زائل ہو جائے تو مجرم یا اوسکے عواقل پر بسبب زوال عقل دیت کامل واجب ہو گی اور دیت مونھ اوسمین ضم ہو جائیگی اور اگر اوس کی حس سماعت یا شامت یا نطق زائل ہو جائے تو مجرم

یا اوس کے عواقل پر دیت موضحہ بھی واجب ہوگی اور ہر حس زائل شدہ کے بدلے مین
ایک دیت کامل واجب ہوگی اور اگر اوس کی دونون آنکھون کی بصارت زائل ہوجائے
تو امام صاحبؒ کے نزدیک مجرم یا اوسکے عواقل پر فقط دونون آنکھون کی بصارت
زائل ہوجانے کی وجہ سے دیت کامل واجب ہوگی اور دیت موضحہ اوسمین ضم ہوجائیگی
اور صاحبینؒ کے نزدیک علاوہ دیت کامل کے موضحہ کی دیت بھی واجب ہوگی (درمختار صفحہ ۸۰)

اگر کوئی شخص کسی کی ایک اونگلی قطع کردے اور اوسکی وجہ سے دوسری اونگلیان
خشک ہوجائین تو مجرم یا اوسکے عواقل پر مقطوعہ اونگلی کی دیت واجب ہوگی اور
خشک شدہ اونگلیون کی حکومت عدل ذات مجرم پر واجب ہوگی (درمختار صفحہ ۸۰۴)

اگر کوئی شخص کسی کی ہتیلی مع اونگلیون کے قطع کردے تو مجرم یا اوس کے
عواقل پر قطع ید کی دیت واجب ہوگی اور اگر کوئی شخص کسی کا ہاتھ بازو پر سے قطع
کردے تو مجرم یا اوسکے عواقل پر ہاتھ کے بدلے مین دیت قطع ید واجب ہوگی اور بازو کے
بدلے مین مجرم پر حکومت عدل واجب ہوگی (درمختار صفحہ ۸۰۴)

صغیر کے قتل بالخطا یا قطع یا جراحت کے بدلے مین وہی دیت واجب ہوتی ہے
جو بڑے آدمی کے قتل بالخطا یا قطع یا جراحت کے بدلے مین واجب ہوتی ہے لیکن اگر صغیر
اسقدر کم عمر ہو کہ یہ معلوم ہوسکے کہ اوسکا عضو مقطوعہ کارآمد تھا یا نہین تو مجرم پر فقط
حکومت عدل واجب ہوتی ہے مثلاً کوئی شخص کسی شیرخوار بچہ کی زبان قطع کردے
تو مجرم پر حکومت عدل واجب ہوگی علی ہذا اگر ایسے صغیر بچہ کا عضو تناسل قطع کردیا
جائے جسکا یہ حال نہ معلوم ہو کہ آیا اوسکے عضو تناسل مین حرکت تھی یا نہین تو مجرم پر
حکومت عدل واجب ہوگی کیونکہ بچہ کے عضو تناسل کی حرکت اوسکی کارآمد ہونیکی دلیل ہوتی ہے

اگر ایک جرم کا اثر دو اعضاء پر اس طرح واقع ہو کہ ایک عضو کے بدلے مین قصاص واجب ہو اور دوسرے عضو کے بدلے مین دیت واجب ہو تو وجوب دیت مانع وجوب قصاص نہین ہوتا

(درمختار صفحہ ۸۰۴)

جو جرائم صغیر یا مجنون یا معتوہ سے بالعمد سرزد ہوتے ہین اونکے بدلے مین صغیر یا مجنون یا معتوہ کے عواقل پر وہ دیت واجب ہوتی ہی جو انہین جرائم کے صحیح و بالغ شخص سے بالخطا سرزد ہونیکی صورت مین واجب ہوتی ہے یعنی صغیر و مجنون و معتوہ کا جرم بالعمد جرم بالخطا متصور ہوتا ہی لیکن مست کا اور ایسے شخص کا جرم بالعمد جس پر غشی طاری ہو جرم بالخطا متصور نہین ہوتا (درمختار صفحہ ۸۰۵)

باب نہم

عواقل کی تعریف و احکام کے بیان مین

لفظ عواقل جمع ہی عاقلہ کی عاقلہ اصطلاح مین اوس شخص کو کھتے ہین جس پر بوجہ مددگاری یا قرابت دوسرے کی جنایت کی دیت واجب ہوتی ہی۔ لفظ عاقلہ لفظ عقل سے مشتق ہی عقل کے لغوی معنی پابند کرنیکے ہین دانش چونکہ انسان کو امور حسنہ کرنے اور امور قبیحہ نکرنیکی پابند کرتی ہے لہذا دانش کو بھی عقل کھتے ہین چونکہ انسان کے احباب و اقارب انصار بھی اوسکو امور حسنہ کرنیکا پابند کیا کرتے ہین لہذا وہ اوسکے عاقلہ کہلاتے ہین احناف کے نزدیک ایسے شخص کے عواقل جسکا نام دیوان مین درج ہو اوس لشکر کے جملہ اہل لشکر ہوتے ہین جسمین اوسکا نام درج ہوتا ہے اور ایسے شخص کے عواقل جسکا نام دیوان مین

درج نہو اوسکے اقارب و اہل قبیلہ اور وہ اشخاص ہوتے ہین جن کی وہ مددگاری کرتا ہی اور جنسے وہ مددگاری چاہتا ہی اور امام شافعیؒ کے نزدیک ہر شخص کے عواقل بلا لحاظ اس امر کے کہ اوسکا نام درج دیوان ہی یا نہین اوسکے اہل عشیرہ یعنی عصبات ہوتے ہین کیونکہ نبی کریم صلعم نے مجرم کے جرم کی دیت اوسکے اقربا پر واجب فرمائی تھی جسکا جواب منجانب احنافؒ یہ ہی کہ عواقل پر دیت کا واجب ہونا اسپر مبنی ہے کہ عواقل معین و انصار ہوتے ہین جس سے معلوم ہوا کہ علت وجوب دیت نصرت ہے جس کی دلیل واضح یہ ہے کہ باوصف قرابت عورتون اور بچون پر دوسرے کی دیت واجب نہین ہوتی کیونکہ عورتین اور بچے اعانت و نصرت کرنیکے اہل نہین ہوتے چونکہ قرابتدار باہمدگر معین و انصار ہوتے ہین اسلئے بسبب وجود علت نبی کریم صلعم نے اقربا پر دیت واجب فرمائی تھی۔ دوسرے یہ کہ کافر و مسلم باہمدگر عاقلہ نہین ہوتے البتہ اگر کفار مین قاعدہ عقل جاری ہوتا ہی تو بفحوای کل کفرۃ ملت واحدہ کفار بلا لحاظ اسکے کہ اونمین سے کوئی نصرانی ہو اور کوئی یہودی ہو ایک دوسرے کے عواقل ہوتے ہین (در مختار صفحہ ۸۲۵)

دیوان سے مراد وہ دفتر ہے جسمین اہل عساکر کے نام لکھے جاتے ہین اسلام مین سب سے پہلے حضرت عمر فاروقؓ نے دیوان قائم فرمایا تھا اور بمواجہ جماعت صحابہؓ بلا کسی رد و انکار کے اہل عساکر مین باہمدگر عقل قائم فرمایا تھا۔ عواقل پر دیت واجب کیجانے کی یہ وجہ ہی کہ ہر شخص اپنے اعوان و انصار کے بھروسہ پر ارتکاب امور مین بے باکی اور احتیاط مین قصور کیا کرتا ہی (غایت الاوطار جلد ۴ صفحہ ۳۹۴)

عواقل سے بذریعہ اقساط تین سال مین دیت وصول کی جاتی ہی اور کسی عاقلہ سے ایک سال مین ۱ ۱/۳ درم سے زاید اور تین سال مین چار درم سے زائد وصول

نہین کیا جا سکتا عواقل کے ارزاق و عطایا سے دیت وصول کی جاتی ہی۔ اگر بوجہ کمی
تعداد عواقل مقدار دیت پوری نہین ہوتی تو دوسرے لشکر کے لشکری یا قریب تر
قبیلہ کے اشخاص شریک کر لئے جاتے ہین خود مجرم سے بھی وہ ہی قسط وصول کیجاتی
ہے گویا وہ بھی بمنزلہ ایک عاقلہ کے متصور ہوتا ہی جس مجرم کا کوئی عاقلہ نہین ہوتا جیسا حربی
یا نو مسلم یا لقیط ہوتا ہے اوس کی جنایت کی دیت بیت المال سے ادا کی جاتی ہے۔

(در مختار صفحہ ۸۲۴ یا ۸۲۶)

عرب کے سوا دوسرے اقوام اور دوسرے ممالک مین طریقہ عقل جاری نہین ہے
لیکن بعض علمائے فرمایا ہے کہ دیگر اقوام و ممالک مین تناصر باعتبار قرابت جاری نہین ہی
بلکہ باعتبار حرفہ جاری ہے یعنی لوہار کے انصار لوہار اور سنار کے انصار سنار ہوتے ہین
تناصر سے یہ مراد ہی کہ جب کسی شخص پر کوئی آفت یا مشکل کام آپڑتا ہے اوسوقت جو
اشخاص اوس کی مدد یا ہاتھ بٹانیکو کھڑے ہو جاتے ہین وہ اوسکے ناصر کہلاتے ہین
جن ممالک یا اقوام مین طریقہ عقل جاری نہین ہوتا اونکے مجرمین کی دیت خود مجرمین سے
وصول کی جاتی ہی یا بیت المال سے ادا کی جاتی ہی (در مختار صفحہ ۸۲۶)

خادم العلما مؤلف عرض کرتا ہے کہ عجب نہین ہی کہ رسم نوتہ اسی اصول
تناصر پر جاری ہوئی ہو کہ جس شخص کے پاس بیاہ شادی ہو اوسکے عزیز و اقارب
و احباب جو اوسکے ناصر ہوتے ہین کھڑے ہو جاتے ہون اور مال سے اوسکی مدد کرتے
ہون۔ چونکہ اس رسم سے تعین عواقل بھی ہو جاتا ہے اور ایک دوسرے کی ہمدردی بھی
ہوتی ہی اسلئے مؤلف کے نزدیک رسم نوتہ محمود اور مبنی بر ہمدردی و اظہار اخوت ہی۔ اسمین
بظاہر کوئی وجہ شرعی ممانعت کی بھی نظر نہین آتی مگر فی زماننا ہذا بعض مقتدا علماء

مشائخ اس رسم نوتہ کے بالکل مخالف ہین اور اوسکے مسدود کرنے مین ساعی ہین
واللہ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب۔

باب دہم
قسامت کی تعریف اور مسائل متعلقہ کے بیان مین

اگرکسی قصبہ مین یا شہر کے کسی محلہ مین ایسی میت کا پورا جسم یا نصف سے زیادہ جسم یا ایسا نصف جسم جسمین سر شامل ہو پایا جاے جسپر زد و کوب یا جراحت یا گلا گھوٹنے کے آثار ظاہر ہون یا جس کی آنکھون یا کانون سے خون کا جاری ہونا پایا جاتا ہو اور اوسکے قاتل کا پتہ معلوم نہوا اور اوسکے ولی کا یہ ادعا ہو کہ اس قصبہ یا اس محلہ والون نے یا اونمین سے کسی نے اوسکو قتل کیا ہی تو اوس قصبہ کے یا اوس محلہ کے رہنے والونمین سے پچاس آدمیون سے جنکے منتخب کرنیکا حق ولی مقتول کو ہوتا ہے فرداً فرداً باین الفاظ قسم لیجائیگی (واللہ نہ مینے اسکو قتل کیا ہی اور نہ اسکے قاتل کو جانتا ہون) اس طرح اہل قصبہ یا اہل محلہ سے پچاس قسمین لینے کو قسامت کہتے ہین۔ اس طرح اہل قصبہ یا اہل محلہ سے پچاس قسمین لینے کے بعد اگر ولی مقتول کا دعوی قتل عمد کا ہوتا ہے تو اہل قصبہ یا اہل محلہ پر دیت واجب کی جاتی ہی اور اگر ولی مقتول کا دعوی قتل خطا وغیرہ کا ہوتا ہے تو اہل قصبہ کے یا اہل محلہ کے عاقلہ پر دیت واجب کی جاتی ہی اور اگر اوس قصبہ کے یا اوس محلہ کے رہنے والے پچاس سے کم ہوتے ہین تو اونسے مکرر و سہ کرر قسم لی جاتی ہے تاکہ قسمونکی تعداد پوری پچاس ہو جائے لیکن عورت صغیر۔ غلام پر قسامت واجب نہین ہوتی۔

اگر اہل قصبہ یا اہل محلہ مین سے کوئی شخص قسم کھانے سے انکار کرے تو وہ تاوقتیکہ قسم نہ کھائے قید مین رکھا جائیگا۔ (درمختار صفحہ ۸۱۹و۸۲۰)

اگر اوس قصبہ یا اوس محلہ کے رہنے والون مین سے بعض اشخاص گواہی دین کہ اہل قصبہ یا اہل محلہ مین سے یا دوسرے قصبہ یا دوسرے محلہ والون مین سے فلان شخص اس میت کا قاتل ہے تو اونکی گواہی اون کے خود متہم ہونیکی وجہ سے باطل ہو گی (درمختار صفحہ ۸۲۳)

قسامت احادیث صحیحہ اور اجماع سے ثابت ہے اسکا اصل قصہ یہہ جو ابن عباسؓ سے مروی ہی کہ خیبر مین بعہد مبارک نبی کریم صلعم ایک مقتول پایا گیا تھا تو آنحضرت صلعم نے خیبر کے یہودیون سے تحریرًا جواب طلب فرمایا تھا کہ تم اپنی برأت کی صورت بتاؤ انہون نے جواب دیا تھا کہ ایسا واقعہ بنی اسرائیل مین بھی واقع ہوا تھا اللہ تعالی نے اوسکے متعلق موسیٰ پر حکم نازل فرمایا تھا اگر آپ نبی ہین تو اوس حکم کو اللہ تعالی سے دریافت فرمالیجئے اسکے جواب مین آنحضرت صلعم نے اونکو لکھ بھیجا تھا کہ اللہ تعالی نے مجھکو بتایا ہے کہ مین تم مین سے پچاس آدمی منتخب کرونگا تاکہ اونمین سے ہر ایک اللہ تعالی کی قسم کھائے کہ نہ مینے اسکو قتل کیا ہے نہ مین اسکے قاتل کو جانتا ہون اور اوسکے بعد تم خون بہا ادا کرو جسپر یہودیون نے کہا کہ آپنے ہماری وحی ربانی کے موافق حکم صادر فرمایا ہے (نہایۃ الاوطار جلد ۴ صفحہ ۳۰۴)

ایسے بچہ کی میت پائے جانیکی صورت مین جسکی آنکھ ناک ہاتھ پیر بن چکے ہون وہی حکم ہوتا ہی جو بڑے آدمی کی میت پائے جانیکی صورت مین ہے اور اگر ایسی میت پائی جائے جسپر جراحت وغیرہ کے آثار ظاہر نہون گو اوسکے منھ یا ناک سے

خون بہنا معلوم ہوتا ہو یا میت کا طولاً نصف جسم یا نصف سے کم یا ایسا نصف جسمیں سر نہو یا میت ایسی حالت مین پائی جائے کہ اوسکی گردن سے سانپ لپٹا ہوا ہو تو اہل قصبہ یا اہل محلہ پر قسامت و واجب نہین ہوتی (درمختار صفحہ ۸۲)

ولی مقتول کا اہل قصبہ یا اہل محلہ کے سوا کسی اور شخص پر دعوی کرنا بمنزلہ برأت اہل قصبہ یا اہل محلہ ہوتا ہے لہذا بعد دعوی مذکور اہل قصبہ یا اہل محلہ پر سے قسامت و دیت ساقط ہو جاتی ہی اور اگر ولی مقتول اوسی قصبہ یا اوسی محلہ والون مین سے کسی پر دعوی کرتا ہے تو از روئے ظاہر الروایت اہل قصبہ یا اہل محلہ پر سے قسامت و دیت ساقط نہین ہوتی لیکن ابویوسفؒ کے نزدیک ساقط ہو جاتی ہی (غایۃ الاوطار صفحہ ۳۸۶ ج ۴)

اگر اس قسم کی میت ایسے مقام پر پائی جائے جو دو قصبون کے درمیان میں واقع ہو اور اوس مقام کی آواز دونون قصبون تک پہنچ سکتی ہو تو اون دونون قصبون مین سے جو قصبہ مقام مذکور سے قریب تر ہوگا اوسی قصبہ والونپر قسامت و دیت واجب ہوگی کیونکہ ایسی صورت مین خود نبی کریم صلعم نے اوس قصبہ والونپر قسامت و دیت واجب فرمائی تھی جو اوس مقام سے جہان میت پائی گئی تھی بہ نسبت دوسرے قصبہ کے بقدر ایک بالشت قریب تر تھا اور اگر اوس مقام سے دونون قصبے بالکل برابر فاصلہ پر واقع ہون تو دونون قصبون کے رہنے والونپر قسامت و دیت واجب ہوگی اور اگر میت کسی جانور پر یا سواری مین پائی جائے اور اوس جانور یا سواری کے ساتھ کوئی کھینچنے یا ہانکنے والا موجود ہو تو اوس کھینچنے یا ہانکنے والے کے عواقل پر دیت واجب ہوگی اور اگر اوس جانور یا سواری کے ساتھ کوئی نہو تو قسامت و دیت اہل قصبہ یا اہل محلہ پر واجب ہوگی۔ اور اگر میت کسی کی مملوکہ اراضی میں پائی جائے تو قسامت

ودیت مالک اراضی مذکور پر واجب ہوگی لیکن اگر وہ اراضی کسی عورت کی مملوکہ ہو تو طرفین کے نزدیک قسامت عورت پر واجب ہوگی یعنی عورت سے پچاس مرتبہ قسم لیجائیگی اور دیت اوس عورت کے عواقل پر واجب ہوگی اور ابو یوسف رح کے نزدیک قسامت و دیت دونوں اوس عورت کے عواقل پر واجب ہونگی اور اگر وہ اراضی کسی یتیم کی مملوکہ ہو تو بالاتفاق قسامت ودیت یتیم کے عواقل پر واجب ہونگی (در مختار صفحہ ۸۲۰)

اگر میت شارع عام یا ایسے مقام پر پائی جائے جس مین عامۃ المسلمین کا تصرف ہو جیسے جامع مسجد ہوتی ہی تو قسامت کسی پر واجب نہوگی البتہ دیت بیت المال سے ادا کی جائیگی اور اگر میت بڑے اور عام دریا مین پائی جائے جیسے دجلہ و فرات گنگا وجمنا تو نہ کسی پر قسامت واجب ہوگی نہ کسی پر دیت واجب ہوگی (در مختار صفحہ ۸۲۱)

اگر چند اشخاص کسی قصبہ مین یا کسی شہر کے کسی محلہ مین ہتیاروں سے جنگ کرین اور چلے جائین اور وہان ایک میت پائی جائے اور ولی مقتول کسی شخص پر بجز اہل قصبہ یا اہل محلہ کے دعوی نکرے تو اہل قصبہ یا اہل محلہ پر قسامت ودیت واجب ہوگی اور اگر ولی مقتول جنگ کرنیوالے اشخاص پر یا اونمین سے بعض اشخاص پر دعوی کرے تو اون لوگون پر تاوقتیکہ ولی مقتول اپنے دعوی کو حجت سے ثابت نکرے دیت وغیرہ کچھ واجب نہوگی لیکن اس دعوی کرنیسے اہل قصبہ یا اہل محلہ پر سے قسامت ودیت ساقط ہوجائے گی (در مختار صفحہ ۸۲۲)

اگر کوئی شخص خود اپنے مکان مین مردہ پایا جائے تو صاحبین رح اور زفر رح کے نزدیک کسی پر کچھ واجب نہوگا اسی قول پر فتوی ہی (در مختار صفحہ ۸۲۳)

اگر اس قسم کی میت ذمی کے مکان مین پائی جائے تو قسامت یعنی پچاس قسمین کھانا

خود اوس ذمی پر واجب ہو گی اور اوسکے گروہ مین قاعدہ عقل جاری ہو تو دیت اوسکے عواقل پر واجب ہو گی ورنہ دیت بھی خود اوسی پر واجب ہو گی ذمی نصرانی کی قسم یہ ہو گی (قسم ہے اوس خدا کی جس نے انجیل نازل کی نہ مینے اوسکو قتل کیا ہے نہ مین اوسکے قاتل کو جانتا ہون) اور ذمی یہودی کی قسم یون ہو گی (قسم ہے اوس خدا کی جس نے توریت نازل کی ہے نہ مینے اوسکو قتل کیا ہے نہ مین اوسکے قاتل کو جانتا ہون

(غایت الاوطار جلد ۴ صفحہ ۳۹۲)

اگر شخص آزاد اپنے والدین کے مکان مین مردہ پایا جائے یا آزاد عورت اپنے شوہر کے مکان مین مردہ پائی جائے تو قسامت و دیت صاحب مکان کے عواقل پر واجب ہو گی لیکن صاحب مکان متوفی کی وراثت سے محروم نہوگا (درمختار صفحہ ۷۸۲)

باب یازدہم

اوس جنایت کے بیان مین جو جانور سے صادر ہو یا جو جانور پر سرزد ہو

ہر شخص شارع عام مین جانور پر سوار ہو کر چلنے کا یا جانورونکو ہانک کر یا کھینچکر لیجانیکا مجاز ہوتا ہی لیکن ہر شخص ہر ایسے امر کا ذمہ دار ہوتا ہی جو اوسکے جانور سے سرزد ہو بشرطیکہ جانور کا وہ فعل ایسا ہو جس سے احتراز کرنا یا جانور کو روکنا اوسکے اختیار مین ہو لہذا اگر وہ جانور جس پر کوئی شخص سوار ہو کر یا جسکو ہانککر یا کھینچکر شارع عام پر سے لیجاتا ہو اپنے ہاتھ پیر سے یا منھ سے کسی آدمی کو کچلڈالے یا ہلاک کردے یا کسی مال کو ضائع کردے

توآدمی کے کچلڈالنے یا ہلاک کردینے کی دیت یا مال کے ضائع کردینے کا ضمان اوس شخص پر واجب ہوگا یا اوسکے عواقل پر دیت واجب ہوگی لیکن اگر جانور شرارت کرکے اسکے قابو سے باہر ہوجائے اور ایسی وقت مین کسی آدمی کو کچلڈالے یا ہلاک کردے یا کسی مال کو ضائع کردے تو اوس شخص پر دیت یا ضمان واجب نہوگا کیونکہ اوس وقت وہ جانور اوسکے قابو سے باہر ہونیکی وجہ سے جانور کا روکنا اوسکے اختیار مین نہین ہوتا البتہ اگر اوسنے جانور کو شارع عام پر کھڑا کردیا ہو اور اوسوقت جانور ایسے افعال کرے تو اوس شخص پر یا اوسکے عواقل پر دیت یا اوسپر ضمان واجب ہوگا کیونکہ جانور کو شارع عام پر کھڑا کرنا اوسکی تعدی ہے لیکن اگر جانور پیشاب پخانہ کرنیکے واسطے کھڑا کیا گیا ہو کیونکہ بعض جانور کو عادت ہوتی ہے کہ وہ کھڑے ہوکر پیشاب و پخانہ کیا کرتے ہین تو اوس شخص پر یا اوسکے عواقل پر دیت یا اوسپر ضمان واجب نہوگا کیونکہ اس صورت مین جانور کے کھڑا کرنیمین اوسکی تعدی نہین ہے یا اگر جانور ہاتھ پیر سے مٹی وغیرہ اوڑائے جسکا روکنا ممکن نہین ہوتا اور اوس مٹی وغیرہ سے کسی کی آنکھ پھوٹ جائے تو جانور والے شخص یا اوسکے عواقل پر دیت واجب نہوگی (درمختار صفحہ ۸۱۱)

اگر کوئی شخص ایسے جانور کے جسپر کوئی سوار ہو بلا حکم و اجازت سوار کے ضرب لگادے اور اوس ضرب کی وجہ سے جانور بھڑک کر کسی کی جان یا مال کو تلف کردے تو ضرب لگانیوالے یا اوسکے عواقل پر دیت یا اوسپر ضمان واجب ہوگا سوار پر کچھ واجب نہوگا اور اگر جانور بھڑک کر سوار کو گرادے اور سوار گرنیسے ہلاک یا مجروح ہوجائے تو اوسکی دیت ضرب لگانیوالے پر یا اوسکے عواقل پر واجب ہوگی اور اگر جانور بھڑک کر خود ضرب لگانیوالے کو ہلاک یا مجروح کردے تو کسی پر دیت واجب نہوگی کیونکہ اوسکی

ہلاکت یا جراحت خود اوس کے فعل کے سبب سے واقع ہوئی ہے (درمختار صفحہ ۸۱۳)

کاٹنے والے کتے کا مالک اوس کتے کی حفاظت نکرے اور وہ کتا کسی کو

ے تو اوسکا ضمان کتے کے مالک پر واجب ہوگا کیونکہ ایسے کتے کی حفاظت نکرنا

مالک کتے کی تعدی ہے (درمختار صفحہ ۸۱۲)

اگر کسی شخص کے جانور از خود دوسرے شخص کے کھیت یا باغ مین گھسکر

کھیتی یا باغ کو نقصان پہنچا دین تو مالک جانوران پر اوس نقصان کا ضمان واجب

نہوگا ہان اگر خود جانورون کے مالک نے جانورون کو دوسرے کے کھیت یا باغ کی

طرف ہانک دیا ہو اور جانورون نے کھیت یا باغ مین جاکر نقصان پہنچایا ہو تو اوس

صورت مین ضمان نقصان جانورون کے مالک پر واجب ہوگا (درمختار صفحہ ۸۱۲)

اگر کسی شخص نے اپنے مکان یا باغ مین شہد کی مکھیان پال رکھی ہون اور

وہ مکھیان قرب وجوار کے باغات مین جاکر اونکے پھولون پھلون کو چوس لیتی ہون

تو شخص مذکور پر نہ ضمان واجب ہوگا نہ وہ اون مکھیون کو کسی دوسری جگہ منتقل

کرنے پر مجبور کیا جائیگا (درمختار صفحہ ۸۱۲)

اگر کوئی شخص دوسرے کے جانور کو مار ڈالے یا اوس کے ہاتھ پیر توڑ

ڈالے تو مجرم پر بقدر قیمت جانور مہلوک یا مجروح ضمان واجب ہوگا اور اگر ہاتھ

پیر کے سوا دوسرا کوئی عضو کاٹ ڈالے تو مجرم پر بقدر نقصان قیمت جانور مجروح

ضمان واجب ہوگا مثلاً کوئی شخص کسی کے کتے یا بلی یا مرغ یا کبوتر وغیرہ کی آنکھ

پھوڑ ڈالے تو مجرم پر اوسقدر ضمان واجب ہوگا جس قدر قیمت کتے وغیرہ کی

آنکھ پھوٹ جانیکی وجہ سے کم ہوگئی۔ اور اگر کوئی شخص کسی کے اونٹ یا گھوڑے

یا خچر یا گدہے یا بیل وغیرہ کی آنکھ پھوڑ دے تو مجرم بقدر ربع قیمت جانور مجروح کے
ضمان واجب ہوگا کیونکہ زید ابن ثابت رضہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلعم نے جانور
کی آنکھ پھوڑ ڈالنے والے پر بقدر ربع قیمت اوس جانور کے ضمان واجب فرمایا تھا
لیکن اگر قصاب کی ایسی بھیڑ بکری یا گائے بیل کی آنکھ پھوڑ ڈالی جائے جس کو
ذبح کرنے کیواسطے رکھا ہو تو مجرم پر فقط بقدر نقصان قیمت ضمان واجب ہوگا۔

(درمختار صفحہ ۸۱۳) فقط۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کتاب الوصایا

تمہید اصطلاحات و لغات کی صراحت مین

(۱) موصی، وصیت کرنیوالیکو کہتے ہین۔

(۲) موصی لہ، اوس شخص کو کہتے ہین جس کے حق مین وصیت کی جاتی ہے

(۳) موصی بہ، اوس مال کو کہتے ہین جس کی وصیت کی جاتی ہے۔

(۴) وصی، اوس شخص کو کہتے ہین جسکو منجانب موصی یا منجانب قاضی متروکہ متوفی مین بغرض نفاذ وصیت وغیرہ اختیارات تصرف دیئے جاتے ہین۔

(۵) سکنے، کسی مکان مین سکونت کرنیکے حق کو کہتے ہین۔

(۶) عقد منجز، اوس عقد کو کہتے ہین جو بلا شرط اور بفور انعقاد نافذ ہوجانیوالا ہو یعنی نہ مشروط بشرط ہو نہ مضاف بزمانہ آئندہ ہو۔

(۷) بیعہ، عبادتخانہ یہود کو اور کنیسہ عبادتخانہ نصاریٰ کو اور بیت النار یا آتشکدہ عبادتخانہ مجوس کو کہتے ہین۔

باب اوّل

وصیّت کی تعریف وغیرہ کے بیان مین

لفظ وصایا جمع ہی وصیت کی اور وصیت حاصل مصدر ہی ایصاء کا - ایصاء لغت مین کسی شخص کو اپنی غیبت مین کام کرنیکے واسطے مقرر کرنیکو کہتے ہین خواہ غیبت موت کی وجہ سے ہو یا کسی اور وجہ سے ہو - کسی کو اپنے مرجانیکے بعد اپنے مال کا مالک بنانیکو بھی لغت مین وصیت کھتے ہین - اور اصطلاح فقہی مین (کسی مال کا خواہ وہ مال عین ہو یا دین دوسرے کو تبرعاً اس طرح مالک بنانیکو تملیک مضاف زمانہ مابعد موت مالک کی طرف ہو) وصیّت کہتے ہین (درمختار)

فی نفسہا وصیت کرنا مستحب ہے لیکن زکوٰۃ واجب الادا کی اور کفارہ واجب شدہ کی ادا کئے جانیکے واسطے اور نماز و روزہ قضا شدہ کے فدیہ دئے جانیکے واسطے وصیّت کرنا واجب ہے (درمختار)

اغنیاء کے حق مین وصیّت کرنا مباح ہی اور فساق و فجار کے حق مین وصیّت کرنا مکروہ ہے (درمختار)

چونکہ آیۃ کُتِبَ عَلَيْكُمْ إِذَا حَضَرَ أَحَدَكُمُ الْمَوْتُ إِنْ تَرَكَ خَيْرًا الْوَصِيَّةُ لِلْوَالِدَيْنِ وَالْأَقْرَبِيْنَ مفسرین کے نزدیک آیتہ مواریث سے اور علماء احناف کے نزدیک حدیث شریف إِنَّ اللّٰهَ قَدْ أَعْطٰى كُلَّ ذِي حَقٍّ حَقَّهُ فَلَا وَصِيَّةَ لِوَارِثٍ منسوخ ہوگئی ہی اس لئے بحق والدین واقربا وصیّت کرنا واجب نہین ہے حدیث شریف

متذکرہ صدر احسن و مشہور ہی جو اصولاً ناسخ کتاب ہوسکتی ہے (درمختار)

امام صاحبؒ کے نزدیک غریب آدمی کا وصیت نکرنا پسندیدہ ہی بلکہ اگروہ صاحب اولاد صغار ہو تو شیخینؒ کے نزدیک بجائے وصیت کرنیکے ورثہ کیواسطے متروکہ چھوڑنا افضل ہی اور دولتمند آدمی کا جسکے ورثہ بھی غنی ہوں وصیّت کرنا پسندیدہ ہی اوسکو چاہیئے کہ پہلے امور واجبہ کی وصیّت کرے اوسکے بعد اگر ثلث مال مین گنجایش دیکھے تو محتاج اقربا کے واسطے وصیت کرے اور اگر اقربا نہون یا غنی ہون تو محتاج پڑوسیون کے حق مین وصیّت کرے (قاضیخان)

پس اگر کسی نے چند وصیتین کی ہون جن مین بعض واجب ہون اور بعض نفل ہون تو پہلے واجب وصیتون کی تعمیل کی جائے گی اگرچہ موصی نے اونکو مؤخر کیا ہو اور اگر جملہ وصیتین باعتبار واجب و نفل ہونیکے مساوی ہون تو اونکی تعمیل مین حسب ہدایت موصی تقدیم و تاخیر کی جائے گی (ہدایہ ج ۲ صفحہ ۵۵۴)

عقد وصیت کے ارکان اکثر آئمہ و علماؒ کے نزدیک مثل دیگر عقود کے ایجاب و قبول ہین لیکن زفرؒ کے نزدیک عقد وصیّت کا رکن تنہا ایجاب موصی ہی یعنی زفرؒ کے نزدیک موصی کی وفات کے بعد موصی لہ وصیت قبول کرے یا نکرے مال موصی بہ ملک موصی لہ ہوجاتا ہے اور دیگر ائمہ و علماؒ کے نزدیک موصی کی وفات کے بعد موصی لہ کے قبول وصیت کرنیسے مال موصی بہ اوسکی ملک مین درآتا ہے کیونکہ کوئی شخص دوسرے کو تاوقتیکہ دوسرا قبول نکرے کسی مال کا مالک نہین بنا سکتا بخلاف وراثت کے کہ وارث خلافتاً (بطور پسماندگی) بلا اپنی مرضی کے بحکم شرع مالک متروکہ ہوجاتا ہے اسی وجہ سے وارث متروکہ کے لینے پر مجبور کیا جاتا ہے زفرؒ فرماتے ہین کہ اصولاً وصیت اخت وراثت ہے

لہذا موصی لہ بھی بعد وفات موصی بلا اجازت ورثہ وصیت قبول کرے مال موصی بہ کا مالک
ہوجاتا ہی لیکن اگر بعد وفات موصی موصی لہ بھی قبل قبول وصیت مرجائے تو بالاتفاق استحسانا
مال موصی بہ کے مستحق ورثہ موصی لہ ہوتے ہین ورثہ موصی مستحق نہین ہوتے۔ یاد رہے کہ
اکثر ائمہ و علماء کے نزدیک موصی لہ کا وہ قبول معتبر ہوتا ہے جو بعد وفات موصی ہو موصی کی زندگی مین
موصی لہ کا قبول اور رد بے اثر ہوتے ہین کیونکہ وصیت ایجاب تملیک بعد الموت کو کہتے ہین (ہدایہ جز ۴ صفحہ ۵۳)

وصیت کا رد بعد وفات موصی منجانب موصی لہ صراحتا ہوتا ہی تو اوس سے وصیت
رد ہوتی ہی ورنہ موصی لہ کے مال موصی بہ کو ورثہ سے یا وصی سے طلب نکرنا رد وصیت متصور
نہین ہوسکتا مثلاً زید نے ایک جائداد غیر منقولہ کی وصیت بحق عمرو کی ہو اور زید کے ورثہ
مشترکہ زید کو بشمول اوس جائداد موصی بہ کے تقسیم کرلین اور عمرو باوصف اوسی شہر مین
موجود ہونے اور تقسیم سے واقف ہونیکے جائداد موصی بہ کا مطالبہ نکرے تو عمرو کا مطالبہ نکرنا
رد وصیت متصور نہوگا بلکہ اگر سالہا سال کے بعد بھی عمرو اوس جائداد کا دعوی کرے گا
تو عمرو کا دعوی مسموع ہوگا (درمختار)

شرائط صحت وصیت حسب ذیل ہین۔

(۱) یہ کہ موصی مال موصی بہ کا مالک اور دوسرے کو اوسکے مالک بنا دینے کا
اہل ہو یعنی صغیر یا مجنون نہو کیونکہ صغیر و مجنون اہل تصرف نہین ہوتے اور غلام کسی
چیز کا مالک نہین ہوتا۔ مثلاً اگر کسی شخص نے ایک مکان خرید کر کسی دوسرے شخص کے
حق مین اوس کی وصیت کردی ہو اور بعد وفات موصی کوئی شفیع وہ مکان موصی لہ
سے بربناء شفعہ لیلے تو مستحق ثمن موصی لہ ہوگا اور اگر کوئی شخص بربناء استحقاق موصی لہ
سے وہ مکان لیلے تو موصی لہ ورثہ موصی پر رجوع کرنے کا مستحق نہوگا کیونکہ ثبوت استحقاق سے

معلوم ہو گیا کہ اوس مکان کا مالک موصی نہ تھا لہذا وصیت صحیح نہ تھی (درمختار)

اگر موصی بعد وصیت مجنون ہو جائے اور چھ ماہ تک مسلسل مجنون رہکر مر جائے یا موصی کو بعد وصیت وہم دوسواس پیدا ہو جائے حتی کہ سڑی ہو جائے اور اوسی حالت مین مر جائے تو وصیت باطل ہو جائے گی (درمختار)

(۳) یہ کہ موصی کا کل مال دین مین مستغرق نہو کیونکہ دین کو بوجہ حق العباد ہونیکے وصیت پر کہ حق الشرع ہی اصولاً تقدم ہوتا ہے ہان اگر دائن موصی کو دین سے بری کردے تو وصیت صحیح ہو جائے گی کیونکہ اب مال مستغرق بدین نہین رہا (ہدایہ ج ۴ صفحہ ۵۳۶)

(۴) یہ کہ موصی لہ بوقت وصیت حقیقتاً زندہ ہو یا حکماً زندہ ہو یعنی یہ کہ جنین ہو کیونکہ جنین بوجہ حیات حکمی موصی لہ بھی ہو سکتا ہے اور اگر وہ مملوک ہو تو موصی بہ ہو سکتا ہے مثلاً اگر زید اپنے ثلث مال کی ہندہ حاملہ کے جنین کے حق مین وصیت کرکے مر جائے تو وصیت صحیح ہوگی اور اگر ہندہ کا بوقت وصیت زوج زندہ ہے تو وقت وصیت سے اقل مدت حمل یعنی چھ ماہ کے اندر ہندہ کے جو بچہ پیدا ہوگا وہ مستحق مال موصی بہ ہوگا اور اگر بوقت وصیت ہندہ کا زوج زندہ نہو لیکن ہندہ عدت مین ہو تو ہندہ کے جو بچہ وقت وصیت سے اکثر مدت حمل یعنی دو سال کے اندر پیدا ہوگا وہ مستحق مال موصی بہ ہوگا علی ہذا اگر ہندہ باندی ہو اور ہندہ کا آقا زید یہ وصیت کرے کہ ہندہ کا جنین عمرو کے واسطے ہے یا زید یہ وصیت کرے کہ میری گھوڑی کا جنین عمرو کیواسطے ہے تو یہ وصیت صحیح ہوگی اور ہندہ کے جنین کا یا اوس گھوڑی کے جنین کا اگر وقت وصیت سے اقل مدت حمل مین پیدا ہو مستحق عمرو موصی لہ ہوگا ہتنی کی اقل مدت حمل گیارہ سال اور نٹنی ۔ گھوڑی ۔ گدہی خچری کی ایک سال اور گائے کی نو ماہ اور بھیڑ بکری کی پانچ ماہ بلی کی دو ماہ کتی کی

چالیس یوم پرندونکی اکیس یوم ہوتی ہے (درمختار)

(۴) یہ کہ موصی لہ بوقت وفات موصی اوسکا وارث نہو گو بوقت وصیت ایسا قرابتدار ہو جو وارث ہوسکتا ہے مثلاً زید لاولد اپنے حقیقی بھائی عمرو کے حق مین وصیت کرے اور بعد وصیت زید کے فرزند پیدا ہوجائے اور زید فرزند کو وارث چھوڑکر مرجائے تو زید کی وصیت مذکور صحیح ہوگی کیونکہ زید کے فرزند کو وارث چھوڑکر مرنے سے عمرو برادر حقیقی اوس کا وارث نہین ہوا اگرچہ عمرو بوقت وصیت ایسا قرابتدار تھا جو بوجہ زید کے لاولد ہونیکے اوسکا وارث ہوسکتا تھا اور اگر زید بحالت لاولدی مرجائے تو وصیت مذکور صحیح نہوگی کیونکہ عمرو برادر حقیقی زید کے لاولد مرجانے سے زید کا وارث ہوگیا اور وصیت بحق وارث تاوقتیکہ اوسکو دوسرے ورثہ جائز قرار ندین صحیح نہین ہوتی کیونکہ فرمایا نبی کریم صلعم نے لا تجوز الوصیۃ لوارث الا ان یشاء الورثۃ (ہدایہ ج ۴ صفحہ ۵۳۴)

(۵) یہ کہ موصی لہ قاتل موصی نہو کیونکہ جیسے بوجہ قتل مورث وارث ورثہ سے محروم ہوجاتا ہے ایسے ہی بوجہ قتل موصی موصی لہ وصیت سے محروم ہوجاتا ہے چنانچہ فرمایا نبی کریم صلعم نے لا وصیۃ للقاتل لیکن اگر صبی یا مجنون موصی لہ اپنے موصی کو قتل کردے تو وہ وصیت سے محروم نہین ہوتا کیونکہ حرمان عقوبت ہے اور صبی و مجنون اہل عقوبت نہین ہوتے پھر یہ کہ طرفین کے نزدیک اگر ورثہ وصیت بحق قاتل کو جائز قرار دیدین تو صحیح ہوجاتی ہے کیونکہ نفع بطلان ورثہ کی طرف عود کرتا ہے لہذا امتناع وصیت اونکا حق ہوتا ہے پس اونکے جائز قرار دیدینے کے بعد کوئی امر مانع صحت وصیت باقی نہین رہتا اور ابویوسف کے نزدیک وصیت بحق قاتل ورثہ کے جائز قرار دینے سے بھی صحیح نہین ہوتی کیونکہ سبب حرمان جرم ہے جو ورثہ کے وصیت کو جائز قرار دینے سے معدوم نہین ہوتا (ہدایہ ج ۴ صفحہ ۵۴۱)

(۶) یہ کہ موصی لہ بذریعہ شخصیت یا بذریعہ وصف معین ہو مثلاً یہ کہ موصی لہ زید ہو یا یہ کہ موصی لہم موصی کے قرابتداران فقرا ہون (درمختار)

پس اگر کوئی شخص یہ وصیت کرے کہ میرا ثلث مال زید کے واسطے ہے یا عمرو کے واسطے ہے تو یہ وصیت امام صاحبؒ کے نزدیک بوجہ عدم تعین موصی لہ صحیح نہوگی (ہدایہ ج۴ صفحہ ۶۹۵)
لیکن محمدؒ کے نزدیک صحیح ہوتی ہے اور ورثہ موصی کو اختیار ہوتا ہے کہ مال موصی بہ زید وعمرو مین سے جسکو چاہین دیدین اور ابو یوسفؒ کے نزدیک بھی صحیح ہوتی ہے اور زید عمرو کو اختیار ہوتا ہے کہ مال موصی بہ کو باہم جس طرح چاہین تقسیم کرلین (درمختار)

(۷) یہ کہ شئی موصی بہ بعد وفات موصی ایسا مال یا ایسی منفعت ہو جسکی تملیک کسی عقد کے ذریعہ سے ہوسکتی ہو عام ازینکہ وہ مال یا منفعت بوقت وصیت موجود ہو یا نہو مثلاً آئندہ ثمرہ اشجار ایسا مال ہے جس کی تملیک بذریعہ عقد مساقاۃ ہوسکتی ہے لہذا آئندہ سنین کے ثمرہ اشجار کی وصیت صحیح ہوتی ہے یا مثلاً کسی مکان کا سکنے ایسی منفعت ہے جسکی تملیک بذریعہ عقد اجارہ ہوسکتی ہے لہذا مکان کے سکنے کی وصیت صحیح ہوتی ہے اور مثلاً حق شفعہ ایسی منفعت یا حق ہے جس کی تملیک کسی عقد کے ذریعہ سے نہین ہوسکتی لہذا اوسکی وصیت بھی صحیح نہین ہوتی (درمختار)

پس ایسے منافع کی وصیت جس کی تملیک نہین ہوسکتی ہمیشہ کیواسطے بھی کیجاتی ہے تو بھی فقط منافعہ موجودہ بوقت وصیت موصی بہ ہوتا ہے آئندہ پیدا ہونے والا منافعہ موصی بہ نہین ہوجاتا مثلاً اگر کوئی شخص اپنے بھیڑ بکریون کے اون یا دودھ کی ہمیشہ کے واسطے بحق زید وصیت کردے تو چونکہ آئندہ پیدا ہونیوالی اون یا دودھ کی تملیک کسی عقد کے ذریعہ سے نہین ہوسکتی لہذا زید فقط اوس اون یا دودھ کا مستحق ہوگا جو بوقت

وصیت موجود ہے آئندہ پیدا ہونیوالے اون یا دودہ کا مستحق نہوگا (ہدایہ ج ۲ صفحہ ۵۶۲)

(۸) یہ کہ مال موصی بہ موصی کے کل مال کی تہائی سے زیادہ نہو کیونکہ فرمایا نبی کریم صلعم نے ان اللہ تصدق علیکم بثلث اموالکم فی آخر اعمارکم زیادۃً لکم فی اعمالکم تضعوا بہا حیث شئتم او قال حیث احببتم دوسرا فرمان وہ ہے جو سعد بن وقاص سے مروی ہے جس مین کل اور دو ثلث اور نصف مال کی وصیت کو نا منظور فرماتے ہو ارشاد ہوا ہے کہ تہائی مال کی وصیت کرو تہائی مال وصیت کیواسطے بہت ہے بنابران تہائی مال سے زائد مال کی وصیت صحیح نہین ہوتی البتہ ورثہ موصی بعد وفات موصی تہائی مال سے زیادہ کی وصیت کو جائز قرار دیدین تو صحیح ہوجاتی ہے قبل وفات موصی اوسکے ایسے قرابتداران کا وصیت زائد از ثلث مال کو جائز قرار دیدینا بھی جو بالآخر وارث ہوجائین بے اثر ہوتا ہے کیونکہ قبل وفات موصی نہ کوئی قرابتدار بالیقین وارث ہوتا ہے نہ کسی کو موصی کے تصرفات کو منع کرنے یا جائز قرار دینے کا حق و اختیار حاصل ہوتا ہے البتہ ایسے شخص کی وصیت زائد از ثلث مال حتیٰ کہ کل مال کی وصیت جائز ہوتی ہے جس کا کوئی قرابتدار دار الاسلام مین موجود نہو جیسا مستامن یا نو مسلم لاولد ہوتا ہے

(ہدایہ ج ۲ صفحہ ۵۳۴)

اگر کوئی شخص وصیت کرے کہ اوسکے کل یا زائد از ثلث مال سے غلام خرید کر کے آزاد کیا جائے تو امام صاحبؒ کے نزدیک یہ وصیت صحیح نہوگی اور صاحبینؒ کے نزدیک بقدر ثلث مال صحیح ہوگی یعنی ثلث مال سے غلام خرید کر آزاد کیا جائیگا (درمختار)

قاعدہ کلیہ جو وصیت ورثہ موصی کے جائز قرار دینے سے صحیح ہوتی ہے اوسمین بھی موصی لہ کو ملکیت مال موصی بہ منجانب موصی حاصل ہوتی ہے

کیونکہ سبب ملکیت وصیت ہوتی ہی جو منجانب موصی ہوتی ہے ورثہ کے جائز قرار دینے
سے صرف مانع جواز رفع ہو جاتا ہے اسی وجہ سے ورثہ کو وصیت زائد از ثلث مال کے
جائز قرار دیدینے کے بعد مال موصی بہ کے منع کا حق نہین رہتا کیونکہ وہ متبرع نہین ہوتے
بلکہ وہ صرف اپنی حق منع کو ساقط کر دیتے ہین اور حقدار کو بعد اسقاط حق رجوع کا اختیار
نہین ہوتا بخلاف اوس صورت کے کہ اگر موصی غیر کے مال کی وصیت کر دے اور وہ
غیر وصیت کو جائز قرار دیدے تو وصیت صحیح ہو جاتی ہے لیکن بعد جائز قرار دیدینے کے
بھی جب تک موصی لہ اوس مال پر قابض ہو جائے اوس شخص غیر کو مال مذکور کے
منع کا اختیار رہتا ہے کیونکہ اس صورت مین متبرع وہی شخص غیر ہوتا ہے اور متبرع کو
قبل تسلیم حق منع ہوتا ہے (ہدایہ ج ۴ صفحہ ۵۴۶)

اور شوافع رح کے نزدیک ایسی وصیت مین موصی لہ کو مال موصی بہ کی ملکیت منجانب
ورثہ اجازت دہندہ حاصل ہوتی ہے (ہدایہ جز ۴ صفحہ ۵۴۴)

مسلمان کی وصیت ذمی و مستامن کے حق مین اور ذمی و مستامن کی
مسلمان کے حق مین صحیح ہوتی ہی کیونکہ جیسے زندگی مین اونکے تبرعات باہمدگر صحیح ہوتے ایسے
بعد مرگ کے تبرعات بھی صحیح ہوتے ہین (ہدایہ ج ۴ صفحہ ۵۴۴)

چونکہ وصیت تبرع ہوتی ہی اور متبرع کو قبل تسلیم تبرع سے رجوع کا حق ہوتا ہے
مزید بران یہ کہ وصیت تو تبرع ناتمام ہوتا ہے کیونکہ اوسکے قبول کا وقت بعد وفات موصی
ہوتا ہے لہذا موصی کو وصیت سے رجوع کرنا جائز ہوتا ہے (ہدایہ ج ۴ صفحہ ۵۴۷)

جیسا وصیت سے رجوع بذریعہ الفاظ صریح ہو جاتا ہے مثلاً موصی یہ کہدے کہ مینے
وصیت کو باطل کر دیا یا ترک کر دیا ایسا ہی موصی کے مال موصی بہ مین اپنے تصرف

کرنے سے بھی رجوع ہوجاتا ہے جس سے مال موصی بہ مین شخص غیر کو حق ملکیت حاصل ہو جائے مثلاً بیع وہبہ کردینے سے یا جس تصرف سے اوسکا نام بدل جائے یا اوسکا نفع اعظم زائل ہوجائے یا جس سے مال موصی بہ مین ایسی زیادتی ہوجائے جو علیحدہ نہو سکے یا مال موصی بہ کو دوسرے مال مین اس طرح آمیز کردیا جائے کہ وہ ممیز نہو سکے (ہدایہ ج۲ صفحہ ۵۳۵ و ۵۳۶)

موصی کا نفس وصیت سے انکار کردینا ابو یوسفؒ کے نزدیک رجوع متصور ہوتا ہی اور محمدؒ کے نزدیک رجوع متصور نہین ہوتا (ہدایہ ج۲ صفحہ ۵۳۷ و ۵۳۸)

موصی کے حیات مین موصی لہ کے مرجانے سے وصیت باطل ہوجاتی ہے (ہدایہ ج۲ صفحہ ۵۳۸)

اگر موصی زید کے حق مین وصیت کرنیکے بعد یہ کہدے کہ مینے جو وصیت بحق زید کی تھی وہ بحق عمرو ہے اگر ایسا کہنے کے وقت عمرو زندہ ہو تو وصیت زید کے حق مین باطل اور عمرو کے حق مین ثابت ہوجائے گی اور اگر ایسا کہنے کیوقت عمرو مرچکا ہو تو وصیت علی حالہا بحق زید ثابت رہیگی کیونکہ موصی نے وصیت کو باطل نہین کیا صرف تبدیل کیا ہی اور تبدیل بوجہ ممات متبدل الیہ ناممکن ہی لہذا وصیت علی حالہ قائم رہیگی (ہدایہ ج۲ صفحہ ۵۳۸)

گونگے کی وصیت جو بذریعہ اشارہ متعارف کی جائے صحیح ہوتی ہی علی ہذا ایسے شخص کی وہ وصیت بھی جو بذریعہ اشارہ متعارف کی جائے جس کی زبان بند ہو کر بقول مفتی بہ ایک سال ہوگیا ہو صحیح ہوتی ہی کیونکہ اسقدر مدت مین اوسکے اشارات بھی متعین و متعارف ہوجاتے ہین (درمختار)

اگر کوئی شخص کپاس کی روئی کی ایک شخص کے حق مین اور اوسکے بنولونکی دوسرے شخص کے حق مین وصیت کرے تو دونون وصیتین صحیح ہون گی اور ہر ایک

موصی لہ کو حق واختیار ہوگا کہ کپاس میں سے روئی اور بنولونکو علیحدہ کرلے علی ہذا اگر بکری کے گوشت کی ایک شخص کے حق میں وصیت کی جائے اور کھال کی دوسرے کے حق میں تو دونوں وصیتیں صحیح ہونگی اور ہر ایک موصی لہ کو حق واختیار ہوگا کہ بکری کے گوشت اور کھال کو علیحدہ کرلے (درمختار)

اگر کوئی شخص کسی مال کی بیت المقدس کے واسطے وصیت کرے تو وصیت صحیح ہوگی اور مال موصی بہ بیت المقدس کی مرمت اور روشنی میں صرف کیا جائے گا اس جزئی سے یہ مسئلہ ثابت ہوگیا کہ جو مال مسجد کے واسطے وقف ہوتا ہے وہ مال مسجد کی روشنی میں صرف کرنا جائز ہوتا ہے (درمختار)

جس مال کی وصیت کسی مخصوص شہر کے فقرا کیواسطے کی جائے وصی کو جائز ہوتا ہے کہ اوس مال کو دوسرے شہر کے فقرا پر بھی صرف کریں اسی پر فتوی ہے (عالمگیری)

اگر کوئی شخص ایک ہزار روپیہ یہ کہکر کہ یہ میرے مال کا دسواں حصہ ہے کسی کے حق میں وصیت کرے تو اگرچہ ایک ہزار روپیہ موصی کے مال کا بیسواں حصہ ہوتا ہم موصی لہ فقط ایک ہزار روپیہ کا مستحق ہوگا یعنی موصی کے یہ کہدینے سے کہ مال موصی بہ اوس کے مال کا دسواں حصہ ہے موصی لہ موصی کے مال کے دسویں حصہ کا مستحق نہیں ہوجاتا علی ہذا اگر یہ وصیت کی جائے کہ اس تھیلی میں کا مال زید کے واسطے اور موصی یہ بھی کہدے کہ اس تھیلی میں ایک ہزار روپیہ ہے تو زید فقط اوس مال کا مستحق ہوگا جو اوس تھیلی میں ہے خواہ وہ ایک ہزار روپیہ ہو یا کم وبیش ہو یا کچھ اور مال ہو بشرطیکہ وہ موصی کے تہائی مال سے زائد نہو (درمختار)

اگر کوئی شخص کسی مال کی بحق عقلا وصیت کرے تو مال موصی بہ کے مستحق علما

زاہدین ہونگے کیونکہ حقیقتاً عاقل وہی شخص ہے جو علم دین حاصل کرے اور احکام شرعی کا پابند اور دنیا سے بے رغبت ہو۔ (درمختار)

اگر کوئی شخص کسی مال کی بحق فقہا وصیت کرے تو مال موصی بہ کے مستحق وہ اشخاص ہونگے جو مسائل شرعی مین نظر دقیق وفکر عمیق رکھتے ہون یعنی مسائل شرعیہ مع الدلائل واقف ہون محض کوئی شخص مسائل جاننے سے فقیہہ نہین ہوجاتا بعض علما کا قول ہے کہ جس شخص کو ہزارہا مسائل بلادلیل یاد ہون وہ فقیہہ نہین ہے (غایت الاوطار ج ۴)

مال موصی بہ موصی کے مرجانے کے بعد اوسکے ورثہ یا وصی کے قبضہ مین بحیثیت ودیعت موصی لہ ہوتا ہے (درمختار)

باب دوم

اس بیان مین کہ وصیّت مجمل کی تعمیل کیونکر ہوتی ہے اور چند وصایا ہون تو مال موصی بہ کیونکر تقسیم ہوتا ہے

اگر کوئی شخص یہ وصیت کرے کہ میرے مال مین سے تھوڑا سا مال زید کیواسطے ہے چونکہ لفظ تھوڑا سا مجمل ہے لہذا موصی کے ورثہ سے کہا جائیگا کہ متروکہ مین سے جسقدر مال چاہو موصی لہ کو دیدو کیونکہ مقدار مجہول کی تعین کی غرض سے ورثہ قائم مقام موصی ہونگے اور اگر یہ وصیت کرے کہ میرے مال مین سے ایک سہم زید کے واسطے ہے تو امام صاحب کے

نزدیک باستدلال روایت ابن مسعودؓ ان رجلاً اوصی لرجل بسھم من مالہ فجعل لہ النبی صلعم السدس زید سدس متروکہ کا مستحق ہوگا۔ اور صاحبینؒ کے نزدیک ورثہ موصی مین جسکا سہم سب سے چھوٹا ہوگا بشرطیکہ وہ سہم ثلث متروکہ سے زائد نہو) اوسکے سہم کی بقدر موصی لہ مستحق ہوگا اور بصورت زائد از ثلث متروکہ ہونے سہم مذکور کے موصی لہ ثلث متروکہ کا مستحق ہوگا اور اگر ورثہ جائز قرار دین تو بقدر سالم سہم مذکور مستحق ہوگا (ہدایہ ج ۲ صفحہ ۶۴۵)

اگر کوئی شخص یہ وصیت کرے کہ میرے مال مین سے مثل حصہ فرزند زید کے واسطے ہے اور موصی کے کوئی فرزند نہو تو بقول صاحب مجتبیٰ زید نصف متروکہ کا مستحق ہوگا اور اگر ورثہ وصیت زائد از ثلث مال کو جائز قرار ندین تو ثلث متروکہ کا مستحق ہوگا اور بقول صاحب سراج الوہاج۔ بہرحال موصی لہ ثلث متروکہ کا مستحق ہوگا۔ اور اگر موصی کے ایک فرزند ہو تو بصورت جائز قرار دینے ورثہ کے موصی لہ نصف متروکہ کا ورنہ ثلث متروکہ کا مستحق ہوگا اور اگر موصی کے دو فرزند ہون تو موصی لہ ثلث متروکہ کا مستحق ہوگا اور اگر موصی کے دو سے زیادہ فرزند ہون تو موصی لہ بقدر حصہ ایک فرزند کے مستحق ہوگا (درمختار)

اگر کوئی شخص تہائی مال کی زید کیواسطے وصیت کرے اور پھر تہائی مال کی عمرو کے واسطے وصیت کرے تو اگر ورثہ وصیت زائد از ثلث مال کو جائز قرار دین تو زید وعمرو ہر ایک تہائی تہائی متروکہ کا مستحق ہوگا ورنہ دونون ایک تہائی متروکہ کے بحصہ مساوی مستحق ہونگے اور اگر زید کیواسطے ثلث مال کی اور پھر عمرو کے واسطے سدس مال کی وصیت کرے تو ورثہ کی وصیت زائد از ثلث مال کو جائز قرار دینے کی صورت مین زید ثلث

متروکہ کا اور عمرو سدس متروکہ کا مستحق ہوگا ورنہ ثلث متروکہ مین سے دو حصونکا زید اور ایک حصہ کا عمرو مستحق ہوگا - اور اگر زید کے واسطے کل مال کی اور پھر عمرو کیواسطے ثلث مال کی وصیت کی ہو اور ورثہ وصیت زائد از ثلث مال کو جائز قرار نہ دین تو امام صاحب کے نزدیک ثلث متروکہ کے زید و عمرو بحصہ مساوی مستحق ہونگے کیونکہ کل مال کی وصیت جو بحق زید تھی بوجہ جائز نہ قرار دینے ورثہ کے باطل ہو کر بقدر ثلث مال کے صحیح رہیگی اور ثلث مال کی وصیت جو بحق عمرو تھی بوجہ جائز نہ قرار دینے ورثہ کے وصیت زائد از ثلث مال کو وصیت بحق زید مین شریک ہوگئی لہذا ثلث مال مین دونون بحصہ مساوی شریک ہون گے اور صاحبین کے نزدیک ثلث متروکہ چار حصص پر تقسیم ہوگا جس مین سے تین حصون کا زید مستحق ہوگا اور ایک حصہ کا عمرو مستحق ہوگا کیونکہ موصی نے کل مال یعنی تین ثلث کی بحق زید اور ایک ثلث کی بحق عمرو وصیت کی تھی لہذا وہ دونون ثلث متروکہ مین اوسی نسبت سے مستحق ہونگے (ہدایہ جلد ۴ صفحہ ۵۳۸)

اگر کوئی شخص یہ وصیت کرے کہ میرا سدس مال زید کیواسطے ہے اور پھر یہی لفظ کہکر وصیت کرے تو اوسکا مکرر وصیت کرنا محمول بتاکید ہوگا اور زید فقط سدس متروکہ کا مستحق ہوگا اور اگر دوسری مرتبہ یہ وصیت کرے کہ میرا تہائی مال زید کیواسطے ہے تو اگر ورثہ وصیت زائد از ثلث مال کو جائز قرار دین تو زید سدس اور ثلث یعنی نصف متروکہ کا مستحق ہوگا ورنہ فقط ثلث متروکہ کا مستحق ہوگا (ہدایہ جلد ۴ صفحہ ۵۴۰)

اگر کوئی شخص اپنے متحد الجنس و الوصف مال کی تہائی کی مثلاً نقد روپیہ یا بھیڑ بکریون کی تہائی کی کسی کے واسطے وصیت کرے اور بعد وفات موصی اوسکی متروکہ بھیڑ بکریون یا نقد روپیہ مین سے قبل قبضہ موصی لہ بقبضہ ورثہ یا وصی دو تہائی تلف

ہوجائیں تو چونکہ متحد الجنس و الوصف مال کی تقسیم بلا مرضی شریک جبراً ہو سکتی ہے لہذا ورثہ پر لازم تھا کہ بفور وفات مورث تہائی بھیڑ بکریان یا نقد روپیہ حصہ موصی لہٗ تقسیم کرکے علیحدہ کر دیتے چونکہ ایسا نہین کیا لہذا تلف شدہ مال حصہ ورثہ متصور ہوگا اور باقی تہائی کل روپیہ یا بھیڑ بکریونکا مستحق موصی لہٗ ہوگا۔ اور اگر موصی مختلف الجنس یا مختلف الوصف مال کی تہائی کی وصیّت کرے مثلاً غلامون مین سے کہ مختلف الوصف ہوتے ہین تہائی غلامون کی کسی کیواسطے وصیّت کرے اور بعد وفات موصی و قبل قبضہ موصی لہٗ قبضہ ورثہ یا وصی مین دو تہائی غلام تلف ہوجائین تو چونکہ مختلف الجنس یا مختلف الوصف مال کی تقسیم بلا مرضی شریک جبراً نہین ہوسکتی لہذا غلامونکی تقسیم تنہا ورثہ یا وصی نہین کرسکتے تھے لہذا تلف شدہ غلام مشترک مابین ورثہ اور موصی لہٗ متصور ہونگے اور موصی لہٗ باقی غلامون مین سے صرف تہائی غلامونکا مستحق ہوگا (غایت الاوطار ج ۴ صفحہ ۴۱۲)

اگر موصی نے جس کے متروکہ مین نقد روپیہ بھی ہو اور اوسکا دوسرونکے ذمہ دین بھی ہو زید کے واسطے ایکہزار روپیہ کی وصیت کی ہو تو اگر اوسکے متروکہ مین نقد روپیہ تین ہزار یا زیادہ ہو تو زید نقد ایکہزار کا مستحق ہوگا ورنہ نقد روپیہ مین سے ایک تہائی کا مستحق ہوگا اور تا تکمیل ایکہزار روپیہ کے دین جسقدر وصول ہوتا جائیگا اوسمین سے ایک تہائی کا مستحق ہوگا (ہدایہ ج ۴ صفحہ ۶۸۱)

اگر موصی ثلث مال کی وصیت زید و عمرو کیواسطے کرے لیکن عمرو بوقت وصیت مرچکا ہو تو پورے ثلث مال کا مستحق زید ہوگا کیونکہ شخص متوفی نہ کسی چیز کا مستحق ہوسکتا ہے نہ دوسرے کا مزاحم ہوسکتا ہے اور اگر عمرو بوقت وصیت زندہ ہو مگر بعد وصیت مرگیا تو زید ثلث مال موصی بہٖ کے نصف کا مستحق ہوگا کیونکہ عمرو وصیت مین داخل ہونیکے بعد

مرا ہے لہذا وہ دوسرے کا مزاحم ہوگا کیونکہ اسکا قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ جس موصی
مین موصی لہ بننے کی اہلیت ہوتی ہے اگر وہ وصیت مین داخل ہونیکے بعد وفات یا کسی
اور وجہ سے وصیت سے خارج ہوجاتا ہے تو وہ اپنے شرکا موصی لہم کا مزاحم ہوتا ہے یعنی اوسکے
شرکا فقط اپنے حصہ کے مستحق ہوتے ہین اور اگر وہ وفات یا کسی اور وجہ سے وصیت مین
داخل ہی نہین ہوتا تو چونکہ اوسمین موصی لہ بننے کی اہلیت ہی نہین ہوتی اسلئے وہ اپنے
شرکا کا مزاحم بھی نہین ہوتا یعنی اوسکے شرکا پورے مال موصی بہ کے مع اوسکے حصہ کے
مستحق ہوتے ہین (ہدایہ جلد ۴ صفحہ ۴۸۱)

چنانچہ جو وصیت کسی شخص اجنبی اور وارث موصی کے حق مین ہوتی ہے اوسمین
شخص اجنبی نصف مال موصی بہ کا مستحق ہوتا ہے کیونکہ وارث مین موصی لہ بننے کی
اہلیت ہوتی ہے بلا دیگر ورثہ کے جائز قرار دینے سے اوسکے حق مین وصیت صحیح ہوجاتی
ہے لہذا وہ اپنے شریک کا مزاحم ہوتا ہے اور جو وصیت کسی شخص زندہ اور شخص متوفی
کے حق مین ہوتی ہے اوسمین شخص زندہ پورے مال موصی بہ کا مستحق ہوتا ہے کیونکہ متوفی
مین موصی لہ بننے کی اہلیت ہی نہین ہوتی اس لئے وہ اپنے شریک کا مزاحم بھی
نہین ہوتا (ہدایہ جلد ۴ صفحہ ۴۸۴)

اگر کوئی شخص فقیر ہو اور وہ اپنے ثلث مال کی کسی کے حق مین وصیت کرے
تو موصی لہ اوسکے ثلث متروکہ کا مستحق ہوگا بلا لحاظ اس امر کے کہ وہ متروکہ مکسوبہ قبل وصیت ہے
یا مکسوبہ بعد وصیت کیونکہ وصیت ایجاب تملیک بعد الموت ہوتی ہے علی ہذا اگر کوئی
شخص اپنے مال کی کسی کیواسطے وصیت کرے جو بوقت وصیت اوسکی ملک مین موجود
نہو تو اگر وہ مال موصی کے متروکہ مین پایا جائیگا تو اوسکا مستحق موصی لہ ہوگا (ہدایہ جلد ۴ صفحہ ۴۸۲)

اگر موصی کسی مال کی وصیت زید اور مساکین اور فقرا کیواسطے کرے تو امام صاحبؒ کے نزدیک مال موصی بہ تین حصوں مین تقسیم ہوگا جس مین سے ایک حصہ کا زید اور ایک حصہ کے مساکین اور ایک حصہ کے فقرا مستحق ہونگے کیونکہ امام صاحبؒ کے نزدیک مساکین اور فقرا دو جدا گانہ گروہ ہوتے ہین اور ابو یوسفؒ کے نزدیک مال موصی بہ دو حصوں مین تقسیم ہوگا جس مین سے ایک حصہ کا زید اور ایک حصہ کے مساکین اور فقرا مستحق ہونگے کیونکہ ابو یوسفؒ کے نزدیک مساکین و فقرا ایک گروہ ہوتی ہے اور محمدؒ کے نزدیک مال موصی بہ پانچ حصوں مین تقسیم ہوگا جس مین سے ایک حصہ کا مستحق زید ہوگا اور دو حصوں کے مستحق مساکین ہونگے اور دو حصوں کے مستحق فقرا ہونگے کیونکہ اونکے نزدیک بھی مساکین و فقرا دو جدا گانہ گروہ ہوتے ہین۔ اور مساکین و فقراء کو بلحاظ الفاظ کے بصیغہ جمع مستعمل ہونیکے دو حصوں کا استحقاق ہوگا کیونکہ وصیت مین اقل جمع دو ہوتے ہین شیخینؒ فرماتے ہین کہ مساکین و فقرا کے اسم جنس ہونیکی وجہ سے اونکا صیغہ جمع مین مستعمل ہونا قابل لحاظ نہین ہوتا اسی اختلاف کی بنا پر وہ مال جس کی وصیت مساکین یا فقرا کیواسطے ہو شیخینؒ کے نزدیک اوسکا ایک مسکین یا ایک فقیر کو دیدیا جائز ہے اور محمدؒ کے نزدیک اوس مال کا کم از کم دو مسکینون یا دو فقیرونکو دیا جانا لازم ہی (درمختار)

اگر موصی زید کیواسطے سو روپیہ کی وصیت کرے اور پھر عمرو کے واسطے سو روپیہ کی وصیت کرے اور پھر بکر سے کہدے کہ مینے تجھے زید و عمرو کا شریک کردیا تو دو سو روپیہ موصی بہ زید و عمرو و بکر تینون مین بحصص مساوی تقسیم ہونگے اور اگر موصی نے زید کیواسطے سو روپیہ کی اور عمرو کیواسطے دو سو روپیہ کی وصیت کی ہو اور پھر بکر سے کہدیا ہو کہ مینے تجھے زید و عمرو کا شریک کردیا تو بکر زید اور عمرو دونون سے اونکے موصی بہ روپیون مین سے

نصف روپیہ کا مستحق ہوگا تاکہ بکر کا حصہ دونون کے حصونکے برابر ہوجائے اور تا بامکان مساواۃ فی الشر کا حاصل ہوسکے (ہدایہ صفحہ ۶۴۳)

اگر کوئی شخص ورثہ سے یہ کہکر مرجائے کہ فلان شخص کا مجھپر دین ہے وہ دعوی کرے تو تم اوسکے دعوی کی تصدیق کرنا تو قیاسًا اوسکے دعوی کی تصدیق نہونا چاہیئے کیونکہ شرعًا بلا حجت کسی دعوے کی تصدیق نہین کیجا سکتی دوسرے یہ کہ اقرار دین مجہول اگرچہ صحیح ہو مگر اوسکی بنا پر فیصلہ نہین کیا جا سکتا لیکن استحسانًا بقدر ثلث متروکہ بحیثیت وصیت اوسکے دعوی کی تصدیق کی جائے گی کیونکہ متوفی کی ہدایت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ اوسکے دین کو وراثت پر مقدم کرنا چاہتا ہی پس چونکہ نفاذ ہدایت بطریق وصیت ممکن ہی لہذا وصیت کی حد تک یعنی بقدر ثلث متروکہ شخص مذکور کے دعوے کی تصدیق کی جائے گی لیکن اگر متوفی نے یہ کہا ہو کہ فلان شخص کا مجھپر دین ہی اوسکے دین کی ادای مناسب سمجھو تو میرے تہائی مال سے کردینا صراحتًا وصیت ہے کیونکہ جس امر کا کرنا تفویض وصی کیا جاتا ہی وہ وصیت ہوتی ہی۔ اور متوفی کا یہ کہکر مرجانا کہ جو شخص مجھپر جس چیز کا دعوی کرے وہ چیز اوسکو دیدینا یا اوسکے دعوی کی تصدیق کرنا وصیت نہوگا کیونکہ مال موصی بہ مجہول ہی نہ ایسے دعاوے کی تصدیق کیجائے گی کیونکہ تصدیق دعوی بلا حجت کرنا خلاف شرع ہے۔ اور اگر کوئی شخص دوسری وصیتونکے ساتھ یہ بھی کہکر مرجائے کہ فلان شخص کا مجھپر دین ہے وہ دعوی کرے تو اوسکے دعوی کی تصدیق کرنا تو اولًا متوفی کا متروکہ موصی لہم اور ورثہ مین تقسیم کردیا جائے گا اور پھر موصی لہم اور ورثہ سے کہا جائیگا کہ شخص مذکور کے جسقدر دین کی چاہو تصدیق کرو اور انمین سے جو جسقدر دین کی تصدیق کریگا اوسقدر اوسکے حصہ سے شخص مذکور کو دلا دیا جائے گا اور اگر

دائن مذکور اونکے اقرار سے زیادہ دین کا دعوی کرے تو بھی ہم ورثہ مین سے ہر ایک کو قسم کھانا ہوگا کہ واللہ مین اسی قدر دین جانتا ہون۔ اگرچہ اصولاً دین کو وصیت و وراثت پر تقدم ہے مگر اس صورت مین بوجہ مجہول ہونے کے دین کو تقدم نہین ہوا (ہدایہ ج ۲ صفحہ ۵۴۳)

اگر متوفی کے دو فرزند مین سے ایک فرزند بعد تقسیم متروکہ پدری اس امر کا اقرار کرے کہ باپ نے فلان شخص کے واسطے تہائی مال کی وصیت کی تھی تو اوسکا اقرار فقط اوسکے حصہ مین وہ بھی بقدر تہائی حصہ کے مؤثر ہوگا اوسکے بھائی کے حصہ مین مؤثر نہوگا۔ اور اگر بجائے وصیت کے دین کا اقرار کرے تو مقر کے سالم حصہ پر مؤثر ہوگا دوسرے بھائی کے حصہ پر مؤثر نہوگا ہان اگر دائن اپنا دین بذریعہ حجت ثابت کردیگا تو دوسرے بھائی کا حصہ بھی سالم ذمہ دار ادائے دین ہوگا کیونکہ دین کو وراثت پر تقدم ہوتا ہے (ہدایہ ج ۲ صفحہ ۵۴۶)

اگر مشترکہ مکان کا ایک شریک مخصوص حجرہ کی کسی کے واسطے وصیت کرے تو مکان مذکور فیما بین ورثہ متوفی و شریک دیگر تقسیم کیا جائیگا اور اگر وہ حجرہ بحصہ ورثہ موصی آجائے تو وہ حجرہ موصی لہ کو دیا جائے گا اور اگر وہ حجرہ دوسرے شریک کے حصہ مین چلا جائے تو موصی لہ کو بقدر اراضی حجرہ مذکور ورثہ موصی کے حصہ مین سے اراضی دیجائیگی (ہدایہ ج ۲ صفحہ ۵۴۷)

باب سوئم

اُن عقود کے بیان میں جو مرض الموت میں پائے جانے کی وجہ سے حکماً وصیت ہو جاتے ہیں

ایسے عقود تبرع میں شروع ہوتا ہے اگر اونکو عاقد تندرستی میں منعقد کرتا ہے تو اونکا اثر پورے مال معقود علیہ پر ہوتا ہے اگرچہ معقود علیہ کے سوا عاقد کے ملک اور مال نہو اور اگر اونکو عاقد مرض موت میں منعقد کرتا ہے تو اونکا اثر اسقدر مال معقود علیہ پر پڑتا ہے جسقدر کل مال عاقد کے تہائی کی برابر ہو کیونکہ مرض موت میں منعقد ہونے کی وجہ سے وہ بحکم وصیت ہو جاتے ہیں مثلاً زید جسکے پاس فقط ایک مکان ہو اوس مکان کو تندرستی میں بکر کو ہبہ کر دے تو موہوب لہ پورے مکان کا مستحق ہوگا اور اگر مرض الموت میں ہبہ کرے تو موہوب لہ فقط تہائی مکان کا مستحق ہوگا (در مختار)

مفصلہ ذیل عقود تبرع وہ ہیں کہ اگر وہ مرض الموت میں منعقد کئے جاتے ہیں [illegible] تو وہ بحکم وصیت ہو جاتے ہیں۔

(۱) اعتاق یعنی غلام یا لونڈی کا آزاد کرنا۔

(۲) بیع محاباۃ یعنی اپنے مال کو کم قیمت پر فروخت کرنا یا دوسرے کا مال زیادہ

(۴) وقف۔
(۵) کفالت۔

باب چہارم
وصیت بحق اقربا کے بیان مین

اغراض وصیت کیواسطے الفاظ ذیل کا مفہوم حسب ذیل ہوتا ہے

(۱) **جار** (پڑوسی) کے لفظ سے امام صاحبؒ کے نزدیک وہ اشخاص مراد ہوتے ہین جن کے مکانات مسکونہ باہم ملصق ہون اور صاحبینؒ کے نزدیک وہ اہل محلہ مراد ہوتے ہین جو ایک مسجد مین نماز کیواسطے جمع ہوتے ہون اور امام شافعیؒ کے نزدیک وہ اشخاص مراد ہوتے ہین جنکے مکانات مسکونہ ایک دوسرے کے آن مسکونہ کے چارون طرف دس مکانات تک ہون فتویٰ صاحبینؒ کے قول پر ہے (ہدایہ جلد ۴ صفحہ ۵۵۳)

(۲) **صہر** (سسرال) کے لفظ سے مراد ہر شخص کی منکوحہ کے محارم ذی رحم ہوتے ہین انقطاع نکاح سے صہریت بھی منقطع ہو جاتی ہے (ہدایہ جلد ۴ صفحہ ۵۵۴)

(۳) **ختن** (داماد) کے لفظ سے مراد ہر شخص کے ذی رحم محرم عورتون کے شوہر ہوتے ہین مثلاً بیٹی بہن بھتیجی پھوپی کے شوہر ختن ہوتے ہین۔ **تنبیہ** الفاظ صہر و ختن کا مفہوم متذکرہ صدر حسب عرف متقدمین ہے متاخرین کے عرف مین صہر سے مراد منکوحہ کے فقط مان باپ ہوتے ہین بلکہ صاحب قہستانی فرماتے ہین کہ ہمارے دیس مین صہر کا لفظ صرف منکوحہ کے باپ کے واسطے اور ختن کا لفظ صرف بیٹی کے شوہر کے واسطے استعمال ہوتا ہے۔ فقیر مؤلف عرض کرتا ہے کہ ہندوستان کا بھی یہی رواج ہے اس

اختلاف سے یہ امر ثابت ہو گیا کہ مفہوم الفاظ مین ہر ملک کا عرف معتبر ہوتا ہے ایک ملک کا عرف دوسرے ملک مین مستعمل نہین ہو سکتا (غایت الاوطار جلد ۴ صفحہ ۱۲۱)

(۴) اہل کے لفظ سے امام صاحبؒ کے نزدیک ہر شخص کی زوجات مراد ہوتی ہین اور صاحبینؒ کے نزدیک بجز غلام باندیون کے وہ جملہ اشخاص مراد ہوتے ہین جنکی پرورش اوس شخص کے ذمہ ہوتی ہو صاحبینؒ کا استدلال قول اللہ تعالیٰ فنجیناہ واھلہ الا امرأتہ پر ہے جس کی نسبت امام صاحبؒ فرماتے ہین کہ یہان معنی عموم کیواسطے قرینہ اسکا موجود ہے امام صاحبؒ کا استدلال قول اللہ تعالیٰ وسار باھلہ و قال لاھلہ امکثوا پر ہے اور نیز یہ کہ اہل کے لغوی معنی زوجہ کے ہین اور ہر لفظ سے جب وہ مطلقاً مستعمل ہوتا ہے اصولاً اوسکے لغوی معنی مراد لئے جاتے ہین (درمختار)

(۵) آل عقب قبیلہ۔ اہلبیت۔ اہل نسب جنس کے الفاظ سے وہ جملہ اشخاص مراد ہوتے ہین جو نسباً ایسے شخص کی طرف منسوب ہوتے ہین جو اولاً مسلمان ہوا ہے وہ شخص چونکہ ان سب کا منسوب الیہ ہوتا ہے لہذا وہ انکا اہل نسب نہین ہوتا مثلاً صدیقی خواہ وہ کتنے ہی کثیر التعداد اور مختلف السکونت ہون سب ایک دوسرے کے آل و اہل نسب وغیرہ ہین کیونکہ سب کا نسب حضرت ابوبکر صدیقؓ کی طرف منسوب ہوتا ہے جو اولاً مسلمان ہوئے ہین۔ یاد رہے کہ ہر شخص کا نسب اوسکی دادیال کی طرف منسوب ہوا کرتا ہے نانہیال کی طرف منسوب نہین ہوتا۔ پس اگر کوئی عورت کوئی مال اپنے اہل نسب کیواسطے وصیت کرے تو اوسکا فرزند موصی لہم مین داخل نہوگا کیونکہ وہ اپنے باپ کے نسب کی طرف منسوب ہے بجز اسکے کہ اوسکا باپ خود اوسکی مان موصیہ کا اہل نسب ہو تو وہ اس لحاظ سے موصی لہم مین داخل ہوگا۔ لیکن اس کلیہ سے کہ کوئی شخص اپنی مان کے

اس حدیث کی [illegible] نہیں حضرت سیدہ [illegible] فاطمہ [illegible] اولاد [illegible] ہاشمی ہے کیونکہ
[illegible] صلی اللہ علیہ وسلم [illegible] فاطمہ
[illegible] ایسے شخص [illegible] فاطمہ [illegible] ہاشمی نہ ہونگی و
[illegible]

(٦) اقارب کے لفظ سے امام صاحب کے نزدیک ہر شخص کے محارم ذی رحم بجز والدین و ولد کے [illegible] دادا و پوتا بھی [illegible] ظاہر روایت اقارب مین داخل ہوتا ہے اور بعض علماء کے نزدیک وہ داخل نہین ہوتے کیونکہ وہ بصورت عدم موجودگی باپ اور بیٹے کے اونکے قائم مقام ہوتے ہین اور صاحبین کے نزدیک ہر شخص کے محارم خواہ ذی رحم ہون یا نہون اونکے اقارب ہوتے ہین (درمختار)

(٧) لفظ ولد سے ہر شخص کا بیٹا اور بیٹی مراد ہوتے ہین اور بصورت نہونے بیٹا بیٹی کے مجازاً پوتا پوتی بھی اوسکے مفہوم مین داخل ہوتے ہین کیونکہ حقیقت کے متعذر ہونیکی صورت مین مجاز مراد لیا جاتا ہے تاکہ کلام لغو قرار نہ پائے کیونکہ جب تک معنی مجازی لئے جاسکتے ہین اوسوقت تک کلام لغو قرار نہین دیا جاتا لہذا اگر کسی شخص کے ایک بیٹی اور چند پوتے موجود ہون تو لفظ ولد کے مفہوم مین تنہا ایک بیٹی داخل ہوگی چند پوتے داخل نہونگے کیونکہ بموجودگی مفہوم حقیقی مفہوم مجازی مراد نہین لیا جاسکتا (درمختار)

وصیت بحق اقربا مین موصی لہم مین مساوات قرابت ملحوظ ہوتی ہی اونکے مرد وعورت ہونیکا اعتبار نہین ہوتا مساوی درجہ کی قرابت والے مرد وعورت مساوی حصہ کے مستحق ہوتے ہین (عالمگیری)

اگر کوئی شخص اپنے اقربا کیواسطے وصیت کرے تو بلحاظ جمع ہونے لفظ اقربا کے
کم از کم دو ذی رحم اقرب فالاقرب مستحق مال موصی بہ ہونگے پس اگر موصی کا اقرب قرابتدار ذی رحم
فقط ایک ہو تو وہ ایک اقرب قرابتدار نصف مال موصی بہ کا مستحق ہوگا اور نصف ورثہ موصی کو
پہنچ جائیگا اور اگر موصی کا کوئی بھی قرابتدار ذی رحم نہو تو امام صاحبؒ کے نزدیک وصیت
باطل ہو جائیگی اور صاحبینؒ کے نزدیک ایسی صورت میں قرابتدار غیر ذی رحم مستحق مال
موصی بہ ہو جائینگے پس اگر موصی کے دو چچا اور دو ماموں موجود ہوں تو امام صاحبؒ کے
نزدیک پورے مال موصی بہ کے مستحق دونوں چچا ہونگے اور ماموں محروم ہونگے اور
صاحبینؒ کے نزدیک نصف مال موصی بہ کے مستحق دونوں چچا ہونگے اور نصف کے مستحق دونوں
ماموں ہونگے کیونکہ چچا اور ماموں کی قرابت مساوی درجہ کی ہوتی ہے اور اگر ایک چچا اور
دو ماموں موجود ہوں تو امام صاحبؒ کے نزدیک نصف مال موصی بہ کا مستحق چچا ہوگا اور
نصف ورثہ کو پہنچ جائیگا اور صاحبینؒ کے نزدیک تینوں برابر حصص کے مستحق ہونگے
اور اگر ایک چچا اور ایک پھوپھی موجود ہو تو بالاتفاق نصف کا مستحق چچا ہوگا اور نصف
کی مستحق پھوپھی ہوگی کیونکہ چچا اور پھوپھی کی قرابت مساوی درجہ کی ہوتی ہے اور مرد و عورت
ہونیکا اعتبار نہیں ہوتا (در مختار)

امام صاحبؒ کے نزدیک وصیت بحق اقربا کے مستحق میں چار اوصاف ذیل کا پایا
جانا لازم ہوتا ہے (در مختار)

(۱) یہ کہ وہ موصی کا ذی رحم ہو۔

(۲) یہ کہ اقرب فالاقرب ہو۔

(۳) یہ کہ کم از کم دو ہوں۔

(۴) یہ کہ موصی کا وارث نہو۔

اگر کوئی شخص ورثۂ زید کیواسطے وصیت کرے تو اس وصیت کا نفاذ اوس صورت مین واجب ہوگا جب زید کا انتقال موصی کے سامنے ہوجائے اور اگر بوقت وفات موصی زید زندہ ہو تو وصیت باطل ہوجائے گی کیونکہ موصی کے وقت کوئی ایسا شخص نہوگا جسکی نسبت کہا جاسکے کہ وہ یقیناً زید کا وارث ہے کیونکہ زید کی زندگی مین اوسکے وارث کا تحقق ناممکن ہے اور اگر زید موصی سے پہلے مرچکا ہو تو مال موصی کے زید کے ورثہ حسب ترتیب وراثت مستحق ہونگے کیونکہ موصی نے وصیت مین وراثت کو معتبر رکھا ہے (درمختار)

اگر وصیت کسی مخصوص گروہ کے واسطے ہوتی ہے مثلاً وصیت نسل زید کے واسطے ہو تو اگر اوس گروہ کے افراد بقدر احصا ہوتے ہین تو جملہ افراد بحصص مساوی مال موصی بہ کے مستحق ہوتے ہین اور اگر افراد زائد از احصا ہوتے ہین تو بوجہ متعذر ہونے تملیک کے وصیت باطل ہوجاتی ہے لیکن اگر تخصیص گروہ ایسے وصف سے کی گئی ہو جس سے اوسکی حاجتمندی معلوم ہوتی ہو مثلاً وصیت زید کی یتیم ونابینا نسل کیواسطے کیگئی ہو تو اوس سے یہ تصور کیا جاتا ہے کہ مقصود موصی اوس گروہ کے افراد کی رفع حاجت ہے لہذا الصورت زائد از احصا ہونے افراد گروہ مذکور کے بلحاظ مقصود موصی وصیت باطل نہ قرار دی جائیگی بلکہ وصی کو اختیار ہوگا کہ مال موصی بہ کو اوس گروہ کے افراد مین سے جنکو مناسب سمجھے دیدے (درمختار)

قدر احصا ابو یوسفؒ کے نزدیک یہ ہے کہ جس گروہ کے افراد کی تعداد بغیر لکھنے اور حساب کے معلوم ہوسکے اور محمدؒ کے نزدیک جس گروہ کے افراد سو یا سو سے کم ہون اور جس گروہ کے افراد کی تعداد بغیر لکھنے اور حساب کے معلوم نہو سکے وہ ابو یوسفؒ کے

نزدیک بے اندازہ احصا ہوتی ہے اور جس گروہ کے افراد سو سے زیادہ ہوں وہ محمدؒ کے
نزدیک نا ممکن الاحصا ہوتی ہے اور بعض علماء کے نزدیک کسی گروہ کا اندازہ احصا یا نا ممکن
الاحصا ہونا مفتی کی رائے پر حاکم ہے (عنایت اللہ الاحد جلد ۳ صفحہ ۲۵۴)

باب پنجم

وصیت منافع کے بیان میں

غلام کی خدمت یا مکان کے سکنیٰ یا باغ و اشجار کے ثمرہ یا جائداد کی آمدنی
یا پیداوار یا غلام کی کمائی کی نسبت جو وصیت کی جاتی ہے اوسکو وصیت منافع یا
بدل منافع کہتے ہیں اور ایسی وصیت مدت معینہ کیلئے بھی جائز ہوتی ہے اور ہمیشہ کیلئے
بھی اگر ایسی وصیت مدت معینہ کیلئے ہوتی ہے تو موصیٰ لہ منافع موصیٰ بہا کا اوس مدت
تک مستحق ہوتا ہے اور اگر ہمیشہ کیلئے ہوتی ہے تو موصیٰ لہ منافع موصیٰ بہا کا اپنی زندگی
تک مستحق ہوتا ہے بعد ختم مدت معینہ یا وفات موصیٰ لہ منافع موصیٰ بہا ورثہ موصی کی
طرف عود کر جاتے ہیں (درمختار)

وہ غلام یا مکان یا باغ و اشجار یا جائداد غیر منقولہ جس کے منافع
یا بدل منافع کی وصیت کی جاتی ہے مدت معینہ یا حیات موصیٰ لہ تک
ورثہ موصی میں محبوس رہتے ہیں اور موصیٰ لہ فقط منافع یا بدل منافع کا مستحق ہوتا ہے
(ہدایہ جلد ۴ صفحہ ۵۵۸)

اگر وہ غلام یا جائداد جسکے منافع کی وصیت کی گئی ہو موصی کے ثلث مال کی برابر

یا کم ہوتی ہے تو ورثہ قیمت ... یا جائداد ... کے واسطے موصی لہ کے قبضہ مین
دیدی جاتی ہے اور اگر غلام یا جائداد ثلث متروکہ موصی سے زائد ہے تو اوسکی خدمت مین مہایاۃ
قائم کر لی جاتی ہے اور دیگر جائداد ثلث متروکہ موصی ہوتی ہے تو اوسکا منافعہ
یا آمدنی یا پیداوار تقسیم کی جاتی ہے اور اوس جائداد مین سے بقدر حصہ ثلث متروکہ
موصی کی برابر ہوتا ہے اوس مین سکونت کرنے کا یا اوسکے منافعہ کا مستحق موصی لہ
ہوتا ہے۔ بروئے ظاہر الروایت ورثہ موصی کو ایسے غلام یا جائداد مین سے بقدر حصہ
خود ہا بیع کر دینے کا اختیار نہین ہوتا کیونکہ موصی لہ کا حق اوسکے ہر ہر جزو مین شائع
ہوتا ہے لیکن ابو یوسف کے نزدیک ورثہ کو ایسے غلام یا جائداد مین سے بقدر حصہ خود ہا بیع
کر دینے کا اختیار ہوتا ہے جس موصی لہ کے حق مین خدمت غلام یا سکنے مکان کی
وصیت ہوتی ہے اوسکو غلام یا مکان کے اجارہ پر چلانیکا اختیار نہین ہوتا البتہ جسکے
حق مین آمدنی یا پیداوار کی وصیت ہوتی ہے اوسکو اجارہ پر چلانیکا اختیار ہوتا ہے
ایسے غلام کا نفقہ اور ایسے مکان کی یا جائداد کی مرمت بقدر حصص موصی لہ اور ورثہ موصی
کے ذمہ ہوتی ہے چونکہ نفس غلام کی ایک شخص کے حق یا نفس جائداد کی ایک شخص کے حق مین
اور اوسکی خدمت یا سکنے یا آمدنی یا پیداوار کی دوسرے کے حق مین وصیت جائز ہوتی ہے
اور ایسی صورت مین تا مدت وصیت یا تا حیات موصی لہ وہ غلام یا مکان یا جائداد
بقبضہ موصی لہ بالمنافعہ رہتا ہے لہذا غلام کا نفقہ اور جائداد کی مرمت بھی اوسی کے
ذمہ واجب ہوتی ہے اگر وہ غلام کے نفقہ دینے سے انکار کرتا ہے تو غلام اوس موصی لہ کے
قبضہ مین دیدیا جاتا ہے جسکے حق مین نفس غلام کی وصیت ہوتی ہے اگر ایسا غلام
جس کی خدمت کی وصیت کسی کے حق مین ہو ورثہ موصی کے قبضہ مین تلف ہو جائے

تو ورثہ سے بقدر قیمت غلام ضمان لیکر دوسرا غلام خرید جاتا ہے جسپر بجائے غلام تلف شدہ موصیٰ لہ کی خدمت واجب ہوتی ہے۔ (درمختار)

اگر کوئی شخص اپنے کسی غلام کے متعلق یہ وصیت کرے کہ میرے مرنے کے بعد وہ فلان مسجد مین اذان دیا کرے اور مسجد کی خدمت کیا کرے تو یہ وصیت صحیح اور واجب التعمیل ہوگی لیکن اوس غلام کی کمائی کے مستحق اور نفقہ کے ذمہ دار ورثہ موصی ہونگے (درمختار)

اگر کوئی شخص یہ وصیت کرے کہ میرا فلان مکان میرے مرجانیکے بعد مسجد بنا دیا جائے تو اگر وہ مکان اوسکے ثلث متروکہ کی برابر یا کم ہو تو مسجد بنا دیا جائیگا اور اگر زائد از ثلث متروکہ ہوا اور ورثہ وصیت زائد از ثلث کو جائز قرار دیدین تب بھی مسجد بنا دیا جائیگا اور اگر ورثہ وصیت زائد از ثلث متروکہ کو جائز قرار نہ دین تو اوسقدر مکان جسقدر ثلث متروکہ کی برابر ہو مسجد بنا دیا جائیگا (درمختار)

کسی مال کی مصالح مسجد کیواسطے وصیت کی جائے تو بالاتفاق صحیح ہوتی ہے لیکن مسجد کیواسطے وصیت کی جائے تو امام صاحبؒ کے نزدیک صحیح نہین ہوتی کیونکہ مسجد مین مالک بننے کی صلاحیت نہین ہوتی اور محمدؒ کے نزدیک صحیح ہوتی ہے اور وہ مصالح مسجد کیواسطے متصور ہوتی ہے تاکہ کلام موصی لغو نہو جائے صاحب بحر الرائق نے محمدؒ کے قول پر فتویٰ دیا ہے (درمختار)

~~~~~~~~~~
~~~~~~~~~~

باب ششم

ذمیون وغیرہ کی وصیت کے بیان مین

ذمیون کی وصیت چار قسم کی ہوتی ہے۔

(۱) وصیت ایسے امر کے واسطے ہوتی ہی جو اون کے اور ہمارے دونو نکے اعتقاد کے موافق موجب قربت الہی ہو مثلاً بیت المقدس مین روشنی کرنیکے واسطے وصیت ہو ایسی وصیت بالاتفاق صحیح ہوتی ہی۔

(۲) وصیت ایسے امر کیواسطے ہو جو اونکے اور ہمارے دونون کے اعتقاد مین موجب قربت الہی نہو تو اگر ایسی وصیت کسی معین شخص یا معین گروہ بقدر احصا کے واسطے ہوتی ہی تو صحیح ہوتی ہے اور مال موصی بہ کے موصی لہم مالک ہو جاتے ہین اور اگر گروہ زائد از احصا کیواسطے ہوتی ہے تو چونکہ اوسمین معنی تصدق مقصود نہین ہوتے اور تملیک بوجہ کثرت موصی لہم متعذر ہوتی ہے لہذا وصیت باطل ہو جاتی ہے۔

(۳) وصیت ایسے امر کی ہو جو اونکے اعتقاد مین موجب قربت الہی نہو مگر ہمارے اعتقاد مین موجب قربت الہی ہو مثلاً مسجد بنانے کیواسطے وصیت ہو ایسی وصیت بالاتفاق باطل ہوتی ہی (ہدایہ ج ۴ صفحہ ۵۶۳)

(۴) وصیت ایسے امر کی ہو جو اونکے نزدیک موجب قربت الہی ہو مگر ہمارے نزدیک موجب قربت الہی نہو مثلاً کنیسہ یا بیعہ یا بیت النار بنانے کیواسطے وصیت ہو

ایسی وصیت اگر معین شخصون کیواسطے اگر وہ معین ہین و بقدر احصا کیواسطے ہوتی ہے تو صحیح ہوتی ہے
اور مال موصی بہ ملک ہو گا لیکن ایسی وصیت ہم ہو جاتا ہے ورنہ باطل ہوتی ہے - اگر ذمی
اپنے مکان کو اپنی زندگی مین اپنے مذہب کا عبادتخانہ بنا دے تو وہ مکان اوسکے
مرنیکے بعد متروکہ اور ملک ورثہ ہو گا کیونکہ ذمی کا اپنے مکان کو عبادتخانہ بنانا مثل
وقف غیر مسجل کے ہوتا ہے اور ایسا عبادتخانہ مسجد کی مانند ہمیشہ کیواسطے مقصود نہین ہوتا کیونکہ ذمی
عبادتخانہ مین سکونت کرتے ہین اور قبرستان بھی بنا لیا کرتے ہین لہذا وہ عبادت
الہی کیواسطے خالص و محرز نہین ہوتے بخلاف مسجد کے کہ وہ عبادت الہی کیواسطے
خالص و محرز ہوتی ہے چنانچہ الحاق مسجد کے جائز نہین کہ سکونت کیواسطے مکان یا قبرستان
بنائے جائین اور اوقات باقی رہین مذکورات کا متروکہ اور اوسکے ورثہ کی ملک ہوتی ہے
کیونکہ ایسی مسجد عبادت الہی کیواسطے خالص و محرز نہین ہوتی (درمختار)

ذمی کی یہ وصیت کہ اوسکا مکان اوسکے مرنیکے بعد کسی خاص شخص یا اشخاص
اگر وہ بقدر احصا کیواسطے عبادتخانہ بنا دیا جائے بقدر ثلث متروکہ صحیح ہوتی ہے اور یہ وصیت
کہ اوسکا مکان عبادتخانہ عام بنا دیا جائے امام صاحب کے نزدیک اگر اوسکا وہ مکان
دار الاسلام کے دیہات مین ہوتا ہے تو صحیح ہوتی ہے اور اگر وہ مکان دار الاسلام کے
شہر مین ہوتا ہے صحیح نہین ہوتی اور صاحبین کے نزدیک خواہ وہ مکان دیہات مین ہو
خواہ شہر مین کسی حال مین صحیح نہین ہوتی فتوی صاحبین کے قول پر ہے (درمختار)

اگر حربی مستامن جسکا دار الاسلام مین کوئی وارث نہو اپنے کل مال کی
کسی کیواسطے وصیت کرے تو صحیح ہوتی ہے اور اگر نصف مال کی کرے تو بھی صحیح ہوتی ہے
اور باقی نصف مال کا چونکہ دار الاسلام مین کوئی مستحق نہین لہذا وہ اوسکے ورثہ مقیم

دارالحرب کو دیدیا جاتا ہی لیکن بحیثیت وراثت نہین دیا جاتا کیونکہ اختلاف دارین مانع اجراء وراثت ہوتا ہے (درمختار) نہ مرتد کی وصیت صحیح ہوتی ہی نہ مرتد کے حق مین دوسرے کی وصیت صحیح ہوتی ہی ایسے اہل ہوا جن کی تکفیر کیجاتی ہے بمنزلہ مرتد متصور ہوتے ہیں اور ایسے اہل ہوا جنکی تکفیر نہین کی جاتی بمنزلہ مسلمان متصور ہوتے ہین (درمختار)

باب ہفتم

وصیت مطلق اور وصیت عام کے احکام کے بیان مین

جس وصیت کے موصی لہم معین گروہ نہو اور اونکے غنی و فقیر ہونیکی نسبت تعمیم و تخصیص بھی نہو وہ وصیت مطلق کہلاتی ہی مثلاً کوئی شخص یہ وصیت کردے کہ میرا تہائی مال مسافران وارد حیدرآباد کیواسطے ہی تو یہ وصیت مطلق ہوگی۔ وصیت مطلق کا مال موصی بہ صدقہ ہوتا ہے اسلیئے اغنیا کو اوسکا کہانا حرام ہوتا ہے۔ اور اگر وصیت مطلق ہین موصی تعمیم غنی و فقیر کردے یعنی یہ کہدے کہ یہ وصیت اغنیا و فقرا سب کے واسطے ہے اوسکو وصیت عام کہتے ہین مثلاً کوئی شخص اپنے تہائی مال کی وصیت باین الفاظ کردے کہ وہ مسافران وارد حیدرآباد کیواسطے ہی خواہ وہ غنی ہون یا فقیر ہون تو یہ وصیت عام ہوگی وصیت عام کے مال موصی بہ کی تملیک چونکہ بوجہ زائد از احصا ہونے موصی لہم کے متعذر ہوتی ہی لہذا لامحالہ وہ صدقہ قرار دیا جاتا ہی اسلئے اغنیاء کو اوسکا بھی کھانا حرام ہوتا ہے (درمختار)

اگر کسی نے یہ وصیت کی ہو کہ اوسکا تہائی مال اوسکے تقضا شدہ روزون اور

نا بالغون کے فدیہ مین دیا جائے تو موصی کے ایسے محتاج ورثہ کو جو اوسکے اصول یا فروع نہون مال موصی بہ کا دیا جانا جائز ہوتا ہے لیکن اگر موصی نے کسی شخص یا اشخاص کا تعین کردیا ہو تو پھر اوس شخص یا اشخاص کے سوا دوسرے کو دیا جانا جائز نہین ہوتا (در مختار)

باب ہشتم

وصی کی تعریف و اختیارات کے بیان مین

جس شخص کو دوسرا شخص اپنے متروکہ مین بغرض نفاذ وصیت یا قاضی دوسرے کے مال مین اختیار تصرف دیتا ہے وہ اوس دوسرے شخص کا وصی کہلاتا ہے انسان کو وصی بننا مناسب نہین ہے کیونکہ یہ خطرناک امر ہے چنانچہ ابو یوسف سے مروی ہے کہ اول مرتبہ وصی بننا غلطی ہے دوسری مرتبہ خیانت تیسری مرتبہ چوری ہے (غایۃ الاوطار ج ۴ صفحہ ۳۱۱)

وصی کے بمواجہ موصی وصایت قبول کرلینے سے صحیح اور رد کردینے سے رد ہوجاتی ہے اور قبول کرلینے کے بعد بھی بمواجہ موصی رد کردینے سے رد ہوجاتی ہے کیونکہ وصایت قبول کرنا تبرع ہے اور متبرع پر جبر نہین ہوسکتا اور بمواجہ موصی انکار کردینے سے موصی کو منجانب وصی دھوکہ بھی نہین ہوتا البتہ اگر وصی بمواجہ موصی وصایت قبول کرنیکے بعد موصی کے بلا علم اوس کی غیبت مین وصایت سے انکار کردے تو وصایت رد نہین ہوتی کیونکہ اس صورت مین موصی کو منجانب وصی دھوکہ ہوتا ہے

(ہدایہ ج ۴ صفحہ ۵۶۴)

اگر کوئی شخص کسی دوسرے شخص سے وصی بننے کی استدعا کرے اور دوسرا

شخص قبول یا ردّ کچھ بھی نکرے بلکہ خاموش رہے تو بعد وفات موصی اوسکو اختیار رہتا ہے کہ چاہے وصایت کو قبول کرے چاہے ردّ کردے کیونکہ اس صورت مین موصی کیجانب وصی دہوکہ نہین ہوا بلکہ خود اوس کی غفلت سے دہوکا ہوا کہ اوسنے باوصف خاموش رہنے وصی کے اوسپر بھروسہ کرلیا اور ایسے وصی کو تاآنکہ قاضی اوسکے ردّ کو نافذ نکردے ردّ کردینے کے بعد پھر قبول کرلینے کا اختیار ہوتا ہے لیکن جبکہ قاضی اوسکے ردّ کو نافذ کردے تو پھر اوسکو قبول کا اختیار باقی نہین رہتا یعنی پھر اوسکے قبول کرنے سے وصایت صحیح نہین ہوتی (ہدایہ ج ۴ صفحہ ۵۶۵)

اگر وصی بلا علم اپنی وصایت کے موصی کا کوئی مال بیع کردے تو اوس بیع کیوجہ سے اوسکی وصایت لازم ہوجاتی ہے کیونکہ صحت وصایت کے واسطے وصی کو علم ہونا مشروط نہین ہے (ہدایہ ج ۴ صفحہ ۵۶۴)

اگر کوئی شخص کسی نابالغ کو یا دوسرے شخص کے غلام کو یا فاسق یا کافر کو اپنا وصی مقرر کردے گو اونکی وصایت اس حیثیت سے جائز ہوگی اگر وہ مال موصی مین کوئی تصرف کرین تو وہ تصرف نافذ ہوجائیگا لیکن بجز اسکے کہ نابالغ بالغ ہوجائے یا غلام آزاد ہوجائے یا فاسق توبہ کرلے یا کافر مسلمان ہوجائے قاضی پر واجب ہوگا کہ ایسے وصی کو معزول کرکے اوسکی جگہ دوسرے متدین کارگذار بالغ مسلمان کا تقرر کردے (درمختار)

اگر کوئی شخص اپنے غلام کو اپنا وصی مقرر کردے تو امام صاحبؒ کے نزدیک ورثہ صغار ہون تو وصایت صحیح ہوتی ہے کبار ہون تو صحیح نہین ہوتی اور صاحبینؒ کے نزدیک کسی حال مین خواہ ورثہ صغار ہون یا کبار ہون وصایت صحیح نہین ہوتی (ہدایہ ج ۴ صفحہ ۵۶۶)

اگرچہ بعض یا کل ورثہ وصی مقرر کردہ موصی کی شکایت کرین تاوقتیکہ اوس کی خیانت ثابت نہو قاضی کو اوسکا معزول کرنا جائز نہین ہوتا ہے ہان اگر وہ نفاذ وصیت نکرے تو قاضی کسی دوسرے شخص کو اوسکا شریک کردیگا لیکن اوسکو معزول نکریگا تاکہ موصی اور ورثہ دونون کے حقوق کی رعایت قائم رہے البتہ بصورت ثبوت خیانت قاضی پر اوسکا معزول کردینا واجب ہوتا ہے لیکن اگر قاضی بلا ثبوت خیانت بھی وصی مقرر کردہ موصی کو معزول کردے تو حکم نافذ ہوجائیگا اگرچہ قاضی گنہگار ہوگا اور حکم ظلم ہوگا مگر صاحب اشباہ والنظائر فرماتے ہین کہ قاضی کا ایسا حکم صحیح نہوگا اور چونکہ اس زمانے کے اکثر قاضی بدنیت ہین اسلئے ایسے حکم کی عدم صحت کا فتوی دینا واجب ہے (درمختار)

اگر کسی شخص کے دو وصی ہون اور اونمین سے ایک اپنے شریک کو اپنا وصی مقرر کرکے فوت ہوجائے تو باقی ماندہ وصی کے جملہ تصرفات بالاتفاق صحیح ہوتے ہین کیونکہ وصی کا وصی اپنے موصی اور موصی کے موصی دونونکا وصی ہوتا ہے اور دونون کے متروکہ مین مجاز تصرف ہوتا ہے اور اگر وہ کسی دوسرے شخص کو اپنا وصی مقرر کرکے فوت ہوجائے تو یہ دوسرا شخص اوسکا بھی وصی ہوگا اور باقی ماندہ وصی کا بحیثیت قائم مقام وصی متوفی شریک ہوگا ان صورتون مین قاضی کو دخل دینے کی ضرورت نہوگی البتہ اگر وہ کسیکو اپنا وصی مقرر کئے بغیر فوت ہوجائے تو قاضی کو اختیار ہوگا کہ بجائے متوفی وصی کے کسی دوسرے شخص کو زندہ وصی کا شریک کردے (درمختار)

~~~~~~~~~~
~~~~~~~~~~

فصل اختیارات اوصیا کے بیان مین

اگر کسی شخص نے ایک ساتھ یا یکے بعد دیگرے دو شخصون کو اپنا وصی مقرر کیا ہو
اور اس امر کی ہدایت کردی ہو کہ ہر دو وصی منفرداً مجاز تصرف ہونگے یا نہین تو اتباع ہدایت
موصی لازم ہوگا اور اگر موصی نے ایسی ہدایت نکی ہو تو ابو یوسفؒ کے نزدیک ہر ایک وصی
کے جملہ تصرفات منفردہ صحیح ہونگے اور طرفینؒ کے نزدیک بجز تصرفات ذیل کے کسی وصی
کے منفردہ تصرفات صحیح و نافذ نہونگے۔

(۱) خریداری سامان تجہیز و تکفین موصی۔

(۲) خریداری اشیاء خورونوش و پوشش وارث صغیر۔

(۳) واپسی امانت معین۔

(۴) اوس ہبہ کا جو بحق وارث صغیر کی جائے قبول کرنا اور مال موہوبہ پر قبضہ کرنا۔

(۵) وصیت معینہ کا نفاذ مثلاً معین غلام کے آزاد کرنیکی وصیت ہو تو اوس
غلام کا آزاد کردینا۔

(۶) ایسے متروکہ کا بیع کردینا جسکے تلف ہوجانیکا اندیشہ ہو (درمختار)

وصی کو بحیثیت نیابت ورثہ عام ازینکہ ورثہ صغار ہون یا کبار ہون اور حاضر
ہون یا غائب ہون متروکہ تقسیم کرکے اوسمین سے بقدر وصیت بشرطیکہ زائد از ثلث مال
کی نہو حوالہ موصی لہ کردینا جائز ہوتا ہے اور ایسی تقسیم بمقابلہ ورثہ نافذ ہوتی ہے اسی وجہ سے
اگر حصہ ورثہ وصی کے قبضہ مین تلف ہوجائے تو ورثہ کو موصی لہ سے رجوع کرنیکا حق
نہین ہوتا لیکن وصی کو بحیثیت نیابت موصی لہ ورثہ سے متروکہ تقسیم کرکے حصہ موصی لہ پر

جو غائب ہو یا تقسیم پر رضامند نہو قبضہ کرنا جائز نہین ہوتا البتہ تقسیم بمقابلہ موصی لہ نافذ
بھی نہین ہوتی اسی وجہ سے اگر وصی کے قبضہ مین حصہ موصی لہ تلف ہو جائے تو موصی لہ
مابقی متروکہ مین سے جو بحصہ ورثہ آیا تھا ثلث مال لے لینے کا مستحق ہوتا ہے کیونکہ تقسیم غیر نافذ
ہونیکی وجہ سے مال تلف شدہ اور مال موجودہ سب مشترکہ تھا لہذا موجودہ مال مین
موصی لہ ثلث مال کا مستحق ہوتا ہے (ہدایہ ج ۲ صفحہ ۵۶۹)

البتہ قاضی کو بربناء ولایت عامہ اختیار ہوتا ہے کہ اگر متروکہ کیلی یا وزنی ہو اور
موصی لہ غائب ہو تو موصی لہ کا حصہ وصی سے تقسیم کر کے خود لیلے کیونکہ کیلی اور وزنی
مال کے تمیز حصص کو تقسیم کہتے ہین بخلاف دوسرے اموال کے کہ انہین تقسیم معنا مبادلۃ
المال بالمال ہوتی ہے جو بمنزلہ بیع ہوتی ہے اور مال غیر کی بیع کا قاضی کو بھی اختیار
نہین ہوتا لہذا اگر متروکہ کیلی یا وزنی کے سوا دوسرا مال ہوتا ہے تو قاضی کو بھی اختیار
نہین ہوتا کہ وصی سے تقسیم کر کے غائب موصی لہ کا حصہ خود لیلے اسی وجہ سے اگر
قاضی نے متروکہ کیلی یا وزنی کو تقسیم کر کے موصی لہ کا حصہ لیلیا ہو اور وہ قاضی کے
قبضہ مین تلف ہو جائے تو موصی لہ کو ورثہ سے رجوع کرنیکا حق نہین ہوتا اور اگر دیگر
اموال کا حصہ قاضی نے لیلیا ہو اور وہ قاضی کے قبضہ مین تلف ہو جائے تو موصی لہ
کو ورثہ سے بوجہ غیر صحیح وغیر نافذ ہونے تقسیم قاضی کے رجوع کرنیکا حق ہوتا ہے (درمختار)
وصی کو بغرض ادائے دین ذمگی موصی بغیر حاضری دائن متروکہ کے بیع کرنیکا اختیار ہوتا ہے
کیونکہ دائن کا حق عین متروکہ سے متعلق نہین ہوتا (درمختار)

وصی کو قرضہ یا قیمتی صغیر کا حوالہ قبول کرنا جائز ہوتا ہے اگر اوسمین صغیر کا فائدہ ہو
مثلاً یہ کہ محتال علیہ محیل سے زیادہ مالدار و معتبر ہو اور اگر اوسمین صغیر کا فائدہ نہو جائز نہین ہوتا (درمختار)

وصی کو متروکہ منقولہ کا بیع کرنا بغرض ضرورت ورثہ خواہ وہ صغار ہون یا کبار جائز ہوتا ہے اور اگر بیع مین وصی نے فاحش دہوکہ نہ کھایا ہو تو وہ بمقابلہ وصی اور ورثہ کے قطعی ہوتی ہی لیکن وصی مقرر کردہ قاضی کو صغیر کا مال خود خریدنا یا اوسکے ہاتھ اپنا مال بیع کرنا بالاتفاق قطعًا ناجائز ہوتا ہے اور صاحبین کے نزدیک وصی مقرر کردہ موصی کو بھی صغیر سے بیع وشرا کرنا قطعًا ناجائز ہوتا ہے لیکن امام صاحب کے نزدیک اگر ایسی بیع وشرا مین صغیر کا بقدر نصف قیمت فائدہ ہو تو جائز ہوتی ہے مثلًا وصی صغیر کا مال قیمتی دس روپیہ پندرہ روپیہ مین خریدے یا اپنا مال قیمتی پندرہ روپیہ دس روپیہ مین بیع کرے تو ایسی بیع وشرا امام صاحب کے نزدیک جائز ہوگی (درمختار)

وصی کو متروکہ غیر منقولہ بجز ادائے دین ذمگی موصی کے اور کسی ضرورت کیواسطے بیع کرنا جائز نہین بغرض ادا دین ذمگی موصی بہی اوسوقت بیع کرنا جائز ہوتا ہی جبکہ وہ مستغرق بدین ہو البتہ اگر صغیر کی جائداد غیر منقولہ کی دوچند قیمت ملے تو وصی کو اوسکا بیع کرنا جائز ہوتا ہے (درمختار)

وصی کو مال یتیم سے یتیم کیواسطے تجارت کرنا جائز ہوتا ہی لیکن اپنی ذات کیواسطے جائز نہین ہوتا (درمختار)

وصی کو دین ذمگی موصی کا اقرار کرنا یا یہ اقرار کرنا کہ متروکہ مین فلان مال فلان شخص کا ہے جائز نہین ہوتا۔ اگر وصی کسی مال کی نسبت یہ اقرار کرے کہ وہ فلان شخص کا ہے اور پھر اوسی مال کی نسبت دعوی کرے کہ وہ صغیر کا ہی تو وصی کے دعوے کی سماعت کیجائیگی (درمختار)

اگر وصی نے اپنے ذاتی مال سے وصیت نافذ کردی ہو تو اوسکو اختیار ہوتا ہے

کہ بقدر اپنے ذاتی مال کے متروکہ سے لیلے (درمختار)

اگر وصی صغیر کو قبل بلوغ اوسکا مال دیدے اور صغیر مال کو تلف کردے تو صاحبین کے نزدیک وصی پر بقدر قیمت مال تلف شدہ ضمان عائد ہوگا اور امام صاحب کے نزدیک اگر صغیر کو پندرہ سال کی عمر ہونیسے پہلے وصی اوسکا مال دیدے اور وہ تلف کردے تو وصی پر بقدر قیمت مال تلف شدہ ضمان عائد ہوگا اور اگر وصی صغیر کو پندرہ سال عمر ہونیکے بعد اوسکا مال دیدے اگرچہ وہ بالغ نہوا ہو اور وہ مال کو تلف کردے تو وصی پر ضمان عائد نہوگا کیونکہ امام صاحب کے نزدیک پندرہ سالہ شخص کو اوسکا مال منقولہ دیدینا جائز ہے (درمختار)

بابِ نہم

شہادت اوصیا اور اونکے فرائض وغیرہ کے بیان مین

وصی مقرر کرنا خود موصی کا کام ہے لیکن اگر کوئی شخص بلا تقرر وصی مرجائے اور ایسے قاضی القضاۃ کو جسکو منجانب سلطان وقت خاص طور پر اختیار تقرر وصی ملا ہو شہادت سے یہ امر ثابت ہوجائے کہ فلان شخص بلا مقرر کرنے وصی کے مرگیا ہے تو اوس پر صور تہائے ذیل مین لازم ہوگا کہ کسی کو اوسکا وصی مقرر کردے (درمختار)

(۱) جبکہ متوفی کے دیون لوگونکے ذمہ واجب ہون۔

(۲) جبکہ متوفی کے ذمہ لوگون کے دیون واجب ہون۔

(۳) جبکہ متوفی نے وصیت کی ہو اور اوسکے نفاذ کی ضرورت ہو۔

(۴) جبکہ ایسا شخص جس نے متوفی سے مال خریدا ہو مال مشتراۃ کو بسبب عیب واپس کرنا چاہتا ہو۔

(۵) جبکہ کل یا بعض ورثہ صغار ہوں۔

(۶) جبکہ صغیر مالدار کا باپ مسرف و مبذر ہو ایسی صورت میں بھی قاضی القضاۃ موصوف پر لازم ہوتا ہے کہ بغرض تحفظ مال صغیر کسیکو اوسکا وصی مقرر کرے

(اشباہ والنظائر مع الحموی صفحہ ۳۶۶)

اگر کسی شخص کے دو وصی ہوں اور وہ یہ گواہی دیں کہ متوفی نے فلان تیسرے شخص کو بھی ہمارا شریک کیا ہے تو فی نفسہ اونکی گواہی بوجہ اوس تہمت کے کہ وہ اپنے واسطے ایک شخص کو معین بنانا چاہتے ہیں قابل قبول نہوگی مگر اس گواہی کے بعد قاضی پر واجب ہوگا کہ تیسرے شخص کو اونکا شریک مقرر کردے اور بعد اس حکم کے ان دونوں وصیوں کو بلا شرکت رائے شخص ثالث مقرر کردہ قاضی متروکہ میں تصرف کرنا جائز نہوگا۔ علی ہذا اگر کسی متوفی کے دو فرزند ہوں اور وہ یہ گواہی دیں کہ اونکے باپ نے فلاں شخص کو وصی مقرر کیا ہے تو اونکی گواہی اس تہمت کیوجہ سے کہ وہ اپنے واسطے ایک محافظ چاہتے ہیں قابل قبول نہوگی البتہ اگر وہ شخص بھی جس کے وصی بنانیکی انہوں نے گواہی دی ہے وصی ہونیکا ادعا کرے تو استحساناً اونکی گواہی قابل قبول ہوجائیگی (ہدایہ ج ۴ صفحہ ۵۷۲)

وصی کی وہ گواہی جو مفید بحق موصی ہو صحیح متصور نہیں ہوتی اور وہ جو مضر بحق موصی ہو صحیح متصور ہوتی ہے اگرچہ وصی بعد معزول ہونیکے گواہی دے (درمختار)

وصی بلا حکم حاکم اپنے کو وصایت سے سبکدوش نہیں کرسکتا البتہ حاکم سے

استدعا کر سکتا ہے کہ وہ سبکدوش کیا جائے تا صدور حکم وہ ذمہ دار ہوتا ہی (درمختار)

وصی کا قول دربارہ اخراجات بلا شہادت قبول کیا جاتا ہے مگر بقول صاحب

اشباہ والنظائر مفصلہ ذیل اقوال بغیر شہادت قبول نہیں کئے جاتے (درمختار)

(۱) وصی کا ادعا ہو کہ اوسنے دین ذمگی موصی ادا کیا ہی اور ورثہ کو اس سے انکار ہو

(۲) وصی کا ادعا ہو کہ متروکہ کی بیع کے بعد مگر وصول ثمن سے پہلے اپنے ذاتی مال سے ادا ءدین ذمگی موصی کیا ہے۔

(۳) وصی کا ادعا ہو کہ یتیم نے دوسرے کا مال تلف کر دیا تھا میںنے ذاتی مال سے اوسکا ضمان ادا کیا ہی اور یتیم بعد بلوغ اس واقعہ سے منکر ہو۔

(۴) وصی کا ادعا ہو کہ میںنے یتیم کو اجازت تجارت دی تھی اسوجہ سے یتیم پر دیون ثابت ہو گئے جن کی ادائی میںنے ذاتی مال سے کی ہے۔

(۵) وصی کا ادعا ہو کہ میںنے اراضی یتیم کا خراج ادا کیا ہی درانحالیکہ بوقت ادعا یتیم کی کوئی اراضی قابل زراعت موجود نہو۔

(۶) وصی کا ادعا ہو کہ یتیم کے غلام گریختہ کی تلاش کر کے لانیوالیکو میںنے اپنے ذاتی مال سے انعام دیا تھا۔

(۷) وصی کا ادعا ہو کہ قاضی نے یتیم کے محرم کے نفقہ دئے جانیکا حکم دیا تھا میںنے ذاتی مال سے اوسکا نفقہ ادا کیا ہے اور یتیم قاضی کے ایسے حکم دینے کا منکر ہو۔

(۸) وصی کا ادعا ہو کہ یتیم کے غلام نے جرم قتل کیا تھا میںنے ذاتی مال سے اوس غلام کا فدیہ ادا کیا ہے۔

(۹) وصی کا ادعا ہو کہ میںنے ذاتی مال یتیم کے غلاموں پر صرف کیا ہے۔

(۱۰) وصی کا ادعا ہو کہ مینے بحیثیت مضارب یتیم کے مال سے تجارت کی ہر اوسکے نفع مین مین شریک ہون۔

(۱۱) وصی کا ادعا ہو کہ جب یتیم کے پاس کچھ مال نہ تھا اوسوقت مینے اپنا مال یتیم پر صرف کیا ہے۔

(۱۲) وصی کا ادعا ہو کہ مینے یتیم کا فلان عورت سے نکاح کر دیا تھا اور اوسکا مہر مینے ذاتی مال سے ادا کیا تھا اور انحالیکہ بوقت ادعا وہ عورت زندہ موجود نہو۔

قاعدہ کلیہ اس بارہ مین یہ ہر کہ وصی کا ایسا قول بلا شہادت قبول نہو گا جو ایسے امر کی بابت ہو جو اوسکے فرائض مین داخل نہین ہے (درمختار)

وصی محتاج ہو تو حسب رواج اوسکو مال یتیم سے اپنی خوراک لینا جائز ہوتا ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہر **ومن کان فقیراً فلیاکل بالمعروف** یتیم کے کاروبار کیواسطے وصی کو اوسکی سواری پر سوار ہونا جائز ہوتا ہے (درمختار)

اگر یتیم خاندان اہل علم سے ہو تو وصی پر لازم ہوتا ہے کہ اوسکو قرآن مجید حدیث شریف اور علوم ادبیہ یعنی تفسیر صرف و نحو بلاغت و فصاحت کی تعلیم دلائے اور اس تعلیم کیواسطے خرچ کرے اور اگر یتیم اہل علم کے خاندان سے نہو تب بھی وصی پر لازم ہوتا ہے کہ اوسکو قرآن مجید کی اس قدر تعلیم دلائے جسقدر قرآن مجید کا علم حاصل کرنا بغرض ادائے نماز ہر مسلمان پر واجب ہے (درمختار)

باب تتمہ
مسائل متفرق کے بیان مین

اگر زید و بکر یہ گواہی دین کہ متوفی نے حامد و محمود کیواسطے ایک ہزار روپیہ کی وصیت کی ہے اور حامد و محمود گواہی دین کہ متوفی نے زید و بکر کیواسطے ایک ہزار روپیہ کی وصیت کی ہے تو شبہ تہمت کی وجہ سے دونون گواہیان باطل ہونگی علی ہذا اگر زید و بکر گواہی دین کہ متوفی نے حامد و محمود کیواسطے فلان غلام کی وصیت کی ہے اور حامد و محمود گواہی دین کہ متوفی نے زید و بکر کے واسطے ثلث مال کی وصیت کی ہے تب بھی دونون گواہیان باطل ہونگی کیونکہ غلام بھی ثلث مال مین داخل ہوگا اور چارون ثلث مال مین شریک ہون گے لیکن اگر زید و بکر گواہی دین کہ متوفی نے حامد و محمود کیواسطے فلان غلام کی وصیت کی ہے اور حامد و محمود گواہی دین کہ متوفی نے زید و بکر کیواسطے فلان باغ کی وصیت کی ہے تو چونکہ اس صورت مین ہر ایک کا موصی بہ متعین اور دوسرے کے موصی بہ سے متغایر ہے لہذا کسی پر شبہ تہمت نہوگا اور دونون گواہیان صحیح ہونگی (ہدایہ ج ۲ صـ ۳۷۵) فقط

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کتاب الفرائض

باب اول

پہلی فصل علم فرائض کی تعریف کے بیان مین

لفظ فرائض گو لفظ فریضہ کی جمع ہی لیکن اصطلاح مین علم تقسیم متروکہ کا نام مقرر کرلیا گیا ہی اسی وجہ سے اس علم کے جاننے والیکو بالحاق یاء نسبتی فرائضی کہتے ہین جیسے لفظ انصار لفظ ناصر کی جمع ہی لیکن اصطلاح مین اوس قبیلہ کا نام ہو گیا جو حسب روایت مورخین عرصہ دراز سے مدینہ منورہ مین بامید حصول شرف خدمت نبی آخر الزمان علیہ صلوۃ الرحمان مقیم تھا اور جس کو اللہ تعالی نے اپنے فضل عمیم سے اوس کی امید مین کامیاب فرمایا اور اپنے کلام پاک مین مہاجرین والانصار فرما کر اوس کی عزت افزائی فرمائی اور اوس بانصیب گروہ مین سے خصوصًا جدّی ومولائی وسیدی حضرت ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کو خاص شرف خدمت میزبانی سالار انبیا سید کونین صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وصحبہ اجمعین عطا فرما کر اونکو اور اونکی اولاد کو الی یوم القیام سرافراز فرمایا اور انشاء اللہ تعالی یہی اختصاص اونکا اور اونکی اولاد احفاد کا ذریعہ نجات

ہوگا الحمد للہ علی ذالک حمداً کثیراً اس گروہ بزرگ کے افراد اور انکی اولاد کو بالحاق یا نسبتی انصاری کہتے ہین ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء علم فرائض کی خصوصیت و اہمیت اس فرمان نبوی صلعم سے ظاہر ہوتی ہے تعلموا الفرائض وعلموھا الناس فانہا نصف العلم اس علم کو نصف العلم کے لقب سے ملقب فرمانیکے وجوہ و دلائل کثیر علماء کرام نے تحریر فرمائے ہین منجملہ اونکے اس مختصر مین اس دلیل کا لکھدینا کافی ہے کہ یہ علم متعلق با نتقال ملک ہے اور انتقال ملک دو طرح سے ہوتا ہے ایک باختیار مالک اوسکو انتقال اختیاری کہتے ہین دوسرے بلا اختیار مالک اوسکو انتقال اضطراری کہتے ہین اور یہ علم انتقال اضطراری سے متعلق ہے گویا انتقال ملک کی دو قسمون مین سے ایک قسم سے صرف یہی علم تعلق رکھتا ہے لہذا یہ نصف العلم ہوا۔

دوسری فصل ملک کی تعریف مین

اللہ تعالی نے منجملہ نعمائے بیحد کے ایک خاص نعمت سے فقط انسان کو مشرف و ممتاز فرمایا ہے اور وہ نعمت مالک ہوسکنے کی صفت ہے کہ یہ وصف بجز انسان کے کسی مخلوق کو عطا نہین ہوا بجز انسان کے کوئی مخلوق کسی چیز کی مالک نہین ہوسکتی چنانچہ اللہ تعالی نے ابو البشر حضرت آدم علیہ السلام کو خلیفۃ اللہ فی الارض بنا کر دنیا و مافیہا کا مالک مجازی بنا دیا ملک کے لغوی معنی قدرت کے ہین اسکے اصطلاحی تعریف مین محققین نے بھی خوب خوب موشگافیان کی ہین چنانچہ مسٹر ہالینڈ لکھتے ہین کہ ملک وہ کامل و غیر محدود اختیار ہے جو کسی شخص کو کسی چیز پر حاصل ہوتا ہے مسٹر آسٹن لکھتے ہین کہ ملک اوس حق کو کہتے ہین جو کسی معینہ شئے پر اس طرح حاصل ہو کہ اوسکے استعمال کرنیوالے کیواسطے بغیر معین طریق

استعمال کے لحاظ سے غیر مقید ہوا اور دیرپا ہونیکے لحاظ سے غیر محدود ہو مسٹر مجلس لکھتے ہیں
کہ سب سے بڑا حق جو کسی چیز پر قانونًا ممکن ہو جائداد مطلق کے نام سے موسوم ہے اس سے
یہ مراد ہے کہ جس شخص کو یہ حق حاصل ہو وہ اعلی اختیارات قبضہ بلا دخل غیرے اور اعلی
اختیارات استعمال و انتقال شئی مملوکہ کے متعلق رکھتا ہے لیکن فقہا نے نہایت
جامع مانع مختصر بعد تمام باین الفاظ فرمائی ہے۔ ملک سے مراد کسی شئے پر کسی شخص کی
ایسی قدرت تصرف ہے جس کی بنا پر نہ دنیا میں پاداش ہو نہ عقبی میں مواخذہ ہو

(جامع الرموز جلد ا صفحہ ۱۸۴)

تعریفات متذکرہ صدر سے معلوم ہو گیا کہ مالک کو اپنی ملک پر شرعًا و قانونًا
ہر قسم کے تصرف کا حق ہوتا ہے حتی کہ وہ اپنے حق ملکیت کو دوسرے پر منتقل بھی کر سکتا
ہے ذرائع انتقال بیع ہبہ صدقہ ہے ان ذرائع سے جو انتقال ہوتا ہے وہ اختیاری کہلاتا
ہے اور جو انتقال مالک کی وفات کیوجہ سے اوسکے ورثہ پر ہوتا ہے چونکہ اوسمین اختیار
مالک کو دخل نہین ہوتا اضطراری (غیر اختیاری) کہلاتا ہے کیونکہ کسی مالک کی یہ
خواہش کہ اوسکی ملک اوسکی وفات کے بعد اوسکے ورثہ پر منتقل نہو (بجز اس کے کہ
وہ وصیت کرے) پوری نہین ہوسکتی اور وصیت بھی فقط ثلث ⅓ ملک مین نافذ
ہوتی ہے جس کی وجہ یہ ہے کہ بوجہ مرض یا کسی اور حالت لاحقہ کی وجہ سے جب
انسان کو اپنی موت کا گمان غالب ہو جاتا ہے اوسوقت اوسکی ملک سے اوس کے
ورثہ کا حق متعلق ہو جاتا ہے اور وہ اپنی ملک مین تصرف کامل کرنے سے ممنوع ہو جاتا
ہے لیکن اللہ تعالی نے اپنے فضل عمیم سے اوس حالت مین بھی ثلث ⅓ ملک پر اختیار
تصرف عطا فرمایا ہے تاکہ وہ اوسکے ذریعہ سے اپنے اعمال کی تلافی مافات کر سکے

یعنی اگر وارث یہ چاہے کہ اوسکے مورث کی ملک اوسپر منتقل نہو تو اوسکی یہ خواہش پوری نہین ہو سکتی بلکہ مال مورث بقدر اوسکے حصہ کے اوسپر بلا اوسکے اختیار کے منتقل ہو جاتی ہے کیونکہ کوئی ملک ضائع یعنی ایسی حالت مین نہین رہ سکتی کہ اوسکا کوئی مالک نہو چنانچہ قاضی وارث کو حصہ متروکہ مورث لینے پر مجبور کریگا چنانچہ یہ شعر مشہور ہے

انچہ مفت است بدست ہم میرسد　　ور نستانی بستم میرسد

بابؔ دویم

پہلی فصل ترتیب مصارف متروکہ کے بیان مین

متروکہ میت سب سے پہلے اوسکی تجہیز و تکفین مین صرف کیا جائیگا تجہیز و تکفین اون جملہ مصارف پر حاوی ہے جو قیمت کفن و خوشبو و زمین قبر اجرت غسال و گورکن وغیرہ مین صرف ہوگا اوسکے بعد مابقی متروکہ میت کے ذمگی دیون مین صرف کیا جائیگا لیکن یہ یاد رہے کہ دین خاص یعنی ایسے دین کو جو کسی مخصوص شے متروکہ سے متعلق ہو (جیسے دین رہن شئے مرہونہ سے متعلق ہوتا ہے یا شئے مشتراۃ کا دین ثمن شے مشتراۃ سے متعلق ہوتا ہے) تجہیز و تکفین پر بھی مقدم ہوتا ہے کیونکہ وہ چیز جب تک اوسکا متعلقہ دین ادا نہو جائے داخل متروکہ نہین ہوتی۔ بعد ادائی دیون ذمگی میت مابقی متروکہ کا ثلث تعمیل وصیت مین صرف کیا جائیگا اگر کوئی وصیت ہو بعد تعمیل وصیت جو متروکہ باقی رہے وہ حسب احکام شرع شریف ورثا میت مین تقسیم کیا جائے گا۔

دوسری فصل تجہیز و تکفین کے بیان مین

کفن اچھے اور سفید کپڑے کا ہونا چاہیئے کیونکہ فرمایا نبی کریم صلعم نے اعلیکم بجودة
الکفن فان الموتے یتفاخرون بجودة الکفن پس فقہا کے نزدیک میت
اپنی زندگی مین جس حیثیت کا کپڑا پہنتا ہو اوسی حیثیت کا کفن ہونا چاہیئے اور مرد کے
کفن مین تین کپڑے ہونا چاہئین ایک قمیص بلا چاک و آستین گردن سے پیرون تک
دوسرا ازار سر سے پیرون تک تیسرا لفافہ سر سے پیرون تک لیکن بحالت مجبوری
دو کپڑون پر یعنی قمیص و لفافہ یا ازار و لفافہ پر اکتفا جائز ہے مگر تین کپڑون سے زیادتی
کرنا ناپسندیدہ ہے اور عورت کے کفن مین پانچ کپڑے ہونا چاہئین یعنی قمیص و ازار و
لفافہ کے علاوہ ایک خمار جو سر پر کسد یا جاتا ہے ایک سینہ بند جس سے اوسکے پستان
باندہ دئے جاتے ہین اور بحالت مجبوری تین کپڑون یعنی خمار ازار لفافہ پر اکتفا جائز ہے
مگر پانچ کپڑون سے زیادتی کرنا ناپسندیدہ ہے اگر میت نے متروکہ نہ چھوڑا ہو تو جس فرد پر
بصورت حیات اوسکا نفقہ واجب ہوتا اوسپر اوسکی تجہیز و تکفین واجب ہوگی لیکن
ابو یوسفؒ کے نزدیک اگر عورت میت ہو تو گو اوسنے متروکہ بھی چھوڑا ہو اوس کی تجہیز
و تکفین اوسکے زوج پر واجب ہوتی ہے ابو یوسفؒ کے قول پر فتوی بھی ہے۔

تیسری فصل اقسام دیون اور طریقہ ادائی کے بیان مین

دیون کی چند اقسام ہین ایک وہ جسکا بار کسی خاص چیز پر ہوتا ہے جیسا دین
رہن کا بار خاص شئے مرہونہ پر ہوتا ہے قبل ازین بیان ہو چکا ہے ایسے دین کو تجہیز

وتکفین پر بھی تقدم ہوتا ہی۔ دوسرا وہ جنکا میت نے بحالت تندرستی اقرار کیا ہو۔ تیسرا وہ جو
بذریعہ شہادت ثابت کیا جائے۔ دوسرا اور تیسرا دین مساوی المرتبہ ہوتا ہے۔ چوتھا وہ
جس کا میت نے بحالت مرض الموت اقرار کیا ہو چونکہ انسان بحالت مرض الموت فی الجملہ تصرفات سے ممنوع
ہوجاتا ہی لہذا اوسکا اقرار بھی جو ایسی حالت مین کیا جاتا ہی ضعیف ہوتا ہی اسیوجہ سے چوتھی قسم کے دین پر دوسری
اور تیسری قسم کے دین کو تقدم ہوتا ہے یعنی چوتھی قسم کے دین کا دائن دوسری اور
تیسری قسم کے دین کے دائنین کیساتھ سرشکن نہین پاسکتا بلکہ دوسری اور تیسری
قسم کے دیون کی ادائی کے بعد اگر متروکہ بچتا ہے تو وہ چوتھی قسم کے دین کی ادائی مین
صرف کیا جاتا ہے۔ پس اگر بعد اخراجات تجہیز وتکفین باقی متروکہ بقدر دیون ہوتا ہی
تو وہ کل ادائے دیون مین صرف کردیا جاتا ہے اور اگر باقی متروکہ مقدار دیون سے کم
ہوتا ہے، تو اولاً دیون قسم دویم وسویم مین صرف کیا جاتا ہے اور اگر اونکے ایفا کو بھی
ناکافی ہوتا ہے تو دائنین مین بطور سرشکن تقسیم کردیا جاتا ہے اور اگر دیون قسم دویم وسویم کی
ادائی کے بعد کچھ بچ جاتا ہی تو وہ دیون قسم چہارم کی ادائی مین صرف کیا جاتا ہے پس
اگر بچا ہوا متروکہ دیون قسم چہارم کی ادائی کیواسطے ناکافی ہوتا ہی تو وہ دائنان قسم چہارم
مین بطور سرشکن تقسیم کردیا جاتا ہے۔ تقسیم بطور سرشکن کا یہ قاعدہ ہی کہ اگر متروکہ نقد ہوتا ہے
تو فبہا ورنہ اوسکی قیمت کا اندازہ زر نقد مین کرلیا جاتا ہے اور جملہ دیون کا مجموعہ معلوم
کرلیا جاتا ہے اوسکے بعد تعداد متروکہ مین ہر دائن کے دین کی تعداد کو ضرب دیکر حاصل
ضرب کو مجموعہ دیون سے تقسیم کردیتے ہین خارج قسمت اوس دائن کا جس کے دین کو
متروکہ مین ضرب دیا تھا حصہ رسدی سرشکن ہوتا ہی مثلاً زید متوفی کے متروکہ کی مقدار
بعد وضع اخراجات تجہیز وتکفین بارہ سو[۱۲۰۰] روپیہ ہوا اور اوسکے ذمہ خالد کا چھ سو[۶۰۰] روپیہ اور

محمود کا نوسو روپیہ دین ہو تو دیون کا مجموعہ ۶۰۰+۹۰۰=۱۵۰۰ ہو تو چونکہ بارہ سو روپیہ کا متروکہ دیون ۱۵۰۰ کے ایفا کیواسطے ناکافی ہی اسلیئے خالد کے دین چھ سو کو بارہ سو متروکہ مین ضرب دیکر مجموعہ دیون پندرہ سو سے تقسیم کیا (۶۰۰×۱۲۰۰÷۱۵۰۰=۴۸۰) تو خارج قسمت ۴۸۰ ہوا پس یہی حصہ رسدی بطور سرشکن خالد کا ہوا۔ اسی طرح محمود کا حصہ رسدی بطور تقسیم سرشکن (۷۲۰) ہوا۔ اب دیکھیئے ۴۸۰ اور ۷۲۰ کا مجموعہ بارہ سو ہے اور جیسے چھ سو روپیہ کا ڈیوڑھا نوسو روپیہ ہی ویسا ہی ۴۸۰ کا ڈیوڑھا ۷۲۰ ہے اصطلاح علم حساب مین اس عمل کو اربعہ متناسبہ کہتے ہین دیون غیر متعلق بہ شئے خاص پر تجہیز و تکفین کے تقدم کی یہ وجہ ہی کہ تجہیز و تکفین میت کی ضرورت اصلی و ملبوس ہے اور مدیون کی ضرورت اصلی و ملبوس کو بحین حیات مدیون بھی ادائے دیون پر تقدم ہوتا ہے یعنی قاضی بغرض ادائے دین مدیون کی ضروریات اصلی و ملبوس مدیون سے جبراً نہین لے سکتا ہی قاعدہ قانونی بھی ہی ملاحظہ ہو دفعہ ۳۰۲ ضابطہ دیوانی سرکار عالی۔

چوتھی فصل تعمیل وصیت کے بیان مین

بعد ادائی دیون جس قدر متروکہ باقی رہے اوسکا ایک ثلث تعمیل وصیت مین صرف کیا جائیگا عام ازینکہ وصیت کسی خاص شئے متروکہ سے متعلق ہو مثلاً میت نے وصیت کی ہو کہ میرا فلان باغ زید کو دیا جائے یا وصیت مطلق ہو مثلاً میت نے وصیت کی ہو کہ زید کو ایکہزار روپیہ دیا جائے پس اگر باغ کی قیمت یا ایکہزار کی مقدار مابقی متروکہ کے ثلث کی برابر یا ثلث سے کم ہی تو سالم باغ یا پورے ایکہزار روپیہ زید موصی لہ کو دیئے جائینگے ورنہ باغ یا ایکہزار روپیہ

ہین سے زیدموصی لہ کو اوسقدر دیا جائیگا جتنا مابقی متروکہ کے ثلث کی برابر ہوگا شیخ الاسلام خواہرزادہ کے نزدیک وصیت قسم اوّل یعنی اوس وصیت کو جو کسی خاص شئے متروکہ سے متعلق ہو تقسیم ورثہ پر تقدم ہوتا ہی لیکن وصیت مطلق کو تقدم نہین ہوتا بلکہ وصیت مطلق کا موصی لہ ورثہ کے ساتھ حصہ پانیکا مستحق ہوتا ہی یعنی موصی لہ بمنزلہ وارث مستحق ثلث متروکہ تصور کیا جاتا ہی اور دیگر ورثہ کیساتھ تقسیم متروکہ مین شریک کیا جاتا ہے حسب عمل نبی کریم صلعم مروی از حضرت علی کرم اللہ وجہہ دین کو وصیت پر تقدم ہی کیونکہ حضرت علیؓ نے فرمایا ہے کہ مینے دیکھا ہی کہ نبی کریم صلعم نے متروکہ کے صرف کرنے مین ادا دیون سے ابتدا فرمائی ہے اور وجہ فقہی یہ ہی کہ ادا دین فرض ہے اور وصیت تبرع ہی اور فرض کا تبرع پر تقدم ظاہر ہے رہا یہ امر کہ آیۃ شریف من بعد وصیۃ یوصی بہا او دین مین لفظ وصیت پہلے بیان ہوا ہی اسمین یہ نکتہ ہے کہ سرعت الی الخیرات محبوب الٰہی ہی لہذا اوسکے بیان مین بھی سرعت فرمائی گئی اگر بعد وفات موصی متروکہ مین خود بخود زیادتی ہو جائے مثلاً متروکہ باغ ہو اور وہ قبل از تعمیل وصیت بار آور ہو جائے یا خود بخود متروکہ مین کمی ہو جائے مثلاً متروکہ باغ ہو اور وہ قبل از تعمیل وصیت خشک ہو جائے تو تعمیل وصیت زیادہ شدہ یا کم شدہ متروکہ کے ثلث سے کیجائیگی۔

پانچوین فصل اقسام ورثہ اور اونکی ترتیب کے بیان مین

یہ یاد رکھنے کی بات ہے کہ اس فن مین جسقدر رشتے بیان کیے جاتے ہین وہ سب میت کے رشتے ہوتے ہین بعد اخراجات تجہیز و تکفین و ادا دیون و تعمیل وصیت جسقدر متروکہ باقی رہتا ہی وہ ورثہ میت مین حسب ترتیب ذیل تقسیم کیا جاتا ہے۔

(۱) اولاً ذوی الفروض کو اونکے فروض دئے جاتے ہین۔

(۲) ذوی الفروض کے فروض دینے کے بعد اگر کچھ بچتا ہے اور میت کے عصبات نسبی موجود ہوتے ہین تو وہ بچا ہوا متروکہ کل اونکو دیدیا جاتا ہے۔

(۳) اور اگر عصبات نسبی موجود نہین ہوتے اور عصبات سببی موجود ہوتے ہین تو وہ بچا ہوا متروکہ کل اونکو یا اونکے عصبات نسبی کو دیدیا جاتا ہے۔

(۴) اور اگر عصبات سببی بھی موجود نہین ہوتے تو وہ بچا ہوا متروکہ بطور رد کے پھر ذوی الفروض کو موافق اونکے فروض کے دیدیا جاتا ہے۔

(۵) اگر میت کے ذوی الفروض و عصبات نسبی و عصبات سببی اور اونکے عصبات نسبی مین سے کوئی بھی نہین ہوتا تو بعد اخراجات تجہیز و تکفین و ادائے دیون و تعمیل وصیت مابقی کل متروکہ میت کے ذوی الارحام کو دیدیا جاتا ہے۔

(۶) اگر ذوی الارحام بھی موجود نہین ہوتے تو کل مابقی متروکہ میت کے مولی الموالاۃ کو دیدیا جاتا ہے۔

(۷) اگر مولی الموالاۃ بھی نہین ہوتا تو کل متروکہ میت کے مقر لہ بالنسب علی الغیر کو دیدیا جاتا ہے۔

(۸) اگر کوئی مقر لہ بالنسب علی الغیر بھی موجود نہو تو کل متروکہ موصی لہ بجمیع المال کو دیدیا جاتا ہے۔

(۹) اگر موصی لہ بجمیع المال بھی نہو تو کل متروکہ بیت المال مین داخل کردیا جاتا ہے

چھٹی فصل امور مانع وراثت کے بیان مین

امور ذیل مین سے کسی امر کی موجودگی مین شخص مستحق وراثت حصہ وراثت نہین پا سکتا اسلئے امور ذیل کو موانعات وراثت کہتے ہین۔

(۱) پہلا امر مانع وراثت وارث کا غلام باندی ہونا ہی کیونکہ غلام باندی کسی ذریعہ سے کسی چیز کا مالک نہین ہوسکتا بلکہ اوسکی ہر چیز کا مالک اوسکا آقا ہوتا ہے پس اگر غلام باندی مستحق وراثت قرار دئے جائین تو نتیجہ یہ ہوگا کہ اونکے حصہ کے مالک اونکے آقا ہوجائینگے اور اس طرح میت کا متروکہ شخص اجنبی کو پہنچ جائیگا جو بالکل باطل اور خلاف اصول ہی۔ یہ امر کہ وہ غلام باندی جن کی غلامی ناقص ہوتی ہی جیسے مکاتب و مدبر و ام ولد ہوتے ہین وراثت پانیکے مستحق ہوتے ہین یا نہین امام صاحب اور صاحبین میں مختلف فیہ ہی امام صاحب کے نزدیک ایسی غلام باندی حق وراثت پانیکے مستحق نہیں ہوتے اور صاحبین کے نزدیک ایسے غلام باندی وراثت پانیکے مستحق ہوتے ہین وجہ اختلاف یہ ہی کہ امام صاحب کے نزدیک ایسے غلام باندی بمنزلہ غلام باندی کے ہوتے ہیں اور صاحبین کے ... وہ بمنزلہ آزاد کے ہوتے ہیں۔

(۲) دوسرا امر مانع وراثت مورث کا قتل عمد یا شبہ عمد یا قتل خطا ہی یعنی ایسا قتل جس کی سزا قصاص یا کفارہ ہی کیونکہ فرمایا نبی کریم صلعم نے القاتل لا یرث من المقتول۔

(۳) تیسرا امر مانع وراثت اختلاف دین ہی یعنی وارث کے دین کا مورث کے دین سے مختلف ہونا ہی پس کافر مسلم کی اور مسلم کافر کی وراثت نہین پا سکتا کیونکہ فرمایا نبی کریم صلعم نے لا یتوارث اھل ملتین شتے یعنی مختلف الادیان اشخاص ایک

دوسرے کے وارث نہین ہوتے۔

(۴) چوتھا امر مانع وراثت اختلاف دار ہی عام ازینکہ اختلاف دار حقیقی ہو خواہ اختلاف دار حکمی ہو۔ مثلاً کافر حربی اور کافر ذمی مین حقیقی اختلاف دار ہوتا ہے کیونکہ کافر حربی باشندہ دار الحرب ہوتا ہے اور کافر ذمی باشندہ دار الاسلام ہوتا ہی علی ہذا دو مختلف دار الحرب کے باشندونمین حقیقی اختلاف دار ہوتا ہی اور کافر مستامن و کافر ذمی مین حکمی اختلاف دار ہوتا ہے کیونکہ کافر مستامن درحقیقت باشندہ دار الحرب ہوتا ہے چند روزہ قیام دار الاسلام کیواسطے اہل اسلام سے اجازت حاصل کرلیتا ہی جسکی بناپر اوس کی جان اور مال محفوظ ہوجاتے ہین اور کافر ذمی درحقیقت باشندہ دار الاسلام ہوتا ہے۔

ممنوع الوراثت شخص جس طرح خود وارث نہین ہوسکتا اسی طرح دوسرے ورثہ کا حاجب بحجب حرمان وحجب نقصان بھی نہین ہوسکتا کیونکہ وہ مثل مردہ کے کالعدم متصور ہوتا ہی بخلاف محروم الوراثت کے کہ وہ اپنے حق مین مردہ کی مانند ہوتا ہی اور دوسرونکے مقابلہ مین زندونکی مانند ہوتا ہے لہذا وہ دوسرے ورثہ کا حاجب بحجب حرمان وحجب نقصان ہوتا ہے۔

باب سویم

پہلی فصل ذوی الفروض کی تعریف اور اونکی تعداد کے بیان مین

لفظ فروض جمع ہی لفظ فرض کی فرض کے معنی لغوی قدر و اندازہ حصہ کے ہین
پس جن ورثہ کے حصص کا اندازہ بروئے قرآن مجید یا فرمان نبی کریم صلعم یا بروئے اجماع مقرر
و معین ہی اونکو ذوی الفروض کہتے ہین اور وہ بارہ ورثہ ہین جن مین چار مرد اور آٹھ عورتین ہین
چونکہ ذوی الفروض کے حصص معینہ ہین لہذا تقسیم متروکہ مین سب ورثہ سے پہلے ان کو
انکے حصص دئے جاتے ہین انکے حصص دینے کے بعد اگر متروکہ باقی بچ جاتا ہے تو وہ عصبات
کو دیا جاتا ہی کیونکہ فرمایا نبی کریم صلعم نے الحقوا الفرائض باہلہم فما ابقتہ
فلاولی الرجل من العصبات) ذوی الفروض حسب ذیل ورثہ ہین۔

باپ۔ دادا۔ اخیافی بھائی یعنی جس کی اور میت کی مان ایک ہو اور باپ علیحدہ
ہون۔ زوج۔ زوجہ۔ بیٹی۔ پوتی۔ حقیقی بہن۔ علاتی بہن یعنی جسکا اور میت کا باپ ایک ہو
اور مان علیحدہ ہون۔ اخیافی بہن۔ مان۔ جدہ صحیحہ۔ ان مین سے زوج اور زوجہ ذوی
الفروض سببی کہلاتے ہین اور باقی دسون ذوی الفروض نسبی کہلاتے ہین۔

دوسری فصل فرداً فرداً ہر ایک ذی الفرض کے حصے کے بیان مین

پہلا مرد ذوی الفروض مین باپ ہے اوس کے تین احوال ہین (۱) اگر اوس کے ساتھ

میت کا بیٹا یا کسی درجہ کا پوتا ہوتا ہے تو وہ سدس متروکہ پاتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے
ولابویہ لکل واحد منہما السدس مما ترک ان کان لہ ولد اور باقی ماندہ پانچ سدس
بیٹا یا پوتا جو موجود ہوتا ہے وہ پاتا ہے کیونکہ عصبات میں سب سے اولیٰ بیٹا ہوتا ہے۔

(۲) اگر اوسکے ساتھ میت کی بیٹی یا کسی درجہ کی پوتی ہوتی ہے تو اوس کا
اور دیگر ذوی الفروض کا حصہ دینے کے بعد جس قدر متروکہ بچتا ہے اوسمین سے بقدر
سدس متروکہ تو بحیثیت ذی الفرض ہونیکے اپنا فرض پاتا ہے اور مابقی بحیثیت عصبہ
ہونیکے پاتا ہے کیونکہ بعدم موجودگی فرزند باپ اولی رجل من العصبات ہوتا ہے۔

(۳) اگر اوسکے ساتھ میت کا بیٹا بیٹی یا کسی درجہ کا پوتا پوتی نہین ہوتا تو
اگر دیگر ذوی الفروض مین سے کوئی ہوتا ہے تو اوسکا فرض دینے کے بعد جس قدر متروکہ
بچتا ہے وہ کل و اگر دیگر ذوی الفروض مین سے کوئی نہین ہوتا تو کل متروکہ بحیثیت عصبہ
ہونیکے پاتا ہے۔

دوسرا مرد ذوی الفرض میت کا جد صحیح یعنی دادا ہے اوسکے بھی وہی مین احوال
ہین جو باپ کے بیان ہو چکے ہین لیکن چار صورتون مین باپ اور دادا مین فرق ہوتا ہے

(۱) یہ کہ باپ کے ساتھ باپ کی مان وارث نہین ہوتی مگر دادا کے ساتھ باپ کی
مان وارث ہوتی ہے۔

(۲) یہ کہ باپ کے ساتھ اگر مان اور احد الزوجین ہوتے ہین تو مان حصہ احد الزوجین
دینے کے بعد جو کچھ بچتا ہے اوسکا ثلث پاتی ہے اور اگر دادا کی ساتھ مان اور احد الزوجین
ہوتے ہین تو مان کل متروکہ کا ثلث پاتی ہے۔

(۳) یہ کہ باپ کے ساتھ حقیقی اور علاتی بھائی محروم ہوتے ہین مگر دادا کیساتھ

محروم نہین ہوتے۔

(۴) یہ کہ دادا باپ کے ساتھ محروم ہوتا ہے

تیسرا امر وذی الفرض اخیافی بھائی ہے اوسکے بھی تین احوال ہوتے ہین

(۱) اگر ایک ہوتا ہی تو سدس ⅙ متروکہ پاتا ہے۔

(۲) اگر ایک سے زیادہ ہوتے ہین تو وہ سب جتنے بھی ہون ثلث ⅓ متروکہ پاتے ہین جسکو وہ باہم بالتساوی تقسیم کر لیتے ہین۔

(۳) باپ اور دادا کی ساتھ خواہ دادا کتنے ہی اونچے درجہ کا ہو اور نیز بیٹے اور پوتے کیساتھ خواہ پوتا کتنے ہی نیچے درجہ کا ہو محروم ہوتے ہین۔ یہان ایک امر یاد رکھنے کی قابل لائق ذکر ہے کہ اخیافی بھائی بہن باہم مساوی حصہ کے مستحق ہوتے ہین یہ لوگ للذکر مثل حظ الانثیین سے مستثنی ہین یعنی مرد کا حصہ عورت کے حصہ سے دو چند نہین ہوتا کیونکہ ایک جگہ قرآن مجید مین اللہ تعالی نے فرمایا وان کان رجل یورث کلالۃً اوامرأۃ ولہ اخ او اخت فلکل واحد منہما السدس فان کانوا اکثر من ذلک فہو شرکاء فی الثلث اور دوسری جگہ فرمایا یفتیکم فی الکلالۃ ان امرؤ ہلک لیس ولد ولہ اخت (الآیۃ) اور فرمایا نبی کریم صلعم نے الکلالۃ من لیس لہ ولد ولا والد کلالہ کے لغوی معنی تھک جانے اور قوت جاتے رہنے کے ہین چونکہ بصورت عدم موجودگی پسر و پدر بھائیونکی قرابت ضعیف باقی رہجاتی ہی اسلئے ایسی قرابت کو بھی مجازاً کلالہ کہتے ہین واللہ اعلم بالصواب۔

چوتھا امر وذی الفرض زوج ہی اوسکے دو احوال ہین۔

(۱) اگر اوسکے ساتھ میت کا بیٹا بیٹی یا کسی درجہ کا پوتا پوتی ہوتے ہین تو وہ ¼

ربع متروکہ پاتا ہے۔

(۲) اور اگر اوسکے ساتھ میت کا بیٹا بیٹی یا کسی درجہ کا پوتا پوتی نہین ہوتے تو وہ نصف متروکہ پاتا ہے۔

چونکہ شرعاً ایک مرد کو ایک وقت مین چار زوجات کرنا جائز ہے اسلئے اگر میت کی زوجات ایک سے زیادہ ہوتی ہین تو وہ سب ایک فرض یعنی ثمن یا ربع متروکہ کو بالتساوی تقسیم کر لیتی ہین۔ پہلی عورت ذی الفرض زوجہ ہے اوسکے دو احوال ہین۔

(۱) اگر اوسکے ساتھ میت کا بیٹا بیٹی یا کسی درجہ کا پوتا پوتی ہوتے ہین تو وہ ثمن ⅛ متروکہ پاتی ہے۔

(۲) اگر اوسکے ساتھ میت کا بیٹا بیٹی یا کسی درجہ کا پوتا پوتی نہین ہوتا تو وہ ¼ ربع متروکہ پاتی ہے۔

دوسری عورت ذی الفرض بیٹی ہی اوسکے تین احوال ہین۔

(۱) اگر ایک ہو تو نصف ½ متروکہ پاتی ہے۔

(۲) اگر ایک سے زیادہ ہون تو وہ سب ملکر جتنی بھی ہون ثلثین ⅔ متروکہ پاتی ہین اور اوسکو باہم بالتساوی تقسیم کر لیتی ہین۔

(۳) اگر اوسکے ساتھ میت کا بیٹا ہوتا ہے تو وہ بھی اوسکی وجہ سے عصبہ ہو جاتی ہی اور اس حالت مین وہ عصبہ بالغیر کہلاتی ہی اور حسب فرمان الہی (یوصیکم اللّٰہ فی اولادکم للذکر مثل حظ الانثیین) ایک بیٹی ایک بیٹے کے حصہ سے نصف حصہ پاتی ہے اس فرمان الہی مین بیٹی کا حصہ معینہ بیان نہونا اس امر کی دلیل ہے کہ بیٹی بھی بیٹے کیساتھ عصبہ ہو جاتی ہے۔

تیسری عورت ذی الفرض پوتی ہے اوسکے چھ احوال ہین۔

(۱) ایک ہو تو نصف ۱/۲ متروکہ پاتی ہے۔

(۲) ایک سے زیادہ ہون تو سب ملکر ثلثین ۲/۳ متروکہ پاتی ہین۔

(۳) اور اپنے ہمدرجہ یا اپنے سے نیچے کے درجہ کے پوتے کیساتھ عصبہ بالغیر ہوجاتی ہے اور جس قدر ایک پوتا حصہ پاتا ہے اوس سے نصف ۱/۲ حصہ پوتی پاتی ہے۔

(۴) اگر پوتی کے ساتھ میت کی ایک بیٹی ہوتی ہے تو پوتی خواہ ایک ہو یا زیادہ ہون سدس ۱/۶ متروکہ پاتی ہین۔

(۵) اگر پوتی کے ساتھ میت کی ایک سے زیادہ بیٹیان ہوتی ہین تو پوتی محروم ہوجاتی ہے۔

(۶) اگر پوتی کے ساتھ میت کا بیٹا یا اوس سے اوپر کے درجہ کا پوتا ہوتا ہے تو پوتی محروم ہوجاتی ہے۔

چوتھی عورت ذی الفرض حقیقی بہن ہوتی ہے جسکو اصطلاح مین عینی بہن کہتے ہین اوسکے پانچ احوال ہین۔

(۱) اگر ایک ہو تو ۱/۲ نصف متروکہ پاتی ہے۔

(۲) ایک سے زیادہ ہون تو سب ملکر ثلثین ۲/۳ متروکہ پاتی ہین کیونکہ فرمایا اللہ تعالی نے (فان کانتا اثنتین فلهما الثلثان)

(۳) اگر اوسکے ساتھ حقیقی بھائی ہوتا ہے تو وہ بھائی کے ساتھ عصبہ بالغیر ہوجاتی ہے اور جس قدر حصہ ایک بھائی پاتا ہے اوس سے نصف حصہ ایک بہن پاتی ہے کیونکہ فرمایا اللہ تعالی نے (وان کانوا اخوۃ رجالا ونساء فللذکر مثل حظ الانثیین)

اس فرمان مین بہن کے حصہ معینہ کا ذکر نہونا اوسکے عصبہ بالغیر ہوجانیکی دلیل ہے۔

(۴) اگر اوسکے ساتھ بیٹی یا کسی درجہ کی پوتی ہوتی ہے تو وہ عصبہ مع الغیر ہوجاتی ہے یعنی بیٹی یا پوتی کا فرض دینے کے بعد جو کچھ بچتا ہے وہ حقیقی بہن پاتی ہے کیونکہ فرمایا نبی کریم صلعم نے (اجعلوا الاخوات مع البنات عصبتہ)

(۵) اگر اوسکے ساتھ میت کا بیٹا یا کسی درجہ کا پوتا ہوتا ہے یا اوسکے ساتھ میت کا باپ یا کسی درجہ کا دادا ہوتا ہے تو وہ محروم ہوجاتی ہے۔

پانچوین عورت ذی الفرض علاتی بہن ہے اوسکے سات احوال ہین۔

(۱) اگر ایک ہو تو نصف ½ متروکہ پاتی ہے۔

(۲) ایک سے زیادہ ہون تو وہ سب ملکر تلثین ⅔ متروکہ پاتی ہین جسکو وہ باہم علی التساوی تقسیم کرلیتی ہین۔

(۳) اگر اوسکے ساتھ علاتی بھائی ہوتا ہے تو وہ اسکے ساتھ عصبہ بالغیر ہوجاتی ہے اور جس قدر حصہ ایک علاتی بھائی پاتا ہے اوس سے نصف حصہ ایک علاتی بہن پاتی ہے

(۴) اگر اوسکے ساتھ میت کی بیٹی ہوتی ہے تو وہ عصبہ مع الغیر ہوجاتی ہے یعنی بیٹی کا فرض دینے کے بعد جو کچھ بچتا ہے اوسکو وہ پاتی ہے۔

(۵) اگر اوسکے ساتھ ایک ایسی حقیقی بہن ہوتی ہے جو عصبہ نہوگئی ہو تو وہ سدس ⅙ متروکہ پاتی ہے۔

(۶) اگر اوسکے ساتھ ایک سے زیادہ ایسی حقیقی بہنین ہوتی ہین جو عصبہ نہوگئی ہون تو وہ محروم ہوجاتی ہے۔

(۷) اگر اوسکے ساتھ میت کا بیٹا یا کسی درجہ کا پوتا ہوتا ہے یا میت کا باپ

یا کسی درجہ کا دادا ہوتا ہے یا میت کا حقیقی بھائی یا ایسی حقیقی بہن ہوتی ہے جو عصبہ ہو گئی ہو تو بھی وہ محروم ہو جاتی ہے۔

چھٹی عورت ذی الفرض اخیافی بہن ہے اوسکے وہی تین احوال ہین جو اخیافی بھائی کے بیان ہو چکے ہین کیونکہ اخیافی بھائی بہن اصول (للذکر مثل حظ الانثیین) سے مستثنے ہین۔

ساتوین عورت ذی الفرض مان ہے اوسکے تین احوال ہین۔

(۱) اگر اوسکے ساتھ میت کا بیٹا بیٹی یا کسی درجہ کا پوتا پوتی یا کسی قسم کے دو یا زیادہ بھائی بہن ہوتے ہین تو وہ سدس ۱/۶ متروکہ پاتی ہے کیونکہ فرمایا اللہ تعالی نے (ولابویه لکل واحد منهما السدس مما ترک ان کان له ولد) دوسری جگہ فرماتا ہے فان کان له اخوة فلامه السدس۔

(۲) اگر اوسکے ساتھ میت کا بیٹا بیٹی یا کسی درجہ کا پوتا پوتی یا کسی قسم کے دو بھائی بہن نہین ہوتے تو وہ ثلث ۱/۳ متروکہ پاتی ہے کیونکہ فرمایا اللہ تعالی نے (فان لم یکن له ولد وورثه ابواه فلامه الثلث فان کان له اخوة فلامه السدس)۔

(۳) اگر اوسکے ساتھ میت کا باپ اور احد الزوجین ہوتے ہین تو احد الزوجین کا فرض دینے کے بعد جو کچھ بچتا ہے اوس مابقی کا ثلث ۱/۳ پاتی ہے۔

آٹھوین عورت ذی الفرض جدہ صحیحہ ہے عام ازینکہ وہ مان کی طرف کی ہو یا باپ کی طرف کی ہو اوسکے تین احوال ہین۔

(۱) خواہ وہ ایک ہو یا ایک سے زیادہ ہون سدس ۱/۶ متروکہ پاتی ہین۔ ایک سے زیادہ ہونیکی صورت مین اوس سدس متروکہ کو باہم مساوی تقسیم کر لیتی ہین۔

(۲) اگر اوسکے ساتھ میت کی مان ہوتی ہے تو وہ خواہ مان کی طرف کی ہو خواہ باپ کی طرف کی ہو محروم ہو جاتی ہے۔

(۳) اگر اوسکے ساتھ میت کا باپ ہوتا ہے تو اگر جدہ صحیحہ باپ کی طرف کی ہوتی ہے تو محروم ہو جاتی ہے اور اگر اوسکے ساتھ میت کا دادا ہوتا ہے تو جملہ جدات صحیحہ جو باپ کی طرف کی ہوتی ہین بجز باپ کی مان کے محروم ہو جاتی ہین مگر باپ کی مان محروم نہین ہوتی۔

اس مقام پر یہ امر قابل غور اور یاد رکھنے کے ہے کہ جد صحیح اور جدہ صحیحہ کے مفہوم مین اور دادا دادی کے مفہوم مین بہت فرق ہے یعنی جد صحیح اور جدہ صحیحہ کا اصلی ترجمہ دادا دادی نہین ہے کیونکہ مان کی مان جدہ صحیحہ کے مفہوم مین داخل ہے حالانکہ اردو زبان مین اوسکو دادی نہین کہتے بلکہ نانی کہتے ہین پس یاد رکھنا چاہیئے کہ فن فرائض مین باپ کے باپ اور اوسکے باپ کو جہانتک سلسلہ جاری رہے جب تک درمیان مین عورت کا واسطہ نہ آئے جد صحیح کہتے ہین اور اردو زبان مین دادا پڑدادا کڑدادا وغیرہ کہتے ہین اور جب عورت کا واسطہ آجاتا ہے تو اوس جد کو اور اوسکے اوپر کے اجداد کو جد فاسد کہتے ہین اور اردو زبان مین اونکو نانا پڑنانا سکڑنانا وغیرہ کہتے ہین اور اسیطرح فن فرائض مین مان کی مان اور اوسکی مان کو جہانتک سلسلہ جاری رہے اور اون کے درمیان مرد کا واسطہ نہ آئے سب جدات صحیحہ کہلاتی ہین مگر اردو مین اونکو نانی پڑنانی وغیرہ کہتے ہین علی ہذا باپ کے باپ کی مان کو جہانتک سلسلہ باپ کے باپ کا جاری رہے جب تک جد فاسدہ کا واسطہ نہ آئے جدات صحیحہ کہلاتی ہین اور جہان جد فاسد کا واسطہ آجاتا ہے وہان سے جدات فاسدہ کہلاتی ہین ہم تسہیل تقسیم کے واسطے ذیل میں ایک جدول دیتے ہیں

جسکے دیکھنے سے یہ امر ذہن نشین ہو سکیگا کہ اجداد و جدات مین سے کون اجداد صحیح
اور جدات صحیحہ ہوتے ہین اور کون اجداد فاسد اور جدات فاسدہ ہوتی ہین۔

باپ جد ص — مان جدہ ص — باپ جد ف — مان جدہ ص — باپ جد ف — مان جدہ ف — باپ جد ف — مان جدہ ص — باپ جد ف — مان جدہ ف — باپ جد ف — مان جدہ ف — باپ جد ف — مان جدہ ف — باپ جد ف — مان جدہ ص

باپ جد ص — مان جدہ ص — باپ جد ف — مان جدہ ص — باپ جد ف — مان جدہ ف — باپ جد ف — مان جدہ ص

باپ جد ص — مان جدہ ص — باپ جد ف — مان جدہ ص

باپ — مان

زید

باب چہارم
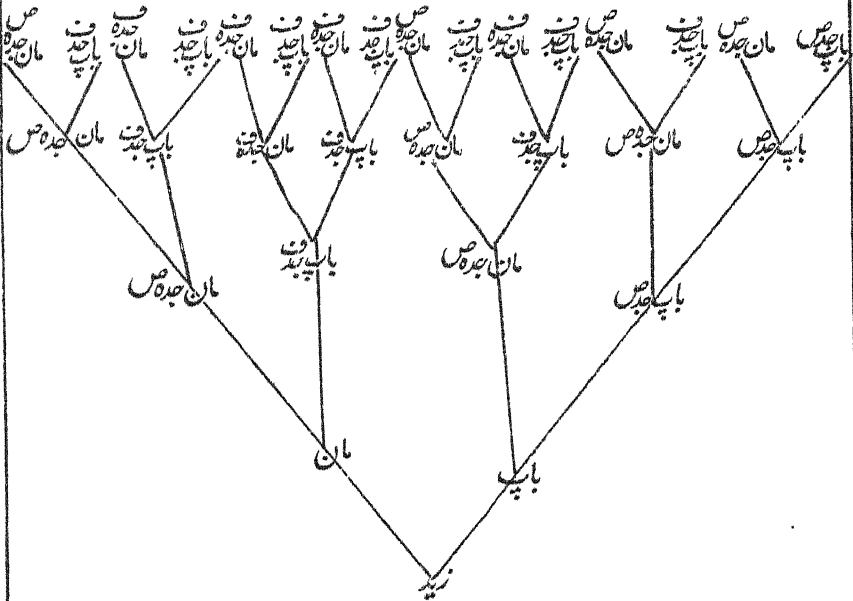
پہلی فصل عصبہ کی تعریف اور اقسام کے بیانمین

لفظ عصبہ بعض اہل لغت کے نزدیک اسم جنس ہے اوسکا اطلاق واحد و جمع مذکر و مؤنث پر
یکسان ہوتاہے اور بعض اہل لغت کے نزدیک عصبہ جمع ہے عاصب کی جیسے طلبہ جمع ہے
طالب کی اور عصبات جمع الجمع ہے عصبہ کے لغوی معنی قرابت پدری کے ہین اور نیز احاطہ کے

چونکہ قرابتداران پدری بھی ہر شخص کو احاطہ کئے ہوئے ہوتے ہین اسلئے قرابتداران پدری کو بھی عصبات کہنے لگے اسی طرح چونکہ پٹھے جسم انسانی کو احاطہ کئے ہوئے ہوتے ہین اسلئے پٹھونکو بھی عصبات کہتے ہین اور اصطلاح شرعی مین عصبہ اوس وارث کو کہتے ہین جو خود بھی مرد ہو اور اوسکے اور میت کے درمیان جتنے واسطے ہون سب مرد ہون اور وہ ذی الفرض نہو اسیکو عصبہ بنفسہ کہتے ہین اسکے علاوہ اور تین قسم کے عصبات ہوتے ہین۔

(۱) عصبہ بالغیر اوس عورت ذی الفرض کو کہتے ہین جو اپنے ہمدرجہ یا اپنے سے نیچے درجے کے عصبہ بنفسہ کے ساتھ عصبہ ہوجاتی ہے اور وہ صرف چار عورتین ہین بیٹی بیٹے کیساتھ اور پوتی اپنے ہمدرجہ یا اپنے سے نیچے درجے کے پوتے کے ساتھ اور حقیقی بہن حقیقی بھائی کیساتھ اور علاتی بہن علاتی بھائی کے ساتھ عصبہ بالغیر ہوجاتی ہے پس جو عورت ذی الفرض نہو گو اوسکا بھائی عصبہ بنفسہ ہو بھائی کے ساتھ عصبہ بالغیر نہین ہوجاتی مثلاً پھوپی کا بھائی یعنی چچا یا بھتیجی کا بھائی یعنی بھتیجا گو عصبہ بنفسہ ہوتے ہین مگر چونکہ پھوپی اور بھتیجی خود ذات الفرض نہین ہوتین اسلئے وہ چچا یا بھتیجے کیساتھ عصبہ بالغیر نہین ہوتین۔

(۲) عصبہ مع الغیر اوس ذی الفرض عورت کو کہتے ہین جو کسی دوسری ذی الفرض عورت کے ساتھ خود عصبہ ہوجاتی ہے اور وہ دوسری عورت علی حالہا ذی الفرض رہتی ہے مثلاً حقیقی اور علاتی بہن بیٹی یا پوتی کے ساتھ خود عصبہ ہوجاتی ہے اور بیٹی یا پوتی علی حالہا ذی الفرض رہتی ہے چنانچہ فرمایا نبی کریم صلعم نے اجعلوا الاخوات مع البنات عصبۃ بنات کے لفظ مین پوتی بھی داخل ہے۔

[illegible] تقدم قوت قرابت ہے یعنی اصل
[illegible] ہے کہ جس کی میت سے [illegible]
قوی قرابت ہو وہ مقدم ہوتا [illegible] سے اولی ہوتا ہے پس [illegible]
[illegible] اوسکی قرابت بہ نسبت اوس عصبہ
کے جس کی اکہری یعنی ایک ذریعہ سے قرابت ہوتی ہے قرابت قوی ہوتی ہے مثلاً
حقیقی بھائی بہن چونکہ بذریعہ پدر اور بذریعہ مادر دوہری قرابت ہوتی ہے اور علاتی
بھائی بہن چونکہ فقط بذریعہ پدر اکہری قرابت ہوتی ہے اسلئے حقیقی بھائی کی قرابت
بہ نسبت علاتی بھائی کی قرابت کے قوی ہوتی ہے لہذا حقیقی بھائی کو بہ نسبت علاتی
بھائی کے اولیت و تقدم ہوتا ہے چنانچہ فرمایا نبی کریم صلعم نے ان اعیان
بنی الاب والام یتوارثون دون بنی العلات اسی اصول قوت قرابت پر دوسری
قرابت والی عورتیں جب وہ عصبہ بالغیر یا عصبہ مع الغیر ہو جاتی ہین اکہری قرابت والے
مردوں پر مقدم ہو جاتی ہین مثلاً حقیقی بہن کو جب حقیقی بھائی کیساتھ عصبہ بالغیر ہو جاتی ہے
یا کہ بیٹی یا پوتی کیساتھ عصبہ مع الغیر ہو جاتی ہے علاتی بھائی پر تقدم و اولویت
حاصل ہو جاتی ہے نیز اسی اصول قوت قرابت کی بنا پر صنف اول کو صنف دوم پر
یعنی میت کے فرع کو اصل پر تقدم حاصل ہوتا ہے ورنہ فرع اور اصل دونون کو میت سے
بلا واسطہ قرابت ہوتی ہے اس لحاظ سے تو دونون مساوی المرتبہ ہوتے ہین لیکن چونکہ
ہر شئے کا قرب اتصال اوسکی فرع سے بہ نسبت قرب اتصال اصل کے ظاہر ہوتا ہے
اسلئے قرب فرع بہ نسبت قرب اصل حکماً قوی ہوتا ہے اسی وجہ سے ہر شئے کی فرع اوسکے
تابع ہوتی ہے نہ کہ اصل مثلاً اشجار کہ زمین کی فرع ہوتے ہین زمین کے تابع ہوتے ہین

اور زمین کہ اشجار کی اصل ہوتی ہی اشجار کے تابع نہین ہوتی چنانچہ زمین کی بیع مین اشجار تبعًا بیع ہوجاتے ہین اور اشجار کی بیع مین زمین تبعًا بیع نہین ہوتی اس لئے بیٹے کو بحیثیت عصبہ ہونیکے باپ پر تقدم ہوتا ہی رہا پوتا پڑپوتا وغیرہ وہ لفظ ابن مین داخل ہوتے ہین چنانچہ اللہ تعالی ہم لوگون کو کہ حضرت آدمؑ کے صدہا درجہ نیچے کے پوتے ہین یا بنی آدم کے لفظ سے عزت خطاب عطا فرماتا ہی علی ہذا لفظ اب مین دادا پڑدادا وغیرہ داخل ہوتے ہین چنانچہ اللہ تعالی نے حضرت آدمؑ و حضرت حواؑ کیواسطے ہمارے نسبت ابویکم کا لفظ استعمال فرمایا ہے اور صنف دوئم کو صنف سوئم پر اور صنف سوئم کو صنف چہارم پر بلحاظ قرب قرابت تقدم و اولویت حاصل ہوتی ہی اور اسی اصول پر ہر صنف کے اقرب کو اوس صنف کے دوسرے افراد پر تقدم و اولویت حاصل ہوتی ہے مثلاً صنف اول مین بیٹے کو پوتے پر اور پوتے کو پڑپوتے پر وقس علی ہذا اور صنف دوئم مین باپ کو دادا پر دادا کو پڑدادا پر وقس علی ہذا اور صنف سوئم مین بھائی کو بھائی کے بیٹے پر اور بھائی کے بیٹے کو بھائی کے پوتے پر وقس علی ہذا اور صنف چہارم مین چچا کو چچا کے بیٹے پر اور چچا کے بیٹے کو چچا کے پوتے پر وقس علی ہذا پس جب میت کے مختلف الاصناف عصبات موجود ہوتے ہین تو کل متروکہ اوس عصبہ کو دیا جاتا ہے جس کو باعتبار قرب قرابت اور باعتبار قوت قرابت اولویت حاصل ہوتی ہی مثلاً میت نے بیٹا اور بھائی اور چچا چھوڑے ہون تو کل متروکہ بیٹے کو دیا جائیگا اور بھائی اور چچا دونون محروم ہوجائینگے اور جب میت کے متحد الصنف متعدد عصبات موجود ہوتے ہین لیکن اونمین سے بعض کی قرابت بہ نسبت بعض کے قوی ہوتی ہی تو کل متروکہ قوی القرابت عصبہ کو دیا جاتا ہے اور دوسرے محروم ہوجاتے ہین مثلاً میت کے حقیقی بھائی اور علاتی بھائی موجود ہون تو کل متروکہ حقیقی بھائی کو

دیا جائیگا اور علاتی بھائی محروم ہوجائیگا۔ اور جب میت کے متحد الصنف مساوی القرب والقوت متعدد عصبات موجود ہوتے ہین تو متروکہ اون سب کو بحصص مساوی تقسیم کر دیا جاتا ہے مثلاً میت کے چار بیٹے موجود ہون تو متروکہ چار مساوی حصون مین تقسیم کر کے ہر ایک کو ایک حصہ دیا جائیگا۔ اور اگر متعدد عصبات متحد الصنف مساوی القرب والقوت مین بعض مرد اور بعض عورتین ہون تو ہر ایک مرد کو بمنزلہ دو عورتونکے تصور کر کے جملہ عصبات کی تعداد کے موافق حصص مین متروکہ کو تقسیم کرتے ہین اور ہر ایک مرد کو دو حصے اور ہر ایک عورت کو ایک حصہ دیا جاتا ہی مثلاً میت کے تین بیٹے اور دو بیٹیان موجود ہون تو تین بیٹون کو بمنزلہ چھ بیٹیون کے تصور کر کے متروکہ کو آٹھ حصون مین تقسیم کیا جائیگا اور ہر ایک بیٹے کو دو حصے اور ہر ایک بیٹی کو ایک حصہ دیا جائیگا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے (یوصیکم اللہ فی اولادکم للذکر مثل حظ الانثیین) اور اگر میت کے ذوی الفروض اور عصبات دونون موجود ہوتے ہین تو اول ذوی الفروض کے حصص معینہ اونکو دیدئے جاتے ہین اور مابقی متروکہ عصبات کو بلحاظ اصول متذکرہ صدر دیدیا جاتا ہے۔

تیسری فصل عصبہ سببی کے وارث ہونیکے بیان مین

عصبہ سببی یعنی مولی العتاقہ کو غلام آزاد کردہ شدہ سے گو قرابت نسبی نہین ہوتی مگر اوسکو آزاد کر دینے کی وجہ سے آزاد کرنیوالا آقا اوسکا وارث ہوتا ہی اسی وجہ سے وہ عصبہ سببی کہلاتا ہے وجہ ارث یہ ہی کہ غلامی انسان سے مالک بن سکنے کی صفت کو (جو انسان کو دیگر مخلوقات سے ممیز کرتی ہے اور درحقیقت جو زندگی انسانی ہے) سلب کر دیتی ہی اور آزاد ہوجانے سے صفت مذکور اوسمین پیدا ہوجاتی ہے تو گویا

[illegible] ولاء [illegible] غلام [illegible]

[illegible] آزاد [illegible]

اور اقربا پدری کی [illegible] سبب ہوتا ہے اسی طرح آزاد کیا ہوا غلام آزاد کرنیوالے کی آقا [illegible]

[illegible] چنانچہ فرمایا نبی کریم صلعم نے [illegible]

[illegible] اور اوسکے اقربا کا ارث [illegible]

ہوتا ہے ایسے ہی بربنا اعتاق آقا معتق اور اوسکے عصبات کا ارث ثابت ہوتا ہے

اسی وجہ سے بصورت عدم وجودگی مولی العتاقہ اوسکا حق ولا اوسکے عصبات نسبی کو

منتقل ہوتا ہے اور اگر نہیں ہے تو ذوی الفروض [illegible] آزاد کنندہ [illegible] غلام کا متروکہ دیا جاتا ہے

لیکن عورتین [illegible] بنفسہ عصبہ نہین ہین اسلئے اونکو حق ولا بربنا عصوبت معتق حاصل

نہین ہوتا ہان اونکے آزاد کئے ہوئے غلام کا اور اونکے آزاد کئے ہوئے غلام کے آزاد

کئے ہوئے غلام کا حق ولا حاصل ہوتا ہے چنانچہ فرمایا نبی کریم صلعم نے لیس للنساء من

الولاء الا ما اعتقن او اعتق من اعتقن او کاتبن او کاتب من کاتبن او دبرن

[illegible] قیام ولاء عتاقہ کا سبب چونکہ اعتاق ہے

لہذا آقا معتق کو ہر ایک غلام پر جسکو اوسنے آزاد کیا ہو حق ولا حاصل ہوتا ہے خواہ اوسنے

اوس غلام کو اللہ کیواسطے آزاد کیا ہو خواہ بتون کے نام پر آزاد کیا ہو خواہ وہ غلام

آقا کے ذی رحم محرم ہونیکی وجہ سے بحکم شرع آزاد ہو گیا ہو کیونکہ فرمان نبی کریم صلعم

الولاء لمن اعتق علی سبیل الاطلاق ہے جو ان سب صورتون پر حاوی ہے بربناء وجوہ

متذکرہ صدر ہم احناف کے نزدیک باتباع قول حضرت علی کرم اللہ وجہہ و زید بن ثابت رض

ذوی الفروض کے حصص معینہ دینے کے بعد جو متروکہ بچتا ہے وہ بصورت عدم موجودگی

(۲) یہ کہ فرمان نبی کریم صلعم مین وراثت سے مقصود عصوبت ہے چنانچہ معتق سے یہ فرمایا کہ تو اوسکا عصبہ ہوگیا یہ نہین فرمایا کہ تو اوسکا وارث ہوگا۔

(۳) یہ کہ جب مولی العتاقہ حسب فرمان نبوی صلعم عصبہ ہوتا ہے تو لابد اوس کا درجہ ذوی الارحام سے مقدم ہوا۔ اور یہ بھی لازم ہوا کہ اوسکی موجودگی مین ذوی الفروض پر رد بھی نہو سکے۔

باب پنجم

رد علی ذوی الفروض کے بیان مین

اگر میت کے عصبات نسبی وسببی مین سے کوئی نہو تو ہم احناف کے نزدیک حسب قول علی کرم اللہ وجہہ وعامہ صحابہ رضی اللہ عنہم مابقی متروکہ جو ذوی الفروض کے حصص معینہ دینے کے بعد بچتا ہے پھر ذوی الفروض نسبی کو بحساب اون کے حصص معینہ کے دیدیا جاتا ہے کیونکہ جب اونکے اصلی حصص مین قرب قوت قرابت کا اعتبار نہین فرمایا گیا تو مابقی متروکہ دینے مین بھی اونکا اعتبار کرنا ضرور نہین ہے بلکہ جس حکمت بالغہ پر اللہ تعالی نے اونکے اصلی حصص کا تعین فرمایا ہے اوسیکا اتباع اس مابقی متروکہ کے دینے مین بھی کرنا لازم ہے اسی مابقی متروکہ کے دینے کو رد علی ذوی الفروض کہتے ہین لیکن ذوی الفروض سببی یعنی زوجین پر رد نہین ہوتا لیکن امام مالک اور امام شافعی کے نزدیک حسب قول زید بن ثابت رض بصورت عدم موجودگی عصبات مابقی متروکہ ذوی الفروض پر رد نہین کیا جاتا بلکہ بیت المال مین داخل کر دیا جاتا ہے۔ امام مالک اور امام شافعی کے دلائل یہ ہین۔

(۱) کہ جب اللہ تعالی نے بذریعہ احکام صریح حصص ذوی الفروض کا تعین فرمادیا ہے تو اون کو اون حصص معینہ سے زیادہ دینا حدود اللہ سے تجاوز کرنا ہے اور من یعص اللہ ورسولہ ویتعد حدودہ یدخلہ نارًا خالدًا فیھا وله عذاب مھین کے وعید کا مصداق بنتا ہے۔

(۲) یہ کہ وہ مابقی متروکہ مثل متروکہ میت لاوارث ہوتا ہے لہذا جس طرح میت لاوارث کا متروکہ بیت المال مین داخل ہونیکے قابل ہوتا ہے اسی طرح یہ مابقی متروکہ بھی بیت المال مین داخل ہونیکے قابل ہوتا ہے جنکے جواب مین ہم احناف کے دلائل یہ ہین کہ۔

(۱) آیۃ شریف سورۃ احزاب اولوا الارحام بعضھم اولی ببعض فی کتاب اللہ سے بعض قرابتدارونکا بعض قرابتدارونکی میراث مین اولی ہونا ثابت ہوتا ہی اور یہ آیۃ شریف بربنا صلہ رحم کل متروکہ کے استحقاق پر دلالت کرتی ہی اور آیت مواریث سے ہر ایک وارث کے حصہ کا تعین ثابت ہوتا ہے اور ہر دو آیات شریف پر عمل کرنا واجب ہے پس وہ اسطرح ہو سکتا ہے کہ ذوی الفروض کو اونکے حصص معینہ آیۃ شریف مواریث کی تعمیل مین دئے جائین اور بصورت عدم موجودگی عصبات مابقی متروکہ اونہین کو بہ تعمیل آیۃ شریف سورہ احزاب دیدیا جائے اسیواسطے ذوی الفروض سببی یعنی زوجین پر رد نہین ہوتا کیونکہ وہ ذی رحم میت نہین ہوتے۔

(۲) یہ کہ سعدؓ سے روایت ہے کہ میری سخت بیماری کیوقت نبی کریم صلعم عیادۃً رونق افروز ہوئے تھے تو مینے عرض کیا یا نبی اللہ میرے صرف ایک بیٹی ہی اور مال میرے پاس بہت ہے کیا مین کل مال کی وصیت کردون ارشاد ہوا کہ نہین پھر مینے عرض کیا کہ نصف مال کی وصیت کردون ارشاد ہوا کہ نہین پھر مینے عرض کیا کہ ثلث مال کی وصیت کردون ارشاد ہوا

کہ ثلث مال بہتر ہے اور بہت ہے اس روایت سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ سعدؓ نے یہ اعتقاد کیا تھا کہ بیٹی کل متروکہ کی وارث ہوگی اور نبی کریم صلعم نے اس اعتقاد سے منع نہین فرمایا دوسرے یہ کہ سعدؓ کو جن کی ہونیوالی وارث فقط ایک بیٹی تھی ثلث مال کی وصیت کی اجازت عطا فرمائی یہ اس امر کی دلیل ہی کہ بیٹی نصف متروکہ سے زیادہ پاسکتی ہے ورنہ نبی کریم صلعم نصف مال کی وصیت کرنیسے منع نفرماتے اور بیٹی نصف متر کہ سے زیادہ بجز رد کے اور کسی طرح سے پا نہین سکتی۔

(۳) یہ کہ عمرو بن شعیبؓ کی روایت سے ثابت ہے کہ نبی کریم صلعم نے ملاعنہ کو اوسکے بیٹے کے کل متروکہ کا وارث قرار دیا ہے پس مان بجز رد کے اور کسی طرح سے اپنے حصہ معینہ سے زیادہ پا نہین سکتی علی ہذا حدیث شریف تحرز المرأة میراث لقیطها وعتیقها والابن الذی لوعنت به سے بھی یہ ثابت ہے کہ ملاعنہ اپنے اوس بیٹے کا کل متروکہ پاتی ہے جسکی وجہ سے اوسپر لعان ہوا اور مان بجز رد کے اور کسی طرح کل متروکہ پا نہین سکتی۔

باب ششم

ذوی الارحام کی تعریف اور اونکے وارث ہونیکے بیان مین

ذو رحم کے لغوی معنی قرابتدار کے ہین اور اصطلاح شرعی مین اوس قرابتدار کو جو ذی الفرض اور عصبہ نہو ذی رحم کہتے ہین۔ اکثر اجل صحابہؓ جیسے عمر فاروقؓ وعلی مرتضیؓ وعبیدہؓ بن الجراح امین الامت وعبداللہ بن مسعودؓ ومعاذ بن جبل وابی درداء اور اجل تابعینؒ جیسے علقمہؒ وابراہیمؒ وشریحؒ وحسن بن سیرینؒ وعطاؒ ومجاہدؒ ہین اور بروایت مشہور

ابن عباسؓ ذوی الارحام کے وارث ہونیکے قائل ہین اور یہی مذہب علماء ثلاثہ احنافؒ اور زفرؒ کا ہے اور صحابہؓ مین سے زید بن ثابتؓ اور بروایت شاذہ ابن عباسؓ اور تابعین مین سے سعید بن مسیبؓ وسعید بن جبیرؓ ذوی الارحام کے وارث ہونیکے قائل ہین انکے نزدیک بصورت عدم موجودگی ذوی الفروض اور عصبات کے متروکہ بیت المال مین داخل کردیا جاتا ہے اور یہی مذہب امام مالکؒ اور امام شافعیؒ کا ہے۔ ان اصحاب کے دلائل حسب ذیل ہین۔

(۱) یہ کہ اللہ تعالی نے آیات مواریث مین حصص ذوی الفروض وعصبات بیان فرمائے اور ذوی الارحام کیلیئے کچھ ارشاد نہین فرمایا اگر اونکا بھی کچھ حق ہوتا تو ان آیات مین اللہ تعالی ضرور بیان فرمادیتا کیونکہ معاذ اللہ منہا اللہ تعالی بھولنے والا نہین ہے۔

(۲) یہ کہ نبی کریم صلعم سے جب پھوپی اور خالہ کی میراث کے متعلق دریافت کیا گیا تو ارشاد ہوا کہ جبریلؑ نے خبر دی ہے کہ اونکے واسطے میراث مین کچھ نہین ہے۔

دلائل احنافؒ حسب ذیل ہین۔

(۱) یہ کہ آیت شریف واولوا الارحام بعضھم اولی ببعض فی کتاب اللہ کے ذریعہ سے وہ توارث جو بربناء موالاۃ مواخات مہاجرینؓ وانصارؓ مین جاری ہو گیا تھا منسوخ فرمایا گیا ہے اور قبل نزول اس آیۃ کے جو میراث مولی الموالاۃ کو ملتی تھی وہ ذوی الارحام کیواسطے مقرر ہو گئی اور مولی الموالاۃ کا درجہ ذوی الارحام سے موخر ہو گیا پھر یہ کہ اللہ تعالی اس آیۃ شریف مین جملہ اولوا الارحام کی (جن مین ذوی الفروض وعصبات بھی داخل ہین) میراث کا حکم فرمایا ہے لہذا اس آیۃ شریف سے جملہ اہل قرابت کی میراث ثابت ہو گی اور آیات شریف مواریث مین بعض اہل قرابت کے حصص کی

تفصیل بیان فرمائی گئی اس سے یہ لازم نہین آتا کہ وہ کل مستحقین میراث کی تفصیل ہے یا یہ کہ جنکا ذکر آیات شریف مواریث مین نہین ہے وہ مستحق میراث نہین ہین۔

(۲) یہ کہ حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے کہ فرمایا نبی کریم صلعم نے الخال وارث من لا وارث لہ۔

(۳) یہ کہ روایت ثابت ابن الدحداحؓ کی وفات کے بعد نبی کریم صلعم نے قیس بن عاصم سے دریافت فرمایا کہ تم مین سے کوئی ثابت بن الدحداح کے کسی رشتہ دار کو جانتا ہے عرض کیا کہ یا نبی اللہ وہ مسافر تھے ہم اونکے کسی رشتہ دار کو نہین جانتے مگر ابو لبابہؓ بن عبد المنذر اونکی بہن کا بیٹا ہے تب نبی کریم صلعم نے ثابت بن الدحداحؓ کی میراث اونکے بھانجے ابو لبابہؓ بن عبد المنذر کو عطا فرمائی ان دونون روایتون مین اس طرح توفیق ہو سکتی ہے کہ روایات مستدلہ امام مالکؒ و شافعیؒ کے حکم کا زمانہ قبل نزول آیۃ شریف صدر کا ہے دوسرے اس طرح ہو سکتی ہے کہ پھوپی اور خالہ کے وارث نہونے سے یہ مقصود ہے کہ بموجودگی ذوی الفروض و عصبات وارث نہین ہوتین۔

باب ہفتم

مولی الموالاۃ کی تعریف اور اوسکے وارث ہونیکے بیان مین

اگر میت کے ذوی الارحام بھی نہون تو اوسکے کل متروکہ کا مستحق اوسکا مولی الموالاۃ ہوتا ہے اور اگر احد الزوجین اور مولی الموالاۃ ہون تو احد الزوجین کا حصہ معینہ دینے کے بعد ما بقی کل متروکہ کا مستحق مولی الموالاۃ ہوگا۔

دو شخصوں مین موالاۃ قائم ہو سکی یہ صورت ہوتی ہے کہ ایک مجہول النسب شخص دوسرے مجہول النسب یا معلوم النسب شخص سے یہ ایجاب کرے کہ تو میرا مولی ہے مین مرجاؤن تو تو میرا وارث ہے اور مجھسے کوئی جرم سرزد ہو تو اوسکا تاوان تجھپر واجب ہے اور دوسرا شخص ایجاب مذکور کو قبول کرے تو اون دونون مین موالاۃ قائم ہو جاتی ہے اور حسب قول حضرت عمرؓ و حضرت علی کرم اللہ وجہہ و عبد اللہ بن مسعودؓ جنکے متبع علماء ثلاثہ احنافؒ ہین۔ قبول کرنے والا شخص اگر معلوم النسب ہوتا ہے تو وہ مجہول النسب کی وراثت کا مستحق اور اوسکے جرم کے تاوان کا ذمہ دار ہو جاتا ہے اور اگر فریقین مجہول النسب ہوتے ہین تو ہر ایک دوسرے کی وراثت کا مستحق اور تاوان جرم کا ذمہ دار ہو جاتا ہے۔ اور ہر مجہول النسب کو قبل ازانکہ اوسکے مولی نے اوسکے جرم کا تاوان ادا کیا ہو اپنے ایجاب سے رجوع کرنیکا اختیار ہوتا ہے لیکن بعد ازانکہ اوسکے مولی نے اوسکے جرم کا تاوان ادا کر دیا ہو رجوع کا اختیار نہین رہتا۔ لیکن زید بن ثابتؓ اور شعبیؒ کے نزدیک عقد موالاۃ سے مولی الموالاۃ کو استحقاق وراثت پیدا نہین ہوتا اونکے نزدیک بجز ولاء عتاقہ کے کوئی اور ولاء موجب وراثت نہین ہوتی امام شافعیؒ انھین کے متبع ہین۔

باب ہشتم

مقر لہ بالنسب علی الغیر کی تعریف اور اوسکے وارث ہونیکے بیان مین

مقر لہ بالنسب علی الغیر ایسے شخص مجہول النسب کو کہتے ہین جس کی نسبت کسی شخص معلوم النسب نے

ایسا اقرار کیا جس سے اوس مجہول النسب کا نسب سواء مقر کے کسی اور شخص سے ثابت ہوتا ہو اور مقر سے ایسا رشتہ قرابت ثابت ہوتا ہو جو مستحق وراثت ہو سکے اور ایسے اقرار کو اقرار بالنسب علی الغیر کہتے ہین۔ ایسے اقرار سے بشرائط ذیل مقرلہ کو مقر کی وراثت کا حق حاصل ہو جاتا ہے کیونکہ مقر بذریعہ اس اقرار کے دو امور کا اقرار کرتا ہے ایک یہ کہ مقرلہ کا نسب شخص غیر سے ثابت ہے دوسرا یہ کہ مقرلہ اوسکا ایسا قرابتدار ہے جو مستحق وراثت ہو سکتا ہے اقرار اول الذکر علی الغیر ہونیکی وجہ سے ناقابل التفات و باطل ہوتا ہے اور اقرار دوم چونکہ متعلق بمتروکہ مقر ہوتا ہے لہذا وہ بصورت عدم موجودگی دوسرے مستحقین وراثت کے احناف کے نزدیک قابل نفاذ ہوتا ہے پس احناف کے نزدیک جبکہ مقر کا کوئی مولی الموالاۃ بھی نہو تو مقرلہ بالنسب علی الغیر اوسکے کل متروکہ کا مستحق ہوتا ہے لیکن امام شافعیؒ کے نزدیک ایسا اقرار موجب وراثت نہین ہوتا۔ شرائط متذکرہ صدر یہ ہین۔

(۱) کہ اقرار ایسا ہو جس کی بنا پر مقرلہ مقر کی وراثت کا مستحق ہو سکے۔

(۲) یہ کہ اوس شخص غیر نے اقرار مقر کی تصدیق نکی ہو کیونکہ اوس شخص غیر کے تصدیق اقرار مقر کرنیسے مقرلہ کا نسب بربناء تصدیق اوس شخص غیر سے ثابت ہو جائیگا اور بربناء ثبوت نسب مقرلہ کی قرابت مقر سے ثابت ہو جائیگی نہ کہ بربناء اقرار۔

(۳) یہ کہ مقر ایسے اقرار پر تا دم مرگ قائم رہا ہو مثلاً زید معلوم النسب بکر مجہول النسب کی نسبت اقرار کرے کہ وہ میرا بھائی ہے تو اس اقرار سے بکر کا نسب پدر زید سے ثابت ہوتا ہے لیکن چونکہ زید کے اس اقرار کا اثر شخص غیر یعنی پدر زید پر ہوتا ہے لہذا وہ بمقابلہ پدر زید باطل ہوگا دوسرا اثر زید پر ہوتا ہے کہ بکر زید کا بھائی یعنی قرابتدار مستحق وراثت متصور ہوتا ہے تو بلحاظ اس اثر کے اگر زید کے مرنے کے بعد زید کا کوئی وارث

مستحق وراثت نہو تو بمقابلہ متروکہ زید قابل نفاذ ہوتا ہے اور اس صورت مین بکر برِبنا،
اقرار مذکور زید کے کل متروکہ کا مستحق ہو جاتا ہے۔ لیکن اگر پدر زید نے زید کے اقرار مذکور
کی تصدیق کی ہو تو بکر کا نسب پدر زید سے برِبنا، تصدیق ثابت ہو جائیگا اور بکر برِبنا،
تصدیق پدر زید نہ برِبنا، اقرار زید زید کا بھائی اور مستحق متروکہ زید ہوگا۔

بابِ نہم

موصی لہ بجمیع مال کے کل متروکہ موصی کے مستحق ہونیکی صورت کے بیان مین

اگر میت نے اپنے کل مال کی کسی شخص کے حق مین وصیت کی ہو اور میت کا کوئی
مقرلہ بالنسب علی الغیر بھی نہو تو ہم احناف کے نزدیک ایسا موصی لہ میت کے کل متروکہ کا مستحق
ہوتا ہے کیونکہ ثلث مال سے زیادہ کی وصیت کی ممانعت کا سبب حق ورثہ ہے پس
جب ورثہ موجود نہون تو بسبب عدم موجودگی مانع کامل وصیت کی تعمیل پورے متروکہ
موصی سے ہونا چاہیئے لیکن امام شافعیؒ کے نزدیک ایسا موصی لہ باوصف عدم موجودگی
ورثہ بھی ثلث متروکہ سے زیادہ کا مستحق نہین ہوتا۔

باب دہم

اس بیان مین کہ متروکہ میت کب بیت المال مین داخل ہوگا

اگر میت کا کوئی موصی لہ بجمیع مال بھی نہو تب احناف کے نزدیک بھی اوسکا متروکہ بیت المال مین داخل کیا جائیگا کیونکہ ایسی میت کا متروکہ مال لاوارث ہوتا ہے لہذا اوسکے مستحق جمیع مسلمین ہوتے ہین اور بیت المال جمیع مسلمین کا خزانہ ہوتا ہے۔

تنبیہ

یہانتک توگانہ مستحقین وراثت یعنی ذوی الفروض۔ عصبات نسبی عصبات سببی ردعلی ذوی الفروض۔ ذوی الارحام۔ مولی الموالاۃ۔ مقرلہ بالنسب علی الغیر موصی لہ بجمیع مال بیت المال کے متعلقہ احکام اور بجز ذوی الارحام کے سب کے حصص کی تفصیل بیان کی گئی ہے مولی الموالاۃ مقرلہ بالنسب علی الغیر موصی لہ بجمیع مال بیت المال کے استحقاق کی صورت مین تقسیم متروکہ کی ضرورت بھی واقع نہین ہوتی البتہ ذوی الفروض عصبات نسبی وسببی ردعلی ذوی الفروض ذوی الارحام کے حصص تقسیم کرنے مین اوران اقسام کے متعدد ورثہ ہونیکی صورت مین ہر ایک وارث کا حصہ معلوم کرنے مین عملی قواعد کی ضرورت ہوتی ہے لہذا اب ہم قواعد تقسیم متروکہ لکھنے کیطرف متوجہ ہوتے ہین۔

باب یازدہم

پہلی فصل حجب کی تعریف و اقسام کے بیان میں

یہ امر بیان ہو چکا ہے کہ بعض ذی الفرض کا حصہ دوسرے ذی الفرض یا عصبہ کے موجود ہونیسے کم ہو جاتا ہے جیسے پوتی کا حصہ بیٹی کے موجود ہونیسے بجائے نصف کے سدس رہجاتا ہے اور بعض ذی الفرض دوسرے ذی الفرض یا عصبہ کے موجود ہونیسے اپنے حصہ سے محروم ہو جاتے ہین جیسے پوتی بیٹے یا اپنے سے اوپر کے درجے کے پوتے کے موجود ہونیسے اپنے حصہ سے محروم ہو جاتی ہے اس بارہ حصہ کے کم ہو جانے یا حصہ سے محروم ہو جانیکو حجب کہتے ہین کیونکہ حجب کے معنی باز داشتن کے ہین پھر یہ کہ حصہ کے کم ہو جانیکو حجب نقصان اور حصہ سے محروم ہو جانیکو حجب حرمان کہتے ہین اور جس ذی الفرض یا عصبہ کے موجود ہونیسے دوسرے کے حصہ مین کمی یا حرمان واقع ہوتا ہے اوسکو حاجب اور جس کے حصہ مین کمی یا حرمان واقع ہوتا ہے اوسکو محجوب کہتے ہین۔

حجب حرمان کے خواہ وہ ذی الفرض کے بارہ مین یا عصبہ کے حق مین ہو دو اصول ہین۔

(۱) یہ کہ جو وارث دوسرے وارث کے ذریعہ سے میت سے واسطہ رکھتا ہو وہ اوسکی موجودگی مین محروم ہو جاتا ہے جیسے دادا کا چونکہ باپ کے ذریعہ سے میت سے واسطہ ہوتا ہے لہذا باپ کی موجودگی مین دادا محروم ہو جاتا ہے لیکن اس اصول سے اخیافی بھائی بہن مستثنے ہین کیونکہ اونکا باوصفیکہ ماں کے ذریعہ سے میت سے واسطہ ہوتا ہے تاہم

ماں کی موجودگی مین محروم نہین ہوتے بلکہ ماں کی موجودگی مین بھی اپنا حصہ پاتے ہین

(۳) اصول حجب حرمان یہ ہے کہ ایک نوعیت کے ورثہ مین دور کا وارث قریب کے وارث کی موجودگی مین محروم ہوجاتا ہے جیسے تیسری پشت کا پوتا دوسری پشت کے پوتے کی موجودگی مین محروم ہوجاتا ہے ذوی الفروض حجب نقصان وحجب حرمان دونون سے محجوب ہوتے ہین لیکن عصبات کا چونکہ حصہ معین نہین اسلئے وہ صرف حجب حرمان سے محجوب ہوتے ہین۔

حجب نقصان فقط پانچ ذوی الفروض کے حصہ مین ہوتا ہے۔

(۱) زوج کا حصہ اولاد میت کی موجودگی مین نصف سے ربع ہوجاتا ہے۔

(۲) زوجہ کا حصہ اولاد میت کی موجودگی مین ربع سے ثمن ⅛ ہوجاتا ہے۔

(۳) ماں کا حصہ میت کی اولاد یا کسی قسم کے دو بھائی بہنون کی موجودگی مین ثلث سے سدس ⅙ رہجاتا ہے۔

(۴) پوتی کا حصہ بیٹی کی موجودگی مین نصف سے سدس ⅙ رہجاتا ہے۔

(۵) علاتی بہن کا حصہ حقیقی بہن کی موجودگی مین نصف سے سدس ⅙ رہجاتا ہے

محجوب بحجب حرمان گو خود حصہ نہین پاتا مگر دوسرے ورثہ کے حق مین حاجب نقصان و حاجب حرمان ہوتا ہے مثلاً دو بھائی بہن باپ کی موجودگی مین گو خود محجوب بحجب حرمان ہوتے ہین تاہم ماں کے حصہ مین حاجب نقصان ہوتے ہین یعنی اونکی موجودگی کیوجہ سے ماں کا حصہ ثلث سے سدس رہجاتا ہے وجہ یہ ہے کہ محجوب بحجب حرمان مین اہلیت وارث ہونیکی ہوتی ہے مگر بوجہ موجودگی حاجب محروم ہوجاتا ہے۔ اسلئے وہ اپنے حق مین کالمعدوم ہوتا ہے اور دوسرون کے حق مین کالموجود ہوتا ہے۔ بخلاف ممنوع الارث کے

کہ وہ بہرحال کالمیت ہوتا ہی نہ خود حصہ پاتا ہے نہ دوسرونکا حاجب ہوتا ہے۔

دوسری فصل مسئلہ کی تعریف اور اوسکے بنانیکے قواعد کے بیان مین

اصطلاح فن فرائض مین اوس چھوٹے سے چھوٹے عدد کو جس سے کل ورثہ میت کے حصص بلا کسر نکل سکین مسئلہ کہتے ہین۔ ذوی الفروض کے حصص معینہ دو قسم کے ہوتے ہین۔

(۱) نصف ½، ربع ¼، ثمن ⅛۔

(۲) ثلثین ⅔، ثلث ⅓، سدس ⅙۔ پس اگر چاہے حصص پانیوالے ورثہ بھی موجود ہون تو مسئلہ ۲۴ ہوگا کیونکہ اوسکا نصف ۱۲ اور ربع ۶ اور ثمن ۳ اور ثلثین ۱۶ اور ثلث ۸ اور سدس ۴ ہوتا ہے پس معلوم ہوا کہ ذوی الفروض کا اصل مسئلہ کبھی ۲۴ سے زائد نہین ہوسکتا۔ اور اگر صرف قسم اول کے حصص پانیوالے ورثہ ہون اور وہ ایک ہی نوع کے ہون تو ورثہ کی تعداد مسئلہ کا عدد ہوگا اور اگر مختلف انواع کے ورثہ ہون تو مسئلہ ۲ یا ۴ یا ۸ ہوگا۔

علیٰ ہذا اگر قسم دویم کے ورثہ ہون اور وہ ایک ہی نوع کے ہون تو ورثہ کی تعداد مسئلہ کا عدد ہوگا اور اگر مختلف انواع کے ورثہ ہون تو مسئلہ ۶ یا ۳ ہوگا اور اگر ورثہ دونون قسم کے ہون تو اگر قسم اول کے نصف متروکہ پانیوالے کیساتھ قسم ددیم کا کوئی سا حصہ پانیوالا ہوگا۔ تو مسئلہ ۶ ہوگا اور اگر قسم اوّل کے ربع پانیوالے کیساتھ قسم دویم کا کوئی سا حصہ پانیوالا ہوگا تو مسئلہ ۱۲ ہوگا اور اگر قسم اوّل کے ثمن پانیوالے کے ساتھ قسم

دو بیٹیاں کوئی ... حصہ پانیوالا نہ ہوگا تو مسئلہ ۲۴ ہوگا اس تفصیل ... ہو گئے ... ۱۲

ذوی الفروض کا اصل مسئلہ ۲-۳-۴-۶-۸-۱۲-۲۴ ہوتا ہے جب اگر میت کے چند وارث

ایک ہی نوع کے ہوتے ہیں تو اونکی تعداد کے عدد کو مسئلہ قرار دیا جاتا ہے بلحاظ اس کے کہ وہ

کیا حصہ معینہ پانیوالے ہیں ہر ایک کو ایک ایک حصہ دیتے ہیں اصطلاح میں

حصہ کو سہم کہتے ہیں جس کی جمع سہام آتی ہے مثلاً فرض کیجئے زمیت کی صرف پانچ

بیٹیاں وارث ہوں تو بلالحاظ اسکے کہ اونکا حصہ معینہ ثلثین ہے اونکی تعداد کے عدد کو

مسئلہ قرار دیکر ہر ایک کو ایک ایک سہام دیدینگے صورت مسئلہ یہ ہوگی -

مسئلہ ۵

بنت	بنت	بنت	بنت	بنت
زینب	خدیجہ	کلثوم	فاطمہ	عائشہ
۱	۱	۱	۱	۱

اور اگر میت کے چند ورثہ مختلف النوع کے ہوں تو اونکے حصص معینہ کے لحاظ سے مسئلہ قائم کرکے ہر ایک وارث کو بقدر اوسکے حصہ معینہ کے سہام دئے جاتے ہیں اور ہر ایک سہام کی تعداد اوسکے نام کے نیچے لکھدیجاتی ہے مثلاً میت نے دو حقیقی بہنیں اور دو اخیافی بہنیں وارث چھوڑی ہوں تو چونکہ دو حقیقی بہنیں ثلثین کی اور دو اخیافی بہنیں ثلث کی مستحق ہیں لہذا مسئلہ ۳ قائم کرکے اوسمیں سے دو سہام دو حقیقی بہنوںکو اور ایک سہم دو اخیافی بہنوں کو دیا جائیگا لیکن چونکہ ایک سہم دو کو ملاکر نہیں دیا جاسکتا لہذا بقاعدہ تصحیح جو آئندہ بیان کیا جائیگا انشاء اللہ تعالی مسئلہ کی تصحیح کرکے ۶ کردیا جائیگا اور حقیقی بہنوں کے سہام چار ہو جائینگے اور اخیافی بہنوں کے سہام دو ہو جائینگے اور اس طرح ہر ایک حقیقی بہن کو دو سہام اور اخیافی کو ایک سہم دیدیا جائیگا

صورت مسئلہ یہ ہوگی۔

مسئلہ ۶

اخت عینی	اخت علاتی	اخت اخیافی	اخت اخیافی
امیر بی	زبیدہ بی	حسینی بی	زہرہ بی
۳	۲	۱	۱

اب یہ معلوم ہوگیا کہ تقسیم متروکہ مین مابہ البحث دو عدد ہوتے ہین ایک عدد مسئلہ جو بغرض تقسیم قائم کیا جاتا ہے دوسرا عدد سہام ورثا اسلئے یہ معلوم کرنا ضرور ہے کہ ان دونون عددون مین چار نسبتون مین سے کون سی نسبت ہے کیونکہ وہ دونون یا ایک ہی عدد ہونگے تو وہ باہمدگر متماثل ہون گے اونکی نسبت کا نام تماثل ہوگا یا دونون عدد مختلف ہونگے تو ضرور ہے کہ ایک بڑا ہوگا اور دوسرا چھوٹا ہوگا اس صورت مین چھوٹا عدد یا اوسکے اجزا ضربی بڑے عدد یا اوسکے اجزا ضربی مین داخل ہونگے یا نہونگے۔ اگر داخل ہونگے تو وہ دونون عدد باہمدگر متداخل ہونگے اور اونکی نسبت کا نام تداخل ہوگا۔

مثلاً ایک عدد ۴ ہو اور دوسرا عدد ۸ ہو تو چونکہ عدد ۴ کے اجزا ضربی ۲×۲ عدد ۸ کے اجزا ضربی ۲×۲×۲ مین داخل ہین لہذا ۴ اور ۸ متداخل ہین اور اونمین نسبت تداخل ہے یا مثلاً ایک عدد ۳ ہو اور دوسرا عدد ۹ ہو تو چونکہ ۳ عدد ۹ کا جزو ضربی ہے یعنی ۳ × ۳ = ۹ تو ۳ اور ۹ متداخل ہین اور انہین نسبت تداخل ہے اور اگر ایک عدد کے بعض اجزا ضربی دوسرے عدد کے بعض اجزا ضربی مین داخل ہون تو وہ باہمدگر متوافق ہوتے ہین اور اونمین نسبت توافق ہوتی ہے اور وہ جزو ضربی جو دونون عددون مین مشترک ہوتا ہے وفق کہلاتا ہے اور وہ جزو ضربی

جو دونون عددون مین مشترک نہین ہوتا جزو غیر مشترک کہلاتاہے مثلاً عدد ۴ اور عدد ۶
۴ کے اجزاء ضربی ۲ × ۲ ہین اور ۶ کے اجزاء ضربی ۳ × ۲ ہین پس ان عددونکے
اجزاء ضربی مین جزو ۲ مشترک ہے تو وہ وفق ہی اور جزو ۳ غیر مشترک ہے نسبت توافق
بذریعہ وفق ظاہر کی جایا کرتی ہے مثلاً ۴ و ۶ کی نسبت ۲ وفق کی ظاہر کی جائیگی
تو یہ کہا جائیگا کہ توافق بالنصف ہے یا مثلاً ۶ اور ۹ کی نسبت توافق کا وفق ۳ ہے
تو یہ کہا جائیگا کہ ان مین توافق بالثلث ہی۔ اور اگر دونون عددونکے اجزاء ضربی ایک
دوسرے مین کلاً و جزءً داخل نہون گے تو اونمین نسبت تباین ہوگی اور متباین
کہلائینگے مثلاً جیسے ۵ اور ۷ کہ اونکے اجزاء ضربی نہین ہین اور وہ باہم گر ایک
دوسرے مین داخل نہین لہذا وہ متباین ہین اور اونمین نسبت تباین ہی یا مثلاً ۹ اور ۱۶ کہ
اونکے اجزاء ضربی ۳ × ۳ اور ۴ × ۴ باہم مختلف ہین لہذا وہ متباین ہین اور اونمین
نسبت تباین ہے۔

تیسری فصل تصحیح کی ضرورت اور قاعدہ کے بیانمین

تصحیح کے لغوی معنی رفع سقم کے ہین اور اصطلاح فن فرائض مین مسئلہ کے ایسے عدد کو
جس کی روسے ایک نوع کے ورثہ کے سہام اونکے رؤس پر بلا کسر تقسیم نہوتے ہون
ایسے عدد کی طرف منتقل کرنیکو کہتے ہین جس کی روسے ایک نوع کے ورثہ اپنے سہام
اونکے رؤس پر بلا کسر تقسیم ہوسکین۔ ورثہ مین بجز ماں باپ زوج کے کہ وہ تو ایک سے زیادہ
ہو ہی نہین سکتے جملہ دیگر ورثہ متعدد ہو سکتے ہین مثلاً زوجات چار تک ہو سکتی ہین
بھائی بہن بیٹا بیٹی دادا دادی متعدد ہو سکتے ہین پس جب ایک نوع کے ورثہ کے

سہام اونکے رؤس پر بلا کسر تقسیم نہو سکین تو تصحیح عدد مسئلہ کے ضرورت لاحق ہوتی ہے
تو اولاً اوس نوع کے سہام کے عدد اور اوسکے رؤس کے عدد کی نسبت پر غور کرتے
ہین بصورت نسبت تماثل تو ظاہر ہے کہ تصحیح کی ضرورت ہی لاحق نہوگی اور اگر دونون مین
تداخل یا توافق کی نسبت ہو تو سہام کے عدد کو رؤس کے عدد کے جزو غیر مشترک مین
ضرب دیکر عدد سہام کو زیادہ کر لیتے ہین اور تناسب قائم رکھنے کی غرض سے دیگر انواع
ورثہ کے سہام کے عدد اور مسئلہ کے عدد کو بھی جزو غیر مشترک مذکور مین ضرب دیکر زیادہ
کر دیتے ہین اور ہر وارث کے سہام کے نیچے ایک خط کھینچکر اوس خط کے نیچے اوس
سہام اور جزو غیر مشترک مذکور کے حاصل ضرب کو لکھدیتے ہین اور عدد مسئلہ اور جزو غیر مشترک
مذکور کے حاصل ضرب کو عدد مسئلہ کے اوپر خط تصحیح کھینچکر اوس خط کے اوپر لکھدیتے ہین
خط تصحیح کی شکل یہ ہوتی ہے ــــ اور اگر دونون عددون مین نسبت تباین ہوتی ہے
تو عدد سہام کو اوس نوع کے عدد رؤس مین ضرب دیکر زیادہ کر لیتے ہین اور بغرض بقاء
تناسب دیگر انواع کے ورثہ کے سہام کے عدد اور مسئلہ کے عدد کو بھی عدد رؤس مین ضرب
دیکر زیادہ کر دیتے ہین مثلاً میت نے ۴ زوجات اور تین بیٹیان اور دو حقیقی بھائی اور ایک
حقیقی بہن ورثہ چھوڑے ہون تو بلحاظ حصص معینہ ذوی الفروض مسئلہ ۲۴ ہوگا اوسکا
ثمن یعنی ۳ سہام ۴ زوجات کو دئے جائینگے اور ثلثین یعنی ۱۶ سہام تین بیٹیونکو دئے
جائینگے اور باقی پانچ سہام بحیثیت عصبہ ہونیکے حسب اصول للذکر مثل حظ الانثیین حقیقی
بھائی بہنون کو دئے جائینگے لیکن زوجات کے ۳ سہام چار زوجات پر اور بیٹیون کے
۱۶ سہام تین بیٹیون پر بلا کسر تقسیم نہین ہو سکتے لہذا تصحیح کی ضرورت لاحق ہوگی یعنی
اس مسئلہ مین دو انواع کے ورثہ کے سہام ایسے ہین جو اونکے رؤس پر بلا کسر تقسیم نہین ہو سکتے

لہذا پہلے دو انواع کے اعداد رؤس کی باہمی نسبت دریافت کر کے اونسے ایک عدد حاصل کرینگے چونکہ مسئلہ اخین فیتین دونون کے اعداد رؤس یعنی ۴ اور ۳ مین تباین ہے لہذا دونون کو باہم ضرب دیکر عدد ۱۲ حاصل کیا گیا اور پھر ہر ایک نوع کے عدد سہام کو اور عدد مسئلہ کو ۱۲ مین ضرب دیکر ہر ایک کو زیادہ کر لیا گیا لہذا زوجات کے سہام ۳×۱۲=۳۶ ہوگئے جو ۴ پر بلا کسر تقسیم ہوکر ہر ایک زوجہ کو ۹ سہام ملگئے اور بیٹیون کے سہام ۱۶×۱۲= ۱۹۲ ہوگئے جو ۳ پر بلا کسر تقسیم ہوکر ہر ایک بیٹی کو ۶۴ سہام ملگئے عصبات کے پانچ سہام اگرچہ عصبات پر بلحاظ اصول للذکر مثل حظ الانثیین تقسیم ہوکر ہر ایک حقیقی بھائی کو دو دو سہام اور ایک بہن کو ایک سہم دیدیا جاسکتا تھا لیکن بغرض بقاء تناسب اونکے سہام بھی ۱۲ مین ضرب دیکر ہر ایک بھائی کو ۲۴ سہام اور بہن کو ۱۲ سہام ہوگئے اور عدد مسئلہ بھی ۲۴×۱۲=۲۸۸ ہوگیا صورت مسئلہ یہ ہوگی۔

زید ——— مسئلہ ۲۴ تصحیح ۲۸۸

زوجہ	زوجہ	زوجہ	زوجہ	بنت	بنت	بنت	اخ عینی	اخ عینی	اخت عینی
زینب	حسین بی	مالن	خواجہ بی	کلثوم	خدیجہ	ذکیہ	محمد احمد	محمد طاہر	طیبہ
۹	۹	۹	۹	۶۴	۶۴	۶۴	۲۴	۲۴	۱۲

کیونکہ ہر نوع کے اجمالی سہام لکھنے کا فتوے مین دستور نہین ہے البتہ اصل مسئلہ کا عدد لکھکر اوس کی تصحیح کا عدد اوسکے سامنے لکھدینا ضرور ہوتا ہے اور اس تصحیح شدہ مسئلہ کے عدد سے ہر ایک وارث کو جس قدر سہام ملتے ہین وہ اوس وارث کے نیچے لکھدیے جایا کرتے ہین جیسا صورت مسئلہ مین ظاہر کیا گیا ہے اب دیکھو چارون زوجات کے مجموعی سہام ۹+۹+۹+۹=۳۶ عدد مسئلہ ۲۸۸ کا ثمن ہے کیونکہ $\frac{288}{8}$ =۳۶ کے ہے اور تینون بیٹیونکے

مجموعی سہام ۶۴ + ۶۴ + ۶۴ = ۱۹۲ عدد مسئلہ ۲۸۸ کے ثلثین ہین کیونکہ ۲۸۸/۱ کا ۲/۳
۲۸۸/۱ × ۲/۳ = ۹۶×۲/۱ = ۱۹۲ کے ہے اور عصبات کے مجموعی سہام ۲۴+۲۴+۱۲ = ۶۰ کو عدد مسئلہ تصحیح
شدہ ۲۸۸ سے وہی نسبت ہے جو ۵ کو اصل مسئلہ کے عدد ۲۴ سے ہے کیونکہ اگر یہ سوال
اربعہ متناسبہ قائم کیا جائے کہ جبکہ ۵ ۲۴ مین سے پانچ سہام کی مستحق ہے تو ۲۸۸ مین
کسقدر سہام کی مستحق ہوگی تو اس سوال کی عملی صورت یہ ہوگی ۲۸۸×۵/۲۴ = ۱۲×۵/۱ = ۶۰

کبھی مفتی کو ہر ایک وارث کے حصہ کی مالیت بتانیکی بھی ضرورت ہوتی ہے اسکے واسطے
لازم ہے کہ مفتی کو کل متروکہ کی مالیت بتادی جائے جب کل متروکہ کی مالیت بتا کر ہر ایک وارث
کے حصہ کی مالیت دریافت کی جاتی ہے تو پہلے حسب قاعدہ مسئلہ قائم کرکے عدد مسئلہ اور
وارث کے عدد سہام قائم کرلیتے ہین اوسکے بعد ہر وارث کے سہام کو مالیت متروکہ مین ضرب
دیکر عدد مسئلہ سے تقسیم کردیتے ہین خارج قسمت اوس وارث کے حصہ کی مالیت ہے جس کے
عدد سہام کو مالیت متروکہ مین ضرب دیا تھا مثلاً فرض کیجیے کہ مسئلہ بالا مین ہر ایک
وارث کے حصہ کی مالیت بتانا ہو اور کل متروکہ کی مالیت چوبیس ہزار ہو تو ہر ایک زوجہ
کے حصہ کی مالیت اس طرح عمل کرنیسے ۹×۲۴۰۰۰/۲۸۸ = ۲۴۰۰۰/۳۲ = ۷۵۰ معلوم
ہوجائیگا کہ ہر ایک زوجہ کے حصہ کی مالیت لماصہ ہے۔

علی ہذا معلوم ہوجائیگا کہ ہر ایک بیٹی کے حصہ کی مالیت ۶۴×۲۴۰۰۰/۲۸۸ = ۲×۲۴۰۰۰/۹
= ۴۸۰۰۰/۹ = ۵۳۳۳ ۱/۳ = صہ سالسہ علی ہذا معلوم ہوجائیگا کہ ہر ایک بھائی کے حصہ کی
مالیت ۲۴×۲۴۰۰۰/۲۸۸ = ۲۴۰۰۰/۱۲ = ۲۰۰۰/۱ = الـ ہے اور اس بہن کے حصہ کی
مالیت ۱۲×۲۴۰۰۰/۲۸۸ = ۲۴۰۰۰/۲۴ = ۱۰۰۰/۱ = الـ ہے اب دیکھیے
۴×۷۵۰ + ۳×۴۸۰۰۰/۹ + ۲×۲۰۰۰ + ۱۰۰۰ = ۳۰۰۰ + ۱۶۰۰۰ + ۴۰۰۰ + ۱۰۰۰ =

... سہم ۲ کے جو مالیت متروکہ ہے

چوتھی فصل تخارج کے بیان مین

شرعاً یہ امر جائز ہی کہ قبل تقسیم متروکہ کوئی وارث متروکہ مین سے کسی قدر مال یا کوئی خاص چیز لیکر اپنے حصہ سے صلحاً دست بردار ہو جائے چنانچہ عبد الرحمن بن عوف رضی کی چار زوجات مین سے ایک زوجہ نے تراسی ہزار دینار لیکر صلحاً اپنے حصہ سے دست برداری کرلی تھی اصطلاح فن فرائض مین سطرح صلحاً اپنے حصہ سے دستبردار ہو جانیکو تخارج کہتے ہین بصورت تخارج تقسیم متروکا یہ قاعدہ ہی کہ پہلے جملہ ورثہ کامع اوس وارث کے جسنے سطرح صلح کر لی ہی مسئلہ بنالیتے ہین پھر وارث موصوف کے سہام کے عدد کو عدد مسئلہ سے تفریق کر کے حاصل تفریق کو عدد مسئلہ پر ایسا خط علامت صلح کھینچکر صلح اس خط کے اوپر لکھدیتے ہین اور وارث موصوف کے سہام کے چارون طرف حرف ص کا حلقہ بنا دیتے ہین مثلاً میت نے زوج عم ام ورثہ چھوڑے ہون اور زوج نے تخارج کرلیا ہو تو تقسیم متروکہ کے فتویٰ کی صورت یہ ہوگی۔

مسئلہ ۶ صلحہ ۳

زوج زید	ام سلمہ	عم حارث
ص ۳	۲	۱

یعنی اصل عدد مسئلہ ۶ قائم کر کے اوسمین سے نصف یعنی ۳ سہام زوج کو اور ثلث یعنی ۲ سہام ام کو اور مابقی یعنی ایک سہم عم کو دیدیا اور سہام زوج کے عدد ۳ کو عدد مسئلہ ۶ سے تفریق کر کے حاصل تفریق ۳ کو عدد مسئلہ پر خط صلح کھینچکر اوس کے اوپر لکھدیا اور زوج کے سہام کے عدد پر ص کا حلقہ بنا دیا اس طرح عمل کرنے سے دو ثلث

مابقی متروکہ ام کو ملا اور ایک ثلث عم کو ملا اور اگر زوج کو جس نے تخارج کر لیا تھا کالعدم یکن قرار دیکر مابقی متروکہ تقسیم کیا جائے تو عدد مسئلہ ۳ ہوگا اور اوسکا ثلث یعنی ایک سہم مان کو ملیگا اور مابقی یعنی دو سہم عم کو ملین گے اور صورت مسئلہ یہ ہو گی۔

مسئلہ ۳

عم	ام
حارث	سلمہ
۲	۱

اور یہ خلاف اجماع صحابہؓ ہوگا کیونکہ ایسی صورت مین جبکہ میت کی اولاد یا احد الزوجین اور کسی قسم کے دو بھائی بہن مان کے ساتھ موجود نہون باجماع صحابہؓ مان کل متروکہ کے ایک ثلث کی مستحق ہوتی ہے اور بصورت ثانی عمل کرنے سے یعنی زوج کو جس نے تخارج کر لیا ہے کالعدم یکن قرار دیکر عدد مسئلہ قائم کرنے کی صورت مین مان کو مابقی متروکہ کا ایک ثلث ملتا ہے۔

پانچوین فصل رد علی ذوی الفروض کرنیکے قاعدہ کے بیان مین

یہ امور تو قبل ازین بیان ہو چکے ہین کہ رد علی ذوی الفروض بصورت عدم موجودگی ہوتا ہے اور یہ کہ رد بھی اونکے حصص معینہ کے حساب سے ہوتا ہے اور یہ کہ عصبات سببی یعنی زوجین مین سے کسی پر نہین ہوتا۔ اب ہم رد علی ذوی الفروض کا قاعدہ لکھتے ہین لیکن پہلے یہ بتا دینا ضرور ہے کہ رد کی چار صورتین ہوتی ہین۔

(۱) یہ کہ ذوی الفروض صرف ایک نوع کے ہون اور اونکے ساتھ احد الزوجین نہو

اس صورت مین اصل عدد مسئلہ قائم کرکے رد کرنیکی ضرورت نہین ہوتی کیونکہ ایک نوع کے
ذوی الفروض وہی کہلاتے ہین جنکے حصص مساوی ہوتے ہین اور چونکہ اونپر
رد بھی بحصہ مساوی ہوتا ہے لہذا پہلے عدد مسئلہ قائم کرکے اونکو اونکا حصہ معینہ دینا اور
پھر مسئلہ کو ردیہ بنانا عمل عبث ہوتا ہی لہذا اونکے عدد رؤس کو عدد مسئلہ قائم کرکے ہر ایک کو
ایک ایک سہم دیدیتے ہین مثلاً میت نے صرف چار بیٹیان وارث چھوڑی ہون تو اول
اصل مسئلہ کا ۳ عدد قائم کرنا اور پھر اوس کی تصحیح ۱۲ سے کرکے ہر ایک کو تین تین سہام
دینا عبث طول عمل ہوگا لہذا پہلے ہی عدد مسئلہ ۴ قائم کرکے ہر ایک کو ایک ایک سہم
دیدیتے ہین -

(۳) یہ کہ ذوی الفروض مختلف انواع کے ہون اور اونکے ساتھ احد الزوجین نہو

اس صورت مین اول بلحاظ اونکے حصص معینہ کے عدد مسئلہ قائم کرکے اونکے حصص
معینہ دئے جاتے ہین اور اگر ضرورت ہوتی ہے تو عدد مسئلہ کی تصحیح بھی کر لیتے ہین لیکن
چونکہ اون سب کے سہام کا مجموعہ عدد مسئلہ سے کم ہوتا ہے لہذا عدد مسئلہ پر علامت رد
ایسی ـــ بنا کر اوسکے اوپر مجموعہ سہام ذوی الفروض کا عدد لکھدیتے ہین یہ عدد عدد
مسئلہ ردیہ کہلاتا ہے مثلاً میت نے ایک بیٹی اور ایک پوتی کو وارث چھوڑا ہو تو اول ۶
مسئلہ قائم کرکے اوسمین سے نصف یعنی ۳ سہام بیٹی کو دئے جائینگے اور سدس
یعنی ایک سہم پوتی کو دیا جائیگا چونکہ دونون کے سہام کا مجموعہ ۳+۱=۴ ہوتا ہے
لہذا ۶ عدد مسئلہ پر یہ ـــ کا خط کھینچکر اوسکے اوپر ۴ کا عدد لکھدیا جائیگا اور یہ ۴ مسئلہ
ردیہ ہوگا جسکے یہ معنی ہون گے کہ بیٹی بجائے ۳/۶ کے ۳/۴ پائیگی اور پوتی بجائے ۱/۶ کے
۱/۴ پائیگی صورت مسئلہ یہ ہوگی

مسئلہ ۶ رد ۴

بنت	بنت الابن
۳	حفیظ ۱

(۳) یہ کہ ذوی الفروض تو ایک نوع کے ہون مگر اونکے ساتھ احد الزوجین ہو تو اس صورت مین اولاً اصل مسئلہ بلحاظ حصہ احد الزوجین قائم کرکے اوسمین احد الزوجین کو اوسکا حصہ دیدیتے ہین اوسکا حصہ دیدینے کے بعد عدد مسئلہ کا مابقی اوسکو عدد مسئلہ کے جانب چپ لکھدیتے ہین اور پھر ذوی الفروض نسبی کی تعداد کے موافق اونکا جداگانہ مسئلہ قائم کرکے اوسمین سے ہر ایک کو ایک ایک متحد النوع سہم دیدیتے ہین پھر عدد مابقی مسئلہ اور مسئلہ ذوی الفروض نسبی کے عددونکے نسبت باہمی کے لحاظ سے اصل مسئلہ کی تصحیح کرلی جاتی ہے مثلاً میت عورت نے زوج اور دو بیٹیان وارث چھوڑی ہون تو اوّل بلحاظ حصہ معینہ زوج عدد مسئلہ ۴ قائم کرکے اوسمین سے زوج کو ایک سہم دیدیا جائے گا اور ۳ عدد مابقی اصل مسئلہ اوسکے جانب چپ لکھدیا جائے گا اور پھر بلحاظ دو بیٹونکے کہ ایک نوع کی ذوی الفروض نسبی ہین اونکا مسئلہ عدد ۲ قائم کرکے ہر ایک کو ایک ایک سہم دیدیا جائیگا پھر چونکہ ۳ عدد مابقی اور ۲ عدد مسئلہ ذوی الفروض نسبی مین نسبت تباین ہے لہذا عدد مسئلہ کو اور زوج کے سہم کو ۲ سے ضرب دیکر اور ہر ایک ذوی الفروض نسبی کے ایک سہم کو ۳ سے ضرب دیکر اصل مسئلہ کی تصحیح کرلی جائے گی تو اب اصل مسئلہ کا عدد ۸ اور زوج کے سہام کا عدد ۲ اور ہر ایک بیٹی کے سہام کا عدد ۳ ہو جائیگا اور صورت مسئلہ یہ ہوگی

مسئلہ ۴	تصحیح ۸		مسئلہ ۲
زوج	بنت		بنت
اکبر علی	امۃ القدیر		محبوب النساء
۱ / ۲	۱ / ۳		۱ / ۳

دیکھئے اس طرح عمل کرنیسے زوج کو منجملہ آٹھ سہام کے دو سہام ملے جو ربع متروکہ ہے یعنی اوسکے حصّہ مین کچھ زیادتی نہین ہوئی اور دو بیٹیون کو منجملہ ۸ سہام کے چھ سہام ملی

جو ثلثین متروکہ سے زیادہ ہین کیونکہ ۶ ثلثین ۹ کا ہی لہذا بیٹیون کے حصون مین زیادتی
ہو گئی اور یہی مقصود تھا۔

(۴) یہ کہ ذوی الفروض نسبی مختلف النوع ہون اور اونکے ساتھ احد الزوجین ہو
اس صورت مین پہلے احد الزوجین کے حصہ کے لحاظ سے اصل مسئلہ بنا کر اور اوسمین سے
اوسکا حصہ دیکر جو باقی رہتا ہے اوسکو مسئلہ کے جانب چپ مین لکھدیتے ہین اور پھر
ذوی الفروض نسبی کا مسئلہ بنا کر اوسکو ردیہ بنا لیتے ہین اور پھر عدد ما بقی اور عدد مسئلہ
ردیہ ذوی الفروض کی نسبت کے لحاظ سے اصل مسئلہ کی تصحیح کر لیتے ہین مثلاً میت مرد ہو اور
اوسنے ایک زوجہ اور ماں اور ایک اخیافی بھائی اور ایک اخیافی بہن وارث چھوڑے ہون
تو اول اصل مسئلہ ۴ بنایا جائیگا اوسمین سے ایک سہم زوجہ کو دیکر ما بقی ۳ مسئلہ کیجانب
چپ لکھدئے گئے اور پھر ذوی الفروض نسبی کا مسئلہ ۶ بنا کر اوسمین سے سدس یعنی
ایک سہم ماں کو دیا گیا اور ثلث یعنی دو سہام اخیافی بھائی بہن مین سے ہر ایک کو
ایک ایک سہم دیا گیا اور مسئلہ ذوی الفروض نسبی کو اونکے مجموعی سہام ۳ سے ردیہ کر لیا گیا اب چونکہ
اصل مسئلہ کے ما بقی ۳ اور ذوی الفروض نسبی کے مسئلہ ردیہ کے عدد ۳ مین نسبت تماثل
ہے لہذا کسی عمل کی ضرورت نہوئی وہی ۴ اصل مسئلہ قائم رہا مگر نتیجہ یہ ہوا کہ زوجہ کو
تو ربع متروکہ یعنی ایک ہی سہم ملا اور ماں کو بجائے سدس متروکہ کے ربع متروکہ ملگیا اور اخیافی
بھائی بہن کو بجائے ثلث متروکہ کے نصف متروکہ ملگیا یعنی ذی الفرض سببی پر رد نہوا
اور ذوی الفروض نسبی پر رد ہو گیا صورت مسئلہ یہ ہوگی۔

مسئلہ ۴ ۳		مسئلہ ۶ ردیہ ۳	
زوجہ	ام	اخ اخیافی	اخت اخیافی
چھوٹی	[illegible]	عبدالصمد	رحمت الہی
۱	۱	۱	۱

چھٹی فصل عول کی تعریف اور اوسکے قاعدہ کے بیان مین

بعض صورتون مین جبکہ صرف ذوی الفروض ہی وارث ہوتے ہین مجموعہ سہام ورثہ عدد مسئلہ سے زیادہ ہو جاتا ہے ایسی صورت کو عول کہتے ہین صورت عول صورت رد کی ضد ہے عول کے لغوی معنی تنگی کے ہین اسی سے لفظ عیال مشتق ہے۔ ایسی صورتون مین ضرور ہوتا ہے کہ ورثہ کے سہام مین کمی کی جائے' چونکہ کسی ایک وارث یا کسی ایک نوع کے ورثہ کے سہام مین کمی کرنا دوسرے ورثہ کو ترجیح بلا مرجح دینا ہے جو محال ہے لہذا اصل مسئلہ کے عدد کو زیادہ کرکے بقدر مجموعہ سہام ورثہ کر دیتے ہین جیسے صورت رد مین اصل مسئلہ کے عدد کو گھٹا کر مجموعہ سہام ورثہ کی برابر کر دیتے ہین اور مجموعہ سہام ورثہ کے عدد کو اصل مسئلہ کے عدد پر ایسا خط علامت عول عو کھینچکر اوس خط کے اوپر لکھدیتے ہین اسطرح عمل کرنیسے جملہ ورثہ کے سہام مین بحساب اونکے حصص معینہ کے کمی واقع ہو جاتی ہی جو عین انصاف ہے۔ مثلاً عورت میت نے زوج اور دو حقیقی بہنین وارث چھوڑی ہون تو ۶ عدد مسئلہ قائم کرکے اوسمین سے نصف یعنی ۳ سہام زوج کو اور ثلثین یعنی ۴ سہام دونون حقیقی بہنون کو یعنی ہر ایک بہن کو دو دو سہام دئے جائینگے اب دیکھئے کہ مجموعہ سہام ورثہ ۳+۴ = ۷ ہے جو ۶ عدد مسئلہ سے زائد ہی لہذا عدد مسئلہ پر عو کھینچکر اوسکے اوپر عدد ۷ لکھدیا جائیگا جس کا یہ مطلب ہوا کہ زوج نے بجائے اسکے کہ ۶ سہام مین سے ۳ سہام پاتا ۷ سہام مین سے ۳ سہام پائے علی ہذا بہنون نے بجائے اسکے کہ ۶ سہام مین سے ۴ سہام پاتین ۷ مین سے ۴ سہام پائے یعنی ہر وارث کے حصہ مین بمناسبت مقدار حصہ کمی واقع ہو گئی صورت مسئلہ یہ ہوگی

مسئلہ ۶ عو ۷

زوج	اخت عینی	اخت عینی
خالد	ذکیہ	زاکیہ
۳	۲	۲

یہ استقرائی امر یاد رکھنے کی قابل ہی کہ عول صرف اون صورتون مین ہوتا ہے جنمین عدد مسئلہ ۲۴ یا ۱۲ یا ۶ ہوتا ہے۔ اور نیز یہ کہ جب عدد مسئلہ ۲۴ ہوتا ہے تو اوسکا صرف ایک عول ۲۷ سے ہوتا ہی اور یہ جب ہوتا ہے جبکہ میت ایک زوجہ دو بیٹیاں ماں اور باپ ورثہ چھوڑتی ہے اس صورت مین ۲۴ عدد مسئلہ قائم کر کے ثمن ⅛ یعنی ۳ سہام زوجہ کو اور ثلثین یعنی ۱۶ سہام دونون بیٹیون کو یا یون کہئے کہ ہر ایک بیٹی کو آٹھ آٹھ سہام اور سدس ⅙ یعنی ۴ سہام ماں کو اور سدس یعنی ۴ سہام باپ کو دئے جائینگے اب دیکھئے مجموعہ سہام ورثہ ۳+۸+۸+۴+۴ = ۲۷ ہوا جو ۲۴ عدد مسئلہ پر خط عول کہنچکر لکھدیا جائیگا صورت مسئلہ یہ ہوگی۔

مسئلہ ۲۴ عول ۲۷

زوجہ	بنت	بنت	ام	اب
حامدہ	نسیمہ	قسیمہ	رحیمہ	رحیم الدین
۳	۸	۸	۴	۴

اور یہ کہ جب عدد مسئلہ ۱۲ ہوتا ہے تو اوسکے تین عول ہوتے ہین ایک ۱۳ سے جبکہ ورثہ ایک زوجہ دو حقیقی بہنین اور ایک اخیافی بہن ہوتی ہی تو اس صورت مین ۱۲ عدد مسئلہ قائم کر کے اوسمین ربع یعنی ۳ سہام زوجہ کو اور ثلثین یعنی ۸ سہام دونون حقیقی بہنون کو یا ہر ایک کو چار چار سہام اور سدس یعنی ۲ سہام اخیافی بہن کو دئے جاتے ہین دیکھئے مجموعہ سہام ورثہ ۳+۴+۴+۲ = ۱۳ ہے لہذا عدد مسئلہ پر عول کہنچکر اوسکے اوپر ۱۳ لکھدیا جاتا ہے صورت مسئلہ یہ ہوگی۔

مسئلہ ۱۲ عول ۱۳

زوجہ	اخت عینی	اخت عینی	اخت اخیافی
حبیبہ	لبیبہ	حنیفہ	رفیعہ
۳	۴	۴	۲

دوسرا عول ۱۵ سے جبکہ ورثہ ایک زوجہ دو حقیقی بہنین اور دو اخیافی بہنین ہوتی ہین صورت ہذا مین عدد مسئلہ ۱۲ قائم کرکے اوسمین سے ۳ سہام زوجہ کو اور ۴-۴ سہام ہر ایک حقیقی بہن کو اور ۲-۲ سہام ہر ایک اخیافی بہن کو دئے جاینگے تو مجموعہ سہام ورثہ ۳+۴+۴+۲+۲=۱۵ ہوا جس کو عدد مسئلہ پر خط عول کھینچکر لکھدیا گیا صورت مسئلہ یہ ہوگی

مسئلہ ۱۲ عول ۱۵

زوجہ	اخت عینی	اخت عینی	اخت اخیافی	اخت اخیافی
حبیبہ	لبیبہ	حنیفہ	رقیہ	شفیعہ
۳	۴	۴	۲	۲

تیسرا عول ۱۷ سے ہوتا ہے جبکہ ورثہ ایک زوجہ ایک مان دو حقیقی بہنین اور دو اخیافی بہنین ہوتی ہین صورت ہذا مین ۱۲ عدد مسئلہ قائم کرکے اوسمین ۳ سہام زوجہ کو ۲ سہام مان کو ۴-۴ سہام حقیقی بہنون کو اور ۲-۲ سہام اخیافی بہنون کو دینگے تو مجموعہ سہام ورثہ ۳+۲+۴+۴+۲+۲=۱۷ ہوا لہذا عدد مسئلہ کے اوپر خط عول کھینچکر اوسکے اوپر ۱۷ کا عدد لکھدیا گیا صورت مسئلہ یہ ہے۔

مسئلہ ۱۲ عول ۱۷

زوجہ	ام	اخت عینی	اخت عینی	اخت اخیافی	اخت اخیافی
حبیبہ	خالیہ	لبیبہ	حنیفہ	رقیہ	شفیعہ
۳	۲	۴	۴	۲	۲

اور یہ کہ جب عدد مسئلہ ۶ ہوتا ہے تو اوسکے چار عول ہوتے ہین ایک ۷ سے دوسرا ۸ سے تیسرا ۹ سے چوتھا ۱۰ سے چونکہ اوپر متعدد مسئلہ کا حل تحریر ہو چکا لہذا اب فقط صورت مسئلہ لکھدینے پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

صورت مسئلہ یہ ہے۔

مسئلہ ۶ عول ۷

زوج	اخت عینی	اخت عینی
خالد	زکیہ	ذاکیہ
۳	۲	۲

مسئلہ ۶ عول ۸

زوج	ام	اخت عینی	اخت عینی
خالد	خولہ	زکیہ	ذاکیہ
۳	۱	۲	۲

مسئلہ ۶ عول ۹

زوج	اخت عینی	اخت عینی	اخت اخیافی	اخت اخیافی
خالد	زکیہ	ذاکیہ	حلیمہ	صفیہ
۳	۲	۲	۱	۱

مسئلہ ۶ عول ۱۰

زوج	اخت عینی	اخت عینی	ام	اخت اخیافی	اخت اخیافی
خالد	زکیہ	ذاکیہ	نعیمہ	حلیمہ	صفیہ
۳	۲	۲	۱	۱	۱

سب سے پہلے صورت عول بعہد خلافت سیدنا حضرت عمر رضہ فاروق پیش آئی خلیفہ رضہ نے صحابہ رضہ سے شورہ فرمایا سیدنا حضرت عباس رضہ نے طریقہ مذکرۂ صدر پر عمل کرنیکی رائے دی جس پر بجز ابن عباس رضہ کے کسی صحابی رضہ نے انکار نہیں فرمایا۔ ابن عباس رضہ کے نزدیک بصورت عول بیٹی پوتی بہن کے حصون ہین کمی کی جاتی ہے کیونکہ اونکا حصہ معینہ بیٹے پوتے بھائی کی موجودگی ہین غیر معین ہو جاتا ہے یعنی وہ عصبہ بالغیر ہو جاتی ہین دوسرے یہ کہ بیٹی پوتی بہن ایک اعتبار سے ذوی الفروض ہوتی ہین اور ایک اعتبار سے عصبات ہوتی ہین اور ذوی الفروض کو عصبات پر تقدم ہوتا ہے لہذا نقصان و حرمان انھین کے حصص معینہ ہین ہونا چاہیئے تیسرے یہ کہ جب کسی مال سے چند حقوق متعلق ہوتے ہین اور وہ مال اون سب کے ایفا کیواسطے ناکافی ہوتا ہے تو اولاً حقوق قوی کا ایفا کیا جاتا ہے چنانچہ متروکہ سے اولاً میت کے حقوق یعنی تجہیز و تکفین کا ایفا کیا جاتا ہے پھر دیون کا پھر وصیت کا پھر وراثت کا اسی طرح جب جملہ ذوی الفروض کے حصص معینہ کے ایفا کو ناکافی ہو تو پہلے اقوی ذوی الفروض کے حصص کا ایفا ہونا چاہیئے

عامہ صحابہؓ کا (جنکے متبعین مجتہدین احناف ہین) استدلالات یہ ہین۔

(۱) کہ جملہ ذوی الفروض سبب استحقاق یعنی نص قرآن مجید مین مساوی ہین لہذا اونکا استحقاق بھی مساوی ہے اسلیئے وہ سب مثل دائنین کے ہین۔ پس جسطرح متروکہ کے ادائے دیون کو ناکافی ہونیکی صورت مین ہر ایک دائن بقدر تناسب دین متضرر ہوتا ہے ایسے ہی متروکہ کے جملہ ذوی الفروض کے فروض کے ایفا کو ناکافی ہونیکی صورت مین بقدر تناسب فرض متضرر ہوتا ہے۔

(۲) کہ جب اللہ تعالیٰ نے کہ وہ علیم وحکیم ہے متروکہ مین نصف وثلثین کے حصے مقرر فرمائے تو معلوم ہو گیا کہ اس سے مقصود الٰہی صرف تناسب حصص کا بتانا ہے اور وہ تناسب صرف اسی طریقہ پر عمل کرنیسے قائم رہ سکتا ہے۔

(۳) یہ کہ ذوی الفروض کے عصبہ ہو جانے سے اوسکا حق ضعیف نہین ہو جاتا بلکہ قوی ہو جاتا ہے کیونکہ عصبہ قوی ترین وارث ہوتا ہے۔

ساتوین فصل قواعد تقسیم متروکہ کے بیان مین جبکہ ورثہ مین ذوی الفروض وعصبات دونون موجود ہون

جب ورثہ مین ذوی الفروض وعصبات دونون موجود ہوتے ہین تو اول مسئلہ ذوی الفروض قائم کرکے اوسمین سے حصص معینہ ذوی الفروض کو دیدئے جاتے ہین اور مجموعہ سہام ذوی الفروض کو عدد مسئلہ سے منہا کرنیکے بعد جو عدد باقی بچتا ہے اوسکو عدد مسئلہ کے بائین جانب لکھدیتے ہین بطور یادداشت اور پھر عصبات پر غور کرتے ہین

اگر مستحق عصبہ ایک ہوتا ہے تو کسی مزید عمل کی ضرورت نہین مابقی متروکہ اوسکو دیدیا
جاتا ہے اور بغرض اظہار مقدار حصہ وہ عدد جو مسئلہ ذوی الفروض کی بائین جانب لکھا ہوا
یادداشت لکھا تھا اوس عصبہ کے نام کے نیچے لکھدیتے ہین مثلاً ورثہ میت ایک
زوجہ اور ام اور ایک بیٹا ہو تو اول مسئلہ ذوی الفروض ۲۴ قائم کرکے اوسمین ۳ سہام
زوجہ کو اور ۴ سہام ام کو دیدینگے اور مابقی یعنی ۲۴ - (۳+۴) = ۲۴ - ۷ = ۱۷ بیٹے کو
دیدینگے صورت مسئلہ یہ ہوگی۔ میت ۲۴

زوجہ	ام	ابن
حلیمہ	کریمہ	کریم الدین
۳	۴	۱۷

اور اگر مستحق عصبات متعدد ہون تو حسب قاعدہ تقسیم بین العصبات (جو قبل
ازین بیان ہو چکا ہے) عصبات کا مسئلہ قائم کرکے اونکے حصص قائم کردئے جاتے ہین اور
ہر ایک کے حصہ کا عدد اوسکے نام کے نیچے لکھدیا جاتا ہے اوسکے بعد عدد مابقی مسئلہ
ذوی الفروض اور عدد مسئلہ عصبات کی نسبت کے لحاظ سے اوس عدد یا اوسکے جزو
غیر مشترک پر عصبہ کے حصے کے عدد کو ضرب دیکر عدد حاصل ضرب اوسکے نیچے لکھدیتے ہین
اور عدد مسئلہ عصبات یا اوسکے جزو غیر مشترک سے ہر ایک ذی الفرض کے حصے کے عدد کو
ضرب دیکر عدد حاصل ضرب اوسکے نیچے لکھدیتے ہین اور عدد مسئلہ ذوی الفروض کو ضرب دیکر عدد
حاصل ضرب کو اوسکے اوپر لکھدیتے ہین مثلاً ورثہ میت ایک زوجہ ہے اور ام اور ایک بیٹا اور ایک بیٹی ہون تو مسئلہ ذوی الفروض
۲۴ قائم کرکے اوسمین ۳ سہام زوجہ کو اور ۴ سہام ام کو دیئے باقی ۳+۴ = ۷ کو ۲۴ سے منہا کرکے
مابقی ۱۷ کو مسئلہ ذوی الفروض کے بائین جانب لکھدینگے اور پھر مسئلہ عصبات ۳ قائم
کرکے اوسمین سے دو سہام بیٹے کو اور ایک سہم بیٹی کو دیدینگے اب چونکہ عدد مابقی ۱۷

اور عدد مسئلہ عصبا مین نسبت تباین ہی لہذا عدد ۲ سے حصص عصبات کو ضرب دیکر حاصل ضرب یعنی بیٹے کے حصہ کے نیچے ۲۴ اور بیٹی کے حصہ کے نیچے ۱۲ لکھدینگے اور عدد ۳ سے حصص ذوی الفروض کو ضرب دیکر حاصل ضرب یعنی زوجہ کے حصہ کے نیچے ۹ اور ام کے حصہ کے نیچے ۱۲ لکھدینگے اور عدد مسئلہ ذوی الفروض کو ضرب دیکر حاصل ضرب یعنی ۷۲ عدد مسئلہ کے اوپر لکھدینگے صورت مسئلہ یہ ہوگی۔

مسئلہ ۲۴ تصحیح ۷۲		مسئلہ ۳	
زوجہ	ام	ابن	بنت
حلیمہ	کریمہ	کریم الدین	کریم النساء
۳/۹	۴/۱۲	۸/۲۴	۱/۱۲

آٹھوین فصل مناسخہ کی تعریف اور قاعدے کے بیان مین

کبھی ایسا ہوتا ہی کہ میت کا ترکہ تقسیم ہونے سے پہلے اوسکے ورثہ مین سے کوئی وارث مرجاتا ہے اور اوسکا حصہ خود ترکہ ہوجاتا ہے اور اوسکے حصہ کا استحقاق اوسکے ورثہ کی طرف منتقل ہوجاتا ہے اس طرح وارث متوفی کے حصہ کو اوسکے ورثہ کی طرف منتقل ہوجانیکو مناسخہ کہتے ہین کیونکہ لفظ مناسخہ لفظ نسخ سے مشتق ہی نسخ کے لغوی معنی نقل و تحویل کے ہین اور اصطلاح فن فرائض مین کسی وارث کے حصہ کا قبل تقسیم ترکہ بوجہ وفات وارث اوسکے ورثہ کی طرف منتقل ہوجانا مناسخہ کہلاتا ہی پس اگر کوئی وارث قبل تقسیم ترکہ مورث مرجائے اور اوسکے ورثہ بھی وہی ہون جو اوسکے مورث کے تھے تو ایسی صورتمین دو مسئلے قائم کرنیکی ضرورت نہین ہی بلکہ وارث متوفی کو بالکل غیر وارث قرار دیکر مورث کا ترکہ باقی ورثہ مین تقسیم کردیا کرتے ہین ایسا کرنے سے حصص ورثہ

بات میں کچھ فرق نہیں ہوتا مثلاً زید نے دو بیٹے خالد و بکر اور دو بیٹیاں حبیبہ و خولہ چھوڑی ہیں اور قبل اسکے کہ متروکہ زید تقسیم ہو خولہ کا انتقال ہو جائے اور خولہ کے ورثہ بھی خالد و بکر و حبیبہ ہیں تو اسکی ضرورت نہیں کہ پہلے زید کا متروکہ خالد بکر حبیبہ خولہ پر تقسیم کیا جائے اور پھر خولہ کے حصہ کو متروکہ قرار دیکر خالد بکر حبیبہ پر تقسیم کیا جائے بلکہ زید کا متروکہ خالد و بکر و حبیبہ پر تقسیم کر دینا کافی ہے کیونکہ ایسا کرنے سے ورثہ موجودہ کے حصص میں فرق نہیں آتا کیونکہ اگر خولہ کے حصہ کو متروکہ قرار دیکر دوبارہ تقسیم کریں تو صورت مسئلہ یہ ہوگی۔

مسئلہ ۶ — مورث زید

ابن	ابن	بنت	بنت
خالد	بکر	حبیبہ	خولہ
$\frac{2}{6}$	$\frac{2}{6}$	$\frac{1}{6}$	۱

مسئلہ ۵ — خولہ میت

اخ عینی	اخ عینی	اخت عینی
خالد	بکر	حبیبہ
۲	۲	۱

الاحیاء — المبلغ ۳۰

خالد	بکر	حبیبہ
۱۲	۱۲	۶

اور اگر خولہ کو کالعدم قرار دیکر زید کا متروکہ باقی ورثہ پر تقسیم کر دیا جائے تو صورت مسئلہ یہ ہوگی۔

مسئلہ ۵ — مورث زید

ابن	ابن	بنت
خالد	بکر	حبیبہ
۲	۲	۱

دونوں مسئلوں کے مقابلے سے ظاہر ہو گیا کہ صورت اولیٰ میں خالد و بکر میں سے ہر ایک کو $\frac{12}{30}$ متروکہ ملتا ہے اور حبیبہ کو $\frac{6}{30}$ ملتا ہے اور صورت ثانیہ میں خالد و بکر میں سے ہر ایک کو $\frac{2}{5}$ اور حبیبہ کو $\frac{1}{5}$ متروکہ ملتا ہے چونکہ $\frac{12}{30}$ اور $\frac{2}{5}$ میں اور $\frac{6}{30}$ اور $\frac{1}{5}$ میں کوئی فرق نہیں ہے لہذا معلوم ہو گیا کہ ایسی حالت میں عمل مناسخہ محض طول عمل ہوتا ہے البتہ

اگر متوفی وارث کے ورثہ وہ ہوں یا بعینہ ورثہ مورث اعلیٰ بھی ورثہ ہوں تب
عمل مناسخہ کی ضرورت ہوتی ہے جسکا قاعدہ یہ ہے اوّل مورث اعلیٰ کا مسئلہ نکال لیتے
ہیں اور بحسب ضرورت رد وعول وغیرہ سے تکمیل کر لیتے ہیں پھر وارث متوفی کے عدد سہام
حلقہ جو علامت قبر ہے بنا دیتے ہیں اور پھر اوسکو مورث قرار دیکر اوسکا مسئلہ بناتے اور
مسئلہ کے خط مستقیم کو اس طرح لکھتے ہیں تم ما .... مسئلہ اور اوسکی بائیں طرف
متوفی وارث کا نام لکھکر اوسکے عدد سہام کو جنپر حلقہ بنا دیا تھا اوسکے نام پر سے بناکر
جو خفف مافی الید کا ہے لکھدیتے ہیں کیونکہ مناسخہ کی اصطلاح میں متوفی وارث کے
حصہ کے عدد کو مافی الید کہتے ہیں اور پھر یہ دیکھتے ہیں کہ اس مسئلہ کے عدد اور عدد
مافی الید میں کیا نسبت ہے اگر اونمیں نسبت تماثل ہوتی ہے تو کسی مزید عمل کرنے کی
ضرورت نہیں ہوتی وہی مسئلہ مورث اعلیٰ علیٰ حالہٖ قائم رہتا ہے اور اگر اونمین
نسبت تداخل ہوتی ہے تب یہ دیکھتے ہیں کہ وارث کے مسئلہ کا عدد بڑا ہے یا اوسکے
مافی الید کا۔ اور اگر مافی الید کا عدد بڑا ہوتا ہے تو متوفی وارث کے ورثہ کے سہام کے
عددونکو عدد مافی الید کے جزو غیر مشترک سے ضرب دیکر ورثہ کے عدد سہام کے نیچے حاصل
ضرب کو لکھدیتے ہیں اور اگر اونمین نسبت توافق ہوتی ہے تو وارث متوفی کے
عدد مسئلہ کے جزو غیر مشترک سے ورثہ مورث اعلیٰ کے سہام کو ضرب دیکر حاصل ضرب
اونکے نیچے لکھدیتے ہیں اور عدد مسئلہ مورث اعلیٰ کو ضرب دیکر حاصل ضرب اوسکے
اوپر لکھدیتے ہیں اور عدد مافی الید کے جزو غیر مشترک میں متوفی وارث کے ورثہ کے
سہام کو ضرب دیکر حاصل ضرب اونکے نیچے لکھدیتے ہیں اور اگر اونمین نسبت تباین
ہوتی ہے تو متوفی وارث کے عدد مسئلہ سے مورث اعلیٰ کے ورثہ کے عدد سہام کو

ضرب دیکر حاصل ضرب کو اوسکے نیچے لکھدیتے ہین اور عدد مسئلہ کو ضرب دیکر اوسکے اوپر
لکھدیتے ہین اور عدد مافی الید سے متوفی وارث کے ورثہ کے عدد سہام کو ضرب دیکر حاصل
ضرب کو اوسکے نیچے لکھدیتے ہین اور عدد مسئلہ کو ضرب دیکر حاصل ضرب اوسکے اوپر لکھدیتے ہین اور نسبت کو خط مستقیم مسئلہ
متوفی دوارثہ کے اوپر وسط مین لکھدیا کرتے ہین تاکہ تصحیح مین آسانی ہو اور جب نسبت تداخل ہوتی ہے اور
عدد مافی الید پورا تقسیم ہو جاتا ہے تو نسبت لکھنے کے نقطہ تصحیح لکھدیا کرتے ہین اور مناسخہ کے نیچے لفظ
الاحیا یا لفظ بطن لکھکر اوسکے اوپر لفظ المبلغ کے ساتھ مورث اعلی کے عدد مسئلہ کو لکھدیتے ہین
اور نیچے تمام زندہ ورثہ کے نام لکھکر ہر ایک نام کے نیچے وہ جملہ سہام جمع کرکے جو اوسکو تمام
بطون سے ملے ہین لکھدیا کرتے ہین زندہ ورثہ کے سہامون کا مجموعہ مورث اعلی کے
عدد مسئلہ کے برابر ہوتا ہے جو المبلغ کے ساتھ لکھا جاتا ہے یہی ذریعہ دریافت صحت و عدم
صحت مناسخہ ہوتا ہے چونکہ یہ فصل کافی وضاحت و صراحت کے ساتھ لکھدی گئی ہے لہذا
ہم صرف مثالا دو مناسخون کی صورت لکھدیتے ہین اور تحلیل لکھنے کی ضرورت نہین ہے
یہ بھی واضح رہے کہ جیسے یہ ہوتا ہے کہ مورث کے تقسیم متروکہ سے قبل اوسکے کسی وارث کا
انتقال ہو جانیکی وجہ سے اوس متوفی وارث کا حصہ متروکہ اوسکے ورثہ مین تقسیم ہونیکے
قابل ہوا ایسے ہی متعدد ورثہ کے یکے بعد دیگرے انتقال ہو جانیکی صورت مین بھی یہی
عمل ہوتا ہے اور ہر متوفی وارث کے مسئلہ کو اصطلاحا ایک بطن کہتے ہین پس ہر بطن مین
وہی عمل کرنا ہوتا ہے جو اوپر بصراحت و وضاحت بیان کر دیا گیا ہے۔

تمثیل اوّل۔

مسئلہ ۲۴ ۱۷ الف ۱۶۸ الف ۱۰۰۸

بنت	بنت	بنت	ابن	ابن	ام	زوجہ
صفیہ	ذاکیہ	ذکیہ	ہاشم	قاسم	خدیجہ	عائشہ
۱ / ۱۷ / ۱۰۲	۱ / ۱۷ / ۱۰۲	۱ / ۱۷ / ۱۰۲	۲ / ۳۴ / ۲۰۴	(۲ / ۳۴)	۴ / ۲۸ / ۱۶۸	(۳ / ۲۱ / ۱۲۶)

ثم مامسئلہ ۶ الف ۱۲ ۵ مسئلہ ۲ توافق بالنصف قاسم مع ۳۴

اخت عینی	اخت عینی	اخت عینی	اخ عینی	جدہ صحیحہ	ابن	ابن	ام
صفیہ	ذاکیہ	ذکیہ	ہاشم	خدیجہ	ولید	خالد	عائشہ
محروم	محروم	محروم	محروم	محروم	۱ / ۵ / ۸۵	۱ / ۵ / ۸۵	(۱ / ۲ / ۳۴)

ثم مامسئلہ ۵ مستقیم عائشہ ۱۶۰

بنت	بنت	بنت	ابن
صفیہ	ذاکیہ	ذکیہ	ہاشم
۱ / ۳۴	۱ / ۳۴	۱ / ۳۴	۲ / ۶۸

المبلغ ۱۰۰۸

الاحیاء

ولید	خالد	صفیہ	ذاکیہ	ذکیہ	ہاشم	خدیجہ
۸۵	۸۵	۱۳۴	۱۳۴	۱۳۴	۲۶۰	۱۶۸

۴۸ / ۱۹۲ / ۱۵۳۶ / ۳۰۷۲

مسئلہ ۸ — مسئلہ

زوجہ	بنت	بنت	بنت
ذکیہ	ظہورہ	حمیدہ	صفیہ
۱ ۳ ۲۴ ۱۹۲ ۳۸۴	۷	۱ ۷ ۵۶ ۴۴۸ ۸۹۶	۱ ۷ ۵۶ ۴۴۸ ۸۹۶

مصہ ۵۶ / ۴۴۸ / ۸۹۶

ثم ما مسئلہ ۶ — تباین — ظہورہ مافی ۷

زوج	ام	اخت	اخت
صباح	ذکیہ	حمیدہ	صفیہ
۳ ۲۱	۱ ۷ ۵۶ ۱۱۲	۲ ۱۴ ۱۱۲ ۲۲۴	۲ ۱۴ ۱۱۲ ۲۲۴

ثم ما مسئلہ ۷ — ۱۴۸ / ۳۶ — تباین — مسئلہ — صباح مافی ۲۱

زوجہ	ابن	ابن	ابن	بنت
عائشہ	سعید	محمود	ولید	خدیجہ
۱ ۲۱	۲ ۴۲ ۸۴	۲ ۴۲ ۸۴	۲ ۴۲ ۸۴	۱ ۲۱ ۴۲

ثم ما مسئلہ ۶ — ۴۲ — تداخل — مسئلہ — عائشہ مافی ۲۱

ام	اب	ابن	ابن	ابن	بنت
رقیہ	خالد	سعید	محمود	ولید	خدیجہ
۱ ۷	۱ ۷	۲ ۸	۲ ۸	۲ ۸	۱ ۴

المبلغ ۳۰۷۲

الاحیاء

ذکیہ	حمیدہ	صفیہ	سعید	محمود	ولید	خدیجہ	رقیہ	خالد
۴۹۶	۱۱۲۰	۱۱۲۰	۹۲	۹۲	۹۲	۴۶	۷	۷

باب دوازدہم

پہلی فصل ذوی الارحام کی اصناف کے بیان مین

ذوی الارحام کی بھی مثل عصبات کے چار صنفین ہین صنف اول مین میت کے وہ فروع ہین جو ذوی الفروض وعصبات نہون یعنی بیٹی اور پوتی کی اولاد صنف دوم مین میت کے وہ اصول ہین جو ذوی الفروض وعصبات نہون یعنی اجداد فاسد وجدات فاسدہ صنف سوئم مین میت کے ابوین کے وہ فروع ہین جو ذوی الفروض وعصبات نہون یعنی حقیقی وعلاتی بھتیجیان اور اخیافی بھتیجا بھتیجی اور حقیقی وعلاتی واخیافی بھانجے بھانجیان صنف چہارم مین میت کے اجداد وجدات کی فروع ہین جو ذوی الفروض وعصبات نہین یعنی پھوپی وخالہ وماموں حسن بن زیاد اور ابو یوسفؒ کی روایت کے موافق امام صاحبؒ کے نزدیک ذوی الارحام صنف اوّل کو ذوی الارحام صنف دویم وسویم وچہارم پر اور صنف دویم کو صنف سویم وچہارم پر اور صنف سویم کو صنف چہارم پر وراثت پانے مین تقدم ہوتا ہے یعنی بموجودگی ذوی الارحام صنف اول اصناف مابعد کے ذوی الارحام محروم ہوتے ہین علی ہذا بموجودگی ذوی الارحام صنف دویم اونکے مابعد اصناف کے ذوی الارحام محروم ہوتے ہین علی ہذا بموجودگی ذوی الارحام صنف سویم ذوی الارحام صنف چہارم محروم ہوتے ہین اسی پر فتویٰ ہے۔

دوسری فصل صنف اوّل کے ذوی الارحام مین تقسیم متروکہ کے قواعد کے بیان مین

یہ امر مختلف فیہ ہی کہ ذوی الارحام صنف اوّل مین باہم کسوجہ سے اَولویت حاصل ہوتی ہے علماء ثلاثہ احنافؒ وزفرؒ کے نزدیک اقرب کو اولویت حاصل ہوتی ہے اسیوجہ سے یہ گروہ مجتہدین اہل القرابت کہلاتا ہی ان کی دلیل یہ ہی کہ ذوی الارحام کا استحقاق باعتبار عصوبت معنوی کے ہوتا ہی لہذا اونمین بھی اولویت مثل عصبات کے بربناء اقربیت ہوتی ہے مثلاً نواسی کو پوتی کی بیٹی پر بوجہ اقربیت اولویت ہوتی ہی لہذا پوتی کی بیٹی پر بوجہ قرابت اولویت ہوتی ہی لہذا پوتی کی بیٹی نواسی کی موجودگی مین محروم ہوتی ہی اور کل متروکہ کی مستحق نواسی ہوتی ہے۔

اور علقمہؒ وشعبیؒ ومسروقؒ وابوعبیدہؒ وقاسم بن سلام وحسن بن زیاد کے نزدیک ہر ذی رحم بمنزلہ اوس ذی الفرض یا عصبہ کے ہوتا ہے جس کے واسطہ سے اوسکو میت سے قرابت ہوتی ہی یعنی مدلے بہ بمنزلہ مدلے بہ کے ہوتا ہے مثلاً نواسی کی قرابت چونکہ بیٹی کے واسطہ سے ہوتی ہی اور پوتی کی بیٹی کی قرابت پوتی کے واسطہ سے ہوتی ہی لہذا نواسی بمنزلہ بیٹی کے اور پوتی کی بیٹی بمنزلہ پوتی کے ہوتی ہے لہذا نواسی بیٹی کا حصہ پاتی ہے اور پوتی کی بیٹی پوتی کا حصہ پاتی ہے چونکہ یہ گروہ ذوی الارحام درجات قرابت گھٹا کر اونکو اونکے مدلے بہ کے حصہ کا مستحق قرار دیتی ہے لہذا اہل التنزیل کہلاتی ہے اس گروہ کی دلیل یہ ہے کہ دربارۂ میراث ذوی الارحام کوئی نص صریح تو موجود نہین ہی اور بذریعہ رائے اثبات حق ہو نہین سکتا پس بجز اسکے کوئی طریقہ

نہین ہوسکتا کہ ذوی الارحام کو اونکے اصول کا قائم مقام تصور کیا جائے جسکے واسطہ سے اونکو میت سے قرابت ہوتی ہی اور انھین اصول کا حصہ اونکو دیا جائے انکے اس قاعدہ پر منجانب احناف یہ سخت اعتراض وارد ہوتا ہی کہ جب مدلے مدلے بہ کا قائم مقام متصور ہوکر اوسکے حصہ کا مستحق ہوتا ہے تو ایسی وجہ حرمان کی بنا پر جو مدلے بہ مین پائی جائے مدلے وراثت سے محروم ہوجائیگا یعنی مدلے ایسے امر کی بناء پر وراثت سے محروم ہوجائے گا جو اوسکی ذات مین نہین ہے حالانکہ اللہ تعالی فرماتا ہی کہ لا تزر وازرۃ وزر اخری ہی مثلاً مدلے بہ بوجہ کفر یا رقیت وراثت سے محروم ہو تو مدلے باوصف مسلم یا آزاد ہونیکے وراثت سے محروم ہوجائیگا لہذا احناف کے نزدیک استحقاق ذوی الارحام اوس وصف پر مبنی ہی جو اونکی ذات مین موجود ہی اور وہ وصف عصوبت معنوی یعنی قرابت ہے لہذا بقاعدہ الاقرب فالاقرب اقرب کو اولویت و تقدم ہوتا ہے۔

اور نوح بن دراج و حبیش بن بشر وغیرہ کے نزدیک ذوی الارحام بلا لحاظ اقربیت باعتبار وصف عام یعنی قرابت کے وراثت پانیمین مساوی ہوتے ہین چونکہ یہ گروہ محض رحم یعنی قرابت کو ملحوظ رکھتی ہے لہذا اہل الرحم کہلاتی ہے۔ مذہب احناف کے موافق ذوی الارحام صنف اوّل کے موجودہ اشخاص مین اقرب کو اولویت حاصل ہوتی ہی اور وہ بربناء اولویت کل متروکہ کا مستحق ہوتا ہے۔ اور اگر موجودہ ذوی الارحام صنف اول بلحاظ اقربیت مساوی ہون تو اوس ذی رحم کو جو اولاد ذی الفرض ہو اوس ذی رحم سے جو اولاد ذی رحم ہو اولویت حاصل ہوتی ہے اور وہ بربنائے اولویت کل متروکہ کا مستحق ہوتا ہے کیونکہ اولاد ذی الفرض بہ نسبت اولاد ذی رحم حکماً اقرب ہوتی ہے پس بصورت عدم موجودگی قرب حقیقی قرب حکمی معتبر ہوتا ہے چنانچہ چونکہ پوتی کے ذی الفرض ہونیکی وجہ سے

اوس کی بیٹی کو نواسی کے بیٹے پر اسوجہ سے اولویت حاصل ہوتی ہے کہ نواسی ذی رحم ہے ۔ اور اگر موجودہ ذوی الارحام بلحاظ قربیت و نیز بلحاظ ذی الفرض یا ذی رحم کی اولاد ہونیکے مساوی ہون تب جس ذی رحم کے اصول ذکور ہوتے ہین اگرچہ وہ خود مونث ہو اوسکو دوہرا حصہ دیا جائیگا اور جس ذی رحم کے اصول اناث ہون اگرچہ وہ خود مذکر ہو اوسکو اکہرا حصہ دیا جائیگا یعنی موجودہ ذوی الارحام کی ذکورۃ و انوثت کا لحاظ نہو گا بلکہ اونکے اصول کی ذکورۃ و انوثت کا لحاظ ہو گا کیونکہ صحابہؓ کا اس امر پر اتفاق ہو کہ اگر صرف پھوپی اور خالہ وارث ہون تو پھوپی ثلثین متروکہ کی اور خالہ ثلث متروکہ کی مستحق ہو گی جس سے معلوم ہو گیا کہ حصہ کے دوہرا اکہرا ہونے مین موجودہ ذوی الارحام کے مدلے بہم کی ذکورۃ و انوثت کا لحاظ کیا گیا ہے کیونکہ پھوپی کو اوسکے مدلے بہ یعنی باپ کا دوہرا حصہ دیا گیا اور خالہ کو اوسکے مدلے بہا یعنی مان کا اکہرا حصہ دیا گیا پس جبکہ موجودہ ذوی الارحام چند پشت نیچے کے ہوتے ہین تو جس پشت مین اولاً مرد اور عورت دونون موجود ہوتے ہین اوسی پشت مین دو طائفے قائم کر دئے جاتے ہین ایک مرد کا اوسکو دوہرا حصہ دیدیا جاتا ہے دوسرا عورت کا اوسکو اکہرا حصہ دیدیا جاتا ہے اور ہر طائفہ کا حصہ اوسکی اولاد پر تقسیم کرتے رہتے ہین اور پھر جس طائفہ کی جس پشت مین مرد و عورت موجود ہوتے ہین اوس طائفہ کے تحت مین پھر دو طائفے ایک مرد کا اور دوسرا عورت کا قائم کرکے مرد کے طائفہ کو دوہرا حصہ اور عورت کے طائفہ کو اکہرا حصہ دیا جاتا ہے اور اسی طرح موجودہ پشت تک عمل جاری رکھا جاتا ہے پھر یہ کہ ہر ذی رحم کے حصہ مین اوسکی اولاد کی تعداد کا بھی لحاظ کیا جاتا ہے یعنی جس کے ایک اولاد ہوتی ہے اوسکو ایک حصہ دیا جاتا ہے اور جس کے

دو اولاد ہوتی ہے اوسکو دو حصہ دئے جاتے ہین اور نیز یہ کہ ایسے ذی رحم جسکو میت سے
مادری و پدری دو رشتے ہوتے ہین اوسکو دونون جہتون سے حصہ دیا جاتا ہے اسوجہ
سے اوسکو ذو جہتین کہتے ہین اب ہم ہین مثالین دیکر اونکا حل کر دیتے ہین تاکہ
طلبہ کو یہ مسائل اچھی طرح ذہن نشین ہوجائین۔ مثال اوّل مثلاً زید میت نے چھٹی پشت
کے ۱۲ نفوس ذوی الارحام ورثہ حسب تفصیل ذیل چھوڑے جس مین
تین مرد اور نو عورتین ہین اوسکے تقسیم متروکہ کے مسئلہ کی یہ صورت ہوگی۔

پشت اوّل — مسئلہ ۱۵ | ۶۰

	۱	۲
پشت اوّل	بنت بنت بنت بنت بنت بنت بنت	ابن ابن ابن
	۹/۳۶	۶/۲۴

	۱	۲
پشت دویم	بنت بنت بنت بنت بنت بنت	بنت بنت بنت
	۹/۳۶	۶/۲۴

	۱	۲	۳	۴
پشت سویم	بنت بنت بنت بنت	ابن ابن ابن	بنت بنت	ابن
	۱۸	۱۸	۱۲	۱۲

	۱	۲	۳	۴	۵	۶
پشت چہارم	بنت بنت	ابن ابن	بنت بنت	ابن	بنت بنت	ابن
	۶	۱۲	۹	۹	۱۲	۱۲

	۱	۲	۳	۴	۵	۶	۷	۸	۹
پشت پنجم	بنت بنت	ابن	بنت بنت	ابن	بنت بنت	ابن	بنت	ابن	بنت
	۳	۳	۶	۶	۹	۹	۴	۸	۱۲

	۱	۲	۳	۴	۵	۶	۷	۸	۹	۱۰	۱۱	۱۲
پشت ششم	بنت	ابن	بنت	بنت	ابن	بنت	ابن	بنت	بنت	بنت	بنت	بنت
	۱	۲	۳	۳	۴	۶	۶	۳	۹	۴	۸	۱۲

پشت اوّل ہی مین چونکہ نو عورتین اور تین مرد تھے اسلئے ایک طائفہ نو عورتون کا اور دوسرا تین مردونکا قائم کیا گیا اور ہر ایک کے اوپر علیحدہ علیحدہ خط کھینچکر باہمدگر متمیز کر دیا گیا چونکہ مرد کا حصہ دوہرا ہوتا ہے لہذا تین مرد بمنزلہ چھ عورتون کے ہوئے اسلئے مسئلہ ۱۵ قائم کیا گیا اور اوسمین ۹ سہام نو عورتون کے طائفہ کو اور چھ سہام تین مردونکے طائفہ کو دینگے۔

پشت دوم مین چونکہ سب عدے تین ہی تھین اسلئے کسی عمل کی ضرورت نہوئی ہر ایک طائفہ کے سہام اوسکی اولاد کو دینگے۔

پشت سوئم مین چونکہ پشت دویم کے طائفہ اوّل کی اولاد چھ عورتین اور تین مرد ہین لہذا دو طائفہ بنائینگے ایک چھ عورتونکا دوسرا تین مردونکا جو بمنزلہ چھ عورتون کے ہین چونکہ پشت دویم کے طائفہ اوّل کے ۹ سہام ۱۲ حصص پر بلا کسر تقسیم نہین ہو سکتے تھے لہذا بقاعدۂ تصحیح ۱۲ کے جزو غیر مشترک سے ضرب دیکر اونکو ۳۶ بنایا گیا اور پشت اوّل کے سہام بھی بوجہ تصحیح بڑہ گئے اور عدد مسئلہ بھی ۶۰ ہو گیا اور پشت دویم کے طائفہ دویم کے ۶ سہام ۲۴ ہو گئے۔ پس اب پشت دویم کے طائفہ اوّل کے ۳۶ سہام مین سے ۱۸ سہام چھ عورتون کے طائفہ کو اور ۱۸ سہام تین مردون کے طائفہ کو دینگے پشت دویم کے طائفہ دویم کی اولاد بھی چونکہ دو عورتین اور ایک مرد ہے لہذا اوسکے بھی دو طائفے بنائینگے اور اوسکے ۲۴ سہام مین سے ۱۲ دو عورتون کو اور ۱۲ ایک مرد کو دیدیئے گئے اسی طرح پشت سوئم مین چار طائفے ہو گئے پہلا تین عورتون کا دوسرا تین مردون کا تیسرا دو عورتون کا چوتھا ایک مرد کا۔

پشت چہارم مین چونکہ پشت سوئم کے طائفہ اوّل کی اولاد تین عورتین اور تین مرد ہین

لہذا اوسکے دو طائفے بناکر اوسکے ۱۸ سہام مین سے ۶ سہام عورتون کے طائفہ کو اور ۱۲ سہام مردنکے طائفہ کو دینگے اور چونکہ پشت سویم کے طائفہ دویم کی اولاد بھی دو عورتین اور ایک مرد ہے لہذا اوسکے بھی دو طائفے بناکر اوسکے ۱۸ سہام مین سے ۹ سہام عورتون کے طائفہ اور ۹ سہام مرد کے طائفہ کو دینگے ۔ پشت سویم کے طائفہ سویم وچہارم کی اولاد مین چونکہ عورتین اور مرد مخلوط نہین ہین لہذا طائفہ سویم کے ۹ سہام اوس کی اولاد کو دینگے اور طائفہ چہارم کے ۹ سہام اوسکی اولاد کو دینگے ۔ اس طرح پشت چہارم مین چھہ طائفے ہوگئے پہلا تین عورتون کا دوسرا تین مردون کا تیسرا دو عورتون کا چوتھا ایک مرد کا پانچوان دو عورتون کا چھٹا ایک مرد کا ۔

پشت پنجم مین چونکہ پشت چہارم کے طائفہ اوّل کی اولاد دو عورتین ایک مرد ہے لہذا دو طائفے بناکر اوسکے ۶ سہام مین سے ۳ سہام عورتون کے طائفہ کو اور ۳ سہام مرد کے طائفہ کو دینگے اور چونکہ پشت چہارم کے طائفہ دویم کی اولاد بھی دو عورتین اور ایک مرد ہے لہذا اوسکے بھی دو طائفے بناکر اوسکے ۱۲ سہام مین سے ۶ سہام عورتون کے طائفہ اور ۶ سہام مرد کے طائفہ کو دینگے اور چونکہ پشت چہارم کے طائفہ سویم وچہارم کی اولاد مین مرد وعورت مخلوط نہین ہین لہذا طائفہ سویم کے ۹ سہام اوسکی اولاد کو دینگے اور طائفہ چہارم کے ۹ سہام اوسکے بیٹے کو دینگے اور چونکہ پشت چہارم کے طائفہ پنجم کی اولاد ایک عورت ایک مرد ہے لہذا اوسکے دو طائفہ بناکر اوسکے ۱۲ سہام سے ۴ سہام عورت کے طائفہ کو اور ۸ سہام مرد کے طائفہ کو دینگے اور پشت چہارم کے طائفہ ششم کی اولاد چونکہ صرف ایک عورت ہے لہذا اوسکے ۱۲ سہام اوس کی بیٹی کو دینگے اس طرح پشت پنجم مین نو طائفے ہونگے پہلا دو عورتون کا دوسرا ایک مرد کا تیسرا دو عورتون کا

چوتھا ایک مرد کا پانچوان دو عورتون کا چھٹا ایک مرد کا ساتوان ایک عورت کا آٹھوان ایک مرد کا نوان ایک عورت کا۔

پشت ششم مین چونکہ پشت پنجم کے طائفہ اول کی اولاد ایک عورت اور ایک مرد ہی لہذا اوسکے دو طائفہ بناکر اوسکے ۳ سہام مین سے ایک سہم عورت کے طائفہ کو دینگے اور پشت پنجم کے طائفہ دویم کی اولاد چونکہ صرف ایک عورت ہے لہذا اوسکے ۳ سہام اوسکی بیٹی کو دینگے اور پشت پنجم کے طائفہ سویم کی اولاد چونکہ ایک عورت ایک مرد ہے لہذا اوسکے دو طائفے بناکر اوسکے ۶ سہام مین سے ۲ سہام عورت کے طائفہ کو اور ۴ سہام مرد کے طائفہ کو دینگے اور پشت پنجم کے طائفہ چہارم کی اولاد صرف ایک بیٹی ہے لہذا اوسکے ۶ سہام اوسکی بیٹی کو دیدینگے اور پشت پنجم کے طائفہ پنجم کی اولاد چونکہ ایک مرد ایک عورت ہے لہذا اوسکے دو طائفہ بناکر اوسکے ۹ سہام مین سے ۶ سہام مرد کے طائفہ کو دینگے اور ۳ سہام عورت کے طائفہ کو دینگے اور پشت پنجم کے طائفہ ہائے ششم و ہفتم و ہشتم و نہم کی اولاد چونکہ صرف ایک ایک بیٹی ہے لہذا ہر طائفہ کے سہام اوسکی بیٹی کو دیدینگے اس طرح چھٹی پشت مین ۱۲ نفوس کے ۱۲ طائفے ہوگئے اور دیکھئے ان ۱۲ نفوس کے سہام کا مجموعہ ۱+۲+۳+۲+۴+۶+۶+۳+۹+۴+۸+۱۲ = ۶۰ ہے اور یہی ۶۰ عدد مسئلہ صحیح شدہ کا ہے۔

مثال دویم جس میں بلحاظ اولاد موجودہ حصہ ملا ہے

مثلاً میت نے چوتھی پشت کے پانچ نفوس چھوڑے جنمیں دو مرد اور تین عورتیں حسب تفصیل ذیل چھوڑے تو ان میں تقسیم متروکہ کے مسئلہ کی یہ صورت ہوگی۔

پشت اول۔

مسئلہ ۲۸

بنت بنت بنت

	۱		۲
پشت دوئم	بنت	بنت	ابن
	۳		۴
	۱۲		۱۶

	۱	۲	۳
پشت سوئم	بنت	ابن	بنت
	۶	۶	۱۶

پشت چہارم	ابن دو	بنت	بنت دو
	۶	۶	۱۶

پشت اوّل مین چونکہ صرف عورتین ہی تھین لہذا اوسکو ترک کردیا گیا۔
پشت دوئم مین چونکہ دو عورتین اور ایک مرد ہے لہذا دو طائفے بنائینگے پہلا دو عورتونکا دوسرا ایک مرد کا لیکن طائفہ اوّل مین کی ایک عورت بلحاظ اسکے کہ اوسکی اولاد مین دو نفوس موجود ہین بمنزلہ دو کے ہے لہذا طائفہ اوّل بمنزلہ تین عورتون کے ہوا۔ اور طائفہ دوم بلحاظ مرد ہونے کے بمنزلہ دو عورتون کے ہوا اور بلحاظ اسکے کہ اوسکی اولاد مین دو نفوس موجود ہین بمنزلہ دو کے ہوا لہذا طائفہ دوئم بمنزلہ چار عورتون کے ہوا اسلئے عدد مسئلہ ۷ قائم کرکے اوسمین سے ۳ سہام طائفہ اوّل کو اور ۴ سہام طائفہ دوئم کو دینگے۔ پشت سوئم مین چونکہ پشت دوئم کے طائفہ اوّل کی اولاد ایک عورت ہے جو بلحاظ اسکے کہ اوسکی اولاد مین دو نفوس موجود ہین جو بمنزلہ دو کے ہے اور ایک مرد ہے جو بمنزلہ دو عورتین کے لہذا اوسکے دو طائفہ بناکر اوسکے ۳ سہام ان دونون طائفونکو دینا چاہا ہے جو بمنزلہ چار عورتون کے ہین تو معلوم ہوا کہ تین سہام چار پر ملا کر تقسیم نہین ہو سکتے لہذا بقاعدہ تصحیح چار مین ضرب دیکر بارہ کرلئے گئے اور بوجہ تصحیح پشت دوئم کے طائفہ دوئم کے ۴ سہام ۱۶ ہوگئے اور عدد مسئلہ ۲۸ ہوگیا اب بعد تصحیح

پشت دویم طائفہ اوّل کے ۱۲ سہام مین سے ۶ سہام پشت سویم کے طائفہ اوّل کو اور ۶ سہام طائفہ دویم کو دینگے اور پشت سویم مین پشت دویم کے طائفہ دویم کی اولاد چونکہ صرف ایک عورت ہے لہذا اوسکے ۱۶ سہام اوسکی ایک اولاد کو دینگے اور اس طرح پشت سویم مین تین طائفے ہوگئے پہلا ایک عورت کا دوسرا ایک مرد کا تیسرا ایک عورت کا پشت چہارم مین پشت سویم کے طائفہ اوّل کی اولاد چونکہ صرف دو مرد ہین لہذا اوسکے ۶ سہام اوسکی اولاد کو دینگے اور پشت چہارم مین چونکہ پشت سویم کے طائفہ دویم کی اولاد صرف ایک عورت ہے لہذا اوسکے ۶ سہام اوس کی اولاد کو دینگے اور پشت چہارم مین چونکہ پشت سویم کے طائفہ سویم کی اولاد صرف دو نفوس عورتین ہین لہذا اوسکے ۱۶ سہام اوسکی دو بیٹیون کو دیدئے گئے اور اس طرح پشت چہارم مین تین طائفے ہوئے پہلا دو مردونکا جس کو ۶ سہام ملے دوسرا ایک عورت کا اوسکو بھی ۶ سہام ملے ہین تیسرا دو عورتون کا جس کو ۱۶ سہام ملے ہین۔

مثال سویم ذی رحم جنکی دو جہتین موجود ہین

پشت اوّل — مسئلہ ۲۸ — بنت — بنت — بنت

پشت دویم — ۱ — بنت ۱ — ۲ — بنت ۲ — ابن ۱۲/۳

۱۲/۳

پشت سویم — ابن

مثال — ۶ — ۱۶

۲۲ = ۱۶ + ۶
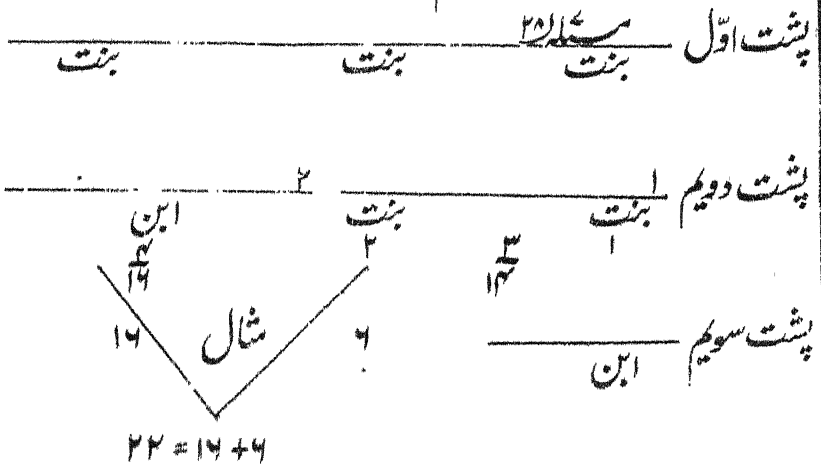
پشت اوّل کو تو بوجہ عدم اختلاط مرد و عورت ترک کر دیا گیا پشت دویم مین چونکہ دو عورتین اور ایک مرد ہے لہذا دو طائفے بنائینگے پہلا دو عورتون کا دوسرا ایک مرد کا پھر یہ کہ چونکہ طائفہ اوّل مین کی ایک عورت بلحاظ اولاد موجودہ بمنزلہ دو عورتون کے ہے اور طائفہ دویم کا ایک مرد بلحاظ ذکورہ وبلحاظ اولاد موجودہ بمنزلہ چار عورتون کے ہے لہذا عدد مسئلہ ۷ قائم کر کے ۳ سہام طائفہ اوّل کو اور ۴ سہام طائفہ دویم کو دینگے پشت سویم مین پشت دویم کے طائفہ اوّل کی اولاد ایک مرد ہے جو بمنزلہ دو عورتون کے ہے اور دو عورتین ہین جو بمنزلہ چار کے ہین پھر چونکہ پشت دویم کے ۳ سہام اوسکی اولاد پر جو بمنزلہ چار کے ہے ملا کر تقسیم نہین ہو سکتے لہذا تصحیح کر کے اونکو ۱۲ سہام بنائینگے اور طائفہ دویم پشت دویم کے ۴ سہام ۱۶ سہام بنائینگے اور عدد مسئلہ ۲۸ بنایا گیا اب بعد تصحیح پشت دویم کے طائفہ اوّل کے ۱۲ سہام مین سے پشت سویم مین ۶ سہام ایک مرد کے طائفہ کو دینگے اور ۶ سہام دو عورتون کے طائفہ کو دینگے اور پشت سویم مین چونکہ پشت دویم کی اولاد صرف دو عورتین ہین لہذا اوسکے ۱۶ سہام اوسکی اولاد کو دیدینگے اب دیکھو ان دو عورتون کو ۶ سہام مان کی جانب سے ملے اور ۱۶ سہام باپ کی جانب سے ملے اس طرح ان دونون کو ۶+۱۶ = ۲۲ سہام ملے۔

تیسری فصل ذوی الارحام صنف دویم مین تقسیم متروکہ کے قواعد کے بیان مین

ذوی الارحام صنف دویم یعنی اجداد وجدات فاسدہ مین تقسیم متروکہ کا یہ قاعدہ ہے

اگر ان مین سے فقط ایک شخص موجود ہوتا ہے تو وہ تنہا کل متروکہ کا مستحق ہوتا ہے اور اگر وہ متعدد ہوتے ہین تو یہ دیکھا جاتا ہے کہ وہ سب ایک درجہ کے ہین یا مختلف درجون کے ہین پس اگر وہ مختلف درجون کے ہوتے ہین تو اونمین سے جو اقرب درجہ کا ہے وہ تنہا کل متروکہ کا مستحق ہوتا ہے اور اگر وہ سب ایک درجہ کے ہوتے ہین تو یہ دیکھا جاتا ہے کہ وہ سب متحد الجہت ہین یا مختلف الجہت ہین یعنی وہ سب مان کی طرف یا باپ کی طرف کے ہین یا اون مین سے بعض مان کی طرف کے ہین اور بعض باپ کی طرف کے ہین پس اگر وہ مختلف الجہت ہوتے ہین تو باپ کی طرف والون کو ثلثین متروکہ اور مان کی طرف والونکو ثلث متروکہ دیا جاتا ہے۔ اور اگر وہ متحد الجہت ہوتے ہین تو یہ دیکھا جاتا ہے کہ اونکے مدے باہم ذکورۃ و انوثت مین متحد ہین یا مختلف پس اگر مختلف ہوتے ہین تو جس پشت سے یہ اختلاف شروع ہوتا ہے اوسی پشت سے مرد کو دوہرا حصہ اور عورت کو اکہرا حصہ دیکر ہر ایک کا حصہ اوسکے مدے کو دیا جاتا ہے اور اگر متحد ہوتے ہین تو خود اونکی ذکورۃ و انوثت کے لحاظ سے مرد کو دوہرا اور عورت کو اکہرا حصہ دیا جاتا ہے مثلاً میت نے چوتھی پشت کے دو نانا مانکی طرف کے اور ایک دادا اور ایک دادی باپ کیطرف کے ورثہ چھوڑے ہون تو چونکہ یہ سب باعتبار درجہ متحد ہین لیکن باعتبار جہت مختلف ہین اور اونکے مدے باہم مین پہلی ہی پشت مین اختلاف ذکورۃ و انوثت ہے لہذا باپ کی جہت والون کو ثلث متروکہ اور باپ کی جہت والون کو ثلثین متروکہ دیا گیا صورت مسئلہ یہ ہے اسمین بلحاظ حصص ورثہ عدد مسئلہ ۶ قائم کرکے اوسمین ثلث یعنی ۲ سہام مان کی جہت والونکو دینگے اور ثلثین یعنی ۴ سہام باپ کی جہت والون کو دئے گئے ہین

مسئلہ

پشت اوّل	ام	ام	اب	اب
پشت دوئیم	اب	ام	ام	اب
پشت سوئیم	ام	ام	اب	ام
پشت چہارم	اب	اب	ام	ام

چوتھی فصل ذوی الارحام صنف سوئیم مین تقسیم متروکہ کے قواعد کے بیان مین

ذوی الارحام صنف سوئیم یعنی میت کے ابوین کے ایسے فروع ہین جو ذوی الفروض وعصبات نہون اولویت باعتبار اقربیت ہوتی ہی لہذا بھانجی کو بھتیجے کے بیٹی پر اولویت حاصل ہوتی ہے لیکن جب ایک درجہ کے چند موجود ہوتے ہین تو اونمین جو اولاد عصبہ ہوتا ہے اوسکو اوسپر جو اولاد ذی رحم ہوتا ہے اولویت حاصل ہوتی ہے چنانچہ بھتیجے کی بیٹی کو بھانجے کے بیٹے پر اولویت حاصل ہوتی ہے کیونکہ بھتیجا عصبہ ہوتا ہے اور بھانجی ذی رحم ہوتی ہے اس صنف مین بھی مرد کا حصہ دوہرا اور عورت کا حصہ اکہرا ہوتا ہے اور یہ فرق اوسی پشت سے شروع ہوتا ہے جس پشت سے عورت اور مرد کا اختلاط شروع ہوتا ہے اور پھر ہر ایک کا حصہ اوسکے ملیین پر منتقل ہوتا رہتا ہے اور نیز اس صنف کے ذی رحم کے تعین حصہ مین اوسکی تعداد فروع کا اعتبار کیا جاتا ہے اور نیز اس صنف کا ذو جہتین دونون جہت سے حصہ پایا کرتا ہے۔ مثال اوّل۔

مثلاً میت نے ایک حقیقی بھائی کی ایک بیٹی اور ایک حقیقی بہن کا ایک بیٹا اور ایک بیٹی
اور ایک اخیافی بھائی کی ایک بیٹی اور ایک اخیافی بہن کا ایک بیٹا اور ایک بیٹی اور ایک
علاتی بھائی کا ایک بیٹا اور ایک علاتی بہن کا ایک بیٹا اور ایک بیٹی یہ نو وارث چھوڑے
ہوں تو اونمیں تقسیم متروکہ حسب ذیل طریقے سے ہوگا۔ اولاً اصل مسئلہ کا عدد ۳ قائم کرکے اوسمیں سے
ثلث یعنی ایک سہم اخیافی بھائی بہن کو دیا گیا اور ثلثین یعنی ۲ سہام حقیقی بھائی بہن کو دینگے
اور علاتی بھائی بہن بوجہ موجودگی حقیقی بھائی بہن کے محروم ہو گئے۔ پھر چونکہ اخیافی بہن
بلحاظ تعداد فروع بمنزلہ دو کے ہے لہذا تصحیح کرکے اونکے ایک سہم کو ۳ سہام بنائینگے اور
بربنائے تصحیح اخیافی بھائی بہن کے سہام بھی ۶ ہو گئے اور عدد مسئلہ ۹ ہو گیا اب بعد تصحیح
اخیافی بھائی بہن کے ۳ سہام مین سے ایک سہم اخیافی بھائی کو اور ۲ سہام اخیافی بہن کو
دیے گئے حقیقی بھائی بہن مین بھی چونکہ بہن بلحاظ تعداد فروع بمنزلہ دو کے ہے لہذا اونکے
۶ سہام مین سے ۳ سہام بھائی کو اور ۳ سہام بہن کو دیے گئے۔ اسکے بعد حقیقی بھائی
کے ۳ سہام اوسکی بیٹی کو دینگے اور حقیقی بہن کے ۳ سہام مین سے ۲ سہام اوس کے
بیٹے کو اور ایک سہم اوسکی بیٹی کو دیدیا گیا علیٰ ہذا اخیافی بھائی کا ایک سہم اوسکی بیٹی کو
دیا گیا اور اخیافی بہن کے ۲ سہام مین ایک سہم اوسکے بیٹے کو اور ایک سہم اوسکی
بیٹی کو دیدیا گیا کیونکہ اخیافی بھائی بہن کا حصہ مساوی ہوتا ہے صورت مسئلہ یہ ہے

پشت اول مسئلہ ۳ تصحیح ۹

اخ عینی	اخت عینی	اخ اخیافی	اخت اخیافی	اخ علاتی	اخت علاتی
	$\frac{2}{3}$		$\frac{1}{3}$		

پشت دوم

بنت	ابن	بنت	بنت	ابن	بنت	ابن	ابن	بنت
۳	۲	۱	۱	۱	۱	محروم	محروم	محروم

مثال دوم

مثلاً میت نے ایک پوتی حقیقی بھائی کی اور ایک پوتی علاتی بھائی کی اور ایک
پوتی اخیافی بھائی کی یہ تین عورتین وارث چھوڑین تو کل متروکہ تنہا حقیقی بھائی کو ملیگا
علاتی بھائی کی پوتی اسوجہ سے محروم ہوگی کہ اوسکے مدلے بہ کی قرابت سے حقیقی بھائی کی
پوتی کے مدلے بہ کی قرابت اقوی ہی یعنی حقیقی بھائی کی قرابت بہ نسبت علاتی بھائی
کی قرابت کے اقوی ہی اور اخیافی بھائی کی پوتی کے محروم ہونیکی یہ وجہ ہی کہ اوسکا مدلے بہ
یعنی اخیافی بھتیجا ذی رحم ہے اور حقیقی بھائی کی پوتی کا مدلے بہ یعنی حقیقی بھتیجا عصبہ ہے
صورت مسئلہ یہ ہے۔

مسئلہ

اخ عینی	اخ علاتی	اخ اخیافی
ابن	ابن	ابن
بنت	بنت	بنت
۱	محروم	محروم

مثال سوم

مثلاً میت نے علاتی بھائی کا ایک نواسا اور علاتی بہن کے دو بیٹے جن مین سے ایک
بیٹے اور حقیقی بہن کی اکلوتی بیٹی سے دو بیٹیان اور اخیافی بہن کی ایک پوتی ورثہ چھوڑے
تو تقسیم متروکہ اولاً بلحاظ میت کے بھائی بہنونکے ہوگی اور اونکے تعین حصص مین اونکے اولاد
کی تعداد کا اعتبار ہوگا اور پھر ہر ایک حصہ اوسکی اولاد مین تقسیم ہوگا لہذا عدد مسئلہ ۶ قائم کرکے
اوسمین سدس یعنی ایک سہم اخیافی بہن کو دیا جائیگا اور ثلثین یعنی ۴ سہام حقیقی بہن کو
دئے جائینگے (کیونکہ وہ بلحاظ تعداد اولاد بمنزلہ دو کے ہے اور دو حقیقی بہنین ثلثین متروکہ کی

مستحق ہوتی ہین) اور باقی یعنی ایک سہم علاتی بھائی بہن کو دیا جائیگا اور پھر تصحیحاً عدد مسئلہ ۱۲ اور پھر تصحیحاً ۲۴ کر لیا جائیگا اور بربنائے تصحیح اخیافی بہن کا ایک سہم ۲ اور پھر ۴ سہام ہو جائیگا اور حقیقی بہن کے ۴ سہام ۸ اور پھر ۱۶ ہو جائینگے اور علاتی بھائی بہن کا ایک سہم ۲ اور پھر ۴ سہام ہو جائیگا اور علاتی بہن چونکہ بلحاظ تعداد اولاد بمنزلہ دو کے ہے لہذا علاتی بھائی بہن کے ۴ سہام مین سے ۲ سہام علاتی بھائی کو اور ۲ سہام علاتی بہن کو دئے جائینگے۔ دوسری پشت اخیافی بہن کے ۴ سہام اوسکے بیٹے کو دئے جائینگے اور حقیقی بہن کے ۱۶ سہام اوسکی بیٹی کو دئے جائینگے اور علاتی بھائی کے ۲ سہام اوسکی بیٹی کو دیدئے جائینگے اور علاتی بہن کے ۲ سہام اوسکی بیٹی کو دیدئے جائینگے تیسری پشت مین اخیافی بہن کے بیٹے کے ۴ سہام اوسکی بیٹی کو دیدینگے اور حقیقی بہن کی بیٹی کے ۱۶ سہام اوسکے دو بیٹون کو دیدینگے اور علاتی بھائی کی بیٹی کے ۲ سہام اوسکے بیٹے کو دیدینگے اور علاتی بہن کے بیٹے کے ۲ سہام اوسکی دو بیٹیون کو دیدینگے

صورت مسئلہ یہ ہوگی۔

پشت اوّل مسئلہ ۱۲ تصحیح ۲۴	اخ علاتی	اخت علاتی	اخت عینی	اخت اخیافی
	۲	۲	$\frac{۴}{۱۶}$	$\frac{۲}{۴}$
پشت دویم	بنت	ابن	بنت	ابن
	۲	۲	۱۶	۴
پشت سویم	ابن	بنتان	بنتان	بنت
	۲		۲+۱۶=۱۸	۴

پانچوین فصل ذوی الارحام صنف چہارم مین تقسیم متروکہ کے قواعد کے بیان مین

ذوی الارحام کی صنف چہارم یعنی اجداد وجدات فاسدہ کی ایسی فروع مین جو ذوی الفروض وعصبات نہون بعض ماں کی جانب کے ہوتے ہین جیسے ماموں وخالہ اور بعض باپ کی جانب کے ہوتے ہین جیسے پھوپی پس اگر ان مین سے کوئی ایک تنہا ہوتا ہی تو وہ کل متروکہ کا مستحق ہوتا ہے خواہ وہ کسی جانب کا ہو اور اگر ایک ہی جانب کے متعدد نفوس ہوتے ہین تو اونمین سے جو اقرب ہوتا ہے وہ تنہا کل متروکہ کا مستحق ہوتا ہے ان مین سب سے زیادہ اقرب وہ ہوتا ہے جو میت کا عینی قرابتدار ہوتا ہے اوسکے بعد وہ ہوتا ہی جو میت کا علاتی قرابتدار ہوتا ہے سکے بعد وہ ہوتا ہے جو میت کا اخیافی قرابتدار ہوتا ہی مثلاً وہ پھوپی جو باپ کی حقیقی بہن ہوتی ہے اوس پھوپی سے جو باپ کی علاتی بہن ہو سب سے زیادہ اقرب ہوتی ہے اور وہ پھوپی جو باپ کی علاتی بہن ہوتی ہے اوس پھوپی سے جو باپ کی اخیافی بہن ہوتی ہے زیادہ اقرب ہوتی ہے علی ہذا ماں کا حقیقی بھائی بہ نسبت علاتی بھائی کے اور علاتی بھائی بہ نسبت اخیافی کے زیادہ اقرب ہوتا ہے چنانچہ اوس پھوپی کو جو باپ کی حقیقی بہن ہو اوس چچا پر جو باپ کا اخیافی بھائی ہو اولویت حاصل ہوتی ہے۔ اور اگر ایسے متعدد ذوی الارحام صنف چہارم متحد الجہت موجود ہوتے ہین جو باعتبار قرب قرابت وقوت قرابت مساوی المرتبہ ہون تو اونمین مرد کا دوہرا حصہ ہوتا ہے اور عورت کا اکہرا حصہ ہوتا ہے۔ اور اگر متعدد ذوی الارحام صنف چہارم مساوی المرتبہ

مگر مختلف الجہت موجود ہوتے ہین تو اونمین قوت قرابت معتبر نہین ہوتی بلکہ باپ کی جہت والون کو دو ہرا حصہ دیا جاتا ہے اور مان کی جہت والون کو اکہرا حصہ دیا جاتا ہے اور اس طرح جو حصہ ایک جہت والونکو ملتا ہے وہ اونکے جمیع افراد مین حسب قاعدہ تقسیم ذوی الارحام صنف چہارم متحد الجہت تقسیم کر دیا جاتا ہے قاعدہ مذکور اوپر بیان ہو چکا ہے۔

اور اگر ایک جہت والے سب مساوی القوت ہوتے ہین تو اونکا حصہ جمیع افراد مین بالتساوی تقسیم کیا جاتا ہے اور اگر ذوی الارحام صنف چہارم کی اولاد وارث ہوتی ہے تو اونمین متروکہ حسب قواعد تقسیم متروکہ ذوی الارحام صنف سویم تقسیم ہوتا ہے واللہ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب۔

باب سیزدہم

پہلی فصل خنثیٰ کی تعریف و مسائل وراثت کے بیان مین

لفظ خنثیٰ خنث سے مشتق ہے جس کے معنی نرمی و سستی کے ہین اصطلاح فقہی مین خنثیٰ اوس انسان کو کہتے ہین جسمین مردانی اور زنانی دونون شرمگاہین موجود ہون یا دونون موجود نہون (کیونکہ ایسی مخلوق دیکھنے مین آئی ہے جسکے کسی قسم کی شرمگاہ نہ تھی اور ناف مین سے اخراج مادہ ہوتا تھا) کیونکہ بوقت پیدایش اور اوسکے بعد کچھ عرصہ تک مولود کی ذکورۃ و انوثت کا امتیاز صرف شرمگاہ سے ہوتا ہے البتہ کچھ عرصہ کے بعد دوسرے علامات سے بھی ذکورۃ و انوثت کا امتیاز ہو جاتا ہے مثلاً ڈاڑہی مونچھونکے نکل آنیسے ذکورۃ اور پستان کے اوبھر جانیسے انوثت کا امتیاز ہو جاتا ہے۔ اور چونکہ تولد کے بعد

عورت تک شرمگاہون کی نسبت صرف پیشاب کا اخراج ہوتا ہے لہذا شرمگاہ ہو تکی
اصلی منفعت اخراج پیشاب ہے لہذا ایسے مولود کا جسکے دونون شرمگاہین موجود ہون
اگر مردانی شرمگاہ سے پیشاب خارج ہوتا ہے تو وہ بلحاظ میراث مرد متصور ہوتا ہے
اور اگر زنانی شرمگاہ سے پیشاب خارج ہوتا ہے تو وہ عورت متصور ہوگی چنانچہ
سیدنا حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلعم سے اس قسم کے مولود کی
وراثت کی نسبت سوال کیا گیا تھا تو ارشاد ہوا تھا کہ جس شرمگاہ سے وہ پیشاب
کرتا ہے اوسکو وہی تصور کیا جائے۔ اور اگر دونون شرمگاہون سے پیشاب خارج
ہوتا ہو تو جس شرمگاہ سے اولاً اخراج شروع ہوتا ہو وہ معتبر سمجھی جائے گی اور اگر دونون سے
ایک ساتھ اخراج شروع ہوتا ہو تو امام صاحب فرماتے ہین کہ مجھے علم نہین ہے کہ مرد
متصور ہوگا یا عورت اور صاحبین فرماتے ہین کہ ایسی صورت مین جس شرمگاہ سے
زیادہ پیشاب خارج ہوتا ہو اوسکا اعتبار ہوگا لیکن اگر دونون سے مساوی المقدار
پیشاب خارج ہوتا ہو تو صاحبین بھی فرماتے ہین کہ ہمین علم نہین کہ وہ مرد متصور
ہوگا یا عورت۔

ایسا مولود جو مرد یا عورت تصور نکیا جا سکے تا عمر بلوغ خنثی مشکل کہلاتا ہے
کیونکہ بعد بلوغ یہ اشکال اس طرح رفع ہوجاتا ہے کہ اگر اوسکے داڑھی مونچھین نکل آئین
اور وہ مردانی شرمگاہ سے عورت سے مجامعت کرے تو وہ مرد متصور ہوگا اور اگر اوسکے
پستان ابھر آئین حیض آجائے زنانی شرمگاہ سے مرد سے جماع کرلے تو وہ عورت
متصور ہوگی۔ ان علامات مین سے اون امور مین جنکا علم اوسیکو ہوسکتا ہے
اوسکا قول معتبر ہوتا ہے بجز اسکے کہ اوسکے قول کی تکذیب بالیقین ہوجائے مثلاً

اوسکا قول ہو کہ وہ مردانی شرمگاہ سے منزل ہوتا ہے اور اوسکے بعد وہ حاملہ ہو جائے تو اوسکا قول مذکور معتبر نہ ہیگا اور وہ یقیناً عورت سمجھا جائیگا۔

دوسری فصل خنثے کے حصہ نکالنے کے قواعد کے بیان میں

علمائے ثلاثہ احنافؒ کے نزدیک خنثے مشکل مرد و عورت کے حصوں میں سے جو حصہ کم ہو وہ اوسکا مستحق ہوتا ہے یعنی اوسکو مرد فرض کر کے حصہ نکالا جائے اور پھر اوسکو عورت فرض کر کے حصہ نکالا جائے جس فرض کرنے میں زیادہ خرابی ہو اوسکے اعتبار پر خنثے کو وراثت ملیگی یہی قول عامہ صحابہؓ کا ہی اور اسی قول پر فتوٰی ہے۔ پس جبکہ منجملہ ورثہ کوئی وارث خنثے ہوتا ہے تو ایک مرتبہ اوسکو مرد فرض کر کے مسئلہ بناتے ہیں اور ایک مرتبہ اوسکو عورت فرض کر کے مسئلہ بناتے ہیں پس جس مسئلہ کی روسے خنثی کو کم حصہ ملتا ہے یا کچھ حصہ نہیں ملتا وہ مسئلہ قائم رکھکر متروکہ تقسیم کر دیا جاتا ہے مثلاً میت نے ایک بیٹا ایک بیٹی خنثے ورثہ چھوڑے ہوں تو پہلے خنثے کو مرد تصور کر کے مسئلہ بنایا تو عدد مسئلہ ۵ ہوا اور منجملہ اوسکے ۲ سہام خنثے کو ملے اس صورت سے۔

مسئلہ

ابن	خنثے مرد	بنت
۲	۲	۱

پھر خنثے کو عورت تصور کر کے مسئلہ بنایا ہے تو عدد مسئلہ ۴ ہوا اور منجملہ اوسکے خنثے کو ایک سہم ملا اس صورت سے۔

مسئلہ

ابن	خنثے عورت	بنت
۲	۱	۱

چونکہ اس حالت میں خنثی کو عورت تصور کرنیسے حصہ کم ملتا ہے لہذا اوسکو عورت فرض کر کے

حصہ دیا جائیگا اور متروکہ تقسیم کردیا جائیگا قاعدہ للذکر مثل حظ الانثیین چونکہ کلیہ ہے تو خیال پیدا ہوتا ہے کہ اس طول عمل کی کیا ضرورت ہے کہ خنثے کو ایک مرتبہ مرد فرض کرکے اور دوسری مرتبہ عورت فرض کرکے دو مسئلہ نکالے جائیں اوسکو عورت ہی فرض کرکے کیون نہ حصہ دیدیا جائے یہ خیال صحیح نہین ہے کیونکہ کبھی مرد و عورت کا حصہ مساوی ہوتا ہے جیسے اخیافی بھائی بہن کا حصہ مساوی ہوتا ہے اور بعض صورتون مین خنثے کو مرد تصور کرنے سے اوسکو حصہ کم ملتا ہے اور عورت تصور کرنیسے زیادہ ملتا ہے مثلاً میت نے زوج ام ایک اخیافی بہن اور ایک علاتی خنثے ورثہ چھوڑے ہون تو اب اگر خنثے کو مرد تصور کرکے مسئلہ بنایا جاتا ہے تو عدد مسئلہ ۶ ہوتا ہے تو اوسمین سے بحیثیت عصبہ ایک سہم خنثے کو ملتا ہے اس صورت مسئلہ سے۔

مسئلہ ۶

زوج	ام	اخت اخیافی	خنثے علاتی مرد
۳	۱	۱	۱

اور اگر خنثے کو عورت تصور کرکے مسئلہ بنایا جاتا ہے تو عدد مسئلہ ۶ ہوگا اور اوسکا عول ۸ ہوگا اس طرح صورت مسئلہ یہ ہوگی۔

مسئلہ ۶ عدد ۸

زوج	ام	اخت اخیافی	خنثے علاتی عورت
۳	۱	۱	۳

اب دیکھئے کہ خنثے مرد تصور کئے جانیکی صورت مین $\frac{1}{6}$ متروکہ کا مستحق ہوتا ہے اور عورت تصور کئے جانیکی صورت مین $\frac{3}{8}$ کا مستحق ہوتا ہے اور یہ ظاہر ہے کہ $\frac{3}{8}$ متروکہ $\frac{1}{6}$ سے زیادہ ہے کیونکہ $\frac{1}{6}$ و $\frac{3}{8}$ = $\frac{4}{24}$ و $\frac{9}{24}$ کی رو سے $\frac{3}{8}$ متروکہ $\frac{1}{6}$ متروکہ سے بقدر $\frac{5}{24}$ متروکہ کے زیادہ ہے بعض صورتین ایسی بھی ہین کہ اگر خنثے کو مرد تصور کیا جاتا ہے تو وہ محروم ہوجاتا ہے

اور عورت تصور کیا جاتا ہے تو وہ عصبہ نہیں ہوتی، چنانچہ مثال ہے کہ ایک میت نے زوج اور ایک حقیقی
بہن اور ایک علاتی خنثیٰ چھوڑی ... اگر خنثیٰ کو مرد تصور کیا
جاتا ہے تو وہ عصبہ ہوتا ہے اور چونکہ نصف متروکہ کا مستحق زوج اور نصف متروکہ کی مستحق
حقیقی بہن موجود ہے لہذا عصبہ محروم ہوجاتا ہے اور اگر خنثیٰ کو عورت تصور کیا جاتا ہے
تو وہ ذوی الفروض ہوجاتی ہے اور اس صورت میں عدد مسئلہ ۶ ہوگا جس کا عول ۷ ہوگا اور
خنثیٰ اوسمیں سے ایک سہم کا مستحق ہوگا ... ہوگی۔

مسئلہ عدد ۷

زوج	اخت حقیقی	خنثیٰ علاتی بصورت عورت
۳	۳	۱

باب چہارم

پہلی فصل مسائل متعلقہ وراثت حمل کے بیان میں

احناف کے نزدیک اقل مدت حمل چھ ماہ اور اکثر مدت حمل دو سال ہے اسی پر فتویٰ ہے
پس اگر ورثہ میت میں کوئی حمل بھی ہوتا ہے تو اگر وہ حمل میت کا ہوتا ہے یعنی میت نے
زوجہ حاملہ چھوڑی ہو تو اگر وقت وفات میت سے دو سال کے اندر یعنی دو سال پورے
ہونے تک زوجہ مذکورہ کے زندہ اولاد پیدا ہو بشرطیکہ زوجہ مذکورہ نے انقضاء عدت کا
اقرار نکیا ہو تو اولاد مذکور میت اور اقربائے میت کی وارث ہوگی اور اقربائے میت اوسکے
وارث ہونگے اور اگر وقت وفات میت سے دو سال پورے ہوجانیکے زوجہ مذکور کے اولاد
پیدا ہو تو وہ اولاد نہ میت و اقربائے میت کی وارث ہوگی نہ اقربائے میت اوسکے وارث ہونگے

اور اگر وہ حمل اقربائے میت کا ہوتا ہے مثلاً میت نے باپ دادا بھائی وغیرہ کی زوجہ کو حاملہ
چھوڑا ہو تو جو اولاد حاملہ مذکورہ کو وقت وفات میت سے چھ ماہ پورے ہونے تک زندہ
پیدا ہو وہ میت کی وارث ہوگی اور جو اولاد حاملہ مذکورہ کیوقت وفات میت سے چھ ماہ
پورے ہوجانے کے بعد پیدا ہوگی وہ میت کی وارث نہوگی کیونکہ اقربائے میت کی
زوجہ کو وقت وفات میت چھ ماہ کے اندر اولاد پیدا ہونے سے یہ امر یقینی ہوجاتا ہے
کہ بوقت وفات میت حمل کا استقرار ہوچکا تھا اور اقل مدت حمل کے بعد پیدا ہونے سے
یہ امر محتمل ہوتا ہے کہ آیا بوقت وفات میت حمل کا استقرار ہوا تھا یا نہیں لہذا صرف
امر یقینی پر عمل کیا جاتا ہے بخلاف اوس صورت کے کہ وہ حمل خود میت کا ہو اس صورت مین
اکثر مدت حمل پر عمل کرنیکی یہ وجہ ہے کہ اولاد کا نسب میت سے ثابت ہوتا ہے لہذا وہ میت و اقربائے
میت کا وارث ہوتا ہے دوسرے یہ کہ متوفی کے مرجانیسے نہ یہ احتمال ہوسکتا ہے کہ شاید بعد وفات
استقرار حمل ہوا ہو نہ یہ احتمال ہوسکتا ہے کہ حمل متوفی کا نہیں ہے کیونکہ معتدہ نے اقرار انقضائے
عدۃ نہیں کیا۔ حمل کے زندہ پیدا ہونے کے علامات مولود کے رونے یا چھینکنے کی آواز کا
محسوس ہونا یا حرکت اعضا کا ظاہر ہونا ہین پس جس مولود کا اکثر حصہ جسم بحالت حیات
مولود باہر آجائے گو وہ پورا باہر آنیسے پہلے ہی مرجائے وہ وارث ہوجاتا ہے یعنی اوسکے
حصہ کے مستحق اوسکے ورثہ ہوجاتے ہین اور جو مولود ماں کے پیٹ کے اندر مرجاتا ہے یا
اکثر حصہ جسم باہر آنیسے پہلے مرجاتا ہے وہ وارث نہیں ہوتا اکثر حصہ جسم مولود کا زندہ باہر
آنا اوسوقت سمجھا جاتا ہے کہ اگر جسم بقدر زیادہ سر کے بل پیدا ہو تو جب مولود کا سینہ بحالت
حیات باہر نکل آئے اور اگر بوقت ولادت پیر کے بل پیدا ہو تو جب اوسکی ناف
بحالت حیات باہر آجائے پس جو مولود سر کے بل پیدا ہوتا ہے اگر اوسکا سینہ بحالت

حیات باہر آجاتا ہے تو وہ مستحق وراثت ہوجاتا ہے اور جو مولود پیرون کے بل پیدا ہوتا ہے اگر اوسکی ناف بحالت حیات باہر آجاتی ہے تو وہ مستحق وراثت ہوجاتا ہے۔

دوسری فصل حمل کے حصّہ دریافت کرنیکے قواعد اور اوسکے متعلقات کے بیان مین

قول الفتی۔ بوقت تقسیم متروکہ حمل کیواسطے وہ حصّہ محفوظ رکھا جاتا ہے جو اوسکو مرد تصور کرنے اور عورت تصور کرنے کی صورتون مین سے زیادہ ہوتا ہے اور قاضی بقدر اوسکے حصّہ محفوظ کے ورثہ قابض متروکہ سے کفالت لے لیتا ہے پس اگر حمل اوس تصور کے مطابق پیدا ہوتا ہے جس تصور سے اوس کا حصّہ محفوظ کیا گیا ہے تو اوسکا حصّہ اوسکے ولی بالمال کو دیدیا جاتا ہے اور اگر اوس تصور کے خلاف پیدا ہوتا ہے تو حصّہ محفوظ مین سے اوسقدر حصّہ جسکا وہ مستحق ہوتا ہے اوسکے ولی بالمال کو دیدیا جاتا ہے اور مابقی میت کے اون ورثہ کو اگر وہ زندہ ہون ورنہ اونکے ورثہ کو جنکے حصص مین بوجہ تصور خلاف واقعہ کمی واقع ہوئی تھی دیدیا جاتا ہے اور اگر حمل زندہ پیدا نہو تو کل حصّہ محفوظ اون ورثہ میت کو اور اگر وہ مر گئے ہون تو اونکے ورثہ کو دیدیا جاتا ہے جن کے حصص مین بخیال وراثت حمل کمی واقع ہوئی تھی یا جو وراثت سے مجحوب ہوگئے تھے بقدر اونکے حصص تاتکمیل حصص کے دیدیا جاتا ہے۔ حمل کیواسطے جو حصّہ محفوظ کیا جاتا ہے اوسکے دریافت کرنیکا یہ قاعدہ ہے کہ اوّل دو مسئلہ بنائے جاتے ہین ایک مسئلہ حمل کو مرد تصور کرکے اور ایک مسئلہ حمل کو عورت تصور کرکے اور پھر ان ہر دو مسئلون کے

اعداد مسئلہ کو یا اوسکے جزو غیر مشترک کو بقاعدہ تصحیح باہم ضرب دیکر اور ہر ایک مسئلہ کے ہر وارث کے عدد سہام کو یا اوسکے جزو غیر مشترک کو اوسی وارث کے عدد سہام میں جو دوسرے مسئلہ مین اوسکو ملے ہین ضرب دیکر دونون متماثل کر لیتے ہین پس جس مسئلہ کی روسے حمل کو زیادہ سہام ملتے ہین اوس مسئلہ کو برقرار رکھکر اوسکے اعتبار سے حصہ حمل محفوظ کر دیتے ہین مثلاً میت نے ایک زوجہ اور مان اور باپ اور ایک بیٹی ورثہ چھوڑے ہون تو اوّل حمل کو مرد تصور کرکے ایسا مسئلہ بنایا جائیگا۔

مسئلہ ۲۴ ۳ | ۷۲

حمل بتصور مرد	بنت	اب	ام	زوجہ
	۱۳	۴	۴	۳
۲۶	۱۳	۱۲	۱۲	۹

دوسرا مسئلہ حمل کو عورت تصوّر کرکے ایسا بنایا جائیگا۔

مسئلہ ۲۴ عول ۲۷

حمل بتصور عورت	بنت	اب	ام	زوجہ
۸	۸	۴	۴	۳

اب دونون مسئلونکے متماثل کرنیکے واسطے دونون کے اعداد مسائل کی نسبت توافق معلوم ہوئی اور پہلے مسئلہ کے عدد مسئلہ کا جزو غیر مشترک ۸ معلوم ہوا اور مسئلہ ثانیہ کے عدد مسئلہ کا جزو غیر مشترک ۳ معلوم ہوا لہذا پہلے مسئلہ کے عدد مسئلہ اور سہام ورثہ کو ۳ سے ضرب دی گئی اور مسئلہ ثانیہ کے عدد مسئلہ اور سہام ورثہ کو ۸ سے ضرب دی گئی تو ہر دو مسئلونکی صورتین یہ ہو گئین ؛

مسئله ۲۴ ت ۷۲ ز ۲۱۶

زوجه	ام	اب	بنت	حمل تصور مذکر
۳ / ۹ / ۲۷	۴ / ۱۲ / ۳۶	۴ / ۱۲ / ۳۶	۱ / ۱۳ / ۳۹	۲ / ۲۶ / ۷۸

مسئله ۲۴ عول ۲۷ ز ۲۱۶

زوجه	ام	اب	بنت	حمل تصور عورت
۳ / ۲۴	۴ / ۳۲	۴ / ۳۲	۸ / ۶۴	۸ / ۶۴

پس معلوم ہوگیا کہ حمل کو مرد تصور کریں تو منجملہ ۲۱۶ سہام کے ۷۸ سہام ملتے ہیں
اور عورت فرض کریں تو منجملہ ۲۱۶ سہام کے ۶۴ سہام ملتے ہیں لہذا مسئلہ اولی برقرار رکھکر
متروکہ تقسیم کردیا جائیگا اور منجملہ ۲۱۶ سہام کے ۷۸ سہام حمل کیواسطے محفوظ کرلیئے جائینگے
پس اگر حمل سے مرد پیدا ہوگا تو ۷۸ سہام [illegible] بالمال کو دیدیئے جائینگے اور اگر
عورت پیدا ہوگی تو منجملہ ۷۸ سہام کے ۶۴ سہام اوسکو [illegible] بالمال کو دیدیئے جائینگے
اور مابقی ۱۴ سہام اور ۳ سہام زوجہ میت سے اور چار چار سہام میت کی ماں اور باپ سے
واپس لیکر جملہ ۲۵ سہام میت کی بیٹی کو دیئے جائینگے تاکہ وہ ۳۹ سہام جو اوسکو بروقت
تقسیم متروکہ ملے تھے اور یہ ۲۵ سہام [illegible] سہام ہوجاتے ہیں - اور اگر
حمل سے زندہ اولاد پیدا نہو تو مسئلہ کی صورت بدل کر یہ صورت ہوجائیگی -

مسئله ۲۴ ز ۲۱۶

زوجه	ام	اب	بنت
۳ / ۲۷	۴ / ۳۶	۵ / ۴۵	۱۲ / ۱۰۸

لہذا ۷۸ سہام محفوظہ میں سے ۹ سہام میت کے باپ کو اور ۶۹ سہام بیٹی کو دیدیئے
جائینگے تاکہ حسب مسئلہ جدید باپ کو ۴۵ سہام اور بیٹی کو ۱۰۸ سہام ملجائیں کیونکہ زوجہ کو
۲۷ سہام اور ماں کو ۳۶ سہام جسکے وہ حسب مسئلہ جدید مستحق ہیں پہلے ہی ملچکے تھے

باب پانزدہم

ایسی جماعت قرابتداران کی وراثت کے بیان مین جو ایک ساتھ فوت ہو جائین

اگر چند اقربا کی جماعت ڈوبکر یا دب کر یا جلکر یا اور کسی طرح ایک ساتھ مر جائین یا ایک معرکہ مین شہید ہو جائین اور یہ معلوم ہو کہ اُن مین سے کون پہلے مرا اور کون بعد کو مرا تو یہ سمجہا جائے گا کہ وہ سب ایک وقت مین وفات پائے ہین اور حسب روایت حضرات سیدنا ابوبکر صدیق رض و سیدنا عمر فاروق رض و سیدنا زید بن ثابت رض اونمین سے ہر ایک کا متروکہ اوسکے زندہ ورثہ مین تقسیم کر دیا جائے گا اور اوس جماعت مین سے ایک دوسرے کا وارث نہوگا کیونکہ اونمین سبب وراثت یعنی ایک کا دوسرے کی زندگی مین مرجانا غیر یقینی ہوتا ہے اور جب تک سبب استحقاق یقینی نہو حق ثابت نہین ہوتا چنانچہ حسب روایت خارجہ بن زید ثابت ہے کہ حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رض نے اہل یمامہ کے تقسیم متروکہ کا حکم زید بن ثابت کو دیا تھا اور زید بن ثابت نے متوفی اشخاص کو ایک دوسرے کا وارث قرار نہین دیا تھا بلکہ ہر ایک کا متروکہ اوسکے زندہ ورثہ پر تقسیم کر دیا تھا اور سیدنا عمر فاروق رض نے اموات طاعون عمواس کی توریث کا حکم زید بن ثابت رض کو دیا تھا اور اونہون نے اونکا متروکہ صرف اونکے زندہ ورثہ پر تقسیم کر دیا تھا اموات کو باہم کر وارث قرار نہین دیا تھا ایسی ہی احکام حضرت سیدنا عثمان غنی رض اور سیدنا علی مرتضے

کرم اللہ وجہ سے دربارہ توریث شہدائے جمل وصفین منقول ہین۔

باب شانزدہم

مفقود کی تعریف اور اوسکی وراثت کے بیان مین

مفقود اوس شخص کو کہتے ہین جو اپنے وطن سے اس طرح غائب ہو کہ اہل وطن کو نہ اوسکا مقام قیام معلوم ہو نہ یہ معلوم ہو کہ وہ زندہ ہے یا مر گیا۔ احناف کے نزدیک مفقود اپنے مال کے لحاظ سے زندہ سمجھا جاتا ہے اسواسطے اوسکا مال اوسکے ورثہ مین تقسیم نہین کردیا جاتا اور غیر کے مال کے لحاظ سے متوفی سمجھا جاتا ہے اسی وجہ سے وہ اپنے اقربا کے متروکہ سے حصہ نہین پاتا مفقود کا مال اوسوقت تک اوسکی ملک مین رہتا ہے جبتک اوسکے مرجانیکی خبر کی تصدیق نہو جائے یا اوسکے فقدان پر معتدبہ عرصہ نگذر جائے اس عرصہ کے تعین مین مابین علما احناف اختلافات کثیر ہین۔ ظاہر الروایت مین ہے کہ جب اوسکے اقران مین سے کوئی زندہ نرہے تب اوسکو متوفی سمجھنے کا حکم کیا جائے چونکہ جملہ اقران کے مرجانیکا حال معلوم ہونا سخت دشوار ہے لہذا اوسکا اندازہ کیا گیا ہے جسمین اختلافات ہین حسب روایت حسنؒ بن زیاد امام صاحبؒ کے نزدیک اتنا عرصہ ہونا چاہیے کہ مفقود کی عمر ایکسو بیس سال کی ہو جائے محمدؒ کے نزدیک اتنا عرصہ ہونا چاہیے کہ مفقود کی عمر ایکسو دس سال کی ہو جائے اور ابو یوسفؒ کے نزدیک اتنا عرصہ ہونا چاہیے کہ مفقود کی عمر ایکسو پانچ سال کی ہو جائے اور بعض علما کے نزدیک اتنا عرصہ ہونا چاہیے کہ مفقود کی عمر نوے سال کی ہو جائے اسی پر فتوی ہے اور بعض علما کے نزدیک اتنا عرصہ ہونا چاہیے کہ مفقود کی عمر ستر سال کی ہو جائے کیونکہ امت

مرحومہ کی نسبت فرمان مبارک ہے کہ اعمار امتی ما بین ستین الے سبعین اور بعض علما کے نزدیک تعین عرصہ اجتہاد امام پر منحصر ہونا چاہیئے زیلعی نے یہی بات پسند کی ہے کیونکہ اس بارہ مین نہ کوئی نص ہے نہ اندازہ عمر مین قیاس کو دخل ہے لامحالہ عمر اقران پر اندازہ کرنا ہوگا جیسے تلف شدہ چیز کی قیمت کا اندازہ اوسکی مثل کی قیمت پر کیا جاتا ہے۔ اور مفقود کے مرجانیکی خبر کی تصدیق ہو جانیکے بعد یا عرصہ معتد بہ گذرنے کے بعد اوسکی وفات کا حکم لگایا جائے گا اور اوسکا مال اوسکے اون ورثہ مین تقسیم کردیا جائے گا جو بوقت حکم زندہ ہون۔ اور امام شافعیؒ کے نزدیک مفقود اپنے حق مین زندہ اور دوسرونکے حق مین موقوف الحکم ہوتا ہے یعنی مفقود کا حصہ اوسکے مورث کے متروکہ سے مثل حصہ حمل محفوظ رکھا جاتا ہے اور اگر مفقود ورثہ حاضر کا حاجب ہوتا ہے تو کل متروکہ محفوظ رکھا جاتا ہے محجوب کو کچھ نہین دیا جاتا اور جب اوسکے مرجانیکی خبر کی تصدیق ہو جاتی ہے یا حسب اجتہاد امام اوسکے مرجانیکا حکم لگا دیا جاتا ہے تب اوسکا مال اوسکے اون ورثہ مین جو اوسوقت موجود ہون تقسیم کردیا جاتا ہے اور وہ حصہ مفقود جو اوسکے مورث کے متروکہ سے محفوظ رکھا گیا ہو مورث کے اون ورثہ کو جو بوقت وفات مورث موجود تھے اور اگر وہ مر گئے ہون تو اونکے ورثہ کو واپس کردیا جائیگا۔

باب ہفتم

مرتد و مرتدہ کی وراثت کے بیان مین

مرتد کے بحالت ارتداد یا قتل کردئے جانیکے بعد یا اوسکے ملحق بدارالحرب ہوجانیکے بعد جب قاضی اوسکے ملحق بدارالحرب ہوجانیکے متعلق حکم دیدے اوسکا مال متروکہ ہوجاتا ہے اور امام صاحب کے نزدیک اوسکا وہ مال جو اوسنے بحالت اسلام پیدا کیا ہے اوس کے مسلم ورثہ مین بطور متروکہ تقسیم کردیا جائیگا۔ اور وہ مال جو اوسنے بحالت ارتداد پیدا کیا ہے بیت المال مین داخل کیا جائیگا کیونکہ مرتد بفور ارتداد میت متصور ہوجاتا ہے لہذا اوس مال کے جو بوقت ارتداد اوسکی ملک مین تھا اوسکے مسلم ورثہ مستحق ہوتے ہین اور اوس مال کو جو بحالت ارتداد اوسنے پیدا کیا ہے زمانہ اسلام کی طرف مضاف کرنا غیر ممکن ہے پس اگر مال مذکور کی توریث کا بحق ورثہ مسلم حکم دیا جاتا ہے تو توریث مال کافر بحق مسلم ہوگی جو ناجائز ہے لیکن صاحبین کے نزدیک مرتد کا کل مال جو بوقت اوسکے مرجانے یا قتل کئے جانیکے یا ملحق بدارالحرب ہوجانیکے بعد موجود ہو خواہ وہ زمانہ اسلام کا پیدا کیا ہوا ہو یا زمانہ ارتداد کا پیدا کیا ہوا ہو اوسکے مسلم ورثہ مین بطور متروکہ تقسیم کردیا جائیگا کیونکہ مرتد اسلام مین لوٹ آنے پر مجبور کیا جاتا ہے لہذا اوسکے مال پر بحق ورثہ مسلم احکام اسلام جاری ہوتے ہین اور جبکہ وہ اسلام مین لوٹ آنے پر مجبور کیا جاتا ہے تو دونون وقت کا پیدا کیا ہوا مال اوسکی ملک ہوتا ہے اور امام شافعیؒ کے نزدیک دونون وقت کا پیدا کیا ہوا مال غنیمت یا مال ضائع ہوتا ہے لہذا مرتد کا کل مال بیت المال مین داخل

کر دیا جاتا ہے اور وہ مال جو مرتد نے بعد لحوق بدار الحرب پیدا کیا ہو بالاتفاق غنیمت ہوتا ہے اور مرتدہ کا کل مال عام ازینکہ وہ زمانہ اسلام کا پیدا کیا ہوا ہو یا زمانہ ارتداد کا پیدا کیا ہوا ہو باتفاق علمائے ثلاثہ اوس کے مسلم ورثہ مین تقسیم کر دیا جاتا ہی اسکی وجہ یہ ہی کہ بسبب موجودگی فرمان مبارک دربارہ ممانعت قتل عورات مرتدہ قتل نہین کی جاتی بلکہ جب تک وہ اسلام مین نہ لوٹ آئے یا مادام الحیات قید رکھی جاتی ہے اسلئے جب مرتدہ کی جان غیر محفوظ نہین ہوتی تو اوسکا مال بھی غیر محفوظ نہین ہوتا لہذا اوسکا مال بجز شوہر کے اوسکے مسلم ورثہ مین تقسیم کر دیا جاتا ہے بعد اوسکے مرجانیکے یا ملحق بدار الحرب ہوجانیکے شوہر کے مستحق نہونے کی یہ وجہ ہی کہ نکاح بفور ارتداد منقطع ہوجاتا ہے اور موت بعد کو واقع ہوتی ہے دوسرے یہ کہ مرتدہ کو اپنی موت کا ظن غالب بھی نہین ہوتا جو وہ فارہ متصور ہوسکے اور لحوق دار الحرب کے بعد چونکہ اوس کی جان محفوظ نہین رہتی لہذا مال بھی محفوظ نہین رہتا اور ورثہ مسلم مین بطور متروکہ تقسیم کر دیا جاتا ہے مرتد و مرتدہ کسی کے وارث نہین ہوتے نہ مسلم کے نہ کافر کے نہ مرتد کے کیونکہ وہ بوجہ جرم ارتداد وارث کے جو صلہ شرعی ہے مستحق نہین رہتے بلکہ مثل قاتل مورث کے سزائے ارث سے محروم کر دئے جاتے ہین دوسرے یہ کہ مرتد کی کوئی ملت نہین ہوتی کیونکہ مرتد ہو کر جس ملت مین وہ شریک ہوا ہے اوسمین بھی وہ برقرار نہین رہ سکتا اور وراثت مبنی بر ملت ہے اسی وجہ سے مرتد و مرتدہ کا مسلم کافر حتے کہ مرتد و مرتدہ سے بھی نکاح جائز نہین ہے البتہ اگر کسی ملک کے کل باشندگان ایک ساتھ مرتد ہو جائین تو اونمین باہمد گر توریث جاری ہوتی ہے کیونکہ وہ ملک دار الحرب ہو جاتا ہے حتے کہ اونکے مرد واجب القتل اور عورتین واجب الحبس ہو جاتی ہین جیسا کہ حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بنی حنیفہ کے ساتھ عمل فرمایا تھا چنانچہ حضرت سیدنا علی کرم اللہ وجہہ نے بنی حنیفہ کی ایک گرفتار شدہ عورت کو

خرید فرمایا تھا جس کے بطن سے محمد بن حنیفہؓ ہین۔ امام صاحب سے اس بارہ مین کہ مرتد کی وراثت کے کون ورثہ مستحق ہوتے ہین مختلف روایات ہین حسنؒ کی روایت کے موافق صرف وہ ورثہ مستحق وراثت ہوتے ہین جو اوسکے ارتداد کیوقت موجود ہون اور اوسکے وفات یا قتل یا لحوق بدار الحرب تک زندہ ہون پس وہ ورثہ جو اوسکے ارتداد کے بعد مشرف باسلام ہون یا پیدا ہون مستحق وراثت نہین ہوتے اور ابو یوسفؒ کی روایت کے موافق وہ جملہ مسلم ورثہ جو بوقت ارتداد موجود ہون خواہ بوقت وفات یا قتل یا لحوق بدار الحرب موجود ہون مستحق وراثت ہوتے ہین یعنی اونمین سے جو قبل وفات یا قتل یا لحوق بدار الحرب وفات پا جائین اونکے ورثہ اونکے حصہ کے مستحق ہوجاتے ہین اور محمدؒ کی روایت کے موافق صرف وہ مسلم ورثہ مستحق ہوتے ہین جو مرتد کی وفات یا قتل یا لحوق بدار الحرب کے وقت موجود ہون خواہ وہ ارتداد کے وقت موجود ہون صحیح ترین روایت محمدؒ کی ہے اسی پر فتوے ہے۔

باب سیزدہم
اسیر کفار کی وراثت کے بیان مین

جو مسلم کفار کے ہاتھ مین قید ہوجائے جب تک وہ اسلام ترک نکرے دربارہ میراث اوسکا حال جملہ مسلمین جیسا ہوتا ہے کیونکہ مسلم کہین بھی ہو مسلم ہوتا ہے اور تاوقتیکہ اوسکی موت وحیات اسلام وترک اسلام کا حال معلوم نہو اوس سے مسائل مفقود متعلق ہوتے ہین اگر کسی قیدی کے ورثہ اوسکے ارتداد کا ادعا کرین تو اس بارہ مین بجز دو عادل مسلمانونکی

شہادت کے اور کوئی شہادت مقبول نہوگی پس دو عادل مسلمانون کی شہادت ہوجانیکے بعد قاضی قیدی اور اوسکی زوجہ کے درمیان تفریق واقع ہونیکا حکم دیگا اور اوسکے مال کو بطور متروکہ اوسکے ورثہ مسلمین کے درمیان تقسیم کئے جانیکا حکم دیگا۔ اگر ایسے حکم کے بعد قیدی مذکور آجائے اور اپنے ارتداد سے انکار کرے تو بھی نہ اوسکی زوجہ اوسکی طرف عود کریگی نہ اوسکا مال اوسکو واپس ملیگا بجز اوس مال کے جو بعینہ ورثہ کے قبضہ مین موجود ہو اور یہی حکم اوس مرتد سے متعلق ہے جو قبل حکم قاضی مشعر وقوع فرقت زوجہ وتقسیم مال توبہ کرکے پھر اسلام قبول کرے لیکن اگر دو عادل مسلمانون کی شہادت پیش ہوجانیکے بعد لیکن قبل صدور حکم قاضی قیدی آجائے اور اپنے ارتداد سے انکار کرے تو قاضی دونون شاہدون کا تزکیہ کریگا یعنی اونکی عدالت کا ثبوت لیگا اگر اونکا عدل ثابت ہوجائے تو قیدی موصوف کی زوجہ تو بائنہ ہوجائیگی کیونکہ زوجہ بفور ارتداد بائنہ ہوجاتی ہے البتہ اوسکا مال اوسکے ورثہ مین بطور متروکہ تقسیم نکیا جائیگا بلکہ خود اوسیکو دیدیا جائیگا واللہ اعلم بالصواب۔

محمد مظہر الحق انصاری ۶ جمادی الثانی ۱۳۴۰ھ

صحت نامہ

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۴۹۴	۱۴	ہیے	ہیں
۴۹۰	۱۹	ہوتی ہے	ہوتا ہے
۵۰۲	۵	بج	بین
۵۲۴	۴	طاقات	مخالفات
۵۳۰	۵	علم شفیع کو	شفیع کو علم
۵۵۶	۰	نجری	تیغری
۵۶۶	۱۱	نہیں ہوتا	نہیں بنتا
۵۷۶	۵و۱۱و۱۲	اگر جرح یا قطع سو وہ صحیح گی	+
۵۷۸	۷	جاتی ہے	ہوتی ہے
۵۹۳	۳	سے	کاٹ سے
۵۹۶	۱۸	نٹنی	اونٹنی
۶۱۷	۳	ہم	تاہم
۶۱۹	۴	سوکھے	وفات موصے
۶۳۱	۱۰	نہیں	نہیں ہوتا
۶۳۴	۱۵	مجرم	محرم
۶۵۲	۳	½	⅔
۶۵۵	۱۹	تقسیم	تفہیم
۶۵۷	۱۳	چونکہ	+
۶۶۰	۱	کیا	کیا ہو
۶۶۰	۱۱	(۱) کہ	(۱) یہ کہ
۶۶۲	۷	توگانہ	نگانہ
۶۶۲	۱۱	بھی	ہی
۶۶۳	۷	تاہم	تاہم وہ
۶۶۵	۹	ربع ۸	ربع ۶
۶۶۶	۱۶	ملاکر	بلاکر
۶۶۹	۱۸و۱۹	ملاکر	بلاکر
۶۸۰	۹	بھائی کو	بھائی کے
۶۸۰	۹	بہن کو	بہن کے
۶۸۵	۲	اُس میں	اُن میں
۶۸۵	۳	عدد مسئلہ کا مانفی اُسکو	عدد مسئلہ ۔۔۔ باقی
۶۸۵	۵	متحد النوع	+
۶۸۶	۵	مابقے	باقی
۶۸۶	۹	بنایا جائیگا	بنایا گیا
۶۸۶	۱۹	عہداللہ	عبداللہ
۶۸۹	۷	اُس میں	اُس میں سے
۶۹۱	۲	(۱) کہ	(۱) یہ کہ
۶۹۱	۶	فرض	ہر ذی فرض
۶۹۱	۷	(۲) کہ	(۲) یہ کہ
۶۹۲	۱۱	پر	سے
۶۹۳	۶	مسئلہ ۲۴ ... ۱۷	مسئلہ ۲۴ ... ۱۷
۷۰۰	۷	لہذا پوتی کی بیٹی پر بوجہ قرابت اولیت ہوتی ہے	+
۷۰۰	۱۴	ذوی الارحام	ذوی الارحام کا
۷۰۱	۱۹	چونکہ	+
۷۰۴	۱۵	کو	+
۷۰۷	۱۴	ملاکر	بلاکر
۷۰۹	۸	ملاکر	بلاکر
۷۱۰	۱۵	باپ	ماں
۷۱۳	۳	بھائی کو	بھائی کی پوتی کو
۷۱۸	۱۱	خنثے	ایک خنثے
۷۲۰	۱۵	ہوجانے کے	ہوجانے کے بعد
۷۲۲	۱۵	تا	یا
۷۲۳	۵	زوجہ	زوجہ حاملہ
۷۲۳	۶	جملہ	حمل
۷۲۵	۱۳	دوسرے	دوسرے کا
۷۲۹	۱۲	وارث	وراثت

نایاب قرآن شریف

مسطرے ۲۲×۲۹ تصحیح کردہ حضرات علمائے دیوبند

عام شکایت تھی کہ بچوں کی تعلیم اور عام خواندہ حضرات کی تلاوت کیلئے کوئی صحیح اور واضح قرآن مجید نہیں ملتا۔ مطبع قاسمی نے نہایت اہتمام کیساتھ طبع کرنا شروع کردیا جو بحمد للہ پورے اہتمام کیساتھ مکمل ہوگیا۔ اس کلام اللہ کی خدمت تصحیح کو اکثر اکابر و مقتدرین دار العلوم دیوبند نے اپنا فرض سمجھکر نہایت خوبی کیساتھ انجام دیا اسکی اشاعت تجارتی نقطہ خیال پر مبنی نہیں اس لئے ہدیہ اصل لاگت کے قریب رکھا گیا ہے تاکہ شائقین کو گراں نہ ہو۔ ہر پارہ جدا جدا کیا جا سکتا ہے۔ حروف کی وضاحت اور کتابت کی شان قابل قدر ہے۔ اگرچہ یہ کلام مجید بڑی مقدار میں طبع ہو رہا ہے لیکن دوران طبع ہی میں اسقدر فرمائشیں موصول ہوچکی ہیں کہ ہمارے پاس کل تعداد کا آٹھواں حصہ بھی باقی نہیں رہتا اس لئے فرمائش میں تاخیر نہ فرمائی جائے ورنہ ہم تعمیل ارشاد سے معذور ہونگے۔ ہدیہ بلا جلد ۶/ مجلد معمولی ۸/ مجلد اعلیٰ للعہ/۔ فرمائشیں پتہ ذیل سے روانہ کیجیو

ملنے دار الکتب العربیۃ القاسمیۃ دیوبند ضلع سہارنپور